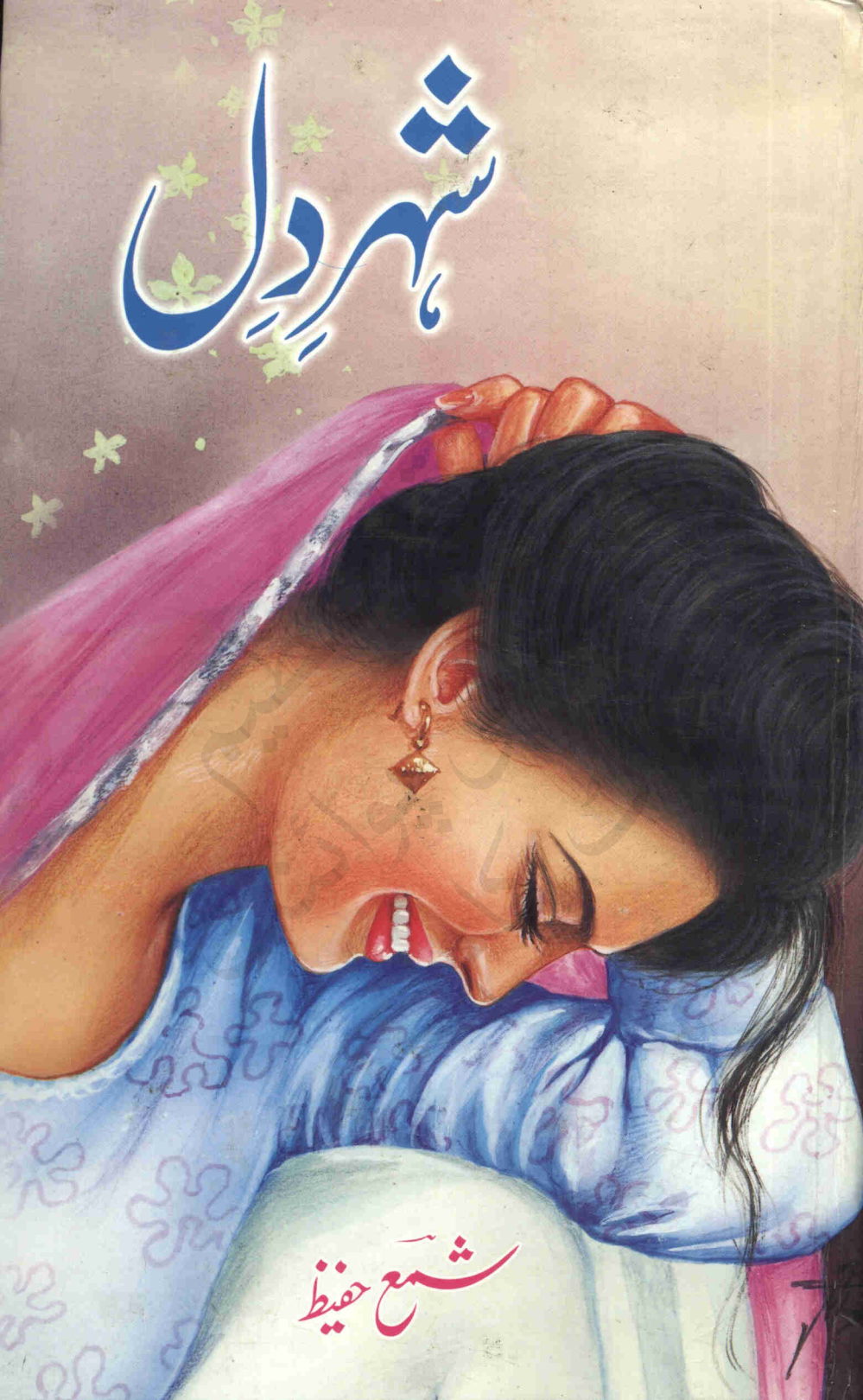
شہرِ دل



شمع حفیظ

انتساب

اپنے ''ابّی جان'' کے نام
جن کی مظبوط شخصیت کسی ''شجر سایادار''
کی طرح (ہمارے لیے) دنیا کی ہر نعمت
سے بڑھ کر ہے۔

پیش لفظ

میں صاحبِ کتاب ہو جاؤں گی..... ایسا کبھی سوچا نہیں تھا لیکن بھلا ہو ان دوست احباب اور رشتے داروں کا جنہوں نے میرے لکھنے کو نا صرف پڑھا بلکہ تعریف و تنقید سمیت سراہا اور مجھے قلم کے حوالے سے معتبر بھی کیا۔

لکھاری مرد ہو یا عورت..... اسے بالغ نظر، ذمہ دار اور حساس ہونا چاہیئے، پر مجھے زندگی کو جینا سہنا اور دیکھنا کہاں آیا ابھی زندگی کو محض زندگی کے طور برتا ہے اور اس جیون کے گزرتے ہر دن کے تجربے اور مشاہدے نے مجھے ایک عام لکھاری بننے میں مدد دی ہے۔ لیکن سچ یہ ہے مٹی کے ٹھیکرے کو چراغ کس طرح بنایا جاتا ہے؟ اور اسے روشن کرنے کے لیے کسی ہاتھ کی ضرورت ہوتی ہے؟ میں نہیں جانتی۔ ہاں جانتی ہوں تو اتنا کہ زندگی میں ایسا ہاتھ کسی کسی کو نصیب ہوتا ہے اور میں یقیناً ان خوش نصیبوں میں شامل ہوں جسے یہ ''گولڈن ہینڈ'' میسّر آیا۔

مجھے یہ بتانے والا، یہ احساس دلانے والا کہ ''تم ایک لکھاری بن سکتی ہو، الفاظ سے کھیل سکتی ہو'' وہ نام ہے جو آج مزاح نگاری کے آسمان پر سب سے روشن ستارے کی طرح جگمگا رہا ہے، یہ میرا اعزاز ہے کہ کرنل محمد خان جیسی عظیم ہستی نے ''بجنگ آمد'' پر میرے کیے گئے تبصرے کے جواب میں مجھے ''اردو پنچ'' ارسال کیے اور بصد اصرار دعوت دی کہ ''اس میں لکھو کہ تم میں لکھنے کے جراثیم موجود ہیں''

تب میں ایک طالبہ تھی، اس وقت ان کا اصرار میرے لیے باعثِ حیرت تھا۔ میں اور لکھاری.....؟ کیا ایسا ممکن ہے.....؟ کیا مجھ جیسی شوخ فطرت لڑکی قلم کی حرمت کو بحال رکھ سکتی ہے، کیا وہ تحریر لکھ سکتی ہے جو لوگوں کے دلوں میں اتر جائے؟؟؟ باخدا مجھے اعتبار نہ آیا تھا کہ ایک بڑے قلمکار کا اصرار میرے لیے تھا..... پھر بھی یہ بات بے حد خوشگوار احساس رکھتی تھی اور میں اس احساس کو لے کر بہت عرصہ یہی سوچتی رہی کہ ابتداء کیسے کروں.....؟ سالوں بعد مختلف ڈائجسٹوں سے ابتداء کی۔ ''دوشیزہ'' دل کو لگا، اس کے افسانے دیگر رسالوں سے مزاج میں تھوڑا الگ رنگ رکھتے ہیں۔ سو شروعات اچھی ثابت ہوئی، پہلے ایک افسانہ چھپا پھر دوسرا..... پھر تیسرا اور ایک وقت وہ آیا جب میں نے ''دوشیزہ رائٹر ایوارڈ'' حاصل کیا۔

اور آج ''شہرِ دل'' کتابی صورت میں جلوہ افروز ہے سو اس موقع پر بطور خاص ''دوشیزہ فیملی'' کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں منزہ جمیل، فریدہ مسرور اور غزالہ رشید جیسے ذہین اور باصلاحیت لوگوں نے میری حوصلہ افزائی کی، مجھے سراہا اور تا حال آگے بڑھنے کا موقع فراہم کیا، میں انہیں اپنا محسن مانتی ہوں اور بے حد ممنون ہوں۔ میں

شکر گزار ہوں اپنے والدین کی، جنھوں نے مجھے پڑھایا لکھایا میری اعلیٰ تربیت کی اور اس قابل بنایا کہ آج ایک لکھاری کے روپ میں آپ کے سامنے ہوں، میرا لکھا ہر لفظ آپ کی رائے کا احترام کرتا ہے کیونکہ میں اس بات پر یقین رکھتی ہوں کہ کسی بھی لکھاری کو قلم قبیلے میں شامل کر کے اسے ایک اچھا یا برا مقام دینا صرف قاری کے ہاتھ میں ہے، میں دعا گو ہوں میرا لکھا آپ سب کی ذہنی آسودگی کا سبب بنے اور آپ مجھے اپنی Good book میں ہمیشہ شامل رکھیں فی الوقت ''شہرِ دل'' کا مطالعہ کیجیے اور اپنی رائے سے نوازیے کہ وہی میرا انعام ہوگا۔

شمع حفیظ
(کراچی)
۱۶ جنوری ۲۰۱۱ء

''اوہ مائی گاڈ.....!''

منال نے بے اختیار ہو کر دونوں ہاتھ لبوں پر رکھے اور اس ممکنہ چیخ کو روکنے کی پوری کوشش کی، جو حلق سے نکل کر ایک زوردار گونج کے ساتھ گھر کی چہار دیواری میں پھیلنے والی تھی۔ بدحواسی کے عالم میں وہ دو دو سیڑھیاں پھلانگتی ارما کے کمرے میں جا گھسی۔ دل ہوا کی رفتار کا ساتھ دے رہا تھا اور آنکھیں حیرت کی شدت سے ابھی تک پھٹی پڑی تھیں۔ ڈرائنگ روم کے نرم گدے دار صوفے پر اس نے جس شخصیت کو براجمان دیکھا تھا، وہ اس کی تو کیا، ارما کی سانس بھی کھینچ لینے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ یہی وہ ہوا تھا جو منال کے ہوش و حواس ایک ثانیے میں لے اُڑا تھا۔ اس نے کمرے میں آتے ہی جیسے دُہائی دی تھی۔

''ہائے ارما! وہ آ گیا.....اب کیا ہوگا، میری بہن! اب تمہاری خیر نہیں ہے۔ وہ عرفان بھائی کے ساتھ نیچے ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہے۔''

اس کی ایک سانس میں دی جانے والی اطلاع، ارما کا رنگ سفید کر گئی۔ وارڈروب سے نکالا جانے والا کلف شدہ ڈریس زمین پر آ گرا اور وہ گھبرا کر پلٹتے ہوئے تیزی سے بولی۔ ''اللہ خیر! کون آ گیا ہے، منال؟.....تم کس کی بات کر رہی ہو؟''

''ارے وہی تمہارا عاشق نامدار۔ خدا کی قسم وہی ہے۔ اس کی جھلک دیکھتے ہی میں نے اسے پہچان لیا تھا۔ وہی سوٹڈ بوٹڈ انداز، ایک دم فریش اور گریس فل لُک کے ساتھ۔ میں جھوٹ نہیں بول رہی، ارما! عرفان بھائی اسے سامنے بٹھائے ایک ٹک گھور رہے تھے اور وہ.....وہ بولے جا رہا تھا۔ اُف، مسلسل بول رہا تھا۔ مجھے لگتا ہے یار! اب تمہارا پول کھل جائے گا۔ اور اگر ایسا ہو گیا تو سوچ لو، تم کون سی موت مرنا چاہو گی؟ میرا مطلب ہے، آنے والے حالات کے بارے میں ابھی سے غور کر لو، ورنہ تمہیں پل بھر کا ٹائم نہیں ملے گا۔ اس بار کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا۔''

''منال! پلیز۔ بند کرو اپنی بکواس.....خدا جانے، کیا اول فول بول رہی ہو تم۔ وہ بھلا کیسے آ سکتا ہے؟ اسے انگلینڈ گئے چھ ماہ سے زیادہ کا عرصہ بیت چکا ہے۔ یقیناً تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگی۔''

ارما نے سینے میں بھاگتی دوڑتی بے ربط دھڑکن کو لگام دینے کی کوشش کرتے ہوئے اسے جھٹلانے کی سعی کی تو منال لپک کر اس کے پاس آ گئی۔

''وہ.....وہ وہی ہے ارما! وہی شامیر ذکاء الدین.....جیسا تصویر میں نظر آتا ہے، اس سے کہیں زیادہ گڈ لکنگ..... بال برابر فرق نہیں ہے۔ کمپیوٹر اسکرین پر جگمگاتی اپنی تصویر کی طرح بے حد ڈیٹنگ۔ میں بے ہوش ہوتے ہوتے رہ گئی۔ ہائے، اب کیا ہوگا؟ ابو جان گھر سے نکال دیں گے ہم دونوں کو۔ دائم کی وجہ سے میں پہلے ہی امی ابو کے زیرِ عتاب رہ چکی ہوں۔ بہت کڑی سزا ملی ہے مجھے اس یکطرفہ محبت کی۔ اب اگر انہیں تمہارے کارناموں کی بھنک پڑ گئی تو سوچو ارما! بے عزتی کا آخری تصور کیا ہو سکتا ہے۔ بس، کچھ ایسی ہی شامت آنے والی ہے ہم دونوں کی۔ امی تو کچا چبا جائیں گی۔ ایک نہ آدھ، دونوں بیٹیاں گل کھلائے بیٹھی ہیں۔ اور گل بھی وہ، جو ست رنگا ہے۔ کسی پھلجھڑی کے جیسا، جس پر نگاہ نہ جم سکے۔ جلے تو انگارے دُور تک گریں۔''

''اوفوہ، منال! تم چپ کرتی ہو یا نہیں؟ دماغ خراب ہو گیا ہے، جو ایسی بے سروپا باتیں کئے چلے جا رہی ہو۔ بس ایک لفظ اور مت کہنا۔''

ارما نے اتھل پتھل ہوتے دل کے ساتھ اسے ڈانٹا۔ مگر وہ بے حال تھی۔ آنے والے لمحوں کا ہولناک تصور منال کے رونگٹے کھڑے کر گیا تھا۔

''یہ بے سروپا باتیں نہیں ہیں، میری بہن! بلکہ وہ پیشین گوئیاں ہیں، جو کسی لمحے سچ کا رُوپ دھار سکتی ہیں۔ خدا کی قسم، عرفان بھائی! کان لگا کر اُس کی بکواس سن رہے تھے۔ مجھے لگتا ہے، آج اپنا دل ہلکا کر کے ہی جائے گا وہ یہاں سے۔''

''نہیں منال! تم مجھے ڈرانے کی کوشش مت کرو۔ وہ یہ نہیں کر سکتا۔ محبت کرتا ہے وہ مجھ سے۔'' ارما نے جیسے خود کلامی کی۔ مگر منال کے وجود میں زلزلے جاگ اُٹھے۔

''تو کیا یہ کم ہے ارما! کہ وہ.....وہ محبت کرتا ہے تم سے۔ اگر یہ بات ابو یا امی کے کانوں تک جا پہنچی تو تمہاری عزت کا کیا ہوگا؟ سوچو، تم ان سے کیسے نظر ملا پاؤ گی؟ کچھ کہہ سکو گی اپنی صفائی میں؟''

''مجھے کسی صفائی کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، منال! ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ شامیر اتنی اوچھی حرکت نہیں کر سکتا۔ محبت میں عزت ہی اہم ہوتی ہے۔ اگر وہ اسے نظر انداز کر گیا تو پھر اسے کسی دعویداری کا حق حاصل نہیں۔''

''ارے بھاڑ میں گئی اُس کی دعوے داری.....فی الحال اتنا سوچو، اس کا سامنا کیسے کرنا ہے؟ دیکھ لیا، ابھی کسی بھی دم عرفان بھائی کی اسرافیلی صدا تمہیں نیچے جانے پر مجبور کر دے گی۔''

اور وہی ہوا۔ ادھر منال کا جملہ پورا ہوا اور اُدھر عرفان بھائی کی تیز آواز سچ مچ کسی گونج کی

صورت اُبھری تھی۔

''ارما! پلیز نیچے آؤ۔''

''اوہ میرے اللہ!.....اب کیا ہوگا؟'' منال کا رونا اسٹارٹ ہو چکا تھا۔ اور یہ کڑی صورتِ حال، ارما جیسی سمجھ دار لڑکی کے لئے بھی قیامتِ صغریٰ سے کم نہیں تھی۔ وہ اپنی جگہ سانس روکے کسی سنگی مجسمے کی صورت بے حس و حرکت کھڑی تھی۔ اس نازک وقت میں شامیر سے زیادہ اپنے بھائی کا سامنا کرنا اس کے لئے انتہائی دُشوار تھا۔ وہ کس منہ سے ان کے پاس جاتی۔

''ارے منال! کہاں ہو تم؟ کبھی تو پہلی آواز پر بھائی کی بات سننے آ جایا کرو۔'' امی کی جھنجلائی آواز نے خوف کو مزید ہوا دی تھی۔ وہ دونوں دہل کر ایک دوسرے کی صورت تکنے لگیں۔ اب قیامت تو آ ہی گئی تھی۔

''کیا کریں منال؟'' ارما نے سہم کر چھوٹی بہن کو دیکھا۔

''مجھے کیا پتہ۔ جو کرنا ہے، سو کرو۔ شامیر سے میل ملاقات کرتے وقت تم نے آج کے دن کے بارے میں سوچا تھا؟ نہیں نا۔ تو پھر میں کیا کروں، یہ تو ہونا ہی تھا۔ لڑکیوں کی عزت بہت معنی رکھتی ہے، ارما! اور یہ بات مجھ سے بہتر بھلا کون جان سکتا ہے؟ دائم کے معاملے میں ہزار بار اسی عزت کی حفاظت کا لیکچر سن چکی ہوں بلکہ ناک بھی کٹوا چکی ہوں۔ بقول عرفان بھائی، سو بے غیرت مریں تو ایک منال پیدا ہو۔ اب اس قسم کے تبصرے کو سن کر کون اپنی عزت کا ترانہ گائے گا؟ مگر تم.....تم بہت اچھی ہو، ارما! گھر میں سب تمہیں سمجھ دار اور حساس لڑکی سمجھتے ہیں، اس لئے آج تمہیں اپنی نام نہاد عزت کو نیلام ہونے سے بچانا ہے۔ جاؤ اور عرفان بھائی کے پے در پے سوالات کا جواب دو۔ اور وہ جو تم سے پاک محبت کا دعویٰ کرتا ہے، یقیناً اس نے اب تک تمہاری پُر اثر چاہت کی داستان خوب نمک مرچ لگا کر بھائی کے گوش گزار کر دی ہوگی۔ سو جواب دہی کا کاغذ بھی تم ہی کو بھگتنا ہوگا۔''

منال نے جیسے خود کو اس کے معاملے سے بالکل الگ کر لیا۔ اب وہ دوپٹے سے اپنی بھیگی آنکھیں پونچھ رہی تھی۔ اس کے بدلتے تیور دیکھ کر ارما کی سٹی گم ہو گئی، ہڑبڑا کر بولی۔

''مطلب کیا ہے تمہارا؟ کیا سارا قصور میرا ہے؟ ارے تم بھی برابر کی شریک ہو اس پریم کہانی میں۔ یہاں تمہارا کردار نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ شامیر سے ملنے کے لئے فیصلہ میرا ضرور تھا۔ مگر ہر بار تم نے مجھے فورس کیا ہے منال! تمہارے اصرار پر ہی میں نے اسے خود سے قریب کیا تھا، ورنہ دائم سے تمہاری محبت کی دیوانگی دیکھ کر میرا دماغ خراب نہیں تھا کہ میں محبت کے اس راستے پر قدم رکھتی۔ میں اتنی بہادر نہیں ہوں کہ اتنی دیدہ دلیری سے شامیر کی محبت کا یہ معاملہ ڈیل کر سکتی۔ تم نے ہر بار جسٹ فار انجوائے منٹ کہہ کر مجھے پش کیا ہے۔ اب اس طرح ہاتھ جھاڑ کر میں تمہیں پرے نہیں ہونے دوں گی۔ شامیر کے معاملے میں تم بھی برابر کی

مجرم ہو۔"

"ڈونٹ بی اسمارٹ، ارما!..... مجھے الزام دینے سے تمہارا بھلا ہرگز نہیں ہوگا۔ پانی سر سے گزر چکا ہے، اب تمہیں ڈوبنا پڑے گا۔ ابو جان کی عزت تمہاری محبت سے بہتر فوقیت رکھتی ہے۔ تم نے اپنے طور پر راستہ بدلنے کی کوشش ضرور کی، مگر شامیر تمہاری بے وفائی سہہ نہیں پایا ہے۔ اب وہی بے وفائی تمہیں گھر کے ہر فرد کے سامنے لا کر کھڑا کر دے گی۔ تمہیں سب کے ذومعنی اور چبھتے سوالوں کے جواب بھی دینے پڑیں گے، ارما! میں نے کبھی تمہارا ساتھ دینے کی کوشش نہیں کی، یہ تم اچھی طرح جانتی ہو، میری بہن! میں نے تمہیں وارن کیا تھا کہ یہ وقت کبھی بھی آ سکتا ہے، مگر تم....."

منال نے بہ غور اس کی طرف دیکھا۔

"تم شامیر کی جذباتی باتوں اور سحر انگیز شخصیت پر دل ہارے بیٹھی تھیں، اس کی پُرگداز محبت سے دامنِ دل بھر چکی تھیں۔ شامیر کی محبت کے سامنے ہم سب کی چاہت تمہارے لئے پھیکی پڑ گئی تھی نا، سو اب جھگڑو۔ میں تمہارا ساتھ بھلا کہاں تک دے سکتی ہوں؟ ویسے بھی شامیر صرف تم سے واقفیت رکھتا ہے۔ وہ یہ تک نہیں جانتا کہ میں تمہاری چھوٹی بہن ہوں۔ وہ مجھے تمہاری دوست مانتا ہے، ایک بے تکلف اور پرانی دوست۔ سو مجھے اس کا سامنا کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"نہیں منال! وہ اچھی طرح جانتا ہے، تم میری بہن ہو۔ میں نے اسے یہ حقیقت بتا دی تھی۔" ارما کا لہجہ شکست خوردہ تھا۔

منال کا دل دھک سے رہ گیا۔ چونک کر بولی۔ "یہ کیا کہہ رہی ہو، ارما؟ تم نے اس لڑکے کو یہ بھی بتا دیا کہ میں تمہاری....."

"ہاں....." ارما نے بات کاٹ ڈالی۔ "وہ میری غلطی تھی۔ لیکن اب وہ ہو چکی ہے، سو تمہیں میرا ساتھ دینا ہوگا۔"

"کک..... کیا مطلب؟" منال کی پریشانی مزید بڑھ گئی۔ "میں تمہارا کیا ساتھ دوں؟"

"تم میرے ساتھ نیچے چلو گی۔ میں وہاں اکیلی نہیں جاؤں گی۔ شامیر کو فیس کرنے کے لئے مجھے تمہارے سہارے کی ضرورت ہے۔ چھ ماہ کا ٹوٹا تعلق اتنی آسانی سے نہیں جڑ سکتا۔ اب جانے وہ کیا ری ایکٹ کرے۔ میں سب کے سامنے بے ہوش ہونا نہیں چاہتی، سو چلی آؤ۔"

ارما نے ہٹ دھرمی دکھائی تو منال گم صم سی ہو کر اس کی صورت تکنے لگی۔ وہ جواب دینا چاہتی تھی، مگر عرفان بھائی کی بلند آواز نے ایک بار پھر انہیں ڈرائنگ روم میں آنے کا سندیسہ دیا تھا۔ اب اس صدا پر لبیک کہنا دونوں کی مجبوری تھی، ورنہ امی کو ان کے کمرے میں آنے سے

کوئی روک نہیں سکتا تھا۔

❁

کس نے کھیل کھیلا ہے، کس نے ہجر جھیلا ہے
اب گزر گیا جاناں، اس سوال کا موسم

جھکی نظروں کے باوجود اس کی مضطرب اور پُراشتیاق نگاہ، ارما کو اپنے چہرے پر منڈلاتی صاف محسوس ہو رہی تھی۔ وہ سر نیہوڑائے چپ چاپ بیٹھی تھی، لیکن دل کی دھڑکن منہ زوری کے ریکارڈ توڑ رہی تھی۔ جب کہ منال کا وجود سکون کے احساس میں ڈھل چکا تھا۔ یہ بات کیا کم تسکین آمیز تھی کہ عرفان بھائی اور امی کے سامنے شامیر ان دونوں سے کسی اجنبی کے طور پر ملا تھا اور بڑے رکھ رکھاؤ کا مظاہرہ بھی کر رہا تھا۔

امی، شامیر کی والدہ سے مسلسل محوِ گفتگو تھیں، جو خاصی ماڈرن اور آزاد خیال خاتون تھیں، جن کی گفتگو بے حد سادہ اور برجستہ تھی۔ اپنے لب و لہجے سے وہ بے حد نرم دل اور شگفتہ مزاج معلوم ہو رہی تھیں۔ کمرے کے دائیں جانب پڑے کاؤچ پر براجمان تھیں اور منال کو اپنی بدحواسی میں نظر نہیں آئی تھیں۔ اگر وہ انہیں پہلے دیکھ لیتی تو ارما کے پاس آ کر اتنی آپا دھاپی کا مظاہرہ نہ کرتی اور نہ ہی شامیر کے آنے کی اس بری طرح سے اطلاع دیتی۔

"بھئی یہ بہت خاموش ہیں۔ کیا یونہی گم صم سی رہتی ہیں؟"

شامیر کی والدہ نے بات کرتے اچانک ارما کی طرف اشارہ کیا تو سب کی توجہ فوری طور پر اس کی جانب پلٹ گئی۔ وہ پہلے سے زیادہ محتاط ہو گئی۔ سینے میں دھڑکتا دل مزید دھک دھک کرنے لگا تھا۔

"ارے کہاں۔" امی نے ہنس کر جیسے ان کی بات رد کی تھی۔ "ارما بہت شریر ہے، باتیں کرنے پر آئے تو سب کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ پر ذرا دیر سے کھلتی ہے۔ اتنی جلدی بے تکلف نہیں ہوتی کسی سے۔"

"یہ اچھی بات ہے۔ دیر سے کھلنے والے دراصل محتاط ہوتے ہیں۔ وہ بندے کو پرکھتے ہیں، تب ہی اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہیں۔ کیوں ارما! کیا میرا اندازہ درست ہے؟" آنٹی نے شوخی سے اسے چھیڑا تو وہ مسکرا کر رہ گئی تھی۔ لیکن جواب شامیر نے دے ڈالا۔ اس کی آنکھوں کی ذومعنی چمک منال نے بھی محسوس کی تھی، وہ ارما کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ماما! آپ کا اندازہ درست ہے۔ مگر یہ بھی تو ہو سکتا ہے، خاموش اور گم صم رہنے والے لوگ اپنے آپ سے جنگ کر رہے ہوں۔"

"جنگ؟" ماما نے تعجب سے شامیر کو دیکھا۔ "کیسی جنگ بیٹا؟"

عرفان بھائی اور امی بھی اس کی صورت تکنے لگے، جو اب ہنس رہا تھا۔ ادھر ارما کا دل اُچھل کر حلق میں آ گیا، اس کا رنگ واضح طور پر فق ہوا تھا۔ شامیر کے لفظوں میں چھپا طنز،

روح کے اندر تک پیوست ہوا تھا۔ وہ جو کہہ رہا تھا، ارما کو بخوبی سمجھ میں آ رہا تھا۔ ماما کی حیرت دیکھ کر اس نے جواباً ایک اور شوشا چھوڑنے کی کوشش کی۔

''یہ تو ارما ہی بتا سکتی ہیں کہ وہ کس جنگ سے نبرد آزما ہیں۔ ماما! کہیں ایسا تو نہیں، ان کی خاموشی ناگواری کے سبب ہو۔ بہت ممکن ہے، انہیں ہمارا آنا پسند نہ آیا ہو۔''

''ارے نہیں.... نہیں تو۔ بھلا مجھے پسند کیوں نہیں آئے گا؟ مہمان اللہ کی رحمت ہوتے ہیں۔ ان کی آمد سے مجھے ناگواری کیوں ہونے لگی؟'' اس نے بوکھلا کر وضاحت کی تو شامیر کی مسکراہٹ میں رنگ بھرنے لگے۔

''رئیلی؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم آپ کے لئے رحمت بن کر آئے ہیں؟''

''جی۔ آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔'' وہ سر جھکا کر رہ گئی۔ اس کے کاٹ دار جملے دل کا خون کئے جا رہے تھے۔ منال کی بے چینی بھی بڑھ گئی تھی۔ اسے شامیر زہر لگ رہا تھا۔

''منال!'' امی نے فوراً اسے آواز دے ڈالی۔ ''جاؤ، مہمانوں کے لئے چائے لے کر آؤ۔ اتنی دیر سے باتوں میں لگی بیٹھی ہوں اور خاطر تواضع یاد تک نہیں آئی۔'' انہوں نے اپنی کوتاہی کا اعتراف کرنے کے لئے کہا تھا۔ منال فوراً ہی اُٹھ گئی اور اُس کا اُٹھنا، شامیر کو چونکا گیا تھا۔

''آپ..... آپ منال ہیں نا؟''

''جی۔'' وہ سر ہلا کر اقرار کر گئی کہ اس کے بغیر چارہ ہی نہ تھا۔

''اوہ!..... ارما بہت تعریف کرتی ہیں آپ کی۔ میں آپ سے ملنے کا خواہش مند تھا۔''

اس کی بات کمرے میں جیسے دھماکا کر گئی۔

''کیا مطلب؟''

عرفان بھائی کی حیرت ان کے سوال پر بھی نمایاں تھی۔ امی بھی چونک کر شامیر کو گھورنے لگیں۔ جب کہ ارما کا دل اپنی رفتار کھونے لگا۔ شامیر کا انکشاف بے حد ڈرامائی رنگ لئے ہوئے تھا۔

''آپ ارما کو جانتے ہیں، شامیر؟'' عرفان نے دوبارہ سوال کیا تھا۔ ان کی بے قراری، ارما کو اندر تک سہما گئی۔

''جی..... ان سے اکثر ملاقات رہتی ہے۔ شی از رئیلی اے نائس فیلو۔ خاصے کھرے جواب دیتی ہیں، مخاطب کو۔''

''کھرے جواب.....!'' عرفان نے سٹ پٹا کر ارما کو دیکھا۔ شامیر سے کہاں ملی تھیں، ارما؟

''مم..... میں، بھائی.....'' ارما کا رنگ اُڑ گیا۔ وہ بوکھلاہٹ کے مارے کچھ کہنے کی کوشش میں کچھ بھی نہ کہہ پائی۔

شامیر نے اس کی مشکل آسان کر دی۔

''ہم اکثر کمپیوٹر پر بات کرتے ہیں، عرفان! ان سے میرا چیٹنگ کا تعلق ہے۔''

''اوہ، آئی سی۔'' عرفان بھائی کی رسمی مسکراہٹ میں بھی ناگواری چھپی تھی۔

منال کا دل ڈگمگانے لگا۔ یہ صورتِ حال خاصی گمبھیر تھی۔ اس نے ارما کو دیکھا اور اسے پیچھے آنے کا اشارہ کرتی کمرے سے نکل گئی۔ لیکن ارما کے قدم من من کے ہو گئے۔ وہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکی۔ شامیر نے بالآخر اس کی پوزیشن کو عرفان بھائی اور امی کے سامنے خاصا مشکوک کر دیا تھا۔ وہ اب ان سے نظر ملاتے ہچکچا رہی تھی۔

''ارما! تم نے کبھی ذکر نہیں کیا، شامیر کا۔'' امی نے بظاہر سرسری انداز میں پوچھا۔

''کیسے کرتیں؟'' شامیر نے بات اچک لی۔ ''ان کی نظر میں اہمیت صرف دو لوگوں کی ہے۔ دوست کی یا..... دشمن کی۔ ان سے ذرا یہ پوچھئے آنٹی! ہمیں کس قطار شمار میں رکھتی ہیں۔''

''ارے، قطار شمار کو چھوڑو۔ اب تو پڑوسی ہیں ہم، ارما کے۔ تمہارا چیٹنگ کا تعلق ہمسائیگی میں بدل گیا ہے، اس لئے ارما کو ہم سے دوستی کرنی ہی پڑے گی۔'' شامیر کی والدہ نے ہنستے ہوئے اسے سپورٹ کیا تو وہ دشمن جاں پھر بھی بولنے سے نہیں چوکا تھا۔

''سو تو ہے، ماما! رشتہ دوستی کا ہو یا دشمنی کا، اصل بات تو اسے نبھانے کی ہے، ارما اس بارے میں کتنی Sincere ہیں، یہ بات اب آنے والا وقت بتائے گا۔ ویسے چیٹنگ کرتے ہوئے ان کی حاضر جوابی کا میں بھی قائل ہوں..... خاصی ذہین اور بذلہ سنج ہیں، مس ارما بصیر الدین۔''

''چھوڑو، شامیر! یہ چیٹنگ ویٹنگ سب بے کار باتیں ہیں۔ اصل میں انسان روبرو ہو تو پہچانا جاتا ہے۔ یہ بھی تمہارا گھر ہے بیٹا! جب دل چاہے، آنا۔ تمہارے آنے سے عرفان کو بھی ایک اچھا دوست مل جائے گا۔''

امی کا انداز رسمی ہونے کے باجود اسے بہت کچھ سمجھا رہا تھا۔ مگر وہ دانستہ نظر انداز کر گیا۔ مسکرا کر بولا۔

''عرفان کو دوست ضرور ملے گا کہ انگلینڈ سے آ کر میں بھی بہت اکیلا پڑ گیا ہوں۔ یہ تنہائی اب ختم ہونی چاہئے۔ کیوں عرفان؟''

''یس، وائے ناٹ۔ مجھے امید ہے، ہم اچھا وقت گزاریں گے۔'' عرفان بھائی نے گرمجوشی سے اس کا ہاتھ تھام لیا تو وہ ہنسنے لگا۔

ارما کا وجود پل بھر میں بھیگا تھا۔ یہ سچویشن آنے والے خطرے کو واضح کر رہی تھی۔ وہ گھبرا کر اُٹھی اور کچھ کہے بغیر کمرے سے نکل گئی۔

زندگی کروٹ بدل چکی تھی۔ آنے والے دن شاید آزمائش بنتے جا رہے تھے۔ شامیر کی اچانک آمد اور ذومعنی گفتگو کے ساتھ ساتھ اس کا اب پڑوسی بن جانا بھی ارما کو دہلائے دے رہا

اسے بے حساب خوف محسوس ہوا اور وہ خوف اسے بدنامی کے گڑھے میں گرنے سے کہاں روک سکتا تھا۔

✲

جرم کی طرح محبت کو چھپا رکھا ہے
ہم گناہ گار نہیں ہیں، یہ بتائیں کس کو

امی سے بڑی کراری قسم کی ڈانٹ پڑی تھی اور غالباً یہ پہلا موقع تھا کہ انہیں ماں کے سخت سست کہنے پر کوئی اعتراض نہ ہوا تھا۔ وہ ابھی ساری حقیقت سے ناواقف تھیں۔ اگر اصل کہانی پتہ چل جاتی تو وہ ڈانٹ ثانوی ہو جاتی اور اس کی جگہ ان دونوں کی دو چار زناٹے کے تھپڑوں سے تواضع ضرور ہو جاتی۔ ایسے تھپڑ محبت کا بھوت اُتارنے میں بہت کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ اور یہ بات ارما کے ساتھ منال بھی خوب اچھی طرح جانتی تھی۔ لیکن غنیمت تھا کہ فی الحال بچت ہو گئی تھی۔

شامیر اور اس کی ماما کے جانے کے بعد امی نے انہیں فوری طور پر بلوا بھیجا تھا اور ان دونوں کے حاضر ہوتے ہی پہلا سوال پوچھا گیا تھا۔

"شامیر سے چیٹنگ کب سے ہو رہی ہے تم دونوں کی؟"

"اب نہیں ہو رہی۔ ہم اسے Delete کر چکے ہیں۔" منال کی خاموشی پر جواب ارما کو ہی دینا پڑا تھا۔

"یہ کب کی بات ہے؟" عرفان کی گہری نگاہ اس کا جائزہ لے رہی تھی۔

"چھ ماہ پہلے کی۔ اس نے کہا تھا، وہ انگلینڈ جا رہا ہے، تب ہم نے یہ سارا سلسلہ ختم کر دیا تھا۔"

"اچھا..... لیکن تمہارے کھرے جوابات کا وہ اب تک بہت معترف ہے۔ مجھے یہ چھ ماہ پرانی بات کہیں سے نہیں لگتی۔"

"اتنا ہی وقت گزر چکا ہے بھائی! وہ بکواس کر رہا ہے۔" اس بار منال نے ہمت کی تھی۔ عرفان اسے گھورنے لگے۔

"دیکھو، میں پہلے ہی تم دونوں کی اس چیٹنگ کے خلاف ہوں۔ کتنی بار سمجھایا ہے کہ کسی بھی Unknown Person سے بات نہیں کرنی، مگر تم دونوں مانو، تب نا۔ خدا جانے کیا لطف آتا ہے، فضول سے لوگوں کی بکواس سن کر۔ لڑکیوں کی حد تک تو ٹھیک ہے، مگر لڑکوں کو تم نہیں جانتیں۔ بڑے چھپے رستم ہوتے ہیں۔ جھوٹ کے سوا کچھ نہیں کہتے۔ اور تم جیسی احمق لڑکیاں ان کے کہے پر اعتبار کر کے بات چیت کو بڑھاوا دیتی ہیں۔ اب دیکھ لو، اس شامیر کو۔ کتنے آرام سے کہہ گیا، میرا اور ارما کا تعلق چیٹنگ کی بدولت ہے، کس قدر برا لگا مجھے، جانتی ہو تم۔"

"جانتی ہوں بھائی! مگر اس میں میرا کیا قصور ہے؟ آپ اس کی فضول بات پر مجھ سے باز پرس کیوں کر رہے ہیں؟" ارما نے منہ بنا لیا۔

"اس لئے کہ اس نے انگلی اٹھا کر تمہاری طرف اشارہ کیا تھا۔ دیکھو ارما! مجھے اس قسم کی دوستیاں بالکل پسند نہیں ہیں۔"

"لیکن میری اب کوئی دوستی نہیں ہے، اس شامیر سے..... میں نے بتایا ہے نا، چھ ماہ پہلے ہم اسے ڈیلیٹ کر چکے ہیں۔ اب اگر وہ پرانے تعلق کو لے کر کچھ بھی کہتا ہے تو یہ صریحاً اس کی حماقت ہے۔ بھلا میرا اس سے کیا لینا دینا؟ جب میں لفٹ نہیں کراؤں گی تو وہ کب تک میرے گن گائے گا۔"

"ہاں، عرفان بھائی! ارما کو بھلا کیا ضرورت ہے، اس سے پرانا تعلق استوار کرنے کی۔ کمپیوٹر کی دنیا میں ہر روز نہ جانے کتنے نئے لوگ متعارف ہوتے ہیں۔ اب سب سے بات چیت کرنا تو ممکن نہیں ہوتا نا۔ اور نہ ہی کسی بھولے بسرے کو دل سے لگایا جا سکتا ہے۔" منال نے اس کی سائیڈ لی تو امی کو غصہ آ گیا، بھنّا کر بولیں۔

"یہ شیطانی ڈبہ ہی اصل فساد کی جڑ ہے۔ میں کہتی ہوں، اسے نکال کر باہر پھینک دو۔ ارے غضب خدا کا، ترقی کے نام پر اخلاق کا بیڑہ غرق ہو رہا ہے۔ ہر گھر کی لڑکی کسی شرم حیاء کے بغیر بڑے آرام اور اطمینان کے ساتھ غیر مردوں سے باتیں بگھارتی پھرتی ہے۔ ذرا سا جو بڑوں کا خیال ہو۔ نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی لحاظ داری۔ میں قطعاً اس بے شرمی کی قائل نہیں ہوں۔ یہ صرف تمہارے ابو ہیں، جنہیں اپنی بیٹیوں پر بڑا بھروسہ ہے۔ لیکن عرفان! میں کہے دیتی ہوں، یہ دونوں کوئی نہ کوئی گل ضرور کھلائیں گی، تم دیکھ لینا۔"

"نہیں امی! ایسا کچھ نہیں ہوگا۔" عرفان ہنس دیئے۔ "کمپیوٹر آج کی زندگی میں لازم و ملزوم ہے۔ یہ ایک وسیع دنیا ہے، امی! جہاں دل چاہے، لمحوں میں پہنچ جاؤ۔ بات چیت کرنا بہت عام سا مشغلہ ہے۔ لیکن بس، انہیں حدود کا خیال ضرور رکھنا چاہئے۔ انسان اس سے بہت کچھ سیکھ سکتا ہے۔"

"لو، اور سنو۔" انہوں نے سر جھٹکا۔ "ان دونوں لڑکیوں کے پاس بھلا اس ہنر کی کون سی کمی ہے؟ ارے ایک یہی کمال تو آتا ہے انہیں، چوبیس گھنٹے کمپیوٹر کے آگے جمی رہتی ہیں، ٹک ٹک کرنے کو۔ کیا میں نہیں جانتی، کیا ہو رہا ہوتا ہے؟ یہاں ایک بات ایک سے کہہ دی اور وہاں چار باتیں چار دوسرے لوگوں سے۔ دس بدیس کے لوگوں سے ایک وقت میں ہزاروں باتیں کر رہی ہوتی ہیں۔ مجھے بڑی وحشت ہوتی ہے، اس خرافات سے۔ کوئی حد ہے اس چسکے کی۔ صرف حرہ ہے کچھ دیر کا۔ اور یہی حرہ پھر بعد میں رنگ لاتا ہے۔"

"توبہ کریں، امی! کیا آپ کو ہم پر بھروسہ نہیں ہے؟" ارما نے برا مان کر انہیں دیکھا۔

"تم پر تو بالکل نہیں ہے۔ نین نقش کیا اچھے مل گئے، آسمان پر جا بیٹھیں۔ ارے یہ من

موہنی صورت آزمائش ہوتی ہے، بیٹا! مگر تمہیں اپنے حُسن پر جتنا زعم ہے، وہ میں خوب جانتی ہوں۔ یہ حُسن اچھے بھلے کا دماغ خراب کر دیتا ہے۔'' انہوں نے منٹوں سیکنڈوں میں ارما کو آئینہ دکھا دیا۔ وہ ہکا بکا سی ہو کر ان کی صورت تکنے لگی۔ مگر منال چپ نہ رہ سکی۔

''امی! آپ اچھی صورت کا طعنہ کیوں دیتی ہیں، ارما کو؟ یہ اللہ کی کرم نوازی ہے کہ اس نے اسے خوب صورت خدوخال سے نوازا۔ آپ کو اس عنایت پر شکرگزار ہونا چاہئے۔''

''ہاں بھائی! ساری شکرگزاری میری ہی ہونی چاہئے۔ یہی خوب صورتی جب گھر گھر گنی جائے گی تو پھر مجھ سے کہنا۔ میں جانتی ہوں، کتنی بہت سی تصویریں ارما نے اسکین کروا رکھی ہیں۔ جتنے لوگوں کے منہ لگتی ہے، اتنے اس کی صورت سے واقف ہوتے ہیں۔ کل کون پوچھے گا اسے؟ گھر گھر دوست ہیں اس کے۔ بھلا کون آئے گا، اس کا رشتہ لے کر؟ یہی کہیں گے نا، لڑکی کو بہت چھوٹ دے رکھی ہے۔ تبھی ہر کوئی ارما سے شناسائی کا دم بھرتا ہے۔ ارے میں کہتی ہوں، کیا یہ بے غیرتی نہیں ہے؟ جسے ہر ایک جانے، اسے کون سا مرد اپنے گھر کی ذمہ داری سونپے گا؟ تم لوگ بہت ناسمجھ ہو، منال! مرد ذات اس لڑکی کی عزت کرتے ہیں، جو سات پردوں میں چھپی بیٹھی ہو، چڑ چڑ کرتی لڑکیوں سے اسے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا۔''

''اُف!..... آپ ہیر پھیر کر اسی ایک موضوع کی طرف آجاتی ہیں۔ آپ ہماری شادی کی فکر نہ کیا کریں، امی!''

''ہائیں..... تو اور کون کرے گا فکر؟'' امی نے منال کو گھورا۔ ''تم نے کم چاند چڑھائے ہیں، جواب میں ارما کو بھی چھوٹ دے دوں؟..... حمزہ سے تمہارے نکاح کے بعد دل کو کچھ ڈھارس بندھی ہے۔ وہ آجائے جاپان سے تو میں فوراً ہاتھ پیلے کر دوں گی تمہارے، ایک ذرا دیر نہیں کروں گی۔ ارے تمہارے ابو کو کچھ ہوش نہیں ہے، جوان لڑکیاں پڑھائی سے فرصت پا کر گھر بیٹھی فضول مشاغل میں اُلجھ رہی ہیں۔ بھلا کیا ضرورت ہے انہیں اتنی دیر گھر بٹھانے کی۔ دو بول پڑھا کر آگے روانہ کریں۔ ذمہ داری پوری ہو اور ہم بھی سُکھ چین سے رہیں۔''

''ایسا ہی ہوگا، امی! آپ کیوں فکر کرتی ہیں؟'' عرفان بھائی نے ہنس کر ان کے کاندھے پر بازو پھیلا کر خود سے قریب کر لیا۔

''فکر تو رہتی ہے، عرفان! جب تک یہ دونوں اس گھر میں ہیں، امانت ہیں دوسروں کی۔ اپنے گھروں کو چلی جائیں گی تو ہم بھی اللہ اور رسولؐ کی نظر میں سرخرو ٹھہریں گے۔ میں بس اتنا چاہتی ہوں، اب دیر نہیں ہونی چاہئے۔''

''ٹھیک ہے، پھر کوئی رشتہ ڈھونڈیے۔ ہم ارما کے ہاتھ پیلے کر دیتے ہیں۔''

''بالکل..... بالکل!'' منال نے مسکرا کر ارما کے آف ہوتے موڈ کو دیکھا، جسے اپنی شادی کا موضوع زہر لگا کرتا تھا۔ پلٹ کر امی سے بولی۔ ''کیا خیال ہے، امی! ارما کی بات شامیر سے طے نہ کر دیں؟ موصوف پوچھ رہے تھے نا، ارما اسے کیا سمجھتی ہے، دوست یا دشمن۔

تو فیصلہ ہم کیے دیتے ہیں۔ آپ کو صرف اس کی رضامندی معلوم کرنی ہوگی۔''

''بک بک مت کرو، منال! خبردار، اس لڑکے کی بات کی تم نے۔ میں کبھی اسے اپنی بیٹی نہیں دوں گی۔'' وہ چڑ کر بولیں۔

منال اور ارما کے ساتھ عرفان بھائی بھی کچھ بوکھلا کر اماں کو گھورنے لگے۔

''کیوں امی!..... کیا شامیر آپ کو اچھا نہیں لگا؟''

''اچھا ہے..... مگر اس طرح کے لڑکے مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتے، جو دوسروں کے گھر آکر لڑکی سے شناسائی کا ڈھول پیٹیں۔ اگر شامیر، ارما کو جانتا تھا تو اسے یہاں آکر چپ رہنا چاہئے تھا۔ بھلا کوئی پہلی ہی ملاقات میں اتنا بے تکلف تھوڑا ہی ہو جاتا ہے۔ ارما سے چیٹنگ کا تعلق بنا لیا اور منال سے ملنے کی خواہش کا اظہار بھی کر دیا۔ ذرا دیدہ دلیری تو دیکھو اس کی، ہونہہ..... ایسے لڑکے کیا کسی کا ساتھ نبھائیں گے؟ مجھے بڑا چھچھورا سا لگا، وہ شامیر۔''

''خیر امی! ایسا تو مت کہیں۔ اتنے گریس فل اور ڈیسنٹ بندے کو آپ نے ایک پل میں چھچھورا بنا دیا۔ ارے اتنی توہین تو مت کیجئے اس بے چارے کی۔ بڑی ویل آف فیملی ہے اس کی۔ لاکھوں کا بزنس کرتے ہیں۔ پھر سب سے بڑھ کر وہ ایک پڑھا لکھا، سمجھ دار اور مہذب انسان ہے۔ اور بھلا آپ کو کیا چاہئے؟'' منال نے کہا۔

''مجھے نہیں، ارما کو چاہئے، عزت کرنے والا شوہر اور قدر کرنے والی نگاہ۔ چیٹنگ کرنے والی کئی دوسری لڑکیوں سے بھی اس کا رابطہ رہتا ہوگا۔ نہ جانے وہ ارما کو کس نظر سے دیکھتا ہو۔''

''اچھی نظر سے ہی دیکھتا ہوگا، امی! ورنہ شکوہ کیوں کرتا؟''

منال نے جیسے ارما کی راہ ہموار کرنے کی شعوری کوشش کی۔ اب سیدھے سبھاؤ وہ یہ تو نہیں کہہ سکتی تھی کہ شامیر، ارما سے محبت کرتا ہے۔ لہٰذا اس کے بارے میں رائے بدل ڈالئے۔ مگر امی کی گاڑی اب بھی اسی پٹری پر دوڑ رہی تھی، سو کلس کر بولیں۔

''ارے یہ شکوے شکایتیں ہی رشتوں میں دراڑیں ڈالتے ہیں۔ مجھے کسی ایسے بندے سے تعلق نہیں جوڑنا، جو پہلے ہی بھرا بیٹھا ہو۔ ویسے بھی شامیر وغیرہ بہت حیثیت والے لوگ ہیں۔ ہم ان کی برابری نہیں کر سکتے۔ شادی ہمیشہ اپنے جیسے لوگوں میں کرنی چاہئے۔ گھر کی بیٹی مطمئن اور خوش رہتی ہے۔ زیادہ حیثیت والے لوگ عزت نہیں دیتے۔''

''نہیں امی! اصل کام تو لڑکی کی قسمت کرتی ہے۔ شامیر اتنا برا نہیں ہے، جتنا آپ سمجھ بیٹھی ہیں۔''

عرفان بھائی نے سنجیدگی سے اپنی رائے دی تو منال اور ارما دھک سے رہ گئیں۔ دونوں کی نظر بیک وقت بھائی کی طرف اُٹھی تھی، مگر امی نے جیسے فیصلہ صادر کر دیا۔

''بھئی اس لڑکے سے مجھے کوئی پرخاش نہیں ہے، مگر سچ یہی ہے وہ مجھے اچھا نہیں لگا۔''

ارما کی روح میں جیسے سناٹے اُترنے لگے۔ اس کی شکل پر بارہ بج گئے۔ منال بھی فکرمند ہوگئی۔ ارما کی جذباتی حالت سے وہ بہ خوبی واقف تھی مگر اب کچھ کہنا لاحاصل تھا۔ امی کی بات نے گویا سارا معاملہ ہی سمیٹ دیا تھا اور ویسے بھی ارما پہلے ہی شامیر سے تعلق توڑ بیٹھی تھی اور اس کی بے وفائی کی وہی ادا شامیر کو اس کے گھر تک کھینچ لائی تھی۔ نہ جانے وہ اس کا کیا حشر کرنے والا تھا۔ محبت بھرے دل کو توڑنے کا کفارہ، ارما کو بہرحال ادا کرنا تھا اور یہ بات کم سے کم امی کو ہرگز معلوم ہونی نہیں چاہئے تھی۔

❁❁❁

سمندر سے بڑا ہے دل یہ میرا
جبھی تو آنکھ میری نم نہیں ہے

صوفے پر نیم دراز ہوئے اسے کافی دیر ہوگئی تھی۔ شامیر نے کروٹ بدلی، نہ سر کے نیچے دبے بازو کو کوئی حرکت دی تھی۔ اسے ساکت و جامد لیٹا دیکھ کر ماما کو ایک بے چینی نے آن گھیرا۔ رات بھیگ چلی تھی اور ان کا بیٹا اب تلک اپنے کمرے میں نہیں گیا تھا۔ پڑوس میں رسمی سی ملاقات کے بعد وہ جب گھر سے لوٹا تھا، خاصا چپ چپ سا تھا۔ نہ جانے وہ کن سوچوں کے حصار میں گم تھی۔ اس کی خاموشی معنی خیز تھی۔

''شامیر!'' ماما نے پاس آکر نرمی سے اسے پکارا۔ ''کافی رات ہوگئی ہے بیٹا! کب تک ایک ہی پوزیشن پر لیٹے رہو گے؟ کیا یہیں سو گئے ہو، اپنا کمرہ سمجھ کر؟''

''نہیں ماما! مجھے لگتا ہے، نیند روٹھ گئی ہے مجھ سے۔ جب سے اس نئے گھر میں شفٹ ہوئے ہیں، آنکھ موند کر نہیں دیکھا۔'' اس نے کسلمندی سے جواب دیا تو وہ کچھ اور بھی فکرمند ہو گئیں۔

''کیوں بیٹا! کیا کوئی پریشانی ہے تمہیں؟''

''نہیں تو۔'' ماما کے چہرے پر پریشانی دیکھ کر شامیر کو اپنی جگہ سے اُٹھنا پڑا۔ صوفے کی بیک سے ٹکتا ہوا بولا۔

''پریشانی کیسی؟ نئی جگہ پر ایڈجسٹ ہونے میں وقت لگتا ہے، ماما! آپ جانتی ہیں، کسی بھی نئی جگہ پر خود کو ماحول کے مطابق ڈھالنا میرے لئے بہت مشکل ہوتا ہے۔ کسی نئے مکان میں رات گزارنے اور خود کو ماحول سے مانوس کرنے میں کچھ Use to ہونا ضروری ہے۔ سو اس نئے گھر کے کسی کمرے کو اپنا بنانے میں مجھے تھوڑی دیر لگے گی۔ نئی جگہ اور نیا ماحول بھی ہماری طرح انسانوں کو قبول کرنے میں تھوڑا ہچکچاتے ہیں، کبھی کبھار انہیں اپنے مکین پسند نہیں آتے۔ شاید اس گھر نے اب تک مجھے بھی قبول نہیں کیا ہے۔''

''اوہ، اِٹس سو امیزنگ۔'' ماما کو بے ساختہ ہنسی آگئی۔ ''یہ بہت عجیب بات کہی، شامیر! مٹی، ریت اور کنکریٹ سے بنے گھر انسانوں کے لئے ہوتے ہیں اور انسان انہیں اپنے رہنے

سہنے کے لئے ہی بناتا ہے۔ پھر بھلا وہ تمہیں قبول کیوں نہیں کریں گے؟''

''کیونکہ اتنی جلدی وہ بھی کسی نئے چہرے سے مانوس نہیں ہوتے، ماما! بہرحال میری بات شاید آپ سمجھ نہیں پائیں گی۔ میری پرسنل Feelings عام لوگوں سے تھوڑی مختلف ہیں اور اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ میں کچھ زیادہ ہی حساس ہوں۔ سو یُو ڈونٹ کیئر اباؤٹ اِٹ۔''

''نہیں شامیر!'' ماما نے محبت سے اس کے چہرے کو سہلایا۔ ''تم اور تمہاری سوچ میرے لئے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ میں جانتی ہوں، تم اپنی ذات میں بہت تنہا ہو۔ تمہاری عمر کے نوجوان اپنے باپ کے ساتھ زیادہ انوالو ہوتے ہیں۔ وہ انہیں Idealized کرتے ہیں اور ان کے ساتھ ان کے ہر کام میں شامل ہو کر ان جیسا بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر نہ جانے کیوں، ذکاء شروع ہی سے تمہارے لئے بہت لاپروا اور بے حس رہے ہیں۔ کم بچوں کے باوجود انہوں نے تمہیں یا سندس کو کبھی اپنی ذات میں شامل کرنے کی کوشش نہیں کی، پھر بھی سندس نے لڑکی ہونے کے ناتے باپ کی شفقت کو تھوڑا بہت حاصل کیا ہے۔ مگر تم نے ذکاء سے اپنا فاصلہ کم کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ تمہارا اپنے آپ میں رہنا اور خود کو تنہائی کے خول میں بند رکھنا ہی تمہاری ضرورت سے زیادہ حساسیت کا سبب بنا ہے۔ مجھے تمہاری بہت فکر رہتی ہے، شامیر! بٹ آئی لو یُو ویری مچ۔''

وہ دھیرے دھیرے اس کے سر میں انگلیاں پھیرنے لگیں۔ آنکھوں میں اُمڈ آنے والی نمی نے ان کے دل کو درد سے بھر دیا تھا۔ تب شامیر کو سنبھالنا پڑا۔ ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر مسکراتے ہوئے بولا۔

''آپ بھی بات کو کہاں سے کہاں لے آئیں، ماما! میں جانتا ہوں، آپ مجھ سے بہت محبت کرتی ہیں اور مجھے مجھ سے زیادہ سمجھتی ہیں۔ لیکن میں جو سوچ رہا تھا، اس کا تعلق ڈیڈی سے ہرگز نہیں ہے۔ میں صرف اس نئے گھر کی بات کر رہا ہوں۔ مجھے اپنا کمرہ، اپنا نہیں لگتا۔ میں جب بھی وہاں جاتا ہوں، یوں لگتا ہے، جیسے کسی زنداں میں مقیم ہو گیا ہوں اور وہ احساسِ اسیری مجھے وہاں سے نکلنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اب بھلا اس فضول سے احساس میں ڈیڈی کو گھسیٹ لانا کہاں کی دانشمندی ہے؟ مجھے ڈیڈی سے کوئی شکایت نہیں ہے، ماما! میرے لئے یہی کافی ہے کہ وہ میرے باپ ہیں اور سلامت ہیں۔ ان کا ہونا دُوری کے باوجود طمانیت کو بڑھائے رکھتا ہے۔ کیا یہ کم ہے میرے لئے؟ خدا کرے، ڈیڈی بہت لمبی عمر جئیں اور ہمیشہ اپنے ہونے کا احساس بنائے رکھیں۔''

''ہونہہ..... ایسے احساس کا کیا فائدہ، شامیر! کہ ایک شخص سلامتی سے ہو اور موجود نہ ہو۔'' وہ ایک گہری سانس بھر کر رہ گئیں۔

شامیر کا دل تڑپ اٹھا، ماں کی بات بہت اذیت دے گئی۔ مگر سنبھل کر بولا۔ ''موجودگی اتنی ضروری نہیں ہوتی، ماما! آپ جانتی ہیں، بزنس کا چکر ڈیڈی کے پاؤں سے بندھا ہوا ہے۔

اب تک جتنی دنیا انہوں نے دیکھی ہے، شاید ہی کسی دوسرے نے دیکھی ہے۔ اتنی سیاحت کرنے پر انہیں ایک ایوارڈ تو ضرور ملنا چاہئے۔''

''ہاں..... اور ایک ایوارڈ اس بات کے لئے بھی کہ دنیا کو دیکھنے والا زندگی بھر اپنے بیوی بچوں کی تنہائی نہ دیکھ سکا۔ شامیر! کاش ہم اتنے اکیلے نہ ہوتے۔''

وہ اب اُداسی کی زد پر تھیں۔ ان کی آنکھوں میں اُمڈتی نمی، اشکوں کی صورت کسی بھی پل آنکھوں سے بہنے والی تھی۔ شامیر نے ماں کو اپنے بازوؤں میں بھر لیا۔

''یہ بات کیوں کہی آپ نے؟ میں ہوں نا آپ کے ساتھ۔ میرے ہوتے ہوئے بھی کیا آپ تنہائی کا شکار ہیں؟..... کیا میرا ہونا آپ کے اطمینان کے لئے کافی نہیں ہے؟''

''بالکل نہیں ہے، شامیر!'' انہوں نے سر اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ ''میں جھوٹ نہیں کہوں گی۔ تمہارے ہونے کے باوجود میری زندگی میں سکون و اطمینان کی بے حد کمی ہے۔ شوہر کی محبت، اس کی وجہ اور نگاہِ خاص ہر بیوی کے لئے بہت ضروری ہوتی ہے، بیٹا! مگر ذکاء نے یہ کبھی نہیں سوچا۔ کیا فائدہ ایسی دولت و آسائش کا، جس میں شوہر شریک نہ ہو۔ مجھے بتاؤ شامیر! عام عورت کی طرح میں ہار سنگھار کر کے کیا کر سکتی ہوں، جب مجھے سراہنے والا کوئی نہیں ہے۔ کیوں نئے اور بیش قیمت لباس خریدوں کہ مجھے وہ پہن کر کسی کو نہیں دکھانا۔ میں نت نئے پکوان کس کے لئے پکاؤں بیٹا! جسے کھا کر تعریف کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ میرا دل بھی چاہتا ہے، کوئی پوچھے مجھے، دیکھے مجھے۔ میرے کاموں پر داد دے۔ مگر تمہارے ڈیڈی جیسا انسان، جو ہر روز غیر ملکی کھانوں میں اُلجھتا پھرتا ہے، وہ کیا جانے بیوی کے ہاتھ کی لذت میں کتنا ذائقہ اور محبت ہے..... اس روپے پیسے کا کیا فائدہ شامیر! جو بندے کا سکون چھین کر اسے گھر سے بے دخل کر دے، اسے دربدر بھٹکتا چھوڑ دے۔ جو لاکھ کو کروڑ کرنے کی صلاحیت تو رکھے، مگر سکون سے بیٹھ کر ایک نوالہ نہ کھا سکے۔ تمہارے ڈیڈی نے بھی آج تک پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ وہ جب بھی ٹیبل پر بیٹھتے ہیں، فون بجنے لگتا ہے، فیکس آ جاتے ہیں۔ اور بزنس کے اتار چڑھاؤ کی خبریں ملتے ہی کسی نئی میٹنگ کی تیاری ہونے لگتی ہے۔ ایسی کمائی کا فائدہ کیا ہے، شامیر! جو کمانے والے کا سکھ چین چھین لے۔''

''ڈونٹ بی سو کرئیکل ماما! آپ تو مجھ سے بھی زیادہ سینسی ٹیو نکلیں۔ پلیز، قابو پائیے خود پر۔ ورنہ اتنی گہرائی سے سوچ سوچ کر آپ نفسیاتی مریضہ بن جائیں گی۔'' شامیر نے انہیں اپنے ساتھ لگا لیا۔ مگر ماما کے آنسو رک نہ سکے۔

''سائیکک تو میں جانے کب ہو گئی ہوں بیٹا! لیکن تمہارے باپ کا کمایا کوئی روپیہ میرا علاج نہیں کر سکتا۔ مجھے پیسے سے زیادہ ان کی ضرورت ہے۔ میں صرف ان کی توجہ چاہتی ہوں۔''

'شاید ٹھیک کہتی ہیں آپ۔ آپ کے ساتھ مجھے بھی ڈیڈی کی محبت اور توجہ کی اشد ضرورت

ہے۔ ہم ان کی محبت کو ترس گئے ہیں، ماما!'.....اُس نے بے اختیار سوچا تھا، مگر یہ سب کہنے کی ہمت اس میں نہیں تھی۔ اپنی دکھی ماں کو مزید دکھ دینا اس کے بس سے باہر تھا۔ وہ بے حد دل گرفتہ تھیں۔ ان کی ٹینشن اور پریشانی دیکھ کر شامیر نے فوراً اپنا موڈ بدل دیا۔ انہیں خود سے جدا کر کے نرمی سے بولا۔

''ماما! آپ ایک بہادر عورت ہیں۔ مجھ سے وعدہ کیجئے، آپ اب دوبارہ کبھی نہیں روئیں گی۔ میں ہوں ناں آپ کے ساتھ، پھر کاہے کا غم؟..... جوان بیٹے، ماں کے لئے مضبوط سائبان ہوتے ہیں۔ وہ ان کی خوشی کی خاطر کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ میں بھی آج سے آپ کو خوش رکھنے کی پوری کوشش کروں گا، ماما! کیونکہ آپ مجھ سے مضبوط ہیں اور میں آپ سے۔ ہمیں اپنی Feelings ایک دوسرے سے ہی شیئر کرنی ہیں اور ایک دوسرے کو ہی اپنا غمگسار بنانا ہے۔ ہمیں اب سندس کے لئے بھی سوچنا ہے، ماما! دائم سے شادی کے بعد وہ ویسے بھی ہم سے بہت دور ہو گئی ہے۔ ملک سے باہر رہنے والے کی حیثیت کسی اجنبی جیسی ہو جاتی ہے، ماما! جب وہ گھر لوٹتا ہے تو اسے اپنے رشتوں کا احساس شدت سے ہوتا ہے۔ ان سے وابستہ محبت اور اپنائیت اس کی ساری اجنبیت کو پل بھر میں سمیٹ لیتی ہے۔ وہ اپنوں کے درمیان آ کر سکون محسوس کرتا ہے بلکہ زندگی کے سُکھ کو پاتا ہے۔ اس لئے ہمیں دائم اور سندس کا پہلے سے زیادہ خیال رکھنا ہو گا۔ شفقت اور اپنائیت کے نرم احساس کے ساتھ انہیں اپنی پُرخلوص چاہت کا احساس دلانا ہو گا۔

آپ جانتی ہیں نا، سندس میرے لئے کیا حیثیت رکھتی ہے؟ وہ میری بہن کم، دوست زیادہ ہے۔ میں اس کی آنکھوں میں ٹھہری نمی دیکھ کر پاگل ہو جاتا ہوں۔ اس لئے وعدہ کیجئے ماما! آپ بھی اپنی سوچ بدل کر ایک نارمل زندگی جینے کی کوشش کریں گی۔ ڈیڈی کی زیادتیوں کو بھول کر اپنے بچوں کے ساتھ دکھ بانٹیں گی اور اس بات کی ابتداء ابھی سے ہونی چاہئے۔ سو فوراً اپنی آنکھیں پونچھ ڈالئے، ورنہ میں سمجھوں گا، آپ کو مجھ سے بالکل محبت نہیں ہے۔''

ماما کے دل میں جیسے کئی کانٹے اُتر گئے۔ بیٹے کی جذباتیت نے ان کے اندر تک ایک بے قراری سی جگا دی تھی۔ وہ بہت سارا رونا چاہتی تھیں۔ اتنا کہ ان کے اندر کی گھٹن کم ہو جاتی۔ مگر شامیر نے آخری بات ایسی کہہ ڈالی تھی کہ انہیں سب کچھ پس پشت ڈال کر نم آنکھوں کے ساتھ مسکرانا پڑا۔

''میں تم سے کتنا پیار کرتی ہوں، شامیر! مجھے یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ذکاء کے بغیر رہ سکتی ہوں، مگر تمہارے بغیر بالکل نہیں، یہ بات تم یاد رکھنا۔''

انہوں نے اس کا چہرہ محبت سے تھام کر ماتھے پر مُہر ثبت کی تو شامیر پورے دل سے مسکرایا اور دکھ بھرا موضوع بدلنے کو فوراً بولا۔

''چلئے ٹھیک ہے۔ لیکن پلیز، اب اپنا موڈ بھی بدل ڈالیے، ماما! اور ذرا جلدی سے بتائیے،

آپ کو اپنے پڑوسی کیسے لگے؟''

''پڑوسی.....؟'' ماما نے حیرت سے اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھا۔ ''ہماری اتنی پرسنل باتوں کے بیچ یہ پڑوسی کہاں سے آ گئے؟''

''کہیں سے تو آئے ہوں گے نا۔ آپ بس میرے سوالوں کا جواب دیجئے۔'' اس کا اصرار ان کی توجہ بٹانے کے لئے تھا۔ ماما ہنس پڑیں۔

''اچھے لوگ، اچھے ہی ہوتے ہیں، بیٹا! بصیر صاحب کی فیملی بھی بے حد با اخلاق اور مہذب ہے۔ خصوصاً ان کے بچے۔ تم نے دیکھا شامیر! عرفان نے کتنے خلوص سے اپنی والدہ اور بہنوں سے ہمیں متعارف کروایا تھا۔ وہ بہت ڈیسنٹ لڑکا ہے۔ تم بھی اپنی تنہائی سے باہر نکلو، بیٹا! عرفان سے اچھا دوست شاید پھر نہ ملے۔ اچھے لوگوں کی طرف دوستی کا ہاتھ ضرور بڑھانا چاہئے۔''

''جی ماما! عرفان واقعی ایک اچھا لڑکا ہے۔''

شامیر کا ذہن عرفان سے ہٹ کر اس شوخ نظر کی طرف پلٹا تھا، جسے پورے چھ ماہ اور دس دن بعد آج اپنے روبرو دیکھا تھا۔ اسے گزرا ہوا ایک ایک پل یاد تھا۔ ارما سے جدائی کی گھڑیاں تو اس نے گن گن کر کاٹی تھیں۔ وہ ہجر کی اس مدت کو دن مہینوں کے حساب سے دل کے درد کے ساتھ کاؤنٹ کرتا رہا تھا، پھر شمار کرنے میں غلطی کیسے کر سکتا تھا۔

چھ ماہ اور دس دن بعد بھی اس کے چہرے کی چاندنی اپنے پورے آب و تاب پر تھی۔ وہ پہلے سے کچھ سنجیدہ ہو گئی تھی، مگر آج بھی دھڑکنوں میں راگِ محبت چھیڑ دینے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ شامیر نے آج اپنی آنکھوں کو جی بھر کے اس کے جلوؤں سے سیراب کیا تھا۔ وہ بلاشبہ ایک خوب صورت لڑکی تھی۔ نزاکت و ملاحت کی مورت، سرو قد اور لچکیلی ڈال کا سا سراپا رکھنے والی ارما، شامیر کے من میں بستی تھی۔ آج اس کا کومل چہرہ خوف کے احساس کو سمیٹے ہوئے تھا۔ وہ شامیر کی اچانک آمد سے زیادہ اس کی اپنے گھر میں موجودگی پر حیران تھی۔

ارما بصیر، جس نے شامیر سے کئی ملاقاتیں کرنے کے باوجود اپنے گھر کی راہ نہیں دکھائی تھی، آج وہی اس کے گھر کے اندر تک چلا آیا تھا۔ کیا ستم ظریفی برتی تھی، قسمت نے۔ چھ ماہ بعد کی ملاقات میں اسے پڑوسی بنا دیا تھا۔ وہ کتنی پریشان تھی، اسے دیکھ کر۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی جو نظر اس نے شامیر کے چہرے پر ڈالی تھی، اس نگاہ کا جلتا بجھتا خوف سے بھرا تاثر شامیر کو مزہ دے گیا تھا۔ شاید وہ حواس باختگی میں وہاں سے بھاگ کھڑی ہوتی، مگر منال نے اس کا ہاتھ سختی سے دبوچ رکھا تھا۔ شامیر نے محسوس کیا تھا، اس کی سانسوں کی ڈور بھی اُلجھی ہوئی تھی اور وہ اُلجھاؤ اس بات کا غماز تھا کہ وہ آج بھی دل میں چور چھپائے ہوئے تھی۔

اُف.....کتنا بڑا دھوکا دیا تھا اس نے شامیر کو.....محبت کا اقرار کر کے ساتھ نبھانے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ شامیر سے شادی کرنے سے انکار کر گئی تھی۔ ماں باپ کی اجازت کے

بغیر اسے اپنی زندگی میں شامل کرنے سے ڈرتی تھی۔ اس دنیا کی لعن طعن کا بہت خوف تھا، لیکن محبت کرتے وقت نہ دنیا سامنے آئی تھی اور نہ ہی والدین۔ اس وقت سب اچھا اور جائز تھا۔ اس وقت شامیر دل بن کر سینے میں دھڑک رہا تھا۔ اب وہی دل ارما اپنے ہاتھوں سے نکال کر پھینک چکی تھی، یہ سوچے بغیر کہ دل نہ ہو تو بندہ جی نہیں پاتا۔

شامیر کو اب اس خوف زدہ لڑکی کو دوبارہ زندگی کی طرف لے کر آنا تھا۔ وہ اُس کی پہلی اور آخری چاہت تھی۔ اور چاہت کو ترسا ہوا شخص اپنی پہلی محبت سے کبھی دست بردار نہیں ہوتا۔ اسے یہ سچائی اپنی ارما کو سمجھانی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس بار اس کا واسطہ ایک دیوانے سے پڑنے والا تھا۔ وہ لاکھ انکاری ہوتی، مگر اس بار شامیر کی چاہت اسے اپنی طرف کھینچ لانے کا پختہ عہد کر چکی تھی اور اس عہد سے وہ کتنا وفادار تھا، اس کی ایک جھلک ارما آج اپنے گھر پر دیکھ چکی تھی۔ سب کے درمیان بیٹھ کر بھی اس نے ارما سے شناسائی کا اعتراف کر لیا تھا۔ وہ گناہگارِ محبت تھی، سو سزا بھی ملنی چاہئے تھی۔ اور یہ سزا اسے شامیر دینے آیا تھا۔ محبت کا وہ دریا جو چڑھ کر اُتر چکا تھا، شامیر کو اس میں تلاطم بپا کرنا تھا۔ فی الحال ارما کے دل کے سمندر پر کئی دائرے بنتے اور مٹتے جا رہے تھے، ان دائروں کو مٹا کر طغیانی مچانا شامیر کو خوب آتا تھا۔ بس اسے وقت کا انتظار تھا۔ کسی اچھے اور کارآمد وقت کا۔

❁

بے سبب اس سے لڑ رہا ہوں میں
یہ محبت نہیں تو پھر کیا ہے

دروازے پر ہونے والی دستک خاصی غیر معمولی تھی۔ منال نے کمرے کی کھلی کھڑکی سے جھانک کر گھر کے بیرونی آہنی گیٹ پر کھڑے شخص کو دیکھنے کی پوری کوشش کی، مگر معمولی سی جھلک کے سوا کچھ نظر نہیں آیا۔ اتنی دیر میں عرفان بھائی دروازہ کھول چکے تھے۔ کھلے دروازے سے جو شخص اندر داخل ہوا تھا، وہ شامیر تھا۔ منال کے ماتھے پر فوری بل پڑ گئے۔

''کون ہے منال؟''

ارما نے باتھ روم سے باہر آتے ہی اپنے بالوں کو ٹاول سے آزاد کیا اور پلٹ کر منال کو دیکھنے لگی، جو اس کا سوال سن کر قریب چلی آئی تھی۔

''وہی ہے، ارما جی! جسے نہیں ہونا چاہئے۔''

''ہیں..... کس کی بات کر رہی ہو منال؟'' وہ چونک کر دوبارہ اسے دیکھنے لگی۔

''شامیر کی بات کر رہی ہوں۔ آفٹر آل، پڑوسی ہے ہمارا۔ بے وقت تنگ کرے گا تو کون روک پائے گا اسے۔''

''کیا مطلب؟'' وہ بے حساب گھبرا گئی۔ ''کیا وہ پھر آ گیا؟..... چین سے گھر پر نہیں بیٹھ سکتا؟''

''چین تو تم نے چھین رکھا ہے اُس کا، مس ارما بصیر! پھر وہ گھر پر ٹِک کر کیسے بیٹھ سکتا ہے؟''

''کیا بکواس ہے یہ؟'' اس نے منال کے برجستہ جملے پر منہ بنایا اور سر جھٹک کر بے ری سے بولی۔ ''اب کیوں آیا ہے وہ یہاں؟''

''مجھے کیا پتہ؟'' منال نے بے نیازی سے کاندھے اُچکائے۔ ''ویسے معشوق کے گھر آنے ں عاشق صاحب کا صرف ایک مقصد ہوا کرتا ہے، یعنی محبوب کی دید۔ سو میری پیاری ارما! ہائے کے بہانے جا کر اس کی دید کی پیاس بجھا آؤ۔ بے چارے کا مقصد پورا ہو جائے گا۔''

''اوہ شٹ اپ، منال! کس قدر عامیانہ انداز ہے تمہارا..... کوئی سن لے تو؟''

ارما نے ناگواری جتائی تو منال کی ہنسی نکل گئی۔ اس کی طرف جھک کر بولی۔ ''کون سنے گا، ارما! امی حضور کے کانوں تک یہ بات پہنچنے میں ابھی دیر ہے۔ کیونکہ میرا یقین ہے، شامیر سوچ سمجھ کر اور بے حد احتیاط کے ساتھ پیش قدمی کرے گا۔ تم کو پانے کے لئے اسے امی سے بنا کر رکھنا ہو گی۔ وہ اس بار سارے پتے بہت محتاط انداز میں کھیلے گا۔''

''یہ..... یہ کیسی باتیں کر رہی ہو، منال؟'' ارما کے طوطے اُڑ گئے، ہڑبڑا کر بولی۔ ''کیا تم نہیں جانتیں، اب میرے اور شامیر کے درمیان کوئی تعلق واسطہ نہیں رہا۔ میں اسے بھول چکی ہوں اور وہ یہ بات جانتا ہے۔ جو تعلق دانستہ توڑا گیا ہو، وہ دوبارہ کبھی جڑ نہیں پاتا۔''

''رئیلی.....؟'' منال نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ ''تعلق دانستہ توڑا گیا ہو تو اپنے ہاتھ سے ہر دروازہ بند کرنا پڑتا ہے، ارما! اور محبوب کو بھلانے کے لئے ہر یاد بھی دل سے نکالنا بہت ضروری ہے۔ مگر دیکھو، تمہاری طرف آنے والے ہر راستے کا دروازہ اپنے آپ کھل رہا ہے۔ آج اس گھر کا دروازہ عرفان بھائی نے کھولا ہے اور کل اگر امی نے کھول دیا تو.....؟'' وہ ذو معنی انداز میں کھل کر مسکرائی۔ ''تو ارما جی! اندر آنے والا شامیر ہی ہو گا۔''

''یہ کیا بکواس کر رہی ہو تم؟'' ارما نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا۔ ''اس کے آنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ میں اپنی محبت کا بند دروازہ بھی اس کے لئے کھول دوں گی۔ جو فیصلہ ہو چکا ہے، وہ برقرار رہے گا۔ میں طے کر چکی ہوں، مجھے شامیر کی طرف پلٹ کر نہیں دیکھنا تو بس نہیں دیکھنا۔''

''آر یو شیور اباؤٹ اِٹ؟'' منال کا انداز تمسخر سے پُر تھا۔

''یس، آئی ایم شیور۔ اور تم اس شیورٹی کی گارنٹی بھی لے سکتی ہو مجھ سے۔'' وہ جیسے بھنا کر بولی۔

''ہا ہا ہا.....'' منال کا قہقہہ زبردست تھا۔ ''او کے جاناں! پھر ایک گارنٹی مجھ سے بھی لے لو۔ اس بار تمہاری ایک نہیں چلنے والی۔ قدم وہ بڑھائے گا اور اسے ویلکم کہنے والی ہو گی، تم..... اور وہ وقت دُور نہیں رہا۔ سمجھیں تم؟''

''منال! تمہاری ان فضول باتوں سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ فیصلہ میرا ہے اور اسے نبھانا میرا کام ہے۔ شامیر میری زندگی میں دوبارہ نہیں آئے گا۔ اور اس بات کے لئے میں تم سے شرط بھی لگا سکتی ہوں۔''

''او کے.....تو لگی شرط؟'' منال نے اس کے سامنے ہاتھ بڑھا دیا۔ ''تم ہار جاؤ گی، ارما! شامیر بہت ڈھیٹ ہے۔ مجھے وہ باز آنے والوں میں نہیں لگتا۔ اس کی آنکھوں کا بدلتا رنگ میں نے خود دیکھا ہے۔ وہ خواب سجا کر نہیں آیا بلکہ خوب سوچ سمجھ کر پلٹا ہے۔ اس کی زندگی میں اب کوئی خوش فہمی جال نہیں بُنے گی۔ کیونکہ وہ ہر اس خواب کو روند ڈالے گا، جس کی تعبیر تم نہیں ہو۔''

منال کا پُر یقین انداز، ارما کے اندر زلزلے جگا گیا۔ اس کا بدن پسینے میں شرابور تھا۔ وہ بے بس ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

''تم.....تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو، منال؟.....شامیر کو تم بھی اتنا ہی جانتی ہو جتنا کہ میں۔ پھر تمہیں ایسے خدشات کیوں لاحق ہونے لگے ہیں؟''

''یہ خدشات نہیں ہیں، میری بہن! بلکہ وہ تجزیہ ہے، جو بدلتے حالات کے تحت میں نے آنے والے وقت کے بارے میں اخذ کیا ہے۔ شامیر سے ہونے والی کل کی ملاقات اور اس کی بات چیت کا بدلا انداز اُس کی کشمکش کو واضح کر گیا ہے، ارما! تم خود کو بچا نہیں پاؤ گی۔''

''پلیز منال! مجھے ڈرانے کی کوشش مت کرو۔ میں نے اب خواب دیکھنا چھوڑ دیئے ہیں۔ جب میرے پاس کوئی سپنا نہیں ہے تو تم بھی تعبیریں ڈھونڈنے کا کام مت کرو۔ پتہ ہے، ساون کا اندھا ہرے رنگ کے سوا کچھ محسوس نہیں کرتا۔ وہ ہمیشہ اچھا تصور باندھتا ہے۔ زندگی کے سارے رخ اسی سبز ہریالی میں ڈوبے نظر آتے ہیں۔ مگر منال! اندھا، اندھا ہی ہوتا ہے۔ آنکھ بند کرو تو پہلے اندھیرا ہی اُترتا ہے آنکھوں میں.....سو تم بھی اندھیرے کو سبز رُت سے تعبیر مت کرو۔ خوش فہمی کا وہم کی طرح کوئی علاج نہیں ہے، اس لئے حقیقت سے نظر مت چراؤ۔''

''میں حقیقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ رہی ہوں، مائی ڈیئر! اور تمہیں بھی یہ سمجھانا چاہتی ہوں کہ خود کو اتنی یاسیت اور مایوسی میں مت دھکیلو۔ پانسہ کبھی بھی پلٹ سکتا ہے۔ شرط تم لگا چکی ہو، اب ہارنے کا انتظار کرو۔ اور وہ وقت بہت جلدی آئے گا، ارما!'' منال کا لہجہ بے حد پُر زور تھا۔ ارما کے لبوں پر پھیکی مسکان اُمڈ آئی۔

''مجھے وقت کا انتظار نہیں کرنا۔ کیونکہ تمہارا تجزیہ میرے لئے بے کار ہے۔''

''اوہ، اچھا.....'' وہ پھر سے ہنس پڑی۔ ''پھر ایسا کرو ارما! نیچے جاؤ اور ابھی جا کر شامیر کو کسی اجنبی کی طرح فیس کرو۔ تم دیکھنا، تم کبھی ایسا نہیں کر سکو گی۔ گزرے وقت کا کوئی خوش فہم لمحہ تم دونوں کے بیچ ضرور آ کھڑا ہو گا اور اس لمحے کی یاد سے نظر بچانا تم دونوں کے اختیار میں

ہرگز نہیں ہو گا۔ جاؤ اور جا کر میرے کہے کو آزماؤ۔ غلط نکلے تو جو مرضی آئے، کرنا۔ میں اپنے تجزیہ والے الفاظ واپس لے لوں گی۔''

''پلیز منال!'' ارما کپکپا کر رہ گئی۔ ''اپنے کہے پر اتنا یقین اچھا نہیں ہوتا۔ اب اماں نے بھی اپنا فیصلہ سنا دیا ہے، وہ شامیر کو میرے لئے پسند نہیں کرتیں۔ تم نے سنا تھا ناں، کل ان کا انداز کتنا حتمی اور قطعی تھا۔''

''تو کیا ہوا؟.....وقت ہر فیصلے کو بدلنے کی طاقت رکھتا ہے، ارما! کیونکہ محبت بے اختیار ہوتی ہے اور بے اختیار کر ڈالتی ہے۔ تم احمق نہیں ہو، جو میرے کہے کو سمجھ نہ سکو۔ وہ شعر سنا ہے تم نے۔

میرے سامنے میرا دل گیا
تیری ساحری کا کمال ہے

بس، یہی کمال آنا ہے، تمہارے اس شامیر کو۔ امی بھی دیکھتی رہ جائیں گی اور وقت ایک بڑا فیصلہ چپکے سے کر دے گا۔ وہ فیصلہ جو میرے تجزیے کا رزلٹ ہے۔ سو آئی ایم شیور، رزلٹ وِل بی پازیٹو۔''

اس کی باتیں ارما کا سکھ چین اُڑانے لگیں، وہ بے کسی سے بولی۔ ''تم مجھے ورغلا رہی ہو، منال! شامیر کی طرف جھکنے پر مجبور کر رہی ہو۔''

''میں وہ کر رہی ہوں، جو مجھے کرنا چاہئے۔ غلطی تمہاری ہے، ارما! تمہیں اپنی غلطی کا اعتراف کر لینا چاہئے۔ اور ہاں، یہ ٹاول لو اور ماتھے پر آئی پسینے کی بوندوں کو پونچھ ڈالو۔ کیونکہ شامیر کا سامنا کرنے اور اسے بے وفائی کا جواب دینے میں تمہیں کئی اشکِ ندامت بہانے ہوں گے۔''

''دیکھو منال! تم.....تم مجھ سے دشمنوں والی زبان میں بات مت کرو پلیز۔'' وہ روہانسی ہو کر بستر پر بیٹھ گئی۔ ''کہیں سے نہیں لگتا کہ تم میری بہن ہو۔ میری چھوٹی بہن۔ یہ سب کہتے ہوئے تمہیں شرم آنی چاہئے۔''

''شرم.....؟'' منال ہنس پڑی۔ ''شرم انہیں آتی ہے، جنہیں اپنے کہے پر بھروسہ نہیں ہوتا۔ میں غلط نہیں ہوں، ارما! دو آنکھیں اور دو کان رکھتی ہوں۔ جان لو، شامیر کے انداز و اطوار پر ہٹ دھرمی کی مُہر ہے۔ وہ کچھ نہ کچھ ضرور کر گزرے گا۔ آر یا پار والی صورتِ حال ہو گی۔ اس لئے ارما بیگم! تم اس کے ساتھ عزت سے بیاہی جاؤ گی یا امی تمہیں رات کے اندھیرے میں کسی دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کے دو بول پڑھوا کر رخصت کر دیں گی۔ اس میں بھی عزت ہو گی۔ مگر تمہاری نہیں بلکہ اس گھر کی، امی اور ابو کی، ان کے ساتھ عرفان بھائی کی بھی.....

ہم لڑکیوں کی محبت خراج مانگتی ہے، ارما! کیا تم نے دائم کے معاملے میں مجھ سے کوئی سبق

نہیں سیکھا؟ حمزہ کی منکوحہ ہو کر بھی میں دل کے ہاتھوں بے بس ہو کر اس کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہوں۔ دل میں رہنے والی چاہت اتنی آسانی سے کہاں بھلائی جاتی ہے؟ تم نے بھی شامیر کو اپنے دل تک آنے کا راستہ دیا تھا، اب اس راستے کو بلاک کرنا تمہارے اختیار میں نہیں ہے..... زندگی کو Delete نہیں کیا جا سکتا، ارما! کیونکہ شامیر کمپیوٹر سے باہر نکل آیا ہے۔ وہ ایک زندہ انسان ہے، جس کے جذبات و احساسات تمہاری بے وفائی سے بے حد مجروح ہوئے ہیں۔ سو وہ اب محبت کے اس شوخ گلاب کو تلاشنے آیا ہے، جس کی خوشبو اس لڑکے کو تمہارے اطراف سے آتی محسوس ہوتی ہے۔ تم خطرے میں ہو، ارما! محبت کے Danger Zone میں ہو۔ کیسے بچاؤ گی خود کو؟"

"اُف!..... بس کرو، منال! خدا کے لئے بس کرو۔ تمہاری فضول بکواس اب مجھ سے بالکل سہی نہیں جائے گی۔"

ارما نے یکدم چلّا کر اسے چپ ہو جانے پر مجبور کر دیا۔ وہ دھواں دھار رو رہی تھی۔ اس کا چہرہ فق اور بدن کپکپا رہا تھا۔

منال چند لمحے اسے روتا ہوا دیکھتی رہی، پھر ہونٹ چباتی کمرے سے باہر نکل گئی۔ اس نے ارما کو چپ ہو جانے کے لئے ایک لفظ تک نہ کہا تھا۔

❁

نہ ہو ان پہ جو میرا بس نہیں
کہ یہ عاشقی ہے، ہوس نہیں
میں انہی کا تھا اور انہی کا ہوں
وہ میرے نہیں ہیں تو نہ سہی

وہ ابھی تک اسی جگہ پر بیٹھی تھی۔ سوچوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر اسے ایک لمحے کے لئے بھی اُبھرنے کا کوئی موقع نہیں دے رہا تھا۔ منال کی باتوں نے اسے جیسے کسی بھنور میں اُتار دیا تھا۔ دل و دماغ اس قدر بے حال تھے کہ اطراف سے دھیان مکمل طور پر ہٹ گیا تھا۔ چونکی وہ تب، جب امی نے آ کر ایک بے زاری سے اسے جھٹکا دے کر ہلایا۔

"یہ سوچیں تمہیں لے ڈوبیں گی، ارما! کبھی ہوش میں بھی رہا کرو۔ اللہ جانے کون سے پہاڑ لدے ہیں تمہاری اس جانِ ناتواں پر کہ جس کو سہارنے کے طریقے سوچتی رہتی ہو۔"

"اُف امی! یہ پہاڑ کیا کم ہے کہ دل چاہے نہ چاہے، دعوت میں شرکت لازمی ٹھہرے۔"

اس نے سنبھل کر فوراً احتجاج کر ڈالا۔ مگر امی کا پارہ کچھ اور آسمان پر چڑھ گیا۔

"کیا کہا تم نے؟ اب انکار کا ارادہ باندھے بیٹھی ہو۔ خبردار جو ایک لفظ بھی کہا، نہ جانے سے متعلق۔ ارے کہیں جانے کا پروگرام بن جائے تو تمہارے موڈ کے بارہ بج جاتے ہیں۔ اللہ جانے تم اتنی قنوطی کیوں ہو، ارما! بالکل آدم بیزار ہو۔ لوگوں میں رہ کر لوگوں سے چھپنا بھلا

کیا معنی رکھتا ہے..... آخر وہ کون سا احساسِ کمتری ہے، جو تمہیں لاحق ہے؟"

"مجھے کوئی احساسِ کمتری نہیں ہے، امی! پڑوسیوں سے اتنا زیادہ میل ملاپ بڑھانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اب دیکھئے نا، کوئی تُک بھی تو ہو دعوت کی۔ بے وجہ انوائٹ کر لیا ان لوگوں نے ڈنر پر..... اور آپ ہیں کہ بمعہ اہل و عیال چل دیں، دعوت اُڑانے کو۔" وہ جیسے کلس کر بولی۔

"آئے ہائے، کیا بولا تم نے.....؟" امی کو آگ لگ گئی۔ "میں دعوت اُڑانے جا رہی ہوں؟"

"کیوں..... کیا ایسا نہیں ہے؟" وہ اب بھی باز نہیں آئی۔

"چلو، ایسا ہی سہی۔ پر تمہیں کیا اعتراض ہے؟" امی نے خون کا گھونٹ پی کر اسے گھورا۔

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ میں صرف درخواست کر رہی ہوں آپ سے کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے۔ میں ان کے گھر جانا نہیں چاہتی۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ وہ لوگ مجھے اچھے نہیں لگے۔"

"وجہ.....؟"

"وجہ کیا بتاؤں آپ کو؟" وہ اُلجھ کر رہ گئی۔

"وجہ تو بتانی پڑے گی کہ آخر کیا برائی ہے، پڑوسیوں میں؟..... تمہارا دیا کھاتے ہیں آ کر یا تم سے قرض لے کر اپنے یہاں دعوت کرتے ہیں؟ آخر کون سی وجہ ہے ناپسندیدگی کی، بتاؤ مجھے؟" امی کا غصہ دیدنی تھا۔

ارما کچھ گھبرا گئی، بوکھلا کر بولی۔ "اوفوہ امی! آپ بال کی کھال نہ اُتارا کریں۔ دل نہیں چاہ رہا میرا اُدھر جانے کو۔ آخر آپ میرے پیچھے ہاتھ دھو کر کیوں پڑ گئی ہیں؟ منال جا رہی ہے نا آپ کے ساتھ اور عرفان بھائی بھی ہوں گے۔ رہ گئے ابو، تو بے شک انہیں ساتھ لے جائیے۔ لیکن مجھے گھر رہنے دیں۔ میرا جی نہیں چاہتا جانے کو۔ پلیز امی!"

"رہنے دیجئے، آنٹی! اتنا فورس کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ میں ماما سے کہہ کر ان کا کھانا یہیں بھجوا دوں گا۔"

شامیر کی سنجیدہ آواز نے دونوں کو اس بری طرح چونکایا کہ وہ ایک ساتھ اس کی طرف پلٹ گئیں۔ دروازے کی چوکھٹ پر منال کے ہمراہ کھڑے شامیر کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ امی کچھ حواس باختہ سی ہو کر اس کی طرف بڑھ آئیں، جبکہ ارما نے نظریں چرا لیں۔ اس کا اپنا چہرہ پل بھر میں گلابی ہوا تھا۔ شامیر کی گہری نظر اس کا جائزہ لے کر پلٹ گئی۔

"آپ کیوں زبردستی کر رہی ہیں ان کے ساتھ؟ نہیں آنا چاہتیں تو رہنے دیجئے، آنٹی! ان کے نہ آنے سے....."

''ارے نہیں بیٹا!'' امی نے گھبرا کر اس کی بات اچک لی۔ ''یہ اس کی عادت ہے۔ کہیں بھی جانا ہو، اس کا منہ بن جاتا ہے۔ ہر روز کا تماشا ہے یہ اس گھر میں۔ ارما کہیں جانے پر راضی نہیں ہوتی۔ لیکن تم کچھ خیال مت کرنا، بیٹا! میں اسے لے کر آؤں گی۔''

''یہ نہیں آئے گی، آنٹی!'' شامیر کا انداز گمبھیر تھا۔ ''بہت ضدی لڑکی ہے، میں جانتا ہوں۔''

''ہیں..... کیا مطلب؟'' امی کو اس کا جملہ خاصا مشکوک لگا مگر وہ ذرا نہ گھبرایا۔ اسی اطمینان سے قدم بڑھا کر لاؤنج کے اندر چلا آیا۔ کارنر پر دھرے آرائشی واز کے پھولوں کو چھیڑتا ہوا بولا۔

''مطلب سمجھانے کے لئے بہت کچھ بتانا پڑے گا آپ کو۔ لیکن فی الوقت یہ پاسیبل نہیں ہے۔ ہاں، فرصت ملی تو یہ باتیں بھی ضرور ہوں گی۔ بہرحال، میں ماما کے کہنے پر حاضر ہوا تھا۔ آپ کے یہاں کوئی نوکر ہے تو اسے کچھ دیر کے لئے ہماری طرف بھیج دیئے۔ آپ جانتی ہیں ہمیں یہاں آئے کچھ دن ہوئے ہیں۔ سو نئی جگہ پر ملازم کا مسئلہ ہے۔ جلد ہی یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ مگر آج کے لئے اگر آپ اپنے ملازم کو ماما کی مدد کے لئے بھیج دیں تو ماما کو تھوڑی سہولت ہو جائے گی۔''

اس کا جواب ابتدا میں اُلجھن پیدا کرنے کے بعد آخر میں اپنی ضرورت بیان کر گیا۔ ارما کا رنگ فق ہو رہا تھا۔ وہ چور نظروں سے ماما کو دیکھنے لگی۔ مگر وہ اپنا تاثر چھپا چکی تھیں، نارمل انداز میں بولیں۔

''بات یہ ہے بیٹا! ہمارے یہاں کوئی ملازم نہیں ہے۔ ارما اور منال سارا کام خود کر لیتی ہیں۔ دراصل میں نوکروں پر بھروسہ نہیں کرتی۔ بہرحال، تم منال کو لے جاؤ۔ وہ تمہاری ماما کی مدد کر دے گی۔''

منال کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ تیزی سے بولی۔ ''میں بھلا کیا کروں گی جا کر؟ آنٹی ایک کام کہیں گی تو میں دو بگاڑ کر آ جاؤں گی۔ پلیز امی! ارما کو بھیج دیجئے نا۔ آپ جانتی ہیں، وہ ہر کام کتنی ذمہ داری سے کرتی ہے۔ جب کہ میں کوئی نہ کوئی گڑبڑ کر جاتی ہوں۔''

''یہ تو ہے۔'' امی نے فوراً ہی مان لیا۔ ''ارما بہت ذمہ دار ہے، اچھا کام کرتی ہے۔ تمہاری ماما کو بالکل پریشان نہیں کرے گی، شامیر!''

''پریشان تو یہ آپ کو کر رہی ہیں، آنٹی!'' شامیر کی مسکراہٹ میں طنز کا رنگ تھا۔ ''ہماری طرف آنے سے انکاری ہیں، بھلا ماما کو ہیلپ کرنے کے لئے کیسے آئیں گی؟ آپ پہلے ان کی اجازت تو لے لیجئے۔''

امی کی تیوری چڑھ گئی۔ ''اجازت کی کیا بات ہے، شامیر! میں نے کہہ دیا سو کہہ دیا۔ ار، انکار نہیں کرے گی۔''

''اوکے۔'' وہ پوری بتیسی سے مسکرایا، پھر دم بخود کھڑی ارما کو دیکھ کر بولا۔ ''چلئے ارما! اب انکار کی گنجائش نہیں ہے۔'' اس نے سائیڈ پر ہو کر اسے راستہ دے دیا۔

ارما سلگ کر رہ گئی۔ امی کی ہٹ دھرمی کبھی کبھار قابلِ مثال ہوتی تھی، سو وہ بے بس تھی۔ جائے بغیر چارہ نہ تھا۔ اس نے خود کو سنبھال کر شامیر کو خشمگیں نگاہ سے دیکھا اور روکھے انداز سے بولی۔ ''آپ چلئے، میں آتی ہوں۔''

''جی نہیں۔'' اس نے فوری انکار کر دیا۔ ''میں آپ کو لے کر ہی جاؤں گا۔ کیا پتہ، بعد میں ارادہ بدل دیں۔''

''پلیز، آپ ضد مت کیجئے۔ میں آ رہی ہوں۔ مجھے کچھ کام ہے ابھی۔'' وہ بے حد جز بز تھی۔

''ٹھیک ہے، میں یہاں بیٹھ کر آپ کا انتظار کر لیتا ہوں۔ آپ کے آنے تک اگر ایک کپ چائے مل جائے تو.....''

اس نے ارما کو جواب دیتے اچانک رخ بدل کر منال کو دیکھا تو وہ اس کی بے تکلفی پر ششدر رہ گئی۔ امی بھی ہونقوں کی طرح اس کی صورت دیکھنے لگیں جو کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔

''جی چائے تھوڑی اسٹرونگ پیتا ہوں۔ مطلب کم دودھ والی۔'' اس نے منال کی حیرت کو توڑنے کی کوشش کی۔

''جی!'' منال کے لبوں پر بے ساختہ ذومعنی مسکراہٹ چمکی۔ ''چائے کے ساتھ کیا لیں گے آپ؟''

''کچھ بھی، جو گھر میں موجود ہو۔'' وہ ذرا نہ ہچکچایا۔ ''منہ کا ذائقہ بدلنے کو کچھ بھی کھایا جا سکتا ہے، مس منال!'' اس کی نظریں ارما کو تاک رہی تھیں، جو اس کی باتوں پر پیچ و تاب کھاتے ہوئے اپنے کمرے کو پلٹ گئی۔

منال کی مسکراہٹ میں رنگ اُتر آئے۔ وہ اس صورتِ حال کو انجوائے کر رہی تھی۔ حالانکہ امی کے ماتھے پر بل نمودار ہو چکے تھے۔ شامیر کی باتیں ان کے ضبط کو آزما رہی تھیں۔

کیوں، تمہارے منہ کو کیا ہوا ہے؟'' امی کا سوال ان کے لہجے کی طرح خاردار تھا۔

وہ بے اختیار ہنس پڑا۔ ''کچھ نہیں آنٹی! میں نے صرف محاورتاً بات کی تھی۔ اگر گھر پر کوئی چیز نہیں ہے تو خالی چائے بھی چلے گی۔'' اس کا جواب اب بھی زچ کر دینے والا تھا۔

منال کی ہنسی رک نہ سکی۔ اس سے پہلے کہ وہ امی کی گرم نگاہ کا نشانہ بنتی، ہونٹ دبا کر فوراً کچن میں چلی آئی۔ اب اسے چائے کے ساتھ کچھ کباب بھی فرائی کرنے تھے۔ کیونکہ شامیر کو منہ کا ذائقہ بدلنا تھا۔

❋❋❋

مل گیا ہے مجھے آشنا خیر سے
ہو گیا ہے میرا رابطہ خیر سے
تُو بتا دے مجھے، تُو سنا دے مجھے
کر لیا ہے اگر فیصلہ خیر سے

گھر کے مرکزی دروازے تک شامیر کی خاموشی برقرار رہی تھی۔ وہ لاتعلق سا ہو کر اس کی ہمراہی میں قدم اُٹھاتا رہا۔ لیکن جونہی ارما نے گھر کی دہلیز پار کر کے کاریڈور میں قدم رکھا، شامیر کی دبی آواز نے جیسے اس کا راستہ روکا تھا۔

''ماما کو یہ باور مت کروایئے گا کہ آپ اِدھر زبردستی آئی ہیں۔ میری والدہ بے حد حساس عورت ہیں۔ انہیں بھنک بھی پڑ گئی تو آپ کو کسی کام کو ہاتھ نہیں لگانے دیں گی۔''

''پھر مجھے اِدھر لانے کی ضرورت کیا تھی؟'' وہ جل کر بولی۔

''ضرورت تو تھی۔ ایک دن بہرحال اسی گھر میں آنا ہے آپ کو۔ پھر ایک ذرا پریکٹس کرنے میں کیا حرج ہے؟'' جواب بڑا اُلٹ تھا۔ وہ بھونچکی رہ گئی۔

''کیا مطلب.....؟''

''مطلب وہی ہے، جو آپ کو سمجھ میں آیا ہے۔ زیادہ بھولی بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں آپ کی فراست سے بخوبی واقف ہوں۔'' وہ گہری نگاہ سے اسے دیکھ رہا تھا۔

ارما کا دل سینے کے بجائے کانوں میں دھڑکنے لگا۔ بے ساختہ سوکھے لبوں پر زبان پھیر کر بولی۔

''دیکھئے، ہمارے درمیان شناسائی کا اب کوئی تعلق نہیں رہا۔ بہتر ہوگا، پرانی باتوں کو بھول کر آپ اس نئے تعلق کو نبھایئے اور یہ بات میں دوبارہ نہیں کہوں گی۔ مجھے یاددہانی پر مجبور مت کیجئے گا۔''

''اوہ..... یاد دہانی۔'' وہ بے اختیار ہنسا۔ ''اچھا لفظ ہے۔ مگر افسوس! آپ کو اس کا استعمال نہیں آتا۔''

''مطلب کیا ہے آپ کا؟'' وہ نروس سی ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

شامیر کی گہری نظر کچھ دیر اس کا چہرہ کھوجتی رہی، پھر اچانک وہ آگے بڑھ آیا۔ درمیانی

فاصلہ کم کرتے ہوئے آہستگی سے بولا۔

''مطلب بہت صاف ہے، ارما! محبت میں یاد دہانی کی نوبت نہیں آتی۔ اور ہاں، جن کے پاس الفاظ کم ہوں، وہ یاد دہانی کرایا نہیں کرتے۔ اس طرح جواب دہی کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔''

''آپ بہت فضول باتیں کر رہے ہیں۔'' اس نے منہ بنایا۔ ''مجھے جس مقصد کے لئے آج اِدھر آئے ہیں، پلیز وہ پورا کر دیجئے۔ میرے پاس آپ کی رام لیلا سننے کی فرصت نہیں ہے۔''

''کس نے کہا ہے، فرصت تلاشنے کو؟ میری رام لیلا آپ سے مختلف تو نہیں۔ ہم ایک ہی راہ کے راہی ہیں، مس ارما! راستہ بدلنے سے بات ختم نہیں ہو جاتی۔'' وہ اس کی گھبراہٹ سے لطف اٹھا رہا تھا۔ ارما کو غصہ آنے لگا۔

''دیکھئے شامیر! بات ختم ہو چکی ہے۔ ہمارے تعلق کو ٹوٹے چھ ماہ ہو چکے ہیں۔ پورے چھ ماہ۔''

''نو میڈم!'' وہ بے حد خوب صورتی سے مسکرایا۔ ''چھ مہینے ہرگز نہیں، اس عرصے میں بائیس دن اور کچھ اضافی گھنٹے بھی شامل کر لیجئے۔ میرا حساب کتاب، ہجر کی گھڑیاں گننے میں کبھی کمزور نہیں رہا۔ مجھے اُمید ہے ہمارے درمیان کی دُوری اب ضرور کم ہوگی۔''

''خوش فہمی ہے آپ کو۔'' وہ جیسے سلگ اُٹھی۔ ''کیا اتنا بھی نہیں جانتے، دوری فاصلے بڑھاتی ہے، کم نہیں کرتی۔ میں آپ کی زندگی سے نکل چکی ہوں۔ مطلب، ہمارا درمیانی فاصلہ بھی بڑھ چکا ہے۔ بہتر ہوگا، آپ ہوش میں آیئے۔''

''میں اپنے پورے ہوش وحواس میں ہوں، ارما! زندگی ابھی ختم نہیں ہوئی، پھر آپ خود کو فاصلوں پر کیوں رکھ رہی ہیں؟ آپ کو بہت جلد لوٹ کے آنا ہوگا۔ میں آپ کی خاطر پلٹ کر آیا ہوں۔ میرا مقصد صرف آپ کا حصول ہے۔''

''مجھے حاصل کرنا اتنا آسان نہیں ہے، شامیر صاحب! بھول جایئے سب کچھ کہ یہی آپ کے حق میں بہتر ہے۔''

ارما کا انداز بے حد انسلٹنگ تھا۔ شامیر کے ماتھے پر شکنیں اُبھر آئیں۔ شہادت کی اُنگلی اُٹھا کر رُعب سے بولا۔

''میرے لئے کیا بہتر ہے، یہ میں آپ سے بہتر جانتا ہوں۔ مجھے سمجھانے کی کوشش نہ کیجئے۔ ہاں، ایک بات آپ بھی یاد رکھئے گا۔ شناسائی اور رفاقت اپنی جگہ سہی لیکن وفا میں پاسداری سب سے اہم بات ہوا کرتی ہے۔ آپ اسے ہابی نہیں بنا سکتیں۔ کیونکہ مشغلے دل بہلانے کے لئے ہوتے ہیں اور محبت گھر بسانے کے لئے..... مت بھولئے، آپ کو اور مجھے مل کر ایک گھر بسانا ہے۔ اس بار میں آپ کو نکلنے کا موقع نہیں دوں گا۔''

''ہونہہ.....'' ارما اس کی دیدہ دلیری پر بھنّا کر رہ گئی۔

''ایسے خواب بستر پر دراز ہو کر گہری نیند میں دیکھئے گا۔ کیونکہ ایسے خوابوں کی تعبیر جاگتی آنکھوں سے ڈھونڈنی پڑتی ہے۔ مگر لگتا ہے، آپ کو جاگنے کی عادت نہیں رہی۔ اسی لئے شیخ چلّی کی طرح دن میں خواب بُن رہے ہیں۔''

''ارے اب نیند کس کم بخت کو آتی ہے۔ ایک رتجگے کی عادت ہی تو بخشی ہے تم نے۔ اور بھلا کیا دیا ہے، تمہاری اس جدائی نے۔ بہرحال!'' اس نے ایک گہری سانس خارج کر کے خود کو سنبھالا۔ ''تعلق کے ختم ہو جانے پر توقعات ختم نہیں ہو جاتیں، ارما! مجھے اُمید ہے، تم بہت جلد خود سے ہار جاؤ گی۔ کیونکہ تم مجھ سے ڈرتی ہو اور جو ڈرتا ہے، وہ ہارتا ضرور ہے۔''

''کیا مطلب؟'' وہ بے حساب چونکی۔

شامیر کا انداز بدل گیا۔ وہ آپ جناب بھول کر اسی پرانے اسٹائل میں اسے تم کہہ کر مخاطب تھا۔ دل میں دفعتہً ایک ہلچل سی جاگی۔ دھڑکن اتنی تیزی سے بے اعتدال ہوئی کہ وہ گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔

مم..... میں..... میں کیوں ڈروں گی، آپ سے؟''

''کیونکہ تم مجھ سے فرار چاہتی ہو۔ اور جو فرار چاہتا ہے، وہ خوف کے حصار میں رہتا ہے۔''

''جی نہیں.....'' اس نے تیزی سے نفی کی۔ ''میں آپ سے بالکل نہیں ڈرتی۔ ایک فیصد بھی نہیں۔''

''اچھا.....'' شامیر نے ہاتھ بڑھا کر اس کی کلائی کھینچی اور ایک جھٹکے سے اپنے مقابل کھڑا کر لیا۔ ''یہ بات تم میری طرف دیکھ کر دوبارہ کہو۔ میری آنکھوں میں دیکھ کر۔ ذرا میں بھی تمہاری ہمت کو داد دے دوں۔''

ارما کے تن بدن میں سنسناہٹ سی ہونے لگی۔ وہ اُس کا ہاتھ جھٹک کر پرے ہو گئی۔ ''مجھے کیا ضرورت ہے، یہ بات کہنے کی؟ آپ اچھی طرح جانتے ہیں، میں آپ سے نہیں ڈرتی۔''

''اوہ..... ایسا کیا ہے ارما؟'' وہ دانستہ اس کے قریب آ گیا۔

''ہاں، ایسا ہی ہے۔'' ارما گھبراہٹ میں گھر کر دیوار سے جا لگی۔ دل کی منہ زور دھڑکن حواس اُڑائے دے رہی تھی۔ اسے لگا، جیسے حلق میں کانٹے پڑ گئے ہوں، لبوں پر خشکی اُمڈ آئی۔ ادھر شامیر کی مسکراہٹ میں رنگ بھرنے لگے۔

''کیا تم واقعی نہیں ڈرتیں مجھ سے؟'' اس بار وہ اس پر جھک آیا۔ ارما کا رنگ فق ہو گیا۔ وہ خوف زدہ سی ہو کر اس کی چمکتی آنکھوں کا بدلتا رنگ دیکھنے لگی، جہاں ایک آگ سی جل رہی تھی۔

''بولو ارما! تم ڈر رہی ہو مجھ سے؟'' شامیر کی آواز اُسے بالکل قریب سنائی دے رہی

تھی۔ وہ دم سادھ کر رہ گئی۔ اس بار آواز نے بھی ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ ارما کو ایسا لگا، وہ دھڑام سے نیچے گر جائے گی۔

''کچھ بولو..... چپ کیوں ہو؟'' وہ پھر سوال کر رہا تھا۔

ارما کے حواس اُڑنے لگے۔ آخر وہ کیا چاہتا تھا؟ کیوں یہ ڈرامہ رچا رہا تھا؟ کیوں اس کی آزمائش پر اُتر آیا تھا؟..... ارما کے حواس معطّل ہو گئے اور وہ بے اختیار چیخ اُٹھی۔

''آنٹی!..... آنٹی!..... کہاں ہیں آپ؟''

اس کی بدحواسی پر شامیر ایک جھٹکے سے پرے ہو گیا۔ لبوں پر دبی مسکراہٹ قہقہے میں تبدیل ہو گئی اور گہری نظر ارما کے وجود میں انگارے بھرنے لگی۔

''اور کتنا ڈرو گی مجھ سے؟ ذرا حالت دیکھو اپنی۔ ایک پل میں ہوش اُڑ گئے تمہارے۔''

اُس کا تمسخر اُڑاتا انداز، ارما کو نادم کر گیا۔ وہ نظریں چرا کر کچن کی طرف مڑ گئی، جہاں شامیر کی ماما عجلت بھرے انداز میں نکلتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

''کیا ہوا ارما! کیوں چلّا رہی ہو اتنی زور سے؟''

''کک..... کچھ نہیں آنٹی! میں تو نہیں چلّائی۔'' وہ بوکھلا کر اپنا چہرہ دوپٹے سے بونچھنے لگی۔ ماتھے پر چمکتی پسینے کی بوندیں اب بہہ نکلی تھیں۔ شامیر کے تیور اسے خوف زدہ کر گئے تھے۔ وہ واقعی بہت ڈر گئی تھی۔

''اچھا، مجھے لگا جیسے تم نے ڈر کر پکارا ہو۔'' وہ اس کے قریب آ گئیں۔

ارما نے بہ مشکل خود پر قابو پایا، پھیکی مسکراہٹ لبوں پر سجا کر بولی۔ ''میں آپ کی مدد کے لئے آئی ہوں۔''

''اوہ، تھینکس ارما! تمہارے آنے سے مجھے بہت سہولت ہو جائے گی۔ شاید تمہیں برا لگے گا، مگر یہ شامیر کا آئیڈیا تھا۔ اسی نے کہا تھا کہ وہ تمہارے گھر سے کسی کو بلا لائے گا۔ حالانکہ میں منع کر رہی تھی، جن کی دعوت ہے، ان ہی سے کام کروانا مناسب نہیں۔ بھلا کیا سوچیں گے ہمارے مہمان کہ اگر ہم نے انہی سے سب کچھ کروانا تھا تو پھر ڈنر دینے کا کیا فائدہ؟ کیوں ارما! تم نے کچھ ایسا ہی سوچا ہو گا نا دل میں؟''

وہ شرمساری کا اظہار کر رہی تھیں۔ ارما نے بڑھ کر ان کے ہاتھ تھام لئے۔

''میں نے ایسا کچھ نہیں سوچا، آنٹی! آپ دل سے ہر اندیشہ نکال دیجئے۔ میں جانتی ہوں، آپ اکیلی تھک جائیں گی۔''

''اوہ، تھینک یُو ارما!..... یو آر ریئلی اے گڈ گرل۔'' آنٹی نے محبت سے اس کے رخسار کو چوما اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کچن کی جانب پلٹ گئیں۔ مگر اگلے ہی پل انہیں رک جانا پڑا۔ شامیر کے چہرے کا تاثر بے حد حیرت انگیز تھا۔ وہ کچھ ٹھٹک سی گئیں۔

''کیا ہوا شامیر! تم کیوں ہنس رہے ہو؟''

''یونہی.....ایک بات یاد آ گئی۔'' وہ شوخ مسکراہٹ دبا کر رُخ موڑ گیا۔

''کون سی بات؟'' ماما اب بھی متجسس سی تھیں۔ شامیر کو ان کی طرف دیکھنا پڑا۔

''یہی کہ ہر چیز کو عزت سے رہنے دیا جائے تو اپنی عزت بھی برقرار رہتی ہے۔''

''واٹ.....؟'' وہ پہلے سے زیادہ حیران ہو گئیں۔ ''واٹ ڈُو یُو مین؟''

''تھنک ماما!.....شاید میری بات آپ کو سمجھ نہیں آئے گی۔'' شامیر نے خوش دلی سے انہیں ٹالا اور پلٹ کر اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔

ارما کا دل اندر ہی اندر لرزنے لگا۔ اسے منال کی کہی باتیں اپنے اطراف گردش کرتی محسوس ہوئیں۔ وہ کتنا ٹھیک کہہ رہی تھی۔

''شامیر بہت ڈھیٹ ہے، ارما! وہ باز آنے والوں میں سے نہیں ہے۔ اس کی آنکھوں کا بدلتا رنگ میں نے محسوس کیا ہے۔ وہ بہت سوچ سمجھ کر پلٹا ہے۔ تم خطرے میں ہو، ارما! کیونکہ ہم لڑکیوں کی محبت خراج مانگتی ہے۔''

''اوہ، میرے اللہ!'' ارما نے دوبارہ ماتھے پر چمکتی بوندوں کو پلّو سے پونچھا۔ ''مجھ پر رحم کرنا.....کرم کرنا مجھ پر خدایا!''

اُس کی بڑبڑاہٹ واضح تھی۔ ماما نے پلٹ کر اسے دیکھا مگر کچھ کہہ نہ سکیں۔ وہ اب تلک اپنی جگہ اُلجھی کھڑی تھی۔

❋

دل کی خواہش تو عرض کر بیٹھے
جانے اب کیا ہمیں جواب ملے

ڈنر بے حد شاندار رہا تھا۔ مسز ذکاء الدین کی محبت اور سلیقہ سب کو خوش کر گیا۔ خصوصاً عرفان بھائی کھانے کی تعریف کرتے نہ تھکتے تھے۔ نمکین سے لے کر میٹھے تک ہر ڈش بے حد مزیدار تھی اور لذت میں اپنے کمال کو چھو رہی تھی۔ کھانے والے سچ مچ انگلیاں چاٹنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

''آنٹی! اب مجھے آپ سے کوکنگ کی باقاعدہ کلاس لینا پڑے گی۔ کیونکہ امی میرے پھوہڑ پنے سے بہت عاجز ہیں۔ وہ مجھے پھوہڑ ہونے کا طعنہ دیتے نہیں تھکتیں، کہتی ہیں، وہ لڑکی ہی کیا جو چولہے چوکی کے کام میں فیل ہو جائے۔'' منال نے ہنستے ہوئے بھری بزم میں راز کی بات کہی تو ایک قہقہہ پڑا اور شامیر نے جھٹ سے آفر دے ڈالی۔

''منال! پھر آپ کو ماما کو ضرور جوائن کر لینا چاہیے۔ آپ کی گھرداری اور وہ کیا کہا آپ نے..... ہاں، وہ چولہا چوکی۔ خاصی فٹ فاٹ ہو جائے گی۔ اینڈ آئی تھنک، آپ کا ہونے والا سسرال بھی خاصا خوش نصیب کہلائے گا۔ جن کی بہو، ماما کی ٹریننگ یافتہ ہو گی۔ ہر فن مولا ٹائپ کی۔''

''سو تو ہے۔ آپ کی ماما نے بہترین کھانا کھلا کر آج ہمیں قائل کر لیا ہے۔''

''ٹھیک کہا تم نے۔ میں نے بھی فل مارکس دے ڈالے، مسز ذکاء کو اور اس فیصلے میں ترمیم کی گنجائش نہیں۔'' ابو نے بھی سراہ کر شامیر کی والدہ کا شکریہ ادا کیا تو وہ جھینپ کر رہ گئیں۔ انکساری سے بولیں۔

''یہ آپ کی حوصلہ افزائی ہے بھائی صاحب! آپ کو کھانا اچھا لگا، یہ میری خوش نصیبی ہے۔ لیکن پورے نمبروں کی میں حقدار نہیں ہوں۔ اس میں سے کچھ نمبر ارما کے بھی ہیں۔ اس بچی نے میری بہت مدد کی ہے اور سچ یہ ہے کہ دونوں سویٹ ڈشز اسی نے بنائی ہیں۔''

''اوہ، یہ کیسے ممکن ہے؟'' عرفان بھائی نے شوخی سے آنکھیں پھیلا کر حیرت ظاہر کی۔ ''ارما نے آج تک گھر پر کچھ اچھا نہیں بنایا۔ ہاں، دوسرے کو بے وقوف خوب بناتی ہے، جو منال کی شکل میں ہم روز ہی دیکھتے ہیں۔''

''دِس از ناٹ فیئر بھائی! میری شان میں کچھ بھی مت کہیئے گا۔ میں انسلٹ پروف نہیں ہوں، برا مان جاتی ہوں۔'' منال نے نخرہ دکھایا تو سب ایک بار پھر ہنس دیئے۔

''میں سمجھتا ہوں، ایک موقع اب ہمارے گھر کی خواتین کو بھی ملنا چاہئے تاکہ وہ اپنے ہاتھ کی لذت کا مظاہرہ کریں۔ کیا خیال ہے آپ کا مسز ذکاء؟ کسی دن آپ بھی ہمارے دسترخوان کو رونق بخشئے۔'' ابو نے بات بدل کر شامیر اور اس کی ماما کو گھر پر انوائٹ کرنے کی بات چھیڑی تو امی نے فوراً ابو کا ساتھ دیا تھا۔

''ہاں بھئی، اب ایک محفل ہمارے یہاں بھی سجنی چاہیے۔ دیکھئے نا، کتنا اچھا لگ رہا ہے، سب کا مل کر بیٹھنا، ایک دوسرے کے گھر آنے جانے ہی سے میل جول بڑھتا ہے۔''

''ارے نہیں، نہیں خدیجہ! نہیں، اس تکلف کو رہنے دیجئے۔ ساری بات محبت کی ہے کہ اچھا پڑوس بھی ایک نعمت ہوتا ہے۔ آپ سب بے حد پُرخلوص ہیں، آپ سے بات کر کے دل ہلکا ہو جاتا ہے اور کھانے پینے کا کیا ہے، یہ سلسلہ تو چلتا ہی رہے گا۔'' وہ سادگی سے ان کی دعوت ٹال گئیں تو منال نے فوراً منہ بنا لیا۔

''لو جی، یہ کیا بات ہوئی؟ خود سارے نمبر وصول کر لئے اور ہمیں زیرو پر ہی رہنے دیا۔ بھئی، ایسا نہیں ہو سکتا۔ آنٹی! آپ کو بھی ہمارے ہاتھ کا پکا کھانا پڑے گا۔''

''تمہارے ہاتھ کا پکا؟'' شامیر اور عرفان بے اختیار ہنس دیئے۔

''تم رہنے دو منال!'' عرفان بھائی نے شوخی دکھائی۔ ''عزت اسی میں ہے کہ کچھ نہ بناؤ۔ ہم تمہیں نہ پکانے پر ہی فل مارکس دے دیں گے۔ یُو ڈونٹ وری، سسٹر!''

''بھئی، میری طرف سے انہیں انعام بھی ملے گا۔ ان کے ہاتھ کا پکا کھا کر جو پیسہ ہم فیس کے طور پر ڈاکٹر کو دیں گے، اسی رقم سے منال کے لئے گفٹ خریدنا گھاٹے کا سودا نہیں ہے۔'' شامیر نے اس کا مذاق اُڑایا تو منال روہانسی ہو گئی۔

''آپ میرے ہاتھ کا پکا کھائے بغیر ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں؟ کم سے کم میرا دل تو نہ توڑیئے، شامیر بھائی!''

''تمہارے ہاتھ کا پکا کھانے سے دل توڑنا بہتر ہے، بہنا! ہمیں اپنی زندگی بہت عزیز ہے۔'' عرفان بھائی نے اس کے جذبات سمجھے بغیر دوبارہ کہا تو ارما، مداخلت کرنے پر مجبور ہو گئی۔

''پلیز عرفان بھائی! کچھ اور کہنے سے پہلے ایک نظر منال کا چہرہ دیکھ لیجئے، آپ کی باتیں اور تمسخرانہ انداز اس کا دل توڑ رہا ہے۔''

''ارے کیا ہوا سسٹر؟ کیا کچھ سیریس کہہ ڈالا میں نے؟'' وہ ہڑبڑا کر رہ گئے۔ ارما کی بات جیسے بہت کچھ جتا رہی تھی۔

منال کی آنکھوں میں اشک جھلملا رہے تھے۔ شامیر اور عرفان شرمندہ سے ہو گئے۔

''ارے یار! تم دل پر لے گئیں۔ اِٹ واز جسٹ جوکنگ، منال! وہ سب شرارت سے کہا تھا میں نے۔''

''یہ مذاق تھا؟'' ابو کی سنجیدگی نے بھی انہیں ٹوکا۔ ''جس سے دوسرے کا دل میلا ہو، کیا وہ مذاق ہوتا ہے عرفان؟''

''سوری ابو! مگر میں نے منال سے.....'' عرفان بھائی بات پوری نہ کر سکے۔ شامیر نے بات اچک لی تھی۔

''اِٹس اوکے، وی آر سوری منال!''

''کل کا کھانا تم بناؤ گی۔ میں مٹن کڑاہی شوق سے کھاتا ہوں۔ ٹھیک ہے؟''

''اور ساتھ میں کچے قیمے کے کباب، ساتھ املی کی پودینے والی چٹنی ضرور ہو۔ ورنہ میں برا مان جاتی ہوں۔'' ماما نے اٹھ کر منال کو گلے لگایا تو وہ رونے لگی۔ اسے سچ مچ اپنی بے حد بے عزتی محسوس ہوئی تھی۔

''ارے، اب بس بھی کرو منال! تم بھائی کی عادت جانتی ہو۔ اسے مذاق کرنے کی عادت ہے۔'' امی نے جیسے بات سنبھالی تھی۔ ''بھائی چھیڑ چھاڑ نہ کرے تو تمہیں یہ بھی اچھا نہیں لگتا۔''

''لیکن امی! چھیڑ چھاڑ میں بھی حد ہونی چاہیے۔'' ارما نے خفگی جتائی۔ اسے عرفان بھائی کی شوخی ایک آنکھ نہ بھائی تھی۔

''یہ تم کہہ رہی ہو، ارما؟'' شامیر کی آواز کان میں سرگوشی سی کر گئی۔ ''چھیڑ چھاڑ اور حد..... یہ لفظ تمہیں سوٹ نہیں کرتے یار!''

وہ بری طرح چونک کر پلٹی۔ شامیر اس کے بہت نزدیک کھڑا تھا، آنکھوں میں ایک انجانی سی چمک لئے۔ ارما کو ایک بار پھر دل تیزی سے دھڑکتا محسوس ہوا۔

''کون سے الفاظ سوٹ نہیں کرتے؟ کیا میں نے کچھ غلط کہا ہے، شامیر صاحب؟''

''ہاں..... بہت غلط کہا ہے۔ کیا بھول گئیں، یہی حد سے بڑھی چھیڑ چھاڑ ہمارے درمیان محبت کی ابتدا بنی تھی۔ پرانی باتیں اتنی جلدی بھولا نہیں کرتے۔''

''پر میں بھول گئی ہوں، مجھے آپ سے کوئی محبت نہیں ہے۔'' ارما کا لہجہ ناگواری سمیٹے ہوئے تھا۔ شامیر کی ہنسی نکل گئی۔

''جب تم ایسا کہتی ہو تو جانتی ہو، مجھے کیا لگتا ہے؟..... مجھے لگتا ہے، دال میں کچھ کالا ہے۔ ارما! پلیز! گھر جا کر تنہائی میں اپنے دل کو ٹٹولنا، میرا عکس کہیں نہ کہیں ضرور ملے گا۔ اینڈ آئی ایم شیور، تمہیں مجھ سے محبت کی کوئی بھی شہادت ضرور ملے گی۔ پھر تم یوں منہ پر انکار نہیں کر پاؤ گی۔''

''ارے، تم دونوں کیا کھسر پھسر کر رہے ہو؟ ذرا اونچا بولو نا۔ منال اپنی تعریف سننے کو بے قرار ہے۔'' ماما نے جیسے شامیر کو ٹوکا تھا۔ وہ دونوں سنبھل کر سب کی طرف متوجہ ہو گئے۔ لیکن ارما بے حد ڈسٹرب ہو گئی تھی۔ شامیر کی باتیں، اس کا انداز و اصرار سب ہی کچھ آنے والے وقت کو پابند کر رہا تھا۔ اس پل اسے امی اور ابو کی ٹٹولتی نظریں اپنا تعاقب کرتی محسوس ہوئیں۔ وہ پوری جان سے کانپ گئی۔

یا اللہ! میں کس جنجال میں پھنس گئی۔ کسی سے کچھ کہہ سکتی ہوں نہ کوئی مشورہ لے سکتی ہوں۔ کیا کروں خدایا!..... وہ بہت بے چین تھی۔ ایک خلش سی تھی، جو اس لمحے روح کے آر پار ہو رہی تھی۔ وہ جس قدر شامیر کو رد کر رہی تھی، اس کا التفات اسی قدر سارے پردے چاک کرتا جا رہا تھا۔ دل کا آئینہ سارے راز افشا کرنے پر تُل گیا تھا اور ارما اسی راز کو چھپانے پر مُصر تھی۔ اب یوں لگتا تھا، جیسے سب کچھ ہاتھ سے نکلتا جا رہا ہو۔ چھ ماہ پہلے وہ اور شامیر، محبت کی ابتدائی منزلوں کو جس طرح طے کر آئے تھے، اب اس کا کچھ نتیجہ تو نکلنا ہی تھا۔ مگر وہ..... وہ کیا کرتی؟ شرارت کی بات شرارت تک محدود نہ رہی تھی۔ کمپیوٹر کی اسکرین سے اُبھرنے والا محبت کا وہ جذبہ اب امتحان بننے جا رہا تھا۔ ارما کو اپنا آپ ایک شکنجے میں قید لگا۔ وہ گھبرا کر دوبارہ گفتگو کی طرف مائل ہو گئی، جو ایک نئے موضوع کو کھینچ لائی تھی۔

''ارما بیٹا! تمہارا کیا خیال ہے؟'' اس کے ہوش میں آتے ہی ماما نے فوراً سوال داغا تھا۔

''کس بارے میں؟'' وہ بوکھلا سی گئی۔

''بھئی، شامیر کی شادی کے بارے میں۔''

''جی.....؟'' وہ اندر تک لرز اُٹھی۔ نظریں بے اختیار ابو کی جانب اُٹھی تھیں، جو مسکراتے ہوئے اسی کو دیکھ رہے تھے۔

''مم..... میں کیا کہہ سکتی ہوں آنٹی؟'' وہ نظریں چرا گئیں۔

''ارے، کوئی لڑکی تو ہو گی تمہاری نظر میں۔ آخر عرفان کی بہن ہو، بھائی کے لئے کسی کو تو

پسند کیا ہی ہوگا۔ بس ایسی ہی ایک لڑکی میرے بیٹے کے لئے بھی دیکھ ڈالو، تھوڑی سہولت ہو جائے گی مجھے بھی۔"

"سوری آنٹی! میں نے..... میں نے ابھی تک کسی لڑکی کو اس نظر سے نہیں دیکھا۔"

"اوہ..... پھر تو شامیر کو میری بہو خود ہی تلاش کرنا پڑے گی۔ کیوں شامیر؟" وہ ہنس کر بیٹے کو دیکھنے لگیں۔

"جی ماما! آپ ان ہی کے جیسی کیوں نہیں ڈھونڈ لاتیں؟"

وہ بولا بھی تو کیا..... ارما دھک سے رہ گئی۔ ادھر امی اور ابو کے لبوں کی ہنسی وہیں جم گئی۔ عرفان بھائی بھی ناگواری سے شامیر کو گھورنے لگے، جو اپنی بات کہہ کر بے خوفی سے مسکرا رہا تھا۔

ماما کچھ خجل سی ہو گئیں، بات سنبھالنے کو عجلت سے بولیں۔ "اپنا منہ دھو رکھو بیٹا! ارما جیسی سگھڑ لڑکی تو تمہیں ملنے سے رہی۔ ایسی لڑکی پانے کے لئے خود بھی کسی قابل ہونا چاہئے۔ تم ٹھہرے سدا کے لاپروا اور من موجی..... ایسی لڑکیاں تم جیسے لڑکوں کو بالکل پسند نہیں کرتیں۔"

"بالکل، بالکل..... بلکہ جوتے مارنے کو بے تاب رہتی ہیں۔" عرفان نے لقمہ دیا تھا۔ شاید یہ ان کی ناگواری کا ردِعمل تھا۔

"ایسی بات ہے تو لڑکی ہی سے پوچھ لیجئے۔ دیکھیں تو بھلا، ارما کی کیا رائے ہے اس بارے میں؟" منال نے گویا حد کر ڈالی۔

امی نے اسے بری طرح سے ڈانٹا۔ "یہ کیا بدتمیزی ہے، منال! تمہیں اپنے بڑوں کی موجودگی کا احساس ہے یا نہیں؟ کیا سوچیں گے وہ تمہاری بات سن کر؟"

"لو جی، میں نے کیا کہا ہے؟..... سب کچھ تو شامیر بھائی نے کہہ ڈالا ہے۔" وہ منہ بسور گئی۔

"شامیر پگلا ہے، منال! بے سوچے سمجھے بول جاتا ہے۔" ماما نے جیسے صفائی دی تھی۔ تب اچانک ابو اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"ہمیں اب چلنا چاہئے، مسز ذکاء! خاصی رات ہو گئی ہے۔"

"ارے، ابھی کچھ دیر بیٹھئے نا، چائے کا ایک کپ اور ہو جائے۔" وہ گھبرا سی گئیں۔

"نہیں بھئی، زیادہ چائے پی کر نیند نہیں آتی۔ ویسے بھی مجھے صبح جلدی اُٹھنا ہے۔" ابو بے زار لگ رہے تھے۔

"چلئے، جیسی آپ کی مرضی۔" وہ بھی اپنی جگہ سے اُٹھ گئیں۔ شامیر کی بات نے غالباً سب کا موڈ کچھ آف کر ڈالا تھا۔

"پھر کل آپ آ رہی ہیں نا ہماری طرف؟" امی نے رسماً ان کا عندیہ لینے کی کوشش کی تو وہ خوش دلی سے انکار کر گئیں۔

"نہیں خدیجہ بہن! کل مشکل ہے۔ شاید شامیر کے ڈیڈی آ جائیں۔ ان کے آنے سے میری مصروفیات خاصی بڑھ جاتی ہیں۔"

"آپ انہیں بھی لے آئیے گا۔ اسی بہانے ہم بھی ان سے مل لیں گے۔" ابو نے جیسے اصرار کیا تھا۔

"نہیں بصیر صاحب! کل مشکل ہے۔ میں فون پر آپ کو بتا دوں گی۔ وہ آ گئے تو پروگرام کچھ اور بھی ہو سکتا ہے۔"

"چلئے ٹھیک ہے۔ ہم آپ کے فون کے منتظر رہیں گے۔" عرفان نے شامیر سے مصافحہ کیا اور ابو امی کو لے کر کمرے سے نکل گئے۔ منال نے ارما کا ہاتھ تھام لیا۔

"چلو ارما! مجھے بھی نیند آ رہی ہے۔"

"ابھی ٹھہرو، ارما!" ماما نے آگے بڑھ کر جیسے اس کا راستہ روک لیا۔ "تم شامیر کی بات کا برا مت ماننا۔ وہ بہت آؤٹ آف اسپوکن ہے۔ دل کی بات کہنے میں دیر نہیں لگاتا۔ میں جانتی ہوں، اس نے وہ بات محض شرارتاً کہی تھی، مگر یہ طے ہے کہ اسے ایسا نہیں کہنا چاہئے تھا۔ تمہارے پیرنٹس کو بھی اچھا نہیں لگا ہوگا۔ میں شرمندہ ہوں، ارما!..... شامیر!" انہوں نے مڑ کر بیٹے کی طرف دیکھا۔ "سوری بولو تم ارما کو۔"

"ارے نہیں..... نہیں آنٹی! سوری کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ بے طرح گھبرا گئی۔

"اِٹس اوکے، بات کلیئر ہو چکی ہے۔"

"تھینک یُو بیٹا! اور یہ لو..... یہ میری طرف سے تمہارے لئے ہے۔" انہوں نے ایک خوب صورت کشمیری شال اس کی جانب بڑھا دی۔

"میرے لئے.....؟" ارما چونک سی گئی۔ "میرے لئے کیوں؟"

"تم نے میری اتنی ہیلپ کی ہے نا، یہ تمہارا انعام ہے۔"

"انعام یا میری محبت کا معاوضہ؟" وہ صاف بُرا مان گئی۔ "آپ کا یہ تحفہ کچھ اور کہہ رہا ہے، آنٹی!" اس کی آواز رندھ گئی تھی۔ شاید اپنی ہتک کا شدت سے احساس ہوا تھا۔ منال کے چہرے پر بھی ناپسندیدگی لکھی تھی۔ وہ ماما کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"ارے بیٹا! تم کچھ اور مت سمجھو، یہ میری محبت ہے۔ میں بہت دل سے تمہیں یہ دے رہی ہوں۔" وہ کچھ نروس سی ہو گئی۔

"آنٹی! آپ یہ محبت اگر ابو امی کے سامنے ظاہر کرتیں تو اچھا تھا۔ مگر اب میں اسے قبول نہیں کر سکتی۔" ارما کا انکار واضح تھا۔

انہوں نے بڑھ کر اسے اپنی بانہوں میں بھر لیا۔ "تم برا مت مانو، ارما! شاید میرا یہ تحفہ دینا اس وقت ٹھیک نہیں ہے۔"

ارما کچھ نہیں بولی۔ شامیر کی گہری نظر اس کا جائزہ لے رہی تھی۔ وہ خاموشی سے اس کے

تاثرات جانچ رہا تھا۔ آج اپنی طرف سے پہلا کارڈ اس نے کھیل دیا تھا۔ اس نے ارما کو پانے کے لئے جو راستہ منتخب کیا تھا، دراصل وہ کارڈ اسی راہ کا دروازہ کھول رہا تھا۔ وہ اپنے کئے پر قطعاً شرمندہ نہیں تھا کیونکہ وہ جانتا تھا، محبت کا درد دلوں میں گداز بھرتا ہے اور دل کی کہی رد نہیں کی جاتی۔ سو اس کی بات شاید اسی زاویے سے دیکھی جاتی، جس زاویے کو نظر میں رکھ کر اس نے کارڈ پھینکا تھا۔ اسے اندازہ تھا، عمر کا ایک پل چرانے کے لئے زندگی نذر کرنی پڑتی ہے، تب جا کر من چاہی مراد حاصل ہوتی ہے۔ سو یہ کوشش رائیگاں جانے والی تھی۔ کوئی مثبت رزلٹ آنا ہی چاہئے تھا۔

❁

جتنی دیر ملوں میں اس سے
اتنی دیر تو یوں لگتا ہے
سمے سے لے کر انت سمے تک
ہے سارا جیون میرے پاس

''یہ سب کیا تھا، شامیر؟'' ان سب کے نکلتے ہی ماما نے اُس کی خبر لی تھی۔

شامیر کو ماں کے اس ردِعمل کی پہلے سے توقع تھی مگر وہ قصداً انجان بن گیا۔ ''آپ کس بارے میں بات کر رہی ہیں ماما؟''

ماما کا ماتھا سلوٹ زدہ ہو گیا۔ لیکن اگلے ہی پل وہ اپنا تاثر چھپا چکی تھیں۔ ''تم اچھی طرح جانتے ہو، میں کس بارے میں بات کر رہی ہوں۔ آج سب کے سامنے تم نے مجھے بہت شرمندہ کروایا ہے۔ کم از کم تمہیں ارما کے پیرنٹس کا خیال رکھنا چاہئے تھا، وہ ہمارے مہمان تھے۔''

''میں نے ایسا کیا کہہ دیا، ماما! جو آپ کے مہمان کی عزت پر بن آئی؟'' وہ اب بھی لاپروائی برت رہا تھا۔

ماما کا غصہ ایک بار پھر عود کر آیا۔ اس بار وہ اپنا تاثر چھپا نہ سکیں۔

''تم کچھ زیادہ ہی بے ادب ہوتے جا رہے ہو شامیر! اور یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔''

''بے ادب؟'' وہ ماں کے لہجے پر چونکا۔ ''میں نے ہمیشہ آپ کی عزت کی ہے ماما! کم سے کم آپ مجھ سے.....''

''شٹ اپ، شامیر! ماں کی عزت کرنے والا، دوسرے کے والدین کو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ کیا بھول گئے، تم نے جو مجھ سے کہا تھا کہ کسی بھی چیز کو عزت سے رہنے دیا جائے تو اپنی عزت بھی بحال رہتی ہے۔ کہاں گئی وہ تمہاری نام نہاد عزت؟..... تم نے آج دعوت پر میری بہت انسلٹ کروائی ہے۔ کیا سوچتے ہوں گے ارما کے والدین کہ میں نے یہی تربیت کی ہے تمہاری..... کوئی بھی بات بے سوچے سمجھے بول دیتے ہو۔ یہ تک نہیں سمجھتے کہ

منہ سے نکلا ہوا کوئی بھی لفظ کبھی بھاری بھی پڑ سکتا ہے۔ تمہارے کہے کی جوابدہی میں نہیں کر سکتی، تم اپنے اچھے اور برے کے خود ذمہ دار ہو تو بہتر ہو گا۔''

''ارے، ارے..... آپ تو سچ مچ بہت سیریس ہو گئیں، ماما! ایسا کیا انوکھا کہہ دیا میں نے، جس کی جوابدہی آپ کو کرنی پڑے گی؟''

''کیا تم نہیں جانتے.....؟'' ماما کی خفگی بجا تھی۔ ''آج ارما سے کہی تمہاری بات ہر Limit کراس کر رہی تھی۔ تم نے کسی لحاظ کے بغیر اس کی خواہش کر ڈالی۔ مجھے ایک بات بتاؤ، شامیر! تمہارا کیا تعلق ہے ارما سے؟ وہ لڑکی تمہیں کیوں اٹریکٹ کرتی ہے؟''

''یہ سن پائیں گی آپ؟'' وہ بے اختیار مسکرایا۔ ماما اُس کے انداز پر جز بز سی ہو گئیں۔

''ہاں بولو، کیا سنانا چاہتے ہو تم مجھے؟''

''ارما سے میرا تعلق کچھ خاص نوعیت کا ہے۔ شاید وہ تعلق آپ کو اچھا نہ لگے۔''

''کیوں..... تم نے مجھے اتنا ہلکا سمجھ رکھا ہے؟'' ماما کا لہجہ کٹیلا ہو گیا تو وہ خجل سا ہو کر رُخ موڑ گیا۔

''بات ہلکے پن کی نہیں ہے، ماما! بات اس اعتبار کی ہے جو آپ کو مجھ پر ہے۔ شاید آپ کا اعتبار توڑنے کا مرتکب ہو چکا ہوں۔''

''اعتبار تمہارے عمل سے نہیں، لفظوں سے ٹوٹ رہا ہے شامیر! بہرحال، تم کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''ماما.....!'' اس نے دانستہ نگاہ چرائی۔ ''مجھے ارما سے محبت ہے۔''

''محبت.....؟'' ماما کا استہزائیہ انداز بہت واضح تھا۔ ''تم بہت غلط دعویٰ کر رہے ہو، شامیر! آئی کانٹ بلیو اِٹ۔''

وہ تڑپ اُٹھا، چہرے پر اُمڈتی سرخی کچھ اور گہری ہو گئی۔ ''یہ دعویٰ میرا نہیں۔ میرا جذبہ صادق ہے، وہ جذبہ جو معجزے کا باعث بن جایا کرتا ہے۔ شاید اسی لئے ارما دوبارہ میری زندگی میں آئی ہے، ماما! ورنہ میں عمر بھر کی آس میں ٹوٹے دل کے ساتھ آہیں بھرتا رہتا۔ یہ اتفاق کہ وہ ہماری نیبر ہے، میری زندگی میں ایک بہت بڑی تبدیلی لے کر آیا ہے۔ ارما کا اچانک پھر سے مل جانا میری محبت کے سچا ہونے کا ثبوت ہے، یہ معجزہ ہے، ماما!''

''اچھا.....'' ماما کا انداز اب بھی تمسخر سے پُر تھا۔ ''کب سے محبت ہے تمہیں اس لڑکی سے؟''

''بہت عرصے سے۔''

''کتنے عرصے سے؟ مجھے پتہ تو چلے، آخر تم کتنے عرصے سے اس عارضے کا شکار ہو؟''

''یہی کوئی سال بھر سے۔''

''بس، صرف ایک سال.....؟'' ماما کی توجہ مکمل طور پر بیٹے پر تھی۔ ''کیا ایک سال میں

سچی محبت ہو جاتی ہے، شامیر؟''

''محبت ایک نظر میں ہو جاتی ہے، ماما!''

''بھئی واہ! بہت خوب..... خاصا دلچسپ ڈائیلاگ ہے۔ تمہاری ارما کیا کہتی ہے اس بارے میں؟'' وہ اب بھی اس کا مذاق اُڑا رہی تھیں۔

''کچھ نہیں۔ وہ میری محبت ٹھکرا چکی ہے۔'' شامیر نے کہہ دینا مناسب جانا۔

''واؤ..... بڑی فلمی محبت ہے۔'' وہ بے ساختہ ہنس پڑیں۔ ''بائے دا وے، آپ کی ہیروئن آپ سے پیچھا کیوں چھڑا رہی ہے؟''

''وہ اپنے والدین کو کوئی دکھ دینا نہیں چاہتی، ان کی اجازت کے بغیر میرا ہاتھ تھامنا نہیں چاہتی۔''

''اچھا؟..... کمال ہے۔ محبت ہو جانے کے بعد وہ یہ سب کہہ رہی ہے۔ یہ ساری باتیں اسے پہلے سے سوچ سمجھ لینی چاہئے تھیں۔''

''میں کیا کہہ سکتا ہوں، اس بارے میں..... یہ اس کے اپنے خیالات ہیں۔''

''شامیر! میرا خیال ہے، تمہیں بھی اپنا راستہ بدل لینا چاہئے۔ ارما تمہیں خوش نہیں رکھ سکے گی۔'' ماما نے قدرے توقف کے بعد جونہی یہ بات کہی، وہ سٹپٹا کر اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔

''آپ کہنا کیا چاہتی ہیں، ماما؟ میں نے آپ کو بتایا ہے نا، میں اسے دل سے چاہتا ہوں۔ اور چاہنے کا مطلب ہے حاصل کرنا۔ اس کا حصول میری محبت کی جیت ہوگی۔''

''لیکن حاصل کرنے سے کیا ہوگا؟''

''مجھے میری منزل مل جائے گی۔''

''اور ارما کی منزل؟'' ماما کا سنجیدہ انداز اُسے زِچ کر گیا۔ وہ بھڑک اُٹھا۔

''کیا آپ کو نہیں لگتا، آپ بہت غلط اور ہتک آمیز انداز میں مجھ سے بات کر رہی ہیں؟''

''نہیں..... اسے حقیقت کہتے ہیں، شامیر! اور حقیقت اکثر تلخ ہوتی ہے۔ کڑوے سچ کی طرح۔'' ان کا اطمینان قابلِ دید تھا۔

''ہونہہ، کیا سچائی ہے اس حقیقت میں؟ آپ کیا سمجھتی ہیں، ارما مجھ سے محبت نہیں کرتی؟''

''کیا میں غلط سمجھ رہی ہوں؟''

''بالکل..... سو فیصد غلط سوچ ہے آپ کی..... ارما وہ لڑکی ہے، جو محض میرے نام پر زندگی گزار سکتی ہے۔''

''بھئی واہ..... لیکن میں کیسے یقین کروں، تمہاری اس خوش فہمی کا؟''

''میں نہیں جانتا۔ ہاں، اتنا جانتا ہوں، احساس اور ادراک ہر رشتے کی بنیاد ہوتا ہے۔ اگر احساس نہ ہو تو سارے رشتے بے معنی اور ادراک کے بغیر زندگی بے کار ہو جاتی ہے۔ مجھے معلوم ہے، ارما کے دل میں صرف احساس ہے، جو میری چاہت کو سمیٹے ہوئے ہے۔ وہ آج

بھی اس سچائی سے بخوبی واقف ہے کہ میں اسے..... صرف اسے چاہتا ہوں۔ میری سوچ کا محور صرف اس کی ذات ہے، ماما!''

''تمہاری سوچ غلط بھی ہو سکتی ہے، شامیر! لڑکیوں کے دل اور ان میں اٹھتے جذبات و خیالات کی تہہ تک پہنچنا آسان نہیں ہے۔ جانتے ہو، چاند کو نمایاں ہونے کے لئے بھی تاریکی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح محبت کو بھی دل کی روشنی درکار ہے۔ دل نیکی کے نور سے بھرا ہو تو باہر کا اُجالا محبت کی حدت کے سامنے پھیکا پڑ جاتا ہے۔ تمہاری محبت کی سچائی کیا ہے، شامیر؟ کیا تم مجھے تھوڑا یقین دلا سکتے ہو؟''

''میری محبت کی سچائی پر آپ بھی ایمان لے آئیں گی، ماما! فی الحال میں آپ کو یقین دلانے سے قاصر ہوں۔ وہ کہتے ہیں نا.....

محبت کی نہیں جاتی، محبت ہو جاتی ہے
یہ شعلہ خود بھڑکتا ہے، بھڑکایا نہیں جاتا

سو آپ کو اعتبار دلانے کے لئے سب سے پہلے مجھے ارما کا ساتھ درکار ہے۔ لیکن وہ لڑکی اپنے حالات سے اُلجھ کر راستہ بدلنے کی فکر میں ہے۔''

''اگر ایسا ہے تو کیا تم اسے روک پاؤ گے شامیر؟'' ماما کی سنجیدگی، شامیر کو جذباتی سا کر گئی۔ وہ ہولے سے بولا۔ ''ہاں شاید..... میں نے اس کا سامنا ہوتے ہی اپنی چاہت کا احساس دلایا تو ہے۔ یہ احساسِ محبت اتنا پاور فل ہے کہ ارما کی فیملی کو بھی اس شدت کی آنچ ضرور محسوس ہوگی۔

لیکن آج تم نے بہت برا کیا ہے، شامیر! ارما کے لئے اپنی دلچسپی ظاہر کر کے تم نے اپنی راہ کو کچھ اور دشوار بنا لیا ہے۔'' ماما نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تو اس نے ہاتھ اٹھا کر ان کی بات قطع کر ڈالی۔

''ایسا نہیں ہے، ماما! میں نے بہت سوچ سمجھ کر دانستہ یہ قدم اٹھایا ہے۔ ارما کے پیرنٹس کے سامنے اس کی خواہش کرنا بے معنی تھا، نہ ہی بے مقصد۔ میں جو چاہتا تھا، وہ پیغام کھلے لفظوں میں ان تک پہنچا دیا ہے۔ اب صرف جواب کا انتظار ہے۔''

''اچھا.....'' ماما مسکرا دیں۔ ''اور وہ جواب تمہیں کون دینے آئے گا؟''

''وہ خود آئے گی۔ آپ دیکھ لیجئے گا، ماما!'' اس کا پُریقین لہجہ، ماما کو لمحہ بھر کے لئے گنگ سا کر گیا۔ وہ سنبھل کر تیزی سے بولیں۔

''اور..... اور اگر وہ نہ آئی تو.....؟''

''یہ ''تو'' کا لفظ بے کار ہے، ماما! ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ ارما ضرور آئے گی اور آ کر اپنے غصے کا اظہار بھی کرے گی۔ اینڈ یُو نو، اس کا غصہ اس کے اقرار کا موجب بنے گا۔ وہ میری چاہت کا اقرار کئے بغیر کہیں نہیں جائے گی۔''

''اوکے۔'' ماما نے جیسے چیلنج دیتے انداز میں بیٹے کو دیکھا۔ ''اگر ایسا ہو گیا، شامیر! تو میں تمہارا ساتھ دوں گی۔ لیکن تین دن تک ارما نہیں آئی تو تم راستہ بدل کر اس لڑکی سے شادی کرو گے، جسے میں تمہارے لئے پسند کروں گی۔ تم ارما کو بھول جاؤ گے۔''

''ٹھیک ہے، مجھے منظور ہے۔'' وہ پہلی بار کھل کر مسکرایا۔ ''میں جانتا ہوں، آپ صرف میرا ساتھ دیں گی۔ کیونکہ آپ کو بھی اندازہ نہیں ہے میرے جذبے کی شدت کا۔ میں اپنی محبت سے ارما کو آزاد ہونے نہیں دوں گا، یہ میرا وعدہ ہے آپ سے۔''

''کیا وعدہ ہے بھئی، بہت زعم ہے تمہیں خود پر۔'' وہ ہنس پڑیں۔

''سو تو ہے۔ دیکھئے اب کون جیتتا ہے۔'' وہ آپ بھی ہنس پڑا تھا۔

❁❁❁

مجھے اب سامنا کرنا ہے اپنا
وہ مجھ کو آئینہ بن کر ملے گا

صرف دو دن بعد ہی وہ لمحہ آ گیا، جس کا شامیر کو انتظار تھا۔ موبائل کی رِنگ ٹون نے اسے ارما کے ہونے کا پتہ دیا تھا۔

''زہے نصیب..... محبت کا نغمہ آج کانوں میں رس گھولنے کو ہے۔'' اس نے سیل فون آن کرتے ہی کسی سچے عاشق کی طرح بڑے پُرتپاک انداز میں ارما کا خیر مقدم کیا۔ مگر دوسری طرف وہ جل کر راکھ ہو گئی۔ سارے ادب آداب بالائے طاق رکھ کر بولی۔

''محبت کا بھوت کیا اب تک آپ کے سر پر چڑھ کر ناچ رہا ہے؟ آخر یہ کب اُترے گا، شامیر؟''

''یہ کبھی نہیں اُترے گا، مائی ڈیئر! کیونکہ اس بھوت کو میں نے خود بہت خوشی سے ناچنے کی اجازت دے رکھی ہے۔''

''اچھا..... سچ کہتے ہیں، کہنے والے۔ پاگلوں کے سر پر سینگ نہیں ہوتے۔''

''بجا ارشاد.....'' وہ زور سے ہنسا۔ ''تمہارے سر پر بھی سینگ نہیں ہیں، ارما!''

''چکا لیا بدلہ؟'' وہ مزید تپ گئی۔ ''بس یہی کرنا آتا ہے آپ کو؟''

''نہیں خیر، کرنے پر آؤں تو اور بھی بہت کچھ کر سکتا ہوں..... مگر بے وجہ انرجی ضائع کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ مجھے جو کام کرنا ہے، وہی کر لوں تو سمجھ لینا، زندگی کا مقصد پا لیا۔''

''اوہ.....'' وہ خاصی طنزیہ ہنسی ہنس دی۔ ''بائے داوے، مقصد کیا ہے آپ کی اس بے کار زندگی کا؟'' ارما کا سوال تیکھا اور لہجہ کاٹ دار تھا۔

شامیر نے پورا لطف لیا، مسکرا کر بولا۔

''کیا بتاؤں، تم جانتی ہو اچھی طرح۔''

''جی نہیں..... میں نہیں جانتی۔''

''اچھا تو سن لو، میری زندگی کا مقصد تمہیں حاصل کرنا ہے۔''

وہ بے اختیار جھلائی۔ ''پھر تو زندگی بھر خوار ہوتے پھریں گے۔ بہر حال میں آپ سے ملنا

چاہتی ہوں۔"

"بھئی واہ.....!" وہ کھلکھلا کے ہنس دیا۔ "ابھی تم زندگی بھر خوار ہونے کی بات کر رہی تھیں اور اب اتنی جلدی ملاقات کو تیار؟"

"مجھے آپ کی کسی فضول بات کا جواب نہیں دینا، صرف اتنا بتا دیجئے، کہاں ملیں گے؟"

"جہاں تم کہو۔ میں اسی دن کی آس میں جی رہا ہوں، ارما جی!"

"آ گئے نا پھر اسی لائن پر۔ بس یہی کمی ہے آپ میں۔" وہ کچھ اور سلگ گئی۔

"پرامس، تم سے مل کر ہر کمی دُور ہو جائے گی۔ بولو، گھر پر آ جاؤں؟" وہ فوراً راضی ہو گیا۔

"نن.....نہیں.....نہیں۔" ارما گھبرا گئی۔ "گھر پر آنے کی ضرورت نہیں ہے آپ کو۔"

"ٹھیک ہے، پھر تم چلی آؤ۔" شامیر نے جیسے ایک اور راہ سجھائی۔

"نہیں، آپ کے گھر بھی نہیں۔ وہاں آپ کی ماما ہوں گی۔"

"وہ تو ہوں گی۔ آفٹر آل اس گھر پر انہی کی حکمرانی ہے۔ ویسے چاہو تو کل چلی آنا۔ ماما گھر سے باہر ہوں گی۔ انہیں اپنے وکیل سے ملنا ہے، کل میں گھر پر تنہا ہوں گا۔"

"پھر میں قطعاً نہیں آؤں گی۔" اس نے صاف انکار کر دیا۔

"کیوں.....کیا مجھ پر بھروسہ نہیں ہے؟"

"بالکل نہیں.....کیا آپ پارک تک آ سکتے ہیں؟" ارما کا انداز پُرسوچ تھا۔ شامیر اُلجھ سا گیا۔

"کون سا پارک؟"

"وہی، گلی کے کارنر پر بنا عوامی پارک، جہاں گلاب کی بہتات ہے۔"

"اوکے، تم چلو۔ میں آتا ہوں۔" اس نے فون آف کر دیا۔

ماما کو ضروری کام کا کہہ کر وہ فوراً گھر سے نکل آیا تھا۔ پانچ منٹ کی واک کے بعد وہ مطلوبہ مقام تک پہنچ چکا تھا۔ اس نے فاصلے ہی سے ارما کے ساتھ منال کو ایک بینچ پر بیٹھے دیکھ لیا تھا۔ گویا وہ محتاط تھی۔ شامیر کو ہنسی آ گئی۔ اس کا موڈ پہلے سے زیادہ خوشگوار ہو گیا۔

"ہائے گرلز.....!" اس نے قریب جا کر جیسے انہیں اپنے آنے کا سندیسہ دیا۔

"ہیلو.....!" منال کی مسکراہٹ میں تپاک کی کمی تھی۔ ارما البتہ بے حس سی ہو کر بیٹھی رہی۔ اس نے نظریں اٹھا کر نہیں دیکھا۔

"کیسی ہو؟" وہ ان کے مقابل گھاس پر بیٹھ گیا۔ مگر منال نے فوراً اپنی جگہ خالی کر دی۔

"آپ ادھر آ جائیے۔"

"نہیں.....میں یہاں ٹھیک ہوں۔" وہ اس بار سنجیدہ ہو گیا۔

خاموشی کے کئی لمحے گزر گئے۔ منال بے قرار سی ہو کر دونوں کی صورت تکنے لگی، جو آمنے سامنے بیٹھ کر بھی نہ جانے کہاں گم تھے۔

"کچھ بولو تو سہی.....کیا ان کی شکل دیکھنے کو بلایا ہے؟" منال نے ارما کا بازو ہلا کر بے زاری دکھائی تو وہ چونک کر سیدھی ہو بیٹھی، نظر اپنے آپ شامیر پر اُٹھی اور پلٹ گئی۔

وہ حد درجہ اضطراب کا شکار تھی۔

"مجھے کیوں بلایا ہے یہاں؟" شامیر نے اسے بولنے پر آمادہ کیا۔

وہ سر ہلا کر ہولے سے بولی۔ "بات یہ ہے، شامیر صاحب! مجھے آپ سے محبت نہیں ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" اس نے اپنی نظریں ارما کے چہرے پر جما دیں۔ "یہ بات تم کہہ چکی ہو، پھر دہرانے کا فائدہ؟"

"دیکھئے آپ.....آپ میری بات سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ میرے دل میں آپ کے لئے کوئی نرم گوشہ نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے.....پھر میں کیا کروں؟" وہ اب بھی بہت سنجیدہ تھا۔

"صرف اتنا کیجئے، میرا پیچھا چھوڑ دیجئے۔" وہ جیسے زِچ ہو گئی۔

"پیچھا چھوڑ دوں؟" شامیر نے اس کے لفظ دہرائے، پھر منال کو دیکھتا ہوا بولا۔ "تم بتاؤ، کیا میں نے تم دونوں کو یہاں بلایا ہے؟"

"نن.....نہیں تو....." منال نے سٹپٹا کے فوری انکار کیا۔

"پھر تمہاری بہن کو یہ خوش فہمی کیوں ہے کہ میں اس کا پیچھا کر رہا ہوں؟"

منال کو غصہ آ گیا۔ "یہ خوش فہمی نہیں ہے۔ کل امی ابو کی موجودگی میں آپ نے ارما سے اپنے تعلق کا اظہار کیا تھا۔"

"یہ صریحاً الزام ہے مجھ پر۔ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔" وہ صاف مکر گیا۔ ارما کھول کر رہ گئی۔

"جھوٹ مت بولیے، آپ نے اپنی ماما سے کہا تھا کہ آپ کو مجھ جیسی لڑکی چاہئے۔"

"ہاں، وہ کہا تھا۔ اور یہ بات میں اب بھی کہتا ہوں۔ خواہش کا اظہار کرنا معیوب بات نہیں ہے۔"

"لیکن اپنی اس خواہش میں آپ مجھے کیوں انوالو کر رہے ہیں؟"

"سوری، مجبوری ہے۔ جب مجھے تم جیسی بیوی درکار ہے تو حوالہ بھی تمہارا ہی دینا پڑے گا۔ میں کسی اور کا نام کیسے لوں؟"

"اوفوہ....." وہ بے بس ہو گئی۔ "آپ مجھے معاف نہیں کر سکتے؟"

شامیر کی مسکراہٹ پھر سے نمودار ہو گئی۔ "معافی کا کیا سوال، محبت میں تو سوری اینڈ نو تھینکس۔ یہ بہت معتبر رشتہ ہوتا ہے۔"

"دیکھا، آ گئے نا آپ اسی ٹریک پر.....آخر یہ بات مان کیوں نہیں لیتے کہ مجھے آپ

سے.....''

''ہاں، ہاں..... تمہیں مجھ سے کوئی محبت نہیں ہے۔'' اس نے تیزی سے ارما کی بات اچک لی۔ ''تو نہ کرو محبت۔ مگر یہ طے ہے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں اور اس کے لئے تم قصوروار نہیں ہو، یہ میری خطا ہے۔ شاید میرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔''

''اُف اللہ.....!'' اس کا چہرہ لال ہو گیا۔ ''شامیر! خدا کے لئے بھول جایئے پرانے قصے کو۔ وہ صرف انجوائے منٹ والی بات تھی۔ اس میں کوئی سچ نہیں تھا۔ اگر ہوتا تو میرے دل میں آپ کی چاہت کا کوئی مقام ضرور ہوتا، کوئی جذبہ ضرور اُمڈتا۔''

''جذبہ اُمڈتا ہے، ارما! تم نہ مانو تو یہ دوسری بات ہے۔ بہرحال، وہ انجوائے منٹ والا کھیل ختم ہوا اور اب زندگی کی کہانی شروع ہوئی ہے۔ میں اس اظہار کے بعد پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ تمہیں پانا میری ضد ہے اور تم جانتی ہو، میں بہت ہٹیلا بندہ ہوں۔ اپنی سی کر کے دم لیتا ہوں۔ تم اقرار کرو یا انکار، مجھے فرق نہیں پڑتا۔ ایک نہ ایک دن تمہیں میری ضد پر سر جھکانا ہی پڑے گا۔''

''مائی فٹ.....'' وہ جل کر رہ گئی۔ ''محبت دھونس دھمکی سے نہیں ہوتی، شامیر! اگر آپ مجھ سے بدلہ لینا چاہتے ہیں تو پلیز! سیدھے سبھاؤ کہئے، بولئے کیا چاہتے ہیں آپ؟ کیا سزا دینا چاہتے ہیں؟ مجھے آپ کی ہر سزا منظور ہے۔'' وہ جیسے دامن چھڑا رہی تھی۔

''سزا کی بات مت کرو، ارما! سزا پانے سے وہ لمحے لوٹا نہیں کرتے، جو گزر جاتے ہیں۔ تم نے مجھے یقین دلایا تھا کہ تم میرے لئے بہت پوزیسو ہو، پھر اپنے لفظوں سے انحراف کیوں کر رہی ہو؟ بندے کو کم سے کم زبان ایک رکھنی چاہئے۔''

''میں اپنے کہے سے مُکر نہیں رہی۔ میں نے وہ ساری باتیں ایک دوست کے لحاظ سے کہی تھیں۔ دوستی میں کسی کے لئے پوزیسو ہو جانا معنی نہیں رکھتا اور اس دوستی کو ٹوٹے چھ ماہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اب ہم اجنبی ہیں اور اجنبی، دوست نہیں ہوتے۔''

''یہ صرف تم کہتی ہو، ورنہ تمہاری دوستی کی کئی نشانیاں میرے پاس اب بھی محفوظ ہیں۔ تم کہو تو ایک ایک کر کے دکھاؤں؟'' وہ یکدم پٹری بدل گیا۔ ارما منہ کھول کر اسے دیکھنے لگی۔ جبکہ منال کے چہرے کا رنگ واضح طور پر اُڑ گیا۔

''کیا آپ ارما کو بلیک میل کر رہے ہیں؟'' وہ جیسے برا مان کر پوچھ رہی تھی۔

''نہیں..... ہرگز نہیں۔ محبت میں اس قبیح فعل کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اور ہاں، اب تم ہمارے بیچ نہیں بولو گی، سمجھیں؟''

شامیر نے اسے لمحے میں خاموش کروا دیا۔ منال ہکا بکا رہ گئی۔ اسے شامیر سے اتنے سخت رویے کی امید نہیں تھی۔ مگر ارما بات جاری رکھی۔

''آپ مجھے بتایئے، کونسی نشانیاں ہیں آپ کے پاس؟..... کون سے وہ ثبوت ہیں،

جو آپ نے اپنے پاس رکھ چھوڑے ہیں؟''

''یہ دیکھو، یہ رسٹ واچ تمہاری جانب سے ملنے والا پہلا سرپرائز گفٹ ہے۔ اور گفٹ اسے دیا جاتا ہے جو دوستی کے قواعد نبھائے۔ ہم کسی اجنبی شخص کو اس طرح کا تحفہ نہیں دیتے۔'' اس نے آستین چڑھا کر بازو پر بندھی کمپیوٹرائزڈ واچ ارما کی نظروں کے سامنے کر دی۔ یہ وہ گھڑی تھی، جو اس نے شامیر کو پہلی باضابطہ ملاقات میں گفٹ کی تھی اور اسے خریدنے کے لئے منال سے کچھ رقم ادھار بھی لینا پڑی تھی۔

''اب یہ دیکھو، یہ تمہارا خوب صورت رومال ہے۔ یہ بھی مجھ سے تمہارے خاص تعلق کو ظاہر کر رہا ہے۔'' اس نے پاکٹ سے ایک چھوٹا سا گلابی رومال نکال کر فضا میں لہرایا تو ارما کی نظریں اپنی چیز کے احساس کو پا گئیں۔ یہ وہ گمشدہ رومال تھا، جسے وہ اب تک بھول چکی تھی۔ اس کے لب سل گئے۔ شامی کی نظر اسے حواس باختہ کر رہی تھی۔

''یہ..... یہ کہاں ملا آپ کو؟'' وہ ہونق ہو گئی۔

''تم نے شاید ناک پونچھنے کے لئے دیا تھا۔ میں اس دن زکام میں مبتلا تھا نا۔'' وہ یوں بولا، جیسے مذاق اُڑا رہا ہو۔

''اُف، بہت فضول بولتے ہیں آپ۔'' وہ ناگواری سے اسے گھورنے لگی۔ ''بھلا مجھے کیا ضرورت تھی، آپ کو اپنا رومال دینے کی؟''

''بھئی یہ بات تم بہتر جانتی ہو۔ شاید میرے زکام کی شدت دیکھ کر ان لمحوں میں جذباتی ہو گئی تھیں۔'' اس نے اپنی بات کہتے ہوئے رومال تہہ کیا اور اپنی جیب میں اڑس لیا۔

''اے، نکالو اسے.....'' وہ بھنّا کر رہ گئی۔ فوراً بینچ سے اُٹھ کر اس کے نزدیک گھاس پر آ بیٹھی۔ ''یہ میرا رومال ہے۔ آپ کو کسی لڑکی کا رومال جیب میں رکھتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔''

''کیوں بھئی، شرم کی کیا بات ہے اس میں؟ میری چیز ہے، میں تمہیں کیوں دوں؟'' وہ صاف مُکر گیا۔

''ارے واہ، آپ کی چیز کیسے ہو گئی؟ میرا رومال ہے تو میری چیز ہوئی نا۔''

''وہ رومال جب تمہارا تھا، سو تمہارا تھا۔ اب میرے پاس ہے تو صرف میرا ہے۔ اور اپنی چیز میں کسی کو نہیں دیا کرتا۔''

''دیکھئے شامیر! آپ یہ اچھا نہیں کر رہے۔''

''تو برا کیا ہے اس میں؟ تمہیں میری چیز ہتھیانے کے لئے زبردستی سے گریز کرنا چاہئے۔''

''اُف، میں..... میں دیکھ لوں گی آپ کو۔'' ارما نے دانت پیسے۔

''ضرور دیکھو۔'' وہ ہنسا۔ ''اس طرح تمہیں بیتی ہوئی ڈھیروں باتیں یاد آ جائیں گی۔''

''دیکھئے، میں اس بار آپ کی ماما سے بات کروں گی اور یہ..... یہ مذاق نہیں ہے

شامیر!'' وہ جیسے دھمکی پر اُتر آئی۔

''ضرور بات کرنا۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔''

''میں انہیں ساری باتیں بتادوں گی۔''

''اِٹس اے گڈ ڈی سی ژن۔ اس طرح میرا راستہ آسان ہو جائے گا۔''

''میں انہیں بتاؤں گی کہ آپ مجھے بلیک میل کر رہے ہیں۔'' وہ روہانسی ہوگئی۔

''اوہ، شیور مائی ڈیئر! بلکہ یہ بھی بتانا، میں تمہاری چیزیں دینے سے انکاری ہوں۔ وہ چاہیں تو تمہاری طرح مجھے راضی کرنے کی کوشش کرسکتی ہیں۔ شاید میں اس معاملے میں کچھ نظرثانی کرلوں۔''

''اُف، ڈھیٹ کہیں کے۔ آخر مان کیوں نہیں لیتے؟'' وہ بے بسی سے دوچار تھی۔

''ماننے کا سوال ہی نہیں اُٹھتا، میں ڈھیٹ ہوں۔'' شامیر نے اس کے لفظ دہرائے تو وہ ہاتھ جوڑنے پر آگئی۔

''میری غلطی معاف کردیجئے، شامیر! پلیز، مجھے اس طرح مت ستایئے۔ اگر آپ باز نہیں آئے تو میں خودکشی کرلوں گی۔ پھر نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری۔''

''ضرور..... بلکہ خودکشی کا نادر نسخہ مجھ سے پوچھ لینا، سو فیصد کامیاب رہے گا۔ ویسے ارادہ کب ہے اس نیک کام کو کرنے کا؟'' وہ اب بھی غیر سنجیدہ تھا۔ ارما رونے بیٹھ گئی۔

''کیوں ذلیل کر رہے ہیں مجھے ابو کی نظروں میں؟ کیا عزت رہ جائے گی میری؟ سوچئے، شامیر! عرفان بھائی مجھے جان سے مار دیں گے۔ امی آفت اٹھالیں گی۔ پلیز، کچھ تو سوچئے۔''

''یہ پہلے سوچنا تھا، ارما! بھلا میرے سوچنے سے تمہارا کیا بھلا ہوگا؟ پرانی باتیں بھولتی کب ہیں؟''

''لیکن وہ سب ایک کھیل تھا، شامیر! صرف انجوائے منٹ۔ خدا کے واسطے آپ میری بات سمجھنے کی کوشش کیجئے۔''

''مجھے اکثر کچھ سمجھ نہیں آتا۔ میں بہت کند ذہن ہوں، ارما! تم مجھے غبی بھی کہہ سکتی ہو۔''

''دیکھئے، میری عزت آپ کے ہاتھ میں ہے۔ پلیز، ابو اور بھائی کے سامنے مجھے بے عزت ہونے سے بچالیجئے۔'' وہ دھواں دھار رو رہی تھی۔ اس بار شامیر خاموش رہا۔ اس کی خاموشی خاصی حیران کن تھی۔ ارما نے روتے روتے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ آنکھیں دُھندلا رہی تھیں، چہرہ اشکوں سے بھیگ رہا تھا۔ اسے لگا وہ اس کے آنسوؤں سے پسیج گیا ہے۔ کیونکہ وہ ایک ٹک اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

''میں..... میں جانتی ہوں، شامیر! آپ دل کے بہت اچھے انسان ہیں۔ آپ بھول جایئے مجھے۔ اپنا راستہ بدل لیجئے، شامیر! میں آپ کی امیدوں پر پوری نہیں اُتر سکتی۔ آپ

صرف وقت ضائع کر رہے ہیں۔ آپ سن رہے ہیں نا میری بات؟ اپنا راستہ بدل لیجئے پلیز۔''

''ٹھیک ہے.....'' شامیر نے اقرار میں سر ہلایا۔ ''راستہ بدلنا اب بہت ضروری ہے۔ تم تک آنے کے لئے اب مجھے سوالی بننا پڑے گا۔ میں جانتا ہوں، تمہارے ابو ایک سوالی کی بات کبھی رد نہیں کریں گے۔'' اس کی سنجیدگی حد سے سوا تھی۔ ارما کا دل چاہا، اس کا گلا دبا دے۔

''آپ فریادی بن کر آیئے یا سوالی بن کر، میری طرف سے انکار ہوگا۔ میرا یہ فیصلہ اٹل ہے۔ آپ یاد رکھئے گا۔''

''اوکے، میرا فیصلہ بھی پتھر پر لکیر ہے۔ تمہیں اپنا نہ بنایا تو کہنا۔ میرا سنجوگ صرف تمہارے ساتھ لکھا ہے۔'' وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

''دیکھئے، آپ اس ضد سے کچھ حاصل نہیں کرسکیں گے۔ آپ سے میرا انکار سہا نہیں جائے گا۔'' وہ آمادۂ منت تھی۔

''ڈونٹ وری، تم انکار پر قائم رہنا، میں تمہیں حاصل کر کے دکھاؤں گا۔'' اس نے ذومعنی انداز سے جواب دیا اور قدم بڑھا دیئے۔ لیکن اگلے ہی پل منال کی تیز آواز نے اس کے قدم روکے تھے۔

''آپ کچھ نہیں کرسکیں گے، شامیر صاحب! کیونکہ ارما کی منگنی ہو چکی ہے۔ وہ آپ کی منت سماجت اسی لئے کر رہی ہے تاکہ آپ کسی خسارے میں نہ رہیں۔ ارما کی منگنی چند ماہ پہلے ہمارے کزن سے ہو چکی ہے۔''

''نہیں، بکواس ہے یہ سب۔'' وہ تیزی سے پلٹ آیا۔ ''میں جانتا ہوں، تم جھوٹ بول رہی ہو۔''

''آئی سویئر، میں سچ کہہ رہی ہوں۔'' منال کا لہجہ پختہ تھا۔ ''آپ ارما کا پیچھا چھوڑ دیجئے۔''

''میں ایسا نہیں کرسکتا۔'' اس کے لہجے میں سختی عود کر آئی، پھر پلٹ کر ارما سے بولا۔ ''تم چاہے کسی سے بھی انگیج ہو جاؤ، تمہیں میرا بننا ہے..... صرف میرا۔ اس کہانی کا یہی انجام ہے اور یہی تمہارا نصیب بھی۔''

''ارے بھاڑ میں گیا میرا نصیب۔ آپ جو چاہتے ہیں، وہ کبھی نہیں ہوگا، شامیر! میں اپنے ابو کو ناراض نہیں کرسکتی۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

''ابو کو منانا میرا کام ہے۔ تمہیں صرف انتظار کرنا ہے۔ میرا انتظار۔'' وہ اپنی بات کہہ کر رکا نہیں تھا۔

اسے جاتا دیکھ کر منال نے سر پکڑ لیا۔ جبکہ ارما کے آنسو ایک تواتر سے گر رہے تھے۔ منال کا جھوٹ بھی کسی کام نہیں آیا تھا۔ شامیر بہت ضدی تھا۔ اس جیسے اکھڑ بندے کو سمجھانا، پتھر سے سر پھوڑنے کے مترادف تھا۔ سو یہ مشکل کام وہ نہ کرسکتی تھی اور نہ ہی منال۔ لہٰذا خواری ہی

خواری تھی۔ اب صرف ذلت کا سامنا تھا، جسے ارما کو بہر حال فیس کرنا تھا۔

❁

کبھی چاہت کی چمک ہے، کبھی نفرت کی جھلک
اس کے چہرے پہ کوئی رنگ ٹھہرتا ہی نہیں

''کیا سوچا پھر تم نے؟'' اس کی خاموشی کو منال کے سوال نے توڑا تھا۔ وہ چونک کر بہن کی صورت تکنے لگی۔

''میں جانتی ہوں، ارما! تم بہت پریشان ہو۔'' منال کو اس پر بے حساب ترس آیا۔ وہ ایک دن میں کس قدر پیلی پڑ گئی تھی۔ ارما نظریں چرا گئی۔

''میں ابو کا سامنا کیسے کروں گی، منال؟..... شامیر کے منہ سے نکلا کوئی بھی لفظ ابو کے لئے ناقابلِ برداشت ہو گا۔ وہ محبت کی داستان میں رنگ آمیزی کر کے اسے اس طرح نکھارے گا کہ ابو کو اس اسٹوری کے سچ ہونے پر کوئی شک وشبہ نہ رہے گا اور ان کا اعتبار میری موت ہے، منال! میں یہ ذلت، یہ رسوائی سہہ نہیں پاؤں گی۔'' وہ سسکیاں بھرنے لگی۔ اس کا وجود ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ آنکھیں مسلسل برس رہی تھیں۔ اس کی حالت بگڑتی دیکھ کر منال اس کے قریب آ گئی۔

''بی بریو، ارما! تم کم ہمت نہیں ہو، تمہیں ان حالات کو فیس کرنا ہے، جس کے لئے میں پہلے ہی تمہیں خبردار کر چکی ہوں۔ دیکھو میری بہن! رونے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ تمہیں اپنے بچاؤ کی کوئی نہ کوئی راہ ڈھونڈنی ہی ہو گی۔''

''مگر کیسے منال؟ سارے راستے اُلجھ چکے ہیں۔ شامیر نے میری سانس بھی پابند کر ڈالی ہے۔ یوں لگتا ہے، دل بند ہو جائے گا۔ میرا یقین کرو، منال! اس سے ملاقات کے بعد ایک بھی سانس پورا نہیں آیا۔ میرا دم گھٹ رہا ہے۔ میں کیا کروں؟ کیسے سمجھاؤں اس لڑکے کو؟''

''سمجھانے سے کیا ہو گا، ارما؟ میں نے کہا تھا نا، وہ بدلے تیوروں کے ساتھ پلٹا ہے۔ وہ اس شامیر سے بہت مختلف ہے، جسے ہم دونوں نے دیکھ رکھا ہے۔ اس بار تمہارے سامنے بالکل نیا انسان کھڑا ہے۔ وہ تمہیں بچ نکلنے کا کوئی چانس نہیں دے گا۔ بہت ڈھیٹ ہے، شامیر۔ تمہاری ایک بھی چلنے نہیں دے گا۔ مگر پھر بھی تم مان کے نہ دے رہی تھیں، اُلٹا شرط لگانے کو تیار تھیں کہ وہ تمہاری طرف نہیں بڑھے گا۔ ''مگر اب..... اب دیکھ لو، ارما! کیا صورتِ حال ہے۔ وہ وہی کر رہا ہے، جس کا قیاس میں نے ظاہر کیا تھا۔ وہ ہر اس خواب کو روند ڈالے گا، جس میں تمہاری پرچھائیں نہ ہو۔ میں نے تمہارے لئے کوئی گنجائش رہنے نہیں دی۔ وہ صرف تمہارے لئے پلٹا ہے، ارما! اب کچھ نہیں ہو سکتا۔''

''نہیں..... ابھی بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ میں اتنی آسانی سے ہار نہیں مانوں گی۔'' اس نے آنسو پونچھ دیئے۔ ''تم دیکھنا، منال! میں اسے اس کے ارادوں میں شکست ضرور دوں گی۔

وہ مجھے حاصل نہیں کر پائے گا۔ میں بازار میں رکھی گڑیا ہرگز نہیں ہوں، جسے وہ دام چکا کر اُٹھا لے جائے گا۔ میں ایک جیتا جاگتا وجود ہوں۔ میری رضامندی کے بغیر.....''

''اُف..... بس کرو، ارما! تم کچھ نہیں کر سکتیں۔'' منال نے بے زاری سے اس کی بات قطع کی۔ ''شامیر وقت سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت سے بہرہ مند ہے۔ وہ تمہیں اپنے ٹارگٹ پر رکھ چکا ہے۔ کوئی بھی مرد اپنی ایگو ہرٹ ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ اور ویسے بھی اسے چاہت کے ست رنگے سپنے تم نے آپ دکھائے ہیں، ارما! وہ قصوروار نہیں ہے۔ ایک لڑکی چکنی چپڑی باتوں سے ایک لڑکے کو جب اس حد تک پھسلائے کہ وہ آئی لو یو جیسے الفاظ کہنے پر مجبور ہو تو اس میں قصور لڑکے کا نہیں، لڑکی کا ہوتا ہے۔ کیونکہ جسے وہ انجوائے منٹ سمجھتی ہے، وہ دوسرے فریق کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ بن جاتا ہے۔ تم کیا سمجھتی ہو، ارما! محبت یونہی ہو جاتی ہے؟ نہیں، آس اور امید، محبت کے چراغ میں تیل ڈالنے کا کام انجام دیتے ہیں۔ اور دوری اس چراغ کو روشن کر ڈالتی ہے۔ تم نے اس آگ کو بجھنے کہاں دیا، بلکہ اپنی قربت کی آنچ سے مزید بھڑکایا ہے۔ وہ چار ملاقاتیں جو تم نے شامیر سے روبرو کیں اور وہ لاتعداد ٹیلی فون کالز..... بھلا وہ کیسے فراموش کیا جا سکتا ہے۔ تم نے اس لڑکے کے جذبات سے کھیلا ہے، ارما! اور یہ غلطی معمولی نہیں۔ شامیر جیسا بندہ تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔''

''لیکن منال! تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ اگر میں نے ایک قدم اُس کی طرف بڑھایا تھا تو فاصلہ کم کرنے کے لئے دو قدم اس نے بھی بڑھائے تھے۔ پھر سارا قصور میرا کیوں ہوا، جو وہ مجھ سے بدلہ لینے کی ٹھان بیٹھا ہے؟''

''یہ بدلہ ہے یا کچھ اور، مگر یہ طے ہے، ارما! چوڑی اکیلی کبھی نہیں بجتی۔ دو چوڑیاں ملیں تو نغمہ بنتا ہے۔ اور وہ جھنکار جب دل میں اُتر جائے تو ہر ترانہ پھیکا پڑ جاتا ہے۔ ایسے نغمے جلدی بھلائے نہیں جاتے۔ جانتی ہو نا؟''

''میں نہیں مانتی، منال! یہ محض ایک فلسفہ ہے۔ زندگی کی نظر سے دیکھو تو شرارت محض شرارت ہوتی ہے۔ اگر دوسرا فریق سنجیدہ ہو جائے تو اس کی سنجیدگی کے لئے میں کیا کر سکتی ہوں؟ یہ شامیر کا قصور ہے، اس نے مجھ سے توقعات وابستہ کیوں کیں، جواب مضطرب بیٹھا ہے۔ میں نے صاف لفظوں میں کہا تھا اس سے کہ میں نے احمق بنایا ہے اس کو، میرا کچھ اور مقصد نہیں تھا، سو اسے بھی اس صورتِ حال کو انجوائے کرنا چاہئے۔ مگر وہ..... وہ اس وقت گنگ کھڑا میری صورت تکتا رہا تھا۔ کچھ بولا ہی نہیں۔ بعد میں انگلینڈ چلا گیا۔ اب جا کر واپس کیوں آیا ہے؟ اب کون سی خوش فہمی لاحق ہو گئی ہے اسے؟ وہ کون سی توقعات ہیں جن کے پورا نہ ہونے کا غم منا رہا ہے؟ کیوں ستا رہا ہے مجھے؟'' ارما نے جیسے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے مگر منال نے اس کی ایک نہ سنی، رسان سے بولی۔

''تم جو بھی کہہ لو، تم بہر حال شامیر کی مجرم ہو۔ اب جواب میں اس لڑکے کو کسی حربے

سے روکنا تمہارے بس میں نہیں ہے۔ تم صرف تیل دیکھو اور تیل کی دھار دیکھو۔ حالات جس کروٹ بیٹھیں گے، تمہیں بھی ویسا ہی رسپانس دینا پڑے گا۔ تم شامیر کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتیں۔''

''اوشٹ اپ، منال!'' وہ بھڑک اُٹھی۔ ''تم اُس کی سائیڈ لے کر بات مت کرو۔ میں دیکھ رہی ہوں، تمہیں اس کی ہمدردی کا بخار چڑھتا جا رہا ہے۔ وہ جب سے آیا ہے، تم نے ڈرا ڈرا کر میرا جینا حرام کر دیا ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتا، تمہیں کیا مطلب ہے اس سے؟ کیوں گھل رہی ہو اس کے غم میں؟''

''اصل غم تو مجھے تمہارا ہے، ارما! ابو کا عتاب صرف تم پر نہیں، مجھ پر بھی قہر بن کر ٹوٹے گا۔ حمزہ اور دائم کو لے کر وہ اب تک مجھے معاف نہیں کر پائے ہیں۔ میں نہیں چاہتی، تم میری طرح کانٹوں پر چل کر بھی منزل سے دور رہو۔ اب صرف اتنا سوچو کہ آگے کیا کرنا ہے۔ دیکھو! اگر ہم نے کوئی راہ نہ نکالی تو ہماری خیر نہ ہوگی۔'' اس نے ارما کو جیسے قائل کرنے کی کوشش کی۔ وہ سانس بھر کر رہ گئی۔ آنکھیں ایک بار پھر اشکوں سے لبریز تھیں۔ اس پل وہ بے بسی کا جیتا جاگتا نمونہ دکھائی دے رہی تھی۔ کمرے میں خاموشی اُتر آئی۔ دونوں سوچ میں گم تھیں۔ پھر اچانک منال نے خاموشی کو توڑا تھا۔

''میرا خیال ہے، ارما! تم ایسا کرو، اُسے فون کرو ایک بار۔''

''کیوں؟'' ارما نے اسے گھورا۔ ''کیا مجھے مزید ذلت اُٹھوانی ہے اس کے ہاتھوں؟''

''ارے نہیں یار! تم سمجھنے کی کوشش کرو۔ مصالحتی رویہ اپناؤ گی تو وہ تمہاری بھی ضرور مانے گا۔ ضد اور ہٹ دھرمی دکھاؤ گی تو شامیر بھی پارے کی طرح آسمان کو لپکے گا اور تمہیں ٹھینگا دکھا جائے گا۔''

''سو تو ہے۔ اس کے نخرے اُٹھانے ضروری ہیں۔ پر منال! دل چاہتا ہے، ابھی جاؤں اور شامیر کا سر بجا دوں کسی پتھر سے، یوں کہ محترم کے چودہ طبق روشن ہو جائیں۔'' ارما نے آنسو صاف کرتے ہوئے دل کی کہی تو منال کی ہنسی چھوٹ گئی۔ اس نے جواب دیئے بغیر سیل فون اس کی طرف بڑھا دیا۔ ارما نے بے بسی سے ایک نظر اسے دیکھا اور فون ہاتھ میں لے کر نمبر پش کر دیئے۔

بیل جا رہی تھی اور ساتھ ہی ان دونوں کے دل ایک تال پر دھڑکنے لگے تھے۔ کئی بیل بجنے کے بعد فون ریسیو کر لیا گیا۔

''ہیلو.....'' آواز میں بے حد مٹھاس تھی۔ منال، ارما کے ساتھ آ لگی۔ شامیر کی آواز اس کے کان تک بھی پہنچ رہی تھی۔

''اب کیا مسئلہ ہے، ارما جی؟ چین سے بیٹھنا شاید تم نے سیکھا ہی نہیں ہے۔'' وہ جیسے تمسخر اُڑا رہا تھا۔ ارما کو غصہ آیا، مگر ضبط سے بولی۔

''میں کیا کروں، شامیر! مسئلہ آپ ہی کا پیدا کردہ ہے۔ صرف اتنا بتا دیجئے، چاہتے کیا ہیں آپ؟''

''نو ڈاؤٹ، تمہیں چاہتا ہوں۔'' وہ مسکرایا اور ادھر ارما سرخ ہو گئی۔

''اس کا فائدہ؟.....میں انگیجڈ ہوں۔''

''اونہہ، انگیجڈ ہونے میں جانے تمہاری کیا مصلحت ہے، لیکن جھوٹ اذیت کے سوا کچھ نہیں دیتا، یہ یاد رکھنا ارما! تھوڑا سا جھوٹ بھی زندگی تباہ کر ڈالتا ہے۔''

''یہ جھوٹ نہیں ہے، شامیر! میری واقعی منگنی ہو گئی ہے اپنے کزن سے۔''

''کون سے کزن سے؟'' اس نے چھوٹتے ہی حملہ کیا۔ ''نام بتاؤ اس کا؟''

''اس کا نام عاصم ہے۔ وہ میرا چچا زاد ہے اور اپنا بزنس کرتا ہے۔'' وہ جھوٹ پر جھوٹ بول رہی تھی۔

''کچھ پڑھا لکھا بھی ہے کہ جاہل گنوار کے پلّے بندھ گئی ہو؟'' وہ ہنسا اور ارما جل کر راکھ ہو گئی۔

''وہ باہر سے پڑھ کر آیا ہے، فارن ڈگری ہولڈر.....مطلب ایکسٹرا پڑھا لکھا، سمجھے آپ؟''

''سمجھ گیا.....اب یہ بتاؤ وہ تمہیں پسند بھی کرتا ہے یا.....'' اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

ارما پیچ و تاب کھا کر رہ گئی۔ منال کا ہاتھ مسلسل اس کا کاندھا دبائے ہوئے تھا۔ جس کا مطلب تھا، صبر کرو اور سنتی جاؤ۔ کیونکہ مصالحتی رویہ اپنانے کے لئے ان دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

''تم نے جواب نہیں دیا؟'' وہ اس کی خاموشی پر اُلجھا۔ ''پسند کرتا ہے یا نہیں؟''

''ظاہر ہے، پسند کرتا ہے۔ آخر میرا منگیتر ہے۔''

''اور تم.....'' اس کا سوال حد پھلانگ رہا تھا۔

ارما نے اندر کی گھٹن کو ایک ٹھنڈی آہ سے کم کیا۔ ''میں بھی پسند کرتی ہوں۔ وہ ایک قابل نوجوان ہے۔''

''قابل تو ضرور ہوگا۔ تم بھی بہت قابل ہو نا، اس لئے۔ خیر، کوئی اور خصوصیت؟'' اس کی شوخی نے جیسے جلتی پر تیل کا کام کیا۔

''یہ خصوصیت کیا کم ہے کہ وہ میرا منگیتر ہے۔ وہ کچھ ہے، جب ہی تو میرے والدین نے اسے میرے لئے پسند کیا ہے۔''

''اوہ ہاں، چلو ٹھیک ہے۔ اب ذرا اس کے گھر کا ایڈریس بتاؤ۔'' اس نے پینترا بدل کر وار کیا۔

''کیا مطلب، ایڈریس کیوں؟'' وہ مارے خوف کے سیدھی ہو گئی۔ دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔

''بھئی، منگنی کی مبارک باد دوں گا اور اسے ایک اہم اطلاع بھی دینی ہے۔''

''کیسی اطلاع؟'' ارما کا حلق بھی خشک ہو گیا۔

''یہی کہ اس بے چارے کی منگنی کسی بھی لمحے ٹوٹنے والی ہے۔ کیونکہ اس کی منگیتر میری محبوبہ ہے۔''

''شامیر! آپ..... آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ اگر آپ نے یہ کمینگی دکھائی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔'' وہ چیخنے لگی۔

''جانتا ہوں، تمہاری برائی کو ہی بھگت رہا ہوں۔ بہرحال، تمہارے اس عاصم کا ایڈریس مجھے عرفان بتائے گا، تب تک کے لئے خدا حافظ۔'' اس نے فون بند کر دیا۔ اس کی ہنسی، ارما کے حواس اُڑا لے گئی تھی۔ ''کمینہ، ذلیل، خبیث کہیں کا..... بہت گھٹیا انسان ہے یہ شامیر۔''

وہ بے اختیار اُسے کوسنے لگی۔ منال غائب الدماغی سے اس کی صورت دیکھ رہی تھی۔ اس کے سلگنے پر گھبرا کر بے اختیار بولی۔ ''کیا ہوا ارما! کیا کہا شامیر نے؟''

''کہہ رہا ہے، عاصم کا ایڈریس، عرفان بھائی سے لے گا۔ اُف میرے اللہ!..... اب ایک نئی مصیبت پڑ گئی سر پر۔''

''سو تو ہے۔'' منال نے پریشان ہو کر اس کی صورت دیکھی۔ ''مگر یہ عاصم کون ہے، ارما؟''

''اوہ گاڈ.....!'' منال نے جھنجلا کر منال کے سر پر چپت لگائی۔ ''یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟ عاصم میرا منگیتر ہے، جسے تم نے شامیر کے سامنے نہ جانے کہاں سے زندہ کیا تھا، اب یہ جھوٹ گلے پڑ گیا ہے، منال!''

''اوہ مائی گاڈ.....!'' منال کو اب سمجھ میں آئی۔ ''وہ عرفان بھائی سے کیا بات کرے گا، کیا کہے گا عاصم کے بارے میں؟''

''یہی کہ اس کا پتہ بتاؤ، جو سرے سے کہیں ہے ہی نہیں۔''

''اُف اللہ!..... یہ تو وہی بات ہوئی، آسمان سے گرا اور کھجور میں اٹکا۔ اب کیا کریں، ارما؟''

''کرنا کیا ہے؟ کسی زہریلی دوا کا نام سوچو، جسے پی کر ہم دونوں کو آسانی سے موت آ جائے۔'' وہ جیسے جل کر بولی۔

''کیا مطلب؟'' منال نے گھبرا کر اسے دیکھا۔

''مطلب یہ کہ ہم نے اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی ماری ہے۔ جو بات کھلنے میں ابھی کچھ وقت تھا، اب وہ بھی ہمارے پاس نہیں بچا۔ اب وہ سیدھا عرفان بھائی کے پاس جائے گا اور

عاصم کا ایڈریس پوچھے گا۔ عاصم کون ہے، یہ جان کر عرفان بھائی دل تھام کر ابو امی کو ہمارا احوال سنائیں گے اور ہم.....'' ارما نے دانت کچکچا کر منال کو دیکھا۔ ''یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے، منال! تمہارے اس بے وقوفی سے بھرے مشورے نے سب کچھ کیے کرائے پر پانی پھیر دیا۔ اور کہو، مصالحتی رویہ اپنانے کو..... شامیر ہمارے کسی اچھے رویے کا مستحق ہے ہی نہیں۔''

''لو، اب تم مجھ پر شروع ہو گئیں۔ بھلا میں نے کیا، کیا ہے؟'' اس نے گھبرا کر صفائی دی تو عین اسی لمحے امی نے کمرے میں جھانکا تھا۔

''یہ کیا گٹ پٹ ہو رہی ہے، تم دونوں میں؟ کام کا کچھ دھیان ہے کہ نہیں؟ شام ڈھل رہی ہے اور کھانے کا دور دور تک پتہ نہیں۔ دوپہر میں دال بگھار لی اور اب چاول پکانے والی تھیں، کہاں گئے وہ چاول؟ میں اب تک بھوکی بیٹھی ہوں، مگر یہاں دونوں سر جوڑے باتوں میں مشغول ہیں۔ ارے، کیسی لڑکیاں ہو تم؟ ماں کو کھانے کا کہہ کر خود کپیں ہانکنے لگیں۔ کوئی حد ہے لاپروائی کی۔ ماں کی بھوک کا کچھ احساس ہے کہ نہیں؟''

''اوہ، سوری امی! بس دھیان نہیں رہا۔'' ارما نے فوری طور پر اپنی جگہ چھوڑ دی۔

''لگتا ہے، یہ دھیان مجھے ہی دلانا ہو گا، تم دونوں کو۔ بہت غائب دماغ رہنے لگی ہو، آج کل۔'' وہ سخت خفا تھیں۔

منال بھی کچھ کہے بغیر جلدی سے اُٹھ گئی۔ فی الحال سب کچھ بھول کر کچن کی راہ لینا ضروری تھا، ورنہ امی کو چپ کروانا پہلے مسئلے سے زیادہ اذیت ناک ہوتا۔ وہ بولتی رہتیں تو ابو کو بھی بلڈ پریشر کی شکایت ہو جاتی، جو کسی طور اچھا شگون نہیں تھا۔

❁❁❁

گیلے کاغذ کی مانند ٹھہری زندگی اپنی
کوئی لکھتا بھی نہیں ، کوئی جلاتا بھی نہیں

ماما نے اسے ایک شوخ مسکراہٹ کے ساتھ موبائل آف کرتے دیکھ لیا تھا۔ وہ کمرے میں کسی کام سے آئی تھیں، مگر اب تجسّس میں گھر کر بیٹے کے پاس چلی آئیں۔

''کس کا فون تھا، شامیر؟''

''اُسی راحتِ جان کا۔'' وہ بے اختیار ہنس پڑا۔ ''وہی، جس کے لئے آپ نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ اگر وہ تین دن تک نہیں آئی تو میں اس سے تعلق توڑ لوں۔''

''اوہ.....وہ چونک اُٹھیں۔ ''تو یہ ارما کا فون تھا۔ کیا کہہ رہی تھی وہ؟''

''میری منت سماجت کر رہی تھی۔ مگر بہت غصے کے ساتھ۔ اس کا بس چلے تو پتہ ہے، ماما! وہ کیا کرے۔ وہ فی الفور میری گردن اُڑا دے۔ کیونکہ آج کے بعد وہ مجھے قطعاً برداشت نہیں کرے گی۔'' وہ حد درجہ محظوظ ہو رہا تھا۔ ماما کچھ سنجیدہ ہو گئیں۔

''بہت بری بات ہے، شامیر! لڑکیوں کو اتنا نہیں ستاتے کہ وہ بے بس ہو جائیں۔''

''ارے، بے بس تو میں ہو گیا ہوں، ماما!.....خدا کی قسم، راتوں کی نیند اُڑا دی ہے، اس لڑکی نے۔ جب اس کی پرانی باتیں یاد کرتا ہوں تو دل پر قیامت گزر جاتی ہے۔ آپ نہیں جانتیں، وہ کیا چیز ہے۔ اتنا زچ کر چکی ہے کہ آج اپنا آپ بُرا لگنے لگا ہے۔''

''اچھا.....'' ماما کی گہری نظر اس کے چہرے پر جا ٹھہری۔ ''تو کیا ارادے ہیں تمہارے؟''

''میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں ماما!'' اس نے دل کی بات فوراً کہہ دی۔

''جانتی ہوں، شامیر!'' ماما نے ایک سرد آہ بھری۔ ''ارما سے تمہاری شادی پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ مگر بیٹا! تمہارے ڈیڈی کوئی نہ کوئی پرابلم ضرور کری ایٹ کریں گے۔ انہیں مڈل کلاس لوگ ایک آنکھ نہیں بھاتے۔ تم جانتے ہو، ان کی سوچ، ان کا معیار اور ان کی اپروچ عام لوگوں سے بہت مختلف ہے۔ وہ تمہاری شادی کو لے کر بھی دو اور دو پانچ کی سوچیں گے۔ انہیں اس رشتے کے حوالے سے بھی پرافٹ درکار ہو گا۔''

ماما کی فکرمندی، شامیر کو چوکنا کر گئی۔ وہ ساری شوخی بھول کر ایک پل میں سنجیدہ ہو گیا۔

ماں کو دیکھتے ہوئے بولا۔

''نہیں ماما! ڈیڈی کو میرے کسی معاملے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ پرافٹ کی بات رہنے دیجئے، میں اگر کسی چپڑاسی کی بیٹی سے بھی شادی کروں گا تو انہیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

''ایسا نہیں ہے، شامیر! وہ فیملی بیک گراؤنڈ سب سے پہلے دیکھتے ہیں۔ سندس کی شادی بھی انہوں نے کتنی اپر کلاس فیملی میں کی ہے۔ ان کے دوست احباب، سب کے سب ملک کے معزز ترین لوگ ہیں۔ وہ لوگ، جنہیں عوامی سوچ سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ ان کی نگاہ آسمان پر اور قدم ہواؤں میں ہوتے ہیں۔ تمہارے ڈیڈی بھی انہی لوگوں کا عکس ہیں۔ کیا وہ اپنی بہو کے لئے کسی اچھے گھرانے کی طرف نہیں دیکھیں گے؟''

''تو دیکھ لیں، آئی ڈونٹ کیئر اباؤٹ اِٹ۔ یہ میری زندگی ہے ماما! اور اپنی زندگی کے لئے میں کوئی بھی فیصلہ کرنے کا مکمل اختیار رکھتا ہوں۔ میں اس قابل ہوں کہ اپنے لئے اپنے معیار کی ایک لڑکی تلاش کر سکوں۔ میں شادی اپنی پسند سے کروں گا۔''

''اور اگر.....اگر تمہارے ڈیڈی نے کوئی رخنہ ڈالا تو؟''

ماما کی بے قراری میں ایک خوف سا شامل تھا۔ شامیر بے چین ہو گیا۔

''تو آپ کو میری مدد کرنی ہو گی، ماما! ڈیڈی کو منانے کے لئے آپ کو کچھ کرنا ہو گا۔''

''میں.....میں بھلا کیا کر سکوں گی، شامیر! تم جانتے ہو، تمہارے ڈیڈی کے آگے میری ایک نہیں چلتی۔ آج تک انہوں نے میری کوئی بات نہیں مانی۔ ایک اکلوتی بیٹی کی شادی کا فیصلہ بھی تن تنہا کر ڈالا۔ وہ مجھے اپنے کسی معاملے میں شامل نہیں کرتے۔ وہ مجھے پسند نہیں کرتے شامیر!'' ماما روہانسی ہو گئیں۔ ''تم سے ہم دونوں کی کوئی بات بھی ڈھکی چھپی نہیں ہے، بیٹا! اگر وہ مجھ سے اپنا تعلق ٹھیک طور پر نبھاتے تو شاید آج ہر قدم پر میں ان کے ساتھ ہوتی۔ لیکن وہ شخص بہت بے حس ہے، وہ بھول بیٹھا ہے مجھے۔ اس نے آج تک میری کوئی پروا نہیں کی۔''

''ٹھیک ہے۔ پھر ہم بھی ان کی پروا کیوں کریں؟'' وہ جیسے فیصلے پر اُتر آیا۔

ماما کے وجود میں جیسے کوئی سرد لہر سی دوڑ گئی۔ وہ کپکپاتی آواز سے بولیں۔ ''نہیں شامیر! ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ اتنی سرکشی بھی اچھی نہیں ہوتی۔ وہ تمہارے ڈیڈی ہیں۔ تمہاری زندگی پر ماں کی طرح ایک باپ کا بھی پورا حق ہے۔ انہیں اس حق سے دستبردار نہیں کیا جا سکتا۔ وہ تمہارے لئے کوئی بھی فیصلہ کر سکتے ہیں۔''

''آپ کا مطلب کیا ہے، ماما؟'' وہ جیسے سلگ اُٹھا۔ ''کیا میں اپنے باپ کے کہنے پر اپنی زندگی تباہ کر لوں؟.....ارما کو چھوڑ کر کسی دوسری لڑکی سے شادی کر لوں؟ اس لڑکی سے، جو ڈیڈی کا انتخاب ہو؟.....نو ماما! دِس اِز امپاسیبل۔ میں ارما کو نہیں چھوڑ سکتا۔ میری زندگی میں صرف وہی لڑکی ایک شریک کی حیثیت سے شامل ہو گی۔ اینڈ دیٹس آل۔ مجھے اپنے باپ کے

کسی فیصلے سے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔ پلیز، آپ میری یہ بات ڈیڈی کے گوش گزار کر دیجئے گا۔ انہیں میرے مزاج کا اندازہ ہونا چاہئے۔"

"نہیں شامیر! اپنی ماں پر اتنا بوجھ مت ڈالو، میں اس قابل نہیں ہوں بیٹا! میں تم باپ بیٹے کے درمیان بننے والی کسی بھی خلیج کو پاٹ نہیں سکتی۔ تم دونوں کی ہٹ دھرمی میری جان لے لے گی۔ پلیز بیٹا! اپنے کسی غلط رویّے اور فیصلے سے مجھ پر میری زندگی تنگ مت کرنا، ورنہ میں جی نہیں سکوں گی۔" وہ بے جان سی ہو کر کرسی پر بیٹھ گئیں۔ ان کے آنسو اپنے آپ رخساروں پر بہہ نکلے تھے۔

شامیر کا دل کئی ٹکڑوں میں منقسم ہو گیا۔ وہ بے اختیار آگے بڑھ آیا۔

"ماما.....!" اس نے ان کے کاندھوں پر دونوں ہاتھ رکھ دیئے۔ "آپ کیوں منفی سوچوں میں اُلجھ گئی ہیں؟ ابھی وہ وقت نہیں آیا۔ جب آئے گا، تب دیکھ لیں گے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔"

"ہم بھلا کیا کر سکیں گے، شامیر! ہم کچھ نہیں کر سکتے۔" وہ پھوٹ پھوٹ کے رو پڑیں۔

"تم اور تمہارے ڈیڈی اس ذرا سے معاملے کو اُلجھا دو گے۔ تم دونوں کے فیصلے ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرائی کی سی صورتِ حال پیدا کر سکتے ہیں، جو میں سہہ نہیں سکتی۔ مجھ پر ابھی سے اس آنے والے وقت کا خوف طاری ہے۔ میں اس اختلاف کی اذیت کیسے سہوں گی؟"

"آپ میرے اور ڈیڈی کے کسی فیصلے کی اذیت نہیں سہیں گی، ماما! یہ میرا آپ سے وعدہ ہے۔" شامیر نے ان کے آنسو پونچھ دیئے۔ "آپ کیوں فکر کرتی ہیں۔ کیا میں آپ کو دکھ اور خوف کے جہنم میں دھکیل سکتا ہوں؟ نہیں ماما!..... میں آپ کی خاطر ڈیڈی کے ہر غلط فیصلے پر سر جھکا سکتا ہوں، بحیثیت بیٹا ان کی ہر بات مان سکتا ہوں۔ چاہے اس کے لئے مجھے کوئی بھی قیمت چکانی پڑے۔"

"کیا قیمت چکاؤ گے تم؟ کسی دوسری لڑکی سے شادی تمہاری خوشیوں کا سودا ہو گی۔ تم اپنے جذبات، اپنے خواب بیچ سکو گے؟" وہ اور بھی سسکنے لگیں۔ "تمہارے ڈیڈی کی ضد نے ہمیشہ اس دل کا خون کیا ہے شامیر! وہ اس بار بھی ایسا ہی کریں گے۔ وہ تمہیں ارما سے دور کرنے کی پوری کوشش کریں گے کیونکہ وہ ایک عام گھرانے کی لڑکی ہے۔ مجھے بتاؤ شامیر! تم ارما کے بغیر رہ پاؤ گے؟ اور کیا وہ جی پائے گی تمہارے بغیر؟"

"وہ رہ لے گی، ماما! وہ لڑکی ویسے بھی اپنا راستہ بدلنے کے چکروں میں ہے۔ ضد تو میری ہے اسے اپنا بنانے کی۔ آپ کیوں فکر کرتی ہیں؟"

"اُف، میں کیسے فکر نہ کروں؟ شامیر! تم محبت کرتے ہو ارما سے، کیا میں یہ حقیقت بھول سکتی ہوں؟"

"محبت مجھے آپ سے بھی ہے ماما! اور آپ کی محبت پر ایسی ہر محبت قربان ہے۔" وہ

آبدیدہ ہو گیا۔

"اوہ، شامیر!" انہوں نے اٹھ کر اسے اپنے گلے لگایا۔ "میں جانتی ہوں، تم ایسے ہی ہو۔ تم بہت جذباتی ہو، اپنی ماں کے لئے۔ آئی رئیلی لو یُو۔"

ان کی آنکھیں موتی برسانے لگیں۔ دل میں لگی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ اب انہیں خود پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔ شوہر کی کم توجہی اور لاپروائی نے انہیں اپنی ہی نظروں میں بے وقعت کر ڈالا تھا، وہ آج ٹوٹ گئی تھیں۔ شامیر نے چپ چاپ انہیں سمیٹ لیا۔

"آپ کو مجھ پر بھروسہ ہونا چاہئے، ماما! رونا بزدلی کی علامت ہے۔"

"میں بزدل نہیں ہوں، بیٹا! لیکن آنے والے وقت سے ڈرتی ہوں۔ تمہارے ڈیڈی تمہیں میری طرح تہی دست نہ کر دیں۔ ان کا کوئی غلط فیصلہ تمہاری زندگی کو کوئی روگ نہ لگا دے۔ میں ڈرتی ہوں شامیر! وہ شخص جو تمہارا باپ ہے، اندھیری رات کا سایہ بن کر ہمارے جیون کو ڈھانپ چکا ہے۔ آخر ہمارا قصور کیا ہے؟ کیا خطا ہے ہماری، جو ہم سب اس کی سزا بھگتتے رہیں؟ کیوں اس شخص کی زیادتی کو سہیں؟"

"یہ زیادتی آپ نے اپنے ساتھ خود روا رکھی ہے، ماما! کسی خطا کے بغیر سزا قبول کرنے کا قصور آپ نے خود کیا ہے۔ کیونکہ آپ ڈیڈی سے ڈرتی ہیں۔" شامیر نے انہیں خود سے الگ کر کے سمجھانے کی کوشش کی تو وہ اپنے اشکوں کا سیلاب روک نہ سکیں۔

"ہاں، میں ڈرتی ہوں شامیر! کیونکہ تمہارا باپ میرے وجود کو ایک کمزور تنکے سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔"

"ٹھہریے ماما!" شامیر نے ان کی بات پر رنجیدہ ہو کر انہیں جھنجوڑ ڈالا۔ "کیا آپ واقعی ایک تنکے سے زیادہ کمزور ہیں؟"

"ہاں شاید، تمہاری ماں کے پیروں تلے زمین ہی نہیں ہے۔ وہ زمین تمہارے ڈیڈی نے کھینچ رکھی ہے، وہ مجھ سے ہر آسرا چھین لینا چاہتے ہیں۔"

"پھر آپ بغاوت کیوں نہیں کرتیں؟" شامیر کا انداز بے حد پُراسرار تھا۔ ماما روتے ہوئے یک دم چپ کر گئیں۔ ان کی ڈبڈبائی نظر بیٹے کا تاثر جانچ رہی تھی۔ شامیر کا لہجہ اور انداز دونوں مختلف اور معنی خیز تھے۔

"آپ اپنے طور پر جینا سیکھ لیجئے ماما!" وہ رسان سے بولا۔ "آپ ڈیڈی کو چھوڑ دیجئے۔ ایسے کمزور بندھن کا کیا فائدہ، جو بندھ کر بھی ٹوٹا ہوا محسوس ہو۔ جو تحفظ دینے کے بجائے خوف و ہراس کی صورت آپ کے وجود کو ڈستا رہے۔ آپ ڈیڈی سے علیحدگی اختیار کر لیجئے۔ لیکن اگر ان کے بغیر جینا مشکل ہے تو پھر اپنا حق مانگیے۔ کیونکہ کوئی بھی بیوی آپ کی طرح اپنی زندگی اور وجود کو بے معنی نہیں رکھتی۔ وہ اپنی شناخت چاہتی ہے، اپنے گھر پر حکمرانی کرنا چاہتی ہے اور اپنے شوہر کو صرف اپنا دیکھنا چاہتی ہے۔"

''ماما.....!'' شامیر نے اپنے ہاتھ سے ان کے آنسو پونچھ ڈالے۔ ''آخر آپ اتنی مختلف کیوں ہیں؟ کیوں اپنے آپ میں سمٹ گئی ہیں؟ آپ کو اپنی ذات سے لڑنا ہوگا۔ ڈیڈی کے ہر فیصلے کو رد کرنا ہوگا اور آپ ایسا کر سکتی ہیں، ماما! پلیز ایسا کر ڈالیے۔ پھر دیکھئے گا، زندگی میں یہ تبدیلی کس طرح سکون بن کر اُترے گی۔ تب آپ تہی دست رہیں گی نہ بزدل۔ پھر آپ ایک نئی عورت ہوں گی۔''

''کیا..... کیا ایسا ہو سکتا ہے شامیر؟'' وہ حد درجہ دل برداشتہ تھیں۔

''ہاں..... کیوں نہیں ہو سکتا؟'' اس نے جھک کر ماں کے ماتھے کو بوسہ دیا۔ ''بس آپ کو خود سے ایک سمجھوتہ کرنا پڑے گا۔ ڈیڈی کے خلاف جانے اور خود کو ہر حال میں سمیٹے رکھنے کا سمجھوتہ..... ایک ایسا ایگریمنٹ ماما! جس میں ہر شق آپ کی مرضی کے مطابق ہو گی۔ ازدواجی بندھن مرد و عورت سے مل کر بنتا ہے ماما! اس رشتے میں تنہا فرد کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ ڈیڈی اور آپ ایک دوسرے کے لئے ہیں۔ بس بات صرف اتنی ہے کہ آپ دونوں اتنے برس بعد بھی ایک دوسرے کو سمجھ نہیں پائے اور نہ سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آپ دونوں غلط ہیں ماما!''

وہ کچھ جذباتی سا ہو گیا۔ اس کا نرم لہجہ اور حالات کا درست تجزیہ ماما کی آنکھوں کو پھر سے بھگونے لگا۔

''تم ٹھیک کہتے ہو شامیر! گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا۔ میں نے زندگی کو کبھی اس طور سوچا ہی نہیں، جس کی تم نے نشاندہی کی ہے۔ میں حالات سے سمجھوتہ کرتی رہی۔ میں نے اپنی خواہشات اور ترجیحات کے بارے میں کبھی کچھ نہیں سوچا۔ ہاں، میں بہت غلط تھی بیٹا! مگر اب بھی کچھ زیادہ نہیں بگڑا۔ مجھے واقعی اپنے اندر ایک مثبت تبدیلی لانی ہو گی اور وہ تبدیلی تمہاری زندگی کی خوشیوں کو بکھرنے نہیں دے گی۔ میں تمہیں تہی دست نہیں دیکھ سکتی شامیر! تم اپنی کسی خواہش کی قربانی نہیں دو گے۔ مجھے خود کو بدلنا ہو گا۔ تمہاری خاطر مجھے کچھ نہ کچھ ضرور کرنا ہو گا۔''

''میری خاطر ہی نہیں، اپنی خاطر بھی۔ آپ ڈیڈی کو اپنے ہونے کا احساس دلائیے، ماما! انہیں بتائیے، آپ ان کے لئے کتنی اہمیت رکھتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں، ماما! آپ کی زندگی میں وقت گزرا نہیں، ٹھہر گیا ہے۔ آپ کو وہ جمود توڑ کر وقت کی گردش کو تیز دھارے میں تبدیل کرنا ہو گا ورنہ دوسری صورت میں وقت وہیں رہے گا اور آپ آگے نکل جائیں گی، گزر جائیں گی اس دنیا سے..... پلیز، اپنی زندگی کو اتنا بے وقعت مت بنائیے، اسے بدل ڈالیے ماما! اس بار ڈیڈی گھر آئیں تو انہیں ایک روتی، بسورتی دبوسی بیوی کی جگہ ایک نئی عورت سے متعارف ہونا چاہئے۔ وہ نئی عورت جب آپ کے سراپے میں ڈھل کر ان کے سامنے آئے گی تو ڈیڈی بھی دنگ رہ جائیں گے۔ ہو سکتا ہے، وہ آپ سے اسی تبدیلی کے خواہش مند ہوں۔''

''ہاں یہ ممکن ہے شامیر!'' ماما کا انداز خواب ناک سا تھا۔ وہ نہ جانے کن سوچوں کا حصہ بن گئی تھیں۔

شامیر نے محبت سے ان کے اشکوں سے تر چہرے کو دیکھا اور ان کے آنسو صاف کر کے انہیں اپنے مقابل کھڑا کر لیا۔ ''مجھ سے وعدہ کیجئے ماما! آپ آج کے بعد نہ روئیں گی نہ کم ہمتی کی باتیں کریں گی۔ آپ اپنے اندر کی دبی سہمی عورت کو آزاد کر دیجئے۔ ڈیڈی کو اپنے وجود کا احساس دلائیے تاکہ آپ خوش رہ سکیں، آپ کا ذہن پُرسکون رہے اور یہ گھر جنت نظیر ہو جائے۔''

ماما جھینپ کر رہ گئیں۔ ''میں کوشش کروں گی بیٹا! کہ تمہیں مایوس نہ کروں۔''

''کوشش نہیں، مجھے وعدہ چاہئے آپ سے۔ بولئے، وعدہ ہے نا؟'' اس نے اصرار کیا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلا کر چہرہ جھکا لیا۔

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد انہوں نے سر اٹھا کر بیٹے کی آنکھوں میں دیکھا اور پورے اعتماد سے بولیں۔ ''تم ارما کو اپنی چاہت کا احساس دلا سکتے ہو شامیر! وہ لڑکی تمہاری زندگی میں ضرور آئے گی، یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔ آج سے تمہاری ماں تمہارے ساتھ ہے۔''

''تھینکس ماما!..... یو آر سچ اے گڈ مدر۔'' شامیر کے لبوں پر مسکراہٹ اُتر آئی۔ اب اسے کوئی فکر نہیں تھی۔ ڈیڈی اب کوئی غلط فیصلہ کرنے کے مجاز نہ رہے تھے۔ انہیں ہر قدم پر سمجھانے والی ایک نئی عورت اس گھر میں چلی آئی تھی۔

✻

رات کی جلتی تنہائی میں
اندھیاروں نے جال بُنے تھے
گھر آنگن خاموشی اوڑھے جاگ رہا تھا
دروازے بانہیں پھیلائے اونگھ رہے تھے
ایسے میں موسم کی پہلی بارش
اور سب یادیں
دونوں مل کر
ٹوٹ کے برسیں

''کیا بات ہے ارما.....؟'' عرفان بھائی کی فکر و پریشانی میں ڈوبی آواز اسے بری طرح چونکا گئی۔ وہ جو اپنے دھیان میں تھی، جھونک کھا کر کچھ اس طرح سیدھی ہوئی کہ کہنی کرسی کے ہتھے پر پھسل گئی۔ چوٹ کی شدت نے لمحوں میں آنکھوں کو بھگو ڈالا تھا۔

''ارے سنبھل کے یار! ذرا سنبھل کے۔'' وہ لپک کر اندر چلے آئے۔ ارما شرمسار سی ہو کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''میں ٹھیک ہوں بھائی! کچھ کام تھا کیا مجھ سے؟''

''نہیں، اپنے کمرے میں جا رہا تھا کہ نظر تم پر جا پڑی۔ اتنی رات گئے تم کیوں جاگ رہی ہو؟ خیریت ہے نا؟'' انہوں نے تفتیشی انداز اختیار کیا تو وہ کچھ بوکھلا سی گئی۔

''یونہی بھائی! بس نیند نہیں آ رہی۔''

''کیوں، کوئی ٹینشن ہے ارما؟''

''نہیں بھائی! دراصل دوپہر کو کچھ دیر آنکھ لگ گئی تھی۔ شاید اسی لئے اب نیند آ کر نہیں دے رہی۔''

''چلو پھر ایسا کرو، کچھ پڑھ لو۔ کوئی کتاب یا میگزین وغیرہ۔'' انہوں نے جھٹ مشورہ دے ڈالا۔

''نہیں، ابھی موڈ نہیں ہے پڑھنے کا۔ میں جا کر لیٹتی ہوں۔ شاید بستر پر دراز ہو کر نیند آ جائے۔'' وہ صاف پہلو بچا رہی تھی۔ عرفان بھائی کچھ محتاط ہو کر اسے دیکھنے لگے۔

''کوئی بات ضرور ہے ارما! تم مجھے کچھ پریشان بھی لگ رہی ہو۔ بتاؤ شاباش! کیا ہوا ہے؟''

''کک..... کچھ نہیں بھائی! کچھ بھی نہیں ہوا۔ میں نے کہا ہے نا، دوپہر میں سو گئی تھی، سو نیند نہیں آ رہی۔ آپ فکر مت کیجئے۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے۔'' وہ مسکراتے چہرے کے ساتھ انہیں مطمئن کرنے میں کامیاب رہی تھی۔

''چلو ٹھیک ہے، تم لیٹو، میں لائٹ آف کیے دیتا ہوں۔'' وہ سوئچ بورڈ کی طرف بڑھ گئے تو ارما کو مجبوراً بستر کی طرف آنا پڑا، جہاں منال چادر اوڑھے دنیا و مافیہا سے بے خبر گہری نیند کے مزے لوٹ رہی تھی۔ وہ چپ چاپ اپنی جگہ پر آ کر لیٹ گئی۔ اس کے کروٹ بدلتے ہی عرفان بھائی نے بتی بجھا دی اور کمرے کا دروازہ بند کر کے اپنے کمرے کی طرف پلٹ گئے۔

ان کے جانے کے بعد ارما پر بے چینی اور ڈپریشن کا غلبہ بڑھ گیا۔ وہ چند منٹ کروٹیں بدل کر خود کو بہلاتی رہی، پھر بے زار سی ہو کر اٹھ بیٹھی۔ بادل گرج رہے تھے۔ رات کے اس پہر تیز بارش کی آواز دل و دماغ میں بے سکونی سی بھر رہی تھی۔ وہ کچھ اور اُلجھ گئی۔

''اُف..... کیا مصیبت ہے یار! یہ مجھے چین کیوں نہیں پڑتا؟'' وہ جیسے خود سے ہم کلام تھی۔ جواب میں کمرے کی خاموشی نے اسے تنہائی کا شدت سے احساس دلایا تھا۔ منال اب بھی بے خبر پڑی تھی۔ کل اس کا ٹیسٹ تھا، دیر تک تیاری کرتے رہنے کے بعد وہ تھک کر لیٹی تو لمحوں میں نیند کی وادی میں اُتر گئی تھی۔ اُسے پُرسکون انداز میں گہری نیند لیتا دیکھ کر وہ کچھ زیادہ ہی بے کل ہو گئی۔ ایسے میں کھڑکی سے ہوا کا نم جھونکا آیا تو اسے ایک دم شانتی کا احساس ہوا۔ وہ اٹھ کر کھڑکی کے کھلے پٹ سے ٹیک گئی۔

باہر بارش مسلسل ہو رہی تھی۔ شام سے بادل گھر آئے تھے، جو اب رات کے اس پہر کھل

کر برس رہے تھے۔ گھپ اندھیرے کے باوجود سکون کا نرم احساس چار سُو رچا ہوا تھا۔ وہ نظر اٹھا کر سکوت میں ڈوبے درختوں کو دیکھنے لگی، جو اندھیرے میں کسی بھوت کی طرح محسوس ہو رہے تھے۔ تیز ہوا کے جھونکوں سے درختوں کی شاخیں ایک دوسرے میں مدغم محسوس ہو رہی تھیں، یوں جیسے اپنا حالِ دل ایک دوسرے سے شیئر کر رہی ہوں۔ ارما کی آنکھوں میں اشک اُمڈ آئے۔

کتنا ہلکا ہو جاتا ہے انسان کسی سے اپنا دکھ کہہ کر۔ کاش میں بھی درخت کی کوئی نرم شاخ ہوتی۔ پھر مجھے بھی کوئی دکھ، کوئی ٹینشن نہ ہوتی۔ لیکن میں..... میں آج کس سے اپنا دکھ بانٹوں؟ کس کو بتاؤں کہ ایک چھوٹی سی شرارت کس طرح میری زندگی کو عذاب بنا گئی ہے۔ کیسے شیئر کروں وہ دکھ اور اذیت، جو شامیر اپنی ضد اور سخت رویے سے مجھے دیئے چلے جا رہا ہے۔ یوں لگتا ہے، جیسے میں سُولی پر چڑھا دی گئی ہوں اور وہ پھندا میری گردن پر اپنی گرفت بڑھا رہا ہے۔ میں سانس نہیں لے پا رہی ہوں۔

اس نے ایک گہری سانس لے کر خود کو سنبھالا۔

کیوں سُکھ سے جینے نہیں دیتا وہ مجھے؟..... کیوں میری سانس کو پابند کر رہا ہے؟ اُف! کتنا بے حس اور پتھر دل انسان ہے، شامیر۔ کیسے سمجھاؤں میں اسے؟ کیسے بتاؤں کہ اس گھر میں منال کے توسط سے کیا کیا قیامتیں آ چکی ہیں۔ اس گھر کے افراد محبتوں کے ہر خسارے کو سہہ کر بے دلی سے جیئے جا رہے ہیں۔ منال نے اس گھر کے ہر فرد کو اپنی چاہت اور اس کے حصول کی ضد کے حوالے سے کتنا زیادہ خوف و ہراس میں مبتلا کر ڈالا تھا۔ پھر حالات کے بدلنے سے گھر کی حالت میں کچھ بہتری آنے لگی تو شامیر چلا آیا۔ اب اگر اس نے مجھ سے کی جانے والی محبت کی داستان ابو یا بھائی کو کہہ سنائی تو.....؟'' وہ یہ سوچ کر پوری جان سے کانپ گئی۔

نہیں، نہیں..... اس نے بے اختیار ڈوبتے دل کو سنبھالنے کے لئے دل پر ہاتھ رکھا۔ وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ وہ اب بھی مخلص ہے مجھ سے۔ وہ اب تک میری چاہت میں گرفتار ہے۔ کاش!..... کاش! میں نے کمپیوٹر پر وہ محبت بھرا کھیل نہ کھیلا ہوتا، جس کی سزا اتنی کڑی مل رہی ہے۔ میں تھک گئی ہوں..... خدایا! مجھ میں حوصلہ نہیں رہا، بار بار بکھر کر سنبھلتے رہنے کا۔ میں جانتی ہوں، میں نے غلطی کی ہے۔ اسے زندہ درگور کرنے کی غلطی۔ میں یہ بھی جانتی ہوں، میری اس غلطی سے شامیر کے جذبات مجروح ہوئے ہیں۔ وہ لڑکا اپنے احساسات اور دل کے تمام تر جذبوں کے ساتھ ہرٹ ہوا ہے، مگر..... مگر میں بھی تو ٹوٹی ہوئی ہوں بار بار۔ اگر آج وہ جذباتی طور پر اندرونی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے تو مجھے بھی اتنی ہی اذیت سے گزرنا پڑ رہا ہے، میں اسے رد کرتے کرتے تھک چکی ہوں۔ میں کیا کروں خدایا! کیسے اسے جا کر سمجھاؤں کہ اس کی محبت میرے لئے کیوں قابلِ قبول نہیں ہے۔ منال نے مجھے کسی قابل کہاں چھوڑا ہے؟ دائم

سے محبت کر کے اس نے لفظ محبت کو اتنا ذلیل کر ڈالا ہے کہ یہ لفظ اب اس گھر میں کسی زہریلے ناگ کی طرح پھنکارتا محسوس ہوتا ہے۔ دائم کا کیا رشتہ ہے شامیر سے۔ کیا اس نازک رشتے کے حوالے سے وہ منال کی زیادتی کو سہہ پائے گا؟.....اُف کیا کروں، کہاں جا چھپوں؟ آخر وہ کون سی جگہ ہے، جہاں شامیر کی نظریں مجھے ڈھونڈ نہ سکیں، میں اس لڑکے کا سامنا نہیں کرنا چاہتی، اسے دیکھنا نہیں چاہتی۔ کیونکہ شامیر محبت کی اذیتوں کا شکار ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ دوسرے کو بھی اسی اذیت سے گزرنے پر مجبور کر دے۔ شامیر کو آج کے بدلے حالات کا تجزیہ ضرور کرنا چاہئے۔ کاش، وہ ایسا کر سکے، پھر وہ جان لے گا کہ میری غلطی اتنی فاش نہیں تھی، جتنا وہ سمجھتا ہے۔ کاش اُسے پتہ چل جائے کہ وہ سب محض ایک شرارت تھی۔ ایک معصوم سی شوخی، جیسے گلاب کے پھول پر خوشبو چھڑک کر اس کی اصلیت کو چھپانے کی ناکام کوشش کی جائے۔ بھلا گلاب کی دل آویز مہک کو کوئی چھپا سکتا ہے؟ اصلیت کسی چیز کی محتاج نہیں ہوتی۔ مگر وہ سمجھا ہی نہیں۔ میں کیسے سمجھاؤں اسے، آخر شامیر اتنا احمق کیوں ہے؟ اسے سامنے کی بات دکھائی کیوں نہیں دیتی؟ کیوں کسی جاہل مرد کی طرح وہ مجھ سے اپنی انا کا بدلہ لینا چاہتا ہے؟ آخر وہ اس معصومیت سے نظریں کیوں چرا رہا ہے، جو اس شرارت کے پردے میں چھپی ہوئی ہے؟ وہ کیوں نہیں سوچتا کہ اس کے ہر ری ایکشن پر، محبت کے ہر نئے اظہار پر مجھے کتنی شرمندگی ہوتی ہے۔ کتنی بار دل ٹوٹتا ہے میرا۔ ہائے، کس کو بتاؤں جا کر.....میں اپنی غلطی مانتی ہوں خدایا! پھر شامیر اسے تسلیم کر کے مجھے معاف کیوں نہیں کر دیتا؟ کیوں میرے پیچھے پڑ گیا ہے؟ کیوں اپنی محبت کے صادق جذبے کا مذاق اُڑا رہا ہے؟..... کیوں مجھے ستانے کو دوبارہ پاکستان چلا آیا ہے؟ کیا تھا اگر وہ انگلینڈ ہی میں زندگی کے دن گزارتا رہتا۔

ارما بے بس تھی۔ سوچوں کا سیلاب اپنے تیز بہاؤ میں اسے ساتھ لے کر بہت دور تک چلا آیا تھا۔ بارش رم جھم رم جھم اب بھی برس رہی تھی۔ ہوا کے جھونکے کے ساتھ بارش بوچھاڑ کی صورت کمرے کے اندر تک آ رہی تھی، مگر وہ بھیگنے کے باوجود کھڑکی کی چوکھٹ پر گم صم کھڑی تھی۔ بدلتے موسم کی پہلی بارش اس کے سارے سوکھے زخم ہرے کر گئی تھی۔ ان زخموں کی ہر ٹیس دل کے درد کو بڑھاوا دے رہی تھی اور وہ اپنے آپ سے نبرد آزما ہو کر آنے والے وقت کے خوف سے اندر ہی اندر سہمتی جا رہی تھی۔

ابو.....میرے ابو مجھ سے کتنا پیار کرتے ہیں۔ وہ میری کسی بات کو نہیں ٹالتے۔ میری خواہش پر امی کی مخالفت کے باوجود مجھے کمپیوٹر لا کر دیا۔ کتنا خیال ہے انہیں میرا۔ وہ کبھی میرے کہے کو رد نہیں کرتے۔ یہاں فرمائش کی اور وہاں ابو نے اس کی تکمیل کر ڈالی۔ کیسی مشفق اور دل آویز چاہت ہے ان کی۔ کتنی محبت سے آج بھی وہ مجھے کسی ننھی بچی کی طرح پیار کرتے ہیں۔ لیکن میں نے.....میں نے انہیں کیا صلہ دیا اس محبت کا۔ میں دھوکا دے رہی ہوں ابو کو۔ ان کے اعتماد کو ٹھیس لگا رہی ہوں۔ میں نے ان کا بھرم چکنا چور کر ڈالا ہے۔ ان کے اس

بھروسے کو توڑا ہے، جو انہیں مجھ پر اور اپنی تربیت پر ہے۔ میں نے ابو امی کی نصیحتوں کو پسِ پشت ڈال کر ایک بہت بڑی حماقت کر ڈالی ہے، میں نے اسی کمپیوٹر کو شرارت کا جزو بنا ڈالا جو ابو نے میری فرمائش پورا کرنے کو لا دیا تھا۔ انہوں نے امی کو کہا تھا، آج کے دور میں یہ ہر بچے کی ضرورت ہے۔ نئے دور کا تقاضا ہے، تاکہ آگے بڑھ کر ہمارے بچے بھی وقت کا ساتھ دے سکیں۔ کمپیوٹر اس دور کی بہت مفید ایجاد ہے۔ یہ تعلیم کے ساتھ تفریح بھی فراہم کرتا ہے۔

ہاہ!.....ارما کی ہر سانس میں پچھتاوے گھل رہے تھے۔ یہ کیا کیا میں نے.....تعلیم کو بھلا کر صرف تفریح کو یاد رکھا۔ کسی اچھے مقصد کو پس پشت ڈال کر شوخی و شرارت میں وقت گزارنا شروع کر دیا۔ Chit Chat کا ایسا چسکا پڑا کہ میں لوگوں کو اپنے بارے میں جھوٹ کے انبار سنانے لگی، مزہ لینے لگی۔ یہ سوچے بغیر کہ جھوٹ کھل جائے تو بندہ اپنی ہی نظروں میں گر جاتا ہے۔ ذرا سا جھوٹ پوری زندگی کو بدل ڈالتا ہے، تباہ کر دیتا ہے ساری تربیت اور اخلاق کو، سارے بھرم چکنا چور کر ڈالتا ہے۔ آج یہ بات سمجھ میں آئی ہے تو کتنی دیر ہو گئی ہے۔ اور اب چھ ماہ بعد شامیر کے سامنے میرا ہر جھوٹ کھل گیا ہے تو میں چھپتی پھرتی ہوں، اس کی بولتی نظروں سے، اس کے سوالوں سے۔ اب مجھے اپنے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں مل رہا۔ شامیر نہ جانے کیا سوچ کر انگلینڈ سے واپس چلا آیا ہے۔ شاید وہ میرے اسی جھوٹ کو ہتھیار بنا کر مجھے ابو کی نظروں میں ذلیل کرنا چاہتا ہے، مجھے سزا دینا چاہتا ہے۔

اوہ میرے اللہ!..... میں کیسے سامنا کروں گی، امی ابو کا۔ شامیر کی زبانی کیا وہ یہ سن پائیں گے میں نے اس لڑکے کو خود محبت کے سنہرے کھیل میں اُلجھایا تھا۔ محض وقت گزاری کے لئے وہ شغل اپنایا تھا، جس کے نتیجے میں، میں آج ذلت کی اتھاہ گہرائی میں گرنے والی ہوں۔ مجھ جیسی لڑکی نے اپنی عزت کو اپنے ہاتھوں داؤ پر لگایا ہے۔ شامیر کی باتیں سن کر کیا ابو مجھے صفائی کا کوئی موقع دیں گے؟.....منال کی حرکتوں کے بعد دائم سے کی جانے والی یکطرفہ محبت میں ذلیل ہونے کے بعد کیا انہیں اپنی دوسری بیٹی کی باتوں پر اعتبار آئے گا؟ کیا وہ مجھے معاف کر سکیں گے؟

نہیں نہیں.....کبھی نہیں۔ وہ شامیر کو معاف کر دیں گے، مگر مجھے.....شاید کبھی نہیں.....وہ پوری جان سے کانپ گئی۔

خیالات کی رو میں بہہ کر وہ اتنی دُور چلی گئی تھی کہ اسے اطراف کی ہر چیز بھول گئی۔ اسے یہ بھی احساس نہ ہوا کہ کھلی کھڑکی سے آتی بوچھاڑ نے اسے سر تا پا بھگو ڈالا تھا۔ اب جو ہوش آیا تو گیلے کپڑوں سے سردی کا احساس جاگا تھا۔ وہ کھڑکی بند کر کے تیزی سے بستر پر آ بیٹھی۔

پریشانی حالات سے نہیں، خیالات سے پیدا ہوتی ہے ارما!.....خود کو سنبھالو، ورنہ سب کچھ مزید اُلجھ جائے گا۔

اس نے جیسے خود کو نصیحت کی تھی، مگر اُلجھا ذہن اب بھی بھٹک رہا تھا۔ وہ کپڑے بدل کر

منال کے پہلو میں نیم دراز ہوگئی۔ گزرا وقت اسے لمحہ بہ لمحہ یاد آرہا تھا۔ تکیے پر سر رکھتے ہی جیسے ذہن میں ماضی کسی فلم کی طرح گھومنے لگا تھا۔ اسے ایک ایک کر کے وہ ساری باتیں یاد آنے لگی تھیں جو اس کی شوخی و شرارت کے پیچھے ایک لمبی داستان کو سمیٹے ہوئے تھیں۔ یہ وہی داستانِ محبت تھی، جس کے مرکزی کردار خود وہ اور شامیر ذکاء الدین تھے۔ تب وہ ایک دوسرے کے بے حد قریب تھے۔ شاید اسی لئے آج دوریوں کو سہہ رہے تھے۔

❁❁❁

حُسن ہر بار شرارت میں پہل کرتا ہے
بات بڑھتی ہے تو پھر عشق کے سر جاتی ہے

''یار ارما! یہ بندہ، شامیر مجھے بہت فلرٹی لگ رہا ہے۔ ذرا دیکھو، چھوٹتے ہی سیل نمبر مانگ رہا ہے۔'' منال نے کمپیوٹر کی اسکرین پر لکھے میسج کو پڑھ کر اسے مخاطب کیا تو وہ فوراً کتاب بند کر کے اس کے پاس چلی آئی اور تمسخر سے بولی۔

''کیوں بھئی، تم نے اسے اتنی جرأت کیسے دی کہ وہ اتنے آرام سے سیل نمبر کی فرمائش کر رہا ہے؟''

''ارے یار! ابھی تو تعارف کی رسم ہی چل رہی ہے۔ جانتی ہو ارما! محترم بڑے پڑھے لکھے بندے ہیں۔ آکسفورڈ یونیورسٹی کا ڈگری ہولڈر ہے اور انگریزی ایسی مار رہا ہے، جیسے پیدائشی انگریز ہو۔'' منال نے جیسے اسے تفصیل سنائی تو ارما کی ہنسی نکل گئی۔

''پھر ہوشیار رہنا، منال! کیونکہ ایسے دیسی انگریز، اپنی عقل بھی انگریزوں کی طرح استعمال کرتے ہیں، انہیں بہت شوق ہوتا ہے پہلی ملاقات میں سارے فاصلے طے کرنے کا۔ جہاں کسی لڑکی نے لفٹ کروائی اور وہاں محترم گھر آ کر سارے مراحل طے کر گئے، شادی سے طلاق تک کے۔''

''ہاہاہا.....'' منال بے ساختہ ہنسی۔ ''تمہیں بہت معلومات ہیں انگریزوں کے بارے میں۔''

''ہاں بھئی۔ ہمارا مشاہدہ تو صرف فلموں رسالوں تک ہی محدود ہے۔ تھوڑا فکشن پڑھ لو تو انگریزی کلچر کا تھوڑا بہت اندازہ ہو ہی جاتا ہے۔ اس لئے میں نے بھی اپنی رائے دے ڈالی۔ بائے داوے، نام کیا ہے تمہارے اس انگریز کا؟''

''ارے سچ مچ کا انگریز تھوڑی ہے؟ نام ہے شامیر ذکاء الدین۔''

''شامیر۔'' ارما نے دہرایا۔ ''اِٹس اے نائس نیم۔ ذرا شکل دکھانا اس کی۔''

''ہاں ہاں، ضرور دیکھو۔ خاصا ڈیسنٹ ہے۔ مجھے بالکل کیون کوسٹر جیسا لگا۔''

''کیون کوسٹر؟ پاگل تو نہیں ہوگئیں؟..... کہاں وہ حسین و جمیل ایکٹر اور کہاں پردیسی

بندر۔'' ارما نے جل کر کمپیوٹر کی اسکرین پر نگاہ کی اور منال نے ساتھ ہی Display پر لگی شامیر کی تصویر کو سامنے کر دیا تو وہ گنگ رہ گئی۔ کیا گریس فل بندہ تھا۔ یوں جیسے کوئی ماورائی کردار۔

''واٹ اے فوٹو جینک فیس۔ ہر نقش منہ سے بولتا ہے کہ میں دیکھنے لائق ہوں۔ ہے نا ارما؟'' منال نے جیسے داد دی۔ مگر ارما کچھ بول نہ سکی۔ وہ ابھی تک پلکیں جھپکے بغیر شامیر کی تصویر گھور رہی تھی۔ وہ واقعی گڈ لکنگ تھا۔

''ارے بولو نا، کیسا لگا تمہیں؟'' منال نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''Just Like a Heman'' وہ جیسے بڑبڑائی تھی۔

''یس، ہی از۔'' منال فوراً کی بورڈ پر جھک گئی۔ ''ذرا ٹھہرو، اس کو تھوڑا کریدتے ہیں۔ آخر کون ہے؟ کس کا بیٹا، کس کا شوہر ہے؟''

''کیا مطلب؟'' ارما چونکی۔ ''شادی شدہ تو نہیں لگتا کہیں سے۔''

''کیوں، کیا شادی شدہ لوگوں کے ماتھے پر مُہر ہوتی ہے؟'' منال ہنس پڑی۔

''نہیں یار!'' ارما نے فوراً تردید کی۔ ''مہر کی بات نہیں ہے۔ بندہ دیکھنے میں ہی اَن میرڈ لگ رہا ہے۔''

''سو تو ہے۔ ذرا پوچھوں تو کہاں رہتا ہے۔''

''کیوں؟ تمہیں کیا کرنا ہے اس کا بائیو ڈیٹا لے کر؟..... وہ جس ٹائپ کا ہے نا، تمہیں گھاس نہیں ڈالے گا۔''

''تو نہ ڈالے۔'' منال نے کاندھے اچکائے۔ ''میرے پاس ویسے بھی بہت سے گدھے گھوڑے ہیں۔ ہر روز ایک نیا جانور ایڈ کرتی ہوں میں اپنی آئی ڈی میں۔ اس کے ہونے نہ ہونے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

''فرق تو ضرور پڑے گا، منال بیگم! یہ گھوڑا پالتو ہے اور اس کے نخرے بھی بہت ہوں گے۔'' ارما ذومعنی مسکراہٹ سے بولی تو منال چونک اُٹھی۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟''

''مطلب یہ کہ اس سے دوستی کر کے دکھاؤ اور ایسی کرو کہ.....'' وہ بات ادھوری چھوڑ کر ہنس پڑی۔ منال مسکرا دی۔

''کیسی دوستی ارما؟..... کیا کوئی کمال کر دکھاؤں؟''

''ہاں، ایسی دوستی کہ بس کمال ہو جائے۔'' اس نے منال کا حوصلہ بڑھایا۔

''ہوں..... تو یہ بات ہے۔'' منال فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی۔ ''آئی تھنک یہ کمال تم مجھ سے بہتر کر سکتی ہو۔ کیونکہ تم میں بہت Ability ہے۔''

''کیا مطلب؟'' ارما چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ ''میں کچھ نہیں کر سکتی منال!''

''زیادہ انکساری دکھانے کی ضرورت نہیں ہے مائی ڈیئر! تم بہت کچھ کر سکتی ہو۔ تمہاری انگلش مجھ سے بہتر ہے اور تمہیں ڈھنگ سے بات کرنی بھی آتی ہے۔ چلو آؤ، ادھر بیٹھو اور دو دو ہاتھ کر لو اس سے۔ ایمان سے بہت ہی گریس فل بندہ ہے۔ اگر پھسل گیا نا تو سچ ارما! تمہارے وارے نیارے ہو جائیں گے اور میں مان جاؤں گی کہ تم ہر وہ کام کر سکتی ہو، جس کا ارادہ باندھ لو۔''

''خیر، وہ تو میں کرتی ہی ہوں۔ مگر کیا گارنٹی ہے اس بندے کی کہ وہ میرے دام میں آجائے گا؟''

''گارنٹی تم مجھ سے لے لو۔ اگر وہ گڈ لکنگ ہے تو تم مارولس ہو۔ وہ گریس فل ہے تو تم جینئس ہو۔ جوڑ برابر کا ہے۔ سو اُسے فی الفور اپنا دیدار کراؤ تا کہ سارے مراحل اپنے آپ طے پا جائیں۔ تمہاری ایک جھلک اس کی بولتی بند کر سکتی ہے۔'' منال نے جیسے اسے بہلانے پھسلانے کے تمام ریکارڈ توڑ دیئے۔ ارما دل کھول کر ہنسی۔

''سوچ لو، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ مگر کل کو یہ حضرت سنجیدہ ہو گئے اور مجھے پرپوز کر ڈالا تو میں کسی شادی وادی کے چکر میں نہیں پڑوں گی..... اِٹ وڈ اونلی اے فن آف انجوائے منٹ۔''

''ہاں، ہاں بابا! میں جانتی ہوں۔ جسٹ فار انجوائے منٹ ہی ہونا چاہئے ہمیں۔ ذرا کچھ دن شغل رہے گا تو خوب مزہ آئے گا۔''

''اور اگر امی یا ابو کو خبر ہو گئی تو؟'' ارما نے جیسے اسے ڈرایا مگر وہ لاپروائی سے کندھے اچکا کر بولی۔

''تو کیا؟ بات تب ناگوار ہو گی، جب ہم سنجیدہ ہو جائیں اور ہمیں یہ بات یاد رہنی چاہئے کہ ہم صرف شرارت کر رہے ہیں۔ اور یہ شرارت بھی ایک limit ہو گی۔ chatting میں عشق و عاشقی سبھی بھگارتے ہیں۔ اگر ہم نے کچھ موج مستی کر لی تو کون سی قیامت آجائے گی۔''

''اِٹس اوکے۔'' ارما نے ہنس کر منال کی جگہ سنبھال لی۔ پھر مانیٹر کو دیکھتے ہوئے خوش دلی سے بولی۔ ''ذرا اسے دیکھو۔ بے صبرا ہوا جا رہا ہے۔ پوچھ رہا ہے..... Are you busy in anywhere..... پہلے اس کی تھوڑی طبیعت صاف ہونی چاہئے۔''

''ارے ایسے مت بولو یار! خاصا ٹپ ٹاپ والا بندہ ہے۔'' منال کو اس بار واقعی برا لگا۔

''اوکے، پہلے ذرا ہائے ہیلو کر لوں تا کہ اس کو سوال کا جواب مل جائے کہ میں کہاں بزی تھی۔'' ارما نے مسکرا کر اپنی توجہ کی بورڈ کی طرف مرکوز کر دی۔ اس کی انگلیاں تیز رفتاری سے مانیٹر پر جواب پرنٹ کر رہی تھیں۔

''سوری، آپ کو انتظار کی زحمت اٹھانا پڑی۔ میں کچھ دیر کے لئے کمرے سے باہر چلی گئی

تھی۔"

"کیوں؟" سوال فوری آیا تھا۔

"میری بہن بلا رہی تھی۔"

"کیا کوئی ارجنٹ کام تھا؟"

"ہوں، مرغا ذبح کرنا تھا۔"

"واٹ؟" وہ اچھل پڑا۔

"آئی مین صدقے کا مرغ ذبح کروانا تھا۔ دراصل مجھے نظر لگ جاتی ہے، اس لئے میری امی بلاناغہ میری نظر اُتارتی ہیں۔"

"واؤ، کیا بات ہے آپ کی۔ میں آپ کی Pic دیکھنا چاہوں گا۔"

"اوکے، پھر اپنی آنکھیں بند کیجئے۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ آپ مجھے دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"اوہ شیور.....لیکن بند آنکھوں سے آپ کو دیکھنا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔"

"ہے نا۔ صرف اپنی Imagination کو کام میں لائیے۔ مارلن منرو کو جانتے ہیں آپ؟"

"جی ہاں، ہالی وڈ کی کلاسیک ایکٹریس۔ جس نے خودکشی کر لی تھی۔"

"اوہو، خودکشی کی بات چھوڑیئے۔ میں ابھی زندہ ہوں۔"

"کیا مطلب؟.....کیا آپ مارلن منرو جیسی ہیں؟"

"Exactly۔ سب کہتے ہیں، میں اس کی ٹرو کاپی ہوں۔" ارما نے حد ہی کر ڈالی۔

منال کا قہقہہ آسمان چھو گیا۔

"واؤ..... یہ تو کمال ہو گیا۔ بٹ آئی ڈونٹ لائیک مارلن منرو۔" اس نے ٹکڑا توڑ جواب دیا اور ارما کے ساتھ منال کی ہنسی کو بھی بریک لگ گئے۔

"اُلّو کا پٹھا، سمجھتا کیا ہے خود کو؟"

"تم ہی نے اسے کیون کوسٹر بولا تھا۔" ارما نے سلگ کر منال کو گھورا۔

"ارے یار! وہ تمہیں یونہی مثال دی تھی۔ اس کے کان میں پھونک تھوڑی ماری تھی جا کر۔" وہ صفائی دینے لگی۔ تب ہی کمپیوٹر کی اسکرین اس کے جواب سے جگمگانے لگی۔

"کہاں گئیں مارلن منرو؟ تم چاہو تو میرے لئے اپنا نام بدل لو یا پھر اصل نام بتا دو۔"

"واہ، کیوں؟ میں کیوں نام بدلوں؟ میرا نام تو.....لیکن مسٹر! میں آپ کو اپنا نام کیوں بتاؤں؟"

"دوستی کی پہلی شرط نام پتہ ہی ہوتی ہے، میڈم!" وہ یقیناً ہنس رہا تھا۔

ارما کھول کر رہ گئی۔

"آپ کو کس نے یہ خوش فہمی دی کہ میں آپ سے دوستی کی خواہش مند ہوں؟"

"اوہ، اگر خواہش مند نہیں ہیں تو پھر یہ بات چیت کیوں؟"

"ہاں، واقعی کیوں.....سو گڈ بائے۔"

ارما نے فوراً سائن آؤٹ کر دیا۔ منال بے اختیار سی ہو کر اسے ڈانٹنے بیٹھ گئی۔

"آئے ہائے ارما! یہ کیا، کیا تم نے؟.....اتنا مزہ آ رہا تھا، اس کے جلنے پر اور تم ہو کہ بے وجہ خفا ہو گئیں۔"

"ارے خفگی کیسی؟ وہ کون سا ہمارا سگا ہے، جو میں اس کی پروا کرتی۔ ویسے تمہاری اطلاع کے لئے عرض کر دوں کہ وہ نہیں بلکہ میں خود اس سے جل رہی تھی۔ کمینہ کہیں کا، کیسے آرام سے بولا، آئی ڈونٹ لائیک مارلن منرو.....اور پھر اس کی معلومات ملاحظہ کرو۔ دوستی کے رُول ریگولیشن بھی بتا رہا تھا۔ بھاڑ میں گیا وہ کیون کوسٹر کا بچہ۔ ایسے چالبازوں سے دوستی کر کے مجھے اپنی ہنسی نہیں اُڑانی۔"

"لیکن وہ ہنسی کب اُڑا رہا تھا، ارما! صرف باتوں کے جواب دے رہا تھا۔ تم بے وجہ انڈر پریشر ہو گئیں۔ یار! میں نے کہا تھا نا، یہ صرف جسٹ فار انجوائے منٹ والی بات ہو گی۔ ہمیں اس کھیل میں سنجیدہ نہیں ہونا۔"

"تو.....؟" ارما نے ناگواری سے اسے دیکھا۔ "کیا میں منہ کی کھاتی رہوں؟"

"ارے چھوڑو یار! منہ کی کھا کر اسے بھی کھلاؤ۔ حساب برابر۔ بھئی اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں۔" منال نے جیسے اسے ڈھارس دی۔ "تمہیں تھوڑے Patience سے کام لینا ہو گا، ارما! خود قدم بڑھاؤ گی تو وہ خود ہی راستہ چھوڑ دے گا۔ اگر اسے امپریس کرنا ہے تو اس کی کونین جیسی باتوں کو از خود لڈو میں لپیٹ کر نگلنا ہو گا۔ ورنہ معاملہ یہیں پر ختم سمجھو۔"

"یہ بات تو ٹھیک کہی تم نے۔" ارما کا انداز پُرسوچ تھا۔ "میں شاید کچھ اوور ری ایکٹ کر گئی۔"

"شاید نہیں، یقیناً۔ ادھر وہ بیٹھا تمہاری حالت زار پر لطف اٹھا رہا ہو گا۔"

"اسٹوپڈ کہیں کا۔ دیکھ لوں گی کل میں بھی اس کو۔"

"رئیلی، کیا تم کل اس سے بات کرو گی؟" منال خوش ہو گئی۔

"ہاں، ضرور کروں گی۔ اگر وہ آن لائن آ گیا تو۔" ارما نے ذومعنی مسکراہٹ سے اسے دیکھا اور کمپیوٹر آف کر کے اٹھ گئی۔ منال کی آنکھوں میں ستارے چمکنے لگے۔ اسے اب کل کا انتظار تھا۔

❁

کچھ اتنے دیئے حسرتِ دیدار نے دھوکے

وہ سامنے بیٹھے ہیں یقیں ہم کو نہیں ہے

ابو گھر کا سودا سلف ایک ساتھ خرید لائے تھے اور وہ دونوں امی کے فوری آرڈر کے مطابق سب کچھ سنبھالتی سمیٹتی پھر رہی تھیں۔ گوشت، ترکاری اور فروٹس سے فریج فل کر کے وہ دال چاول کی طرف چلی آئی تھیں۔ ابو کو بھی نہ جانے کیا سوجھی تھی، مہینے بھر کا سودا اچانک ہی اُٹھا لائے تھے۔ اب اسے سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔ دونوں جل رہی تھیں اور ادھر امی تھی کہ بات بات پر اعتراض اٹھائے جا رہی تھیں۔ کسی کل چین نہیں تھا ان کو۔

''ارے منال! یہ کیا کر دیا تم نے؟..... ساری کی ساری چینی ایک ہی مرتبان میں ڈال دی۔ روزانہ کیا اسی جار کو کھولتی پھرو گی؟ ارے اللہ کی بندی! روز کے استعمال کو تھوڑی چینی کسی دوسرے جار میں نکال لو۔''

''افوہ امی! وہی تو کر رہی ہوں۔ لیکن آپ ہیں کہ بولے بغیر قرار نہیں ہے۔'' وہ اس بار چپ نہ رہ سکی۔

''کیا کہا تم نے؟'' انہیں فوراً تاؤ آیا تھا۔ ''بولوں گی نہیں تو سارے سامان کا ستیاناس کر کے رکھ دو گی۔ تمہارے ابو کی کمائی فالتو کی نہیں ہے، جو اُڑا دی جائے۔ حق حلال کا روپیہ ہے بی بی! دیکھ سوچ کر ہی خرچ کیا جاتا ہے۔ رزق کی قدر نہ ہو گی تو اللہ بھی راضی نہ ہو گا۔ اور شکر کرو تم دونوں، سب کچھ بن مانگے مل جاتا ہے۔ محنت کر کے دو وقت روٹی کھانی پڑے تو ہوش ٹھکانے آ جائیں۔''

''ہم یہاں محنت کے سوا کرتے کیا ہیں امی؟ دو وقت کی روٹی کے لئے سارا دن کچن میں ہلکان ہوتے ہیں، تب ایک ایک نوالہ حلال کر کے کھاتے ہیں۔ صبح سے شام تلک کام کرتے رہو اور آپ ہیں کہ پھر بھی ہم دونوں کو صلواتیں سناتی رہتی ہیں۔''

''لو، اور سنو۔ بھلا میں نے کون سی صلواتیں سنا ڈالیں تمہیں؟ صرف اتنا ہی کہا ہے کہ سامان طریقے سلیقے سے رکھنا۔ کوئی بھی چیز ضائع نہیں ہونی چاہئے۔''

''پہلے کبھی ضائع ہوئی ہے، جو اب ہو گی؟ پلیز امی! تھوڑا سا بھروسہ کر لیا کریں ہم پر، مہربانی ہو گی۔'' ارمانے بے زاری سے کہا تو ابو مسکرا دیئے۔

''کیوں پیچھے پڑ جاتی ہو تم میری بچیوں کے؟ سارا دن کولہو کے بیل کی طرح جتی رہتی ہیں۔ مگر تم پھر بھی نامہربان رہتی ہو۔''

''ارے واہ، اب آپ بھی شروع ہو گئے۔ سلیقہ نہ سکھاؤں تو کیا پھوہڑ بنا دوں دونوں کو؟'' وہ اب بھی اپنی کہے جا رہی تھیں۔ منال نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

''چھوڑیئے امی! معاف کر دیجئے۔ ہم غلط ہی ہیں جو بحث کر رہے ہیں۔''

''ارے بیٹا! بات صحیح اور غلط کی نہیں ہے، طریقے کی ہے۔ آج گھر پر رہ کر کچھ کرو گی تو کل دوسرے کے گھر جا کر بھی سنبھال سکو گی۔ ورنہ پھوہڑ پن بھی سسرال میں آگ لگا جاتا

ہے۔ بے وجہ جھگڑے اُٹھتے ہیں اور لڑکی کو طعنہ الگ ملتا ہے کہ ماں نے کچھ سکھا کے نہیں بھیجا۔ کل جب اپنے گھر کی ہو جاؤ گی تو یاد کرو گی، میری باتوں کو۔''

''ہاہ..... کل کس نے دیکھی ہے امی! کل آئے گی تو یاد کروں گی نا۔'' وہ بے سوچے سمجھے بولی تو ابو بے اختیار ہنس پڑے۔ ادھر امی کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔

''ہائے ہائے، کیسی بے شرم ہو گئی ہو، منال! باپ کا خیال کئے بغیر ہی کیا ہانکنے بیٹھ گئیں۔ کچھ گھول کر تو نہیں پی لیا تم نے؟''

''وہ کیا پیئے گی، امی! فی الحال خون کے گھونٹ پی رہی ہے۔'' ارمانے شوخی سے انہیں چھیڑا تو امی کا صبر جواب دے گیا۔

''یہ کیا بکواس لگا رکھی ہے تم دونوں نے؟ کیا ڈریکولا ہو، جو خون کے گھونٹ بھر رہی ہو؟ ایسا کیا کہہ دیا میں نے، جو ناک پر مکھی بیٹھنے نہیں دے رہیں۔ ماں باپ کا ادب آداب تک فراموش کر ڈالا ہے تم دونوں بہنوں نے۔''

''ارے ارے، امی! آپ خفا ہو گئیں۔ بھئی ہم مذاق کر رہے تھے۔'' ارمانے جھٹ سے آگے ہو کر ان کے ہاتھ تھام لئے۔

''اور میں بھی امی! سچ، صرف آپ کا دھیان بٹانا چاہ رہی تھی۔ آپ یوں بولتی رہیں گی تو بی پی بڑھ جائے گا اور شامت ہماری آئے گی۔ آپ تو پڑ جائیں گی پلنگ پر اور ہم تیمارداری میں اُلجھتے رہیں گے۔''

''یہ لیجئے، یہ بھی سن لیجئے۔'' وہ یکدم بھڑک اُٹھیں۔ ''دیکھا آپ نے، عرفان کے ابو! یہ منال مجھے یونہی چٹکیاں بھرتی ہے۔ اسے میری بیماری سے زیادہ تیمارداری کی فکر ہونے لگی ہے۔ ارے کون سی بیٹی ہو گی، جو منہ بھر کر ماں کو بیماری کا طعنہ دیتی پھرے۔ دیکھا آپ نے، کس طرح دل توڑا ہے اس لڑکی نے میرا؟''

''اونہوں، منال! بری بات ہے بیٹا! ماں سے ایسے بات نہیں کرتے چندا!'' ابو کا لہجہ اب بھی شوخی سے پُر تھا۔

''سوری ابو! میں نے واقعی غلط کہہ دیا۔'' وہ سنجیدہ ہونے کی کوشش میں ماں کے قریب ہو کر بیٹھ گئی۔ ''پلیز معاف کر دیں امی! وہ سب شرارت تھی۔ آپ میری بہت اچھی امی ہیں۔''

''ارے پرے ہٹو، اب سر چڑھ کر بیٹھ جاؤ گی۔'' انہوں نے بیزاری سے اسے دھکیلا۔

''بالکل نہیں۔'' منال نے ان کے اطراف گرفت بڑھا دی۔ ''مجھے اپنی امی کو ناراض کر کے گناہ گار نہیں ہونا۔''

''اور کیا۔'' ارمانے بھی ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔ ''بس معاف کر دیں امی! ورنہ ہم رات کا کھانا نہیں کھائیں گے۔''

''کیوں؟'' وہ سب بھول کر حیرت سے پوچھ بیٹھیں۔

''کیونکہ آپ سے تکرار میں کھانا نہیں پکا اب تک۔ پھر کیا کھائیں گے؟'' وہ بھولپن سے بولی تو ابو ایک بار پھر ہنس دیئے۔ اور اس بار امی کے لبوں پر بھی مسکراہٹ چمک اُٹھی۔

''شرم نہیں آتی ذرا سی، لحاظ مروّت سب گھول کر پی لیا ہے تم لوگوں نے۔''

''ایسی بات نہیں ہے امی! بس آپ سے تھوڑا لاڈ کرنے کا موڈ تھا۔'' منال نے ان کے گلے میں بانہیں ڈال دیں تو امی نے اسے پوری محبت سے سمیٹ لیا۔ جب ہی عرفان بھائی ہاتھوں میں ایک بڑا سا شاپنگ بیگ اٹھائے اندر داخل ہوئے۔

''یہ لو ارما! سنبھالو اسے۔ وزن کی زیادتی سے ہاتھ بھی سن ہو گیا ہے میرا۔''

''یہ کیا ہے بھائی؟'' وہ فوراً ہی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''مچھلی ہے۔ رات کا کھانا گول کر دو اور صرف اسے فرائی کرو۔ ڈھیر ساری ہے۔ کھا کر مزہ آجائے گا۔'' وہ جوش سے بولے۔ ادھر ارما اور منال نے سر پکڑ لیا۔

''ایک عذاب بھگتایا نہیں تھا کہ دوسرا بھی گلے آپڑا۔''

''کیا ہوا تم دونوں کو؟'' وہ ان کا تاثر بھانپ کر کچھ خفیف سے ہو گئے۔

''کچھ نہیں..... دراصل امی کو شکوہ ہے کہ ہم کچھ نہیں کرتے۔'' منال سچ مچ روہانسی ہو گئی۔

''تو.....؟'' وہ اس کے شکایتی انداز پر کچھ نہ سمجھے۔

''تو یہ کہ اب رات گئے تک کرتے رہیں گے۔''

''کیا؟''

''مچھلی فرائی اور کیا؟..... کاش آج سمندر کی ساری مچھلیاں کچھ کھا کر مر جاتیں۔ مگر اس دعا کا کیا فائدہ جو قبول ہی نہ ہو۔''

''افوہ..... یہ کیا بولے جا رہی ہو منال! ہوش میں ہو؟''

''شاید ہوش بھی اُڑ گیا ہے، مچھلی دیکھ کر۔'' ارما کی سنجیدگی معنی خیز تھی۔ وہ بھائی کے ہاتھ سے شاپر لے کر کچن کی طرف چل پڑی، جہاں دال چاول کے جار کاؤنٹر پر پڑے منہ چڑھا رہے تھے۔

''اُف اللہ! کہاں سے شروع کریں اور کہاں جا کر ختم کریں؟'' وہ مچھلی ایک بڑی ٹرے میں نکالتے ہوئے بیزاری سے بولی۔

''بھئی جہاں سے دل چاہے شروع کر دو۔ ختم پھر بھی کچھ نہیں ہو گا۔ وہی ہم ہوں گے اور وہی سلسلہ۔ کام صبح و شام۔'' منال نے سرد آہ بھر کے خود پر ترس کھایا اور مرتبان اٹھا کر شیلف پر رکھنے لگی۔ جب ہی عرفان بھائی دوبارہ چلے آئے۔

''اے سنو، مچھلی کا پروگرام کینسل۔ دونوں تیار ہو جاؤ۔ آج ہم کھانا باہر کھائیں گے۔''

''جی.....؟'' وہ دونوں ہونق ہو کر ان کی صورت تکنے لگیں۔

''جی۔'' وہ ہنس دیئے۔

''پانچ منٹ میں تیار ہو جاؤ۔ جب تک میں بھی فریش ہو کر آتا ہوں۔''

''لیکن یہ مچھلی؟'' ارما نے ٹرے میں پڑے مچھلی کے ڈھیر کی طرف اشارہ کیا۔

''اسے فی الحال فریج کی نذر کر دو۔ واپسی پر مسالہ لگا کر رکھ دینا۔ مچھلی کی دعوت ہم کل اُڑائیں گے، اوکے؟''

''اوکے بھائی! یو آر ریئلی گریٹ۔''

دونوں بے تحاشا خوش ہو گئیں۔ اس کے بعد ان کی پھرتی قابلِ دید تھی۔ منٹوں کا کام سیکنڈوں میں نمٹایا گیا اور اگلے آدھ گھنٹے کے اندر وہ شہر کے مشہور فاسٹ فوڈ پوائنٹ پر ٹیبل کے گرد بیٹھی تھیں۔

''کیا کھاؤ گی؟'' عرفان بھائی میزبانی کے لئے تیار تھے۔

''شامیر۔'' منال کی بے ساختہ پکار نے ارما اور عرفان بھائی کو ششدر کر ڈالا۔

''شامیر..... یہ کون سی ڈش ہے یار؟'' وہ فوراً پوچھ بیٹھے۔

''نن..... نہیں، ڈش نہیں وہ..... وہ بندہ۔'' منال کی بوکھلاہٹ، گھبراہٹ میں بدل گئی کہ عرفان بھائی کے سامنے یہ کیا کہہ ڈالا تھا۔

''کون سا بندہ؟ تم کس کی بات کر رہی ہو منال؟'' ان کے کان کھڑے ہو گئے۔ ارما کی ہتھیلیاں بھیگ گئیں۔ منال کی حماقت نے انہیں بھائی کی نظر سے گرانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ اس نے خونخوار نگاہ سے منال کو گھورا۔ وہ پشیمان بیٹھی تھی۔

''وہ..... وہی بھائی! جو یہاں سیخ کباب لگاتا ہے۔ میں تو وہی کباب کھاؤں گی۔'' اس نے سنبھل کر بھی بے تکی بات کہی۔

''سیخ کباب.....؟'' عرفان بھائی کی حیرت واضح تھی۔ ''کیا شامیر کوئی کباب بنانے والا ہے؟''

''ارے کمال ہے بھائی! پچھلی بار آپ ہی نے ہمیں نام بتایا تھا۔ ٹپ بھی دی تھی اس بندے کو۔ کیا غضب کے کباب بناتا ہے وہ۔''

ارما نے بات سنبھالی تو عرفان بھائی اُلجھ کر آرڈر دینے کے لئے اُٹھ گئے۔ ان کے جاتے ہی ارما، منال پر اُلٹ پڑی۔

''یو اسٹوپڈ، یہ کیا بکواس کی ہے تم نے؟ کم سے کم بھائی کا لحاظ تو کر لو۔ کیا سوچیں گے وہ کہ ہم کسی شامیر کو جانتے ہیں۔''

''سوری یار! غلطی ہو گئی۔ مگر ذرا پیچھے مڑ کر دیکھو، وہ..... وہی ہے نا؟'' منال نے آنکھوں سے کافی فاصلے کی ٹیبل کی طرف اشارہ کیا۔ ارما کی نگاہ فوری طور کو اُٹھی تھی۔ وہاں کرسیوں پر تین لڑکے آپس کی گپ شپ میں مصروف تھے۔ دو کے چہرے ان کے مقابل تھے

اور تیسرے کی پشت دکھائی دے رہی تھی اور منال اسی لڑکے کو شامیر سمجھ رہی تھی۔

''نہیں۔'' ارما نے فوری طور پر رد کر دیا۔ ''یہ وہ نہیں، کوئی اور ہے۔''

''ارے واہ، تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو؟ ہم نے کمپیوٹر پر صرف اس کی شکل دیکھی ہے اور یہاں اس لڑکے کی صرف پشت نظر آ رہی ہے۔ مجھے بھی بس گمان سا ہوا کہ وہ وہی شامیر ہے۔ کاش وہ پلٹ کر ایک نظر ادھر دیکھ لے تو ہمارا وہم دُور ہو۔'' وہ بے حد متجسس تھی۔

''نہیں منال! وہ نہیں ہے۔ تم بلاوجہ ایکسائیٹڈ ہو رہی ہو۔'' ارما کا انداز حتمی تھا۔

''ارے چھوڑو یار! تمہیں اتنا یقین کیسے ہے؟ مجھے تو اب بھی وہی لگ رہا ہے۔'' منال کی نظریں اب بھی وہیں لگی تھیں۔

''نہیں، یہ وہ نہیں ہے۔ اس کے بال Crew Cut ہیں، بالکل ایک سولجر کی طرح۔ ایسے لوگ بیک سے صاف پہچانے جاتے ہیں۔''

''ہوں..... تو یہ بات ہے۔'' منال کی مسکراہٹ بے حد معنی خیز تھی۔ ''بہت کچھ ازبر کر رکھا ہے تم نے۔ کیسی گہری نظر ہے تمہاری، ارما!''

''نہیں منال! بات گہری نظر کی نہیں ہے۔ کچھ چہرے حافظے میں جلدی فٹ ہو جاتے ہیں۔ ایک ہی نظر میں دل کے اندر تک۔''

''ارے واہ، دل کے اندر تک.....!'' منال نے شوخ ہنسی کے ساتھ اس کا جملہ اچک لیا۔ ''کیا تمہارا وہی مطلب ہے، جو میں سمجھ رہی ہوں؟''

''جی نہیں، میرا دماغ خراب نہیں ہے، جو ایسی احمقانہ باتیں کرنے بیٹھ جاؤں۔ تم جانتی ہو، ہمیں اس شرارت میں سنجیدہ نہیں ہونا۔''

''تو پھر تمہاری بات کا مطلب کیا ہے ارما؟ اگر سنجیدہ نہیں ہونا تو اتنے جذباتی الفاظ استعمال کرنے کی ضرورت کیا ہے؟''

''بھئی میں نے کوئی جذباتی لفظ استعمال نہیں کیا، صرف ایک عام سی بات کہی ہے کہ اچھی شخصیت دل میں گھر کر جاتی ہے۔ اور وہ شخصیت کسی کی بھی ہو سکتی ہے۔ سو اس میں الرٹ ہو جانے والی کون سی بات ہے؟''

''چلو ٹھیک ہے، تم یہ بتاؤ، بات کرو گی نا شامیر سے؟'' منال نے بات کا رخ بدل دیا۔

ارما مسکرا دی۔

''ضرور۔ ہم تھوڑا مزہ ضرور لیں گے اور اس جینٹلمین فرام انگلینڈ کو آج رات خوب ستائیں گے۔ جل جل کر جواب دے گا تو خوب لطف آئے گا۔''

''سو تو ہے۔ لیکن یہ عرفان بھائی کہاں چلے گئے؟ اب تک نہیں آئے، آرڈر دے کر۔'' منال نے کلائی پر بندھی گھڑی دیکھ کر فکرمندی ظاہر کی تو ارما کی ہنسی نکل گئی۔

''وہ اتنی جلدی نہیں لوٹیں گے۔ پہلے شامیر کباب کے بارے میں اچھی خاصی چھان

بین کر کے آئیں گے۔ منال! تم اپنے لفظوں سے پھرنا نہیں، یہی کہتی رہنا کہ آپ نے پچھلی بار اسی کے ہاتھ کے کباب ہمیں کھلائے تھے۔ تھوڑا عرفان بھائی کو بھی گھما دیتے ہیں۔ یہ کب ہاتھ آتے ہیں ہمارے، ہمیشہ دھونس دیتے رہتے ہیں ہم بے چاریوں کو۔''

''ہاں یہ سچ ہے۔ عرفان بھائی کو بھی کبھار یونہی ستانا چاہئے۔ آخر ہم بہنوں کا بھی کوئی حق بنتا ہے ان پر۔''

وہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنس پڑیں۔ انہوں نے بیٹھے بٹھائے ایک ڈیسنٹ بندے کو کبابیا بنا کر عرفان بھائی کو سچ مچ گھما ڈالا تھا۔

❁

یہ مرحلہ بھی محبت میں خوشگوار رہا
اُلجھنا تم سے، تمہاری ہی جستجو کرنا

ڈیڑھ بج رہا تھا اور منال بھیگتی رات کی پروا کیے بغیر کمپیوٹر پر بیٹھی تھی، جب ارما کمرے میں داخل ہوئی۔ مانیٹر کی روشن اسکرین دیکھ کر اس نے پہلے گھڑی کو اور پھر منال کو حیرت سے دیکھا تھا۔

''یہ کیا کر رہی ہو منال؟ اتنی رات گئے کس سے بات کر رہی ہو؟''

''کسی سے نہیں۔'' وہ مگن سے انداز میں بولی۔ ''میلو چیک کر رہی ہوں۔ عمارہ نے مجھے وش کرنا تھا۔ یقیناً اس نے کوئی اچھا سا کارڈ بھیجا ہوگا۔''

''کس خوشی میں؟'' وہ اس کے قریب آ گئی۔ ''بھلا عمارہ کو کیا وِش کرنا ہے یار؟ تمہارا کوئی بانڈ نکلا ہے کیا؟''

''نہیں یار! میرے کیمسٹری میں سب سے زیادہ مارکس آئے ہیں۔ آئی ایم ٹاپ آف دی لسٹ اِن مڈٹرم۔''

''واؤ..... یہ شاندار خبر تم نے مجھے کیوں نہیں بتائی؟'' ارما نے فوراً شکوہ کیا۔

''بتائی تو تھی مگر تم توجہ کب دیتی ہو؟'' منال نے منہ بنا کر اس کی بے نیازی کو جتایا تو وہ شرمندہ ہو گئی۔

''سوری منال! بس کام کاج میں اُلجھ کر دھیان ہی نہیں رہتا، تمہاری اسٹڈیز کے بارے میں پوچھنے کو۔ میں جانتی ہوں، تم Brillient اسٹوڈنٹ ہو اور اپنی کلاس میں ہمیشہ ٹاپ آف دی لسٹ رہتی ہو۔ بہرحال، مبارک ہو، مجھے بہت خوشی ہوئی تمہارے رزلٹ کا سن کر۔''

''شکریہ۔'' وہ اسے دیکھ کر مسکرائی۔ ''لیکن خالی مبارک باد سے کام نہیں چلے گا۔ میں تم سے ایک اچھا سا گفٹ بھی لوں گی۔''

''وائے ناٹ سسٹر! تم Deserve کرتی ہو، میں بہت اچھی پرفیوم لے کر دوں گی تمہیں۔ وہی جو ہر بار مہنگی کہہ کر تم چھوڑ دیتی ہو۔''

ارما نے اسے خوش کیا اور الماری سے کپڑے نکال کر چینج کرنے کو چل دی۔ ابھی اس نے باتھ روم کے دروازے پر ہاتھ ہی رکھا تھا کہ منال کی زوردار چیخ نے اسے پلٹنے پر مجبور کر دیا۔ وہ منہ پر ہاتھ رکھے اوہو ہو کہے جا رہی تھی۔

''کیا پاگل پن ہے، منال؟ رات کے وقت کیوں چلا رہی ہو؟ آخر ایسا کیا لکھ بھیجا، عمارہ نے جو تم بچوں جیسی حرکتوں پر اُتر آئی ہو؟''

''ہائے ارما! ایک بہت بڑا سرپرائز ہمارا منتظر ہے۔ بائی گاڈ، کمال ہو گیا۔ ذرا ادھر آ کر دیکھو۔'' وہ بے حساب خوش تھی۔

''افوہ..... ایسا کون سا سرپرائز ہے یار؟'' ارما کپڑے پلنگ پر پھینک کر تیز قدموں سے پاس چلی آئی۔ مانیٹر کی اسکرین کو دیکھا تو ساکت رہ گئی۔ شامیر کی میل نظروں کے سامنے تھی۔ وہ منال کی آئی ڈی جانتا تھا، سو میل کے ذریعے اپنا پیغام دے رہا تھا۔

''اوہ مائی گاڈ! یہ تو چھپا رستم نکلا۔'' ارما کی حیرت دیدنی تھی۔ وہ دونوں تیزی سے میل پڑھنے بیٹھ گئیں۔

''ہائے مارلن منرو! دوستی نہ سہی، دشمنی ہی کر لو۔ سچ کہوں تو تم سے بات کر کے بہت اچھا لگا۔ مزہ بھی آیا اور تمہیں جلتا دیکھ کر خوشی بھی ہوئی۔ بھئی دشمن تم جیسا حاضر جواب ہو تو گفتگو کا رنگ بھی چوکھا ہوتا ہے۔ کیا میں اُمید رکھوں کہ تم دشمنی نبھانے آ جاؤ گی۔ گو کہ میں مارلن منرو کو پسند نہیں کرتا، مگر آج کل ڈیانا ہیڈن میری پسندیدہ ہے۔ جانتی ہو نا، وہ بیوٹی کوئن ہونے کے ساتھ ساتھ انٹرنیشنل ماڈل بھی ہے۔ کیا تم میری خوشی کے لئے تھوڑا بہت اس سے نہیں مل سکتیں؟ کوشش کرو۔ شاید مشابہت کی کوئی رمق تمہیں آئینے کے روبرو لے آئے۔ اگر ایسا ہو گیا تو پلیز مجھے اس نمبر پر کال کرنا۔ میرا سیل بے حد پرائیویٹ ہے۔ میرے سوا کسی اور کے استعمال میں نہیں رہتا، اوکے؟ اور اگر تم اس میل کا جواب دے سکو تو میں خود کو بہت لکی سمجھوں گا۔ میں جانتا ہوں، میری بے تکلفی تمہارا رنگ لال کر دے گی۔ مگر کبھی کبھار بے وجہ غصہ کرنا حماقت ہی نہیں، نقصان کا باعث بھی بنتا ہے۔ کیونکہ غصہ کرنے کا مطلب ہوتا ہے، دوسرے کی غلطی کا خود اپنے آپ سے بدلہ لینا۔ سوٹیل می مارلن منرو! کیا تم اتنی ہی بے وقوف ہو؟

جواب کا منتظر

تمہارا ویل وشر۔ شامیر''

''ڈیلیل، کمینہ کہیں کا۔'' وہ گلابی چہرے کے ساتھ واش روم کی طرف پلٹ گئی۔ لیکن منال کی شوخ ہنسی نے اس کے قدم جامد کر دیئے۔ وہ بے حساب ہنسے جا رہی تھی۔

''یار ارما! بہت بری چیز ہے وہ..... نہیں ناکوں چنے چبوائے گا۔ یہ میری فارکاسٹ ہے۔''

''ہونہہ..... تم اپنی Fo. cast ابھی اپنے پاس ہی رکھنا۔ ایسے ہوشیار خان کو میں

چٹکیوں میں اُڑا سکتی ہوں۔'' وہ تپ کر بولی تو منال کی ہنسی قہقہوں میں بدل گئی۔

''اوہ مائی گاڈ!..... کہہ رہا ہے، ذرا آئینہ دیکھ کر خود کو ڈیانا ہیڈن جیسا ڈھونڈنے کی کوشش کرو۔ اگر رتی بھر مشابہت بھی پاؤ تو مجھے فون کر لینا، کیونکہ وہ مجھے بے حد پسند ہے۔ ارے واہ! کیا بات ہوئی مسٹر شامیر کی۔ خدا کی قسم! لاجواب کر دیا ہے اس نے تمہیں ایک ہی میل ہے۔ بھلا تم کیا جواب دو گی، اس کی باتوں کا؟''

''دیکھو ابھی میرے جواب دینے کی باری نہیں آئی۔ اور اگر میرا منہ کھل گیا تو وہ بغلیں جھانکنے پر مجبور ہو جائے گا۔ بلاسٹ کر دوں گی میں دو منٹ میں اسے۔'' ارما سخت طیش میں تھی۔

''اوکے، لیکن ایسا ہو گا کب؟ اس کے بقول تم غصہ ور بھی بہت ہو اور غصے میں احمق بن کر دوسرے کی غلطی کا بدلہ خود سے لیتی ہو۔ آئی تھنک ہی از رائٹ۔ تم اب بھی ایسا ہی کر رہی ہو۔ ذرا اپنی شکل دیکھو، کتنی لال ہو رہی ہے۔''

''اوشٹ اپ منال! زیادہ شوخ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تھوڑا صبر کرو مائی ڈیئر! پہلے میرا جواب سن لینا، پھر اتنا انجوائے کرنا۔ میرا خیال ہے، تم اس کی نسبت میرے جواب کو زیادہ برجستہ پاؤ گی۔ تب تمہارے یہ اسٹوپڈ قہقہے تمہارے پیٹ میں کہیں نہیں سمائیں گے، بلکہ تم کسی Twister کی طرح گھر بھر میں چکراتی پھرو گی۔''

''اچھا۔'' منال کی مسکراہٹ اسے اب بھی جلا رہی تھی۔ ''تو لگی شرط؟''

''ہاں، لگا لو شرط۔ اس بدتمیز کو منہ کی نہ کھلا دی تو کہنا۔ کوئلے کی کان میں جا کر منہ کالا کرے گا۔ اِٹس اے پرامس۔''

''واؤ..... پھر تو وہ ہیرا بن کر نکلے گا۔'' منال معنی خیز انداز میں ہنسنے لگی۔ ارما نے بے تحاشا کھسیاہٹ کے ساتھ میز پر پڑا واز اٹھا کر منال کو کھینچ مارا اور خود کچھ کہے بغیر واش روم میں بند ہو گئی۔ دروازہ بند کرتے ہی وہ خود بھی ہنس پڑی تھی، مگر وہ ہنسی کھسیانی تھی۔ شامیر نے اس کی باتوں کے جواب میں ایک میل کر کے کسی دشمن کی طرح دانت کھٹے کر دیئے تھے، اب اسے جواب دینا ضروری ہو گیا تھا۔

❁❁❁

چاہے جتنی بھی احتیاط کرو
روگ دل کو لگا ہی کرتا ہے
کس نے دیکھی ہے انتہا اس کی
عشق بس ابتدا ہی کرتا ہے

عرفان بھائی کو بھی بے وقت کام سوجھا تھا۔ انہیں اپنے کمرے میں مسلسل مصروفِ عمل دیکھ کر نہ جانے کیوں ارما پر وحشت سوار تھی۔ وہ کمرے کی صفائی کا ارادہ باندھے بیٹھی تھی اور ادھر عرفان بھائی تھے کہ کمپیوٹر کی جان کو اٹک گئے تھے۔ خدا جانے کون سے چٹھے اُٹھا لائے تھے، جنہیں پرنٹ آؤٹ ہوتا دیکھ کر ارما کی آنکھیں پتھرانے لگی تھیں۔ اب کی بار وہ کمرے میں آئی تو بھائی کے ساتھ حمزہ کو بیٹھا دیکھ کر مارے جھلاہٹ کے رہ نہ سکی۔ تپ کر بولی۔

''آپ کب آئے، حمزہ بھائی؟ کیا آسمان سے ڈائریکٹ ٹپک پڑے ہیں؟''

''ارے یار! حمزہ ابھی آیا ہے۔ تم ذرا ایک کپ چائے لے آؤ اس کے لئے۔'' جواب عرفان بھائی کی طرف سے آیا تھا۔ وہ سلگ کر رہ گئی۔ کشن بستر پر پٹخ کر بولی۔

''اس دوپہر میں چائے پی کر کیا کریں گے، حمزہ، بھائی! آپ کہیں تو ٹھنڈا پانی لے آؤں۔ زیادہ فریش ہو جائیں گے۔''

''نو تھینکس۔ میں نہا کر آیا ہوں، ارما! مزید فریش ہونے کا خواہش مند نہیں ہوں۔'' حمزہ بھی عرفان بھائی سے کچھ کم نہیں تھا۔ جواب ایسا تاک کر دیا کہ ارما کچھ اور چڑ گئی۔

''تو آپ چائے ہی پئیں گے، بھری دوپہر میں؟''

''ہاں..... اسے چائے کی طلب ہے۔ پانی بے شک تم خود پی لینا۔'' عرفان بھائی نے سر اٹھا کر شوخ نظروں سے اسے دیکھا تو حمزہ بے اختیار ہنس پڑا۔ ارما کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

''اپنے گھر سے یونہی اُٹھ آتے ہیں نواب صاحب۔ نہا دھو لیا تھا تو چائے بھی پی کر آتے۔'' وہ بڑبڑائی تو عرفان بھائی نے اسے گھور کر دیکھا۔

''سم تھنگ رانگ ودیو، ارما؟''

''ارے کاہے کا رانگ ودی۔ نوکر سمجھ رکھا ہے آپ نے مجھے۔ آپ اور امی مل کر مجھے کچن سے باہر نکلنے نہیں دیتے۔ اب چائے کا آرڈر نافذ کر دیا ہے۔ آخر کب اٹھیں گے آپ؟ مجھے اپنا

کمرہ صاف کرنا ہے۔'' اس نے جیسے احتجاج کیا۔

''تمہیں کس بات کی جلدی ہے؟ کام پورا ہو گا تو نکل جاؤں گا تمہارے کمرے سے۔'' ان کی ناگواری واضح تھی۔

''لیکن ابھی مجھے اور بھی بہت کچھ کرنا ہے، آپ کمرے سے باہر جائیں گے تو.....''

''ارما!'' عرفان بھائی نے اس کی بات تند لہجے سے کاٹی۔ ''کہا ہے نا، چائے لاؤ۔ بحث کیوں کر رہی ہو، بے وجہ؟''

''ہونہہ.....'' وہ من ہی من میں سلگتی کمرے سے باہر چل آئی۔ سامنے سے منال کپڑوں کی بالٹی تھامے وزن سے بے حال ہوتی چھت کی سیڑھیاں چڑھتی دکھائی دی۔ ارما کی توجہ اس کی جانب مرکوز ہو گئی۔

''دھو لئے کپڑے تم نے؟''

''ارے ابھی کہاں۔ امی نے اپنے کمرے کے پردے بھی اُتار کر دے دیئے۔ خدا کی قسم، ہماری ماں کا بس چلے تو گھر پر ہی دھوبی گھاٹ کھول دیں۔ مفت کی دُھلائی اور کمائی الگ۔ کیا خیال ہے ارما! میں اور تم مل کر شہر بھر کے کپڑے آسانی سے دھو سکتے ہیں نا؟''

''اوہ، بے کار کی باتیں مت کرو، منال! اب کیا یہی اوقات رہ گئی ہے ہماری؟ پہلے گھر کے کام کو بھگتو، پھر مہمان داری نبھاتے رہو۔''

''مہمان داری؟'' منال آخری سیڑھی پر رک گئی۔ ''کوئی آیا ہے ارما؟''

''ارے وہی حمزہ بھائی آئے ہیں۔ اور کون۔''

''حمزہ۔'' منال کی ہنسی نکل گئی۔ ''وہ ہیرو کب سے مہمانوں میں شمار ہونے لگے؟ بائی دی وے، کیا پہن کر آئے ہیں؟ جینز کے ساتھ لاتعداد پاکٹ والی شرٹ یا وہی کالا سوٹ، جس میں وہ ناکام وکیل نظر آتے ہیں۔''

''افوہ، خدا جانے کیا پہنا ہے انہوں نے۔ اس وقت ان کا نام بھی مت لو۔ دیکھو منہ اٹھا کر.....''

ارما کی بات ادھوری رہ گئی۔ منال کا زوردار قہقہہ اس کی آواز پر غالب آ گیا تھا۔

''یہ تم کیا سے کیا ہانک رہی ہو؟ لگتا ہے، کچھ زیادہ ڈپریس ہو۔''

''ہاں منال! مجھے کمرہ صاف کرنے کی جلدی ہے۔ اور عرفان بھائی ہیں کہ چائے کی فرمائش لے کر بیٹھ گئے۔ حد ہوتی ہے یار! ان گرم دنوں میں کون دوپہر میں چائے پیتا ہے؟ اگر عرفان بھائی اصرار نہ کرتے تو میں حمزہ بھائی کو صاف منع کر دیتی۔''

''کیوں بھئی، آج ان سے کیا پرخاش ہو گئی؟ ایک کپ چائے بنانے میں کون سی صدی لگے گی، جو تمہارا موڈ آف ہے؟''

''موڈ تو آف ہونا چاہئے۔ حد ہے سستی کی۔ صبح سے عرفان بھائی کمرہ گھیر کے بیٹھے

ہیں۔ مجال ہے جو تھک کر رک جائیں۔ خدا جانے کیا کیا ٹائپ کر رہے ہیں، کاغذات ہیں کہ ختم نہیں ہوتے۔ ادھر میں ہوں، بیزاری سے ان کی فراغت کے انتظار میں ہلکان ہوئے جا رہی ہوں۔ اُف، منال! کیا بتاؤں، کس قدر گندا ہو رہا ہے ہمارا کمرہ۔ بالکل پرائمری کلاس جیسا۔ ہر چیز گندی اور بکھری ہوئی۔ جیسے بھگدڑ مچی ہو۔"

"ارے واہ۔" وہ گیلے کپڑے جھٹکتے ہوئے پھر ہنس پڑی۔ "تمہیں پرائمری کلاس اب تک یاد ہے، ارما! سو امیزنگ یار۔ بڑا تیز حافظہ ہے تمہارا۔"

ارما نے برا سا منہ بنا کر اسے گھورا اور کچن کی طرف آ گئی، جہاں امی کھانا پکانے کا موڈ بنائے فریج کے سامنے کھڑی تھیں۔ ارما کو دیکھتے ہی بولیں۔

"اچھا ہوا تم آ گئیں۔ بتاؤ، آج کیا پکائیں؟ دال، آلو گوبھی یا سیدھا سادا گوشت بھون لیں؟"

"فی الحال چائے بنے گی، امی! حمزہ بھائی کے ساتھ ہم بھی آج دوپہر میں پاپے بھگو کر کھا لیں گے۔"

"ہائیں..... کیا مطلب؟" امی حیرت سے اس کی صورت تکنے لگیں۔

"مطلب یہ کہ عرفان بھائی اور حمزہ بھائی کو چائے کی طلب ہے۔ دوپہر کے ایک بجے اگر وہ چائے نوش فرمائیں گے تو کھانا یقیناً سہ پہر میں تناول فرمائیں گے..... اس لئے تردّد چھوڑیے اور پتیلی بھر کر چائے بنا لینے دیجئے۔ ڈبل روٹی کھا کر دوپہر گزر جائے گی۔ نو پرابلم۔"

"ہوں۔" امی نے ایک ہنکارا بھرا۔ "تو تمہیں چائے بنانے پر اعتراض ہے؟"

"نہیں، اعتراض کہاں؟ مجھے تو صاف انکار ہے۔ مگر عرفان بھائی کے حکم سے سرتابی کی مجال کہاں؟" وہ واقعی بے زار تھی۔

"ٹھیک ہے، تم جاؤ۔ چائے میں بنا دیتی ہوں۔" امی نے اس کے بگڑے موڈ کا اندازہ کر کے خود ہی کیتلی چولہے پر چڑھا دی تو ارما یکدم شرمسار سی ہو گئی۔

"میں نے ایسا کب کہا کہ چائے آپ بنائیں، میں تو صرف....."

"رہنے دو، ارما! تم اپنا کام کرو۔ آج کھانا بھی میں بنا لوں گی۔" ان کے لہجے کی نرمی نے ارما کو کچھ حوصلہ دیا۔ وہ مسکرا کر اثبات میں سر ہلاتی کچن سے نکل آئی۔ تب ہی اچانک اس کے سیل فون کی رنگ ٹون نے اسے متوجہ کیا تھا۔ اس کا موبائل لاؤنج ہی میں پڑا تھا۔ وہ سیدھی وہیں چلی آئی۔ کوئی Unknown نمبر تھا۔

"یہ کس کا فون آ گیا؟" اس نے پُرسوچ انداز میں ہیلو کہہ دیا۔

"ہائے، مارلن منرو! کیسی ہو؟" دوسری طرف سے کسی نے لپک کر پوچھا تو وہ ایک دم سے اُچھل پڑی۔

"کک..... کیا مطلب؟..... کون ہو تم؟"

"وہی جس پر غصہ کر کے تم خود کو سزا دے رہی ہو۔" انداز ذومعنی تھا۔

"کیا مطلب.....؟" وہ بے طرح چونکی۔

"مطلب تم بتاؤ گی۔ میری میل کا جواب کیوں نہیں دیا؟" شامیر کا انداز شگفتگی سمیٹے ہوئے تھا، پر وہ حیران پریشان تھی۔ اس کا سیل فون نمبر شامیر کو کیسے مل گیا؟ یہ سوال ایک ہی پل میں اس کی سانس خشک کر گیا تھا۔

"آپ..... آپ کون ہیں؟ میں آپ کو نہیں جانتی۔" وہ کچھ خوف زدہ سی ہو کر اسے پہچاننے سے انکار کر گئی۔

"چلو ایک اور سرپرائز دے ڈالا تم نے۔ کیا واقعی مجھے نہیں جانتیں؟" وہ ہنس رہا تھا۔

"جی نہیں۔ مجھے کیا پتہ، آپ کون ہیں؟" وہ مُصر تھی۔

"اچھا، پھر بار بار مس کال کر کے مجھے ٹریس کرنے کی کوشش کیوں کی ہے تم نے؟ تم کیا سمجھتی ہو، میں تمہیں پہچان نہیں پاؤں گا؟"

"کک..... کیا مطلب؟" وہ بھونچکی رہ گئی۔ "مجھے کیا ضرورت پڑی ہے، آپ کو مس کال کرنے کی؟"

"ضرورت کی خبر تمہیں بہتر ہو گی۔ بٹ فار یور کائنڈ انفارمیشن، تمہاری طرف سے پانچ بار مس کالز دی گئی ہیں اور ہر بار میں نے جونہی اپنا سیل آن کیا، تم نے چالاکی سے رابطہ منقطع کر دیا۔ نمبر ایک ہی تھا، اس لئے تمہارا دھیان سب سے پہلے آیا۔ کیونکہ میل میں، میں نے اپنا نمبر تمہیں لکھ بھیجا تھا۔ اس طرح چوری چوری تنگ کرنا دشمنوں کا شیوہ ہے۔ دوستی کر نہیں سکتیں تو دشمنی پر اُتر آئیں۔ کیوں؟"

"دیکھئے، جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں وہ محض بکواس کہلائی جا سکتی ہے۔ بھلا میں مس کالز کر کے آپ جیسے اجنبی شخص سے دشمنی کیسے نبھاؤں گی؟ پلیز بے وجہ مجھے پریشان مت کیجئے۔ میں نے کہا ہے نا، میں آپ کو نہیں جانتی۔" ارما نے اسے ڈانٹ دیا تو وہ صاف برا مان گیا۔ روٹھے انداز سے بولا۔

"دیکھو لڑکی! یہ لہجہ مجھے اچھا نہیں لگ رہا۔ بہتر ہو گا، تم سیدھے سبھاؤ اپنی مشکل کہہ ڈالو۔"

"مشکل....." وہ بھنّا کر رہ گئی۔ "یہ مشکل کیا کم ہے کہ آپ بے وجہ میری جان کو اٹک رہے ہیں۔ بھئی آپ ہیں کون جو مجھے زچ کرنے پر آمادہ ہیں؟ کیا آپ کو سنائی نہیں دیتا کہ میں آپ کو نہیں جانتی۔"

"اُفوہ، میں شامیر ہوں، مارلن منرو! پلیز اب تو جان جاؤ، میں کون ہوں۔"

"سوری، رانگ نمبر۔" اس نے درشت لہجے میں اس کی بات کاٹی اور موبائل آف کر دیا۔

"اوہ مائی گاڈ..... یہ سب کیا ہے خدایا! اس کا فون میرے موبائل پر..... یہ کیسے ممکن

ہے؟''

وہ ہراساں کھڑی تھی۔

جب ہی منال چلی آئی۔ ارما کی اُڑی رنگت اور پھیکی آنکھوں کو دیکھ کر ایک نظر میں اُس کی ابتر حالت کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔

''ارے کیا ہوا ارما! اتنی گم صم سی کیوں کھڑی ہو؟'' وہ اس کے پاس آ گئی۔

ارما نے خالی نظروں سے بہن کی صورت دیکھی اور دبی آواز سے بولی۔ ''شامیر نے میرے موبائل پر کال کیسے کی؟ اسے میرا نمبر کس نے دیا ہے منال؟''

''اوہ.....تو یہ بات ہے۔'' منال فوراً ہی ہنس دی۔ ''بھئی میں نے دیا ہے تمہارا نمبر۔ اور بھلا کون یہ حرکت کرے گا؟''

''تم نے.....؟'' ارما بے ہوش ہوتے ہوتے بچی۔ ''لیکن کیوں؟.....اتنی گری ہوئی حرکت تم بھلا کیسے کر سکتی ہو؟''

''اے، مائنڈ یو۔'' اس نے ناگواری سے انگلی اٹھائی۔

''یہ گری ہوئی حرکت نہیں ہے، میں صرف یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ اس لڑکے نے اپنی ای میل میں جو نمبر دیا ہے، وہ اسی کا ہے یا نہیں؟ سو تمہارے موبائل سے میں بار بار اسے رِنگ کرتی رہی۔ جونہی وہ سیل اُٹھاتا، میں فوراً ڈس کنکٹ کر دیتی۔ لیکن وہ بھی ایک نمبر کا شاطر ہے، سیل پر تمہارا نمبر دیکھ کر جوابی کارروائی کر بیٹھا۔ اب تم بتاؤ، اس میں پریشان ہونے والی کون سی بات ہے؟''

''اوفوہ، منال! تم ہوش میں ہو؟ اپنا سیل نمبر کسی اجنبی کو دینا کتنی بڑی حماقت ہے۔ وہ اس نمبر کو ٹریس کر کے ہمارے گھر تک بھی آ سکتا ہے۔'' ارما نے دانت پیس کر جیسے اسے سمجھانے کی کوشش کی تو وہ کاندھے اچکا کر لاپروائی سے بولی۔

''سو واٹ۔ وہ آ بھی گیا تو ہم کون سا اس کی خاطر داری کرنے بیٹھ جائیں گے؟''

''اچھا، تو کیا کرو گی تم؟.....کیا اسے سر پر کھڑا دیکھ کر بھی نظر انداز کر دو گی؟''

''بھئی کرنا پڑے گا۔ ورنہ امی ابو کو تم جانتی ہو، ہمیں لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔''

''یہی تو.....'' ارما نے جیسے سر پیٹ لیا۔ ''ہمیں بہت جلد یہی لینے کے دینے پڑنے والے ہیں کیونکہ وہ کسی بھی دن اس گھر میں آ دھمکے گا۔ اوہ منال! حماقت کی انتہا کر ڈالی ہے تم نے۔ ایک راہ چلتے کو گھر کا راستہ دکھا دیا؟''

''ڈونٹ بی سو سیریس یار! یہ محض ایک شوخ ادا تھی، وہ یہ سب سمجھتا ہے، اتنا عقل سے پیدل نہیں ہے، جو منہ اٹھا کر ادھر چلا آئے گا۔ پڑھا لکھا بندہ ہے، کچھ تہذیب تو رکھتا ہو گا نا۔ پھر تم نے کون سا سیدھے منہ بات کی ہو گی، یقیناً ڈانٹ دیا ہو گا۔ اب اس طرح یوں منہ کی کھا کر بھلا کون دوبارہ بے عزتی کروانے آئے گا؟ سو ڈونٹ وری، تم سب کو ایک لاٹھی سے ہانکنے

کی عادی ہو، ارما! تمہاری یہی خشک مزاجی دوسرے کو بہت جلد تم سے بدظن کر ڈالتی ہے۔ اور آج بھی وہی تم سے بدظن ہوا ہو گا۔''

''مائی فٹ۔'' ارما جل کر راکھ ہو گئی۔ ''ہوتا ہے بدظن تو ہوا کرے۔ لیکن یہ حرکت شرارت کے زمرے میں نہیں آتی، منال! ہمیں سب سے پہلے اپنے گھر کے تقدس کا خیال رکھنا چاہئے۔ ایسی چھوٹی موٹی شوخیاں چیٹنگ کی حد تک تو ٹھیک ہیں، مگر یہ شرارتیں کمپیوٹر سے باہر نکل کر تہمت بن جاتی ہیں۔ اینڈ یو نو، لڑکیوں کو اس قسم کی تہمتوں سے ہزار گز دُور رہنا چاہئے۔''

وہ سختی سے بولی۔ پھر منال کی کسی صفائی سے پہلے ہی اپنے کمرے میں چلی آئی۔ اس کا دل اب تک دھک دھک کر رہا تھا۔ منال کی حماقت جانے کیا رنگ لانے والی تھی۔ اس سے پہلے کہ کوئی پیش رفت مزید ہوتی، حفاظتی تدبیر کے طور پر ارما کو اب شامیر سے رابطہ قائم کرنا تھا۔ منال کی حماقت پر پردہ ڈالنا ضروری تھا۔ لیکن اسے کرنا کیا تھا، فی الوقت وہ کچھ نہیں جانتی تھی۔

❋

بہت آسان لگتا ہے
وفا کی بات کہہ لینا
بہت آسان لگتا ہے
وفا کی داستاں کہنا
مگر سوچیں، اگر ہم تم
محض اِک بات کہہ دینا
محض اِک داستاں کہنا
بہت مشکل بھی ہوتا ہے

عرفان بھائی نے اسے دن بھر بے زار رکھا تھا۔ اور اب عمارہ پریشان کرنے کو آئی بیٹھی تھی۔ رات کے ساڑھے دس ہو رہے تھے اور ارما کا برا حال تھا۔ وہ کمپیوٹر پر بیٹھنے کی خواہش مند تھی، مگر منال کو عمارہ کے نخرے اُٹھانے سے فرصت نہیں تھی۔ وہ سب کچھ بھلائے اپنی عزیز از جان سہیلی کو چائے کے ساتھ گرما گرم پکوڑے اور شامی کباب کھلانے پر مُصر تھی۔ چائے کا یہ دوسرا دور تھا اور باتوں افسانوں کا نہ جانے کون سا۔ دنیا جہان کی گپیں ہانک کر بھی وہ دونوں تازہ دم تھیں۔ عمارہ اس وقت بھی کسی نئے فیشن شو کی روداد سنا رہی تھی، جہاں وہ اپنی کچھ کزنز کے ساتھ خوب انجوائے کر کے آئی تھی اور اب منال کو بیسٹ فرینڈ ہونے کے ناتے ساری تقریب کا آنکھوں دیکھا احوال سنانا عین ضروری سمجھتی تھی۔ اور یہ سب ارما کی برداشت سے باہر تھا۔ شامیر کی کال جب سے اس کے سیل فون پر آئی تھی، ارما کو ہر سانس بھاری لگ رہا تھا۔ وہ جلد از جلد اس قصے کو ختم کرنے کی خواہاں تھی۔ اسے اپنے بچاؤ کا کوئی خاطر خواہ انتظام کرنا تھا

اور اسی لئے وہ آج کمپیوٹر پر بیٹھ کر شامیر سے کچھ سنجیدہ قسم کی بات چیت کرنا چاہتی تھی۔ مگر عمارہ کی فضول باتیں جیسے سماعتوں کا امتحان لینے پر تُل گئی تھیں۔ شاید اسی لئے وہ بے سوچے سمجھے انتہائی بے زاری سے بولی۔

''یار عمارہ! بس بھی کرو۔ چار بار میں سن چکی ہوں، اس فیشن شو کے بارے میں۔ اب اور کتنے کان کھاؤ گی، منال کے؟ اللہ جانے اسے تمہاری کن باتوں پر اتنا لطف آ رہا ہے کہ وہ نان اسٹاپ تمہیں سنتی چلی جا رہی ہے۔''

''ہائیں، کیا تم بور ہو رہی ہو، میری باتوں سے؟'' عمارہ نے چائے کے تیسرے کپ کا پہلا گھونٹ بھر کر حیرت سے پوچھا تو ارما کو بے زاری ہونے لگی۔

''بوریت کی ایک لمٹ ہوتی ہے، یار! تم وہ لمٹ بھی کراس کر چکی ہو۔ خدا کے لئے، بند کرو اس ٹاپک کو۔''

ادھر منال کا موڈ آف ہو گیا۔ عمارہ کی انسلٹ محسوس کر کے اس نے ارما کو گھورا۔ ''کیا ہوا ارما؟ کیا نیند آ رہی ہے تمہیں؟''

''نہیں، بس میں کچھ دیر اس کمرے میں تنہا رہنا چاہتی ہوں۔''

''کیوں..... ایسی کون سی افتاد پڑ گئی ہے تم پر؟''

''بس پڑ گئی ہے نا۔'' وہ چیخ کر بولی۔ ''اب پلیز میرا دماغ مت کھاؤ۔ ایسا کرو، کمرہ خالی کر کے تم دونوں لاؤنج میں چلی جاؤ..... مجھے پتہ ہے، وہاں تمہیں کوئی ڈسٹربنس نہیں ہو گی۔''

''لیکن ہم یہاں بھی ڈسٹرب نہیں ہیں، ارما! سارا پرابلم تمہیں ہے۔ بولو، کیا ہوا ہے؟'' عمارہ نے اس بار بہت نرمی اور محبت سے پوچھا تو ارما کو فوراً ہی شرمساری کا احساس ہوا، ندامت سے بولی۔

''نہیں یار! مجھے کوئی پرابلم نہیں ہے۔ بس طبیعت کچھ اُکتا گئی ہے۔ عجیب یاسیت سی سوار ہے۔ دل چاہتا ہے، بالکل اکیلی ہو کر بیٹھ جاؤں۔ کوئی بھی مجھ سے بات تک نہ کرے۔''

''لیکن کیوں؟..... کوئی ڈپریشن ہے تمہیں؟'' وہ پریشان ہو گئی۔

''ہاں، شاید اسے ڈپریشن ہی کہتے ہیں۔''

وہ اُلجھ کر بے وجہ ناخن کترنے لگی۔ تب منال نے غور سے اسے دیکھا اور اُٹھتے ہوئے بولی۔ ''ٹھیک ہے، ہم لاؤنج میں چلے جاتے ہیں، تم آرام کرو۔''

''نہیں منال! خاصا ٹائم ہو گیا ہے، اب میں بھی چلتی ہوں۔ بہت دیر ہو گئی ہے مجھے ادھر آئے ہوئے۔ ماما راہ دیکھ رہی ہوں گی۔'' ارما نے بھی کپ میز پر رکھ کر اپنی جگہ چھوڑ دی۔

اس کے یوں اُٹھ جانے پر ارما کو اپنی بدتمیزی کا شدت سے احساس ہوا۔

''سوری یار.....!'' اس نے لپک کر عمارہ کا ہاتھ تھام لیا۔ ''شاید تم میری باتوں پر خفا ہو

گئیں۔ مجھے وہ سب نہیں کہنا چاہئے تھا، لیکن میں..... میں واقعی بہت پریشان ہوں عمارہ! پلیز، تم میری کسی بات کا برا مت ماننا۔''

''ارے نہیں ارما! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہو جاتا ہے کبھی ایسا بھی۔ دل تنہائی کو ترستا ہے۔ بٹ آئی تھنک، تم کچھ تھک گئی ہو۔ سو جاؤ تو بہتر ہو گا۔ اس طرح ڈپریشن سے بھی نجات مل جائے گی۔'' اس نے محبت سے ارما کا ہاتھ دبایا اور منال سے الوداعی کلمات کہتی کمرے سے نکل گئی۔ منال بھی اس کے ساتھ ہی باہر آ گئی۔ عمارہ کا دیا ہوا وشنگ کارڈ ابھی تک ٹیبل پر پڑا تھا۔ ساتھ ایک گفٹ پیک بھی تھا، جسے منال نے اب تک نہیں کھولا تھا۔ وہ عمارہ کو گیٹ تک چھوڑ کر واپس کمرے میں آئی تو ارما کو کمپیوٹر کے سامنے براجمان پایا۔ چہرے کا تاثر کچھ ایسا تھا، جیسے کسی دباؤ کا شکار ہو۔ ایک پریشانی اور تفکر اس کی صورت سے ہویدا تھا۔

''سنو، اب یہ کیا کر رہی ہو تم؟..... ڈپریشن دور کرنے کے بجائے اسے بڑھانے کے چکروں میں ہو؟'' منال اس کے قریب پڑے کاؤچ پر بیٹھ گئی۔ ارما نے اسکرین سے نظر ہٹا کر لمحہ بھر کے لئے منال کو دیکھا، پھر دوبارہ کمپیوٹر کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولی۔

''یہ سب تمہاری وجہ سے ہے..... شامیر کو میرا ایسل نمبر دے کر تم نے میرا دماغ بھک سے اُڑا دیا ہے۔ اب مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ میں کیا کروں، کیسے حالات کو پہلے جیسا کروں؟''

''ارے، اس میں اتنا جذباتی ہونے والی کون سی بات ہے؟'' منال نے ایک سنجیدگی سے سر جھٹکا۔ ''تم بھی بلاوجہ پریشان ہو جاتی ہو۔ میں نے سوچا، جانے کون سا ڈپریشن سوار ہے تم پر، جو عمارہ کے سامنے اس قدر بدتہذیبی پر اُتر آئیں؟ ارما! آج تم نے بے حد اِل مینرڈ ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ بھلا کیا سوچتی ہو گی، عمارہ؟ کیا تم تھوڑی دیر اور اسے کمرے میں برداشت نہیں کر سکتی تھیں؟''

''کیسے کرتی؟ تم نے ایک ہوّا میرے سر پر کھڑا کر دیا ہے، شامیر نام کا۔ اب مجھے صرف اسی ایک سے بات کرنی ہے۔ اس لئے پلیز، تم چپ چاپ بیٹھ جاؤ۔ وہ آن لائن ہو گا تو اس سے گفتگو کے دوران میں ایک لفظ کی مداخلت بھی برداشت نہیں کروں گی۔''

''ٹھیک ہے، مگر آج شامیر آن لائن نہیں ہو گا۔ وہ صرف تھرس ڈے کو آتا ہے۔ آج فرائی ڈے ہے، سو تم بھی کمپیوٹر آف کر کے سو جاؤ۔'' منال نے اسے صلاح دی تو ارما نے اسے گھور کر دیکھا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟ یہ تھرس ڈے، فرائی ڈے کا کیا چکر ہے؟''

''وہ اپنے بزنس میں مصروف رہنے والا بندہ ہے، ارما! اس کے پاس صرف تھرس ڈے آف ہوتا ہے، اس نے آج مجھے بتایا تھا، اسی لئے کہہ رہی ہوں، تم سو جاؤ۔ میں اس سے بات کر چکی ہوں۔''

''کیا.....؟'' ارما ششدر رہ گئی۔ ''تم بات کر چکی ہو؟ مگر..... مگر کیا بات کی ہے تم

نے؟''

''آج میں نے تمہارے بی ہاف پر بات کی تھی۔ وہ یہی سمجھا کہ تم آن لائن ہو، اس لئے مجبوراً مجھے ارما بن کر بات کرنی پڑی۔''

منال نے سچ بات سنائی تو ارما کا غصے سے برا حال ہو گیا۔ تنتنا کر بولی۔ ''تمہیں کس نے کہا تھا، میرا نام استعمال کرنے کو؟''

''میں نے تمہارا نام استعمال نہیں کیا، بلکہ اسی مارلن منرو کے کیریکٹر کا فائدہ اٹھایا تھا۔ اب وہ ساری بات سمجھ گیا ہے، اس لئے تمہیں دوبارہ فون نہیں کرے گا۔ سو تم پُرسکون ہو کر سو جاؤ۔''

''کیا مطلب؟'' وہ منال کی ہر بات پر شاکڈ ہو رہی تھی۔ ''ایسا کیا کہہ دیا تم نے اسے، جو وہ فون نہیں کرے گا؟''

''میں نے کہا، وہ فون نمبر دراصل میری فرینڈ کا ہے۔ تم نے کل جو باتیں بھی کی تھیں، وہ اس بے چاری کے سر سے گزر گئیں۔ اسے تمہارے بارے میں کچھ پتہ نہیں ہے، اس لئے تم دوبارہ وہاں فون مت کرنا۔''

''لیکن..... لیکن وہ اتنا احمق کیسے ہو سکتا ہے؟'' ارما کے پیٹ میں مروڑ اُٹھنے لگے۔ ''تم یہ کیسی انہونی باتیں کر رہی ہو منال.....؟ تمہاری فرینڈ کے فون کا بہانہ سن کر اس بے وقوف کو یہ پوچھنا چاہئے تھا کہ تم نے ایک تھرڈ پرسن کے فون سے بار بار مس کالز کیوں کیں؟

''ہاں، اس احمق نے ایسا ہی پوچھا تھا، سو میں نے کہہ دیا کہ کالج میں وہ میرے قریب بیٹھی تھی۔ سیل فون اس کے ہاتھ میں تھا، اس لئے اسی کے موبائل کو ذریعہ بنا کر میں اسے ٹریس کرنے کی کوشش میں کامیاب ٹھہری تھی۔''

''پھر..... پھر وہ کیا بولا؟'' ارما کا جیسے سانس رکنے لگا۔ منال کی زیادتی حد سے گزر رہی تھی۔

''بھئی، بولنا کیا تھا، بس یہی کہا کہ ایسے کاموں کے لئے دوستوں کی چیزیں استعمال نہیں کرتے۔ اسے افسوس ہو رہا تھا کہ وہ ایک اجنبی لڑکی سے فضول بحث کرتا رہا، بلکہ اسے ترس بھی آ رہا تھا کہ وہ لڑکی بلاوجہ گھبرا گئی تھی اور بار بار اسے نہ جاننے کی دعوے داری کر رہی تھی۔ بہرحال اس نے میرے توسط سے اسے سوری بولا ہے۔ سو پلیز ارما! اب تم ذہن سے ہر اندیشہ جھٹک کر سونے کی تیاری کرو، ورنہ تمہیں پھر سر درد کی شکایت ہو جائے گی۔''

''اوہ پلیز، اپنی بکواس بند کرو منال! بس بہت ہو گیا۔ میں اب تمہاری کسی حماقت میں حصے دار نہیں بنوں گی، سمجھیں تم؟''

وہ منال کے دلاسوں کے بعد جیسے بھنّا کر بولی اور ایک جھٹکے سے کرسی پرے کھسکا کر کمرے سے نکل گئی۔ اس کے اس کڑے ری ایکشن پر پہلے تو منال کو کچھ پلّے نہ پڑا، پھر وہ بھی

تیز رفتاری سے اٹھ کر اس کے پیچھے لپکی تھی۔

''ارما!..... پلیز، بات تو سنو۔''

''مجھے کوئی بات نہیں کرنی تم سے۔ پلیز، مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ کم سے کم اس وقت میں تمہاری صورت دیکھنا نہیں چاہتی۔'' اس نے ہاتھ جھٹک دیا۔

''ارے.....'' منال کی ہنسی میں کھسیاہٹ کا رنگ نمایاں تھا۔ ''اتنی گرمی کیوں کھا رہی ہو، میری بہن! کیا میں نے کچھ غلط کیا ہے؟''

''صرف غلط؟'' ارما نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔ ''تم نے میرا استعمال کیا ہے ایڈیٹ!''

''کیسا استعمال؟'' وہ بوکھلا کر اس کی صورت تکنے لگی۔ ''تم غلط سمجھ رہی ہو، ارما! میں نے صرف بات سدھاری ہے اور اس سدھار میں نہ کسی کا نام استعمال ہوا ہے اور نہ کسی پر کوئی زیادتی ہوئی ہے۔ جو بات غلط ہو گئی تھی، اسے نبھانے کے لئے میں نے صرف جھوٹا بہانہ تراشا ہے۔ اب اس جھوٹے بہانے میں تمہاری اپنی ذات انوالو تھی تو اس میں میرا کیا قصور؟ میں نے بہرحال تمہیں سپورٹ کیا۔''

وہ بری طرح تڑپی۔ ''کیا ایسے سپورٹ کرتے ہیں؟..... میری نیند حرام کر دی تم نے۔ اس کے نمبر کو چیک کرنے اور اسے ٹریس کرنے کے چکر میں تم نے میرا موبائل استعمال کیا اور اس نے فوری طور پر جواباً ادھر فون بھی کر دیا۔ سوچو منال! اگر وہ کال عرفان بھائی ریسیو کر لیتے تو؟..... جانتی ہو کیا ہوتا؟ ہمارا بھائی ہمیں کسی صفائی کا موقع دیئے بغیر کسی لڑکے کے عشق میں مبتلا ہو جانے کا طعنہ دیتا۔ تمہیں اچھی طرح پتہ ہے، عرفان بھائی عموماً اپنے سیل کی بجائے میرا موبائل بھی استعمال کر لیتے ہیں۔ چلو، اسے بھی چھوڑو۔ یہ سوچو منال! اگر امی مجھے شامیر سے بات کرتے سن لیتیں تو میں کیا صفائی دیتی انہیں؟ بولو، کیسے ان کا شک دُور کرتی؟ تم نے میری ذات کی دھجیاں اُڑانے میں کوئی کسر رہنے نہیں دی منال! یہ بہت زیادتی ہے، بہت شرم ناک ہے میرے لئے۔ اینڈ آئی کانٹ بیئر اِٹ۔''

منال کی بولتی بند ہو گئی۔ اسے ساری بات اور اس کا پس منظر اب سمجھ میں آیا تھا۔ وہ واقعی ایک سنگین غلطی کر بیٹھی تھی۔ لیکن خدا کا شکر تھا کہ انجانے میں اسے سدھار بھی گئی تھی۔ اسے پشیمانی ضرور تھی، مگر ساتھ ہی اطمینان کا سانس بھی نصیب ہوا تھا۔ لمحہ بھر کے توقف کے بعد اس نے غصے سے ہونٹ چباتی ارما کو دیکھا، پھر دھیرے سے اس کا بازو پکڑ کر اپنی طرف موڑتے ہوئے بولی۔

''میں اپنی غلطی مانتی ہوں ارما! آئی ایم سوری۔ سچ کہتی ہو، آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔ تم ٹھیک کہہ رہی ہو، شرارت میں بھی ایک limit ہونی چاہئے۔ کیونکہ سنجیدگی سے کی گئی شرارت اپنا مفہوم بدل ڈالتی ہے۔ میں خیال رکھوں گی، آئندہ تمہیں مجھ سے کوئی شکوہ نہ ہو۔'' ارما نے چہرہ

اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ بے حد سنجیدہ تھی۔ اس کے چہرے پر ندامت کی سرخی صاف دکھائی دے رہی تھی۔

''اِٹس اوکے۔'' وہ فوراً مان گئی۔ ''بٹ دِس اِز دی لاسٹ چانس۔ اگلی بار غلطی کرنے سے پہلے سوچ لینا۔''

''ٹھیک ہے۔'' وہ مسکرا دی۔ ''لیکن تم غلطی کرنے کا مارجن سوچنے کے بہانے بہرحال مجھے دے رہی ہو، یہ یاد رکھنا۔''

ارما کے لبوں پر بھی مسکراہٹ کھل اُٹھی۔ ''ہاں، کیونکہ غلطی دوبارہ بھی ہو جایا کرتی ہے، اس لئے احتیاط بہرحال بہتر ہے۔ اور سنو، شامیر کچھ زیادہ ہی پَر پُرزے نکال رہا ہے۔ محترم اُونچی ہوا میں اُڑنے کے شوقین لگتے ہیں، سو اُن کی پرواز کو بیلنس کرنے کے لئے زمین پر اُتارنا بہت ضروری ہے۔ اور اس کام کے لئے مجھے تمہارا ساتھ چاہئے۔''

''میں تمہارے ساتھ ہوں۔ لیکن کیا تم یہ کھیل جاری رکھ سکو گی؟'' منال کا سوال ذومعنی تھا۔

''ہوں..... لڑکا ذہین ہے اور ذہانت کسی بھی کھیل کو کھیلنے میں بہت معاون ثابت ہوتی ہے۔ مخالف میں بات کرنے اور سمجھنے کا مادہ ہو تو وہ ری ایکٹ کرنا بھی جانتا ہے۔ شامیر کی اچھی بات یہ ہے کہ وہ دل کی دل میں نہیں رکھتا بلکہ اپنا ردِعمل فوری ظاہر کر دیتا ہے۔ اس کا فون کرنا میری بات کی سچائی کا ثبوت ہے۔ بس ہمیں تھوڑی اور احتیاط کرنی ہوگی، اپنی طرف سے کوئی بھی لُوز ٹاکنگ نہیں کرنی۔ میں نہیں چاہتی، ہم دونوں میں سے کسی کی غلطی بھی گھر کے دروازے تک چلی آئے اور ہمیں ہمارے بڑوں کے سامنے جواب دہی کرنی پڑے۔''

''اِٹس اوکے۔'' منال نے فوراً اثبات میں سر ہلایا اور ذومعنی مسکراہٹ سے بولی۔ ''ویسے ارما! تم کچھ ایکسٹرا شارپ نہیں ہو؟ بالکل ایک بلی کی طرح، جو شیر کی خالہ ہو کر بھی اصلی گُر اپنی مٹھی میں چھپائے رکھتی ہے۔ بھئی، تم جیسے اسمارٹ بندوں سے محتاط رہنا چاہئے۔''

''ہاں، بالکل۔'' وہ بے ساختہ زور سے ہنسی۔ ''میری یہ ایڈوائس ہے کہ تم بھی محتاط رہنا مجھ سے۔ یہ بلی اکثر پنجہ بھی مار دیتی ہے۔''

''اوہ، دیٹس ٹرو۔ اس خطرناک بلی کے پنجے سے بچنے کے لئے مجھے واقعی ہوشیار رہنا پڑے گا۔ سو نصیحت کا شکریہ ارما.....!'' منال نے سر جھکا کر عاجزی دکھائی اور اگلے پل دونوں بہنوں کا بلند قہقہہ فضا میں گونجا تھا۔

❁

مجھے جس سے ہے محبت
اسے ہے عجب یہ عادت
کبھی منہ کو پھیر لینا

کبھی گفتگو نہ کرنا
میں نے چاہا ہے اسی کو
میرا حال کیا ہے، دیکھو
میرے ساتھ خود کو رُسوا
کبھی بخدا نہ کرنا

''امی! ہم جا رہے ہیں۔'' منال نے اطلاع دینے کے ساتھ اپنے سراپے پر گہری نگاہ ڈالتے ہوئے جیسے اطمینان کا سانس لیا۔ وہ ارما سے کسی طور کم نہ لگ رہی تھی۔

''کب لوٹو گی؟'' امی کی نظر دونوں بیٹیوں کے بنے سنورے سراپوں پر گردش کر رہی تھی، جو آج بے حد خوب صورت لگ رہی تھیں۔

''شاید ڈیڑھ، دو گھنٹے لگ جائیں گے امی! اتنی بڑی گیدرنگ ہے، سب سے ملنے ملانے میں وقت تو لگے گا نا۔''

''ٹھیک ہے، خیال رکھنا ایک دوسرے کا۔ اور ہاں، واپسی میں جلدی مچانے کی ضرورت نہیں ہے، فون کر دینا، میں عرفان کو بھیج دوں گی، وہ آ جائے گا تمہیں لینے۔'' امی نے ارما کے جواب میں تلقین کی تو وہ جھلا کر رہ گئی۔

''اُف! کوئی ضرورت نہیں ہے، عرفان بھائی کو بھیجنے کی۔ ہم جا رہے ہیں تو واپس بھی خود ہی آ جائیں گے۔''

''کیوں، کیا تمہارے ابو نے کوئی جہاز چارٹرڈ کروا رکھا ہے، تمہارے لئے؟'' انہیں منال کی بات پر بے حد غصہ آیا۔

''خیر، ایسے نصیب کہاں ہیں ہمارے۔ کبھی لینڈ لارڈ ہو گئے تو شاید کوئی جہاز ہمارے لئے بھی.....''

''فضول باتیں مت کرو، منال! کیوں امی سے بلاوجہ اُلجھتی رہتی ہو؟'' ارما نے فوری طور پر اسے جھڑکا۔

''ارے یار! میں کب اُلجھ رہی ہوں؟ صرف قسمت کے بدلنے کی بات کر رہی ہوں۔ کاش، کوئی راج کمار میرے لئے بھی اس دھرتی پر اُتر آئے، دو چار جہازوں کا مالک۔ خواہ وہ بحری جہاز ہی کیوں نہ ہوں۔'' اس نے حسرت سے آہ بھری۔

''یہ ناممکن ہے، میری بہن! کیونکہ راج کمار بے چارے جہازوں کے نہیں، گھوڑوں کے مالک ہوتے ہیں۔ تم اچھی طرح جانتی ہو، پرانے وقتوں کے راج کمار صرف گھوڑوں پر ہی آمدورفت رکھتے تھے۔ ہاں، کبھی کبھار ان کے یہاں اُڑن کھٹولا بھی مل جایا کرتا تھا۔ ہوسکتا ہے، تمہیں جہاز کی جگہ وہی میسر آ جائے۔ ویسے آج کے جدید دور میں وہ اُڑن کھٹولا ایک بڑے غبارے کی صورت سیاحوں کو آسمان کی سیر کرواتا ہے اور اسے ہمارے یہاں Sky Glider

کہتے ہیں۔"

ارما نے اسے مزاحاً آئینہ دکھایا تو منال زور سے ہنس پڑی۔

ادھر امی کی صورت پر بے زاری کا تاثر نمایاں تھا۔ ارما نے ان کی شکل دیکھ کر فوراً خود کو سنجیدہ کرلیا۔

"سوری امی! کیا ہم جائیں؟"

"ہاں جاؤ، رکشہ لے لینا۔ ٹیکسی پر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"کیوں امی؟" وہ پلٹ کر انہیں دیکھنے لگی۔

"کیونکہ ٹیکسی والا ہمیں لے کر کہیں بھی فرار ہوسکتا ہے۔ جبکہ رکشہ کے کھلے پٹ بھاگ نکلنے میں کافی سہولت فراہم کرسکتے ہیں۔ کیوں امی! میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا؟"

منال نے شوخی کی تو امی نے ایک کرارا ہاتھ اس کے کاندھے پر مارا۔ "تم پٹ جاؤ گی مجھ سے۔ بہت فضول بکنے لگی ہو آج کل۔ کسی وقت خاموش رہنا بھی اچھا لگتا ہے منال!"

ہاتھ کافی زور سے پڑا تھا۔ منال ہائے ہائے کرنے لگی۔ لیکن ارما نے خدا حافظ کہہ کر فوراً قدم بڑھا دیئے۔ آج انہیں عمارہ کے ہاں ایک فیملی گیٹ ٹوگیدر میں شرکت کرنا تھی۔ گو کہ وہ گیدرنگ خالص خاندانی تھی، مگر عمارہ نے موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنی ان دونوں دوستوں کو بھی مدعو کرلیا تھا۔ اسے اپنے خاندان کی خواتین کچھ زیادہ نہیں بھاتی تھیں۔ فیشن زدہ ایجوکیٹڈ عورتیں، جن کی ادائیں اور منہ بگاڑ کر انگریزی لہجوں والی بات چیت اتنی مصنوعی ہوتی کہ عمارہ کو ان سب کے درمیان اپنا آپ اجنبی سا محسوس ہوتا۔ وہ بے حد مختلف نیچر کی لڑکی تھی۔ اسے روزمرہ زندگی میں بھیڑ بھاڑ پسند نہیں تھی۔ ہنسنا کھیلنا، خوش رہنا اور دوستوں کی کمپنی میں خوش گپیوں میں وقت گزارنا بے حد پسند تھا۔ ماما کی بے جا روک ٹوک بھی اسے دوستوں سے دُور نہیں کرتی تھی۔ وہ ایسے موقعوں پر انہیں انوائٹ کرنے کا کوئی نہ کوئی بہانہ ضرور ڈھونڈ نکالتی تھی۔

گھر سے باہر آتے ہی انہیں فوراً رکشہ مل گیا۔ سو عمارہ کے گھر جانے تک کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ وہ وہاں پہنچیں تو خاصے مہمان آچکے تھے۔ شام سہانی تھی اور گھر میں ایک ہلچل کا احساس تھا۔ خواتین کے کھنکتے قہقہے، مردوں کی بھاری آوازیں اور بچوں کی بھاگم دوڑ، زندگی کے احساس کو بڑھائے دے رہی تھی۔ وہ دونوں عمارہ کو تلاشتی اندر کی طرف بڑھ گئیں۔

"او ہیلو ارما!" ابھی چند قدم کا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ ایک شوخ آواز نے صدا لگائی۔ انہیں رک جانا پڑا۔ سامنے کاریڈور کی ریلنگ کے ساتھ عمارہ کی بڑی بہن افراح ایک خوب صورت سی لڑکی کے ساتھ کھڑی نظر آئیں، جس کے ہاتھ میں کولڈ ڈرنک تھی اور وہ کسی بچے کو بہلانے کی کوشش میں مصروف تھی۔

"ہیلو افراح! آج گیٹ کے بجائے کاریڈور میں ویلکم کہنے کو کھڑی ہیں۔ کیا آنٹی نے

یہاں ڈیوٹی لگا دی آپ کی؟" ارما نے قریب جا کر ہنستے ہوئے ہاتھ آگے بڑھا دیا، جسے انہوں نے بڑی گرم جوشی سے تھاما تھا۔

"ارے نہیں یار! ڈیوٹی کہاں؟ وہ تو عرفی نے شور مچایا تو مجھے اُٹھ کر باہر آنا پڑا۔ اس کی کولڈ ڈرنک کسی بچے نے جھپٹ لی تھی اور یہ محترم کوئی دوسری بوتل لینے کو تیار ہی نہ تھے۔"

انہوں نے اپنے تین سالہ لاڈلے بیٹے کا کارنامہ فخریہ سنایا تو منال کو ہنسی آنے لگی۔ عرفی صاحب پہلی ہی نظر میں کافی ڈھیٹ بچے نظر آرہے تھے، کیونکہ ماں کی بات سنتے ہی انہوں نے پاس کھڑی لڑکی کا لحاظ کیے بغیر اس کے ہاتھ میں پکڑی بوتل چھین کر پرے پھینک دی اور ضدی انداز سے بولا۔

"مجھے کچھ نہیں پینا۔ آپ بھی جاؤ یہاں سے۔"

"اوہ مائی لٹل ڈارلنگ! کیا خفا ہوگئے مجھ سے؟" لڑکی نے صدقے واری ہو کر اس کے پھولے پھولے گالوں کو سہلایا۔

"نہیں....." عرفی کا ہٹیلا لہجہ اب بھی برقرار تھا۔ "بس، اب مجھے کچھ نہیں پینا۔"

"کیوں عرفی؟ کیا یہ کولڈ ڈرنک آپ کو پسند نہیں؟"

"نہیں، مجھے بھوک لگی ہے۔" بچے نے کھٹاک سے دوسری فرمائش کر ڈالی۔

"اوہو، کیا کھاؤ گے؟" وہ خوب صورت لڑکی مسلسل اس کے نخرے اُٹھا رہی تھی۔

"چکن سینڈوچ۔" اس نے جھٹ سے اپنی پسند بتائی تو افراح نے سر پکڑ لیا۔

"اوہ مائی گاڈ! لو بھئی، ایک مصیبت اور آگئی۔ میں اس کے فیورٹ چکن سینڈوچ گھر پر ہی بھول آئی ہوں۔"

"یو ڈونٹ وری آپی! میں ابھی بازار سے منگوا دیتی ہوں۔" لڑکی کی مستعدی میں کوئی فرق نہ آیا۔

"اوکے....." افراح نے مسکرا کر اسے دیکھا، پھر مڑ کر بیٹے سے بولیں۔ "چلو عرفی! تم اندر میرے پاس بیٹھو۔ سونی ابھی سینڈوچ لے آئے گی۔"

"نہیں....." وہ مچل گیا۔ "مجھے ابھی چاہئے۔ ورنہ میں گھر چلا جاؤں گا۔"

"اوہ گاڈ!..... کیا چیز ہے یہ عرفی بھی۔ کیسے دھمکی دے رہا ہے آپ کو؟" منال نے حیرت سے افراح کو دیکھا۔

"یہ دھمکیاں روز کا معمول ہیں، منال! اکلوتی اولاد اکثر یونہی نچاتی ہے والدین کو۔" وہ اس بار بے حد سنجیدہ تھیں۔

"تو آپ اسے اکلوتا مت رہنے دیجئے۔" منال نے فوراً مشورہ دیا تو ارما ہکی بکی سی ہو کر دونوں کا چہرہ تکنے لگی۔ بھلا منال کو ضرورت کیا تھی، ایسا کہنے کی؟ مگر تیر نکل چکا تھا۔ افراح کچھ تڑپ اُٹھیں۔

''یہاں کون اسے اکلوتا رکھنا چاہتا ہے، منال بی بی! مگر اللہ کے سامنے ہماری بساط کیا ہے؟ وہ جب چاہے گا، تب ہی نوازے گا۔ تم جانتی ہو، عرفی شادی کے نو سال بعد پیدا ہوا ہے، تب ہی سب کے سر چڑھا ہے ورنہ سچ بات یہی ہے، اس کی ضد اور ہٹ دھرمی نے مجھے عاجز کر چھوڑا ہے۔ لیکن کیا کروں، اس کے ڈیڈی میری ایک نہیں سنتے۔ انہی کے لاڈ پیار نے اسے بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔''

''مگر یہ اچھی بات نہیں ہے افراح جی! بچوں کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھنا پڑتا ہے۔'' ارما نے بھی اپنا خیال کہہ ڈالا۔

''ہاں، بات تو ٹھیک ہے ارما! مگر اتنے بہت سے لوگوں میں میری کہاں چلتی ہے؟'' وہ اس بار رنجیدہ بھی ہو گئیں۔ تب اس لڑکی نے فوری مداخلت کی۔

''آخر اس Conversation کا فائدہ کیا ہے آپی! بچے ضدی اور ہٹیلے نہ ہوں تو انہیں بچہ کون کہے؟ آپ سب کی سب میرے عرفی کے پیچھے کیوں پڑ گئیں؟ وہ بے چارہ اپنی بھوک کا اظہار بھی نہ کرے تو کیا کرے؟''

''یہاں بھوک کے اظہار سے کس نے روکا ہے سندس؟ مگر بات کہنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے اور عرفی صاحب.....''

''پلیز آپی!'' اس نے ہاتھ اٹھا کر انہیں ٹوکا۔ ''آپ کو اتنا سینٹی مینٹل ہونے کی ضرورت نہیں۔ بچوں کے سارے طریقے ٹھیک ہوتے ہیں۔''

وہ جیسے خفا ہو گئی۔ افراح کی گہری نظر اس کا تاثر جانچنے لگی۔ پھر وہ ہنستے ہوئے بولیں۔

''میں جانتی ہوں، تمہیں عرفی کے خلاف ایک لفظ بھی برداشت نہیں ہوتا۔ مگر ہم سب اس کے بھلے کی بات کر رہے ہیں۔ اگر آج اسے ضد سے دور نہیں کریں گے تو کل وہ.....''

''اینی وے.....'' انہوں نے لڑکی کے بگڑے تیور دیکھ کر بات ادھوری چھوڑ دی اور ارما کی طرف اشارہ کر کے بولیں۔ ''ان سے ملو، یہ ارما اور منال ہیں۔ عمارہ کی بے حد کلوز فرینڈز۔ دونوں بہنیں ہیں۔ اور منال! یہ سندس ہے، عرفی کے ڈیڈ کی فرسٹ کزن۔ اَن میرڈ ہونے کے باوجود اس نے عرفی کو اپنا بیٹا بنا رکھا ہے۔''

''سو واٹ..... بچے سب ہی اچھے، ان سے محبت کرنا عبادت میں شامل ہے۔ کیوں سندس؟'' منال نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ بے ساختہ مسکرائی۔

''یس، آف کورس۔ Childrens are the best creation of God. ان سے محبت کرنے کے لئے شادی شدہ ہونا ضروری نہیں۔ پھر بھی میں یہ ضرور کہوں گی، عرفی بہت خاص بچہ ہے میرے لئے۔ وہ اپنی ماں سے بھی زیادہ مجھ سے قریب ہے۔ میں بے حد جذباتی ہوں اس کے لئے۔ کیوں عرفی؟'' اس نے چپ کھڑے گول مٹول عرفی کے ماتھے پر بوسہ دیا اور ایکسکیوز کرتی اندر کو چلی گئی۔ عرفی بھی اس کا ہاتھ تھام کر وہاں سے چلا گیا تھا۔

''سندس کو پہلے کبھی نہیں دیکھا، افراح جی!'' ارما نے اسے جاتا دیکھ کر پوچھا۔

''ہاں، وہ ابھی پچھلے ماہ ہی لوٹی ہے، انگلینڈ سے۔ عرفی کی طرح اپنے ڈیڈی کی سر چڑھی بیٹھی ہے۔ سمجھو، پتھر کی لکیر ہے۔ دراصل سونے کا چمچ منہ میں لے کر پیدا ہونے والے بچوں میں صرف ایک برائی ہوتی ہے، وہ بے حد خودغرض ہوتے ہیں، انہیں اپنے سوا کسی دوسرے سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ سندس بھی ایسی ہی لڑکی ہے۔ قدرے خودغرض، ہٹیلی اور من مانی کرنے والی۔ مگر دل کی بہت اچھی ہے۔''

''اوہ..... تو کیا وہ بھی اکلوتی اولاد ہے اپنے والدین کی؟'' منال کا انداز پُرسوچ تھا۔

''نہیں، اس کا ایک بھائی بھی ہے۔ دونوں کی عمروں میں خاصا gap ہے۔ شاید اسی لئے دونوں کی نیچر میں بھی بہت فرق پایا جاتا ہے۔ بڑا بھائی بہت کھرا اور سچا بندہ ہے۔ لگی لپٹی نہیں رکھتا۔ بے حد بولڈ مگر با ادب ہے۔ ماں کا غلام اور باپ کو ناپسند کرتا ہے۔''

''ارے.....!'' ارما حیران رہ گئی۔ ''بھلا یہ کیا بات ہوئی؟ اپنے ماں باپ کو کون ناپسند کرتا ہے؟''

''بہت سے لوگ ہیں اس دنیا میں ارما بیگم! جو اپنے باپ یا ماں یا پھر دونوں کو پسند نہیں کرتے۔''

''توبہ، توبہ..... پھر تو سیدھے سادے جہنمی ہوئے۔ کیوں ارما؟'' منال کی ناگواری حد سے سوا تھی مگر ارما کچھ نہ بولی۔

جب ہی عمارہ ادھر چلی آئی، انہیں دیکھتے ہی بولی۔ ''میں سمجھی تھی، تم نہیں آؤ گی۔ مگر یہاں دونوں آپی سے گپ شپ لگانے میں مصروف ہو۔''

''سوری عمارہ.....!'' افراح نے مسکرا کر بہن کو دیکھا۔ ''تمہاری دوستوں کو آئے کافی دیر ہو گئی، مگر میں نے انہیں روک لیا تھا۔''

''کوئی بات نہیں۔'' وہ ہنس پڑی۔ ''آپ نے میری مہمانوں کا یقیناً خیال رکھا ہو گا۔ کیوں منال؟''

''بالکل۔'' منال اس کی شرارت بھانپ کر بولی۔ ''افراح جی ہیں بہت ہی مہمان نواز۔ ویسے ہم سب عرفی صاحب سے ملاقات کر رہے تھے۔''

''اچھا..... مگر عرفی تو یہاں کہیں نہیں ہے؟''

''وہ سندس کے پاس ہے، اسے بھوک لگ رہی تھی۔'' افراح نے اسے بتایا تو وہ سر ہلا کر بولی۔

''اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنی دوستوں کو لے جاؤں؟ کھانے کا دور چل رہا ہے، یہ بھی شامل ہو جائیں گی تو اچھا رہے گا۔''

''اوہ شیور، یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟'' انہوں نے ہنس کر اجازت دی تو وہ دونوں

عمارہ کے ساتھ ٹیرس پر چلی آئیں، جہاں ڈنر کا اہتمام کیا گیا تھا اور بہت سے لوگ کھانے پینے میں مشغول تھے۔ عمارہ ان دونوں کو سرو کرنے لگی۔

کھانے کے بعد وہ کچھ دیر مہمانوں کے درمیان بیٹھی گپ شپ کرتی رہیں، پھر عمارہ انہیں اپنے کمرے میں لے آئی۔ ابھی دوستوں کے درمیان گفتگو کا دور چلا ہی تھا کہ اچانک کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی اور ساتھ ہی ایک خوش شکل لڑکے نے اندر جھانکا۔ اسے شاید عمارہ کی تلاش تھی۔ نظریں ابھی بھٹک ہی رہی تھیں کہ عمارہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''آیئے دائم بھائی! کوئی کام ہے مجھ سے؟''

''ہاں۔'' وہ منال اور ارما کو دیکھ کر جھجک سا گیا۔ ''مگر تم شاید ابھی مصروف ہو۔''

''ارے نہیں، آپ بولیے کیا بات ہے؟''

''سندس کو دیکھا ہے تم نے؟'' اس کا سوال ارما اور منال کو چونکا گیا۔ وہ دونوں اس کا چہرہ تکنے لگیں۔ خاصا جاذبِ نظر سراپا تھا اس کا۔ دراز قد اور مضبوط جسامت کا مالک۔ آنکھوں میں مقناطیسی کشش لئے وہ پوری طرح عمارہ کی جانب متوجہ تھا۔ منال کی گہری نظر اسے سر سے پاؤں تلک بار بار دیکھ رہی تھی۔ دل کے اندر دفعتہً ایک ہلچل کا احساس جاگا تھا۔ وہ بندہ دھڑکنوں کو زیر و زبر کرنے کی صلاحیت سے بہرہ مند تھا۔ منال کی نظر مسلسل اس کے چہرے پر گردش کر رہی تھی، جو روشن ہونے کے باوجود تمکنت اور سنجیدگی کی علامت تھا۔

''سندس!'' عمارہ نے جیسے ذہن پر زور ڈالا۔ ''ارے ہاں، وہ گھر چلی گئی ہے دائم بھائی! عرفی بہت ضد کر رہا تھا، تب کاشان بھیا نے اسے عرفی کے ساتھ جانے کو کہا تھا۔ سندس خود بھی خاصی بے زار اور اُلجھی سی لگ رہی تھی، کہہ رہی تھی، پارٹی میں اس کا دل نہیں لگ رہا۔ وہ میر بھائی کو بتا کر واپس چلی گئی۔''

''شٹ.....'' دائم کو جیسے بے حساب غصہ آیا تھا۔ ''اس بار بھی اس نے وہی کام کیا ہے، مجھ سے ملے بغیر گھر چلی گئی۔''

''کیا مطلب؟'' عمارہ نے چونک کر بے اختیار اسے دیکھا۔ ''کیا سندس نے آپ سے ہیلو ہائے بھی نہیں کی؟''

''نہیں، میں اس کے انتظار میں رہا اور وہ آ کر چلی بھی گئی۔ خدا جانے کس چیز کی aversion ہے اس لڑکی کو، جو سب کی نگاہوں سے بچتی پھرتی ہے۔ اب تو یہ ادا بنا لی ہے، سندس نے۔ سچ عمارہ! بہت مایوس کیا ہے اس لڑکی نے مجھے۔ میں پھنس کر رہ گیا ہوں۔''

''ارے، آپ تو سیریس ہو گئے..... ہو سکتا ہے، وہ ملنے آئی ہو مگر آپ اسے نہ ملے ہوں۔''

''واٹ.....؟'' اس نے عمارہ کو گھورا۔ ''واٹ ڈو یو مین، مائی ڈیئر؟ وہ ڈھونڈتی رہی اور میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ کیا میں احمق ہوں عمارہ! جواب تلک اس کے انتظار کی گھڑیاں گن گن کر

آپ ہی منظر سے غائب ہو جاؤں؟ کیا میں آنکھ مچولی کھیل رہا تھا اس کے ساتھ؟''

''ارے، ارے.....'' وہ گھبرا گئی۔ ''میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا، دائم بھائی! سندس کی غلطی کا بدلہ آپ مجھ سے کیوں لے رہے ہیں؟ اب مجھے کیا معلوم اس نے ایسا کیوں کیا؟ اسے کم سے کم آپ سے سلام دعا تو کرنا ہی چاہئے تھی۔''

''اونہہ..... سلام دعا.....'' دائم نے سر جھٹکا۔ ''وہ لڑکی میرے سائے سے بھی بچتی ہے۔ محبت کی دعوے دار ہو کر بھی نظر انداز کر رہی ہے۔ میرا خیال ہے، اب مجھے مام سے بات کر لینی چاہئے۔ میں اس سے زیادہ اپنی انسلٹ سہہ نہیں پاؤں گا۔''

''ڈونٹ بی سو ایموشنل، دائم بھائی! اس نے آپ کی انسلٹ نہیں کی۔ آپ سمجھنے کی کوشش کیجئے، ایسی باتوں میں وقت لگتا ہے۔ سندس ذرا مختلف مزاج کی لڑکی ہے، آپ تک آنے کے لئے اسے خود کو رد کرنا ہوگا۔ وہ ایک خود پسند لڑکی ہے، آپ سے محبت کرتی ہے۔ مگر اسے تھوڑا وقت چاہئے، صرف اتنا کہ وہ اس نئے رشتے کو ایکسپٹ کر سکے، آپ تھوڑا ویٹ کیجئے، سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''ہاں، ٹھیک ہونا بھی چاہئے ورنہ..... ورنہ اُس کی یہ بے رخی اور اس طرح سے چھپ چھپا کر چلے جانا اس کے حق میں کچھ اچھا ثابت نہیں ہوگا۔''

وہ سخت کبیدہ خاطر تھا۔

عمارہ کچھ پریشان ہو گئی، سٹ پٹا کر بولی۔ ''آپ ایسا کیجئے، میرے پاپا کے کمرے میں چلے جایئے۔ سارے مرد اس وقت بالکنی میں موجود ہیں۔ ہو سکتا ہے، میر بھیا بھی وہیں ہوں۔ آپ چاہیں تو سندس کے بارے میں ان سے بات کر سکتے ہیں۔ وہ اپنی بہن کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ مجھے امید ہے، وہ آپ کو زیادہ بہتر طریقے سے سمجھا سکیں گے۔''

''نہیں، میں بچہ نہیں ہوں عمارہ! کہ جو چاہے، مجھے سمجھانے بیٹھ جائے۔ سندس کی غلطی کو میر کب تک ڈھکتا رہے گا؟ بھائی ہے تو بہن کو اس رشتے کی اونچ نیچ سمجھائے، بتائے اسے کہ میں کون ہوں اور کب تک ہمارا رشتہ کس بندھن میں بندھ جائے گا۔ مگر تم اس کو رہنے دو، یہ دونوں بہن بھائی ایک دوسرے سے اتنے مختلف ہیں کہ وحشت ہوتی ہے ان کے تضاد کو دیکھ کر۔ سندس کے بارے میں جو بھی بات کرنی ہے، وہ میں صرف مام سے کروں گا۔ ہاں، اگر اس دوران سندس آئے یا اس کا فون ملے تو میری خفگی کا ضرور بتانا۔ میں دیکھ لوں گا اس کو بھی۔''

''ارے دھیرج رکھئے، دائم بھائی! آپ کو اتنا سنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔'' عمارہ نے ڈر کر جیسے اسے سمجھایا مگر وہ تپ گیا۔

''کیسے سنجیدہ نہ ہوؤں۔ یہ میری آئندہ زندگی کا سوال ہے عمارہ! سندس میری ہونے والی.....'' اس نے غصے سے عمارہ کو دیکھا اور بات ادھوری چھوڑ کر بولا۔ ''بٹ یو شڈ فارگیٹ

اِٹ۔ میں جانتا ہوں، مجھے کیا کرنا چاہئے۔ سوری کہ میں نے تمہیں اور تمہارے مہمانوں کو ڈسٹرب کیا۔ مجھے اس وقت تمہارے کمرے میں نہیں آنا چاہئے تھا۔"

"ارے نہیں دائم بھائی! آپ تو غیریت برتنے لگے۔ آیئے، میں آپ کو اپنی دوستوں سے ملواؤں۔" وہ فوراً پلٹ گئی۔ "یہ ارما ہیں۔" اس نے مسکرا کر ارما کی طرف اشارہ کیا۔ "میری بہت اچھی دوست اور بہترین ڈریس ڈیزائنر۔"

"ہیلو.....!" اس نے فوراً اپنا تاثر چھپا کر خوش دلی ظاہر کی۔ "سوری کہ میں نے آپ سب کا وقت ضائع کیا۔"

"ارے نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" ارما نے مسکرا کر خندہ پیشانی سے اس کی سوری کو رد کر دیا، تب عمارہ نے منال کا تعارف کروایا۔

"اور یہ منال ہیں دائم بھائی! میری دوست اور کلاس فیلو۔ ہم ففتھ کلاس سے ایک ساتھ ہیں۔"

"ہائے.....!" دائم کے لبوں کی مسکراہٹ بے حد رسمی تھی۔ مگر منال کی نگاہ میں بہت کچھ خاص تھا۔ وہ ایک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیسی ہیں آپ؟" دائی نے اس کی ٹکٹکی بندھی کچھ بولتی نظر کو منتشر کرنے کے لئے پوچھا تو وہ زیرِ لب مسکرا دی اور ذومعنی انداز سے بولی۔ "اب تک تو اچھی ہوں، بعد کا کچھ نہیں کہہ سکتی۔"

"کیا مطلب؟" وہ ٹھٹکا تو عمارہ کی ہنسی کمرے میں گونج گئی۔

"یہ بہت شرارتی ہے دائم بھائی! منٹوں میں اُلجھا ڈالتی ہے۔"

"لیکن یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ بندے کو الجھانے سے زیادہ یہ خود الجھاؤ کا شکار لگتی ہیں۔ ہیو یُو اینی پرابلم، مس منال؟"

"تھنک سر! آپ صرف اپنی پرابلم کا دھیان رکھئے۔ بات سیریس بھی ہو سکتی ہے۔" وہ اب بھی باز نہیں آئی۔

"ہاں، بات سیریس ہی ہے، بٹ ڈونٹ وری، آئی وِل ہینڈل اِٹ۔" اس کی سنجیدگی میں ناگواری واضح تھی۔ عمارہ کی ہنسی کو بریک لگ گئے جبکہ ارما بھی کچھ چونک کر منال کو دیکھنے لگی، جس کے لبوں کی مسکراہٹ نہ صرف واضح تھی، بلکہ خاصی تپا ڈالنے والی بھی تھی۔ اس سے پہلے کہ دائم سلگ اُٹھتا، منال نے خود کو فوراً نارمل کرتے ہوئے فارمیلیٹی نبھائی۔

"دائم صاحب! آپ شاید میری بات کا برا مان گئے۔ پلیز سوری، میرا مقصد آپ کو زچ کرنا ہرگز نہیں تھا۔ میں صرف آپ کو....."

"اِٹس اوکے۔ میں کسی اجنبی کی باتوں پر زیادہ دھیان نہیں دیتا۔" اس کی سنجیدگی نے حساب برابر کر ڈالا۔

عمارہ اور ارما ایک تذبذب سے منال کو دیکھنے لگیں مگر وہ ہنوز مطمئن کھڑی تھی۔ دائم کو کمرے کی خاموشی کا فوری احساس ہوا تو وہ پلٹتا ہوا بولا۔

"اوکے عمارہ! میں چلتا ہوں، تم سندس کو میری ناراضگی کا ضرور کہنا۔ اب اس کی کوئی کال میرے پاس آنی ہی چاہئے۔ میں انتظار کروں گا۔"

"اوہ، یُو ڈونٹ وری۔ میں آپ کا میسج پاس آن کر دوں گی۔"

"اوکے، بائے..... ہیو اے نائس ڈے۔" وہ رسمی مسکراہٹ سے کہتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

اس کے جاتے ہی عمارہ نے ایک گہری سانس لے کر منال کو گھورا۔ "واٹس یور پرابلم؟ یہ تم کس انداز میں بات کر رہی تھیں، دائم بھائی سے؟"

"کچھ نہیں یار! تم جانتی ہو، میرا انداز ہمیشہ سے یہی ہے۔ میں گرگٹ کی طرح رنگ نہیں بدلتی۔" وہ ہنس پڑی تو ارما نے ناگواری سے اسے جھڑکا۔

"لیکن ایک اجنبی سے اس طور بات نہیں کی جاتی، منال! مجھے بھی بہت برا لگا۔ بھلا تمہیں ضرورت کیا تھی، اس کی پرابلم کو سیریس کہنے کی؟"

"بھئی، سیریس بات کو سیریس ہی کہا جاتا ہے۔ میں نے کون سا غلط کہہ دیا؟" اس نے کاندھے اچکائے۔

"غلط تو نہیں کہا، لیکن ہر بات میں بولنا ضروری نہیں ہوتا منال! یہ بدتمیزی کہلاتی ہے۔"

"اِٹس اوکے، میں آئندہ خیال رکھوں گی۔" منال نے ارما کی ناگواری بھانپ کر فوراً معذرت کر لی۔ تب عمارہ پریشانی سے بولی۔

"ترس آتا ہے مجھے دائم بھائی پر۔ بے چارے واقعی پھنس گئے ہیں، منگنی کروا کے۔"

"لیکن یہ تھے کون عمارہ؟ انہیں تمہارے گھر پہلے تو کبھی نہیں دیکھا۔" منال نے ارما کی توجہ عمارہ کی طرف مرکوز کرنے کی شعوری کوشش کی۔

اس کا سوال سن کر عمارہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ "یار! وہ میرے کزن ہیں، مطلب خالہ کے بیٹے۔ پچھلے مہینے ہی امریکہ سے لوٹے ہیں۔ سندس سے منگنی کے بعد بے چارے کچھ زیادہ ہی اُلجھے رہنے لگے ہیں۔"

"اوہ، تمہارا مطلب ہے، سندس ان کی منگیتر ہے.....؟" ارما نے قدرے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں، وہ بہت عجیب لڑکی ہے یار! جب سے منگنی ہوئی ہے، دائم بھائی کو Over Strain کر کے رکھ چھوڑا ہے اس نے۔ ان سے ملتی ہے نہ ہی اپنی صورت دکھاتی ہے۔ وہ بے چارے ہر بار اپنے ارمان بھرے دل کا خون کرتے ہیں۔ اتنے چاؤ سے انہوں نے سندس سے شادی کرنے کا اقرار کیا تھا۔ پتہ ہے، بہت لائیک کرتے ہیں وہ اسے۔ مگر سندس ہے کہ

کسی طور ان کی جانب ملتفت نہیں ہوتی، برملا کہتی ہے، ان لڑکوں سے زیادہ فری نہیں ہونا چاہئے، خصوصاً منگنی کے بعد، کم سے کم میں ان کے چھچھورے پنے کو قطعاً سہہ نہیں سکتی کیونکہ شادی سے پہلے کی بے تکلفی میری برداشت سے باہر ہے۔"

"ارے واہ.....!" منال کی ہنسی بے ساختہ تھی۔ "پھر تو بڑے کام کی لڑکی ہے سندس۔ اسے بالکل عجیب نہیں کہنا چاہئے۔"

"ہونہہ، یہ تم کہہ رہی ہو منال! لیکن دائم جیسے لڑکے قسمت سے ملتے ہیں۔ وہ بہت گریس فل ہیں۔ زندگی کے ہر معاملے میں پرفیکٹ۔ انہوں نے آنٹی سے خود اصرار کیا تھا، سندس سے رشتہ جوڑنے کے لئے۔ کیونکہ بہت چاہتے ہیں اس کو۔ لیکن سندس بہت لئے دیئے رہنے والی لڑکی ہے۔"

"شاید تم ٹھیک کہہ رہی ہو عمارہ!" ارما نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ "خلوص اور محبت کا جواب بہرحال ضروری ہے۔ سندس، دائم سے بے شک فری نہ ہو، مگر ایک منگیتر ہونے کے ناتے اسے تھوڑا دلاسہ تو دے سکتی ہے نا۔ تمہارے گھرانے کی آزاد خیالی میں لڑکے اور لڑکی کی میل ملاقات کوئی معنی نہیں رکھتی۔ ایسے میں سندس کا لئے دیئے رہنا، دائم کے لئے مشکلات بڑھا سکتا ہے۔ میں سمجھتی ہوں، سندس کو اپنے رویّے میں تھوڑی لچک رکھنی چاہئے۔ ورنہ ان کے دلوں میں کوئی گرہ پڑ گئی تو شادی کے بعد بھی مشکل سے ہی کھلے گی۔"

"یہی تو....." عمارہ نے سر جھٹکا۔ "پھر شادی کون سی دور ہے، اسی جولائی کو ہو گی۔ لاسٹ ویک آف جولائی یعنی ستائیس تاریخ کو۔ ہر چیز طے شدہ ہے، بلکہ ساری تیاری مکمل ہے۔ صرف سندس کے ڈیڈی کا انتظار ہے، وہ فرانس سے آجائیں تو یہ مرحلہ بھی طے ہو۔"

منال اور ارما چپ سی ہو گئیں۔ یہ اطلاع خاصی انہونی تھی۔ شادی طے ہو جانے کے باوجود سندس کا دائم کے ساتھ اُلجھارویّہ بہت حیران کن تھا۔ خدا جانے کیا پرابلم تھی، سندس کے ساتھ جو بے چارے دائم سے زیادتی کئے جا رہی تھی۔ اچھا خاصا سلجھے مزاج کا لڑکا تھا، جسے اس بے قدری سے زیادہ اپنی انسلٹ پر غصہ آ رہا تھا۔ ارما اور منال کی دلی ہمدردی اس کے ساتھ تھی۔ وہ بہت دیر تک عمارہ سے اس ٹاپک پر بات چیت کرتی رہیں، رات گئے جب عرفان بھائی انہیں لینے کے لئے آئے تو تب انہیں وقت گزرنے کا احساس ہوا۔ گھر پہنچ کر بھی کافی دیر تک دائم ان کے ذہنوں پر سوار تھا۔

❁❁❁

"خدا جانے، کیا شوق ہے عرفان بھائی کو مچھلی کھانے کا۔ مجھے لگتا ہے، بھائی کے پیدا ہوتے ہی امی نے شہد کی جگہ مچھلی کا تیل چٹایا ہو گا۔"

منال نے سر جھٹک کر کڑاہی سے گرما گرم مچھلی نکال کر پلیٹ میں رکھی اور ساتھ ہی بھیّا کی شان میں قصیدہ بھی کہہ ڈالا۔ ارما کو ہنسی آ گئی۔ چاولوں کو دم پر رکھ کر وہ اسی کی طرف آ گئی اور شوخی سے بولی۔

"اس میں قصور امی کا نہیں، اس مچھلی کا ہے، جس کا آئل عرفان بھائی کو اب تک ہضم نہیں ہوا۔ ہر دوسرے دن ڈھیر ساری مچھلی اٹھا لاتے ہیں۔ اللہ جانے، کیا شوق ہے کہ ان کی نیت نہیں بھرتی، مچھلی کھانے سے۔"

"ارے نیت کو چھوڑو، وہ شخص جنونی ہے۔ یعنی مچھلی کے عشق میں مبتلا۔ تم نے دیکھا ہے نا، عرفان بھائی جیوگرافک چینل پر بھی مچھلیوں کے بارے میں تمام ڈاکومینٹریز کتنے ذوق وشوق سے دیکھتے ہیں۔ سچ ارما! مجھے لگتا ہے، اپنی زندگی میں پہلا عشق وہ کسی جل پری سے کریں گے۔ آدھی عورت اور آدھی مچھلی۔ ان کی تسلی تب ہی ہو گی۔" منال کا جلا بھُنا لہجہ، ارما کو دل کھول کر ہنسا گیا۔ وہ اتنا ہنسی کہ آنکھوں میں پانی اُتر آیا۔

"توبہ کرو، منال! تم نے حد کر ڈالی۔ اگر یہ بکواس عرفان بھائی نے سن لی تو؟"

"تو کیا، خوشی سے نہال ہو جائیں گے کہ بہنیں، بھائی کی دُلہن کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ لیکن وہ جل پری ملے گی کہاں؟" منال نے خود بھی ہنستے ہوئے اپنی بات کا لطف لیا اور کچھ اور مچھلی کڑاہی میں ڈال دی۔

"کہاں کا کیا مطلب؟ بھئی، کسی دُور دراز کے جزیرے سے ملے گی، وہ بھی خاصی تگ و دو کے بعد۔"

"اور یہ تگ و دو کون کرے گا؟" منال نے اسے دیکھا۔

"عرفان بھائی خود کریں گے، اور بھلا کون کرے گا؟ ابھی ہمارے اتنے برے دن نہیں آئے کہ ایک جل پری کے لئے ہم جزیرہ جزیرہ خوار ہوتے پھریں۔" ارما نے مچھلی کا ایک قتلہ اٹھایا اور گرما گرم کھانے لگی۔

"ارے یار! دن رات یوں مچھلی فرائی کر کے کھلانے سے بہتر تو یہی ہے کہ وہ برے دن آ

جائیں۔ کم سے کم جزائر کی سیاحت میں کچھ دنیا دیکھنے کو ملے گی۔ ویسے یار ارما! سیاحت ہوتی مزے کی ہے۔ آدمی کتنا فری رہتا ہے نا۔"

"فری نہیں، بزی رہتا ہے، بے وقوف! ہر لحہ سفر میں ہوتا ہے تو کچھ نہ کچھ حاصل کر رہا ہوتا ہے۔"

"سو تو ہے، لیکن کام اچھا ہے۔ کیا خیال ہے، سب کچھ امی کی جان پر چھوڑ کر ہم دونوں دنیا نہ گھوم آئیں؟" وہ ہنسی۔

"ضرور، لیکن اس کے لئے تمہیں گھر سے باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ امی کا ایک کرارا ہاتھ سر پر پڑ گیا تو دنیا اپنے آپ گھومے گی۔ یوں، جیسے گلوب گھومتا ہے۔ اور تم ایک ساتھ سارے ملکوں کی سیر کر لو گی۔"

ارما نے اس کا مذاق اُڑایا تو وہ برا مانے بغیر ہنستے ہوئے بولی۔

تمہاری امی خود کسی دنیا سے کم ہیں کیا؟ اقوامِ متحدہ چلی جائیں تو کوئی مسئلہ باقی نہ رہے۔ سب سے پہلے دنیا میں پھیلی دہشت گردی کا خاتمہ ہو جائے، امی کی صورت دیکھتے ہی سارے دہشت گرد اپنا اسلحہ از خود ان کے سامنے پیش کر دیں گے، یہ کہہ کر کہ مادام! آپ کے سامنے من مانی کرنے سے بہتر ہے، پانی بھر لیا جائے۔ یہ لیجئے ہمارا اسلحہ بارود، جیسے چاہیں استعمال کریں۔ اور جانتی ہو ارما! امی کیا کریں گی؟"

"اوہو، کیا کریں گی؟" ارما کی ہنسی رکنے میں نہیں آ رہی تھی۔

"بارود کو آگ لگوا دیں گی۔ بھلا ان کی زبان کے سامنے کیا مجال کسی بارود کی جو جلا کر بھسم کر سکے۔ بھئی امی کی دہشت دنیا کے ہر دہشت گرد سے کہیں بڑھ کر ہے ہمارے لئے۔ کیوں، ٹھیک کہہ رہی ہوں نا؟" منال نے سوال کرتے ہی گردن موڑ کر اسے دیکھا تو ارما کے عین پیچھے امی کو کڑی نظروں سے گھورتا پا کر اس بری طرح سٹپٹائی کہ کڑاہی کے تیل میں ڈوبا چمچہ اُچھل کر پیروں میں آ گرا۔ گرم چمچے کے ساتھ کھولتے تیل کے کئی چھینٹے پاؤں جھلسا گئے۔

"اُف، ہائے..... ہائے....." وہ مارے تکلیف کے دہری ہو گئی۔

"ارے، کیا ہوا منال؟" ارما گھبرا کر آگے بڑھ آئی۔ "کیا پاؤں جل گیا؟"

تب امی کی آواز دونوں کو اپنی طرف متوجہ کر گئی۔ "بھئی کمال ہو گیا، میں نے کچھ کیا نہیں اور پاؤں بھی جل گیا۔ میری زبان کا بارود ابھی تالو سے لگا ہوا ہے، پھر یہ تکلیف کیسی منال؟ یقیناً کسی دوسرے دہشت گرد کا اسلحہ بے دھیانی میں چل گیا ہو گا۔ کیوں بیٹا؟"

جواب میں منال کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔ یہ تکلیف سے زیادہ خجالت کا رنگ تھا۔ امی کے چند جملوں نے اسے شرمندہ کر دیا تھا۔ ارما بھی چپ سی ہو گئی۔ دونوں لڑکیوں کی نگاہ زمیں بوس تھی۔

"دکھاؤ مجھے، کہاں سے جلا ہے تمہارا پاؤں؟" وہ قریب آ گئی۔

"سوری امی، پلیز! آئی ایم سوری۔" منال رونے لگی۔ "میں مذاق کر رہی تھی۔"

"ٹھیک ہے، لیکن تمہارا مذاق حد پھلانگ رہا تھا، سو تمہیں اس کی سزا بھی مل گئی۔ یاد رکھو، ماں سے کی گئی بدتمیزی پر اللہ کبھی معاف نہیں کرتا۔"

"ہائے امی!" منال لرز اٹھی۔ "اللہ کے واسطے، مجھے معاف کر دیجئے۔ میں صرف شرارت میں ایسا کہہ رہی تھی۔"

"ٹھیک ہے، میں نے معاف کیا۔ اب جاؤ اور جلدی سے برنال لگاؤ، ورنہ اور جلن ہو گی۔" انہوں نے سنجیدگی سے کہا اور پلٹ کر چولہے پر دھری کڑاہی کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ ارما ابھی تک چپ چاپ کھڑی تھی۔ ندامت سے اس کا بھی برا حال تھا۔ منال نے ڈبڈبائی نگاہ سے اسے دیکھا اور ہائے، اُوئی کرتی کچن سے باہر چلی گئی۔ لیکن وہ اب تک دم سادھے کھڑی تھی۔

امی نے مڑ کر ایک نظر اس کی ندامت کو دیکھا، پھر رسان سے بولیں۔ "تم بھی جاؤ، آرام کرو جا کر۔ زیادہ کام کرتی ہو تو میری زیادتی کا احساس رہتا ہے تم دونوں بہنوں کو۔ میں آئندہ تمہارے آرام کا خیال رکھوں گی۔"

"پلیز امی.....!" ارما روہانسی ہو گئی۔ "ایسے مت کہیے۔ آپ کی خفگی بجا ہے، مگر وہ سب شرارت تھی۔"

"میں نے تم سے کوئی صفائی نہیں مانگی، تم جا سکتی ہو۔"

"خدا کے لئے، امی! مجھ سے اس طرح بات مت کیجئے، ورنہ میرا..... میرا....." اس کا گلا رندھ گیا۔ آنسو روکنے کی کوشش میں وہ رخ موڑ گئی مگر پھر بھی رخسار بھیگنے لگے تھے۔

"ورنہ کیا.....؟" امی نے مچھلی کڑاہی سے نکالتے ہوئے اسے دیکھا۔ "اب تم بھی منال کی طرح کوئی کہانی گھڑ لو کہ میں بہت ظلم کرتی ہوں، تم دونوں پر۔ ذرا خیال نہیں کرتی، خود آرام کرتی ہوں اور تمہیں سارا دن کام پر لگائے رکھتی ہوں۔"

"اُف اللہ!" وہ تڑپ کر ان کے قریب آ گئی۔ "ایسا کب کہا ہم نے؟"

"کہا ہے ہزار بار۔ اب کیا میں تمہارے الفاظ دہراتی پھروں؟"

"اگر کہا ہے تو خدارا، معاف کر دیجئے۔ آئندہ کسی شکایت کا موقع نہ ملے گا آپ کو۔"

"ٹھیک ہے، اب منال کے پاس جاؤ اور دیکھو، اسے تکلیف زیادہ تو نہیں ہے؟ میرا خیال ہے، خاصا جل گیا ہے اس کا پاؤں۔ برنال لگا کر کھلا رہنے دینا۔ اس طرح Septic نہیں ہو گا، ورنہ جلد پر نشان پڑ جائے گا۔" وہ مصروف سے انداز میں بولیں تو ارما نے ان کا چہرہ اپنی طرف موڑ لیا۔

"آپ ناراض ہیں نا ہم سے؟"

"نہیں۔" وہ مسکرا دیں۔ "اب نہیں ہوں۔"

''پرامس؟'' ارما نے چھوٹے بچوں کی طرح ان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

''ہوں.....'' انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے چہرے سے لگا لیا۔ ''ماں کبھی اپنے بچوں سے ناراض نہیں ہوتی، بیٹا! بس وہ اتنا چاہتی ہے کہ اولاد تہذیب اور شائستگی کی حد میں رہے اور یہی تربیت کہلاتی ہے۔ لڑکیوں کو عزت کرنے اور تحمل سے پیش آنے کا درس دینا ضروری ہے۔ کیونکہ کل انہیں بھی ماں بن کر اپنے بچوں کو اچھی تربیت دینا ہے۔ تم میری باتوں کو دل سے مت لگانا، ارما! یہ تمہارے بھلے کے لئے ہیں۔''

''اوہ، شکریہ امی!'' وہ ان سے لپٹ گئی۔ ''آپ نے میرا دل ہلکا کر دیا۔ ورنہ میں بہت پریشان ہو گئی تھی۔''

''یہاں کیا ہو رہا ہے بھئی؟ عید ابھی دُور ہے، پھر گلے ملنے کی پریکٹس کیوں ہو رہی ہے.....؟'' عرفان بھائی کی شوخ آواز نے ماں بیٹی کی جذباتی حالت کو جیسے سہارا دیا تھا۔ وہ کچن کے دروازے پر کھڑے تھے۔ مچھلی کی اشتہا انگیز خوشبو شاید انہیں وہاں تک کھینچ لائی تھی۔

''اس گھر میں عید کے علاوہ بھی گلے ملنے کی رسم ادا کی جاتی ہے، بچے! پر تم کیا جانو۔'' امی نے ہنس کر انہیں دیکھا اور ارما کو ایک محبت سے پرے کر دیا۔

عرفان بھائی کی نظر اس کے چہرے پر پڑی تو وہ چونک اٹھے۔ ''کیا ہوا ارما؟ تم رو کیوں رہی ہو؟''

''کچھ نہیں..... کچھ نہیں بھیا!'' وہ کھسیاہٹ سے آنکھیں پونچھنے لگی۔ ''بس امی نے تھوڑا جذباتی کر دیا تھا۔''

''ہائیں، ایسا کیا کہہ دیا امی نے تم کو؟ کہیں تمہاری رخصتی کا پلان تو نہیں بنا لیا؟''

''وہ بھی بن جائے گا بیٹا! فی الحال تم مچھلی کھاؤ۔ دیکھو، کیا خوب مصالحہ رچا ہے۔'' انہوں نے پلیٹ اٹھا کر بیٹے کے آگے کر دی۔

''بھئی واہ، کیا شکل ہے فرائی فش کی۔ مزہ آ گیا۔'' وہ فوراً کھانے پر تل گئے۔

ارما نے مسکرا کر ان کی بے تابی کو دیکھا اور کچن سے باہر آ گئی۔ منال کا پاؤں جل گیا تھا اور وہ خود بھی اندر تک ٹوٹ گئی تھی۔ امی نے کیا موقع پر پکڑا تھا۔ وہ بہت کچھ کہہ رہی تھیں، اپنی شوخی میں۔

''اُف، کیا حماقت کر ڈالی ہم نے۔ ماں، خدا کا پرتو ہے۔ وہ ناراض تو سمجھو، دنیا برباد ہے۔ ہائے، اللہ نہ کرے۔ میں اب کبھی امی کو کچھ نہیں کہوں گی..... اللہ! مجھے معاف کر دینا۔''

اس نے سہم کر آسمان کی طرف دیکھا اور ہاتھ اٹھا کر منہ پر پھیر لئے۔ اسے امی سے بے حد محبت تھی۔

تم سے منزل کا نہیں
رشتہ سفر کا ہے میرا
یہ ضروری تو نہیں
ساتھ چلا بھی جائے
تم سے ملا بھی جائے

''اے، سو گئیں کیا؟'' ارما کی آواز میں چھپے جوش و خروش نے اسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کر دیا۔ وہ کروٹ بدل کر کسلمندی سے بولی۔

''نہیں یار، یونہی آنکھیں بند کر کے ابھی لیٹی تھی، نیند نہیں آ رہی۔''

''تو ایسا کرو، یہاں میرے پاس آ جاؤ۔ بہت اچھی Mails آئی ہوئی ہیں۔ خصوصاً حمزہ کا یہ کارڈ دیکھنے لائق ہے۔ ذرا دیکھو، اس نے عرفان بھائی کو کتنے دوستانہ انداز میں وِش کیا ہے۔'' ارما نے اس کے شوق کو ہوا دی تو منال فوراً ہی اُٹھ بیٹھی۔ اس کا پاؤں ابھی بالکل ٹھیک نہیں ہوا تھا، مگر پھر بھی صورتِ حال بہتر تھی۔ وہ بستر سے اُٹھ کر ارما کے قریب کرسی پر آ کر بیٹھ گئی۔

''واؤ..... اِٹس ریئلی اے بیوٹی فل کارڈ..... کتنا خوب صورت ہے نا۔ ویسے ارما! یہ حمزہ ہے بہت کری ایٹو مائنڈ۔ خوب ڈیزائننگ کرتا ہے۔ اس لڑکے کا کارڈ ہمیشہ سب سے الگ اور منفرد ہوتا ہے۔ ہے نا؟''

''ہاں۔ اور دیکھو، برتھ ڈے میسج بھی بہت اچھا لکھا ہے، پڑھ کر سناؤں؟'' ارما نے سوال کا جواب سنے بغیر پڑھنا شروع کر دیا۔

"Dear Irfan, This time I would like to hug you tightly and say many happy returns of the day. Best of luck.

Humza."

''ارے واہ.....'' منال کی ہنسی بہت بے ساختہ تھی۔ ''ہگ ٹائٹلی اینڈ سے ہیپی برتھ ڈے..... بھئی واہ، محترم گلے لگنے کے خواہش مند ہیں۔ کمال ہو گیا، عرفان بھائی نہ ہوئے، کوئی لڑکی ہو گئی جو اتنا گرم جوش اظہار کیا جا رہا ہے۔ سچ کہوں ارما، یہ حمزہ مجھے بہت مشکوک سے لگنے لگے ہیں۔ میرا خیال ہے، محترم پٹڑی بدلنے کے چکروں میں ہیں۔''

''کیا مطلب؟'' ارما کی حیرت واضح تھی۔

''مطلب یہ کہ حمزہ ابراہیم کو عارضۂ عشق لاحق ہے۔ مجھ سے شرط لگا لو، کوئی چکر ضرور چل رہا ہے ان کا کسی لڑکی کے ساتھ۔ تم نے دیکھا ہے نا، ان کے اسٹائل میں بہت فرق آ گیا ہے اور کپڑوں کا ذوق بھی خاصا بدل گیا ہے۔ محترم اپنی ڈریسنگ پر خاصی توجہ دینے لگے ہیں۔ گفتگو سے لے کر کھانے پینے اور اُٹھنے بیٹھنے تک میں ایک گریس سا محسوس ہونے لگا ہے۔

خوب نکھرے نکھرے سے ہیں آج کل۔"

"ہاں، ایسا مجھے بھی محسوس ہوا ہے منال! اور یہ طے ہے، لڑکوں میں تبدیلی بلاوجہ نہیں آتی۔" ارما نے فوراً تائید کی۔

"یس، Exactly۔ اب ذرا کھوج لگانی پڑے گی۔" منال دوبارہ ہنسنے لگی۔

ارما کی مسکراہٹ میں بھی رنگ اُتر آئے۔ معنی خیز شوخی سے بہن کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"ایک کھوج اور بھی لگانی پڑے گی، منال! دل چاہتا ہے، آج کچھ دیر مسٹر ہینڈسم سے بات ہو جائے تو مزہ آجائے۔"

"کون مسٹر ہینڈسم؟" منال چونک اُٹھی۔

"وہی، جسے ڈیانا ہیڈن پسند ہے۔" ارما لب دبا کر مسکرائی۔

"اوہ، شامیر!.....وہ آج کل گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہے۔ بہت دن ہو گئے، آن لائن ہی نہیں ہوا۔" منال کا انداز پُرسوچ تھا۔

"چلو، آج دیکھتے ہیں، آتا ہے یا نہیں۔"

ارما نے اپنی آئی ڈی کھولی تو شامیر نے سائننگ اِن کا اشارہ دے دیا۔ دونوں کی باچھیں کھل گئیں۔

"واؤ، کیا بات ہے ارما! بہت دل سے یاد کیا ہے تم نے۔ ذرا دیکھو، کسی خیال کی طرح چلا آرہا ہے فوراً۔"

"ارے نہیں، صرف اتفاق ہے۔" وہ کچھ جھینپ گئی۔ "ویسے خاصے حساب چکانے ہیں ان سے۔ بہت انسلٹ کی ہے میری۔ یاد ہے نا اُس کی وہ میل، پوچھ رہا تھا، کون ہوں میں؟ وہی جو اُس کے غصے کا بدلہ خود اپنے آپ سے لیتی ہوں۔ یہی کہا تھا نا، اس نے؟ بس آج مزاج ٹھکانے لگاؤں گی، جناب کے۔ پھر سب کچھ سمجھ میں آجائے گا۔"

"نہیں، ابھی ٹھہرو ارما! ایک دم سے لڑنے مت بیٹھ جانا۔ پہلے ذرا طریقے سے ہیلو ہائے کرلو۔" منال نے اس کے غصے کو دیکھ کر فوراً ٹوکا تو وہ لمحہ بھر کو رک گئی۔ "کیا میں نے کچھ غلط کہا؟"

"نہیں، غلط تو نہیں کہا، بس ذرا احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس ڈیڑھ ہوشیار کو ہمیں محبت کی گھاس کھلانی ہے تو ذرا سہلانا پڑے گا۔ محبت سے کسی وفادار گھوڑے کی طرح نرمی سے پشت پر ہاتھ پھیرنا ہوگا اور مٹھی میں شکر کی ڈلیاں بھر کے منہ سے بھی لگانا ہوگا، تاکہ اسے دلکی چال چلنے میں تھوڑا سرور آئے۔ لبوں پر بے اختیار ہنسی کی مدھر جھنکار اُبھری تو وہ دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر زور سے ہنس پڑیں۔

"دینس گریٹ منال!" ارما نے بہن کو سراہا۔ "ہمیں اپنی کامیابی کے لئے تھوڑا وقت پر انحصار کرنا ہوگا۔ کیونکہ کامیابی کا حصول، وقت کا مرہونِ منت ہوتا ہے۔"

"یس، یو آر رائٹ۔ میں بھی تمہیں کچھ یہی کہنے کی کوشش کر رہی تھی۔" منال نے سر ہلایا۔

"اوکے.....!" ارما نے مستعدی سے اپنی پوزیشن سنبھال لی۔ "اب تم دیکھو، میں اس گھوڑے کو کیسے قابو میں کرتی ہوں۔" اس کی انگلیاں تیزی سے کی بورڈ پر گردش کرنے لگیں۔

"ہائے ہینڈسم.....!"

"ہیلو مارلن منرو!.....کہاں مصروف تھیں؟ بہت دن بعد آئی ہو میدان میں؟" وہ بھی کم نہیں تھا، جواب بے حد بھرپور آیا تھا۔

"یونہی کچھ مصروفیت تھی۔ ویسے غائب تو آپ بھی تھے منظر سے۔"

"واؤ، یاد کر رہی تھیں مجھے؟"

"ہوں، مجبوری تھی۔ آپ کی ای میل پڑھ لی تھی نا۔"

"بھئی واہ، پھر جواب سے نوازا بھی ہوگا۔"

"نہیں، جواب نہیں دیا۔ سوچا، روبرو ہوں گے تو میل کا جواب دے دوں گی۔"

"ٹھیک ہے، لیکن مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔"

"جی کہئے۔" ارما کچھ محتاط ہوگئی۔

"دیکھئے، میں نے آپ کو ستایا، رُلایا اور خاصا تنگ کیا، اس کے لئے سوری۔ لیکن آپ بے حد ذہین اور حاضر جواب ہیں، پھر نام کیوں نہیں بتاتیں؟"

"بتانے کا فائدہ؟.....آپ نے میرا نام رکھ تو لیا ہے، ڈیانا ہیڈن۔"

"ہاہاہا!" اسکرین پر اس نے قہقہے کو زبان دی۔ "گویا تم اس سے مشابہت رکھتی ہو؟"

"نہیں، قطعاً مشابہت نہیں رکھتی۔ بلکہ ہزار گنا پیاری ہوں، اس ڈیانا ہیڈن سے۔"

"اوہ مائی گڈنیس۔ اس کا مطلب یہ ہے، میں اس وقت دنیا کی حسین ترین لڑکی سے بات کر رہا ہوں۔"

"یس، آف کورس۔ یہ بات واقعی آپ کے لئے اعزاز ہے کہ دنیا کی سب سے خوب صورت لڑکی آپ جیسے عام سے بندے کو شرفِ گفتگو بخش رہی ہے۔ آپ فوری طور پر میرا شکریہ ادا کیجئے۔"

"اوہ، اِٹس پلیژر.....اس honour پر میں آپ کا شکریہ ایک شعر کی صورت ادا کرنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور، یہ ادا مجھے اچھی لگے گی۔" ارما کا اندازِ تغافل شاہانہ تھا۔ شامیر بے حد محظوظ ہوا۔ اس نے فوری ٹائپ کیا۔

"وہ مجھ سے ہوئے ہم کلام، اللہ اللہ
کہاں میں، کہاں یہ مقام، اللہ اللہ"

''چلئے، اس شعر سے یہ ثابت ہو گیا کہ آپ اپنا مقام پہچانتے ہیں۔'' ارما کا جواب خاصا کانٹے دار تھا، اسے ہضم نہیں ہوا۔

''جی میڈم! بلکہ یہ بھی جانتا ہوں، حسینوں میں عقل کی کمی ہوتی ہے، ذرا جلدی پیدل ہو جاتی ہیں۔ اگر یہ غلط ہوتا تو آپ میرے جواب کو پہلے سراہتیں، پھر کوئی تبصرہ کرتیں۔ لیکن کہاں، آپ تو..... ہاہاہا!'' وہ ہنس پڑا۔

''یہ لو، ارما! مسٹر رائٹ نے بدلہ لے بھی لیا تم سے۔'' منال نے فوراً اسے ٹوکا۔ ''اب بولو، کیا کہو گی اسے؟''

''کہنا تو پڑے گا یار! بڑا خبیث ہے، بات جلدی سمجھتا ہے اور فوری ری ایکٹ بھی کرتا ہے۔''

''لیکن اب تھوڑا ری ایکشن تمہاری طرف سے بھی ہونا چاہئے، ورنہ وہ سوچے گا، تم ہار مان گئیں۔''

ارما نے بہن کو گھورا۔ ''میرے لئے ایسا کبھی مت سوچنا۔ اس جیسے سرپھروں کو میں سیکنڈوں میں تپا سکتی ہوں۔''

''تو تپاؤ نا۔ وہ منتظر بیٹھا ہے۔'' منال نے اُسے اُکسایا تو وہ جھٹ کی بورڈ پر جھک گئی۔

''شامیر صاحب! وہ میرا تبصرہ نہیں، خیال تھا۔ شاید آپ کو پسند نہیں آیا۔''

''نہیں، خوب صورت لوگوں کی ہر بات خوب صورت ہوتی ہے۔ بس، ہم جیسے دل والوں کو اپنا ٹمپرامنٹ تھوڑا بڑھانا پڑتا ہے۔''

''اوہ، تو آپ کو خود پر بہت ناز ہے۔ مطلب یہ کہ جلدی لوز نہیں ہوتے۔''

''بالکل نہیں۔ You must try your best.''

''کمینہ کہیں کا.....'' ارما نے بے ساختہ گالی دے ڈالی۔ ادھر منال قہقہہ مار کر ہنسی۔ وہ کسی طرح بھی کم نہیں تھا۔

''یار، ڈیانا! پلیز اپنا نام بتا دو۔ اتنی ضد اچھی نہیں ہوتی۔'' اس کی فرمائش اسکرین پر جگمگانے لگی۔

''دیکھئے، یہ ہماری دوسری باضابطہ ملاقات ہے، شامیر صاحب!..... کیا یہ بہتر نہیں، ہم دو چار ملاقاتوں کے بعد کھلیں۔''

''اوکے، ایز یو وِش۔ لیکن آج بھی آپ خاصا کھل گئی ہیں۔ وہ گالیاں جو آپ کے منہ سے نکلی ہیں، مجھ تک بخوبی پہنچ رہی ہیں۔''

''ہائیں.....'' وہ ہکی بکی سی ہو کر اسکرین گھورنے لگی۔ ''منال! اس کو کیسے پتہ چلا کہ میں نے اسے گالی دی ہے؟'' ارما کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ ''تو وہ اب نفسیاتی حربے استعمال کر رہا ہے، مجھے ستا رہا ہے قیاس آرائی کر کے۔''

''ہاں، اس کا یقین تو دیکھو، اپنی بات کے جواب میں اسے تمہاری گالیوں کا انتظار تھا۔ بڑا زیرک بندہ ہے یار!'' منال نے فوراً اسے داد دی تو ارما کو کچھ اور تاؤ آ گیا۔

''اُف، کتنے اچھے اور سچے ہیں نا آپ، شامیر صاحب! الہام بہت جلدی ہوتے ہیں آپ کو۔ قسم سے، دل خوش ہو گیا یہ جان کر کہ آپ میرے دل سے اُمڈتی گالیوں سے واقف ہیں۔ سچ، ان لمحات میں، میں آپ کو جی بھر کے نواز رہی ہوں۔''

''اس کرم نوازی کا شکریہ۔ لیکن وہ کہتے ہیں نا، محبوب کی گالی سے تو عزت نہیں جاتی۔ اس لئے ڈیانا ہیڈن! میں بھی گالیاں کھا کر بے مزہ ہونے والوں میں سے نہیں ہوں۔ یو جسٹ کیری آن، مجھ پر رتی برابر بھی اثر نہیں ہو گا۔''

''ہاں بھئی، ڈھیٹ جو ہوئے۔''

''تھینکس۔ میری خاصی کوالیٹیز پتہ ہیں تمہیں۔ خوب گزرے گی، جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔ کیا خیال ہے؟''

''خاک گزرے گی؟ میں دل پھینک عاشقوں سے دور رہنا پسند کرتی ہوں۔ آپ ٹھہرے ڈیانا ہیڈن کے پرستار اور میں ہوں ایک طرح دار حسینہ، کل کو آپ مجھ پر فدا ہو گئے تو میں کیا کروں گی؟''

''تب آپ کو کچھ نہیں کرنا، میڈم! سب کچھ ہم ہی کر لیں گے۔ اِٹس اے پرامس!''

''اچھا.....'' منال نے ہاتھ بڑھا کر اس بار ارما سے پہلے ٹائپ کر دیا۔ ''مثلاً کیا کریں گے آپ؟'' ارما نے سوال enter ہوتے ہی منال کو گھورا، مگر وہ ہنس پڑی۔ ادھر شامیر سوال میں چھپی رمز کو جان گیا تھا، ذومعنی جواب آیا۔

''کیا آپ نہیں جانتیں؟''

''جانتی ہوں، مگر آپ کی زبانی سننا چاہتی ہوں۔'' منال باز نہ آئی۔ کی بورڈ پر اب اس کی اجارہ داری تھی۔

''بری بات..... وقت سے پہلے اگر بات کر دی جائے تو موقع پر کچھ ایکسائٹمنٹ نہیں رہتی۔ ویسے ایک بات بتاؤ، مارلن منرو! اس بات کا مقصد کیا ہے؟ تم تو دل پھینک عاشقوں سے دُور بھاگتی ہو نا؟''

''بالکل جناب!'' اس بار ارما نے منال کو پرے دھکیل کر خود جواب دے ڈالا۔ ''میں اپنے کہے پر قائم ہوں۔ یہ جو بات ابھی کہی گئی ہے، وہ دراصل میری دوست نے آپ سے شرارتاً پوچھی ہے۔''

''اوہ...!'' وہ محتاط ہو گیا۔ ''کیا اس وقت آپ کی دوست آپ کے ساتھ بیٹھی ہیں؟''

''جی، وہ میری بیسٹ فرینڈ ہے اور اکثر میرے معاملات میں شامل رہتی ہے۔''

''ہاؤ امیزنگ، ذرا تعارف کروائیے ان کا۔ یا وہ بھی آپ کی طرح نام بتانا پسند نہیں

کرتیں؟'' اس کا طنز واضح تھا۔ ارما مسکرا دی۔

''نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے..... میری دوست کا نام منال ہے اور میں اس کی آئی ڈی پر آپ سے بات کر رہی ہوں۔''

''بھئی واہ، یعنی نام کے ساتھ ساتھ اتنا پتہ بھی خفیہ رکھ چھوڑا ہے آپ نے۔''

''جی ہاں، مجبوری ہے۔ ورنہ آپ جیسوں کا کیا بھروسہ؟''

''اوکے، میں آپ کی آئی ڈی نہیں پوچھوں گا۔ مگر اتنا بتا دیجئے، کیا ہم ہمیشہ آپ کی دوست کے توسط سے بات کریں گے؟''

''بالکل، اگر میرا دل چاہے گا، تب۔''

''اوہو، دل کی بہت مانتی ہیں آپ۔''

''جی، کیونکہ دل بتا دیتا ہے، آپ کے دل میں کیا ہے۔''

''ارے واہ، یو ایب سلوٹلی ویل سیڈ۔'' وہ غالباً ہنسا تھا۔ ''میں قائل ہو گیا، آپ کی بات سے۔''

''بہت اچھی بات ہے۔ اور اب اجازت دیجئے۔'' ارما نے فوراً بات چیت سمیٹ لی۔

''کیوں بھئی، اجازت کیوں؟'' وہ بوکھلا گیا۔

''کیونکہ رات کے دو بج گئے ہیں اور صبح مجھے جلدی اٹھنا ہے۔''

''کیوں، کیا آپ جاب کرتی ہیں؟'' وہ کرید رہا تھا۔

''جی ہاں، گھر پر کرتی ہوں، فل ٹائم جاب۔''

''اور پڑھائی؟'' اس کے سوال ختم ہی نہ ہو رہے تھے۔

''پڑھائی ہو چکی، اب صرف رزلٹ کا انتظار ہے۔''

''کس امتحان کے رزلٹ کا؟''

''بی ایس سی آنرز کا۔''

''اوہ، آئی سی..... پھر آگے کیا ارادہ ہے؟''

''کیا سب کچھ ابھی بتا دوں؟''

''نہیں، کل پر چھوڑ دو۔ کل پھر ملیں گے، اسی ٹائم پر، اگر تمہارا دل چاہا تو۔''

''اوہ شیور، میں دل کی بہت مانتی ہوں۔'' ارما نے سائن آف کر دیا۔ اب مزید گفتگو کرنا مشکل ہو چلا تھا۔

''توبہ، بہت گھٹیا ہے یہ شامیر۔ باز گر ہے لفظوں کا، ایسی کہتا ہے کہ بندہ دیکھتا رہ جائے۔''

منال نے کانوں کو ہاتھ لگا۔ ارما بھی ہنس پڑی۔ ''چلو، جیسا بھی ہے، ہے حاضر جواب..... مجھے لگتا ہے، اسے آپ بنانے میں خوب لطف آئے گا۔''

''ہاں، لیکن سنو، کل بات کرنا تو ذرا ڈھیل دیئے رکھنا۔ کیونکہ خوش فہمی دے کر ہی مارا جاتا ہے۔ پھر اگلی بات چیت میں ریزرو ہو جانا۔ تمہارے دھوپ چھاؤں سے رویے سے اُس کے دماغ کی گھنٹیاں زوردار طریقے سے بجیں گی تو اس غریب کو ہوش میں آنے کا موقع ملے گا اور یوں وہ چکرایا رہے گا۔''

منال کا مشورہ فوری تھا، جسے سنتے ہی ارما سنجیدگی سے بولی۔

''لیکن اسے بہت سلیقے سے ہینڈل کرنا ہوگا، ایک حد قائم رکھنی پڑے گی، تاکہ وہ اسے کراس نہ کر سکے۔ کیونکہ ذرا سی کمزوری بھی اسے چھچھورا ہونے میں دیر نہیں لگائے گی۔ یو نو، وہ اپنے راستے سے پھسل سکتا ہے۔''

''ارے نہیں ارما! بندہ بہت مینرز والا ہے بلکہ excelsior سا ہے، خود کو جلدی لوز نہیں کرے گا۔ مجھے خاصی ہائی فائی فیملی کا لگتا ہے۔''

''مے بی، بات چیت میں شوشا بالکل نہیں ہے، سلجھا انداز ہے گفتگو کا، ہے نا؟''

''ہاں، میں نے بہت فضول سوال پوچھا تھا اُس کا ٹمپرامنٹ چیک کرنے کے لئے مگر وہ کئی کترا کر نکل گیا۔ اس کے کسی جواب نے ہمیں ناگواری میں مبتلا ہونے نہیں دیا اور وہ اپنے خول سے باہر بھی نہیں نکلا۔''

''ہاں، اس کی یہی بات مجھے سب سے اچھی لگی ہے۔'' ارما نے پورے دل سے کہا تو منال بھی مسکرا دی۔

بہت عجیب سے لہجے میں بات کرتا ہے
کہ جیسے پھول میں کچھ امتزاج کانٹوں کا

وہ صبح جلدی اٹھی تھیں تاکہ عرفان بھائی کو برتھ ڈے وش کر سکیں۔ مگر آج وہ ناشتہ کئے بغیر گھر سے نکل گئے تھے۔ ان کے آفس میں کوئی ارجنٹ میٹنگ تھی، جس میں حاضری ضروری تھی، سو عرفان بھائی جیسا بندہ بھی کہ جن کی صبح نو بجے سے پہلے ہوتی ہی نہ تھی، آج وقت پر آفس سدھار چکا تھا۔ ان کی غیر حاضری پر دونوں نے آرام سے ناشتہ کیا، روز کے کام سمیٹے اور امی سے اجازت لے کر بازار چلی آئیں۔ موسم بدل رہا تھا، سو کچھ کاٹن کے سوٹ خریدنے تھے اور کچھ عرفان بھائی کی پسندیدہ کھانے کی اشیاء لینا تھیں کیونکہ انہیں اپنی سالگرہ پر گھر پر کیا جانے والا اہتمام زہر لگتا تھا۔ خصوصاً چاٹ، چھولے اور دہی بڑے ٹائپ کی ڈشز سے انہیں سخت الرجی تھی۔ بھیا اپنی سالگرہ پر سب گھر والوں کو اپنی جیب سے ٹریٹ دیا کرتے۔ امی اور ابو کو ہوٹلنگ کرنے میں کوئی انٹرسٹ نہیں تھا، البتہ وہ دونوں بھیا کے ساتھ اس پارٹی کو انجوائے کرتیں۔ یہ اور بات تھی کہ عرفان بھائی، امی اور ابو کے لئے کھانا پیک کروا کر گھر لے آیا کرتے لیکن ان کی سالگرہ کا جو اہتمام ارما اور منال گھر پر کرتیں، اس میں ساری چیزیں بازار سے

منگوائی جاتی تھیں۔ کیک ہمیشہ ابو کی طرف سے آتا اور باقی کے لوازمات میں امی سمیت وہ دونوں اپنا شیئر ڈالتیں اور یوں گھر پر سالگرہ کی سیلیبریشن اچھی خاصی بلکہ دھماکے دار ہو جایا کرتی تھی۔

آج بھی کپڑوں کی خریداری کے بعد وہ پزا ہٹ چلی آئی تھیں۔ عرفان بھائی کی چوائس کو ملحوظِ خاطر رکھ کر انہوں نے پزا کا آرڈر دے ڈالا تھا اور اب اس کے پیک ہونے تک کاؤنٹر کے سامنے پڑی کرسیوں پر آ کر بیٹھ گئی تھیں۔ آج موسم خاصا گرم تھا، تیز دھوپ نے اوسان خطا کر ڈالے تھے۔

سخت پیاس لگ رہی تھی۔ منال نے کولڈ ڈرنکس آرڈر کر دیں، جب ہی انہوں نے انٹرنیس ڈور سے دائم کو اندر آتے دیکھا۔ وہ سفید شلوار کرتے میں ملبوس تھا اور خاصا نکھرا سا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ دونوں چونک کر ایک دوسرے کی صورت تکنے لگیں۔

''یہ..... یہ یہاں کیا کر رہا ہے؟'' ارما کا حیرت بھرا سوال اس کے تجسس کا کھلا اظہار تھا۔ منال مسکرا دی۔

ارما کی نظریں ابھی بھی اسی جانب لگی تھیں۔ ''یہ دائم ہی ہے نا؟ وہی، جو امریکہ سے آیا ہے؟''

اس کا سوال منال سے تھا، جو اثبات میں سر ہلا کر بولی۔ ''ہاں وہی ہے، عمارہ کا کزن، دائم مصطفیٰ۔''

''لیکن وہ یہاں کیا کرنے آیا ہے؟'' ارما کا سوال بے حد بچکانہ تھا۔ منال ہنس پڑی۔

''ظاہر ہے، وہ بھی وہی کرنے آیا ہے، جس کے لئے ہم ادھر آئے بیٹھے ہیں۔''

''تمہارا مطلب ہے، وہ پیزا لینے آیا ہے؟''

''ہاں بالکل۔ اب پیزا ہٹ سے وہ پیزا کی جگہ پیاز تو خریدنے سے رہا۔''

''لیکن وہ آیا کس کے ساتھ ہے؟'' ارما کے سوال اس کی حیرت کی طرح بڑھتے جا رہے تھے۔ تب منال نے اسے جھڑک دیا۔

''بھئی، تمہیں اس سے کیا مطلب؟ وہ جس کسی کے ساتھ آئے، ہمیں اس سے کیا لینا دینا؟''

''ارے، تم سمجھی نہیں۔ میرے کہنے کا مطلب ہے، شاید وہ نک چڑھی سندس بھی آج اس کے ساتھ آئی ہو۔ آفٹر آل، منگیتر ہے اس کی۔ اور اس وقت دائم جتنا مطمئن اور کھلا کھلا سا دکھائی دے رہا ہے تو صاف ظاہر ہے کہ وہ سو فی صد اس کے ہمراہ ہو گی۔''

ارما کی وضاحت منال کو دوبارہ ہنسا گئی۔ اپنی کولڈ ڈرنک میز پر رکھ کر وہ اچانک اٹھتے ہوئے بولی۔ ''نو پرابلم، مائی ڈیئر! میں ابھی معلوم کئے لیتی ہوں، وہ اس کے ساتھ آئی ہے یا نہیں؟''

''کک..... کیا مطلب؟'' ارما بوکھلا کر اسے تکنے لگی۔

''مطلب یہ کہ میں دائم کے پاس جا رہی ہوں۔''

''دائم کے پاس؟'' اس نے تیزی سے ہاتھ بڑھا کر اس کی کلائی تھام لی۔ ''کیا پاگل ہو گئی ہو؟''

''اس میں پاگل پن کی کیا بات ہے، ہیلو ہائے کرنے سے دماغ کی خرابی نہیں بلکہ ایٹی کیٹس نبھانا ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے پلیز، تم ادھر بیٹھ کر اپنی کوک ختم کرو، جب تک میں دائم سے علیک سلیک کر کے آتی ہوں۔'' اس نے دھیرے سے اپنا بازو ارما کی گرفت سے نکالا اور کاؤنٹر پر چلی آئی۔ دائم والٹ نکالے بل پے کرنے کی تیاری میں تھا۔

''السلام علیکم.....!'' منال نے خاصی خوش دلی سے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک کر مڑا اور پھر کچھ نہ سمجھ کر اپنے دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ اسے لگا، منال نے غالباً کسی اور کو سلام کیا ہے۔

''آپ کیسے ہیں، دائم صاحب؟'' اسے سٹپٹاتا دیکھ کر منال نے ایک اور بے تکلفانہ کوشش کی۔ اس بار وہ واقعی حیران ہو گیا۔

''میں ٹھیک ہوں، بٹ سوری، ہُو آر یو؟'' اس کی سنجیدگی منال کو نروس سا کر گئی۔

''میں منال ہوں، عمارہ کی فرینڈ، کیا اتنی جلدی بھول گئے؟''

''جی.....؟'' وہ اس بار بے زار ہو گیا۔ ''دیکھئے، آپ عمارہ کی دوست ضرور ہوں گی۔ مگر میں نے کہا ہے نا، میں آپ کو نہیں جانتا۔ پھر بھول چوک کا کیا سوال؟''

''ارے، سوال جواب کس نے پوچھا ہے۔ میں بتا رہی ہوں تو آپ سن لیجئے، جان پہچان بنانے میں دیر کتنی لگتی ہے۔''

وہ جھاڑ کے کانٹے کی طرح بے وجہ اس سے اُلجھ گئی۔ تب، وہ کچھ زیادہ ہی سنجیدہ ہو گیا۔

''دیکھئے محترمہ! مجھے آپ سے جان پہچان بنانے میں کوئی دلچسپی نہیں، ویسے بھی میں لڑکیوں سے الرجک ہوں، ان کی گفتگو میرے سر سے گزر جاتی ہے۔''

''کیوں، کیا آپ ہر لڑکی کو سندس جیسا سمجھتے ہیں؟'' وہ پٹ سے بولی تو دائم کے ماتھے پر سلوٹیں اُبھر آئیں۔ واٹ ڈو یو مین؟ کون ہیں آپ؟ سندس کو کیسے جانتی ہیں؟''

''میں آپ کو بھی جانتی ہوں، دائم صاحب! آپ انجان بننے کا ڈراما بند کیجئے۔ میری صورت ایسی نہیں ہے کہ بندہ ایک بار دیکھ کر بھول جائے۔ ہم عمارہ کے گھر نہ صرف مل چکے ہیں، بلکہ تعارف کی رسم بھی ادا ہو چکی ہے۔'' منال کا لہجہ بے حد کھردرا تھا۔ دائم گہری سانس بھر کے رہ گیا۔

''آپ عمارہ کی دوست ہیں تو عمارہ سے مل سکتی ہیں، وہ باہر گاڑی میں موجود ہے۔''

منال کی گہری نظر اس کے چہرے پر ٹھہر گئی۔ ''اوہ، تو آپ عمارہ کے ساتھ آئے ہیں۔ کیا آج بھی سندس آپ کے ساتھ نہیں آئی؟''

''دیکھئے مس! آپ حد میں رہیے۔ مجھے اس قسم کے پرسنل سوال کسی اجنبی کے منہ سے اچھے نہیں لگتے۔''

''تو اچھا کیا لگتا ہے آپ کو؟'' منال کی مسکراہٹ اس کی برداشت سے باہر تھی۔

وہ تلملا کر بولا۔

''مجھے اچھا لگتا ہے، اپنے کام سے کام رکھنا۔ یُو انڈر اسٹینڈ؟..... اور آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے، آج سندس میرے ساتھ ہیں اور عمارہ کے ساتھ گاڑی میں بیٹھی ہے۔''

''رئیلی؟..... دِس اِز اے ونڈرفل نیوز۔'' منال کی مسکراہٹ ہنسی میں بدل گئی۔ ''مجھے خوشی ہوئی آپ کی منگیتر کے بارے میں جان کر۔ اللہ آپ دونوں کا ساتھ سلامت رکھے۔ اب تو شادی بھی ہونے والی ہے۔''

''تھینکس۔'' اس نے کڑی نظروں سے منال کو گھورا اور کاؤنٹر سے اپنا پیکٹ اٹھاتے ہوئے بولا۔ ''کیا میں اب جا سکتا ہوں؟''

''اوہ، شیور۔ میں نے آپ کا راستہ نہیں روکا۔'' وہ پرے ہوگئی۔ دائم نے برا سا منہ بنا کر قدم بڑھا دیئے۔ جب ہی اس نے دوبارہ پکارا تھا۔

''رکیے دائم صاحب! میں بھی اپنا آرڈر کردہ پزا وصول کرلوں تو اکٹھے باہر چلتے ہیں، مجھے عمارہ سے ملنا ہے۔''

''ٹھیک ہے، آپ آجایئے۔'' وہ رکا نہیں۔ منال نے اسے جاتا دیکھا تو کھل کر مسکرائی۔ دائم کا چڑ جانا اسے بہت بھایا تھا۔ تب پلٹ کر ارما کو اشارہ کر کے کاؤنٹر پر کھڑے لڑکے سے اس نے اپنا پیکٹ وصول کیا اور ارما کو لے کر پزا ہٹ سے باہر چلی آئی۔ ارما کچھ نادم سی تھی۔ منال کی حرکت خاصی معیوب تھی۔ دائم کو بلاوجہ روکنا اور غیر ضروری گفتگو کرنا ان دونوں کی پوزیشن کو خاصا آک ورڈ کر رہا تھا۔ مگر تیزی سے گزرتے ان لمحات میں وہ دائم کے سامنے منال کو کچھ سمجھانے سے قاصر تھی۔

باہر آتے ہی دائم کے موبائل کی رِنگ ٹون نے اسے روکا تھا۔ وہ وہیں رک کر فون سننے لگا۔ تب منال سیدھی عمارہ کی گاڑی کی طرف آگئی۔

وہ ان دونوں کو اچانک سامنے پا کر جیسے نہال ہوگئی۔ گاڑی سے باہر آتے ہوئے بولی۔

''ارے، تم لوگ یہاں کیا کر رہی ہو؟''

''ہم عرفان بھائی کا فیورٹ پزا لینے آئے تھے۔ یُو نو، آج اُن کا برتھ ڈے ہے۔'' منال نے ہنس کر جیسے اسے اطلاع دی۔

''اوہ، دیٹس گیٹ۔ پھر تو انہیں وِش کرنا پڑے گا۔ ٹھیک ہے، میں شام کو آؤں گی تمہاری طرف۔'' اس نے فوراً پروگرام بنا لیا۔

''او کے، میں انتظار کروں گی۔'' منال نے گاڑی میں جھانکا۔ سندس انہی کی طرف متوجہ

تھی اور ان کی گفتگو سے فیض یاب ہو رہی تھی۔

''ہائے سندس! کیسی ہو؟'' منال نے دوستانہ انداز میں بے حد تپاک سے پوچھا۔ سندس کے لبوں پر رسمی مسکراہٹ چمکی۔

''میں ٹھیک ہوں، آپ دونوں کیسی ہیں؟''

''بالکل ٹھیک، دوستی ہوگئی تمہاری دائم صاحب سے؟''

منال کا سوال بے حد غیر متوقع تھا۔ عمارہ چونک کر اس کی صورت تکنے لگی، جبکہ سندس کا موڈ واضح طور پر آف ہوگیا۔ اُکھڑے انداز سے بولی۔ ''کیا مطلب؟ ہماری لڑائی کب ہوئی تھی، جو دوستی ہوتی؟''

''ارے، تم اس دن دائم سے ملے بغیر چلی گئی تھیں نا، سو وہ خاصے frustrated تھے۔ میں نے سوچا، شاید تمہاری آپس میں کوئی ان بن ہوگئی ہو۔''

''نہیں، ایسا کچھ نہیں تھا، ہمارے درمیان۔'' وہ ناگواری سے بولی تو عمارہ نے تیزی سے مداخلت کی۔

''منال! تم بھی کیا فضول ٹاپک لے بیٹھی ہو؟..... یار! ان دونوں میں بہت اچھی انڈر اسٹینڈنگ ہے، سب جانتے ہیں، وہ محبت کرتے ہیں ایک دوسرے سے۔''

''محبت.....؟'' منال نے بھنویں اچکا کر اسے دیکھا۔ ''لیکن کل تمہارے گھر پر کچھ اور ہی نظارہ دیکھا تھا میں نے، وہ تو محبت نہیں تھی؟''

''ارے یار! وہ تو بس یونہی دائم بھائی اُلجھ گئے تھے۔ دراصل جذباتی ہیں، سندس کے لئے۔ سو فوری ری ایکٹ کر جاتے ہیں۔''

''کیا ری ایکٹ کر ڈالا میں نے؟'' دائم قریب آگیا۔ اس نے غالباً عمارہ کی بات سن لی تھی۔

''کچھ نہیں، ہم کچھ اور بات کر رہے تھے۔'' عمارہ نے گھبرا کر موضوع بدل دیا۔ ''تم بہت چپ ہو ارما! طبیعت تو ٹھیک ہے نا تمہاری؟''

''ہوں..... میں ٹھیک ہوں۔'' وہ کچھ اور نادم سی ہوگئی۔

''آپ ان کی بہن ہیں؟'' دائم نے اچانک اسے مخاطب کیا۔ اس کی انگلی کا اشارہ منال کی طرف تھا۔ ارما گھبرا کر رہ گئی، منہ سے کچھ کہے بغیر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ دائم کی چبھتی نگاہ دونوں پر منڈلانے لگی۔

''انہیں سمجھایئے۔'' وہ بے حد سنجیدہ تھا۔ ''دونوں کے پرسنل معاملات میں انٹرفیئر کرنا اچھی بات نہیں، بلکہ اِل مینرڈ ہونے کا ثبوت ہے۔''

''سوری، آپ کو برا لگا، میں معذرت خواہ ہوں۔'' ارما کی آواز دھیمی تھی۔

''معذرت آپ کو نہیں، ان کو کرنی چاہئے۔'' وہ کورے لہجے میں تڑ سے بولا اور دروازہ

کھول کر سندس کے پہلو میں بیٹھ گیا۔

ارما جیسے زمین میں گڑ گئی۔ اس بار منال کے چہرے کا رنگ بھی اُڑ چلا تھا۔ وہ قدم بڑھا کر دائم کے قریب آ کر قدرے گرمی سے بولی۔

''سوری دائم صاحب! آپ کو میری باتیں ناگوار گزری ہیں، لیکن میں نے جان بوجھ کر وہ ساری باتیں کہی تھیں۔ دراصل، عمارہ کے گھر آپ کو دل گرفتہ دیکھ کر مجھے ترس آیا تھا، میں سمجھ رہی تھی، آپ کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ لیکن میں غلط تھی، آج پتہ چلا، آپ قنوطی ہیں، سندس سے تعلق جوڑ کر بھی اس رشتے کے حوالے سے دوسروں کے سامنے باتیں کرنے سے نہیں چوکتے۔''

''واٹ.....؟'' وہ بری طرح تلملایا۔ ''آپ کن دوسروں کی بات کر رہی ہیں؟''

''آپ اچھی طرح جانتے ہیں، میں کس کی بات کر رہی ہوں۔'' منال نے کڑی نظروں سے اسے گھورا۔ ''ہمدردی وصول کرنے کا طریقہ بدل ڈالئے، دائم صاحب! آپ کی حرکتیں آپ کے مستقبل کا خطرہ ہیں، سو پلیز، بی کیئر فل۔''

''آئی سے، شٹ اپ!'' وہ بے حساب چلایا۔ ''مجھے آپ سے مشورہ نہیں چاہئے۔''

''یہ مشورہ نہیں، نصیحت ہے۔ اور ہاں.....'' اس نے براہِ راست اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ ''اِل مینرڈ ہونے کا مطلب ہے، دوسرے سے بداخلاقی سے پیش آنا، آپ اس وقت اسی بداخلاقی کے مرتکب ہو رہے ہیں اور اس کے لئے اب آپ کو سوری کہنا چاہئے۔''

''ارے، یہ لڑکی کیسی باتیں کر رہی ہے؟ پلیز عمارہ! اسے لگام دو۔'' سندس رہ نہ سکی، اس نے ڈائریکٹ عمارہ کی طرف شکایتی نظروں سے دیکھا۔ منال بلاوجہ دائم کی انسلٹ کئے جا رہی تھی۔ عمارہ ششدر کھڑی تھی۔ سندس کے اعتراض پر وہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ منال نے دوبارہ اس کی خبر لی۔

''میں جانتی ہوں، آپ سوری نہیں کہیں گے۔ اِٹس اوکے، میں پھر بھی آپ کو معاف کرتی ہوں۔ کیونکہ عمارہ کے بقول، آپ تھوڑے جذباتی ہیں اور فوری ری ایکٹ کرتے ہیں۔ دیکھئے، یہی بات آپ نے ثابت کر دی، اس لئے میں برا نہیں مانوں گی۔''

دائم کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔ اس نے رخ موڑ کر عمارہ کو دیکھا اور بے حد سرد مہری سے بولا۔

''تم دوستوں سے مل چکی ہو تو پلیز، گاڑی میں بیٹھ جاؤ، میرے پاس فالتو وقت نہیں ہے، دوسروں سے منہ ماری کرنے کے لئے۔''

''او کے ارما! میں چلتی ہوں۔'' عمارہ نے فوراً اجازت چاہی اور گاڑی میں بیٹھ گئی۔ اس کے بیٹھتے ہی دائم نے گاڑی بھگا دی۔ وہ دونوں جہاں کی تہاں کھڑی رہ گئیں۔ ارما رونے والی ہو رہی تھی، جبکہ منال کا چہرہ کسی انجانی سوچ کے غبار میں گم تھا۔ وہ اپنے لب دانتوں میں دبائے چپ کھڑی تھی۔

اتنی بے عزتی کا اس نے تصور بھی نہ کیا تھا۔ کس قدر ذلیل کر گیا تھا وہ شخص اُسے۔ لیکن ایسا کرنے میں وہ قصوروار کب تھا۔ سارا دوش منال کا تھا، جو بے وجہ اُلجھی تھی اس سے۔ اب جواب میں وہ جو بھی کہتا، سب جائز تھا۔ لیکن ارما سے یہ سب سہا نہیں جا رہا تھا۔ اس نے بھری آنکھوں سے منال کو دیکھا اور قریب کھڑے رکشے میں جا کر بیٹھ گئی۔ سارا موڈ غارت ہو کر رہ گیا تھا۔ اب شاپنگ کرنا ممکن نہ رہا تھا۔

ارما کو رکشہ میں بیٹھتا دیکھ کر منال بھی خاموشی سے آ کر اس کے برابر میں بیٹھ گئی اور رکشہ والے کو گھر کا ایڈریس بتا کر چلنے کے لئے کہا۔ دونوں بہنوں کی خاموشی میں اذیت چھپی تھی۔ گھر آنے تک ان کی خاموشی برقرار تھی۔

❁

جس کی نظروں میں ہم نہیں اچھے
کچھ تو وہ شخص بھی برا ہو گا

عرفان بھائی کے برتھ ڈے کی ساری خوشی ماند پڑ گئی تھی۔ گھر آ کر بھی دل و دماغ ایک سکوت کے حصار میں تھی۔ دل کسی کام میں نہیں لگ رہا تھا۔ سو جیسا چاہا تھا، ویسا انتظام ہو نہیں پایا تھا۔ ڈھنگ کی تیاری ہوتی تو سالگرہ کی رونق بھی عروج پر ہوتی، مگر وہاں ایک ہُو کا عالم طاری تھا۔

شام ہوتے ہی عرفان بھائی کی گھر آمد ہوئی اور ان دونوں نے بجھے دل سے بھائی کو وِش کیا، پھر گفٹ دے کر چائے کی تیاری کرنے لگیں۔ ابو حسب سابق کیک لے آئے تھے۔ امی نے ان دونوں کی غیر موجودگی میں دہی بڑے اور کچھ فرائیڈ فش بالز بنا لئے تھے، جو بھیا کو بے حد مرغوب تھے۔ سو تھوڑا بہت اہتمام اپنے آپ ہو گیا تھا۔

منال نے سب کچھ ٹیبل پر سجا کر بھائی کو آواز دے ڈالی اور ساتھ ہی بازار سے لایا ہوا اسپائسی چکن پزا کا ڈبہ بھی اُٹھا لائی۔

ابو نے پزا دیکھتے ہی امی کو مسکرا کر دیکھا اور قدرے شوخی سے بولے۔

''بھئی، یہ عرفان سے زیادہ تمہاری ماں کی پسندیدہ چیز ہے۔ منال بیٹا! اسے ڈبے سے نکال کر اپنی امی کے عین سامنے رکھ دو، تاکہ ان کی بھوک چمک جائے۔''

امی نے نخوت سے ناک سکوڑ کر ابو کو دیکھا، پھر رسان سے بولیں۔

''ایسی واہیات چیزیں آپ ہی کو مبارک ہوں۔ مجھے یہ بدیسی کھانے ویسے بھی پسند نہیں ہیں۔ نہ جانے لوگ اتنی ثقیل چیز کیسے ڈکار جاتے ہیں؟''

''ارے، یہ بہت ذائقے دار اور چٹ پٹا سا ہے۔ تم ذرا کھا کر تو دیکھو۔''

''اسے آپ ہی کھائیے، منال اور ارما نے بھائی کی پسند کو سامنے رکھ کر خریدا ہے تو پہلے اسے آلینے دیجئے۔ دیکھ کر خوش ہو جائے گا۔ تب آپ کاٹ کر اپنا دل خوش کر لیجئے گا۔ ویسے بھی

سالگرہ آپ کی نہیں، آپ کے بیٹے کی ہے۔ لیکن آپ یوں خوش ہو رہے ہیں، جیسے کیک آپ ہی کو کاٹنا ہے۔"

"ارے، میں کاٹنے کی بات کب کر رہا ہوں؟ صرف تمہیں آفر کر رہا ہوں۔" ابو اب بھی باز نہیں آئے۔ امی کو فوراً غصہ آ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ جواب میں کچھ کہتیں، ڈور بیل بج اٹھی۔ منال اور ارما پلٹ کر دروازے کو دیکھنے لگیں۔ عرفان بھائی زینہ اُتر کر نیچے آ رہے تھے۔ بیل کی آواز سن کر دو تین اسٹیپ ایک ساتھ پھلانگ گئے۔

"کون ہے باہر؟" انہوں نے ارما سے پوچھا۔ جواباً وہ کاندھے اچکا کر لاعلمی کا اظہار کر گئی۔ تب عرفان بھائی سیدھے باہر کے گیٹ کی طرف بڑھے۔ دروازہ کھولتے ہی ان کا چہرہ کسی پھول کی طرح کِھل اُٹھا۔

"ارے، تم..... تم کب آئے یار؟"

"بس، کچھ ہی دن پہلے۔ لیکن دیکھ لو، تمہارا برتھ ڈے نہیں بھولا۔ سو مینی ہیپی ریٹرنز آف دی ڈے۔" آنے والے نے بڑے والہانہ انداز سے وِش کرتے ہوئے عرفان بھائی کو گلے سے لگایا تھا۔

وہ کھلکھلا کے ہنس دیئے۔ "تھینکس اے لاٹ۔ بٹ دِس از اے پلیزنٹ سرپرائز فار می۔ سچ، تمہیں یہاں دیکھ کر دل خوش ہو گیا۔ آؤ، اندر چلو۔ بڑے وقت پر آئے ہو۔ امی ابو میز پر کیک رکھے میرے منتظر ہیں۔"

"اوہ، دیٹس گریٹ۔ گویا سب کچھ ریڈی ہے۔" وہ ہنسا۔

"ہاں، بالکل۔ دانے دانے پر مہر ہے تمہاری۔ میں تمہارے بغیر کیسے کھا لیتا؟" عرفان بھائی کی شوخی واضح تھی۔

"واؤ، کیا قسمت ہے میری۔ لیکن ٹھہرو، حمزہ بھی آیا ہے میرے ساتھ، گاڑی پارک کر رہا ہے۔ مجھ سے صبر نہ ہوا تو میں پہلے ہی اندر چلا آیا۔ مجھے تمہیں تھوڑا چونکانا تھا۔" اس نے اپنی خوشی کا بے ساختہ اظہار کیا تو عرفان بھائی ہنستے ہوئے دوبارہ اس سے لپٹ گئے۔

"تھینکس یار! تمہاری یہی محبت مجھے احساس دلاتی ہے کہ تم میرے بہت اچھے دوست ہو، میں تمہارا خلوص کبھی نہیں بھولتا۔"

"اچھا....." آنے والا زور سے ہنس دیا۔ "پھر اس بات پر ایک تھینکس میری طرف سے بھی قبول کر لو۔"

"اور ایک گلہ میری طرف سے....." حمزہ نے اندر آتے ہی اس کی بات کے جواب میں فوراً کہا۔ "یار! ہماری محبت کیا ہوئی، تم تو اس کی صورت دیکھتے ہی لٹو ہو گئے۔ اور ادھر ہم بے چارے کسی قطار میں شمار نہ رہے۔"

عرفان بھائی کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ "یہاں قطار شمار نہیں ہوتا بھائی! تم بھی دل کے بہت

قریب ہو۔"

حمزہ کے ساتھ آنے والے کی ہنسی بھی پورے گھر میں گونج گئی۔ منال، ارما اور امی ابو بھی ان کی دوستانہ گفتگو پر مسکرا دیئے۔ آنے والا کون تھا، انہیں اب تک پتہ نہ چلا تھا۔ حمزہ اور عرفان بھائی کے ساتھ وہ رخ موڑے کھڑا تھا، اسی لئے وہ سب اس کا چہرہ دیکھ نہیں پائے تھے۔

"ابو! دیکھئے، کون آیا ہے؟" عرفان بھائی کی گرم جوشی قابلِ دید تھی۔ وہ حمزہ کی رفاقت میں آنے والے کا ہاتھ پکڑ کر ان کی طرف پلٹے تو منال کے ساتھ ارما بھی بے اختیار اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔

وہ دائم تھا، دائم مصطفیٰ۔ جس سے مل کر آج کا سارا دن بے زار گزرا تھا۔

"آپ.....؟" دائم کی نگاہ بھی ان پر پڑ چکی تھی۔ اب وہ پتھر کا بُت بنا کھڑا تھا۔ عرفان اور حمزہ حیرت سے اسے گھورنے لگے۔ امی اور ابو کی نظریں بھی دائم کے بعد ان دونوں پر ٹھہر گئیں، جو اس سے کچھ خجل سی ہوئی کھڑی تھیں۔

"تم..... کیا تم لوگ دائم کو جانتی ہو؟" عرفان بھائی نے حیرت کو پرے دھکیل کر فوراً پوچھا۔

"جی بھائی! یہ عمارہ کے کزن ہیں۔" منال کا جواب سنجیدگی میں لپٹا ہوا تھا۔

"عمارہ کا کزن.....!" انہوں نے تعجب سے دہرایا۔ "کیا واقعی؟"

"ہاں، عمارہ میری خالہ کی بیٹی ہے۔" جواب دائم کی طرف سے آیا تھا۔

"واٹ اے سرپرائز..... تم نے پہلے کبھی نہیں بتایا؟" عرفان بھائی کی حیرت کم نہیں ہوئی تھی۔

"ہاں، پہلے کبھی ان دونوں سے ملاقات کب ہوئی تھی۔ مجھے یہ تک معلوم نہ تھا کہ تمہاری کوئی بہن بھی ہے۔ ہم نے اپنی دوستی میں پرسنل لائف کو کبھی شیئر نہیں کیا، پھر یہ سب کچھ کیسے پتہ چلتا؟"

"چلو، اب خبر ہو گئی نا۔ آؤ، میں تعارف کرواتا ہوں۔" ابو کی آواز نے انہیں اپنی جانب متوجہ کیا تو سب ادھر دیکھنے لگے۔

حمزہ نے بوکھلا کر سلام کر ڈالا، تب اس کی دیکھا دیکھی دائم بھی آگے بڑھ کر ابو سے علیک سلیک کرنے لگا۔ لیکن اس بار اس کی گرم جوشی میں فرق پڑ گیا تھا۔ امی اور ارما خاموشی سے یہ سارا تماشہ دیکھ رہی تھیں، جبکہ منال کا منہ بن گیا تھا۔ وہ دائم کو سامنے دیکھ کر انتہائی کوفت کا شکار تھی۔

بابا نے رسمی انداز میں سبھی کا تعارف کروایا، پھر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے دائم سے بولے۔ "تم شاید امریکہ چلے گئے تھے۔ کب لوٹے وہاں سے؟"

''جی، ابھی ایک ہفتہ ہوا ہے۔ مام شادی پر اصرار کر رہی تھیں، سو آنا پڑا۔'' اس نے دھیرے سے وضاحت کی۔

''اوہ..... یہ تو بہت خوش کن خبر ہے۔ گویا تم شادی کروانے آئے ہو۔ کب تک متوقع ہے؟'' عرفان بھائی نے شوخی سے پوچھا۔

''شاید اگلے ماہ ہو جائے۔'' وہ اب تک سنجیدہ تھا۔

''شاید کیوں؟ آپ کی شادی کی فائنل ڈیٹ فکسڈ ہو چکی ہے۔'' منال نے مداخلت کی تو اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

''اچھا، لیکن مجھے تاریخ کا علم نہیں۔ ہوسکتا ہے، مام نے آج کل میں طے کر دی ہو۔''

''آپ کی شادی ستائیس جولائی کو ہوگی۔ یہ اطلاع آپ مجھ سے لے لیجئے۔''

منال کا انداز قدرے توہین آمیز تھا۔ کمرے میں خاموشی پھیل گئی۔ امی ابو کی ملامتی نظر منال کو گھور رہی تھی، جبکہ عرفان بھائی کچھ عجیب تاثر لئے دائم کو دیکھتے تو کبھی حمزہ کو۔ ان کے چہرے پر اُلجھن کے آثار تھے۔ مگر وہ منال کی وجہ سے خاموش رہنے پر مجبور تھے۔ دائم کی اچٹتی نگاہ سبھی کے چہروں پر تھی۔ وہ پھیکی مسکراہٹ لبوں پر سجا کر بولا۔

''کمال ہے، تاریخ تو اگلے مہینے کی ہے اور میں لاعلم ہوں اب تک۔ خیر، ڈیٹ کوئی بھی ہو، آپ سب کو ابھی سے انوائٹ کر رہا ہوں۔ پلیز، ضرور آیئے گا۔''

''ارے، ایسے کیسے آ جائیں بھائی؟'' حمزہ نے ماحول بدلنے کو زبردستی شیخی بگھاری۔ ''کوئی کارڈ شارڈ چھپواؤ ہمارے لئے، ریڈ کارپٹ بچھاؤ، پھول برساؤ تاکہ سب کو پتہ چلے کہ دولہا میاں کے چہیتے دوست شادی میں شرکت کے لئے آئے ہیں۔''

''ایسا ہی ہوگا۔ تم فکر مت کرو۔ کارڈ چھپ گئے تو پہلا کارڈ میں دینے آؤں گا تم دونوں دوستوں کو۔'' دائم نے تسلی دی۔

''اور ہمیں کون دے گا؟'' منال نے ایک بار پھر اُلجھنے کی کوشش کی۔

''آپ کو کارڈ عمارہ دے گی۔ وہی دوست ہے نا آپ کی؟'' اس کا جواب ٹکڑا توڑ تھا۔ منال کا چہرہ گلابی ہو گیا۔ پھر بھی وہ بولے بغیر نہ رہ سکی۔

''ٹھیک کہتے ہیں آپ، وہ اِل مینرڈ نہیں ہے نا؟'' اس کا جواب دائم کو ناکوں چنے چبوا گیا۔ شاید اسی لئے وہ گرمی کھا گیا۔ اُٹھتے ہوئے تیز آواز سے بولا۔

''یار عرفان! تمہاری بہن بہت منہ پھٹ ہے۔ پلیز، اسے چپ کرواؤ۔ اگر میں نے جواب میں کچھ کہہ دیا تو تمہیں ہی نہیں، تمہارے والدین کو بھی برا لگے گا۔ یہ لڑکی بہت زیادہ بولتی ہے۔''

''ارے، ایسا کیا کہہ دیا منال نے، جو آپ بے وجہ غرّانے لگے؟'' ارما نے پہلی بار زبان کھولی تو دائم تڑپ اٹھا۔

''آپ کی بہن جو کہہ رہی ہے، اس کا مطلب آپ کو سمجھ میں آ گیا ہوگا، مس ارما! مجھے کچھ اور کہنے پر مجبور مت کیجئے۔''

''ارے یار! یہ کیا ہو رہا ہے؟ آخر تم لوگ لڑنے کیوں لگے؟'' عرفان بھائی نے فوری مداخلت کی تو وہ ان کی طرف پلٹ گیا۔

''یہ لڑائی جھگڑے کی بات نہیں ہے عرفان! عزت کی بات ہے۔ تمہاری بہن میرے ذاتی معاملات میں بے وجہ انٹرفیئر کر رہی ہے، اسے ایسا کرنے کا حق کس نے دیا ہے؟ میں یہ سب نہیں سہہ سکتا۔''

''لیکن میں نے کیا کہا ہے آپ کو؟'' منال نے فوراً زبان کھولی۔ ''آپ ذاتی بات کو ذاتی رکھیں تو بات ہے نا۔ لیکن آپ کو از خود ڈھنڈورا پیٹنے کی عادت ہے اب اس میں میرا کیا قصور؟''

''دیکھا تم نے؟'' دائم نے شکوے سے عرفان کو دیکھا۔ ''یہ لڑکی کس طرح میری انسلٹ کر رہی ہے۔''

''منال! کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟'' اس بار بھیا سے پہلے امی نے سخت لہجے میں منال کو جھڑکا۔

''کوئی مسئلہ نہیں ہے امی! میں نے بھلا کیا خطا کر ڈالی، جوان کی انسلٹ ہونے لگی؟''

''اگر خطا نہیں کی تو خاموش رہو۔ بے وجہ تکرار کرنے سے دوسرے کو غلط فہمی ہو سکتی ہے۔ تمہیں دائم سے معافی مانگنی چاہئے۔ وہ آج پہلی بار ہمارے گھر آیا ہے۔'' ابو نے بات ختم کرنے کی کوشش میں اسے ڈانٹ دیا۔

''آئی ایم سوری۔'' اس نے منہ پھُلا کر دائم کو دیکھے بغیر جیسے فرض ادا کیا اور اُٹھ کر تیز قدموں سے کمرے سے نکل گئی۔ تب ارما چائے لانے کا کہہ کر اُٹھ گئی، لیکن عرفان بھائی نے اسے روک لیا۔

''رہنے دو، ارما! اب ہم باہر جا رہے ہیں۔ چائے بھی باہر سے پی لیں گے۔''

''لیکن بھائی! یہ..... یہ ساری چیزیں.....'' وہ روہانسی ہو گئی۔ اس کی آواز نے ساتھ چھوڑ دیا۔

تب حمزہ کو ترس آ گیا، بات سنبھالنے کو بولا۔

''چھوڑو یار عرفان! باہر جا کر کیا کریں گے؟ کیک یہیں کاٹ لو۔ امی ابو بھی تمہارے ساتھ یہاں بیٹھے ہیں۔ اگر اُٹھ کر جاؤ گے تو انہیں اچھا نہیں لگے گا۔ اور ویسے بھی سجا سجایا دسترخوان چھوڑ کر اُٹھ جانا کفرانِ نعمت ہے۔''

''لیکن دائم.....؟'' عرفان بھائی عجیب مخمصے میں تھے، دائم شاید اب نہ رکے۔

''نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم کیک کاٹو، میں تمہارے پاس ہوں۔'' اس نے خود کو

سنبھال کر جیسے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا۔

"تھینکس یار! لیکن تم مائنڈ مت کرنا۔ منال ابھی چھوٹی ہے، سو کچھ بھی کہہ جاتی ہے۔"

"خیر....." دائم کا لہجہ گرمی لئے ہوئے تھا۔ "وہ اتنی بھی بچی نہیں کہ اچھا برا سوچ نہ سکے۔"

اس کا جواب برجستہ اور لگی لپٹی کے بغیر تھا۔ سب ایک بار پھر ٹینس ہو گئے۔ لیکن ابو نے اس مرحلے پر بھی بردباری کا مظاہرہ کیا اور ارما سے بولے۔

"جاؤ ارما! منال کو بلا کر لاؤ۔ عرفان کیک کاٹنے لگا ہے، وہ آ کر بھائی کو وِش کر لے۔"

"نہیں، رہنے دیجئے۔ وہ بعد میں بھائی کو مبارک باد دے دے گی۔" امی نے انہیں ٹوک دیا۔

"کیوں بھئی، وہ اس گھر کی فرد ہے، اسے اپنے بھائی کی خوشی میں شامل ہونے کا پورا حق ہے۔ ہم اس کا حق نظر انداز نہیں کر سکتے۔"

ابو کا جواب دائم کو بہت کچھ سمجھا رہا تھا۔ وہ منہ بنا کر چپ بیٹھا رہا۔ مگر حمزہ کی بے چینی اس کے چہرے پر لکھی تھی۔ وہ خاصا مضطرب تھا۔

"جاؤ ارما! منال کو بلا لاؤ۔" اس بار عرفان بھائی نے اصرار کیا تو اس نے خاموشی سے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ وہ جانتی تھی، منال کبھی نہیں آئے گی۔ لیکن ابو کی خاطر اسے منا کر لانا ہی تھا۔ دائم نے اچانک گھر آ کر سالگرہ کی رہی سہی خوشیوں کو بھی آگ لگا دی تھی۔ وہ ابھی یہ سوچ ہی رہی تھی کہ عمارہ کی آمد ہو گئی تھی۔

دل کی دیواروں پر
لفظ محبت لکھنا ہے
دل کی بات بجا ہے
لیکن لکھے کون؟

عمارہ کے آتے ہی منال چائے بنانے کو چل دی۔ ایسا اس نے قصداً کیا تھا۔ جانتی تھی، دائم کو گھر پر دیکھ کر عمارہ کا کیا ری ایکشن ہو گا۔ وہ بھی ان دونوں کی طرح خاصی شاکڈ تھی۔ اس کے چہرے پر بھی ہوائیاں اُڑنے لگی تھیں۔

دائم، عرفان کا دوست ہو گا، ایسا تو اس نے دُور دُور تک نہ سوچا تھا۔ مگر اب جب سب کچھ کھلی آنکھوں کے سامنے تھا تو اسے بے حساب ٹینشن ہونے لگی تھی۔ مارے فکرمندی کے، اس کا برا حال تھا۔ ابھی دوپہر میں منال نے پزا ہٹ کے باہر دائم کی جو درگت بنائی تھی، وہی عمارہ کی عزت پر بنا گئی تھی۔ کس قدر شاکی انداز تھا، دائم کے دیکھنے کا۔ عمارہ اپنی دوست کی بے تکی حرکت پر شرمندہ ہو کر رہ گئی تھی۔ منال اور دائم کی بے وجہ کی بحث و تکرار نے دونوں کے

درمیان ایک سرد جنگ سی چھیڑ دی تھی۔ اور اب آتے ہی ارما نے جو کہانی عمارہ کو سنائی تھی، اس کے مطابق دائم اور منال کا دوبارہ اُلجھ پڑنا کسی اُلجھن کا نہیں، کسی انہونی کا پیش خیمہ تھا۔

منال، دائم سے ایسا سلوک کیوں کر رہی تھی، یہ عمارہ کی سمجھ سے بالاتر تھا۔ وہ ارما کی باتیں سن کر بے حد پریشان بیٹھی تھی۔ اسے کچھ پلّے نہ پڑا کہ وہ اس بے وجہ کی تکرار پر کیا تبصرہ کرے۔ اسے فکر تھی تو صرف دائم کی، جو گھر لوٹنے پر اس کی کلاس لینے والا تھا۔ اسے منال جیسی بولڈ، صاف گو اور منہ پھٹ لڑکیوں سے ازحد نفرت تھی۔ انہی اوصاف کی وجہ سے اکثر اس کی سندس سے بھی جھڑپ ہو جایا کرتی تھی۔ کیونکہ سندس میں بھی منال جیسے کچھ گن ضرور تھے۔ وہ صاف ستھری، کھری بات کہتی۔ اس طرح کہ سننے والا قائل ہو جاتا یا تڑپ کر رہ جاتا۔ مگر آج کی صورتِ حال میں منال اور سندس کی حیثیت میں بہت فرق تھا۔ منال ایک غیر لڑکی تھی، جسے عرفان کی بہن کے طور پر شناخت کیا جا سکتا تھا۔ مگر سندس، دائم کی محبت، اور منگیتر تھی، سو محبت کے لئے رواداری اور دل کا گداز اہمیت رکھتا ہے۔

پاس بیٹھی ارما نے فکر و پریشانی میں ڈوبی عمارہ کو ایک نظر دیکھ کر ہولے سے کھنکارا اور اس کا دھیان بٹانے کو بولی۔ "عمارہ! تم کس کے ساتھ آئی ہو؟"

"مجھے میر بھائی ڈراپ کر گئے ہیں۔" وہ کچھ چونک کر سنبھلتے ہوئے بولی۔

"میر بھائی؟ یہ کون صاحب ہیں؟" ارما نے تجسس سے اسے دیکھا۔

"وہ سندس کے بڑے بھائی ہیں، انہیں سائٹ ایریا کے آفس میں کچھ کام تھا تو میں نے انہیں تمہاری طرف چھوڑ جانے کی درخواست کی، جسے انہوں نے فوراً مان لیا اور میں ان کے ساتھ یہاں آ گئی۔" عمارہ نے تفصیلی بتا کر پھر سے خاموشی اختیار کر لی۔ اتنے میں منال لوازمات سے بھری ٹرالی لئے کمرے میں داخل ہوئی۔ عمارہ کی توجہ اس کی طرف مبذول ہو گئی۔ اس سے پہلے کہ منال اسے کچھ سرو کرتی، وہ کچھ تیکھے انداز میں بولی۔

"لگتی ٹھیک ٹھاک ہو، پھر بیٹھے بٹھائے کیا ہو گیا ہے تمہیں منال.....؟ کوئی اُلجھن ہے تمہارے ساتھ؟"

منال بے ساختہ مسکرائی۔ "نیور مائی ڈیئر! اُلجھنیں میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں کیونکہ میں بہت Adjustable نیچر رکھتی ہوں۔"

"پھر تم دائم بھائی سے اُلجھتی کیوں پھر رہی ہو؟" اس بار عمارہ کا سوال اس کے غصے کا اظہار تھا۔

"اے یُو جسٹ لسن می۔" منال نے فوراً انگلی اٹھا کر اسے گھورا۔ "میں نہیں، تمہارا کزن بے وجہ اُلجھ رہا ہے مجھ سے۔ شاید اسے عزت راس نہیں آتی یا پھر انہیں منہ ماری کرنے کا کچھ زیادہ ہی شوق ہے۔"

"یہ غلط ہے منال! وہ بہت سوفٹ نیچر بندہ ہے۔ بے حد facinated personality

رکھتا ہے۔ اگر تم اس کے بارے میں کسی تھرڈ پرسن کی رائے بھی معلوم کرو گی نا تو وہ بھی اس کی فیور میں بولے گا۔ ہی از سو گول مائنڈڈ پرسن یار! تم کیوں اس کے پیچھے پڑ گئی ہو؟ آخر کوئی وجہ تو ہو گی، اس مس انڈر اسٹینڈنگ کی۔"

"ہاں، وجہ بھی ہے اس کی۔ لیکن عمارہ! ایک بات یاد رکھنا۔" منال کا لہجہ بے حد گرم تھا۔ "جو انسان سب کی نظر میں اچھا بننے کی کوشش کرے، وہ اپنی ذات میں کہیں نہ کہیں کمزور ضرور ہوتا ہے۔ اس کی اچھائی شخصی برائی پر غالب نہیں آ سکتی۔ تمہارے اس دائم کو سب بھلے اچھا کہیں، مگر میری رائے تبدیل نہیں ہو گی۔ وہ میرے ساتھ اتنا rude behave کرتا ہے، جیسے میری کوئی حیثیت ہی نہ ہو۔ ارے، میری کوئی بات اگر اسے بری لگی ہے تو تمہاری دوست سمجھ کر نظر انداز بھی کر سکتا ہے۔ مگر وہ تو بے بھاؤ کی سنا رہا ہے، یوں جیسے میرے انتظار میں ہو کہ جہاں دکھائی دوں، پنجے جھاڑ کر میرے پیچھے پڑ جائے۔"

"لیکن ابتداء تمہاری جانب سے ہوئی ہے منال! اور یہ بات تم اچھی طرح جانتی ہو۔" اس بار ارما نے اس کی خبر لی تو منال نے منہ بنا لیا۔

"ہاں، تو میں نے کون سا سر پھاڑ دیا اس کا؟ صرف ایک مشورہ تو دیا تھا اسے اپنی پرائیویسی کو برقرار رکھنے کا۔ اب لوگوں کے سامنے اس کے یوں رونے سے کسی کو کوئی بھی غلط فہمی ہو سکتی ہے۔"

"لیکن منال! یہ ساری تقریر کرنے کی تمہیں کیا ضرورت تھی؟ وہ تمہارا کیا چاچا، ماما لگتا ہے جو تمہیں اس کی ہمدردی میں مشورے نوازنے کا نادر خیال سوجھ رہا تھا؟ کیا ضرورت تھی اسے اس کی پرائیویسی برقرار رکھنے کا طعنہ دینے کی؟"

ارما نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔ وہ جواب میں ابھی کچھ کہنے والی تھی کہ عمارہ جھٹ سے بولی۔

"اور سنو، تم نے دائم کے ساتھ سندس کو بھی اپنی حماقت کا احساس دلایا ہے۔ دوپہر کو تم نے اس لڑکی سے صاف صاف پوچھ لیا کہ کہیں دائم سے اس کی لڑائی تو نہیں ہو گئی؟ حد ہو گئی یار! یہ کوئی بات ہے کرنے کی؟"

"Yes, this is the point." منال نے بڑے اسٹائل سے ہاتھ اٹھا کر اسے کچھ اور کہنے سے روکا۔

"یہی بات وضاحت طلب ہے کہ میں نے دائم اور سندس کو بلاوجہ ستانے کی کوشش کیوں کی اور کیوں انہیں اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔"

"ہاں، ہمیں بھی تم سے انہی سوالوں کا جواب چاہیے۔ آخر تم نے ایسا کیوں کیا؟" عمارہ کا اصرار پُرزور تھا۔ منال یکدم زور سے ہنس پڑی، اس کی ہنسی ارما اور عمارہ کو جلا کر راکھ کر گئی مگر انہوں نے کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا۔ منال نے شوخ نگاہوں سے انہیں دیکھا اور ذومعنی انداز

میں بولی۔

"میں اب جو ریزن دوں گی، وہ تمہیں ہضم نہیں ہو گی، یہ یاد رکھنا۔"

"تمہیں ہماری فکر کرنے کی ضرورت نہیں، تم صرف وجہ بتاؤ۔" ارما کا تجسس سر اُٹھانے لگا۔ اسے منال کی باتیں خاصی پراسرار لگ رہی تھیں۔

"دراصل بات یہ ہے کہ....." منال نے پہلے جملے کے بعد دونوں کا تاثر جانچا، پھر انہیں متوجہ دیکھ کر دھیرے سے بولی۔ "میں نے یہ سب کچھ صرف اور صرف دائم کی توجہ حاصل کرنے کے لئے کیا ہے۔ میں سمجھتی ہوں، اسے سندس کی نہیں، مجھ جیسی لڑکی کی ضرورت ہے۔"

وہ اتنے آرام سے بولی جیسے کوئی غیر اہم بات کر رہی ہو۔ ادھر ارما اور عمارہ دم سادھ کر بیٹھ گئیں۔ ان کے چہرے پر حیرت کے آثار واضح تھے اور حالت غیر تھی۔ ان کی بدلتی حالت کو بھانپ کر منال لحظہ بھر کو سٹپٹائی، پھر سنبھل کر بڑے سبھاؤ سے بولی۔

"اب اتنا صدمہ بکم ہونے کی ضرورت نہیں، میں نے ایک عام بات کہی ہے، کوئی انہونی نہیں۔ ویسے بھی کہنے والے کہتے ہیں، ایوری تھنگ از پاسیبل اِن دِس ورلڈ۔"

"یُو جسٹ شٹ اَپ منال! تم حواسوں میں نہیں ہو۔ اگر امی نے تمہاری یہ بے ہودہ بکواس سن لی تو تمہاری گردن دبانے میں لمحہ بھر کی دیر نہیں کریں گی۔" ارما نے انتہا درجے کی جھلاہٹ کے ساتھ اسے بری طرح جھاڑا۔

"سو واٹ....." اس نے مسکرا کر کاندھے اچکائے۔ "میں مسٹر دائم کے لئے امی کو گلا گھونٹنے کی اجازت بہت خوشی سے دے سکتی ہوں۔"

"ارے، کیا پاگل ہو گئی ہو منال؟..... یہ کیسی باتیں کر رہی ہو تم؟ دائم کی منگنی ہو چکی ہے، اگلے مہینے کی ستائیس تاریخ کو اس کی شادی ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے ایڈیٹ کہ وہ سندس سے بے پناہ محبت کرتا ہے، یہ رشتہ اس کی اپنی خواہش کے مطابق طے کیا گیا ہے۔ پھر بھلا وہ تمہاری طرف کیوں دیکھے گا؟ اور معاف کرنا، جو کچھ تم کر رہی ہو، اس کے جواب میں کوئی تمہیں دیکھنے کی بجائے شوٹ کرنے کی سوچے گا، اپنی اتنی انسلٹ کے جواب میں کوئی احمق بھی تم سے محبت نہیں کر سکتا۔" عمارہ نے اسے دنیا کی سب سے بڑی جاہل سمجھ کر سمجھانے کی کوشش کی۔

"Yes, you are exact right." منال کی ہنسی اس کے لبوں پر اب بھی چمک رہی تھی۔ "کوئی بھی احمق، محبت کے بارے میں ہرگز نہیں سوچے گا۔ مگر دائم..... وہ احمق نہیں ہے، اسی لئے وہ میری طرف ضرور دیکھے گا۔ اور عمارہ! اس بات کے لئے میں تم سے شرط لگانے کو تیار ہوں۔"

"او گاڈ!..... آئی تھنک، یُو گون میڈ منال!" عمارہ نے جیسے سر پیٹ لیا۔ پھر انتہائی پریشانی سے ارما کو دیکھ کر بولی۔

''پلیز ارما! سمجھاؤ اس بے وقوف کو، یہ جو کچھ کرنے جا رہی ہے، وہ اس کی زندگی کی سب سے فاش غلطی ہے، جس سے بچاؤ کا کوئی راستہ اسے بعد میں نہیں ملے گا۔ سچ کہتے ہیں، انسان شکل سے کم اور عقل سے زیادہ پہچانا جاتا ہے۔ منال کی عقل بھی گھاس چرنے چلی گئی ہے۔''

''میری عقل میرے پاس ہے، عمارہ ڈیئر! یُو ڈونٹ وری، دل میں نرم گوشہ پیدا ہو جائے تو ایسی چھوٹی موٹی باتوں سے فرق نہیں پڑتا۔ میں خود کو اس سے زیادہ سننے کے لئے تیار کر چکی ہوں۔ کیونکہ جنون کبھی نہیں ہارتا۔'' وہ اپنی بات پر مُصر تھی۔

''اُف منال! بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔'' ارما نے روہانسی ہو کر اسے ٹوکا۔ ''غلطی کے بعد سرکشی کبھی اچھی نہیں ہوتی، نتیجہ ہمیشہ خراب نکلتا ہے۔ کیونکہ سچائی بہر حال خود کو ظاہر کر دیتی ہے۔ اور سچائی یہی ہے کہ دائم اور سندس کا رشتہ اٹوٹ ہے۔ وہ نہ صرف ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں، بلکہ شادی کے بندھن میں بھی بندھنے جا رہے ہیں۔ ایسے وقت میں تمہاری غلط سوچ اور ارادہ دیوار سے سر پھوڑنے کے مترادف ہے۔ تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا، منال! اللہ کے واسطے، ہوش کی دوا کرو۔''

''میں ہوش میں ہوں، ارما! میرے نزدیک محبت کا تعلق عقل سے زیادہ، جذبات سے ہے۔ جب محبت ہوتی ہے نا تو ہماری عقل خود بخود ہار مان لیتی ہے۔ پھر صرف جذبات ہوتے ہیں، جو بندے کو راستہ دکھاتے ہیں، انہیں منزل تک پہنچاتے ہیں۔ وہ منزل مجھے بھی ضرور ملے گی، تم دیکھنا ایک دن دائم!''

''وہ تمہارا کبھی نہیں ہوگا، منال! کیونکہ ایک منزل دائم کی بھی ہے، من چاہی منزل، جسے تم سندس کے نام سے بخوبی جانتی ہو۔ وہ سندس سے یعنی اپنی محبت سے کبھی دستبردار نہیں ہوگا۔ کیونکہ سندس جیسی لڑکی بھی اس کی چاہت میں ڈوبی ہوئی ہے۔'' عمارہ کا لہجہ کاٹ دار تھا۔ اسے منال کی حماقت پر بے حساب غصہ آ رہا تھا۔ خدا جانے، وہ کیوں بے پَر کی ہانک رہی تھی اور اس پر مُصر بھی تھی۔

منال نے زہر خند مسکراہٹ سے اپنی دوست کو دیکھا اور ایک تمسخر سے اس کی طرف جھکتے ہوئے بولی۔

''نصیب اللہ بناتا ہے، عمارہ! تقدیر، تدبیر سے بدل جایا کرتی ہے۔ انسان کا کام محنت کرنا ہوتا ہے، سو جو میرے اختیار میں ہے، میں اس سے فائدہ ضرور اٹھاؤں گی۔ میری محنت اور میرا بے لوث جذبۂ محبت، دائم کو کھینچ کر میری طرف لے آئے گا۔ اور ایسا ہونے سے کوئی روک نہیں پائے گا۔ ہاں، رہ گئی سندس، تو تم بہت جلد یہ خوشخبری سنو گی کہ اس نے منگنی توڑ دی ہے۔ اور یاد رکھنا، وہ منگنی میری وجہ سے نہیں ٹوٹے گی، بلکہ اسے توڑنے کا کام سندس ہی کرے گی۔ وہ جس ٹائپ کی لڑکی ہے، وہ دائم جیسے اکھڑ بندے کو بہت دیر تک برداشت نہیں کر سکتی۔ وہ سونے کا چمچہ لے کر پیدا ہونے والوں میں سے ہے، ایسے لوگ صرف اپنی ذات

سے غرض رکھتے ہیں، انہیں خود ستائشی کی عادت ہوتی ہے، اپنے سوا کسی دوسرے کو نگاہ میں رکھنا انہیں اچھا نہیں لگتا۔ سو تم بھی تیار رہنا، یہ خبر سننے کے لئے، یہ تعلق بہت جلد ٹوٹے گا۔ اور تب دائم اپنی محبت کی بے حرمتی پر آٹھ آٹھ آنسو روئے گا۔ پھر میں، منال بصیر..... یونو، عمارہ! میں تمہارے کزن کو سہارا دوں گی۔ اور یہی سہارا رزلٹ نکال کر لائے گا، یو جسٹ ویٹ اینڈ واچ دی سچویشن۔''

''تم سچ مچ پاگل ہو گئی ہو، منال! اور میں کیا کہوں؟'' عمارہ نے بے بسی سے ہاتھ ملے۔ اس کا برا حال تھا۔ وہ ابھی سے آنے والے وقت کی ٹینشن میں گرفتار تھی۔ ادھر ارما کا سانس اوپر کا اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا تھا۔ آج پہلی بار اسے منال کی شدت پسندی سے واسطہ پڑا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ منال جیسی گھریلو لڑکی ایسا کہنے اور کر گزرنے کا ارادہ ظاہر کر سکتی ہے۔ وہ منال کو اب تک ناپختہ ذہن اور بچپنے میں ڈوبی الہڑ سی لڑکی سمجھتی تھی، جسے صرف کالج سے گھر اور گھر سے گھر داری کے سوا اور کوئی کام نہ تھا۔ لیکن آج وہی منال اُس کی تمام سوچوں کی نفی کر رہی تھی اور اپنی باتوں سے ایک یقین کے ساتھ کچھ کر گزرنے پر آمادہ تھی۔

❋❋❋

محبت کی فضاؤں میں
محبت کی ہواؤں میں
ہمیشہ درد ملتا ہے
محبت کے سمندر میں
اُترنے سے ذرا پہلے
تمہیں یہ سوچنا ہوگا

منال کی بے تکی خواہش نے ارما کے دن کا چین اور راتوں کی نیند حرام کر ڈالی تھی۔ اس نے اپنے طور پر منال کو سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی، لیکن وہ اس موضوع پر مزید بات کرنے کی بالکل خواہش مند نہیں تھی۔ ارما جب وہ ٹاپک چھیڑتی، منال درمیان میں ایک نئی بات لے آتی اور یوں اصل کہانی بیچ میں رہ جاتی۔ تھک ہار کے ارما نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ اب کچھ کہنا بے کار تھا۔ جب وہ ضد پکڑے بیٹھی تھی تو پھر بحث کرنے کا فائدہ کیا تھا۔ منال دل توڑنے والوں میں شامل ہوگئی تھی، اسے ارما کی پریشانی کا مطلق احساس نہ تھا۔

ادھر امی بھی منال کی طرف سے کچھ کھنک سی گئی تھیں۔ گھر آئے مہمان سے بدتمیزی کرنا نہایت گری ہوئی حرکت ہے۔ منال نے نہ صرف وہ حرکت کی، بلکہ عرفان کے دوست دائم کو زِچ کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔ وہ بے چارہ امی ابو کی موجودگی کی وجہ سے صبر کے گھونٹ بھر گیا تھا مگر بعد میں اس نے عرفان سے کھل کر احتجاج کیا تھا، اسے منال کا دھوپ چھاؤں سا رویّہ خاصا عجیب لگا تھا۔ ایک ایسی لڑکی، جسے وہ جانتا تک نہ تھا، آخر اس کی ذاتیات میں دخل اندازی کیوں کر رہی تھی۔ سندس نے بھی دائم کو منال کی وہ بات کہہ سنائی تھی، جس میں وہ ان دونوں کی ان بن کے حوالے سے سوال کر رہی تھی۔ سندس کے منہ سے منال کی وہ بے ہودہ بات سن کر دائم کو از حد غصہ آیا تھا، اس نے جواباً عمارہ کو کھری کھری سنا ڈالیں کہ وہ آخر کس قسم کی لڑکیوں کو دوست رکھتی ہے، جو اس کے فیملی ممبرز کی ذاتی زندگی میں دخل در معقولات کو نہ صرف جائز سمجھتی تھی، بلکہ تبصرہ کرنے سے بھی گریز نہ کرتی تھی۔ عمارہ جی بھر کے شرمندہ ہوئی تھی۔ عرفان بھائی کی سالگرہ محض بہانہ تھی، ورنہ سچ یہی تھا کہ وہ منال کو سمجھانے کے لئے ان کے گھر آئی تھی، مگر وہاں جا کر ایک نئی کہانی سننے کو ملی تھی۔ ارما کی زبانی منال کی باتیں سن کر

اس کا دماغ بھک سے اُڑ گیا تھا۔ وہ لڑکی گھر پر بھی دائم کو زِچ کرنے سے باز نہیں آئی تھی۔ اور پھر بعد میں منال نے جو انکشاف کیا تھا، اسے سن کر عمارہ کا سکون و اطمینان غارت ہو گیا تھا۔ وہ لڑکی دائم کی آرزو کر رہی تھی۔ ایسی بے وقوف لڑکی کو عقل کا قاعدہ پڑھنے کا کیا فائدہ کہ وہ عمارہ ہی کو چیلنج دینے بیٹھ گئی تھی۔

عمارہ کا حیرت سے برا حال تھا۔ منال نے دیدہ دلیری سے اتنی بڑی بات کیسے کہہ ڈالی تھی، کتنی خوش فہم تھی وہ یہ سوچ کر کہ سندس از خود دائم کو ٹھکرا دے گی۔ اور وہی دائم پھر منال کی جانب جھکنے پر مجبور ہو جائے گا۔ بھئی واہ، واہ! عمارہ کا دل چاہا تھا کہ وہ منال کے سر کو کسی دیوار سے دے مارے۔ وہ گھر واپسی تک اسے سمجھانے کی سر توڑ کوشش کرتی رہی، مگر منال نے ایک سن کر نہ دی۔ عمارہ کے جانے کے بعد ارما بہت دیر تک اس سے سر کھپاتی رہی، مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ اپنی بہن کی ہر بات کے جواب میں بس یہی کہتی رہی کہ وقت آنے دو، سب کچھ واضح ہو جائے گا کیونکہ زندگی وقت کے دھارے کے ساتھ بہتی اور بدلتی ہے۔ وہ بڑی بڑی باتیں کر رہی تھی، یہی کہ تبدیلی انسان کی قسمت سے مشروط ہوتی ہے، جب بدلتی ہے تو وقت بھی بدل جاتا ہے اور وقت کا بدلنا انسان کو گردش سے نکال باہر کرتا ہے۔ اس لئے ارما کو بھی وقت کے بدلنے کا انتظار کرنا چاہئے، تاکہ اسے اعتبار آ جائے کہ وہ جو کہہ رہی ہے، ویسا ہوا یا نہیں۔

منال کی ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی کے آگے ارما کو خاموشی میں عافیت نظر آئی تھی، سو وہ اُٹھ گئی تھی اور کئی دن گزر جانے کے بعد بھی ان کے درمیان اس موضوع پر دوبارہ کوئی بات نہ ہو سکی تھی۔

اس دن منال کے کالج جاتے ہی ارما اپنے کمرے کی صفائی کے ارادے سے اوپر کے پورشن میں آئی تو کمرہ سلیقے سے سمٹا ہوا تھا، بیڈ شیٹ بھی بے شکن تھی اور دریچے کے پردے بھی سمیٹ دیئے گئے تھے۔ غالباً منال نے صبح اٹھ کر یہ سارا کام کر ڈالا تھا۔ ابو کو ناشتہ دینے کی عجلت میں ارما کمرے پر توجہ دیئے بغیر بستر سے اٹھ کر سیدھی کچن میں چلی آئی تھی۔ ابو اور عرفان بھائی کو کام پر بھیج کر وہ ناشتے کے برتن دھونے کے ساتھ ساتھ امی کو ناشتہ کرواتی تھی۔ امی تہجد گزار تھیں، رات کے آخری پہر جلد بیدار ہو جاتیں تو فجر کی نماز کے بعد دیر تلک جاء نماز پر بیٹھ کر وظائف وغیرہ کیا کرتیں۔ منہ اندھیرے اُٹھ جانے کی وجہ سے وہ ناشتے کے بعد کچھ دیر آنکھ ضرور لگاتیں اور پھر دوپہر کا کھانا بنانے کے لئے اٹھا کرتیں۔ ابو دوپہر کا کھانا گھر آ کر کھاتے تھے، اس لئے امی عموماً دوپہر کے وقت پر بیدار ہو کر کچن سنبھال لیا کرتی تھیں۔

آج ناشتے کے بعد وہ جونہی اپنے کمرے کو سدھاریں تو ارما سارا کام نمٹا کر کمرے میں چلی آئی مگر کمرا شکارے مار رہا تھا۔ اسے منال پر پیار آ گیا۔ آج اس نے وقت کی خاصی بچت کروا دی تھی۔ اب ارما کے پاس فرصت ہی فرصت تھی۔ سو وہ کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ گئی۔ سب

سے پہلے میلو چیک کیں تو عمارہ کا مسیح نظروں سے گزرا۔ اس نے منال کو سمجھانے کی کوشش میں نہ جانے کیا کیا لکھ ڈالا تھا، ارما پڑھ کر بے زاری ہوگئی اور آرکٹ کھول کر بیٹھ گئی۔ شامیر آن لائن تھا۔ اس نے بے سوچے سمجھے اسے ہیلو کہہ دیا۔

''کیسے ہیں آپ اور اس وقت کمپیوٹر پر بیٹھے کیا کر رہے ہیں؟''

''اوہ، ڈیانا ہیڈن! تم کہاں تھیں اتنے دن سے؟.....روز راہ دیکھتا تھا، مگر مایوسی ہاتھ آتی رہی۔ بھئی، کیا بات ہے، کیا دل نہیں چاہا مجھ سے بات کرنے کو یا پھر تم آؤٹ آف سٹی تھیں؟'' وہ جیسے بے تاب ہوا بیٹھا تھا، جب ہی ایک ساتھ اتنے سوال کر بیٹھا۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے، شہر چھوڑ کر میں نے کدھر جانا تھا۔ ہاں، گھر میں مصروفیات بہت تھیں۔''

''کیوں، نوکر نہیں ہیں تمہارے پاس؟'' اس کا سوال چبھتا ہوا سا تھا۔ ارما مسکرا دی۔

''ہم خود اپنے نوکر ہیں جناب! اور سنتِ رسولؐ کے عین مطابق اپنا کام آپ کرتے ہیں۔''

''اوہ، دیٹس گڈ۔ پھر تو کھانا وغیرہ بھی خود ہی پکاتی ہوں گی؟'' وہ جانے کیا پوچھنا چاہ رہا تھا۔ ارما کو ہنسی آ گئی۔

''بالکل، کھانا بھی خود پکا لیتی ہوں، آپ کو کچھ کھانا ہے؟''

''کیا تم کھلاؤ گی؟'' سوال فوری تھا۔

''ہاں بالکل۔ ایسا کچھ جو میری پسند کے مطابق ہوا، وہی آپ کو پکا کر کھلا دوں گی۔''

''واؤ، ادا خوب ہے نہ کھلانے کی۔ اب مجھے کیا معلوم، تمہیں کیا کیا پسند ہے؟''

''بھئی، مجھے وہ سب کچھ اچھا لگتا ہے، جو آپ کو یقیناً ناپسند ہوگا۔''

''اچھا، بھلا وہ کیا ہے، جو مجھے ناپسند ہوگا؟''

''وہی کریلے، بھنڈی اور ٹنڈے وغیرہ۔ بولیے، کھا سکتے ہیں آپ؟''

''بالکل کھا سکتا ہوں، بشرطیکہ تم اپنے ہاتھ سے پکاؤ تو۔'' وہ اسے شہ دے رہا تھا۔ ارما زور سے ہنس پڑی۔

''خاصے ہوشیار ہیں آپ، ویسے ایک بات بتائیے، آج بے وقت کمپیوٹر پر کیوں بیٹھے ہیں؟ آفس کیوں نہیں گئے؟''

''آج آفس گول کر دیا ہے میں نے، ٹمپریچر ہے نا، اس لئے۔''

''اوہ، کتنا ٹمپریچر ہے آپ کو؟''

''یہی 103 کے قریب۔ شدت کا زکام بھی ہے۔ اتنا زیادہ کہ بار بار ناک پونچھنی پڑ رہی ہے۔''

''Its so pitiable.....میری ہمدردی آپ کے ساتھ ہے۔''

''پر مجھے اس خالی ہمدردی کا کیا فائدہ؟ کچھ میرا خیال کیجئے تو بات بنے۔''

''بات نہیں بن سکتی۔ بھلا اتنی دُور سے میں آپ کے لئے کیا کر سکوں گی؟'' وہ اس کے پھیلنے پر کچھ محتاط ہوگئی۔

''کر سکتی ہو، اگر چاہو تو۔'' وہ جیسے اُکسا رہا تھا۔

''اوکے، بتائیے۔ کیا کروں؟'' ارما نے یونہی اس کا دل رکھ لیا۔

''صرف ایک کام کرو، اپنا نام بتا دو، سچ کہتا ہوں، میری آدھی طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔'' وہ جیسے منت پر اُتر آیا۔

''لو جی، یہ کیا بات ہوئی؟.....نام نہ ہوا، دوا کا ڈوز ہو گیا، جو آدھی طبیعت بحال کر دے گا۔''

''بائی گاڈ! ایسا ہی ہے۔ اب بولو، کیا نام ہے تمہارا؟'' اس کا اصرار پُرزور تھا۔

''میرا نام ارما ہے۔ ارما بصیر۔'' اس نے سچ بول دیا۔

''اوہ.....واٹ اے پریٹی نیم۔ یقیناً خوب صورت بھی ہوں گی۔'' اس نے فوراً قیاس ظاہر کیا۔

''ہو سکتا ہے، آنکھوں والے مجھے دیکھ کر منہ نہیں بناتے، بلکہ ان کی نظر ہمیشہ توصیفی ہوتی ہے۔''

''دیٹس گریٹ۔'' وہ ہنس دیا۔ ''ڈو یو سی دی سیون ونڈرز آف دی ورلڈ؟''

''ہوں، تصویریں دیکھ رکھی ہیں۔'' وہ کچھ نہ سمجھ کر فوراً جواب دے بیٹھی۔

''اوکے، تو خود کو آٹھواں عجوبہ سمجھ لو۔ کیونکہ ونڈرز دیکھ کر سب توصیفی نظر ڈالتے ہیں، منہ قطعاً نہیں بناتے۔''

''ہونہہ، خاصا گھٹیا مذاق ہے۔'' وہ جل کر رہ گئی۔

''اس کا مطلب ہے، تم برا مان گئیں؟'' وہ اب مذاق اُڑا رہا تھا۔

''نہیں، کسی flatter کی باتوں کا میں برا نہیں مانتی۔'' اس نے حساب برابر کر دیا۔

''ہوں، بدلہ خوب چکاتی ہو تم۔''

''مجبوری ہے، آئینہ دکھانا ضروری ہو جاتا ہے نا۔''

''اچھا بابا، سوری.....لڑائی لڑائی معاف کرو، اپنے دل کو صاف کرو۔'' وہ فوراً صلح پر اُتر آیا۔

''لسن مسٹر شامیر! ہمارے تعلق میں لڑائی یا دوستی کا کیا سوال؟ ہم صرف chatter ہیں، chit chat کی، اور بات ختم۔ اس لئے اجازت چاہوں گی۔ موڈ ہوا تو دوبارہ بات کریں گے، ورنہ آپ سمجھ دار ہیں۔'' وہ صاف کورے پن پر اُتر آئی۔ شامیر کے چھکے چھوٹ گئے، گھبرا کر تیزی سے ایک نوٹ لکھ ڈالا۔

''یار! کیسی لڑکی ہو؟ ناک پر مکھی بیٹھنے نہیں دیتیں۔ ایک ذرا سی شرارت کیا کر دی، تم دل پر لے گئیں۔ بٹ اِٹ واز جسٹ کڈنگ، یار! تم بہت اچھی ہو، نام بھی غضب کا ہے۔ اگر pic دکھاؤ گی تو قصیدہ بھی پڑھ دوں گا۔''

''ارے واہ، کیا میں ننھی منی ہوں، جو باتوں سے بہل جاؤں گی؟'' وہ خفا تھی۔

''بھئی، یہ بھی pic دیکھ کر بتا سکتا ہوں، ننھی ہو یا کوئی دوشیزہ؟''

''میری باتوں سے کیا لگتا ہے آپ کو؟'' وہ اب اسے تپا رہی تھی۔

''باتوں میں تم one of thousands ہو، تم سے جیتنا ممکن نہیں۔''

''ارے، یہ تعریف ہے یا بے عزتی؟''

''تعریف ہے یار! اب تو معاف کر دو، میں دنیا کی حسین ترین لڑکی سے معذرت کر رہا ہوں۔''

''ڈیٹس گڈ۔ اسے کہتے ہیں، باتیں بنانا۔ میں نے آپ کو flatter کہہ کر کوئی غلطی نہیں کی۔''

''ڈونٹ وری، غلطی کرنے کو ہم بیٹھے ہیں نا۔ تم دودھ کی دُھلی ہو یار!'' وہ جز بز ہو کر بولا تو ارما مسکرا دی۔

''یہ ہوئی نا بات پہ چلئے، اس خوشی میں آپ کو معاف کیا۔''

''اے بنڈل آف تھینکس۔ احسان رہے گا، ہر جنم میں۔''

''بری بات، آپ مسلمان ہو کر بھی جنموں کی بات کر رہے ہیں؟''

''تو کیا کروں، حسینوں کے سامنے بندہ بار بار مرتا اور جیتا رہے، یہ جنم ہی تو ہوئے۔''

''ہاہاہا.....'' وہ بے اختیار ہنس پڑی۔ ''باتیں بہت خوب صورت کرتے ہیں آپ۔''

''آپ کی صحبت کا اثر ہے، ورنہ بندہ بہت کم آمیز ہے۔''

''کم آمیز.....؟ یہ کس پاگل کی رائے ہے، آپ کے بارے میں؟''

''بہت سے ہیں، آپ انہیں چھوڑیے، یہ بتائیے آپ کی دوست منال کیسی ہیں؟ کیا اس وقت پاس بیٹھی ہیں؟'' اس نے بات بدل ڈالی۔ ارما کچھ محتاط ہو گئی۔

''نہیں، وہ کالج گئی ہے۔''

''تو آپ اس کے کمپیوٹر پر بیٹھی کیا کر رہی ہیں؟'' اس کا سوال شک سے بھرپور تھا۔

''آپ سے باتیں کر رہی ہوں اور ساتھ اس کا انتظار بھی۔ آج مجھے منال کے ساتھ شاپنگ پر جانا ہے، اس لئے ذرا جلدی اس کے گھر چلی آئی۔'' اس نے جھٹ سے بہت سولڈ ریزن دیا۔

''او کے، آپ کی منال رہتی کہاں ہے؟'' وہ بھی ایک خبیث تھا۔

''میرے پڑوس میں۔'' اس نے اسے ٹالا۔

''اور پڑوس کہاں ہے؟''

''میرے گھر کے عین برابر.....'' اس نے ہنسی دبائی۔

''گویا پتہ نہیں بتائیں گی۔ اچھا، شہر ہی بتا ڈالیے، کہاں رہتی ہیں آپ؟''

''میں کراچی میں رہتی ہوں۔''

''کراچی میں؟..... واؤ، اس کا مطلب ہے، میرے شہر میں۔ پھر تو آپ کو ڈھونڈنا آسان ہو گا۔''

''اتنا آسان بھی نہیں۔ کراچی پاکستان کا سب سے بڑا شہر ہے۔ خاصی خاک چھاننی پڑے گی، آپ کو۔''

''نو پرابلم، لگن سچی ہو تو منزل مل جایا کرتی ہے۔''

''اوہو، کیا ڈھونڈ سکیں گے مجھے؟''

''کیوں نہیں، جو دل میں رہتے ہیں، وہ کبھی نہ کبھی ضرور مل جائے گا۔ جہاں چاہ، وہاں راہ۔''

''جی.....؟'' ارما کی سٹی گم ہو گئی۔ شامیر کا اظہار بہت برجستہ تھا۔

''مجھے لگتا ہے، ارما! مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔'' وہ دوبارہ وہی بات کہہ رہا تھا۔ ارما کے کان سائیں سائیں کرنے لگے۔

''آپ کچھ بہک گئے ہیں، شامیر صاحب! میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔''

''جانتا ہوں، اسی لئے برملا اظہار کر رہا ہوں۔''

''مجھے ایسے اظہار اچھے نہیں لگتے۔'' اس نے کچھ سختی برتنے کی کوشش کی مگر وہ خاطر میں نہ لایا۔

''کوئی بات نہیں، مجھے جو کہنا تھا، کہہ دیا۔ بس میرے کہے پر اعتبار کر لینا۔''

''یُو جسٹ شٹ اپ۔'' ارما نے کھسیاہٹ سے سائن آف کر ڈالا۔ اس کا دل بے حساب دھڑک رہا تھا۔

'حد ہے بے تکلفی کی۔ ہنس کر بات کیا کر لی، محترم پھیل ہی گئے۔' اس نے دھڑکن کے شور کو دبانے کی کوشش میں خود کلامی کی تو دل نے چپکے سے کہا۔ 'ہم بھی تو یہی چاہتے ہیں۔'

وہ گھبرا کر اٹھ گئی۔ ہاں، ایسا سوچا ہے ہم نے۔ مگر وہ سب جسٹ فار انجوائے منٹ ہے۔ میں کسی کو یوں منہ کھول کر کچھ بھی کہنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ شامیر پاگل ہو گیا ہے تو میں کیا کروں، میں آئندہ کبھی بات نہیں کروں گی اس لڑکے سے۔

اس کی بے چینی میں اضافہ ہو گیا۔ وہ بے قراری سے کمرے میں ٹہلنے لگی۔ سب کے سب پاگل ہو گئے ہیں۔ منال کا دماغ خراب ہے، وہ آج کل دائم کے سپنے دیکھ رہی ہے اور ادھر شامیر..... نہیں، نہیں۔ وہ پٹڑی سے اُتر گیا ہے۔ محبت یونہی نہیں ہو جاتی۔ میں یہ بات منال

کو ضرور بتاؤں گی اور منع کر دوں گی، شامیر سے بات کرنے کے لئے۔ ہمیں یہ کھیل بند کرنا ہو گا۔

وہ گھبرا کر کمرے سے باہر نکل آئی۔ اس کا رخ کچن کی طرف تھا، جہاں امی دوپہر کے کھانے کی تیاری میں مصروف تھیں۔

❁

وہ بھی ہو گیا شامل دل دُکھانے والوں میں
آدمی بدلتا ہے خواہشوں کی شدت سے

اسے شامیر کے اظہار کے بارے میں منال کو کچھ بھی بتانے کا موقع نہ ملا۔ وہ دن مصروفیات کی بھرمار لے کر آیا تھا۔ امی دوپہر کے کھانے کی تیاری ہی میں تھیں، جب اچانک ڈور بیل بجی۔ دروازہ کھولا تو حمزہ ایک ادھیڑ عمر خاتون کے ساتھ موجود تھا۔ خاصی رکھ رکھاؤ والی عورت لگ رہی تھیں۔ ارما سلام کر کے انہیں اندر ڈرائنگ روم میں لے آئی۔

''یہ میری امی ہیں۔'' حمزہ نے بیٹھتے ہی تعارف کروایا۔

''اوہ.....!'' ارما بوکھلا سی گئی۔ ''آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ میں آنٹی کو کچھ اچھے طریقے سے ویلکم کہتی۔''

''بھئی، ویلکم اب بھی بہت اچھا کیا ہے، ویسے تم منال ہو نا؟'' انہوں نے دل رکھتے ہی سوال بھی کر ڈالا۔

''ارے نہیں امی! یہ ارما ہیں، منال کی بڑی بہن۔'' حمزہ نے اتنی عجلت کا مظاہرہ کیا کہ ارما ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگی۔ کچھ تو تھا، جو خاص ہونے کا اعلان کر رہا تھا۔ وہ پوری توجہ سے حمزہ کی طرف دیکھنے لگی، اس کے چہرے پر گھبراہٹ طاری تھی۔

''کیا بات ہے حمزہ بھائی! کیا منال سے کوئی شکایت ہے آپ کو؟'' وہ کچھ اور سمجھی۔

''ارے نہیں بھئی، شکایت کیا ہو گی۔ یہ کیا سوال پوچھ ڈالا تم نے؟'' اس نے محتاط ہو کر ارما کو دیکھا۔

''بس یونہی، مجھے لگا، آپ آنٹی کو منال کی بازپرس کے لئے لائے ہیں۔''

''ارے، کس بات کی بازپرس؟'' وہ اب سنجیدہ تھا۔ ''منال ایک سمجھ دار لڑکی ہے، میں جانتا ہوں، وہ اپنے رویے سے کسی کو شکایت کا موقع نہیں دیتی۔''

''سو تو ہے، پھر آپ آنٹی کو ساتھ لے کر کیوں آئے؟'' وہ اپنی دھن میں خاصا غلط بول گئی۔ حمزہ ششدر رہ گیا جبکہ اس کی والدہ زور سے ہنس پڑیں۔

''کیا میں آپ کے گھر نہیں آ سکتی بیٹا؟''

''کیوں نہیں آ سکتیں؟'' ارما گھبرا گئی۔ ''سوری آنٹی! میرا مطلب وہ نہیں تھا، دراصل میں.....''

''کوئی بات نہیں۔'' انہوں نے مسکرا کر ارما کی بات اچک لی۔ ''میں حمزہ کے ساتھ اس لئے آئی ہوں کہ آپ سب سے مل سکوں۔ دراصل حمزہ بہت بار یہاں آنے پر اصرار کر چکا ہے، وہ مجھے آپ سب سے ملوانے کا خواہش مند تھا، سو آج میں آپ کے یہاں چلی آئی۔ کیا آپ کو خوشی نہیں ہوئی؟''

''کیوں نہیں ہوئی۔'' ارما خجل سی ہو کر مسکرا دی۔ ''پلیز، آپ بیٹھئے، میں امی کو بلا کر لاتی ہوں۔''

''اور منال کو بھی لے آنا۔'' انہوں نے فوراً اصرار کیا تو ارما جاتے جاتے رک گئی۔ ''منال کو، لیکن وہ گھر پر نہیں ہے آنٹی! کالج گئی ہے۔''

''اوہ.....'' انہیں خاصی مایوسی ہوئی۔ ''کب آئے گی وہ؟''

''یہی کوئی دو ڈھائی بجے۔ کچھ کام تھا آپ کو منال سے؟'' ارما کو جیسے تجسس نے آن گھیرا۔

''ارے نہیں، عرفان بہت ذکر کرتا ہے بہن کا۔ سو اسے ملنے کو دل چاہا۔ اور کوئی بات نہیں ہے بیٹا!'' انہوں نے فوراً صفائی دی تو وہ کچھ ٹھٹک کر رہ گئی۔ کوئی بات ضرور تھی، کوئی ایسی خاص بات، جو فی الوقت ارما کو پلّے نہ پڑی تھی۔ وہ کچھ کہے بغیر امی کو بلانے چل دی۔

حمزہ کی امی کی آمد کا سن کر وہ بھی حیران ہو گئیں۔ عین دوپہر میں حمزہ کی والدہ کا اچانک آنا اور منال کے لئے بار بار پوچھنا کسی خاص بات کی طرف اشارہ کر رہا تھا اور وہ اشارہ ایک نئے در کو کھول رہا تھا۔ ارما کی طرح وہ بھی سوچوں میں پڑ گئیں۔

''امی! آپ جائیے، ورنہ حمزہ کی امی ہمیں بد اخلاق نہ سمجھ لیں، انہیں دیر ہو گئی ہے آئے ہوئے۔''

ارما نے ماں کو ٹوکا تو وہ اُٹھ کر ڈرائنگ روم میں چلی آئیں۔ انہوں نے حمزہ کی والدہ کا پُرتپاک استقبال کیا اور خیر خیریت دریافت کی تو وہ عرفان بھائی کے اصرار کی بابت بتانے لگیں کہ آج ان ہی کے کہنے پر وہ امی سے ملنے چلی آئی تھیں۔ جواباً امی نے بھی گرم جوشی کا مظاہرہ کیا اور ساتھ ہی ارما کو اشارہ کیا کہ وہ کھانے میں کچھ اہتمام کر لے۔

ارما اجازت لے کر کچن میں چلی آئی۔ امی نے دال چاول پکائے تھے، سو اس نے فریج سے چکن نکالی اور کڑاہی بنانے کی تیاری کرنے لگی۔ کباب بھی فریز کئے ہوئے تھے، انہیں نکالا اور ساتھ ہی سلاد کا انتظام بھی کر ڈالا۔ سویٹ ڈش کے طور پر سب سے پہلے کسٹرڈ بنا کر ٹھنڈا ہونے کو رکھ دیا، پھر چکن کڑاہی بنانے کو کھڑی ہو گئی۔ اتنی مصروفیت کے باوجود ارما کا ذہن سوچوں کے جال بُن رہا تھا۔ حمزہ اور اس کی والدہ کا یوں اچانک چلے آنا بے معنی نہیں تھا۔ وہ منال کے لئے کوئی بات کرنے آئی تھیں، مگر کون سی بات؟ اس کا ذہن بری طرح اُلجھ رہا تھا۔

منال کے ستارے آج کل گردش میں تھے، وہ ہر کام اُلٹا سیدھا کر رہی تھی، ہر کسی کو اس

سے شکایت تھی، حد یہ کہ عرفان بھائی بھی اس سے سخت خفا تھے۔ اپنی سالگرہ کے موقع پر دائم سے بدتمیزی کرنے کے جرم پر انہوں نے منال کو اب تک معاف نہیں کیا تھا۔ اس بری طرح ڈانٹا تھا کہ منال دیر تک آنسو بہاتی رہی تھی۔ اس کی بدتہذیبی پر امی نے بھی اسے چپ کروانے کی کوشش نہیں کی تھی، ابو کا موڈ الگ آف تھا، وہ بھی منال سے خاصے بدظن دکھائی دیتے تھے اور مزے کی بات یہ تھی کہ وہ سارا ڈراما حمزہ کی موجودگی میں ہوا تھا۔ اسے بھی منال کی دائم سے بدسلوکی پر بہت حیرت ہوئی تھی، تب وہ اسے جن نظروں سے دیکھ رہا تھا، اس میں ملامت اور سرزنش کا تاثر واضح تھا مگر آج چار دن کے بعد وہ اپنی والدہ سمیت ان کے گھر چلا آیا تھا اور منال کے لئے خاصا conscious ہو رہا تھا۔ آخر کیوں؟ ارما کا ذہن اس سوال کو لے کر سخت اُلجھاؤ کا شکار تھا۔ اس بار منال نے ایسا کیا کر ڈالا تھا کہ وہ عرفان بھائی کی غیر موجودگی میں اپنی امی کو ساتھ لے کر ان کے گھر چلا آیا تھا۔ اگر اس کی والدہ کا آنا عرفان بھائی کے اصرار کی وجہ سے تھا تو اصولاً انہیں ان کی موجودگی میں گھر آنا چاہئے تھا۔ مگر وہ بھری دوپہر میں کسی بلائے ناگہانی کی طرح نازل ہونا اور آتے ہی منال کے بارے میں یوں استفسار، جیسے صرف اسی کو ملنے آئے ہوں۔ ارما کو سر درد کا شدت سے احساس ہوا، اس نے سر جھٹک کر خیالوں کو پرے دھکیلا اور کڑاہی دم پر رکھ کر امی کو کھانا تیار ہونے کی اطلاع دینے چل دی۔ ڈرائنگ روم کے دروازے پر قدم رکھتے ہی اسے اندر کا منظر بدلا سا لگا۔ ابو اور امی نہایت خوش دلی سے حمزہ کی والدہ سے باتیں کر رہے تھے، جبکہ حمزہ کا چہرہ سرخی لئے ہوئے تھا، وہ جھینپے انداز میں یوں بیٹھا تھا، جیسے کھسیاہٹ کا شکار ہو۔

ابو کب آئے، ارما کو پتہ نہ چلا تھا، انہیں کمرے میں مہمانوں سے محوِ گفتگو دیکھ کر وہ دنگ رہ گئی۔ دروازے کے بیچ گومگو کی حالت میں دیکھ کر امی نے اسے آواز دی تھی۔

''ارما! اندر آؤ بیٹا!.....اس طرح راستے میں کیوں کھڑی ہو؟''

''میں کھانے کا کہنے آئی تھی، امی! کھانا تیار ہے۔'' اس نے سنبھل کر فوراً مدعا کہہ ڈالا۔

'ارے، کھانے کا تکلف کیوں کر ڈالا؟ میں صرف میل ملاقات کے لئے آئی تھی۔ آپ سب سے مل لیا، یہ کیا کم ہے میرے لئے؟'' حمزہ کی امی نے تکلف برتا تو امی رواداری سے بولیں۔

''ملنے کے ساتھ ساتھ کھانا پینا بھی چلتا ہی رہتا ہے، راضیہ بیگم! یہ نصیب کی بات ہے، آپ کے مقدر کا رزق ہمارے یہاں لکھا ہے تو وہ آپ کو کھانا ہی پڑے گا، اس میں تکلف کیسا؟''

''بھئی، آپ نے تو لاجواب کر دیا۔'' وہ ہنسنے لگیں۔

''ارما.....!'' امی نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ ''ٹیبل لگاؤ، ہم آ رہے ہیں۔''

''جی امی!'' وہ فوراً پلٹ گئی۔ کمرے کی فضا بے حد خوشگوار تھی اور امی کا موڈ خاصا فریش

تھا۔ آخر ایسا کیا ہو گیا تھا جو سب کے سب خوش نظر آ رہے تھے، اور حمزہ، وہ بے وجہ کیوں جھینپ رہا تھا، کیا ہوا تھا اسے؟ ارما پھر اُلجھنے لگی۔ ایک بے قراری اپنے آپ من میں مچلنے لگی تھی۔ اسے اپنی بدلتی کیفیت خود بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

'ارے بھاڑ میں جائے سب کچھ، مجھے کیا۔' اس نے جھنجلا کر جیسے خود کو ڈانٹا اور سوچوں کو ذہن سے جھٹک کر جلدی جلدی میز پر برتن رکھنے لگی۔ کھانا سرو کرتے ہی اس نے سب کو کمرے میں بلا لیا تھا۔ ارما نے کم وقت میں خاصا اہتمام کر لیا تھا۔ حمزہ کی والدہ متاثر ہو کر بولیں۔

''بہت سگھڑ بچی ہے آپ کی، ماشاء اللہ، اتنے سے وقت میں اتنا کچھ بنا ڈالا۔''

''یہ سب آپ کا نصیب ہے بہن! بسم اللہ کیجئے۔'' ابو نے انکسار سے میزبانی نبھائی۔

''واہ بھئی واہ، دال چاول بھی ہیں۔ میں انہی سے ابتدا کروں گا، مجھے بہت پسند ہیں دال چاول۔'' حمزہ نے خوش ہو کر چاول پلیٹ میں نکالے تو ارما نے دال کا ڈونگا اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''دال امی نے بنائی ہے، ان کے ہاتھ میں بہت لذت ہے۔ آپ کو کھا کر مزہ آ جائے گا۔''

''اچھا، پھر مجھے بھی دال ہی دو، دال مجھے بھی بہت مرغوب ہے۔'' حمزہ کی امی نے فوراً فرمائش کی تو حمزہ نے ڈونگا ماں کی طرف بڑھا دیا۔ امی ابو بہت اصرار سے انہیں کھلاتے رہے، کھانے کے بعد چائے کا دور چلا اور جب ہی منال گھر چلی آئی۔ مہمان کی آمد کا احساس ہوتے ہی وہ سب سے نظر بچا کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔ اسے زینہ چڑھتے دیکھ کر ارما اس کے پیچھے لپکی۔

''کون آیا ہے ارما؟'' منال نے اسے دیکھ کر فوراً پوچھا۔

''حمزہ اور اس کی امی ہیں۔ خاصی دیر سے آئے بیٹھے ہیں۔'' اس نے جیسے اطلاع دی۔

''اچھا.....'' منال کی مسکراہٹ میں طنز کی جھلک تھی۔ ''آج حمزہ، عرفان بھائی کی جگہ کیا امی ابو سے ملنے آیا ہے، جو اپنی والدہ کو بھی ساتھ لے آیا؟''

''ہاں، بات کچھ ایسی ہی ہے اور شاید بہت خاص بھی۔ مجھے لگتا ہے، وہ سب کوئی کھچڑی پکائے بیٹھے ہیں۔''

''کھچڑی۔'' منال نے چونک کر اسے دیکھا۔ ''کیسی کھچڑی؟''

''پتہ نہیں، یہ بات ابھی مجھے بھی پتہ نہیں ہے۔ لیکن جو بھی ہے، وہ بہت خاص ہونے کا اشارہ کر رہی ہے۔'' ارما نے دل کی بات بلا ردوکد کہہ دی۔

منال کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ ''خاص بات کیا ہو سکتی ہے ارما؟ سوائے اس کے کہ حمزہ کا دماغ خراب ہو جائے۔''

''کیا مطلب؟'' وہ حیرت سے منال کی صورت تکنے لگی۔

''ارما! میں نے کچھ دن پہلے کہا تھا نا، حمزہ کچھ بدلا بدلا سا ہے، بات کرنے سے پہلے

کپڑوں کے اسٹائل تک میں فرق آ گیا ہے جناب کے، تو وہ غلط نہیں تھا۔ آج نتیجہ سامنے ہے، مطلب یہ کہ کوئی گل کھل چکا ہے اس کی آمد سے اس گھر میں۔"

"کیا مطلب؟" ارما نے ایک بار پھر وہی الفاظ دہرائے۔ منال کو ہنسی آ گئی۔

"تم بہت بدھو ہو ارما! مطلب واضح ہے، حمزہ صاحب آپ پر مرمٹے ہیں اور والدہ کے ہمراہ رشتہ مانگنے آئے ہیں۔"

"واٹ ربش....." وہ جھلا کر رہ گئی۔ "حمزہ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا، دوست کی بہنوں پر لائن مار رہا ہے، کمینہ کہیں کا"

"بہنوں پر نہیں، بہن پر۔" منال نے تصحیح کی۔ "دراصل تم پیاری ہی اتنی ہو کہ ہر ایک کا دل تم پر آ جاتا ہے اور ایک میں ہوں، پھیکا شلجم۔" وہ خود کو آئینے میں دیکھنے لگی۔ "ارما! میں امی پر پڑی ہوں، اسی لئے کوئی مجھے گھاس نہیں ڈالتا۔ ہے نا؟"

"توبہ، توبہ۔ یہ کیا بکواس کر رہی ہو منال؟ امی بدصورت ہیں کیا؟" ارما نے فوراً اسے ڈانٹا۔

"نہیں خیر، بدصورت نہیں ہیں، مگر ابو کے مقابلے میں خاصی کم صورت ہیں۔ تم بابا جیسی ہو، اسی لئے پُرکشش ہو اور میں امی پر چلی گئی۔ سو سب کی نگاہ میں ذرا دیر سے کاؤنٹ ہوتی ہوں۔" وہ شوخی سے بولی تو ارما کے لبوں پر بھی ہنسی کھل اُٹھی۔ مگر دوسرے ہی پل وہ ہنسی فوراً غائب ہو گئی کیونکہ جو خیال اس کے دل سے ہو کر گزرا تھا، وہ اصل حقیقت کو واضح کر رہا تھا۔ حمزہ اور اس کی امی نے آتے ہی منال کے بارے میں پوچھا تھا۔ وہ اسے ملنے کی مشتاق نہیں تھیں، گویا وہ منال کو....."

"اوہ مائی گاڈ! کیا حمزہ کی شخصیت میں آنے والی تبدیلی، منال کی مرہون منت تھی؟ کیا وہ منال کو پسند کرتا تھا؟"

ارما کی نظریں بے اختیار آئینے کے سامنے کھڑی منال پر مرکوز ہو گئیں۔ کالج سے واپسی پر بس کے سفر کی وجہ سے اس کے بال کچھ بکھرے ہوئے سے تھے، کھلے بالوں کی کچھ اُلجھی لٹیں چہرے پر جھک آئی تھیں، اس کی گھنیری پلکیں سیاہ آنکھوں کو ڈھانپے ہوئے تھیں۔ وہ نظریں جھکائے ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی پرفیوم کی شیشی کو بلاوجہ گھما رہی تھی البتہ اس کے لب ایک روشن مسکراہٹ سے بھیگ رہے تھے، یوں جیسے حمزہ کے بارے میں سوچ کر وہ من ہی من میں لطف اٹھا رہی ہو۔ وہ ارما سے اس کی چاہت کا سوچ کر سچ مچ بہت خوش تھی۔

"منال.....!" ارما قدم بڑھا کر اس کے نزدیک آ گئی۔ منال نے پلکیں اٹھا کر آئینے کے اندر سے ارما کو دیکھا۔ "ہاں بولو۔"

"ایک بات بتاؤں تمہیں؟" اس کا انداز ذومعنی سا تھا۔

"ہاں، بتاؤ۔" وہ رخ موڑ کر اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ ارما بے حد سنجیدہ تھی۔ "تم ٹھیک کہہ رہی ہو منال! حمزہ کی امی نے واقعی رشتہ مانگا ہے، مگر وہ میرا نہیں ہے، وہ تمہارا ہے منال! آئی

سویئر حمزہ! تم پر مرمٹا ہے، اس کے اندر کی تبدیلی تمہاری وجہ سے ہے۔"

"ہاہاہا....." منال منہ کھول کر یوں ہنسی، جیسے ارما نے کوئی دلچسپ لطیفہ کہہ سنایا ہو۔ "بھئی واہ، جواب نہیں تمہارا۔ میرا خیال ہے، یہ خبر آج کی سب سے دھماکے دار نیوز ہے۔ یعنی حمزہ رحمان تم جیسی خوب صورت لڑکی کو چھوڑ کر مجھ جیسی عام سے نقوش والی لڑکی پر مرمٹا ہے۔ بھئی، کمال ہو گیا، کتنا بے وقوف اور جاہل انسان ہے وہ، کیا اس کی مت ماری گئی ہے؟"

"نہیں، وہ جاہل نہیں ہے، بے حد سمجھ دار ہے منال! اینڈ آئی تھنک، اس نے اپنے لئے ایک بہتر فیصلہ کیا ہے۔"

"واٹ....." منال کو جیسے آگ لگ گئی، سلگ کر بولی۔ "دیکھو، دوبارہ یہ بکواس مت کرنا۔ تم کون ہوتی ہو، اس کی سمجھ داری پر داد دینے والی؟ ارے، کیسی بہن ہو تم۔ میرے مفاد کے بجائے اس کمینے کا فائدہ سوچ رہی ہو؟"

"کیا مطلب.....؟" ارما کچھ خجل سی ہو گئی۔ "میں تمہارے مفاد کی ہی بات کر رہی ہوں منال!"

"میرے مفاد کی؟" منال کے تیور اچانک بدل گئے۔ اس نے کھا جانے والی نظروں سے ارما کو کچھ اس طرح گھورا کہ وہ ڈر گئی۔

"اس میں اتنا خار کھانے والی کیا بات ہے، منال! حمزہ سے تمہاری شادی ہو جائے تو کیا یہ تمہارے مفاد کی بات نہیں ہے؟"

"ہرگز نہیں....." اس نے شدت سے نفی کی۔ "میرے مفاد کی بات تب ہوتی، جب تم دائم کی فیور میں بات کرتیں۔ تم اچھی طرح جانتی ہو، میں دائم کے لئے کیسا سوچتی ہوں، کیسے جذبات و خیالات رکھتی ہوں۔ اگر میری شادی ہوئی تو صرف اس لڑکے سے ہو گی، یہ میرا فیصلہ ہے۔ سمجھیں تم؟"

وہ اتنی روانی سے بولی کہ ارما کے حواس جواب دے گئے۔ اسے لگا، جیسے وہ اپنے قدموں پر کھڑی نہ رہ سکے گی۔

حلق یک دم گھٹ سا گیا تھا۔ اس نے تھوک نگلنے کی کوشش میں جیسے خود کو سنبھالنے کی سعی کی۔ "پاگل پن مت کرو منال! تم پھر آ گئیں نا انہی بے سروپا باتوں پر؟ کیوں پیچھے پڑ گئی ہو، بے چارے دائم کے؟ مجھے لگتا ہے، تمہارا اوپر والا پورشن خالی ہو گیا ہے یا تم بہک گئی ہو؟"

"ہاں، بہک گئی ہوں۔ مگر بہکنے والا ہمیشہ سچ کہتا ہے ارما! یہ خیال رکھنا۔" منال کا جواب فوری تھا۔ وہ لاجواب ہو گئی، بوکھلا کر بولی۔

"بکواس مت کرو، تم جانتی ہو، تمہاری خواہش بے کار ہے۔ انہونی خواہشات پوری نہیں ہوا کرتیں، وہ بندے کو ذلیل و خوار کر ڈالتی ہیں۔"

"یہ صرف تمہارا خیال ہے، میرے نزدیک بندے کی ہر خواہش پوری ہو سکتی ہے، بشرطیکہ

وہ دل سے اس کا طلب گار ہو تو.....''

''جی نہیں.....'' ارما نے خفگی سے اسے گھورا۔ ''دل کی طلب معنی نہیں رکھتی، بلکہ خواہش کرنے سے پہلے تمہارا مستحق ہونا ضروری ہے، سمجھیں تم؟''

''چلو ٹھیک ہے، میں غیر ضروری بحث میں پڑنا نہیں چاہتی، جو کہنا تھا، میں نے کہہ دیا۔ دائم ہی میری پہلی اور آخری چوائس ہے، اینڈ دیٹس آل۔''

اس کی ہٹ دھرمی دیکھنے لائق تھی، ارما نے سر پیٹ لیا۔ ''اس گھر کا سسٹم جانتی ہو تم؟ کیا پھر بھی ایسی بے تکی باتیں کر کے میرا اور اپنا دماغ خراب کرو گی؟ میں تمہیں بتائے دے رہی ہوں منال! اس بے وقت کی راگنی سے تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ آخر کیوں طوفانوں کا رخ اپنی جانب موڑنے پر مُصر ہو؟''

''تو پھر کیا کروں؟ طوفان تو آئے گا، میں جو چاہتی ہوں، وہ چاہت طوفان ضرور اٹھائے گی مگر پھر شانتی ہی شانتی ہوگی ارما! تم جانتی ہو نا، دائم بہت سلجھا مزاج رکھنے والا انسان ہے، بے حد جذباتی اور نرم دل ہے، وہ سندس کو سہ نہیں پائے گا۔ وہ سندس کو یہ باور کرانے کی خاطر کہ وہ اس لڑکی کی رتی بھر پروا نہیں کرتا، اپنے لئے بہت جلد ایک لائف پارٹنر چنے گا اور وہ پارٹنر میں ہوں گی، ارما! میں یعنی منال بصیر۔ یہ صرف میرا دعویٰ نہیں، میرا یقین بھی ہے۔ زندگی وہ نہیں ہے، جو ہم سوچتے ہیں ارما! زندگی وہ ہے جو ہم جیتے ہیں۔ تم دیکھ لینا، میری زندگی کے آنے والے ماہ و سال دائم کی رفاقت میں گزریں گے۔ خوشی اور شادمانی کے احساس کے ساتھ۔'' وہ اتنے زعم سے بولی کہ ارما خاموش ہوگئی۔ وہ حیرت کے ساتھ اپنی چھوٹی بہن کی صورت تکنے پر مجبور ہوگئی تھی۔ یہ ہذیان تھا یا اس کی خوش فہمی، ارما کو کچھ سمجھ میں نہ آیا۔

منال نے اس کی گنگ حالت اور بدلتی رنگت کو نظر بھر کے دیکھا، پھر رخ موڑ کر خود کو آئینے میں دیکھتے ہوئے کھوئے انداز سے بولی۔ ''محبت پانا آسان نہیں ہے، ارما! اس کے لئے بہت درد سہنا پڑتا ہے، بہت سی مشکلات اور کٹھنائیوں کو پار کرنا پڑتا ہے۔ میرے نزدیک محبت کسی وسیع و عریض سمندر کے مانند ہے، جس میں اُترنے سے پہلے سانس کو توازن میں رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ ورنہ دوسری صورت میں گہرائی بندے کو اندر ہی اندر لے ڈوبتی ہے، اُبھرنے نہیں دیتی۔ لیکن میں.....'' اس نے پلٹ کر دوبارہ جامد کھڑی ارما کو دیکھا۔ ''لیکن میں اُبھرنا چاہتی ہوں، میں اچھی طرح جانتی ہوں ارما! گہرا غوطہ لگانے سے پہلے لمبا سانس لینے کی حاجت شدید تر ہوتی ہے، مجھے بھی زندہ رہنے کے لئے سانس لینا اور اسے قابو میں رکھنا پڑے گا، تاکہ میں زندگی کا لطف اپنے پورے حق کے ساتھ وصول کر سکوں۔ وہ شعر سنا ہے تم نے۔

محبت میں اُبھرنا چاہتا ہوں
تو ظاہر ہے کہ مرنا چاہتا ہوں

سو میری بہن! کسی پر مرنے کے لئے محبت کے عمیق سمندر میں اُترنا اور پھر اُبھرنا بہت

ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ زندگی کسی کی محبت پانے کے بعد ہی سہل ہوتی ہے۔ میں اپنے حصے کی محبت حاصل کر کے رہوں گی۔ اور ہاں.....'' اس نے چاہت کا فلسفہ بگھارنے کے بعد قریب جا کر ارما کے سنسناتے ہاتھوں کو اپنے نرم و گداز ہاتھوں میں بھر لیا۔ ''تم کہہ دینا حمزہ ابراہیم سے، منال پر اچھی نظر ڈالنے سے بہتر ہے، وہ اپنا انتخاب بدل ڈالے، یہاں اس کی دال گلنے والی نہیں۔ اور سنو، اگر اس کا پروپوزل تمہارے لئے آیا ہے تو میں بہت خوش ہوں۔ تم حمزہ کے ساتھ بہت شاندار نظر آؤ گی، بالکل چاند سورج کی جوڑی کی طرح۔ یہ مذاق نہیں ہے ارما! میں واقعی بہت خوش ہوں۔''

ارما نے کھا جانے والی نظروں سے منال کو گھورا اور اپنے ہاتھ اس کی گرفت سے نکال کر ایک جھٹکے سے پلٹی اور کمرے سے نکل گئی۔ اُسے منال سے خوف آ رہا تھا۔ وہ آج سچ مچ پاگل ہوگئی تھی یا اسے پاگل کر دینے کا سوچ بیٹھی تھی۔

❁

تھا اپنی خواہشات کا محور بس ایک شخص
ہم اس کے بعد کوئی بھی خواہش نہ کر سکے

ابو کی فرمائش پر ارما چائے بنانے کچن میں آئی تو وہاں منال کی موجودگی اسے کچھ حیرت زدہ سا کر گئی۔ وہ اسے نظر انداز کرتی چولہے پر چائے کا پانی رکھنے لگی، پھر سنک میں پڑے برتن دھونے کھڑی ہوگئی۔ اس کی یہ حرکت واضح طور پر منال کو زِچ کرنے کے مترادف تھی۔ منال نے ماتھے پر بل ڈال کر اسے دیکھا اور اپنا کھانا اٹھا کر باہر ڈائننگ ٹیبل پر آ کر بیٹھ گئی۔ سامنے لاؤنج میں عرفان بھائی بھی موجود تھے، جو غالباً کسی ضروری کام کو نمٹانے کے چکر میں سبھی کچھ اُلجھائے بیٹھے تھے۔ ان کے اطراف کاغذات کا پھیلاؤ تھا اور وہ انہی پھیلے کاغذوں میں ہاتھ مار کر کچھ تلاش کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

منال کی نظریں کھانا کھاتے ہوئے مسلسل ان پر لگی تھیں۔ ان کی بوکھلاہٹ اور چہرے پر پھیلی پریشانی اسے من ہی من میں مسکانے پر مجبور کر رہی تھی۔ عرفان بھائی کبھی ایک کاغذ اٹھاتے تو کبھی دوسرا۔ نظروں ہی نظروں میں اسے پڑھتے اور سر جھٹک کر ایک کوفت سے پرے پھینک کر کسی تیسرے کاغذ کی تلاش شروع کر دیتے۔ اچانک اپنی مصروفیات ترک کر کے انہوں نے گردن گھمائی اور منال کو دیکھ کر قدرے جھنجلائے انداز میں بولے۔

''منال! کوئی کاغذ گزرا ہے تمہاری نظر سے، جس پر دائم کا ایڈریس لکھا ہو؟ یار، پتہ نہیں، میں کہاں رکھ کے بھول گیا۔ دراصل کاغذ پر اُس کا سیل نمبر درج ہے اور اس وقت مجھے اسی کی ضرورت ہے۔''

منال نے ایک اطمینان سے سامنے پڑا پانی کا گلاس اٹھایا، منہ سے لگا کر چند گھونٹ بھرے، پھر اسی اطمینان سے بولی۔

''جی بھائی! آپ کا وہ کاغذ میں نے دیکھا ہے۔ ڈرائنگ روم کی کارنر ٹرے پر پڑے میگزین کے نیچے دبا ہوا ملا تھا۔''

''ارے.....'' وہ بے تحاشا جھلائے۔ ''پہلے کیوں نہیں بتایا تم نے مجھے؟..... کتنی دیر سے میں اس کی تلاش میں خوار ہو رہا ہوں۔''

''تو آپ نے مجھ سے پہلے پوچھا کب تھا؟'' وہ اتنے سکون سے بولی کہ عرفان بھائی کچھ چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

''اب تو پوچھ لیا ہے نا؟ لاؤ، وہ کاغذ مجھے دے دو۔ مجھے دائم سے کچھ بات کرنی ہے۔''

''لیکن وہ..... وہ کاغذ تو میں نے پھاڑ دیا۔'' اس کا انکشاف اچانک تھا۔

''کیا؟'' عرفان بھائی کی بلند آواز حیرت کا نتیجہ تھی۔ ''پھاڑ دیا تم نے۔ لیکن کیوں؟''

''کیونکہ میں سمجھی، وہ بے کار کاغذ ہے۔ دائم آپ کے دوست ہیں، میں نے سوچا یقیناً آپ کو ان کا نمبر اور ایڈریس زبانی یاد ہوگا۔''

''افوہ..... کیا لڑکی ہو تم بھی یار! اسے ضائع کرنے سے پہلے کم سے کم مجھ سے تو پوچھ لیتیں، اب میں کیا کروں گا؟'' وہ سر پکڑ کر کرسی پر بیٹھ گئے۔ انہیں منال پر شدید غصہ آ رہا تھا۔

''سنیے عرفان بھائی!'' منال نے کھانے کی ٹرے پرے کھسکا کر انہیں پکارا۔ ''آپ کو دائم کا سیل نمبر چاہیے یا ہوم ایڈریس؟''

''اب میں تمہیں کیا بتاؤں؟ جب کاغذ ہی پھاڑ ڈالا تو پھر بھلا تم مجھے کیا دے پاؤ گی۔ کیا تمہیں اس کا نمبر یاد ہے؟'' وہ حد درجہ کوفت کا شکار تھے۔

منال بے ساختہ مسکرائی اور اُٹھتے ہوئے بولی۔ ''میں آپ کو دونوں چیزیں فراہم کر سکتی ہوں عرفان بھائی! صرف ایک فون کرنا پڑے گا عمارہ کو اور وہ مجھے آرام سے آپ کے مطلوبہ نمبر بتا دے گی۔ ڈونٹ وری۔''

''اوہ یس۔'' وہ یکدم خوش ہو گئے۔ ''یہ بات میرے ذہن میں آئی ہی نہیں۔ عمارہ، دائم کا سیل نمبر یقیناً جانتی ہو گی۔ جاؤ شاباش، اسے فون کرو اور کسی کاغذ پر نمبر لکھ لاؤ دائم کا، ایڈریس مت پوچھنا۔ ابھی چند دن پہلے اس نے نئے گھر میں شفٹنگ کی ہے، میں اس کا پتہ آپ ہی پوچھ لوں گا۔ عمارہ کو شاید اس کے نئے گھر کا ایڈریس معلوم نہ ہو۔''

''ٹھیک ہے، آپ بیٹھیے، میں ابھی دائم کا سیل نمبر عمارہ سے پوچھ کر بتاتی ہوں۔'' وہ اُٹھ کر تیزی سے اندر کی طرف لپکی۔ تب عرفان بھائی کی تیز آواز نے اُسے روکا تھا۔

''ارے، تم اندر کمرے میں کہاں جا رہی ہو منال؟ یہ لو میرا موبائل، اس پر بات کرو عمارہ سے۔'' انہوں نے ہاتھ بڑھا کر اپنا سیل آن کر دیا۔ منال نے عمارہ کے نمبر پش کیے اور کال کے ریسیو ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ کچھ دیر میں عمارہ آن لائن تھی۔

''ہیلو، کون؟'' وہ عرفان بھائی کے سیل نمبر سے واقف نہ تھی، سو اُس کا سوال فوری تھا۔

''یہ میں ہوں عمارہ! آئی مین منال۔'' وہ عجلت سے بولی۔ ''مجھے دائم کا نمبر چاہیے۔''

''کیوں، اب تمہیں ان کے نمبر کی ضرورت کیوں پڑ گئی؟'' ادھر سے انتہائی بے زاری سے پوچھا گیا۔ منال کچھ محتاط ہو گئی۔ عرفان بھائی کی نظر اس کے چہرے پر لگی تھی اور وہ پوری توجہ سے اس کی باتوں پر کان دھرے کھڑے تھے۔

''منال جانتی تھی، دائم سے کی جانے والی محبت کا بے باکانہ اظہار عمارہ سے اب تک ہضم نہیں ہوا تھا۔ وہ اس سے بہت بدظن تھی۔ اس دن منال کی حماقت بھری بے تکی باتیں اس کا اور ارما کا دماغ خراب کر گئی تھیں۔ اس نے محبت کا خود ساختہ چکر چلا کے سندس کو بھی دائم کی زندگی سے نکالنے کی پیش گوئی کر ڈالی تھی۔ اب ان حالات میں منال کو دائم کا نمبر دینا قطعاً عقل مندی نہیں تھی۔ عمارہ کو اپنی ماما سے شامت بلوانے کا کوئی شوق نہیں تھا۔

اِدھر منال نے پھر کوشش کی۔ ''ارے یار عمارہ! میری بات تو سنو، دائم کا نمبر عرفان بھائی کو.....''

''پلیز، بس کرو منال!'' عمارہ کی ترش آواز نے اس کی بات فوراً قطع کر ڈالی۔ ''اپنے گھٹیا معاملات میں عرفان بھائی کو مت گھسیٹو۔ شرم آنی چاہیے تمہیں، بھائی کا نام اپنی بے غیرتی میں شامل کرتے ہوئے۔ تمہارے بارے میں یہ سب جان کے کیا سوچیں گے وہ؟ کبھی یہ بھی سوچا ہے تم نے؟''

''اوفوہ.....'' منال بری طرح جھلائی۔ ''فی الحال انہیں میرے بارے میں اچھا برا سوچنے کی فرصت نہیں ہے، میری دوست! اس وقت صرف انہیں دائم کا نمبر چاہیے۔ وہ ان سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتے ہیں۔ پلیز، تم دائم کا سیل نمبر بتا دو، تاکہ وہ ان سے رابطہ کر سکیں۔''

''ہرگز نہیں، میں تمہیں کبھی دائم بھائی کا سیل نمبر نہیں دوں گی۔ اگر مجھے تمہاری پست ذہنیت کا تھوڑا بہت اندازہ بھی ہوتا تو میں تم سے کبھی دوستی نہ بڑھاتی۔ تم بے حد خود غرض اور احمق لڑکی ہو۔ میں جانتی ہوں، تم پر کسی ڈانٹ ڈپٹ یا ملامت کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔''

''پلیز عمارہ! بات مت بڑھاؤ۔ گلے شکوے کرنے کو ایک عمر پڑی ہے، اس وقت صرف دائم کا سیل نمبر دے دو، ورنہ عرفان بھائی.....''

''آئی سے شٹ اپ منال.....!'' عمارہ نے سختی سے جھڑکا۔ ''کچھ ہوش کی دوا کرو۔ دیکھو، میں تمہاری دوست ہوں، اس لئے تمہیں سمجھانا میرا فرض ہے۔ ایسے انہونے کام مت کرو، جس کی وجہ سے لوگوں کی نظر میں تماشہ بن جاؤ۔ اپنے دل کو سمجھاؤ منال! یہ راستہ تمہیں تباہی کی طرف لے جائے گا۔ دائم بھائی کا پیچھا چھوڑ دو۔ وہ سندس سے بے پناہ محبت کرتے ہیں اور اپنی محبت سے کبھی دستبردار نہیں ہوں گے۔ ڈو یو انڈر اسٹینڈ؟'' وہ جیسے عاجز آ گئی۔

اس کے لہجے کی گرمی نے منال کا وجود بھگو ڈالا تھا۔ عمارہ اس کی کوئی بات سننے پر تیار ہی نہیں تھی۔ وہ جس قسم کے ڈر کا اظہار کر کے اسے سمجھا رہی تھی، وہ ڈر اسے دائم کا نمبر دینے پر

کبھی آمادہ نہیں کر سکتا تھا۔

ادھر عرفان بھائی کو بے چینی لاحق تھی، انہیں منال پر غصہ آ رہا تھا، جو بلاوجہ اِدھر اُدھر کی باتوں میں وقت ضائع کر رہی تھی۔ مگر عمارہ نے اسے ابھی تک معاف نہیں کیا تھا۔ وہ مسلسل اسے لتاڑ رہی تھی۔ تب عرفان نے ایک بے زاری سے منال کے کاندھے پر دو انگلیوں سے دستک دی۔

''کیا ہوا منال؟ آخر عمارہ اتنی دیر کیوں لگا رہی ہے نمبر بتانے میں؟ یار، اسے بتاؤ نا، نمبر میں نے مانگا ہے۔''

''میں اسے یہی بتا رہی ہوں، عرفان بھائی! لیکن وہ میری کوئی بھی بات سننا نہیں چاہتی۔'' اس کی بے بسی قابلِ دید تھی۔

''کیوں.....اسے کیا پرابلم ہے تم سے؟'' وہ اچھا خاصا چڑ گئے۔

''پتہ نہیں۔'' منال نے نفی میں سر ہلایا۔ ''بس یہی کہے جا رہی ہے، میں تمہیں دائم کا نمبر نہیں دوں گی۔''

''واٹ ربش، لاؤ مجھ سے بات کراؤ اس کی۔'' انہوں نے ہاتھ بڑھا کر منال سے موبائل لینے کی کوشش کی تو منال کا رنگ فوری طور پر اُڑ گیا۔

اگر عمارہ نے بھیا کے استفسار پر اصل بات کہہ سنائی تو پھر کیا ہوگا اس کا، کیا وہ عرفان بھائی سے نظر ملا سکے گی؟.....'یہ کیا کر دیا میں نے؟ کیوں بھیا کو عمارہ سے نمبر لینے کی صلاح دے ڈالی؟' وہ خوف میں اُلجھی کھڑی تھی۔ اس کا سانس سینے میں گھٹ کر رہ گیا۔

''اوہو، اب تمہیں کیا ہو گیا منال! اپنا ہاتھ کیوں پیچھے کر لیا؟ بھئی موبائل مجھے دو نا، میں بات کروں گا عمارہ سے۔'' انہوں نے اپنی بات کہتے کہتے اپنا موبائل جھپٹنے کے انداز میں لیا اور کان سے لگا کر ہیلو کہا مگر دوسری طرف رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔ عرفان بھائی کچھ اور سلگ گئے، کوفت سے ان کا بُرا حال تھا۔

''یار! حد ہے، بات ابھی پوری نہیں ہوئی اور محترمہ نے کال کاٹ دی۔ تم دونوں ایک ہی طرح کی احمق لڑکیاں ہو، کوئی کام ڈھنگ کا نہیں کرتیں۔''

ان کی بات منال کا سانس جیسے پل بھر میں بحال کر گئی۔

'اوتھینکس گاڈ! عمارہ نے کال کاٹ دی۔ گویا مصیبت اپنے آپ ٹل گئی ورنہ.....' وہ اندر ہی اندر اللہ کی بے حد شکر گزار تھی۔ تب ہی ارما ہاتھوں میں ٹرے تھامے لاؤنج میں داخل ہوئی۔ اس کے ہمراہ امی بھی تھیں جو غالباً عصر کی نماز پڑھ کر آئی تھیں۔

''چائے پی لیجئے، عرفان بھائی!'' ارما نے ٹرے میز پر رکھ کر گرم چائے کا باپ اُڑاتا مگ اُن کی طرف بڑھایا۔

''اوفوہ، مجھے نہیں پینی چائے وائے۔ مجھے اس وقت صرف دائم کا نمبر چاہئے، اور کچھ

نہیں۔'' وہ جل کر بولے تو ارما ان کے گرم لہجے پر چونک کر ان کی صورت تکنے لگی۔

''دائم کا نمبر؟ وہ کیوں چاہئے آپ کو؟''

''لو جی، اب تمہیں کیا اعتراض ہے؟'' وہ چیخ کر بولے اور کرسی پر جا بیٹھے۔ ''حد ہے، یار دوستوں سے بات کرنی ہو تو پہلے تمہیں بتایا جائے کہ نمبر مجھے کیوں چاہئے؟ آخر نمبر کس لئے مانگا جاتا ہے، ارما؟ ظاہر ہے، کوئی کام ہوگا، تب ہی تو میں اس قدر واویلا مچا رہا ہوں۔''

''ارے، تو بہن کو کیوں ڈانٹ رہے ہو؟'' امی نے اپنا مگ منہ سے لگانے کے بجائے تخت پر رکھ دیا۔ ''ایسا کون سا کام پڑ گیا، جو یوں اتاؤلے ہو رہے ہو؟ پہلے ذرا صبر سے بیٹھو اپنی جگہ پر، نمبر اتنا ہی ضروری ہے تو آپ کچھ کرو، ہم دائم کے رشتے دار نہیں ہیں جو تمہیں کچھ بتاتے پھریں۔''

''لیکن میں کروں کیا امی؟ نمبر میرے پاس تھا اور جس کاغذ پر لکھا تھا، اسے منال نے بے سوچے سمجھے پھاڑ کر پھینک دیا۔ اب دائم کا نمبر پوچھنے کے لئے عمارہ کو فون کیا ہے تو وہ احمق لڑکی نمبر دینے سے انکاری ہے۔''

''ہیں.....لیکن کیوں؟'' امی کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ ''اسے نمبر دینے میں کیا تکلیف ہے؟ کیا وہ دائم سے ادھار کھائے بیٹھی ہے؟''

''اب مجھے کیا پتہ، ادھار کھائے بیٹھی ہے یا مجھ سے دشمنی نبھا رہی ہے؟'' وہ بے حد غصے میں تھے۔

ان کا جواب ارما کا رنگ فق کر گیا۔ اب اسے ساری بات ایک پل میں پلے پڑی تھی۔ وہ سہم کر دزدیدہ نگاہوں سے منال کو تکنے لگی، جو گم صم سی کھڑی تھی۔

ارما نے سوچا کہ عمارہ اگر منال کو نمبر نہیں دے رہی تھی تو ٹھیک کر رہی تھی، وہ اب کوئی نیا محاذ کھولنا نہیں چاہتی تھی۔ اسے یقین ہوگا کہ منال اپنی جذباتیت میں پڑ کر دائم کا نمبر مانگ رہی ہوگی، تاکہ فون پر اس سے الٹی سیدھی باتیں کر کے اس کا بھی دماغ خراب کرے۔ اگر منال کی یکطرفہ محبت کی یہ داستان دائم کے کانوں میں پڑ جاتی تو سب سے پہلے عمارہ کی شامت آتی اور اسے وہ بے بھاؤ کی سننے کو ملتیں، جو اس نے پہلے کبھی نہ سنی ہوتیں۔ جس طرح کی انوکھی باتیں اس دن منال اس کے سامنے کر چکی تھی، اسے سننے کے بعد کوئی بے وقوف ہی ہوتا جو منال کو دائم کا نمبر دیتا۔ خواہ وہ عرفان بھائی کا نام استعمال کرتی یا ارما کا، اسے منال کی کسی حماقت کو دائم تک پہنچنے سے ہر قیمت پر روکنا تھا۔ لیکن یہ ساری بات عرفان بھائی اور امی کو کون سمجھاتا؟ منال کی احمقانہ باتیں سن کر اس دن ارما نے بھی اپنی زبان بند کر لی تھی۔ اس نے خود بھی محتاط ہو کر منال کو سمجھانے کی کوشش کی تھی مگر منال کے سر پر دائم کی محبت پانے کا بھوت سوار تھا۔ وہ ایسی انوکھی باتیں اور دعوے کر رہی تھی کہ امی سن لیتیں تو لمحے کی تاخیر کئے بغیر اسے جان سے مار ڈالتیں۔

ادھر حمزہ کی امی، منال کا رشتہ مانگنے آ گئی تھیں اور یہ بات گھر بھر میں کھل چکی تھی۔ ان حالات میں ارما کا کچھ کہنا گویا آگ لگانے کے مترادف تھا۔ اب یہ منال کا دردِ سر تھا کہ وہ ان حالات سے کیسے نمٹتی؟ بھلا ارما کو ساری برائی اپنے سر لینے کی ضرورت کیا تھی؟

منال چور بنی کھڑی تھی، اس کی جھکی نظریں فلور ٹائلز پر ٹھہری ہوئی تھیں، جبکہ دل آنے والے وقت کے خوف سے دھڑک رہا تھا۔ نہ جانے آنے والے پل اس کے لئے کون سی سوغات لانے والے تھے؟

''عرفان.....!'' امی کی آواز نے منال کو سوچوں کے سمندر سے نکال لیا۔ ''تم حمزہ سے دائم کا نمبر کیوں نہیں لے لیتے؟''

''اسے کچھ معلوم نہیں ہے امی! دائم نے پاکستان آتے ہی سم چینج کر دی ہے اور نیا نمبر حمزہ کے علم میں بھی نہیں ہے۔ اسی لئے عمارہ سے پوچھنے کی کوشش کی تھی۔ وہ اس کا کزن ہے، یقیناً اس کا نمبر عمارہ کے پاس ہوگا۔''

''تو پھر ایسا کرو، تم بات کرو عمارہ سے۔ ہوسکتا ہے، وہ منال کو یونہی زچ کرنے کا سوچ رہی ہو۔ تم پوچھو گے تو وہ منع نہیں کرے گی۔''

''نہیں امی! رہنے دیجئے۔'' منال نے فوراً منع کیا اور عجلت سے ان کے قریب بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''جب وہ کچھ بتانا نہیں چاہتی تو کیا ضرورت ہے اسے دوبارہ کال کرنے کی؟ بے وجہ اکڑی بیٹھی ہے تو بیٹھا رہنے دیجئے نا۔''

''کیوں، ایسا کیا ہوگیا؟'' امی چائے کی چسکی لیتے لیتے رہ گئیں۔ ''کیا کوئی اَن بن ہوگئی ہے تم دونوں کے بیچ میں؟''

''جی امی! کچھ ایسا ہی ہے۔'' منال نے فوراً سر ہلا کر اقرار کیا۔ ''وہ خفا ہے مجھ سے آج کل۔''

''لیکن کیوں؟ تم نے کیا کہہ ڈالا اسے؟'' عرفان بھائی کا سوال فوری تھا۔ منال کے ساتھ ارما بھی گھبرا کر انہیں دیکھنے لگی۔ وہ ماتھے پر شکنیں ڈالے منال کو گھور رہے تھے۔

''میں نے کیا کہنا تھا بھائی! بس وہ یونہی بگڑ گئی مجھ سے۔ تھوڑا وقت گزرے گا تو آپ ہی ٹھنڈی پڑ جائے گی۔''

''لیکن میں کیا کروں؟ تمہارے اس جھگڑے میں میرا نقصان تو ہوگیا نا۔''

''ارے بیٹا! پھر دائم کے گھر چلے جاؤ۔ تم نے ضرور اسے فون پر ہی سب کچھ کہنا ہے؟'' امی نے ایک اور راہ دکھائی۔

''اُفوہ، یہی مصیبت تو ہے ساری۔ میں اس کے گھر بھی نہیں جا سکتا۔ دائم لوگ نئے گھر میں شفٹ ہوگئے ہیں اور وہ گھر کہاں ہے، میں نہیں جانتا۔ اس نے کاغذ پر مجھے گھر کا ایڈریس اور اپنا نیا سیل نمبر لکھ کر دیا تھا، وہی کاغذ آپ کی لاڈلی نے پھاڑ دیا ہے۔ اب مجھے بتائیے، میں

کیا کروں؟'' انہوں نے بے بسی سے اپنی مجبوری بتا کر ماں کو دیکھا تو وہ سنجیدگی سے بولیں۔

''میرا خیال ہے، تم عمارہ کو ہی فون کر لو، لڑائی ان دونوں دوستوں میں ہے، اس میں بھلا تمہارا کیا دوش؟ وہ منال سے بات بھلے نہ کرے، تم سے تو کرے گی نا۔ چلو شاباش، فون ملاؤ اور نمبر لے لو اس سے دائم کا۔'' امی کا اصرار فوری تھا۔ عرفان بھائی نے عمارہ کا نمبر ری ڈائل کر دیا۔

ارما اور منال کے چہرے زرد پڑ گئے۔ قیامت کی گھڑی سر پر کھڑی تھی۔ نہ جانے کیا ہونے والا تھا۔ آنے والا وقت اپنے کسی پل میں کون سا بھید چھپائے ہوئے تھا۔ وہ دونوں اسی بھید کے کھل جانے سے خوف زدہ تھیں۔ ان کے حلق خشک ہو رہے تھے۔

''ہیلو.....!'' عرفان بھائی کی بھاری آواز نے دونوں کے پیروں تلے سنسناہٹ بھر دی۔ عمارہ آن لائن تھی۔ عرفان بھائی نے اسے بولنے نہ دیا، خفگی سے بولے۔

''عمارہ! یہ کیا بات ہے؟ منال نے فون کیا تو تم نے بات تک سننا گوارہ نہیں کی۔ ارے، اللہ کی بندی! ناراضگی اپنی جگہ رہی، مگر تمہیں تھوڑے مینرز تو نبھانے چاہئیں۔ بہرحال، مجھے دائم سے بہت ضروری کام ہے۔ پلیز، اس کا سیل نمبر ہوگا تمہارے پاس، وہ مجھے بتا دو۔''

ادھر جواب میں عمارہ نے کیا کہا، وہ دونوں نہیں جانتی تھیں۔ البتہ عرفان بھائی کان لگائے پوری سنجیدگی کے ساتھ اس کی بات سن رہے تھے۔ ایسے میں امی نے اچانک پاس بیٹھی منال کو اپنے بازو میں جکڑ لیا اور اس کا سر چوم کر بولیں۔

''میری بیٹی خوش تو ہے نا؟''

''جی.....'' منال پر جیسے حیرت کی بوچھاڑ ہوئی تھی۔ قیامت سے بڑھ کر اس لمحے میں خوشی کا سوال ہی نہیں اٹھتا تھا۔ وہ تو جیسے کسی سُولی پر لٹک رہی تھی۔ اس نے بے کسی اور حیرت کے بیچ رہتے ہوئے امی کو دیکھا، وہ اپنے سوال کا جواب چاہتی تھیں، سو منتظر نظروں سے اسے تک رہی تھیں۔ منال نے تھوک نگل کر گلا تر کیا۔

''کس بات کی خوشی امی؟''

''ارے، تمہاری شادی کی۔'' انہوں نے مسکرا کر اس کے چہرے پر آئی لٹ کو سنوارا۔ ''حمزہ کی امی نے تمہیں پسند کر لیا ہے منال! وہ اپنے بیٹے کا رشتہ لے کر آئی تھیں۔ حمزہ دیکھا بھالا لڑکا ہے، عرفان کا پرانا دوست ہے، اس لئے تمہارے ابو نے انکار نہیں کیا۔ ارما نے تمہیں بتا دیا ہوگا اس بارے میں۔ میں نے اسے کہا تھا، وہ تمہیں ساری بات کہہ سنائے۔ حمزہ مجھے بھی بے حد پسند ہے، بہت فرماں بردار اور مہذب لڑکا ہے۔ میں جانتی ہوں، تم اس کے ساتھ خوش رہو گی۔ ویسے بھی بہت مختصر سا گھرانہ ہے حمزہ کا، دو بھائی اور ایک بہن، وہ بھی شادی شدہ اور وطن سے دور ہیں۔ اس کا بھائی جاپان میں کسی فرم سے منسلک ہے اور بہن کا سسرال شارجہ میں ہے، خاصی سکھی ہے وہ اپنے گھر میں ماشاء اللہ! یہاں گھر پر صرف حمزہ اور اس کی ماں ہیں۔ تیرے تو نصیب کھل گئے منال! خدا نے میری دعاؤں کی لاج رکھ لی۔ وہ عطا کیا ہے، جو

من چاہا ہے۔"

امی اپنی رو میں بولتی چلی گئیں، مگر منال پر چپ طاری تھی۔ البتہ ارما کا دل ہچکولے لے رہا تھا۔ نہ جانے کون سے پل امی کی خوشی ملیامیٹ ہونے والی تھی۔ منال کی خاموشی، ارما کی روح فنا کرتی جا رہی تھی۔ اس نے اب تک امی کی کسی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"منال!.....حمزہ اچھا ہے نا؟ دیکھ بیٹا! مجھ سے شرم مت کرنا، اپنی پسند ناپسند کہنے میں تم بالکل آزاد ہو۔ مگر یہ خیال رکھنا، حمزہ سے تمہارا رشتہ تمہارے ابو کی پسند پر طے کیا جا رہا ہے اور ابو تمہارے لئے وہی پسند کریں گے، جو انہیں بہترین لگے گا۔" امی کا لہجہ بے حد نرم تھا۔

منال نے ڈرتے ڈرتے نظر اٹھا کر ان کا چہرہ دیکھا۔ "امی! اگر میں کہوں، مجھے شادی نہیں کرنی تو.....؟"

"پاگل۔" وہ ہنس پڑیں۔ "شادی تو سبھی کو کرنی پڑتی ہے بیٹا! لڑکیاں امانت ہوتی ہیں والدین کے گھر پر، انہیں ایک نہ ایک دن نئے گھر کو بسانے کے لئے جانا ہی پڑتا ہے۔ اب انعم کو دیکھ لو، شادی کے بعد وہ بھی بابل کا آنگن چھوڑ کر تمہارے چچا کے گھر چلی آئی۔ اس طرح تمہیں بھی شادی کے بعد حمزہ کا گھر بسانا ہوگا۔ یہ ریت رواج ہے منال! سبھی کو نبھانا پڑتا ہے۔"

"لیکن امی! میں.....میں حمزہ سے....." وہ کہہ نہ سکی۔ بدن پسینے سے شرابور تھا اور زبان ساتھ چھوڑ گئی تھی۔

ادھر ارما کا دل حلق میں آ ٹکا۔ اسے منال پر واقعی حیرت تھی جو نہ جانے کس ہمت سے امی کو اپنے دل کی بات کہنے جا رہی تھی۔

"ہاں بول بیٹا! چپ کیوں ہو گئی؟ میں سن رہی ہوں منال!" انہوں نے اس کی اچانک خاموشی کو شرم و حیا پر محمول کرتے ہوئے جیسے اس کی ہمت بڑھائی۔

منال کا وجود ڈگمگانے لگا۔ وہ ہونٹوں پر زبان پھیر کر ہولے سے بولی۔ "آپ..... آپ خفا تو نہیں ہوں گی مجھ سے؟"

"ارے نہیں بیٹا! خفا ہونے کی بھلا کیا بات ہے؟ تمہیں جو کہنا ہے، کھل کر کہو۔ بیٹیاں، ماں سے کچھ نہیں چھپاتیں۔ مائیں دوست بھی ہوتی ہیں۔"

"جی امی!.....میں.....میں حمزہ.....حمزہ سے....."

"کیا حمزہ سے.....؟" وہ اس کی لکنت سے زیادہ بار بار اٹکنے پر حیران تھیں۔

"مم.....میں حمزہ سے.....شادی نہیں کر سکتی۔" اس نے آنکھیں میچ کر بالآخر کہہ ڈالا۔

امی کی جیسے سانس رک گئی۔ وقت کی نبض تھم سی گئی۔ وہ ششدر سی ہو کر منال کو چند لمحے گھورتی رہیں، پھر سنبھل کر نرمی سے بولیں۔

"کیوں منال؟.....حمزہ بہت اچھا لڑکا ہے۔ تمہیں ہمیشہ سکھی رکھے گا۔ پھر کیا اعتراض ہے تمہیں؟ کیوں شادی نہیں کرنا چاہتیں اس سے؟"

"وہ.....امی! دراصل.....بات یہ ہے کہ.....میں.....میں امی.....!"

اور اس سے پہلے کہ منال اٹکتے لہجے میں ہی سہی، اپنا جملہ پورا کرتی، عرفان بھائی دفعتہً موبائل آف کرتے آگے بڑھے اور سرخ چہرے کے ساتھ اس کے عین سامنے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے ہاتھ بڑھا کر نہایت بے دردی سے منال کو ایک جھٹکے سے اٹھا کر کھڑا کیا اور اگلے ہی لمحے پوری قوت سے دایاں ہاتھ اٹھا کر اس تیزی سے اس کے رخسار پر رسید کیا کہ منال کسی کھلونے کی طرح لڑھکتی ڈائننگ ٹیبل پر جا گری۔ تھپڑ کی گونج دار آواز جیسے اس کے پورے بام و در میں گونجی تھی۔ گھر کی دیواریں بھی لرز اٹھیں۔ عرفان بھائی کی پانچوں اُنگلیاں منال کے سرخ دہکتے رخسار پر اپنا نشان چھوڑ گئیں۔ ارما کو لگا، جیسے وہ بے ہوش ہو جائے گی۔ وہ منال کو بچانے کے لئے آگے بھی نہ بڑھ سکی۔ امی کے ہاتھ سے کپ گر کر ٹوٹ گیا۔

"آئے ہائے.....کیا ہو گیا عرفان! پاگل ہو گئے ہو کیا؟ کیا کیا ہے منال نے جو تم وحشیوں کی طرح اسے مارنے کھڑے ہو گئے؟"

وہ تیزی سے تخت سے اٹھی تھیں۔ ان کا چہرہ بھی جیسے ایک ہی پل میں فق ہوا تھا۔ وہ ابھی حمزہ کے لئے منال کا انکار سہہ نہیں پائی تھیں کہ بیٹے کا کرارا تھپڑ منال کے چہرے پر پڑ کر ان کے ہوش لے اُڑا تھا۔

"سنبھال کر رکھئے اپنی چہیتی کو.....ہماری آنکھوں میں دھول جھونک کر یہ خاک اُڑانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ پلیز، اسے سمجھا لیجئے امی! ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔ اس کا ایک غلط قدم میرا صبر و ضبط اُڑا لے جائے گا اور میں اسے قتل کر دوں گا۔" وہ طیش میں آ کر چیخے تھے۔

امی کا منہ کھل گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ وضاحت مانگتیں، عرفان بھائی پاؤں پٹختے کمرے سے نکل گئے۔ ان کا چہرہ لہو رنگ ہو رہا تھا۔

امی نے دل تھام لیا۔ ان کی گہری نظر، منال کے وجود پر مرکوز ہو گئی، جو اب ٹیبل سے اٹھ کر دوپٹے سے اپنی پاچھیں پونچھ رہی تھی۔ خون کی ایک پتلی سی لکیر اس کے ہونٹوں سے نکل کر ٹھوڑی تک چلی آئی تھی۔ بھیا کا بھاری ہاتھ اس کے پھول سے رخسار پر انگارے دہکا گیا تھا۔ اچانک وہ سب کیا ہوا تھا، امی کی سمجھ سے باہر تھا۔ مگر ارما کو سب خبر تھی اور یہ باخبری ہی اسے دہلائے دے رہی تھی۔ یہ بات مزید کھلتی اور کسی برے نتیجے کی صورت ابو کے سامنے پہنچتی، ایسی نوبت آنے سے پہلے ہی اس سچویشن کو ختم ہو جانا چاہئے تھا، ورنہ منال اپنی زندگی سے جاتی اور وہ عمر بھر کے لئے رسوائی کے گڑھے میں گر جاتی کہ ناکردہ گناہ کی سزا اس کے حصے میں بھی آنی ہی تھی۔

❁❁❁

بکھر جاؤں گی میں
مجھ کو یہ ڈر ہے
تیری یادوں کو گریکجا کروں گی
• یہ سب کی رائے ہے
شاید میں تم سے
تعلق توڑ کے
اچھا کروں گی

امی بے کس انداز میں سر پکڑے بیٹھی تھیں، آنکھوں سے اشک اپنے آپ بہے چلے آ رہے تھے۔ منال کی جرأت اور بے غیرتی کی باتوں نے جیسے گھر کے ہر فرد کے چہرے پر کالک پوت دی تھی۔ یہ سب کیا ہو رہا تھا؟ وہ کیوں نادانی بھری باتوں پر اُتر آئی تھی؟ سب کے دل و دماغ مفلوج تھے۔ وہ کچھ بھی اندازہ نہیں کر پائے تھے۔ صدمہ شدید اور ناقابلِ یقین تھا اور روح کے اندر کسی درد بھری تیز ٹیس کی صورت عذاب جگا رہا تھا اور وہ عذاب گھائل کرنے کے لئے کافی تھا۔

ارما کی آنکھیں بھی مسلسل برس رہی تھیں۔ منال کی جو درگت طیش سے بھری امی کے ہاتھوں نے بنائی تھی، اسے دیکھ کر کوئی بھی حساس دل بندہ اس کرب سے گزر سکتا تھا، جو ارما پر گزر رہا تھا۔ وہ بھری آنکھوں سے منال کو گھورے جا رہی تھی۔ اشکوں کی شدت نے منال کا وجود نظروں کے سامنے دھندلا دیا تھا مگر پھر بھی وہ جانتی تھی کہ اس کا چہرہ سرخ اور بدن تیز بخار کی حدت جیسا دہک رہا تھا۔ عرفان بھائی کی زبانی ساری حقیقت جان لینے کے بعد امی سکتے میں آ گئی تھیں۔ منال کی بے شرمی اور بے حیائی کی باتیں اور اس پر دیدہ دلیری سے ان کے سامنے حمزہ سے شادی کرنے سے انکار کرنا ان کے ضبط سے بہت زیادہ تھا۔ عرفان بھائی کے کمرے سے نکلتے ہی امی ان کے پیچھے دوڑی تھیں اور انہوں نے جب تک سارا معاملہ نہ جان لیا تھا، ان کی جان نہیں چھوڑی تھی۔ اور اب وہ سچائی جان لینے کے بعد اپنے اندر غم و غصے کو بیٹی پر مار پیٹ کے ذریعے نکال چکی تھیں۔ مگر ایسا کرنے کے بعد اب خود سے ہاری بیٹھی تھیں۔ وہ چہیتی بیٹی، جو گھر میں چھوٹی ہونے کے ناتے سب کی سر چڑھی اور دلاری تھی، وہی بیٹی اپنی اور

اس گھر کی عزت کو نیلام کرنے کے ارادے باندھ رہی تھی۔ عرفان کے دوست دائم پر دل ہارنے والی ان کی سرکش بیٹی اتنی مار کھا کر بھی انہیں یہ کہہ چکی تھی کہ وہ اس بار اپنی سی کر کے رہے گی۔ اسے دائم کے سوا اپنی زندگی میں کسی دوسرے کا ساتھ ہرگز قبول نہیں۔

یہ الفاظ پگھلے سیسے کے مانند امی کی سماعت میں اُترے اور دل و جگر کو چھلنی کر گئے تھے۔ ایک عذاب تھا، جو ان کی جان و دل کو اپنے حصار میں لے بیٹھا تھا۔ انہیں اپنی تربیت اور پرورش پر شبہ ہونے لگا تھا۔ کیا کبھی انہوں نے بیٹیوں کا حق ماننے میں کوئی کوتاہی کی تھی؟ کیا انہوں نے ارما اور منال کو لڑکی کی عزت اور اس کی دیکھ ریکھ کرنا نہیں سکھایا تھا؟ کیا انہوں نے بھائی اور باپ کی غیرت اور عزت کی خاطر انہیں گھر کی چہار دیواری میں بیٹی اور بہن کی طرح زندگی گزارنے کا طور طریقہ نہیں سکھایا تھا؟ کیا انہوں نے نہیں بتایا تھا کہ وہ دونوں اس گھر کی عزت اور رحمت ہیں؟

پھر کیا تھا یہ سب کچھ؟ کہاں کوتاہی ہو گئی تھی ان سے، جس کی وجہ سے منال کے اتنے پَر پُرزے نکل آئے تھے؟ اس کی ہٹ دھرمی اور حد سے بڑھی جرأتِ اظہار نے جیسے ان کے لب ہی سی ڈالے تھے۔ وہ گنگ سی بیٹھی بے آواز روئے جا رہی تھیں۔ کیا علاج تھا، منال کی بے حیائی کا۔ کیا حل تھا اس کی اس بے سرو پا محبت کا، وہ جانتی تھیں، سرکشی اور ڈھٹائی اختیار کرنے والے کو کچھ بھی سمجھانا بے سود ہوا کرتا ہے۔

مگر وہاں منال کی باتیں، اس کی سمجھ بوجھ اور اظہار دنیا سے نرالا تھا۔ اگر یہ کہانی ابو کے کان میں پڑ جاتی تو جانے کیا آفت اٹھ کھڑی ہوتی۔ امی بے چاری کے حواس منتشر تھے۔ منال کو اتنا زدوکوب کرنے کے باوجود وہ اندر تک سہمی ہوئی تھیں۔ اتنی شاکڈ اور دل برداشتہ تھیں کہ اب اختلاج کی سی کیفیت کا شکار تھیں۔ بے چینی اور اضطراب نے گویا دل ہاتھوں میں لے رکھا تھا، وہ ڈبڈباتی آنکھوں سے منال کے اشکوں سے بھرے چہرے کو دیکھتیں تو کبھی ارما کے ڈرے سہمے وجود پر نگاہ ڈالتیں۔ ابھی عرفان کا غصہ بھی ان کے اعصاب پر سوار تھا، جو درشت لہجے اور بگڑے تیوروں کے ساتھ بہن کو جان سے مار دینے کے دعوے کر کے گیا تھا۔ اگر وہ جذباتی ہو کر سچ مچ کوئی ایسا ویسا نک قدم اٹھا بیٹھتا تو؟

''نہیں، میرے اللہ.....!'' امی کا رواں رواں کپکپا اٹھا۔ وہ گھبرا کر ایک بے اختیاری سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ انہیں اٹھتا دیکھ کر ارما کو بھی پر لگ گئے۔ وہ کسی آٹومیٹک کھلونے کی طرح لمحہ بھر میں اپنی جگہ سے اٹھ بیٹھی اور بے اختیار آگے بڑھ کر ماں کا راستہ روکتے ہوئے گلوگیر لہجے میں بولی۔

''بس کیجئے امی! خدا کے لئے، منال کو اب کچھ بھی مت کہئے۔ کیا اتنا زیادہ مار کر بھی دل نہیں بھرا آپ کا؟''

''ارما.....!'' امی کے آنسو ایک بار پھر شد و مد سے بہہ نکلے۔ ''میرا بس چلے تو گڑھا

کھود کر اسے وہیں دفن کر دوں۔ ایسی بے حیا بیٹی سے وہ مٹی بہتر ہے، جو قبر بن کر اس کے وجود کو ڈھانپ لے گی۔ کم سے کم نظروں سے اوجھل رہے گی تو اس کے کرتوت کسی دوسرے کو دکھائی نہیں دیں گے۔"

"پلیز، بس کریں امی! منال کی غلطی صرف اتنی ہے کہ اس نے بے سوچے سمجھے دائم کی خواہش کی ہے، اس دائم کی، جو اس کا کسی صورت نہیں ہو سکتا۔ اور وہ خواہش کوئی اتنا بڑا قدم نہیں ہے امی! کہ اسے ایسی کڑی سزا دی جاتی۔ ہاں، اگر وہ کچھ اور کر گزرتی تو ہر سزا کی حق دار تھی۔ مگر آپ اور عرفان بھائی نے مل کر کسی بڑی غلطی کے بغیر ہی اسے روئی کی طرح دھنک ڈالا ہے۔"

"شرم کرو، ارما!" امی جیسے کھول اُٹھیں۔ "اس کی اتنی بڑی غلطی کو تم بڑا نہیں مانتیں۔ دیکھو، بے وجہ سائیڈ مت لو منال کی۔ غلطی معمولی بھی ہو تو غلطی ہی کہلاتی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تمہاری بہن نے پہلے بھی کوئی گنجائش رہنے کہاں دی تھی۔ دیکھا تھا، اس دن تم نے جس دن دائم پہلی بار گھر آیا تھا، کیسے منہ لگ رہی تھی یہ بے غیرت اس کے۔ حالانکہ وہ غریب عرفان کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا تھا کہ بہن کو لگام دے کر رکھے کیونکہ وہ اس کے ذاتی معاملات میں مداخلت کر رہی تھی۔ وہ دوست کی سالگرہ پر اس کے گھر آیا تھا مگر اس دن بھی منال نے باپ کی موجودگی کا خیال کیے بغیر تماشہ لگائے رکھا۔ ارے میرے مولا! یہ اب پتہ چلا مجھے کہ اس کم بخت کے دل میں کیا چھپا ہے، کیا چاہتی ہے یہ، کیسی بے شرم لڑکی ہے کہ دائم کی منگنی ہو جانے کے باوجود اسے اپنا بنانے کی بات کر رہی ہے۔ کوئی حد نہیں چھوڑی اس نے بے غیرتی کی۔ ارے، میں پوچھتی ہوں، جس مرد کی شادی طے ہو جائے، اس کو رجھانا کیا کسی شریف عورت کا کام ہے؟ یہ تمہاری بہن منال ہے نا، اس نے تو اپنے لڑکی ہونے کی شرافت بھی نہ رکھی۔ سب کچھ ڈبو کر رکھ دیا، تمہارے ابو کا نام، تمہارے بھائی کی عزت اور اپنی ماں کے سفید بالوں کا بھرم، سب کو آگ لگا دی اس بے حیا نے۔" اس کا سلگتا لہجہ زار و قطار گرتے آنسوؤں سے بھیگنے لگا۔ وہ بے تحاشا تڑپ رہی تھیں۔

ارما نے شرمساری سے اپنا سر جھکا لیا۔ وہ بھلا کیا جواب دیتی، ان ساری باتوں کا؟ امی کچھ بھی غلط نہیں کہہ رہی تھیں۔ منال نے سچ مچ اپنی عزت کے ساتھ ان سب کی حیثیت کو بھی داؤ پر لگا دیا تھا۔

پشیمان سی ارما آگے بڑھ آئی۔ اس نے سسکیاں بھرتی حالت کے ساتھ ماں کی آنکھوں کو اپنے ہاتھوں سے پونچھنے کی کوشش کی۔ ایسے میں اچانک منال کے ساکت وجود میں حرکت ہوئی تھی، وہ آہستہ روی سے اپنی جگہ سے اُٹھی اور لرزتے قدموں کے ساتھ ماں کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ اپنے نرم ہاتھوں کی پوروں سے ان کی نم آنکھوں کو پونچھا اور ان کے کاندھے پر محبت بھرا ہاتھ پھیرتے ہوئے رندھی آواز میں بولی۔

"میں جانتی ہوں امی! میں نے غلطی کی ہے۔ اس گھر کے پاکیزہ اصولوں کو توڑا ہے۔ ایک ایسے شخص کے لئے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے جو کسی طرح بھی آپ کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔ جو نہ صرف منگنی شدہ ہے بلکہ شادی طے ہو جانے کے بعد میری پہنچ سے کوسوں دور ہے۔ لیکن امی! ہر شخص کی رائے اس کے ذاتی تجربے کے مطابق ہی ہوتی ہے۔ میں سمجھتی ہوں، دائم اور سندس کا ملاپ ہونا ناممکن ہے کیونکہ وہ دونوں دریا کے دو کناروں کی طرح ہیں۔ سندس وہ لڑکی نہیں ہے جو دائم کی توقعات پر پورا اُتر سکے۔ وہ لڑکی کسی سے کہیں بھی کسی بھی معاملے میں کوئی کمپرومائز نہیں کر سکتی۔ وہ شادی سے پہلے ہی دائم سے منہ موڑ لے گی، یہ میرا دعویٰ ہے امی! اور تب میں دائم کی طرف اپنا ہاتھ بڑھانا چاہتی ہوں۔ کیونکہ میرا خیال ہے، اسے صرف مجھ جیسی لڑکی ہی....."

"چپ کر بے غیرت!" امی نے تیزی سے اس کا ہاتھ جھٹک کر ایک زوردار طمانچہ دوبارہ اس کے رخسار پر جڑ دیا۔ "تمہارے خیال کو یہاں پوچھا کس نے ہے؟ تم کیا جانو، تجربے اور مشاہدے کو۔ اری ناسمجھ! تجربہ مفت میں نہیں مل جاتا، اس کے لئے ایک عمر گنوانی پڑتی ہے، بہت سا وقت لگانا پڑتا ہے۔ مگر تم جیسی گھٹیا لڑکی کے دماغ میں خناس اور خودغرضی کے سوا کچھ نہیں بھرا۔ تم صرف اپنے مفاد کا سوچ سکتی ہو، تمہیں صرف اپنی زندگی کے اس لمحے سے مطلب ہے جس کا تم فائدہ اٹھا سکو۔ لیکن منال! یاد رکھنا، میرے جیتے جی تم ایسے کسی لمحے سے فائدہ نہیں اٹھا سکو گی۔ میں نے اپنی زندگی بہت عزت و احترام کے احساس کے ساتھ گزاری ہے۔ میں تمہیں اپنی تربیت پر انگلی اٹھانے کی اجازت نہیں دوں گی۔ میں تمہیں اس بات کی اجازت بھی ہرگز نہیں دوں گی کہ تم میری مرضی کے خلاف جا کر وہ بھیانک قدم اٹھاؤ، جو اس گھر کے ہر فرد کو ایک اَن دیکھی آگ میں جھلسنے پر مجبور کر دے یا تمہارے بھائی اور باپ کو وہ کام کرنے پر مجبور کر دے، جو ہاتھوں کو خون سے رنگ دیتا ہے۔"

"اُف امی!..... میں کیسے سمجھاؤں آپ کو؟ میں آپ کی اجازت کے بغیر کوئی بھی قدم اٹھانا نہیں چاہتی۔ آپ نہ جانے کیوں، وسوسوں کا شکار ہو گئی ہیں۔ عرفان بھائی کی باتوں نے آپ کو بہت سے خدشات میں الجھا دیا ہے۔ لیکن امی! ایسا کچھ نہیں ہے۔ جس طرح آپ نے اپنی زندگی گزاری ہے، اسی طرح مجھے بھی اپنی زندگی گزارنے کا ایک موقع تو دیجئے۔ حقائق کچھ اور ہیں امی!..... مگر آج ان لمحوں میں عرفان بھائی نے میری پوزیشن اتنی آکورڈ کر دی ہے کہ میں آپ کو کچھ سمجھا نہیں سکتی۔ میرے منہ سے نکلا کوئی لفظ بھی آپ کے لئے معتبر نہیں ہو گا۔ آپ مجھے ہر بار غلط کہنے کی کوشش کریں گی۔ پلیز امی! ایک بار، صرف ایک بار اپنی بیٹی سمجھ کر مجھے اور میرے جذبات کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔"

"اپنی بکواس بند کرو، منال!" امی کی دھاڑ جیسے پورے کمرے میں گونجی۔ "تمہارے نام نہاد حقائق نہ مجھے سننے ہیں اور نہ ہی ان سچائیوں کو جاننے کا مجھے کوئی ارمان ہے۔ تمہارے کہنے

سے کچھ بھی تبدیل نہیں ہوگا، البتہ ان کی وضاحت سے تمہاری ذاتی حیثیت میں فرق ضرور پڑ جائے گا۔ تمہاری عافیت اسی میں ہے کہ تم ہوش کے ناخن لو، میں آخری بار کہہ رہی ہوں، دائم کے لئے تمہارے یہ خود ساختہ بے کار سے جذبات آج، ابھی، یہیں اسی گھر میں، اسی لمحے ختم ہو جانے چاہئیں۔ اگر ان باتوں کی بھنک گھر سے باہر پہنچ گئی تو میں خود کو آگ لگا لوں گی.....

اور کان کھول کر سن لو، میں نے اور تمہارے ابو نے تمہارے لئے حمزہ کو پسند کیا ہے۔ حمزہ کے بعد کسی دوسرے کا سوال ہی نہیں اُٹھتا۔ وہ لڑکا ہی تمہاری زندگی کا شریک ٹھہرے گا۔ رہ گیا دائم، تو تم اسے اس کی منگیتر کے لئے چھوڑ دو۔ عزت اور سکون سے شادی ہو جانے دو اس کی، میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتی ہوں منال! بخش دو اس لڑکی کو، جسے تمہاری گھٹیا محبت کی خبر تک نہیں ہے۔ اور دائم کو جسے تم سے کسی قسم کی کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہاں، ایک بات اور کہے دیتی ہوں.....'' انہوں نے قہر آلود نگاہ اس کے سراپے پر ڈالی۔ ''آج سے تم عمارہ کے گھر بھی نہیں جاؤ گی اور نہ ہی اس گھر سے باہر نکلنے کی کوشش کرو گی۔ عرفان تمہیں صرف کالج چھوڑے گا اور وہیں سے لینے آئے گا، تم اس کے علاوہ کسی جگہ جانے کی حق دار نہیں رہیں۔ تم نے ابھی صرف میرا پیار دیکھا ہے منال! وہ روپ نہیں دیکھا جو ایک ماں اپنے بچے کی کسی گھناؤنی حرکت کے جواب میں اسے سبق دینے کے لئے اختیار کرتی ہے۔ تم نے غلطی کی ہے اور اس غلطی کا اعتراف کرنے کے باوجود تم نہیں جانتیں کہ اس غلطی کا خمیازہ تمہاری آئندہ زندگی پر کس کس طرح اثر انداز ہوگا؟ تم ابھی بچی ہو منال! ابھی زندگی سے تم نے بہت کچھ سیکھنا ہے، ابھی ابتداء ہے، اس ابتدائی راستے میں تم خود کو الجھے اور خار دار راستوں کا راہی بنا لو گی تو ساری عمر بھٹکتی رہو گی۔ ہاں، اگر اپنی غلطیوں سے کوئی سبق سیکھ کر آگے بڑھو تو وہی راستے تمہارے لئے آسان ہو جائیں گے۔ تمہیں اپنا نظریہ، اپنے خیالات بدلنے ہوں گے منال! کیونکہ کوئی بھی چیز جب اپنے مرکز سے ہٹتی ہے تو بری لگتی ہے۔ خود کو برا مت بناؤ منال! تم بری لڑکی نہیں ہو، صرف تمہاری سوچ آلودہ ہو گئی ہے۔ اس آلودگی کو اپنی پاک دامنی سے دور رکھو، ورنہ عزت گنوا بیٹھو گی اور عزت و ناموس ایک ایسی چیز ہے، جس کے لئے ہر سمجھ دار انسان مال و دولت سے لے کر اپنی انا تک داؤ پر لگا دیتا ہے۔ سمجھیں تم؟''

''منال.....!'' ارما نے امی کی بات ختم ہوتے ہی اس کے گال کو چھو کر محبت سے پکارا۔

''امی بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ خود کو کسی اندھی کھائی میں گرنے سے روک لو، میری بہن! تمہاری ذرا سی لاپروائی تمہیں بدنامی اور جگ ہنسائی کے سوا اور کچھ نہیں دے گی۔ پلیز منال! ابو کی نظر میں خود کو باوقار رہنے دو۔ بھیا کی آنکھوں سے وہی پیار چھلکنے دو، جو ہمیں دیکھ کر ان کے چہرے پر شفقت کا احساس بڑھا دیتا ہے، جو ہمیں باعزت کر دیتا ہے۔''

ارما کی لرزتی آواز کے جواب میں منال نے ایک بھیگی نظر اس کے تر چہرے پر ڈالی اور ایک گہری سانس بھر کے دھیرے سے بولی۔

''ٹھیک ہے، میں کوشش کروں گی کہ تم سب کو اپنے رویّے سے خوش رکھ سکوں۔ پلیز، امی کو کہو، مجھے معاف کر دیں۔ میں آئندہ ایسی کسی غلطی کو نہیں دہراؤں گی۔''

''شاباش میری بہن! یہی سمجھ داری ہے اور یہی وقت کا تقاضا بھی۔ تمہیں اپنی غلطی کو سدھارنے کا ایک موقع ملنا ہی چاہئے۔ کیوں امی؟'' ارما نے خوش ہو کر بے اختیار منال کو گلے لگا لیا۔ منال کی مسکراہٹ میں افسردگی کا رنگ نمایاں تھا۔ اس نے خود کو ارما کی گرفت سے نکال کر ماں کے قدموں میں جھکا دیا، جواب تک بے حال سی ہو کر روئے چلے جا رہی تھیں۔ ان سے ارما کے سوال کا جواب بھی دیا نہ جا سکا تھا۔

❁

میں کہیں گم ہوں
تم کہیں گم ہو
پھر بھی ایسا لگتا ہے
ہر جگہ میں ہوں
ہر جگہ تم ہو

منال کی فطرت میں پیدا ہونے والی حالیہ تبدیلی نے سب کو بے چینی میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ ان دنوں نہ صرف کم آمیز ہو گئی تھی، بلکہ اکثر نہ جانے کون سی سوچوں کے حصار میں رہتی تھی۔ ارما سے بھی اس کی بات چیت برائے نام تھی۔ حالانکہ وہ اس کے بغیر ایک پل کی تنہائی بھی سہ نہیں پاتی تھی۔ اب دن رات کالج سے گھر اور گھر سے بستر کی طرف ایک چکر تھا جو کسی روٹین کی طرح بندھ سا گیا تھا۔ گھر کے کام کاج میں بھی اس کی دلچسپی برائے نام تھی۔ اکثر اوقات رات کا کھانا اپنے ہاتھوں سے بنانے والی منال اب کچن کا راستہ بھول بیٹھی تھی۔ گھر کے سبھی افراد اس کی خاموشی اور بے توجہی کو محسوس کر رہے تھے، مگر ٹوکنے کی ہمت شاید کسی میں بھی نہیں تھی۔ وہ ایسا کیوں کر رہی تھی، کیوں اتنی چپ اور گم صم تھی، کس بات کا احتجاج کر رہی تھی؟ یہ وہ سوال تھے، جو سب کے ذہنوں میں آ کر بھی آسودۂ جواب تھے۔ سب یہ بخوبی جانتے تھے کہ وہ اپنا ٹوٹا دل جوڑنے کی سعی میں مبتلا تھی۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا گیا تھا، یہ سوچ کر کہ گزرتے وقت کے ساتھ اس کا اُداس موڈ اپنے آپ سدھر جائے گا۔ منال کی جانب سے کسی دوسری غلطی کو بھگتنے سے کہیں بہتر تھا کہ سب اس کی فطرت میں پیدا ہونے والی اس نئی تبدیلی سے سمجھوتہ کر لیتے۔ سو سبھی نے اپنے طور پر کچھ ایسا ہی کیا تھا۔ لیکن وِیک اینڈ کی وہ رات، ارما کے لئے سکون کا خوشگوار احساس بہت اچانک لے آئی تھی۔ آج ویسے بھی پورے چاند کی رات تھی، کمرے کی کھلی کھڑکی سے باہر دور تک زمین و آسمان، چاندنی کی دودھیا روشنی میں نہائے سے لگ رہے تھے۔ کائنات کا ذرّہ ذرّہ خوب صورتی کے احساس سے جگمگا رہا تھا کہ ایسی چودھویں کی رات ہر دل والے کو مسحور کر دیا کرتی ہے۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد

حسب معمول منال ایک خاموشی کے ساتھ اپنے کمرے میں آئی تھی۔ آج شام ہی سے وہ پڑھنے کا موڈ بنائے بیٹھی تھی۔ خدا جانے، کون سے وقت کے ادھورے کام اب پورے ہو رہے تھے۔ کیمسٹری کا جرنل پورا کرنے کے بعد وہ کھانا کھانے کے لئے اٹھی تھی۔ گیارہ بج چکے تھے۔ رات کا پہلا پہر دبے پاؤں گزرتا جا رہا تھا اور اس بے وقت کھانا کھانے کے بعد منال کو بستر پر جانا اور نیند لینا محال ہو رہا تھا۔

اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی ارما کو کھلی کھڑکی سے چاندنی رات کا نظارہ کرتے دیکھ لیا تھا۔ لحظہ بھر کے لئے ایک تیز مسکراہٹ، منال کے لبوں پر جگمگائی۔ ارما کو پورے چاند کی رات سے عشق تھا۔ زرد ہالے کے اندر چمکتا کھلتا چاند اسے مسحور کر دیا کرتا تھا۔ اس کی وہ کمزوری اس کی رومینٹک نیچر کی غماز تھی۔ شاید یہی خیال منال کے لبوں پر پڑے خاموشی کے قفل کو توڑ گیا تھا۔

''یہ کیا ہو رہا ہے ارما؟ کیا کھڑکی سے فل مون دکھائی دے رہا ہے، جو اتنی محو ہو؟''

ارما نے اس کی آواز پر ایک خوشگوار حیرت کے ساتھ پلٹ کر منال کے مسکراتے چہرے کو دیکھا اور دل کے اندر اترتی طمانیت کے احساس کو واضح طور پر محسوس کیا کہ آج نہ جانے کتنے دن کے بعد منال نے اسے پہلے کی طرح بڑے دل سے پکارا تھا۔

''ہاں.....'' اس نے لبوں پر مچلتی مسکراہٹ کے ساتھ فوراً اثبات میں سر ہلایا۔ ''یہاں سے پورے کا پورا چاند دکھائی دے رہا ہے منال! اور ہر چیز میری روح سمیت روشن روشن سی لگ رہی ہے۔''

''تمہاری روح سمیت.....؟'' منال کی ہنسی اس بار رک نہ سکی۔ ''گویا میرا خیال درست تھا، تم اس وقت واقعی بہت رومینٹک سا محسوس کر رہی ہو۔ وہ کیا کہتے ہیں..... 'چاندنی رات میں ایک خواب کہیں دیکھا ہے' جیسا رومینٹک سا احساس، ہے نا؟''

''نہیں منال! رومینٹک نہیں، بہت virtuous سا محسوس کر رہی ہوں۔ یوں جیسے دل کے نہاں خانوں میں پاکیزگی اور اُجالے کا دمکتا احساس رچ بس گیا ہو۔ سچ کہوں تو منال! یہ چاندنی راتیں مجھے نہ جانے کیوں اللہ کے قرب کا احساس دلاتی ہیں، پورے چاند کی پاکیزہ اُجلی روشنی خدا کے نور کی طرح دنیا پر سایہ فگن دکھائی دیتی ہے۔ I think, Full Moon is the shining example of Godhood. ہے نا؟''

''ہاں۔'' منال کچھ سنجیدہ سی ہو گئی۔ ''پورا چاند واقعی تجلیٔ حق کی علامت ہے ارما! تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو۔ اسے خدا کی خدائی سے تعبیر کرنا غلط نہیں ہے۔ لیکن میری بات کا مطلب کچھ اور تھا۔ تم فل مون کی دیوانی ہو تو اسی حوالے سے میں تمہارے عاشقانہ موڈ کی بات کر رہی تھی، جو تم جیسے متاثرین کو عموماً شاعر بنا دیا کرتا ہے۔'' منال کی ہنسی دوبارہ عود کر آئی۔ اس کی شوخ سی بات پر ارما بھی قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

''بھئی، لفظ بہت بیک ورڈ سا استعمال کیا ہے تم نے میرے لئے یہ عاشقانہ مزاج والا۔ سچ مچ، مجھے پرانی فلموں کی ہیروئن یاد آ گئی۔'' ارما ہنسی تو وہ بھی ہنس کر کمپیوٹر کے آگے جا بیٹھی اور خوش دلی سے بولی۔

''اُف خدایا! پرانی فلموں کی ہیروئن..... خدا کے لئے، مجھے بخشو۔ اب آؤ، کچھ دیر تھوڑی chatting کر لیں۔ کھانا کھا کر طبیعت کچھ بھاری سی محسوس ہو رہی ہے۔ نئے لوگوں سے بات چیت کر کے شاید میں کچھ فریش ہو جاؤں۔''

''نہیں منال! میرا موڈ نہیں ہے یار۔'' ارما نے منع کر دیا۔ ''میں چاندنی رات کے سحر میں گرفتار ہوں۔ تم باتیں کرو دیس بدیس کے لوگوں سے، مجھے اس وقت کھڑکی سے دور ہٹنا اچھا نہیں لگے گا۔ میں ابھی کچھ دیر اور پورے چاند کی چاندنی کا لطف لینا چاہتی ہوں۔''

''اوکے، ایز یُو وِش۔'' منال نے کاندھے اچکائے اور اپنے مشغلے میں مصروف ہو گئی۔ کمرے میں جیسے سکوت طاری ہو گیا۔ وہ دونوں اپنے اپنے موڈ کے ساتھ اپنی مصروفیت میں گم رہیں۔ جب ہی اچانک منال کی صدا نے ارما کو متوجہ کیا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔

''یار ارما! شامیر آن لائن ہے اور تمہیں بار بار سلام عرض کر رہا ہے۔ کیا میں تمہاری طرف سے اسے جواب دے دوں؟''

''نہیں منال.....!'' ارما نے تیزی سے نفی میں سر ہلا کر اسے دیکھا۔ ''کوئی ضرورت نہیں ہے جواب دینے کی۔ پچھلی بار یہ حضرت کافی چیپ ہو گئے تھے۔''

''ہیں..... کیا مطلب؟'' منال کچھ چونک سا گئی۔ ''ایسا کیا کہہ دیا اس نے تمہیں؟''

''جناب اظہارِ محبت کر بیٹھے تھے، وہ بھی ایک دھڑلے کے ساتھ یہ کہہ کر کہ میں نے جو کہنا تھا، کہہ ڈالا، اب تم چاہو تو بے شک برا مان جاؤ۔''

''ارے واہ، پھر تو یہ بہت فنٹاسٹک بلکہ بمباسٹک نیوز ہوئی۔ تم نے مجھے اس بارے میں پہلے کیوں نہیں بتایا ارما؟''

''کیسے بتاتی؟'' ارما کی سنجیدگی میں افسردگی کا رنگ شامل ہو گیا۔ ''حمزہ اور دائم کو لے کر اس گھر میں ایک طوفان بپا تھا، ادھر تم نے بھی اچھی خاصی ڈسٹربنس پھیلا رکھی تھی۔ امی اور عرفان بھائی کے تیور اتنے خطرناک تھے کہ میری ہمت ہی نہ پڑی تم سے کچھ کہنے کی۔ ویسے بھی اب اس شرارت میں کوئی لطف نہیں آئے گا۔ دائم کے لئے تمہاری پسندیدگی کا سن کر گھر کے لوگوں نے جیسا رسپانس دیا ہے، اسے دیکھ کر میں نے ہر قسم کی شرارتوں سے توبہ کر لی ہے۔ اس گھر میں رہنا ہے تو خواب اور خیالوں کو پابند کرنا پڑے گا منال!''

''شٹ اپ یار! یہ کیا فضول بول رہی ہو ارما؟'' منال نے سر جھٹک کر اس کی بات کو فوراً رد کر دیا۔ ''خواب زندگی کو بنیاد فراہم کرتے ہیں، خواب دیکھنا چھوڑ دیں گے تو ہمارے دامن میں کوئی خوشی باقی نہیں رہے گی۔ خوابوں کی دنیا بہت دلنشین ہوتی ہے ارما! یہ مت بھولو۔''

''نہیں منال! خوابوں اور خواہشوں کی دنیا حسین سہی، مگر بدلتے حالات ہمیں حقیقتوں میں لا پھینکتے ہیں، جنہیں سہنا آسان نہیں ہوتا۔''

''ارے، پھر کیا کریں ہم؟ کیا خواب نہ دیکھیں؟'' اس کا لہجہ زہر خند تھا۔

ارما نے پلٹ کر منال کا چہرہ دیکھا۔ ''اتنا کچھ خود پر سہ لینے کے بعد بھی تم خوابوں کی بات کر رہی ہو منال! کیا تم اب بھی ان جاگتی آنکھوں سے کوئی سپنا بُن سکتی ہو؟''

''ہاں ارما.....!'' منال کی سنجیدگی اچانک گمبھیر ہو گئی۔ ''آنکھوں سے نیند اور خواب چھین لینے سے دل میں دبے خیال کو نکالا نہیں جا سکتا۔ خوش نصیب ہے وہ، جو کسی کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ دل میں رفاقت کی روشنی نہ ہو تو پھر ہر تلاش بے معنی ہو جاتی ہے، میری بہن!''

''کیا مطلب؟'' ارما دھک سے رہ گئی۔ منال کے الفاظ بے حد ناقابلِ یقین تھے۔

''تم.....تم ہوش میں تو ہو نا؟'' وہ نہ چاہتے ہوئے بھی پوچھ گئی۔

ادھر منال کے لبوں پر بہت شوخ مسکراہٹ اُبھری۔ ''ہاں، جس نے اپنی زندگی میں غم نہیں اٹھائے، اسے زندگی میں آنے والی کسی خوشی کا مزہ نہیں ملے گا ارما! خوشیاں پانے کے لئے ہر طرح کے حالات اور مخالفت کو مول لینا پڑتا ہے۔ ہر آزار سہ کر ہی خوابوں کی تعبیر پائی جاتی ہے۔ جانتی ہو، کئی چراغ ملیں تو چراغاں بنتا ہے، بالکل تمہارے چودھویں کے چاند کی طرح پُرنور اور دُور تک پھیلا ہوا روشن اُجالا.....وہ اُجالا ہماری زندگی میں بھی ضرور آئے گا، یہ میرا یقین ہے ارما!''

''اُف، پاگل پن کی باتیں مت کرو منال!'' ارما نے خوف زدہ ہو کر جیسے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ ''خواب اور خواہشات ہمیں چند لمحوں کی خوشی دے کر عمر بھر کے احساسِ محرومی سے آشنا کر دیتے ہیں۔ تم جیسے انوکھی خواہشات رکھنے والے لوگ صرف پچھتاتے ہیں منال! انہیں حاصل حصول کچھ نہیں ہوتا۔''

''ہاں، ہو سکتا ہے، ایسا ہو۔'' اس نے لاپروائی سے کندھے جھٹکے۔ ''مگر شاید ہم موضوع سے بھٹک گئے ہیں ارما! یہاں بات شامیر کی ہو رہی ہے، اس کی محبت ہمارے لئے انجوائے منٹ کا حصہ ہے اور تم جانتی ہو، یہ بات ہم پہلے ہی طے کر چکے ہیں کہ اس کھیل میں ہمیں سنجیدہ نہیں ہونا کیونکہ محبت یوں گفتگو کرنے سے نہیں ہو جاتی۔ محبت لمحے کے ہزارویں حصے میں اچانک دل کے کسی گوشے میں جاگزیں ہوتی ہے۔ پھر چاہو بھی تو باہر نہیں نکلتی۔ اس طرح سوچی سمجھی شرارت اور پلاننگ کی بات چیت کے بعد کسی سے محبت ہو جانا ممکن نہیں، زندگی اور کھیل میں بہت فرق ہوتا ہے ارما! محبت کسی گیلی لکڑی کی طرح اندر ہی اندر سلگاتی ہے۔ اتنا کہ من دھوئیں سے بھر جاتا ہے اور سانس نہیں آتی۔ وہ تکلیف، اذیت اور کسک دراصل محبت کا درد کہلاتی ہے۔ تم اس درد کو کہاں سمجھ پاؤ گی ارما؟ ہاں، میں پل پل اس کیفیت کے ادراک سے گزری ہوں، میں جانتی ہوں، محبت کیا ہے، کیسا روگ ہے اور کیسی حدت ہے جو دل کو جلا کر

کندن بنانے پر تُل جاتی ہے۔''

''ہائے اللہ!..... یہ..... یہ تم کیا کہہ رہی ہو منال؟ تم اب تک باز نہیں آئیں اپنی فضول باتوں سے؟'' ارما نے سہم کر اسے ڈانٹا۔ ''کیا امی سے وعدہ کر کے بھی تم دائم سے دستبرداری پر آمادہ نہیں ہو؟ کیا تم اسے اب بھی چاہتی ہو منال؟''

''ہاں ارما.....!'' اس کا اقرار برملا تھا۔ ''میں اپنے جذبے کے ہاتھوں مجبور ہی نہیں، بے اختیار بھی ہوں۔ کیونکہ محبت جبر برداشت نہیں کرتی، اس پر کسی کا بس نہیں چلتا، یہ کسی ناممکنات کو بھی ممکن کر ڈالتی ہے۔ میں نے بہت چاہا، بہت کوشش کی کہ دل پر لکھے دائم کے نام کو مٹا ڈالوں، باز آ جاؤں اس کی طلب سے، اس کی محبت کی تلاش سے اور کوئی واسطہ نہ رکھوں اس لڑکے سے، مگر نہیں ارما! میں ایسا نہیں کر سکتی۔ میرا دل، میرے اختیار میں نہیں ہے۔ میں جھوٹ نہیں بولوں گی۔ وہ شعر سنا ہے تم نے، میرے حسبِ حال ہے۔

دل میں نرم سا گوشہ تیرے بارے میں
ہم کیسے انکار کریں، جب رکھتے ہیں

اس لئے بتاؤ ارما! میں اس حقیقت کو مان کر بھی جھوٹ کیوں بولوں؟ میں سچ کہہ رہی ہوں، دائم اس دل کی خواہش ہے۔ میری تمنا، میرا خواب ہے۔ گھر کے ماحول کو دیکھتے ہوئے میں نے اس خواب کو راز بنا کر دل میں چھپا لیا ہے، لیکن تم میری بہن ہو، میرے بہت قریب ہو، اس لئے یہ راز میں نے تم پر کھول دیا ہے۔ اب یہ تمہارے اور میرے بیچ میں رہے گا۔ میں دائم کو حاصل کر کے رہوں گی، مگر اس کے حصول کی کوشش میں اس گھر کا کوئی بندہ انوالو نہیں ہو گا اور نہ ہی کوئی بات وقت سے پہلے disclose ہو گی تا کہ عمارہ جیسا کوئی دوسرا شخص مجھے انجانے میں کوئی بھاری چوٹ نہ لگا سکے۔ ویسی چوٹ اور ویسا درد جو ان گزرے چند دنوں میں، میں سہ چکی ہوں۔ دائم صرف میرا ہے، یہ طے ہے۔''

ارما کے دل و ذہن پر جیسے کوئی طاقت ور بم پھٹا تھا، وہ بے طرح سہم گئی تھی، لرزتی ٹانگوں کو گھسیٹتی وہ بمشکل منال تک پہنچی اور اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر گھبراہٹ سے بولی۔ ''خود کو سمجھاؤ منال! خدا کے لئے، ہوش کی دوا کرو، یہ سب ٹھیک نہیں ہے۔''

''نو.....نو وے ارما!'' منال نے ایک جھٹکے سے اپنے کاندھے پر رکھا اس کا ہاتھ ہٹا دیا۔ ''اشفاق احمد کو جانتی ہو نا؟ ''ایک محبت، سو افسانے'' والے اشفاق احمد۔ وہ کہتے ہیں۔ ''محبت اور نفرت دونوں بہت شدت بھرے جذبات ہیں، ان میں پڑ کر ایک لمحے کے لئے بھی ہماری نگاہ اپنے آپ پر نہیں جاتی، صرف محبوب کی ذات پیشِ نظر رہتی ہے۔ سو آئی ایم ٹوٹلی ہیلپ لیس۔'' منال کی آواز بری طرح رندھ گئی۔ وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتی تھی، پر نہ کہہ سکی۔ اس کی بے بسی اس کے لہجے سے صاف ظاہر تھی۔ ارما کی آنکھوں سے اشک ٹوٹ ٹوٹ کر بکھرنے لگے۔ اس نے آگے بڑھ کر ایک محبت بھرے گداز کے ساتھ منال کو اپنے ساتھ لگا لیا۔

''کتنی جذباتی ہو تم اور کس قدر نڈر بھی۔ میں تمہاری فیلنگز کو اچھی طرح سمجھ رہی ہوں، منال! جو تم پر گزر رہی ہے، وہ میرے دل پر بھی بیت رہی ہے۔ میں تمہارے راز میں شامل ہونے کو تیار ہوں، مگر پہلے میرے چند سوالوں کا جواب دے دو، کیا تم سندس کا حق چھینو گی؟ اسے دائم کی محبت سے الگ کر دو گی؟..... کیا اس کے ارمانوں کا محل گرا کر اس پر اپنا گھر تعمیر کرو گی؟..... بولو، کیا کرو گی؟ اس لڑکی سے زیادتی مت کرنا، منال! کیونکہ زیادتی کرنے کا خمیازہ انسان کو ہر لمحے بھگتنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والے کو کبھی معاف نہیں کرتا۔''

''ایسا کچھ نہیں ہوگا، ارما! میں آج بھی اپنے لفظوں پر قائم ہوں اور دل کے پورے یقین کے ساتھ یہ بات کہتی ہوں کہ سندس بہت جلد دائم کو چھوڑ جائے گی، وہ اس کی محبت سے بے وفائی کر کے اسے بیچ راستے میں تنہا چھوڑ جائے گی۔ پھر میں کیوں اس کے ساتھ برا کروں گی؟''

''لیکن اس نے..... اس نے اگر دائم کو نہ چھوڑا تو.....؟'' ارما نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

منال نے نظر نہ ہٹائی، اسے گھورتے ہوئے ایک جذب سے بولی۔ ''تو پرامس، میں اپنی زندگی برباد نہیں کروں گی۔ بلکہ جہاں امی چاہیں گی اور جس شخص سے میرا نانا جوڑیں گی، میں چپ چاپ اسی ایک کی ہو جاؤں گی۔ اپنے دل اور اپنے پورے وجود کے ساتھ، کسی بے ایمانی کے بغیر، اس پل دائم کا خیال تک میرے دل میں باقی نہیں رہے گا۔ میں سندس پر زیادتی کروں گی نہ دائم پر۔ یہ فیصلہ وقت خود کرے گا ارما! پھر بھی میرا وعدہ ہے تم سے، میں دائم کو بھول جاؤں گی۔''

''او کے.....'' ارما نے جھک کر بہت محبت سے اس کے سر کو چوما۔ ''تم اکیلی نہیں، میں تمہارے ساتھ ہوں اور ہمیشہ تمہارے حق کے لئے لڑوں گی۔''

''تھینکس ارما!'' منال نے اپنی ڈبڈبائی آنکھوں کو ہولے سے صاف کیا۔ ''تم واقعی ایک بہت اچھی بہن ہو۔ آئی رئیلی لو یُو۔ اور ہاں، اب یہ ٹاپک بند ہونا چاہیے۔ بہت جذباتی ہو لئے، اس لئے فوراً موڈ بدل کر میری بات کا جواب دو، بتاؤ شامیر کو کیا لکھوں؟ دیکھو، اپنے دل کی آواز کو وہ کتنے بامعنی لفظوں کا روپ دے رہا ہے۔ ہائے بے چارہ، تمہاری طرف سے کسی آسرے کا طلب گار ہے۔''

اس نے شامیر کے میسج کی طرف ارما کی توجہ مبذول کروائی تو وہ بے اختیار اسکرین کو دیکھنے لگی، جہاں شامیر سچ مچ اپنے جذبات کا اظہار خوب صورت پیرائے میں کر رہا تھا۔ ارما کا چہرہ سرخی پکڑنے لگا۔ جذبات سے پُر الفاظ یک خوب صورت نظم کی صورت مانیٹر اسکرین پر نمودار ہوتے جا رہے تھے۔

''تمہیں بس سوچتے رہنا کسی کا کام رہتا ہے

تمہاری یاد کا موسم تو صبح و شام رہتا ہے
کسی کے ہونٹ پر ہر دم تمہارا نام رہتا ہے
سنو، تم دیر مت کرنا
کوئی آواز تم کو جس قدر روکے
مگر تم دیر مت کرنا
محبت کا اقرار ضروری ہے ارما.....!
جواب کا منتظر..... شامیر.....''

''ہاں بولو ارما! کیا لکھوں جواب میں؟'' منال نے اسے ٹہوکا دے کر جیسے ہوش دلایا۔ وہ بری طرح ہڑبڑا کر اسے دیکھنے لگی۔ ''کیا میں بھی کوئی جوابی شعر لکھ دوں، ارما؟'' وہ اجازت چاہ رہی تھی۔

''نہیں منال.....!'' ارما نے فوراً منع کر دیا۔ ''اگر یہ کھیل جاری رکھنا ہے تو پھر کچھ بھی مت لکھو، لٹکائے رکھو اسے اسی طرح، بے قراری کچھ اور بڑھے گی تو مجھے اس کے ٹمپرامنٹ کا اندازہ ہو جائے گا۔ اگر وہ دائرے میں رہا تو ٹھیک ہے، ورنہ اس کے کسی بھی بے ہودہ جواب پر ہم یہ شرارت ختم کر دیں گے، تب اس لڑکے کا ہم سے کوئی تعلق واسطہ نہیں رہے گا۔''

''او کے جناب! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔'' اس نے مسکرا کر سائن آؤٹ کر دیا، پھر شوخی سے از خود بولی۔ ''او کے مسٹر شامیر! ادھر آپ اپنی بے قراری اور تڑپ کا مظاہرہ کیجئے اور ادھر ہم آپ کو آزماتے جائیں گے۔ آپ سے بات تب ہوگی، جب ارما بصیر صاحبہ آپ کے ظرف کا اندازہ لگا لیں گی۔ سو گڈ بائے۔ اب اچھے بچوں کی طرح جا کر سو جایئے۔ کیونکہ میں کمپیوٹر آف کرنے لگی ہوں۔''

''لیکن کیوں منال؟ آج اپنے دوستوں سے بات نہیں کرو گی؟'' ارما نے اسے اٹھتے دیکھ کر فوراً پوچھا تو وہ ذومعنی مسکراہٹ سے بولی۔

''ارے، بات کی تو ہے دوست سے۔ اب تم سے زیادہ کلوز اور بیسٹ فرینڈ میرا اور کون ہوگا؟''

''اوہ..... تھینکس فار یور کامپلیمنٹ۔'' ارما نے گردن اکڑا کر ایک شوخی سے اسے دیکھا۔ ''آپ کا کہا میری عزت افزائی ہے۔''

''اور میرے لئے تمہارا ہونا باعثِ اعزاز۔'' وہ مکھن لگانے پر اتری تو منال نے کھینچ کر اپنی بانہوں میں بھر لیا۔ پھر زور سے ہنس پڑی۔

❁

ہر ایک بات کو چپ چاپ کیوں سنا جائے
کبھی تو حوصلہ کر کے 'نہیں' کہا جائے

عمارہ کا فون تھا اور وہ امی سے ان کی مزاج پرسی کر رہی تھی۔ کچھ دیر بات کرنے کے بعد انہوں نے منال کو آواز دے کر ریسیور اس کے حوالے کر دیا اور ساتھ ہی ناصحانہ انداز میں بولیں۔ ''اس سے کم بات کرنا اور بحث سے اجتناب کرنا۔ میں نہیں چاہتی، دائم کو لے کر اس گھر میں پھر کوئی نئی مصیبت کھڑی ہو جائے۔''

''پھر آپ ایسا کریں، ارما کو فون دے دیں، وہ بات کر لے گی عمارہ سے۔'' اس کا انداز سنجیدگی لئے ہوئے تھا۔

امی نے گھور کر منال کو دیکھا اور سلگ کر بولیں۔

''وہ تمہارا پوچھ رہی ہے تو ظاہر ہے، بات بھی تم سے کرے گی۔ ارما کو درمیان میں مت گھسیٹو۔''

''ٹھیک ہے، پھر مجھ پر پابندی مت لگائیے کہ یہ کہو اور وہ نہ کہو۔ میں جانتی ہوں، مجھے عمارہ سے کس طرح بات کرنی ہے۔''

''پھر وہی تکرار.....'' امی تلملا کر رہ گئیں۔ ''میں نے کہا نا، بات مختصر کرنا۔ لمبے فسانے کہو گی تو بات اپنے آپ کہاں سے کہاں پہنچے گی اور پھر بعد میں تم ہم سب کا دماغ چاٹتی پھرو گی۔''

''افوہ امی.....!'' منال نے برا سا منہ بنا کر انہیں دیکھا، پھر ان کی جانب سے توجہ ہٹا کر عمارہ کو ہیلو کہہ دیا، وہ اس کی منتظر تھی۔

''اوہ، ہائے منال! کیسی ہو؟ سنا ہے، خوب مار پڑی تمہیں عرفان بھائی سے۔'' وہ طنزیہ کہہ رہی تھی یا شرارت کر رہی تھی، منال کوئی بھی اندازہ نہ لگا سکی۔ البتہ ماتھے پر بل ڈال کر خشک لہجے میں بولی۔ ''کیا تم نے میرے زخموں پر نمک پاشی کے لئے فون کیا ہے عمارہ.....؟''

''ارے نہیں مائی ڈیئر!..... I tremble for your safety. آخر دوست ہوں تمہاری، سو فکر تو ہو گی۔'' اس بار اس کا طنز واضح تھا۔ منال دل و جان سے کھول اٹھی۔

''دیکھو عمارہ! دوست ہو تو دوستی کے قواعد نبھاؤ۔ اگر لمٹ کراس کرو گی تو میں اپنا ٹمپر لوز کر جاؤں گی۔ پھر مت کہنا کہ میں نے تمہارا لحاظ نہیں کیا۔''

''ارے، ارے.....'' وہ جیسے ایک عجلت سے بولی۔ ''You must control your temper. ورنہ وہ خبر کیسے سنو گی، جو میں تمہیں سنانے کے لئے بے تاب ہوں۔ ذرا دل کو تھام کر سنو، دائم بھائی اور سندس کی شادی کے کارڈ پرنٹ ہو کر آ گئے ہیں اور پہلا کارڈ مجھے ابھی دائم بھائی نے لا کر دیا ہے، ان کا اصرار ہے کہ میں یہ کارڈ فوری طور پر تمہیں دے آؤں کیونکہ تم نے انہیں ill-mannered ہونے کا طعنہ دیا تھا۔ لیکن دائم بھائی کی بات ایک طرف رہی، میں یہ کارڈ تمہیں خود اس لئے دینے آ رہی ہوں، تاکہ تمہاری اس خوش فہمی کا

خاتمہ کر سکوں، جس کے تحت تم میرے کزن کو پھانسنے کا پروگرام سیٹ کئے بیٹھی ہو۔''

''یو جسٹ شٹ یور بگ ماؤتھ، عمارہ! اس شخص کو پھانسنے کا خیال نہ پہلے دل میں آیا تھا اور نہ ہی اب ذہن کے کسی گوشے میں ہے۔ دائم، آئی مین تمہارا کزن دراصل وہ معمول ہے جو مجھ جیسے عامل کی طرف خود بخود کھنچا چلا جائے گا۔ تم میرا مطلب سمجھ رہی ہو نا؟ محبت میں بہت کشش ہوتی ہے عمارہ!.....وہ رشتوں کو کسی مقناطیس کی طرح از خود اپنی جانب کھینچ لیتی ہے۔ تم ابھی کچھ نہیں جانتیں، دائم سے میرا کوئی بھی رشتہ اگر جُڑ گیا تو وہ بہت انوکھا اور بے حد attractive سا ہو گا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ہمارے درمیان محبت کا جو پھول کھلے گا، اس کی مہک اتنی دور ہو کر بھی تم با آسانی محسوس کر سکو گی۔ اِٹس اے پرامس مائی ڈیئر!''

''اوہ، ریئلی.....؟'' وہ کھل کر ہنس پڑی۔ ''اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم مار کھانے کے باوجود اپنی خوش فہمی کو بھول نہیں پائی ہو۔ یار! ایک مشورہ ہے تمہیں، کسی اندھے کنوئیں میں گر کر خودکشی کرنے سے بہتر ہے، کسی دوسری تدبیر سے کام لیا جائے۔ زندگی بہت قیمتی چیز ہے منال! اسے اپنے ہاتھوں تماشہ بننے پر مجبور مت کرو۔ میں تمہاری طرف آ رہی ہوں، شادی کا کارڈ لے کر۔ اپنی آنکھوں سے اس پر لکھے ''شادی مبارک'' کے تہنیتی پیغام کو پڑھ لینا، تب نظر کے ساتھ دل کو بھی یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ جائے گی کہ آنکھوں میں دیکھا جھٹلانا کتنا مشکل ہوتا ہے، جو لکھ دیا جائے، وہی حرفِ آخر بھی ہوتا ہے۔ یہ یاد رکھنا منال!''

''واؤ عمارہ!..... کیا سادگی ہے یار!..... مجھے تمہاری اس سوکالڈ simplicity پر بہت ہنسی آ رہی ہے۔ بہت بھولی ہو اب تک۔ سنو احمق لڑکی! حرفِ آخر اتنی عجلت میں ہرگز لکھا نہیں جاتا۔ پہلے تھوڑا وقت گزرنے تو دو، میری نظر میں ہر مشکل تسکین کا کوئی ایک پہلو ضرور لاتی ہے، اس لئے تم کارڈ لے آؤ، اسی بہانے میں بھی آئندہ کے لئے کوئی اچھی حکمت عملی سوچ لوں گی۔''

''ارے، اب کیا سوچو گی منال! اب سوچنے کو رہ کیا گیا ہے تمہارے پاس؟''

''بات بہت کچھ باقی ہے، سویٹ ہارٹ! فی الحال یہ ابتدا ہے، تم نے وہ محاورہ سنا ہے، جہاں چاہ، وہاں راہ۔ تو میری دوست! ارادہ مصمم ہونا چاہئے، راستہ اپنے آپ نکل آتا ہے۔ کارڈ چھپ کر آ گئے ہیں تو کیا ہوا، بٹ بھی گئے تو مجھے کون سا فرق پڑے گا، میرا کچھ بگڑنے والا نہیں ہے عمارہ! تم صرف تیل کی دھار دیکھو، آنے والے دنوں میں وقت کس طرح کروٹ بدلے گا اور کیسے سب کچھ میری فیور میں ہو گا، تم بس دیکھتی جانا۔''

''ہونہہ.....خوش فہم کو خوش فہمی نہ مارے تو اور کون مارے گا؟ بہرحال، اللہ تمہارے حق میں خیر کی گھڑی رکھے۔ اور پلیز، کہیں جانا مت۔ میرا انتظار کرنا۔ میں کارڈ تمہارے ہاتھ میں دے کر تمہارا تاثر اور بدلتا رنگ دیکھنا چاہتی ہوں۔'' اس نے فون بند کر دیا تھا۔

منال کے لبوں پر بڑی زہرخند مسکراہٹ اُبھری۔ وہ ریسیور کریڈل پر پٹخ کر واپسی کو پلٹی تو

امی کو کینہ توز نظروں سے گھورتے پایا۔

''یہ کیا بکواس کر رہی تھیں تم؟..... تمہارے دماغ سے اب تک وہ خناس نہیں نکلا، محبت کا؟''

''نکل چکا ہے امی!..... لیکن عمارہ کو جواب دینا ضروری تھا۔ وہ مجھے ہتک آمیز جملوں کی مار، مار رہی تھی۔ اتنا انسلٹنگ بی ہیویئر تھا اس کا کہ میں بھی منفی رویہ اپنائے بغیر نہ رہ سکی۔ کوئی کب تک خاموشی سے درگزر کرے، فی الوقت اس لڑکی کو ایسے کورے جوابوں کی ضرورت تھی۔''

''لیکن کیا فائدہ ہوا؟ میں نے کہا بھی تھا، مختصر بات کرو مگر تم نے ایک کہہ کر ہزار سن لیں۔'' وہ بھنائی کھڑی تھیں۔

''نہیں امی.....!'' منال نے نفی میں سر ہلا کر انہیں تسلی دی۔ ''ہزار قطعاً نہیں سنیں، بلکہ سنائی ہیں۔ وہ کارڈ لے کر آ رہی ہے، دائم کی شادی کا۔ آپ وصول کر لیجئے گا۔ میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔ عمارہ آئے تو اسے میرے گھر سے باہر آنے کی اطلاع دیجئے گا۔ میں اسے اس وقت فیس کرنے کے موڈ میں ہرگز نہیں ہوں، ورنہ وہ میرا وہ تاثر دیکھے گی، جو اسے ایک دوست کی حیثیت سے نہیں دیکھنا چاہئے۔''

''ابھی ٹھہرو منال.....!'' اسی واپسی کو پلٹتا دیکھ کر امی نے بصد عجلت صدا دے ڈالی۔ ''ایک بات بتاتی جاؤ، تمہاری سنجیدگی میں کیا بھید چھپا ہے؟ مجھے آج تمہاری باتوں سے بغاوت کی بُو آ رہی ہے۔ شاید تم سب کو دھوکا دے رہی ہو۔ اگر سچ مچ ایسا ہے تو ابھی وقت ہے منال! مجھے پورے دل سے کہہ دو، تم کیا چاہتی ہو؟ کس کا ساتھ چاہئے تمہیں؟ حمزہ یا دائم کا؟''

''صرف حمزہ کا۔'' وہ فوراً مگر بہت شانتی سے بولی۔ ''آپ بھی یہی چاہتی ہیں نا؟''

امی کچھ سٹپٹا سی گئیں، انہیں بیٹی کا انداز بہت عجیب سا لگا، زِچ ہو کر بولیں۔ ''میرے چاہنے کی بات مت کرو منال! مجھے تمہارا جواب چاہئے۔''

''میرا جواب وہی ہے، جو آپ سب کی فیور میں جاتا ہے۔ آپ جب چاہیں، حمزہ سے میری نسبت طے کر دیں۔ مجھے اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں۔''

''اور اگر تم نے کل کوئی اُلٹی سیدھی حرکت کر ڈالی تو.....؟''

''میں کچھ نہیں کروں گی، امی!'' اس کا انداز بے حد ملائم تھا۔ ''آپ جو چاہتی ہیں، ویسا کر ڈالیے۔ میں نے خود کو سمجھا لیا ہے۔ آپ کو یا عرفان بھائی کو کبھی پریشانی نہیں ہو گی۔ میں اپنے دل کو مار چکی ہوں۔''

''اوہ، یہ اچھا کیا تم نے۔'' امی کا لہجہ طنز سے بھرپور تھا۔ ''یہی تمہارے حق میں بہتر ہے میری بچی!''

''ہاں، شاید یہی میرے حق میں بہتر ہے۔'' وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی اور امی کو گھورتا

چھوڑ کر کمرے کی طرف مڑ گئی۔

اس کے لپکتے قدم دیکھ کر امی چند منٹ وہیں نگاہ جمائے کھڑی رہیں، پھر وضو کرنے کو چل دیں۔ اتنی باتوں کو کہنے سننے کے بعد بھی دل پر پڑا بوجھ کم نہیں ہوا تھا۔ منال کا رویہ بے حد مبہم تھا، اس کے کسی تاثر کو سمجھنا آسان نہ تھا۔ وہ عمارہ کے آنے سے پہلے اپنے کمرے میں بند ہو جانا چاہتی تھی۔ آخر کیوں؟ کیا اس لئے کہ وہ عرصۂ دراز کی دوستی کو اتنے خراب کے ساتھ توڑنا نہیں چاہتی تھی یا پھر اس لئے کہ دائم، عمارہ کا کزن تھا اور منال کا منظورِ نظر بھی.....

❁

رات کے کھانے پر سبھی موجود تھے۔ ایسے میں اچانک امی نے دائم کی شادی کا ذکر چھیڑ دیا۔ وہ عرفان بھائی کو بتانے لگیں کہ عمارہ آج دوپہر میں آ کر شادی کا کارڈ دے گئی تھی، شادی اب ستائیس کے بجائے تیس تاریخ کو ہو رہی تھی کیونکہ سندس کے ڈیڈی اٹھائیس تاریخ کو وطن لوٹ رہے تھے۔ ان کی تاخیر سے آمد ہی شادی کی تاریخ کو آگے بڑھانے کی وجہ بنی تھی۔

''مجھے یہ ساری کہانی معلوم ہے امی! آج دائم سے شاپنگ سینٹر میں اتفاقاً ملاقات ہوئی تو اسی نے بتایا تھا اس بارے میں۔'' عرفان بھائی نے کھانا کھاتے ہوئے بڑے اطمینان سے اطلاع دی تو امی اچھا خاصا چڑ گئیں۔

''آئے ہائے، معلوم تھا تو بولے کیوں نہیں؟..... یہ جو اتنی دیر سے بیٹھے منہ میں نوالے ٹھونس رہے ہو، کچھ دیر کو ہاتھ روک کر مجھے بتا نہیں سکتے تھے؟ میں خوامخواہ بولتی رہی فضول میں۔''

''ارے فضول میں کیوں؟ تمہارے توسط سے یہ اطلاع ہم تک بھی پہنچ گئی، ورنہ ہم جانے کب تک محروم رہتے اس خوشخبری سے۔ ویسے عرفان کی ماں! تم نے ہمیں کسی قطار شمار میں نہیں رکھا۔ جب دیکھو، چہیتے بیٹے کے کانوں میں پھونکیں مارتی نظر آتی ہو۔'' ابو نے ہنس کر جیسے امی کی بے نیازی کو جتایا تو وہ کچھ اور تپ گئیں۔

''ارے، ایسے کون سے کان بھر دیئے میں نے آپ کے بیٹے کے، جو اعتراض ہونے لگا؟ بھئی، اس کے دوست کی شادی ہے، سو یہ خبر اسی کو دینی چاہئے تھی۔ آپ کو بھلا کیا دلچسپی دائم کی شادی سے؟''

''کیوں بھئی، ہماری دلچسپی پر کوئی ٹیکس لگتا ہے؟ میں تو چاہتا ہوں، ہم سب مل کر اس کی شادی میں شرکت کریں، دائم اچھا لڑکا ہے، ہمیں اس کی خوشی میں ضرور شامل ہونا چاہئے۔'' ابو نے جیسے سب کو چونکایا۔

''کیا مطلب؟..... کیا آپ بھی جائیں گے، دائم کی شادی میں؟'' عرفان بھائی نے سب سے پہلے پوچھا۔

''ہاں، ارادہ تو ہے۔'' ابو نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''دائم بے حد اصرار کر رہا تھا، اس نے

مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں تم سب کے ساتھ شادی میں شرکت کروں۔ سو وعدہ نبھانا ضروری ہے۔ میں دائم کو اس موقع پر ناراض کرنا نہیں چاہتا۔"

"واہ بھئی واہ، آپ کو بہت فکر ہے اس کی ناراضگی کی۔ لیکن ایک بات میری سن لیجیے، مجھ سے اصرار کرنے کی ضرورت نہیں، میں اور منال گھر پر ہی رہیں گے۔" امی نے بے مروّتی سے صاف انکار کیا تو ابو کچھ سنجیدہ سے ہو کر ان کی صورت تکنے لگے۔

"اس کا کیا مطلب؟..... تم جانا نہیں چاہتیں تو نہ جاؤ، منال کو روکنے کی کیا ضرورت ہے؟ عمارہ اس کی سہیلی ہے اور دائم کی شادی میری اطلاع کے مطابق اسی کے گھر میں ہو رہی ہے، بارات وہیں سے نکلے گی۔ اب تم ہی کہو، منال کے نہ جانے پر کیا عمارہ خفا نہیں ہو گی؟"

"وہ نہیں ہو گی۔" امی کا جواب عجلت سے بھرپور تھا۔ "وہ جانتی ہے، منال نہیں آئے گی۔"

"کیا مطلب؟" ابو کے ماتھے پر بل اُبھر آئے۔

امی کو فوری طور پر اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ کچھ گھبرا سی گئیں، ہڑبڑا کر بولیں۔

"مم..... میرا مطلب ہے، منال اور عمارہ میں کچھ کھٹ پٹ ہو گئی ہے، بات کچھ سنجیدہ ہو گئی، سو منال شادی پر جانا نہیں چاہتی۔"

"ارے، کیوں منال.....؟" ابو نے رخ موڑ کر براہِ راست منال کو دیکھا۔ "میں یہ کیا سن رہی ہوں بیٹا؟ تم کب سے لڑائی جھگڑے میں پڑ گئیں؟ اپنے دوستوں سے بھلا کون ناراض ہوتا ہے، وہ بھی اتنا زیادہ کہ اس کی خوشیوں کو نظر انداز کر دے؟"

"بات یہ نہیں ہے ابو! دراصل عمارہ نے....."

"بات جو بھی ہو۔" ابو نے اس کی بات سننے سے پہلے ہی ٹوک دیا۔ "یہ بہت غلط فیصلہ ہے منال! دوستی کا رشتہ بہت معتبر اور پائیدار ہوتا ہے۔ ہماری زندگی میں یہ تعلقِ خاطر ایسا ہوتا ہے کہ اس سے دُور ہو کر یا دوست کو خود سے جدا کر کے دل شانت نہیں رہتا۔ دوستی کا تعلق بال پڑ جانے پر دل میں کبھی نہ ختم ہونے والی کسک چھوڑ جاتا ہے، اس لئے اس تعلق کو نبھانے کے لئے تحمل اور ضبط سے کام لینا ضروری ہے۔ لڑائی جھگڑا محبت میں کمی کا باعث بنتا ہے، سو تمہیں بھی عمارہ سے اپنی خفگی بھلا کر اس کے گھر جانا چاہئے۔ دُکھ اور سکھ ایسے مواقع ہیں، جب دوسرے کو اپنے ہونے کا احساس دلایا جاتا ہے اور دوستی میں ایسے مواقع بے حد اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، تمہیں وقت کی نزاکت کا احساس ہونا چاہئے۔"

"جی ابو.....!" وہ سر جھکا کر رہ گئی۔ "میں آپ سے متفق ہوں، ہمیں واقعی وقت کی نزاکت کا خیال رکھنا چاہئے۔"

"شاباش!" وہ شفقت سے مسکرائے۔ پھر ارما کو دیکھ کر بولے۔ "اور تمہارا کیا خیال ہے ارما! تم بھی چلو گی نا، دائم کی شادی میں؟"

"جی ابو.....! آپ کے ساتھ میں بھی چلوں گی۔" اس نے فوراً اقرار کر لیا۔

"ویٹس گڈ۔ یہ ہوئی نا بات۔ تم سب تیاری کر لو، دائم امریکہ سے شادی کروانے آیا ہے، سو اُس کی خوشیوں کو بڑھانا اور اپنے ہونے کا احساس دلا کر اپنائیت کا مظاہرہ کرنا اس کا دل بڑھا سکتا ہے، اسے ہمارے تعاون کی ضرورت ہے۔"

"جی ابو.....!" عرفان بھائی نے تائید کی۔ "وہ میرا بہت اچھا دوست ہے، میں بھی چاہتا ہوں، اس کی شادی بہت دھوم دھام سے ہو۔ دائم نے مجھے بھی تاکید کی تھی کہ میں آپ سب کے ہمراہ شادی میں شرکت کروں۔ آپ چلیں گے تو اسے اچھا لگے گا۔"

"ہاں، میں جانتا ہوں، بڑا دل ہے اس لڑکے کے پاس۔" وہ کھانا کھا کر میز سے اُٹھ گئے۔ ان کے جاتے ہی کمرے میں جیسے خاموشی اُتر آئی۔

امی کا انداز پُرسوچ تھا، وہ پلیٹ سامنے رکھے گم صم بیٹھی ہوئی تھیں۔ تب ارما نے انہیں ٹوکا تھا۔ "کھانا کھائیے نا امی! کیا سوچنے لگیں؟"

"ہوں..... کھا رہی ہوں۔" وہ اپنی پلیٹ پر جھک گئیں، مگر چہرے کا تاثر اب بھی غبار سمیٹے ہوئے تھا۔ ایسے میں اچانک عرفان بھائی نے منال کو پکارا تھا۔

"سنو منال! اب تم ضد باندھ کر مت بیٹھ جانا۔ دائم کی شادی میں تمہاری شرکت ضروری ہے، سمجھیں تم؟"

"کیوں؟" امی نے چونک کر، سر اُٹھا کے عرفان کو دیکھا۔ "منال کی شرکت سے کیا فرق پڑے گا؟ کیا چار چاند لگ جائیں گے دائم کی شادی میں؟"

"ایسا نہیں ہے امی! میں صرف اتنا چاہتا ہوں، منال کی حماقت سے جو بال دائم اور عمارہ کے دل میں پڑ گیا ہے، وہ نکل جائے تو بہتر ہو گا۔"

"اِٹس اوکے، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے بھائی! یہ شادی ہوئی تو میں ضرور شرکت کروں گی۔" وہ اپنی بات کہتے ہوئے کرسی پرے کھسکا کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ ادھر عرفان بھائی بھونچکے رہ گئے۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟..... 'یہ شادی ہوئی تو' سے کیا مراد ہے منال؟ شادی ہو تو رہی ہے، تیس تاریخ کو۔"

"ہاں، ہو تو رہی ہے۔ مگر کیا پتہ....." اس نے کاندھے اچکا کر بات ادھوری چھوڑ دی۔

عرفان بھائی کی تیوری چڑھ گئی، غصے سے بولے۔ "تم بہت فضول بولنے لگی ہو منال! بری بات کہنے سے بہتر ہے، خاموش رہا جائے۔ یوں بے پَر کی اُڑانے سے گریز کیا کرو۔ اب تم بچی نہیں ہو، جو ایسی احمقانہ باتیں کرو۔ جانتی ہو، انتہائی بری لگتی ہو ایسا کرتے ہوئے۔"

منال نے جواب میں خاموشی رکھی اور پلٹ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اس کے جاتے ہی امی نے نہایت بے زاری سے سامنے دھری پلیٹ کو پرے کر دیا۔ اُٹھتے ہوئے رسان سے بولیں۔ "ارما! ٹیبل سے چیزیں اٹھا لو، مجھے کھانا نہیں کھانا۔"

''کک.....کیوں امی.....؟'' ارما کی گھبراہٹ اور پریشانی نمایاں تھی۔

امی نے گھور کر اسے دیکھا۔ ''کہا ہے نا، بھوک اُڑ گئی ہے میری۔ عرفان کھانا کھا لے تو سب کچھ سمیٹ لینا۔ اور ہاں، میں ذرا پڑوس میں جا رہی ہوں۔ راشد صاحب کی بیگم کئی دن سے بیمار ہیں، کچھ دیر ان کے یہاں بیٹھ کر ہی آؤں گی۔ تم کچن صاف کر کے بے شک کمرے میں چلی جانا۔ دروازہ عرفان کھول دے گا بعد میں۔''

''جی امی!'' ارما نے فرماں برداری سے گردن ہلا دی۔

امی نے اٹھ کر اپنی چادر اوڑھی اور گھر سے نکل گئیں۔ ان کا موڈ بے حد آف تھا۔ شاید وہ خود کو بہلانے کے لئے راشد صاحب کے گھر چلی گئی تھیں۔ منال کی بات نے ان کا منہ کڑوا کر ڈالا تھا۔

امی کے جاتے ہی ارما دروازہ بند کر کے لوٹی تو عرفان بھائی میز سے اٹھ چکے تھے۔ اس نے جلدی سے میز صاف کی اور کچن میں چلی آئی۔ آج کسی نے بھی ٹھیک سے کھانا نہیں کھایا تھا۔ سالن ڈونگوں میں اسی طرح پڑا تھا۔ ارما نے سب کچھ اٹھا کر فریج میں رکھا، برتن دھو کر کچن کو سمیٹا اور کمرے میں چلی آئی۔ منال کمپیوٹر کے سامنے بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی طاری تھی۔ ارما اس کے موڈ کا اندازہ نہ کر سکی۔

اسے کمرے میں آتا دیکھ کر منال نے گردن موڑ کے اسے دیکھا، پھر آہستگی سے بولی۔

''شامیر کی میل آئی ہے تمہارے نام۔ آؤ پڑھ لو۔ آج میں نے تمہاری طرف سے اسے جواب بھی دے دیا ہے۔''

''کیوں؟'' ارما کو فوری غصہ آیا۔ ''تم نے اسے جواب کیوں دیا؟''

''ارے کیوں کا کیا مطلب؟ مجھے اس پر ترس آ گیا، اس لئے جواب دے ڈالا۔ بے چارہ کس دلجمعی سے اپنے جذبوں کا اظہار کئے جا رہا ہے۔ اب اگر جواباً اسے کچھ نہ کہا جاتا تو یہ زیادتی ہوتی۔ بائی دی وے، تمہیں کیا اعتراض ہے میرے اس جواب پر؟ دیکھو، شامیر سے بات چیت ہمارے لئے انجوائے منٹ والا کھیل ہے اور اس کھیل میں، میں اور تم برابری کی بنیاد پر شامل ہوئی ہیں۔ اب اس لڑکے کو اس کی کسی بات کا جواب تم دو یا میں.....ایک ہی بات ہے نا۔''

''نہیں، ایک بات نہیں ہے منال! وہ لڑکا اظہارِ محبت کر رہا ہے اور اہم بات یہ ہے کہ اس کا اظہار ہے کس کے لئے؟ سو، جس کے لئے ہے، جواب بھی اسے ہی دینا چاہئے۔'' ارما کے دبے لہجے میں بھی غصے اور جھلاہٹ کی آمیزش تھی۔

منال سر اٹھا کر بغور اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

''اس میں اتنا اپ سیٹ ہونے والی کیا بات ہے؟ تم پڑھ لو، میں نے اسے کوئی غلط جواب نہیں دیا۔''

''بات صحیح اور غلط کی نہیں ہے منال! اجازت کی ہے۔ تمہیں میرے نام آنے والی میل کا جواب میری اجازت کے بغیر نہیں دینا چاہئے۔ یہ خاصی معیوب بات ہے۔''

''بھئی واہ، کھیل تو کھیل ہے۔ اور کھیل میں کچھ بھی پرسنل نہیں ہوتا۔ اگر میں نے جواب دے دیا تو میرے نزدیک تمہیں کوئی فرق نہیں پڑنا چاہئے۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا، آخر تمہیں اتنا برا کیوں لگ رہا ہے؟'' وہ چڑ گئی۔ مگر ارما نے پروا نہیں کی، اسی ٹون میں بولی۔

''مجھے واقعی برا لگا ہے منال! تم نے ٹھیک نہیں کیا۔''

''چھوڑو یار! جسٹ فارگیٹ اِٹ۔ تم بھی کیا بے وجہ کی بحث لے کر بیٹھ گئی ہو۔ ادھر آؤ، ذرا دیکھو کیا لکھا ہے اس نے۔'' اس نے ارما کا بازو کھینچ کر اسے اپنے پاس گھسیٹ لیا اور ساتھ ہی شامیر کی میل کو مانیٹر کی زینت بنا دیا۔

''ارما!

کیا واقعی بہت خفا ہو میرے اظہار پر؟ دیکھو، دل کی بات کہہ دینا اچھا عمل ہے، دل میں رکھ کر خود کو اذیت دینے سے بہتر کیا یہ نہیں کہ پوری سچائی سے دل کی بات واضح کر دی جائے؟ مگر تم بھی کیا چیز ہو، میرے سچ پر برا مان گئیں۔ پلیز ایسا مت کرو۔ ادھر یہ حال ہے کہ ہر گزرتے پل کے ساتھ میں صرف تمہیں سوچتا ہوں، تمہاری باتیں، تمہاری شخصیت کی خوب صورتی کا اظہار ہیں۔ وہ خوب صورتی مجھے مسحور کئے جا رہی ہے۔ دل چاہتا ہے، ارما! کاش میری آنکھیں ہر دم تمہارا جلوہ دیکھیں۔ میری سماعت تمہاری صداؤں سے گونجے اور زندگی کا ہر پل تمہیں محسوس کرتے گزر جائے۔ مگر تم دامن چھڑائے میرے جذبات کو مسلسل اگنور کر رہی ہو۔ کیا تمہاری خفگی کی دیوار میں کوئی ایسا روزن نہیں، جو میری محبت بھری دستک سے کھل سکے؟ کیا تم اپنے دل کا دروازہ میرے لئے بند رکھنا چاہو گی ارما؟ کیا میرا کہا کوئی ایک لفظ تمہاری دھڑکن کو منتشر کر سکتا ہے؟ کیا میری کوئی صدا تمہیں میری طرف پلٹنے پر مجبور کر سکتی ہے؟ تمہیں اپنی سب سے پسندیدہ ہستی کا واسطہ، مجھے جواب دو۔ تم پتھر کی مورت نہیں ہو۔ احساس رکھتی ہو نا؟

شامیر۔''

ارما دم بخود کھڑی تھی۔ اسے لگا جیسے پوری کائنات کی خاموشی اُس کے وجود میں اتر آئی ہو۔ اگر آواز دی تو صرف اس بے ترتیب دھک دھک کی، جو دل کی ہر دھڑکن کی صورت آتی محسوس ہو رہی تھی۔ کیسا جذبہ تھا وہ؟ جیسی فیلنگز تھیں، وہ سمجھ کر بھی سمجھنے سے قاصر تھی۔ سر سے پاؤں تک سناٹا طاری تھا، پھر بھی دل کی دھڑکن اندر باہر سنائی دے رہی تھی۔ اسے منال سے نظر ملانا دشوار ہو گیا۔ شامیر کا اظہار اپنی تمام تر جذباتیت کے ساتھ اس کی سانسوں کو بھی بوجھل کر گیا تھا۔ ارما کو اپنا آپ اجنبی سا لگنے لگا۔ وہ ہنوز گم صم تھی، جب منال نے اس کا شانہ تھپک کر اپنی جانب متوجہ کیا۔

''ارے، کچھ بولو نا یار! کیسی لگی اس مجنوں کی میل؟.....ہے نا محبت بھرے دل کی میٹھی

آواز! بھئی، مان لیا میں نے، ان لڑکوں کو باتیں خوب بنانی آتی ہیں۔ کمبخت وہ زبان بولتے ہیں کہ پارسا سے پارسا لڑکی بھی پل بھر کے لئے لڑکھڑا کر رہ جائے۔ خوب جادوگری آتی ہے۔ ایسا منتر پھونکتے ہیں کہ بندہ سحر زدہ ہو کر رہ جائے۔ کیوں ارما؟'' وہ تمسخر سے ہنس رہی تھی، مگر ارما کی حالت بدستور وہی تھی۔ اس کا وجود منجمد تھا۔

''ارے ارما! یہ دیکھو، میں نے بھی کیا شاندار جواب دیا ہے۔ شامیر پڑھے گا تو چودہ طبق ضرور روشن ہو جائیں گے، محترم کے۔'' اس نے اس بار ارما کا بازو جھنجوڑ کر اسے اچھا خاصا ہلا ڈالا۔

وہ چونک اُٹھی۔ ایک گھبراہٹ سے بولی۔ ''ایسا کیا لکھ دیا تم نے.....؟''

''یہ لو، خود ہی پڑھ لو، سچ میں نے ایکسٹرا لکھنے کی کوشش نہیں کی، بس بہت معقول جواب دیا ہے۔'' منال نے اپنی لکھی میل اس کی نظروں کے سامنے کر دی۔ ارما خاموش نگاہوں سے پڑھنے لگی۔

''شامیر!

آپ نے واسطہ ایسا دے ڈالا کہ جواب دینا ضروری ہو گیا۔ یہ مت سوچئے گا کہ میں آپ کے جذبات سے متاثر ہو گئی۔ ارے نہیں، محبت کرنا آسان نہیں ہے۔ یہ کوئی کھیل نہیں اور نہ ہی کمپیوٹر کی اسکرین پر چمکنے والا جذبات کا جگنو ہے، جسے آپ ہاتھوں میں لے کر روشنی کو قید کر لیں۔ دراصل محبت دل والوں کا کام ہے، ان کا جنہیں محبت میں مرنے اور جینے کا سلیقہ آتا ہے۔ مگر آپ..... آپ کی باتیں خوب صورت سہی لیکن ہیں وہی کتابی باتیں۔ ارے بھئی، کچھ مختلف اور منفرد سا کہتے، کچھ ایسا جو دل کو لمحہ بھر میں گھائل کر دیتا۔ خیر، اب صرف اتنا کہوں گی۔

محبت ایسی کشتی ہے
جو ساحل پر نہیں آتی
اسے منجدھار میں رہنا
ہمیشہ راس آتا ہے

کیا خیال ہے؟ دل کے نازک جذبات کو کسی اور طرز پر، کسی نئے پیرائے میں بیان کر کے دیکھئے، شاید اس بار تاثیر دو آتشہ ہو جائے۔ مجھے وہی تاثیر دیکھنی ہے، شامیر صاحب! اگر دل میں اُتری تو شاید میرا جواب بھی مثبت ٹھہرے۔

جواب کی منتظر رہوں گی۔
ارما بصیر۔''

ارما کے ہوش اُڑ گئے..... یہ..... یہ منال نے کیا لکھ ڈالا تھا؟ اسے امید کا دامن تھما دیا تھا۔ اِن ڈائریکٹ وے میں کہیں نہ کہیں مثبت ردِعمل ظاہر کر دیا تھا۔ پھر بھی جواب اتنا درست

اور برجستہ تھا کہ کسی اعتراض کی گنجائش تک نہ تھی۔ مگر وہ بے چین دل کے ساتھ چپ سادھے اسکرین کو گھور رہی تھی۔

منال کچھ بے قرار سی ہو گئی۔ اس کا ہاتھ تھام کر عجلت سے بولی۔ ''کیسا لگا؟ سب کچھ ٹھیک تو لکھا ہے نا میں نے؟''

''ہاں۔'' وہ سانس بھر کر رہ گئی۔ ''جانے اب وہ ان باتوں کا کیا جواب دے گا؟''

''اچھا ہی دے گا، یار! یو ڈونٹ وری۔ ویسے بھی اصل کھیل اب شروع ہوا ہے۔'' وہ ٹھٹھا مار کے ہنس پڑی۔

''لیکن اس کھیل کا انجام کیا ہو گا منال؟ ذرا یہ بات بھی سوچ کر رکھنا۔ ابو، امی یا عرفان بھائی اس راز کے افشا ہونے پر ہم دونوں کو کبھی معاف نہیں کر پائیں گے۔ میرا دل ڈرتا ہے، منال! شاید ہم غلط کر رہے ہیں۔'' وہ دل کے خدشات زبان پر لے آئی۔

''ارے چھوڑو یار! تم سدا کی ڈرپوک ہو۔ ایک ذرا سی ہمت ہی نہیں ہے تم میں۔ بجائے انجوائے کرنے کے اپنا خون خشک کئے بیٹھی ہو۔ ارے دِس از اولٹی اے فن آف انجوائے منٹ، سوفگر کرنے کی کیا بات ہے؟ اب تمہیں صرف یہ دیکھنا ہے، وہ مجنوں ہمیں جواب کیا دیتا ہے۔''

منال نے اس کے اندیشوں کو دوبارہ ہنسی میں اُڑا دیا۔ لیکن ارما کی سنجیدگی برقرار رہی۔

''نہیں منال! اگر وہ سنجیدہ ہو گیا تو..... کیا کریں گے ہم؟''

''بھئی، مزہ کریں گے، اور کیا؟..... اس کی سنجیدگی ہمارے لئے بھلا کیا معنی رکھے گی؟ دیکھو یار! Chatting کی دنیا میں تقریباً ہر دوسرا، کچھ اسی قسم کا کھیل، کھیل رہا ہے۔ اور اس کھیل کا سب سے دلچسپ پہلو یہ ہے کہ سب اس دھوکے کو سمجھتے ہیں مگر پھر بھی اس کھیل سے دستبردار نہیں ہوتے۔ ہم بھی یہی کچھ کر رہے ہیں، پھر ڈر کیسا؟''

''پتہ نہیں، میرے دل کو دھڑکا سا لگ گیا ہے، کہیں کچھ غلط ہو رہا ہے منال!'' وہ اب تلک بے سکون تھی۔

''ارے کچھ غلط نہیں ہو رہا، بالکل پاگل ہو تم بلکہ انتہائی بزدل بھی۔ بے وجہ کے اندیشے پال کر آپ ہی بے حال ہوئی جا رہی ہو۔ جسٹ ریلیکس، ارما! اِٹ از جسٹ اے میٹر آف کورس۔ بالکل معمول کی بات ہے۔ سو سارے ڈر نکال دو اپنے دل سے۔''

منال نے ہلکے پھلکے انداز میں دلاسہ دیا تو ارما بے بسی سے اس پر ایک نظر ڈال کر پلٹ گئی۔ اپنے بستر پر آ کر اس نے لیٹتے ہی کروٹ دوسری طرف لے لی۔

منال کے ماتھے پر بل پڑ گئے، جھلا کر بولی۔ ''اب بولتی کیوں نہیں ہو؟ کم از کم جواب تو دو میری بات کا۔''

''کیا جواب دوں؟ کہا ہے نا، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔''

''اسٹوپڈ! کوئی اثر نہیں ہے تم پر سمجھانے کا، بہتر یہی ہے، تم فوراً سو جاؤ۔''

''ہاں، میں سونا چاہتی ہوں۔ کیا تم لائٹ آف کر دو گی؟''

''ہاں، ابھی کرتی ہوں، بس دو منٹ اور دے دو۔ مجھے بھی ایک پرسنل میل کرنی ہے کسی کو۔'' وہ کی بورڈ پر جھک گئی۔

ارما کے دل میں کھد بدسی ہونے لگی۔ وہ گھبرا کر فوراً اُٹھ بیٹھی۔

''کسے میل کرنی ہے تم کو؟''

''عمارہ کو۔ وہ اس وقت آن لائن ہے۔ ابھی کے ابھی پڑھ لے گی تو اسے بھی تھوڑی عقل آجائے گی۔''

''لیکن..... لیکن تمہیں کیا کہنا ہے؟ کیا پیغام دینا چاہتی ہو اسے؟'' ارما کا دل ہاتھوں میں آ گیا۔

''یہ تمہیں کل پتہ چلے گا، جب وہ ہمارے گھر آئے گی۔'' منال کی ہنسی میں دیوانگی کا تاثر تھا۔

ارما کی روح فنا ہو گئی۔ نہ جانے وہ اسے کیا لکھ رہی تھی اور اس کا لکھا، اللہ جانے کیا رنگ لانے والا تھا۔

❁❁❁

چلو میں کچھ لکھوں تم کو
مجھے تمہید دو کوئی
مجھے اُمید دو کوئی
نیا اِک لفظ ہو کوئی
جہاں سے بات چل نکلے
میری مشکل کا حل نکلے

عمارہ کو اپنی بصارت پر شبہ ہوا تھا۔ کیا اس نے ان لفظوں کو ہی پڑھا تھا، جو آنکھوں کے سامنے تھے؟ کیا اسے وہی سمجھ میں آیا تھا، جو ذہن نے قبول کیا تھا؟ وہ کچھ اور آگے کو جھک آئی۔ مانیٹر کی روشن اسکرین منال کی میل میں لکھے پیغام کو واضح کر رہی تھی۔

اُف خدایا! کیا قیامت کا نامہ بھیجا ہے اس لڑکی نے، پڑھ کر سکون غارت اور دل و دماغ بوجھل ہو گئے ہیں۔ کس قدر ڈھیٹ لڑکی ہے منال، اتنا بہت کچھ ہو جانے کے باوجود اسی ہٹ دھرمی پر قائم ہے۔ ذرا جو فرق آیا ہو اس کی سوچ میں۔ اللہ جانے کون سا بھوت سوار ہو گیا ہے منال پر، جو وہ اس انتہا پسندی پر اُتر آئی ہے۔

عمارہ نے گہری سانس لی اور میل کے لکھے کو نہ چاہتے ہوئے بھی دوبارہ پڑھ ڈالا۔

''عمارہ ڈیئر! دائم کی شادی کا کارڈ دیکھا، خاصا خوب صورت ہے۔ مجھے خوشی ہوئی تم وہ کارڈ میرے لئے لے کر آئیں، مگر افسوس گھر آ کر بھی تمہیں میرا چہرہ دیکھنے کو نہیں ملا۔ تم سمجھ رہی ہو گی، میں اس شادی میں شرکت نہیں کروں گی۔ ارے نہیں میری دوست! یہ شادی میری شرکت کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ میں اس تقریب سعید میں ضرور شامل ہوں گی، مگر تب جب یہ کارڈ دوبارہ چھپے گا۔ دائم اور میری شادی کا کارڈ! پھر میری شمولیت ناگزیر ہو جائے گی۔ کیونکہ دلہن کے بغیر شادی کا ہو جانا ممکن کہاں؟ سو پلیز، تم میرے حق میں دعائے خیر کرنا کیونکہ تم میری بہت اچھی دوست ہو اور تمہیں میرے مستقبل کی فکر بھی سب سے زیادہ ہے۔ ان خصوصی لمحات میں ایک بات میں تمہیں بتانا چاہتی ہوں۔ یہ سچ ہے عمارہ! مجھے تمہارے کزن سے بہت اچانک محبت ہو گئی ہے اور دائم میری زندگی کا پہلا پہلا پیار ہے۔ اور پہلے پہلے پیار سے دستبردار ہو جانا ممکن نہیں۔ میں اپنے لئے تمہاری فکرمندی اور تشویش پر شکر گزار ہوں، جانتی

ہوں تمہاری مخالفت کے باوجود اپنی مدد آپ کے تحت مجھے دائم کو حاصل کرنا ہوگا۔ میں سمجھتی ہوں عمارہ! دوسرے کی امداد، ہمت پست کر دیتی ہے۔ سو آگے بڑھنے کے لئے کوشش خود ہی کرنی چاہئے، اس لئے میں ہر کوشش آپ کرنا چاہتی ہوں۔ تم میرا راستہ روکنا چاہو تو ضرور روکنا، لیکن یاد رکھنا اگر دائم کی محبت میرا نصیب ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے مجھ سے چھین نہیں سکتی۔ سچ کہوں، محبت دل کی اسیر ہوتی ہے۔ جہاں دل لگاؤ، وہیں آجاتی ہے۔ اس لئے محبت کا اظہار ضروری ہوگیا ہے۔ بس، چند دن کی بات اور ہے، دائم سے رشتہ بنانے اور اسے مضبوطی دینے کے لئے میں بہت جلد اس کے روبرو یہ اظہار کروں گی۔ تم بس دیکھتی جانا، آگے کیا ہوتا ہے۔

منال۔"

"اوہ میرے اللہ!" عمارہ نے چکراتے سر کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ "کس قدر بے وقوف ہے منال۔ کیوں پاگل پن پر اُتر آئی ہے۔ کیوں خود کو تماشا بنانے پر تُل گئی ہے؟ کیا ملے گا اسے اتنی رسوائی اُٹھا کر؟..... دائم بھائی کو اس کے شرم ناک ارادوں کی خبر ہوگئی تو؟..... کیا سوچیں گے وہ منال کے کردار کے بارے میں، کیسے اپنے روبرو کھڑا دیکھ پائیں گے وہ اس لڑکی کو؟ کیسا لگے گا انہیں اس کے منہ سے اظہارِ محبت سن کر؟ کیا وہ منال کی اس جرأت کو سہہ پائیں گے؟"

نہیں..... نہیں خدایا!..... ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ تُو منال کو عقل دے، تھوڑی ہدایت نصیب کر۔ اے اللہ! اسے ہوش و خرد سے نواز۔ وہ کپکپاتے دل کے ساتھ بے خیالی میں دعا مانگنے بیٹھ گئی۔ ٹینشن سے برا حال تھا، دل اندر ہی اندر ڈوبنے پر آمادہ تھا اور وہ خود بے حال بلکہ نڈھال بیٹھی تھی۔ ایسے میں اچانک دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

اس کٹھن لمحے میں دستک کی تیز آواز عمارہ کے دل و دماغ پر کسی نقارے کی طرح گونجی۔ اس نے ناگواری سے مڑ کر کمرے کے بند دروازے کو دیکھا، پھر بے دلی سے اُٹھ کر لاک کھول دیا۔ کمرے کے باہر دائم کھڑا تھا، اسے سامنے پا کر عمارہ اُچھل پڑی۔ اس کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہونے لگے۔ وہ یوں بے وقت وہاں کیوں آیا تھا؟ کیا کام تھا اسے؟ عمارہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

"ہائے.....!" اسے صم" بکم" کھڑا دیکھ کر وہ شوخی سے مسکرایا تو عمارہ ساکت انداز لئے اجنبی نگاہوں سے اس کا چہرہ تکنے لگی۔ وہ اس پل اس قدر غائب الدماغ تھی کہ دائم بھی کچھ ٹھٹک سا گیا۔

"واٹ اِز دی میٹر، عمارہ؟..... سم تھنگ رانگ وِد یُو؟"

"نن..... نہیں دائم بھائی.....!" وہ بے طرح چونکی۔ "یونہی طبیعت کچھ بوجھل سی ہے۔ مجھے حرارت بھی محسوس ہو رہی ہے۔"

"کیوں، کیا تھک گئی ہو؟" وہ پریشان ہوگیا۔

"ارے نہیں بھائی، تھکاوٹ کس لئے ہوگی؟ میں نے کہا نا، کچھ بھاری پن سا محسوس ہو رہا ہے۔ بہرحال چھوڑیئے، آپ کیسے آئے؟" اس نے فوراً بات بدل دی۔

دائم اس کے دانستہ تجاہل پر مسکرا دیا۔ "میں ماما کے ساتھ آیا ہوں، بقیہ سامان لینے کے لئے۔ سچ کہوں، بیزار ہو کر رہ گیا ہوں۔ نئے گھر میں شفٹ ہونا بہت معنی رکھتا ہے۔ صبح سے یہاں وہاں کے اتنے چکر کاٹے ہیں کہ اب بدن میں ذرا طاقت نہیں رہی۔ ایمان سے، تھک کر چُور ہوگیا ہوں۔" اُس نے قدم بڑھا دیئے اور بلا اجازت کمرے میں چلا آیا تھا۔ صوفے پر بیٹھتا ہوا بولا۔

"ٹیرس پر سبھی سے ملاقات ہوگئی، مگر تم وہاں نہیں تھیں، میں نے سوچا جانے سے پہلے تمہارا حال چال پوچھ لوں۔ کارڈ گھر گھر بانٹنے کی محنت تو تم نے بھی بہت کی ہے، خاصی بڑی Responsibility کو نبھایا ہے تم نے، واقعی دردِ سر تھا، جو تمہیں سونپا گیا۔ تمہاری اس محبت کا میں احسان مند ہوں، بلکہ میں اور ماما تمہارے تعاون پر شکر گزار ہیں۔"

"ارے، آپ کیسی غیروں جیسی باتیں کر رہے ہیں، دائم بھائی؟ آپ کی شادی میرے لئے کسی بڑے بھائی کی شادی کے مترادف ہے۔ اگر میں کاشان بھیا کے لئے کوئی کام کروں تو کیا ان پر احسان کروں گی؟" عمارہ نے شکوے سے اسے دیکھا تو وہ تھوڑا سا متحمل سا ہوگیا۔

"نہیں، میرا وہ مطلب نہیں تھا عمارہ! میں جانتا ہوں، تم کاشان کی طرح میری بہت عزت کرتی ہو، خدا شاہد ہے، میں نے بھی ہمیشہ تمہیں کسی سگی بہن سے کم نہیں جانا۔"

"اچھا، پھر ایسا کیوں کہا آپ نے؟"

"سوری، اب غلطی ہوگئی۔ کیا تم اسے بھول نہیں سکتیں؟" وہ خوش دلی سے بولا تو عمارہ زور سے ہنس پڑی۔

"اوکے، آئی رئیلی فارگیٹ اِٹ۔ اب آپ بتایئے، چائے پئیں گے؟"

"ارے نہیں یار، رات بہت ہوگئی ہے۔ اب میں صرف سونا چاہتا ہوں، ماما گھر جانے کا اشارہ کریں تو نکلوں۔ بہرحال تم سناؤ، سارے کارڈ Distribute کر دیئے یا ابھی کچھ باقی ہیں؟"

"نہیں، کچھ باقی نہیں بچا۔ میری ذمے داری پوری ہوئی۔ آپ کی ماما نے جو لسٹ مجھے دی تھی، اس کے مطابق سارے مہمانوں کو کارڈ دیئے جا چکے ہیں۔ کوئی ایک فرد بھی ایسا نہیں، جو بعد میں کارڈ نہ ملنے کا شکوہ کرے۔"

"اوہ، دیٹس گڈ۔ گویا شادی پر سبھی کی آمد متوقع ہے۔" وہ اپنے دھیان میں رہتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اس کی بھٹکتی نظریں اچانک کمپیوٹر کی روشن اسکرین پر ٹھہر گئیں۔ وہاں کوئی میل تھی، جسے لمحے بھر کو چپ سا ہو کر وہ بے خیالی میں پڑھنے بیٹھ گیا۔ اس کی خاموشی پر عمارہ کی

سوالیہ نظر اس کی جانب اُٹھی اور اس کی نظروں کے تعاقب میں اپنے پی سی تک جا پہنچی۔ وہ کمپیوٹر آف کرنا بھول گئی تھی۔ دروازے پر دستک کی تیز آواز سن کر وہ دروازہ کھولنے چلی آئی تھی، اس لئے منال کی میل اب تک اسکرین کی زینت بنی ہوئی تھی، جسے دائم کی تیز نگاہ پڑھتی جا رہی تھی۔ عمارہ کی جان پر بن آئی۔ دائم کے چہرے پر بکھرتے حیرت و استعجاب کے رنگ، بے یقینی اور خجالت کی سرخی میں بدل رہے تھے۔ وہ اس قدر حیران و پریشان تھی کہ اس کی حالت بھانپ کر عمارہ نظر اُٹھانے کے قابل نہ رہی۔

منال کی میل تھی یا ایٹم بم! لمحوں میں دائم کا سکون و قرار لٹ گیا۔ اس کی پیشانی پہلے سلوٹ زدہ ہوئی، پھر جیسے آنکھیں بچ سی گئیں۔ اس سے قبل کہ وہ سنبھل کر کچھ ری ایکٹ کرتا، عمارہ نے تیزی سے آگے بڑھ کر کمپیوٹر کا سوئچ آف کر دیا اور گھبرا کر بولی۔

''آپ کے آنے سے پہلے میں میلز چیک کر رہی تھی۔''

''کیا یہ میل ہے؟'' وہ جیسے بل کھا کر پلٹا۔ ''واٹ دی ہیل از دِس عمارہ؟..... کیا ہے یہ سب کچھ؟ یہ کیا بکواس لکھ رکھی ہے اس لڑکی نے، میل کے نام پر؟''

''کک..... کوئی بکواس نہیں، دائم بھائی! دراصل وہ..... وہ محض شرارت کر رہی تھی۔ مجھے تنگ کرنے کی خاطر منال نے.....''

''آئی سے، شٹ اپ یو آر۔'' وہ جیسے دانت پیس کر غرایا۔ ''شرم آنی چاہئے تمہیں ایسی چیپ لڑکیوں کو دوست رکھتے ہوئے۔ کس قدر بے غیرت لڑکی ہے، کیا سوچ کر اس نے تمہیں یہ بے ہودہ بکواس لکھی؟ کیا سمجھتی ہے وہ مجھ کو؟ پاگل، بے وقوف یا پرلے درجے کا احمق؟ کیا میں اسے گاؤدی نظر آتا ہوں یا پھر وہ خود عقل سے پیدل ہے؟''

''پلیز دائم بھائی! آپ کیوں اُلجھ رہے ہیں؟ خدارا، برا مت مانیے۔ منال فطرتاً ایک شوخ لڑکی ہے۔ شوخی میں آ کر ایسی بہت سی اوٹ پٹانگ حرکتیں کر جاتی ہے۔ دراصل اس کی یہ میل بھی.....''

''ڈونٹ ٹیک پارٹ آف ہر، عمارہ! شرارت اتنی سنجیدگی سے نہیں کی جاتی۔ تم نے اس کے لفظوں پر غور نہیں کیا؟ وہ جو کچھ لکھ رہی ہے، کس Way میں لکھ رہی ہے؟ کیا تمہیں عقل نہیں ہے؟ کیا تم نہیں جانتیں، اس کی یہ گندی باتیں میری پوزیشن کو کس قدر آک ورڈ کر رہی ہیں؟''

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں، دائم بھائی! لیکن منال کا وہ مطلب نہیں ہے۔ وہ صرف ایک عام سی بات کو.....''

''عام سی بات؟'' دائم نے خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورا۔ ''کیا یہ عام باتیں ہیں، عمارہ؟ کیا یہ میل عام بات کے زمرے میں آ سکتی ہے؟''

عمارہ لاجواب ہو گئی۔ اس کا پورا وجود پسینے میں بھیگ رہا تھا اور دل اس رفتار سے دھڑک

رہا تھا، گویا وہ میلوں دوڑتی چلی آئی ہو۔ دائم کے تیور انتہائی خطرناک تھے۔ وہ جھلاہٹ میں مبتلا تھا یا طیش میں، عمارہ کچھ اندازہ نہ کر سکی۔ اس کے چہرے کی گندمی رنگت پل بھر میں سنولا گئی تھی۔ کمپیوٹر کی اسکرین پر لکھا پیغام اس کے صبر و ضبط کی آزمائش بن بیٹھا تھا۔ وہ شخص، جس کی عنقریب شادی ہونے جا رہی تھی، وہ اپنی زندگی کے من چاہے ساتھی کے ساتھ ایک حسین دور میں داخل ہونے والا تھا، اسی شخص کی خواہش اور چاہ ایک ایسی لڑکی کر رہی تھی، جسے وہ ایک نظر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ منال کی جرأت، ہمت اور بے باکی نے دائم کے وجود کو گویا آگ لگا دی تھی۔ وہ اندر ہی اندر جھلس رہا تھا، جل کر راکھ ہو رہا تھا۔ اس کا طیش قابلِ دید تھا اور عمارہ کو اس کے بدلتے رنگ اور بگڑتے تاثر کو دیکھ کر اپنی شامت سامنے کھڑی دکھائی دے رہی تھی۔

اگر دائم یہ بات ایک شور شرابے کے ساتھ گھر کے دیگر افراد کو جا سناتا تو گھر میں ایک قیامت بپا ہو جاتی۔ سب کی نگاہ میں عمارہ کی پوزیشن خراب ہوتی اور منال سے اس کی دوستی پر الگ اعتراض اٹھایا جاتا۔ اس کی مما ویسے ہی اس کی دوستوں کے خلاف تھیں۔ انہیں مڈل کلاس لڑکیوں کی Mentality اور ان کے بی ہیویئر پر لاکھوں اعتراض تھے۔ اگر یہ بات کھل جاتی تو نکتہ چینی کا ایک نیا محاذ کھل جاتا، جسے سنبھالنا عمارہ کے بس کی بات نہ تھی اور نہ ہی وہ ماں کے خلاف جانے کا سوچ سکتی تھی۔ اسے ہر حال میں اس صورتِ حال کو سنبھالنا تھا، کسی برے وقت کے آنے سے پہلے پہلے یہ ساری گندگی سمیٹنی تھی اور ساتھ ہی اپنے بچاؤ کا راستہ بھی تلاشنا تھا۔

عمارہ نے سر اٹھا کر ایک بے چارگی اور بے کسی کے ساتھ آگ بگولا ہوتے دائم کے تپتے چہرے کو دیکھا، پھر ہمت باندھ کر سچ بولنے پر اکتفا کیا۔

''دائم بھائی.....!'' اس کی آواز لرز رہی تھی۔ ''شاید اپنی دوست کو سمجھانا میرے بس میں نہیں رہا۔ وہ لڑکی یقیناً پاگل ہو گئی ہے۔ اسے کسی بات کی پروا نہیں رہی۔ وہ اپنے جذبات کو لے کر اس حد تک گر جائے گی، مجھے یقین نہیں تھا۔ مگر پھر بھی یہ سچ ہے، وہ آپ سے محبت کرتی ہے اور آپ کو حاصل کرنا چاہتی ہے۔''

''واٹ.....؟'' دائم کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ''واٹ ڈو یو وانٹ ٹو سے؟..... تمہارا مطلب ہے، وہ لڑکی مجھ سے..... اوہ مائی گاڈ!'' وہ مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔ ''میں اسے قتل کر دوں گا، عمارہ! کیا وہ نہیں جانتی کہ میں سندس کو کس قدر چاہتا ہوں؟ کیا اسے نہیں پتہ کہ میری شادی ہونے جا رہی ہے، سندس کے ساتھ؟ کیا تم نے اس احمق کو شادی کا کارڈ نہیں دیا؟''

''دیا ہے دائم بھائی! اور آپ نے پڑھ بھی لیا ہے۔ اس کارڈ کو Base بنا کر منال نے اپنی میل میں کتنی لغو باتیں لکھی ہیں۔ وہ کہتی ہے، آپ کو چاہنا اس کے اختیار میں نہیں ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ سندس آپ کی محبت کے باوجود آپ کو چھوڑ جائے گی، تب وہ آپ کی طرف

ہاتھ بڑھائے گی اور وہ ہاتھ آپ ضرور تھام لیں گے۔ یہ اس کا یقین، اس کا ایمان ہے۔''

''مائی گاڈ.....!'' دائم کا دماغ بھک سے اُڑ گیا۔ ''کیا خوش فہمی لاحق ہے اس لڑکی کو؟ کیا یہ ساری باتیں اس نے خود آ کر کہی ہیں تم سے؟''

''جی! اس نے یہ ساری باتیں مجھ سے اور اپنی بہن ارما سے کہی ہیں۔ وہ کہتی ہے، آپ کو اس جیسی لڑکی کی ضرورت ہے۔''

''ڈیم اِٹ۔'' دائم کی بے ساختگی میں جھلاہٹ واضح تھی۔ ''آئی وانٹ ٹو کل ہر۔ میں اس لڑکی کو اس کی بے غیرتی سمیت شوٹ کر دوں گا۔ لیکن..... لیکن میں کیوں اپنے ہاتھ گندے کروں؟ میں عرفان کو کیوں نہ بتا دوں کہ اس کی بہن مجھ سے.....''

''نہیں، کوئی فائدہ نہیں ہوگا، دائم بھائی!''

عمارہ نے تیزی سے اس کی بات کاٹ ڈالی۔ ''ایسا کر کے آپ کچھ حاصل نہیں کر پائیں گے کیونکہ عرفان بھائی کو اس بات کی خبر ہے۔ وہ جانتے ہیں، منال آپ کی محبت میں مبتلا ہے۔ انہیں میں نے منال کی بدلتی سوچ کے بارے میں بتایا تھا۔ عرفان بھائی اسے چار چوٹ کی مار لگا چکے ہیں، مگر اتنی مار کھا کر بھی اس لڑکی کے خیالات نہیں بدلے۔ اب اس نے یہ میل بھیج دی ہے۔ میں سمجھتی ہوں، منال کے جذبات میں اب پہلے سے زیادہ شدت ہے۔ وہ کسی قیمت پر آپ کی محبت سے دستبردار نہیں ہونا چاہتی، اسی لئے اس نے اپنی میل میں صاف صاف لکھا ہے کہ میں اس کے حق میں دعائے خیر کروں۔ کیونکہ خارزارِ محبت میں آگے بڑھنے کے لئے اسے کسی امداد کی ضرورت نہیں۔ وہ اپنا راستہ خود بنائے گی۔ اب وہ آپ سے اظہارِ محبت کرنے کا پلان بنا رہی ہے۔''

دائم کا چہرہ تمتما اُٹھا۔ غصے کی سرخی اس کی آنکھوں میں بھی اُتر آئی تھی۔ عمارہ کی باتیں سن کر اس نے خود کو سنبھالنے کے لئے خوب گہرا سانس لیا تھا، پھر ایک ضبط سے بولا۔ ''ٹھیک ہے، اگر وہ ایسا چاہتی ہے تو یونہی سہی، میں خود اسے اظہار کرنے کا موقع فراہم کروں گا اور یہ منال کو تب ہی ملے گا، جب وہ روبرو آ کر مجھ سے ملاقات کرے گی۔ اور یہ ملاقات کب ممکن ہوگی، یہ طے کرنا بہت ضروری ہے۔''

''کیا مطلب.....؟'' عمارہ کی سٹی گم ہوگئی۔ ''کیا آپ..... آپ منال سے جا کر ملیں گے؟''

''ہاں، ذرا دیکھوں کتنا دم ہے اس کی محبت میں۔''

''لیکن آپ..... آپ تو سندس سے محبت.....'' وہ کہہ نہ سکی۔ دائم اس کا مدعا پا گیا، اسے دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔

''یس، نو ڈاؤٹ۔ سندس سے مجھے بے پناہ محبت ہے اور اس سے کی جانے والی چاہت میری زندگی کے آخری سانس تک برقرار رہے گی لیکن وہ لڑکی اب محبت کے سمندر میں کود پڑی

ہے، اس کی یکطرفہ محبت کا تماشا دیکھنا بھی ازحد ضروری ہے۔ ذرا معلوم تو ہو اس کے جذبات و احساسات میں کتنی آگ ہے، کتنا زعم اور حوصلہ ہے اس کے اندر۔ اگر اسے مجھ سے محبت کا دعویٰ ہے تو اسے میرا سامنا بھی کرنا ہوگا۔ اسے میرے سامنے بیٹھ کر میرے منہ پر اظہارِ محبت کرنا ہوگا اور ایسا کرنے پر اسے میں مجبور کروں گا۔''

''نہیں دائم بھائی!'' عمارہ نے کچھ خوف زدہ ہو کر اسے دیکھا۔ ''آپ ایسا کر کے غلطی کریں گے۔ سوئے فتنے کو جگانا دانش مندی نہیں ہے۔ آپ نہیں جانتے، منال بہت ضدی ہے۔ اس کی سوچ میں سرکشی اور بغاوت ہے۔ اپنے جذبات کو لے کر وہ کسی بھی حد پر جا سکتی ہے۔ کم عمری میں کی جانے والی محبت بہت پاور فل ہوتی ہے۔ بندہ خود چاہتا ہے کہ رسوائیاں ہوں کیونکہ رسوائی محبت کی سوغات ہی نہیں، تسکین بھی ہے۔ جو پیار کرنے والے کو اپنے ارادوں میں اٹل کر دیتی ہے۔ شاید منال کو بھی اپنی رسوائی سے ڈر نہیں لگتا۔ وہ عرفان بھائی کے ہاتھوں پٹ کر بھی رسوائی کے راستے پر چل رہی ہے۔''

''تو کیا کروں عمارہ! چلنے دو اسے۔ آخر تنِ تنہا کتنی دور تک جا سکے گی؟ سارے راستے منزل کی طرف نہیں جاتے، عمارہ! اور نہ ہی محبت کے خارزار میں اکیلی ذات کو لے کر آگے بڑھا جا سکتا ہے۔ یکطرفہ سوچ اور اندھے جذبات انسان کو لے ڈوبتے ہیں، اسے کہیں کا رہنے نہیں دیتے۔ تم بتاؤ، کیا عمر ہوگی تمہاری سہیلی کی؟ اٹھارہ یا بیس سال، تو اس عمر میں خوش فہمیاں اچھی نہیں ہوتیں، نہ ہی یہ عمر خوابوں کے حوالے کرنے کی ہوتی ہے۔ محبت کرنا آسان ہے، مگر تب جب دوسرا فریق اپنا ہاتھ بڑھائے۔ اور تم جانتی ہو عمارہ! مجھ جیسا بندہ تمہاری دوست کی طرف کبھی ہاتھ نہیں بڑھا سکتا۔ مجھے محبوب بنا لینے سے کیا ہوگا؟ اگر مجھ جیسے محبوب کا وہی ہاتھ تمہاری منال کا چہرہ لال کر گیا تو میرا خیال ہے، اس کے عشق کا بھوت سر سے فوری اُتر جائے گا۔ and I think she deserves slaps.'' دائم کا لہجہ بے حد تضحیک آمیز تھا۔

عمارہ نے دزدیدہ نگاہوں سے اسے دیکھا، پھر خفگی بھرے لہجے میں بولی۔ ''عورت کی خواہشات کو طاقت سے بدلنا حماقت ہوتی ہے، دائم بھائی! چاہت اور محبت میں اعتدال ضروری ہے۔ کیونکہ محبت کرنے والے کے دل کے جذبات بے حد نازک ہوتے ہیں، انہیں ٹھیس پہنچانا آسان نہیں۔''

''اوہ، کیا تم سفارش کر رہی ہو، اپنی دوست کی؟'' وہ جیسے کھول اٹھا۔

''نہیں۔'' عمارہ کا انداز اب بھی وہی تھا۔ ''میں صرف آپ کو سمجھانا چاہتی ہوں۔ پلیز، آپ منال اور اس کے جذبات کو اتنا ایزی لینے کی کوشش مت کیجئے۔ یہ یاد رکھئے، وہ کسی نظریے یا عقیدے سے نہیں، ایک انسان سے محبت کر رہی ہے۔ مطلب آپ سے محبت کر رہی ہے۔ اس کی ضد، ہٹ دھرمی اور مستقل مزاجی، آپ کا مزاج صاف کر سکتی ہے۔ یہ میری Forecast ہے آپ کے لئے۔''

''واٹ؟.....واڈ ڈو یو مین؟'' دائم نے قدرے چونک کر عمارہ کو دیکھا۔''منال میرا مزاج صاف کرے گی، کیا اتنی عقل ہے اس لڑکی میں.....؟''

''بالکل ہے۔ وہ بے وقوف ہرگز نہیں ہے، دائم بھائی! ایک ملاقات کر دیکھئے، آپ کو ازخود اندازہ ہو جائے گا۔''

''ہونہہ.....'' دائم نے سر جھٹک کر جیسے عمارہ کو رد کیا۔''اس لڑکی کی حماقت کا سب سے بڑا ثبوت اس کی یکطرفہ محبت ہے، عمارہ! وہ ایک ایسے شخص سے محبت کرنے کی غلطی کر رہی ہے، جو چند دن بعد شادی کے بندھن میں بندھنے جا رہا ہے۔ کیا اس کی سوچ اسے احمق ثابت نہیں کرتی؟''

''یہ سوال آپ خود سے پوچھئے۔ میں کہہ چکی ہوں، وہ لڑکی آگے بڑھنے کے لئے ساری کوشش خود کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اب آپ کو اپنے بچاؤ کے لئے کیا کرنا ہے، یہ لائحہ عمل آپ کو خود طے کرنا ہوگا۔ اپنا فیصلہ آپ خود کریں، دائم بھائی! مجھے کچھ اور کہنے پر مجبور مت کیجئے۔''

''میں فیصلہ کر چکا ہوں، عمارہ! منال کو درست سمت دکھانا ضروری ہے۔ تم ذرا اس کا سیل نمبر دو، تاکہ پہلی ملاقات کا وقت طے ہو سکے۔''

''پہلی ملاقات.....؟'' عمارہ ہنس پڑی۔''گویا مزید ملاقاتیں متوقع ہیں۔ ویری گڈ، دائم بھائی! اس کا مطلب یہ ہے کہ منال اپنا داؤ چل چکی ہے۔ آپ کی سوچ میں آنے والی یہ تبدیلی آنے والے وقت میں سندس کی پوزیشن کو خاصا مشکوک کر رہی ہے۔ اللہ خیر کرے۔''

''یو جسٹ شٹ اپ!'' وہ بھنّا کر رہ گیا۔''زیادہ ہوشیاری دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ معاملہ کیسے ہینڈل کرنا ہے، میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ میرے کردار کی پختگی اور مثبت سوچ مجھے کہیں کمزور ثابت نہیں کرے گی۔ سندس میری پہلی اور آخری چوائس ہے۔ اینڈ دیٹس اِٹ، لہٰذا شکوک و شبہات چھوڑ کر نمبر دو اپنی سہیلی کا۔ تاکہ میری بدلی سوچ کا صحیح اندازہ لگا سکو۔''

''اوکے۔'' عمارہ پلٹ کر رائٹنگ پیڈ اٹھا لائی۔ اس نے منال کا موبائل نمبر لکھ کر دائم کے حوالے کر دیا۔ دائم نے ایک نظر میں نمبر حافظے میں محفوظ کیا اور رسان سے بولا۔

''تمہاری آج کی باتوں نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کیا ہے، عمارہ! منال کی بات ایک طرف رہی، مگر تم.....تم وہ نہیں ہو، جیسا میں تمہیں سمجھتا تھا۔ درحقیقت تم منال کی قریبی دوست ہو اور مخالفت کے باوجود اس کی ہمدردی میں مبتلا ہو۔ میں یہ اہم بات ہمیشہ یاد رکھوں گا، کیونکہ یہ بات واقعی یاد رکھنے کے قابل ہے۔''

''اچھی بات ہے۔'' عمارہ کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ اُبھر آئی۔''پھر آپ کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ذات اپنی صفات سے پہچانی جاتی ہے اور میری ذاتی صفت یہ ہے کہ میں اپنے

دوستوں کی وفادار ہوں۔''

''اوہ.....ویری اسٹرینج۔'' اس نے کاندھے اچکائے اور ذومعنی مسکراہٹ سے بولا۔

''آئی ایم مچ سرپرائزڈ۔ وفاداری میں دوست کو مار کھلانا بہت عجیب بات ہوتی ہے۔ تم کہہ چکی ہو، تمہاری وجہ سے عرفان نے منال کو زدوکوب کیا تھا۔ دوست سے اس طور وفادار نبھانا تمہاری ہی صفت ہو سکتی ہے۔ دِس اِز ناٹ مائی پرابلم.....میری جو پرابلم ہے، اس کا حل تم نے منال کا سیل نمبر فراہم کر کے پیش کر دیا ہے۔ مجھ سے تمہاری اس وفاداری پر میں تمہارا احسان مند رہوں گا۔ بٹ سوری، تمہارا بہت ٹائم لے لیا، رات بہت ہو گئی ہے۔ ماما بھی یقیناً گھر جانے کو بے قرار ہوں گی، اس لئے اجازت چاہوں گا۔ گڈ بائے!'' اس نے دروازے میں رک کر الوداعی ہاتھ ہلایا اور مزید کچھ کہے بغیر کمرے سے نکل گیا۔ عمارہ ہلتے پردے کو دیکھتی رہ گئی۔

❁

فون کی بیل مسلسل ہو رہی تھی، مگر کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ منال نے ایک جھٹکے سے کیمسٹری کی بک بند کی اور زینہ پھلانگتی تیزی سے اپنے کمرے میں چلی آئی۔ ہاتھ بڑھا کر سیل فون اٹھایا ہی تھا کہ وہ خاموش ہو گیا۔

''اوہ گاڈ!'' اس نے جھلاہٹ سے فون پر چمکتے نمبر کو دیکھا۔ کوئی Un known نمبر تھا۔ پھر بھی منال کو ایک شناسائی کا احساس ہوا۔ وہ نمبر شاید پہلے بھی نظر سے گزرا تھا۔ مگر کس کا نمبر تھا وہ؟ اُسے قطعاً یاد نہ آیا۔ وہ اُلجھ کر ذہن پر زور دے ہی رہی تھی کہ سیل فون میں زندگی کے آثار جاگے، ٹون پھر سے صدا دے رہی تھی۔ اس نے فوراً ہیلو کہہ دیا۔

''آپ؟.....آپ کون بات کر رہی ہیں؟'' دوسری طرف جس آواز نے سوال کیا تھا، وہ آواز منال کی سماعت میں رس گھول گئی۔ دل کی بے قراری ایک ترنگ سے جاگی اور وہ ششدر سی کھڑی رہ گئی۔ اس کے سیل پر دائم کی کال کیسے آ گئی تھی۔ کیا وہ غلطی سے نمبر ملا بیٹھا تھا یا اس کی یہ حرکت دانستہ تھی؟ منال کی خاموشی بڑھ گئی۔

''ہیلو.....ہُو اِز دیئر؟'' وہ اپنا سوال دہرا رہا تھا۔

''میں، منال.....آپ کون؟'' وہ صاف انجان بن گئی۔ اس کا سوال دائم کاری ایکشن جاننے کے لئے تھا اور وہ جیسا سوچ رہی تھی، ویسا ہی ری ایکٹ کیا گیا تھا۔

''یُو ایڈیٹ، تم خوب جانتی ہو میں کون ہوں۔ ایک منٹ کی تاخیر کئے بغیر سمارا ریسٹورنٹ میں چلی آؤ۔ میں وہاں گیٹ پر تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔'' اس نے جیسے آرڈر نافذ کیا۔ وہ یوں بات کر رہا تھا، جیسے اس کی منال سے بہت پرانی جان پہچان ہو، لہجہ صاف اور انداز کھردرا تھا۔ اس کے حکم نے منال کو مزید حیرت سے دوچار کر دیا۔

وہ اسے ریسٹورنٹ میں بلا رہا تھا۔ آخر کیوں؟.....کس حق سے؟.....کیا سوچ کر وہ یہ حکم صادر کر رہا تھا؟.....کیا وہ اس کے دل کی بات سے باخبر ہو گیا تھا یا پھر عمارہ نے ا...

سب کچھ بتا دیا تھا؟ کیا عمارہ اس کے دل کا راز دائم کے سامنے کھول سکتی تھی؟..... ہاں وہ ایسا کر سکتی تھی۔ منال نے پرسوں رات جو میل اسے کی تھی، اس کے ری ایکشن میں عمارہ کوئی ایکشن ضرور لے سکتی تھی، وہ دائم کو اصلی صورتِ حال سے باخبر بھی کر سکتی تھی اور اپنی والدہ کو اعتماد میں لینے کی کوشش بھی کر سکتی تھی۔ منال کو اپنا پہلا خیال درست لگا۔ اگر وہ دائم کو منال کے دل کی بات کہہ چکی تھی تب بھی اس کا منال کو کسی ریسٹورنٹ میں بلانا بے حد غیر متوقع اور نامناسب تھا۔

''سنا تم نے، کیا کہا ہے میں نے؟'' دائم کا درشت انداز منال کو حواس میں لے آیا۔

''سوری مسٹر دائم! آپ بہت خوش فہم ہیں۔'' اس نے سنبھل کر خشک لہجہ اختیار کیا۔

''آپ نے یہ کیسے سوچ لیا کہ آپ آرڈر کریں گے اور میں فوری یس سر کہہ دوں گی؟''

''یو جسٹ شٹ اپ، منال! میں جیسا کہہ رہا ہوں، ویسا کرو۔ فوراً آ کر ملو مجھ سے۔ مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔''

''کتنی ضروری بات ہے؟'' منال نے جیسے آگ لگائی۔ ''آئی مین، آپ عرفان بھائی کے دوست ہیں، سو اپنی ضروری باتیں آپ ان سے ڈسکس کیجیے، میں بے چاری بھلا آپ کی باتوں کا کیا جواب دے سکتی ہوں؟''

''فضول بات نہیں چاہیے۔ تم جتنی بے چاری ہو، میں خوب جانتا ہوں۔ بہرحال تم آ جاؤ، ہم پھر بات کرتے ہیں۔''

''سوری، میں نہیں آؤں گی۔ کل میرا کیمسٹری کا ٹیسٹ ہے۔'' اس نے صاف انکار کر دیا۔

''ٹھیک ہے۔'' دائم کی آواز میں غصے کی آمیزش تھی۔ ''پھر میں تمہاری امی سے بات کرتا ہوں۔'' وہ شاید دھمکی دے رہا تھا۔ منال سنجیدہ ہو گئی۔

''امی کو انوالو کرنے کی ضرورت نہیں ہے، میں اپنے معاملات خود سلجھاتی ہوں۔''

''اوہ..... ویٹس گڈ۔ ایسا کر کے تم بہت سوں کو ایک اذیت بھری ٹینشن سے بچا لیتی ہو گی۔ لیکن میرا سامنا کرنے سے کیوں جھجک رہی ہو؟ کیا تم میں کوئی اخلاقی جرأت نہیں ہے؟''

''مجھ میں ہر طرح کی جرأت ہے۔ لیکن گھر سے باہر قدم نکالتے ہوئے سوچنا سمجھنا بھی پڑتا ہے، دائم صاحب! کوئی لڑکی یوں منہ اٹھا کر کسی ریسٹورنٹ میں نہیں چلی جاتی اور نہ ہی آپ کی طرح کوئی دوسرے کو آرڈر دیتا ہے۔''

''تم غلط سمجھی ہو منال! میں نے آرڈر نہیں دیا، صرف ملاقات کا پیام دیا ہے، میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔'' اس بار وہ ذرا نرم پڑ گیا۔

''کس سلسلے میں.....؟'' وہ اب بھی مطمئن نہیں تھی۔

''یہ ملاقات ہونے پر تمہیں خود پتہ چل جائے گا۔ ویسے تم اتنی انجان نہیں ہو۔''

''اوکے۔'' منال نے ہار مان لی۔ ''میں آدھے گھنٹے میں ریسٹورنٹ پہنچ رہی ہوں، آپ میرا انتظار کیجیے۔''

''تھینکس۔'' دائم نے کسی اضافی بات کے بغیر رابطہ منقطع کر دیا۔

منال، سیل فون لے کر واپس پلٹی تو ارما کو اپنے سامنے کھڑا پایا۔ وہ اس کی ساری باتیں سن چکی تھی۔ اس کے چہرے کی اُڑی رنگت اور آنکھوں میں خوف کی پرچھائیں دیکھ کر منال مسکرا دی۔

''کیا ہوا، ارما؟''

''کک..... کہاں جا رہی ہو تم؟..... کس نے بلایا ہے تمہیں؟''

''دائم نے۔'' منال کا انداز نارمل تھا۔ ادھر ارما کی سانس رک گئی۔

''دائم نے؟..... کک..... کیوں بلایا ہے؟''

''آئی ڈونٹ نو، یہ وہی جانتا ہے۔'' اس نے کاندھے اچکا کر لاعلمی ظاہر کی۔

''اوہ مائی گاڈ!'' ارما ایک قدم آگے بڑھ آئی۔ ''تم نے پوچھا نہیں، وہ تمہیں کیوں بلا رہا ہے؟''

''نہیں، پوچھنے کا فائدہ نہیں تھا۔ اس نے کون سا مجھے بتا دینا تھا۔ اُلٹا دھونس دے رہا تھا مجھے کہ اگر میں ملنے نہ آئی تو وہ امی سے بات کرے گا۔''

''ہائے اللہ..... امی سے کیوں؟..... کیا چاہتا ہے وہ؟'' ارما کا رنگ فق ہو گیا۔

''تم..... منال! تم وہاں اکیلی مت جانا۔''

''کیا مطلب؟'' وہ چونک کر اس کی صورت تکنے لگی۔ ''کیا فوج لے کر جاؤں اپنے ساتھ؟''

''نہیں، تم اسے ٹال دو۔ عرفان بھائی کو پتہ چل گیا کہ تم دائم سے جا کر ملی ہو تو.....؟''

''عرفان بھائی کو کون بتائے گا، ارما! تم کیا سمجھتی ہو، دائم عرفان بھائی کو اس ملاقات کی خبر دے گا؟ ہرگز نہیں، وہ جو چاہتا ہے میں سمجھ گئی ہوں۔ اسے عمارہ نے بھڑکایا ہے، سو مسٹر دائم میری کلاس لینے کی فکر میں ہیں۔''

''اُف اللہ! کیا تمہیں ڈر نہیں لگ رہا، منال؟ کیا تم اس لڑکے کو فیس کر سکتی ہو؟''

''ساری زندگی فیس کرنا ہے، پھر ابھی کیوں نہیں؟'' وہ مسکرائی تو ارما کو اس کے اطمینان پر رشک آیا۔

''اُف!..... بہت بولڈ ہو تم منال! ایسا حوصلہ اگر میرے پاس ہوتا تو میں..... میں.....'' وہ روہانسی ہو گئی۔

منال سنجیدہ ہو کر اس کے قریب آ گئی۔ ''حوصلہ تم میں بھی بہت ہے ارما! مگر تم خود پر اعتماد نہیں کرتیں۔ کوئی قدم اٹھانے سے پہلے سوچ بچار کرتی ہو۔ لیکن میری ایک بات یاد رکھنا،

سوچیں گہری ہو جائیں تو فیصلے کمزور پڑ جاتے ہیں۔ سو کچھ بھی کرنے سے پہلے پلاننگ ضروری ہوتی ہے۔ جو فیصلہ کرو، اس پر ڈٹ جاؤ اور ہر سوچ ختم کر دو، میری طرح..... دیکھو، میں دائم کو پانا چاہتی ہوں، سو یہ محض سوچ نہیں، میرا ارادہ ہے۔ اور اس کے لئے مجھے ہر وہ قدم اٹھانا ہوگا، جو میرا راستہ سہل کر دے۔ بس یہی بات ہے، جو میں تمہیں بولڈ نظر آتی ہوں۔ ورنہ میں اور تم الگ نہیں ہیں۔''

''منال! کیا تم واقعی دائم سے ملو گی؟'' ارما کی پریشانی اس کے چہرے سے ہویدا تھی۔

منال نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''تو ٹھیک ہے۔'' ارما نے شکستگی سے اسے دیکھا۔ ''میں چلوں گی تمہارے ساتھ۔''

''تم.....'' منال نے چونک کر اسے دیکھا۔ خوف نے اسے زرد کر ڈالا تھا۔ وہ پریشان حال کھڑی تھی۔ منال کو ہنسی آ گئی۔

''واٹ اے جوک، ارما! تمہارا بھی برا حال ہے۔ دائم کو دیکھو گی تو بے ہوش ہو کر پٹ سے وہیں گر جاؤ گی۔ تمہیں کون سنبھالتا پھرے گا؟ اور ویسے بھی تم کیا کرو گی، وہاں جا کر؟ یہ میرا اور دائم کا معاملہ ہے، مل کر سلجھا لیں گے تو زیادہ بہتر رہے گا۔''

''نہیں منال! اگر امی کو خبر ہو گئی تو تمہیں جان سے مار ڈالیں گی۔ اس گھر میں پہلے بھی بہت تماشہ ہو چکا ہے۔ اب میں تمہیں اس بے دردی سے پٹتا نہیں دیکھ سکتی۔ تم پر گھر سے باہر نکلنے کی پابندی ہے، تم منظر سے غائب ہو گئی تو امی کو اپنی پڑ جائے گی۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔ ہم امی کو کہہ دیں گے، ضروری کام سے کسی دوست کے گھر جانا ہے۔ یہ بہانہ میں بناؤں گی تو امی کو شک نہیں ہوگا۔ وہ تمہیں میرے ہمراہ جانے کی اجازت دے دیں گی۔'' ارما کو پریشانی میں بھی اس کے بچاؤ کی فکر تھی۔

منال سوچ میں پڑ گئی۔ بات تو ٹھیک کر رہی تھی وہ۔ کالج کے سوا گھر سے کہیں جانے کی اسے اجازت نہیں تھی۔ ایسے میں دائم سے ملاقات کے لئے اسے بہرحال، ارما کی سپورٹ کی ضرورت تھی۔

''ٹھیک ہے۔'' کچھ توقف کے بعد وہ ہولے سے بولی۔ ''تم تیار ہو جاؤ، ہمیں آدھے گھنٹے کے اندر وہاں پہنچنا ہے۔''

''وہاں کہاں؟'' ارما کا سوال فوری تھا۔

''سمارا ریسٹورنٹ۔''

''وہ کہاں ہے؟ کیا تم نے دیکھا ہے، سمارا ریسٹورنٹ؟''

''ہاں دیکھ رکھا ہے۔ یونیورسٹی روڈ پر ہے، ہم کئی بار اس راستے سے گزر چکے ہیں۔''

''تو ٹھیک ہے، میں تیار ہو کر آتی ہوں۔'' ارما واش روم میں گھس گئی۔

منال نے خود کو آئینے میں دیکھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی وہ غسل کر کے آئی تھی، کپڑے

ٹھیک ٹھاک تھے۔ اس نے ہیئر برش اٹھا کر کھلے بالوں کو سنوارا اور ڈھیلی سی چوٹی گوندھ لی۔ بہت خوب صورت بال تھے منال کے، کمر پر سیاہ آبشار گرتا محسوس ہوتا۔ سیدھے لمبے اور گھنے بالوں کی وجہ سے وہ اکثر چوٹی بنا کر رکھتی تھی اور آج بھی اس نے وہی اسٹائل اپنایا تھا۔ نیچرل کلر کی لائٹ لپ اسٹک لگا کر اس نے پرفیوم کا اسپرے خود پر کیا اور بیگ کاندھے پر ڈال کر تیار ہو گئی۔

ارما نے آتے ہی امی سے اجازت طلب کی۔ منال کے ٹیسٹ کے لئے اضافی نوٹس لینے اور دوست سے کچھ کتابیں مستعار لینے کا بہانہ تیار تھا۔ امی نے سنتے ہی اجازت دے ڈالی۔ بس جلدی لوٹ آنے کی نصیحت کرنا نہ بھولی تھیں۔ سو وہ دونوں ہامی بھر کے گھر سے نکل آئیں۔

رکشہ میں بیٹھ کر جب وہ سمارا ریسٹورنٹ پہنچیں تو دائم کو باہر گیٹ پر ہی موجود پایا۔ وہ انہیں دیکھتے ہی لپکا تھا۔ اس سے پہلے کہ ارما رکشہ والے کو کرایہ ادا کرتی، دائم نے یہ فریضہ انجام دے ڈالا۔ وہ دونوں اس کی اس حرکت پر ساکت کھڑی رہ گئیں۔

''چلو آؤ، ہم اندر چل کر بیٹھیں گے۔'' اس نے منال کے سادہ سے وجود کو گہری نظر سے دیکھتے ہوئے قدم بڑھا دیئے۔ وہ دونوں بھی اس کے پیچھے چلی آئیں۔ دائم نے ان کے آنے سے پہلے ہی ٹیبل بک کروا رکھی تھی، وہ سیدھا انہیں وہیں لے آیا۔

''بیٹھو۔'' اس نے آپ جناب کے کسی تکلف کے بغیر انہیں کرسی پیش کی۔

وہ دونوں اپنی اپنی نشست پر بیٹھ گئیں۔ ارما کا رنگ فق ہو رہا تھا۔ جب کہ منال بے حد نارمل تھی۔ اس کے کسی انداز میں گھبراہٹ یا بے قراری کا احساس نہیں تھا۔ دائم، منال کے مقابل آ بیٹھا۔

''کچھ لو گی تم دونوں؟'' اس کا سوال فارمیلٹی نبھا رہا تھا۔

''نہیں، ہم یہاں دعوت اُڑانے نہیں، ٹیبل ٹاک کے لئے آئے ہیں۔ آپ نے کچھ ایسی ہی خواہش کا اظہار کیا تھا نا؟'' منال کا نپا تُلا جواب دائم کے ضبط سے کہیں زیادہ تھا۔ وہ چیخ کر بولا۔

''وہ دعوت بھی ہو گی تمہاری۔ وہ بھی پوری خاطر تواضع کے ساتھ۔ مگر پہلے کچھ باتیں ہو جائیں تو بہتر ہوگا۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں، اس لڑکی میں کتنی ہمت ہے جو میرے پیٹھ پیچھے نہایت دھڑلے سے مجھ سے محبت جتا رہی ہے۔ ٹیل می منال! کیا واقعی تمہیں مجھ سے محبت ہے؟ اتنی محبت کہ میری ہونے والی شادی کے باوجود تم اس کے نہ ہونے کی اُمید لگائے بیٹھی ہو؟''

''امید کیسی؟'' وہ کھل کر مسکرا دی۔ ''ایسا ضرور ہوگا، دائم جی!''

''واٹ.....؟'' وہ بھونچکا رہ گیا۔ اسے کم سے کم منال سے اس سیدھے اور صاف جواب کی امید نہیں تھی۔ ''واٹ ڈو یو مین؟''

''آئی مین، یہ شادی نہیں ہو گی۔ شادی سے پہلے ہی آپ کی سو کالڈ منگیتر آپ کو چھوڑ کر

چلی جائے گی اور آپ.....دائم جی! آپ کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔'' منال کا اطمینان قابلِ دید تھا۔

دائم کو جیسے آگ لگ گئی، سلگ کر بولا۔ ''آر یو کریزی؟..... پاگل ہو گئی ہو تم؟ کیا تمہیں الہام ہوتے ہیں منال! یا دماغ کا ہر کل پُرزہ کام کرنا بند کر گیا ہے، جو ایسی بے سروپا باتوں پر اُتر آئی ہو۔ کیا تمہیں شادی کا کارڈ نہیں ملا؟''

''مل چکا ہے۔ بٹ یُو ڈونٹ وری۔ یہ شادی پھر بھی نہیں ہو گی۔''

''یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟ اتنا یقین تب ہوتا ہے، جب کوئی پروف ہاتھ میں ہو۔ کیا ثبوت ہے تمہارے پاس؟''

''پروف میرا اعتبار، میرا بھروسہ ہے، میرے دل کا وہ اطمینان ہے جو بار بار مجھے کہتا ہے کہ آپ کو میرے، صرف میرے قریب آنا ہے۔'' وہ کسی ہچکچاہٹ کے بغیر روانی سے بولی تو دائم کو اپنے غصے پر قابو پانا مشکل ہو گیا۔ میز پر جھکتے ہوئے منال کی آنکھوں میں جھانک کر بولا۔

''بہت بے شرم ہو تم.....لڑکی ہو کر ایک مرد سے وہ بات کہہ رہی ہو، جسے کہتے ہوئے کوئی دوسری لڑکی ڈوب مرنے کو ترجیح دے۔ کیا تم اتنا بھی نہیں جانتیں منال! کہ میری شادی جس سے ہونے جا رہی ہے، وہ لڑکی صرف میری منگیتر نہیں، وہ اپنی حیثیت میں میرے لئے بہت خاص ہے۔ محبت کرتا ہوں میں سندس سے۔ دل کی گہرائی سے کی جانے والی محبت۔ پھر تم نے یہ کیسے سوچا کہ تم اس کی جگہ لے لو گی؟ یہ خوش فہمی تمہیں کیوں لاحق ہو گئی کہ میں اپنی محبت، اپنے جذبات بھلا کر سندس کو چھوڑ کر تمہارے قریب آنے پر مجبور ہو جاؤں گا؟''

''یُو نو، سندس مجھ سے عشق کرتی ہے، ایڈیٹ!'' وہ برملا اسے لتاڑنے بیٹھ گیا۔ ''عمارہ کی زبانی جب مجھے تمہاری یہ بے ہودہ بکواس سننے کو ملی تو مجھے یقین نہیں آیا تھا۔ لیکن اب..... اب بھی میں حیرت میں ہوں کہ تم اتنی احمق اور Selfish کیسے ہو سکتی ہو؟ اور تم ارما.....!''

وہ بھنّا کر فوراً سہمی سی ارما کی طرف پلٹ گیا۔ ''کیا تم اپنی بے وقوف بہن کو سمجھاتی نہیں ہو، جو اس کے ساتھ اتنی دُور تک چلی آئیں؟ کیا ایک بار بھی تم نے منال کو اس بات کے لئے نہیں ٹوکا کہ وہ کیوں بچکانہ حرکتیں کر رہی ہے۔ کیوں ایسی بے حیائی کی باتیں کر رہی ہے، جو تمہارے گھر کے ہر فرد کی عزت کو نیلام کرنے میں دیر نہیں لگائیں گی۔''

''پلیز دائم صاحب!'' منال نے ناگواری سے اسے فوراً ٹوکا۔ ''ارما کو بیچ میں مت گھسیٹیے، یہ میرا اور آپ کا معاملہ ہے۔ اگر ہم دونوں مل کر اپنا پرابلم آپ Solve کر لیں تو.....''

''یُو جسٹ شٹ یور ماؤتھ۔'' وہ یک دم دھاڑا۔ منال کی بات ادھوری رہ گئی۔

ریسٹورنٹ میں بیٹھے بہت سے لوگوں نے مڑ کر ان کی جانب دیکھا۔ ارما کا رنگ ڈھلے لٹھے کی طرح سفید تھا۔ لوگوں کے متوجہ ہونے پر دائم کچھ خفیف سا ہو گیا۔ مگر صرف منال تھی، جو

سب سے بے نیاز ہو کر اسے ملامتی نظروں سے گھور رہی تھی۔ وہ اب بھی نہایت پُرسکون اور شانت تھی۔

ارما کو پہلی بار منال کے سکون سے خوف محسوس ہوا۔ پتہ نہیں، وہ اس لمحے اتنی مطمئن کیسے بیٹھی تھی۔ کیا وہ واقعی محبت کے سمندر میں اتنا اندر اُتر گئی تھی کہ کوئی طوفان اس کو خوف زدہ پا کر کمزور نہیں کر سکتا تھا؟ کیا واقعی محبت اس حد تک نڈر کر دیتی ہے؟..... ارما کا دل بے تال دھک دھک کر رہا تھا۔ اس کی نظریں دائم اور منال کے چہروں پر منڈلا رہی تھیں، جہاں کوئی تاثر اپنی جگہ بنا نہیں پا رہا تھا۔ دائم کا چہرہ سرخ اور وجود مضطرب تھا۔ جب کہ منال ایک ٹک اسے گھور رہی تھی۔

''آئی سیڈ، شٹ اپ منال!'' دائم نے بات پھر وہیں سے شروع کی۔ ''یہ خرافات میرا تمہارا معاملہ کیسے ہو گیا اسٹوپڈ؟..... پرائے پھڈے میں ٹانگ اڑانے سے کسی کا تعلق نہیں بن جاتا، صرف اس کی عزت چلی جاتی ہے۔ تمہاری جرأت واقعی حیرت انگیز ہے، تم نے اس لڑکے کو حاصل کرنے کے بارے میں سوچا ہے، جو اپنی زندگی کے کسی پل میں بھی تمہاری طرف دیکھنا نہیں چاہے گا۔ You must get a reward for showing a great courage..... مجھے سمجھ نہیں آتا، تمہاری عقل کہاں گھاس چرنے چلی گئی ہے۔ تم سوچنے سمجھنے کی ہر صلاحیت سے ہاتھ دھو بیٹھی ہو۔ کیا تمہیں اپنی عزت کا رتی بھر احساس نہیں رہا؟ آخر کیوں تم اپنے بارے میں نہیں سوچتیں؟ کیوں بدنام ہونا چاہتی ہو؟..... کیوں کر رہی ہو ایسا؟..... کیا چاہتی ہو تم؟''

اس کی اتنی لمبی سرزنش کے جواب میں منال کے لبوں پر در آنے والی مسکراہٹ دیکھنے کے قابل تھی۔ ارما اور دائم، دونوں ہی مضطرب ہو گئے۔ ان کی بے چینی ان کے چہروں سے ہویدا تھی۔ اتنی ڈانٹ پھٹکار سننے کے بعد بھی منال جانے کیوں مسکرائی تھی۔ اس سے پہلے کہ ارما مداخلت کرتی، وہ اطمینان سے گویا ہوئی۔

''آپ نے وہ خوب صورت شعر سنا ہے، دائم!

ہماری جان پر دہرا عذاب ہے محسنؔ
کہ دیکھنا ہی نہیں، ہم کو سوچنا بھی ہے

سو آپ کی تمام باتوں کا جواب اس ایک شعر کے ذریعے آپ کو یقیناً مل جائے گا۔ میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفقود نہیں ہوئی، بلکہ میں پہلے سے کہیں زیادہ ذمہ دار ہو گئی ہوں، پہلے سے کہیں زیادہ بہتر طور پر سوچ سمجھ سکتی ہوں۔ لیکن ایسا لگتا ہے، عمارہ نے آپ کو میری پوری باتیں نہیں بتائیں۔ آپ ادھوری ہی سن کر چلے آئے ہیں۔ اگر سب کچھ سن کر آئے ہوتے تو خود کو بکھرنے سے روکے رکھتے۔ لیکن آپ کا ٹیمپر لُوز کر جانا، اس بات کا اشارہ ہے کہ آپ کے کان بھرے گئے ہیں اور حقائق سے تھوڑی پردہ پوشی بھی کی گئی ہے۔ دائم جی! میں نے

عمارہ سے جو اہم بات کہی تھی، وہ اسی عقل و فراست کی بات تھی، جس کی کمی آپ کو مجھ میں دکھائی دے رہی ہے۔ میں آپ کو بتاؤں، عمارہ کو میں نے درحقیقت کیا کہا تھا! میں نے کہا تھا، محبت عقل سے زیادہ جذبات پر انحصار کرتی ہے، جب بندے پر جذبات حاوی ہوتے ہیں تو عقل ہار جاتی ہے۔ اپنی عزت، اپنی انا سب ذہن سے نکل جاتی ہے۔ مگر ایک بات طے ہے، دائم صاحب! محبت اپنی حدود میں ایک مکمل زندگی ہے، اس کے دائرے میں جینے کا نشہ بہت پاور فل ہوتا ہے۔ اتنا کہ بندے کو تاحیات اپنے سرور سے آزاد ہونے نہیں دیتا۔ وہ اسے بالآخر منزل تک پہنچا کر ہی دم لیتا ہے۔"

"ہاؤ امیزنگ۔" دائم نے لمحہ بھر رک کر ایک طنزیہ نگاہ اس پر ڈالی۔ "تمہارا سکون، تمہارا یہ مطمئن انداز واقعی حیرت انگیز ہے، منال! کیا تم سمجھتی ہو یہ عقل و جذبات والا فلسفہ بگھار کر تم منزل کو یعنی دائم مصطفیٰ کو حاصل کر لو گی؟ کیا تمہیں اپنی اس Golden Success کا یقین ہے؟"

"یس، آف کورس۔" وہ اس بار کھل کر مسکرائی۔ "آئی ایم ڈیڈ شیور، مسٹر دائم! میری نظر میں کامیابی کی کوئی مقررہ منزل نہیں ہے۔ یہ مجھ جیسی سرپھری بندی کو کبھی بیچ راستے میں بھی مل جاتی ہے کیونکہ میں بہت Adjustable nature رکھتی ہوں اور جانتی ہوں، حالات کو اپنے موافق کر لینے والوں کو ہر راستے پر قدم جما کر چلنا چاہیے۔"

"ہونہہ!" دائم نے حقارت سے سر جھٹک کر اسے گھورا۔ "خوش فہمی کا کوئی علاج نہیں ہوتا، منال بیگم! یہ انسان کو سنہرے جال میں پھنسا کر مار ڈالتی ہے۔ میں تمہیں وارن کر رہا ہوں، تم بہت بڑی غلطی کر رہی ہو۔ اور یاد رکھو، اس غلطی کی تلافی ممکن نہیں ہوگی۔"

"نہیں دائم صاحب!" منال نے سنجیدگی سے اس کی بات رد کی۔ "میں غلطی کرنے سے نہیں ڈرتی۔ اگر میں غلطی کرنے سے ڈرنے لگوں تو پھر کوئی کام نہیں کر سکوں گی۔ دیکھیے، کام کا آغاز کر دینا چاہیے۔ اس طرح غلطیوں کی اصلاح ممکن ہو جاتی ہے۔ کیونکہ دماغ کسی کمپیوٹر کی طرح انسان کو اپنا دفاع کرنا سکھا دیتا ہے۔ وہ انسان کے ذہن میں پہلے ہی سے یہ بات فیڈ کر دیتا ہے کہ وہ کہاں مات کھانے والا ہے۔ سو جب غلطی کی نشاندہی ہو جائے تو اصلاح اور تلافی کی گنجائش اپنے آپ نکل آتی ہے۔ میری نظر میں محبت Zig Zag نہیں بلکہ ایک سیدھا راستہ ہے۔ اور سیدھا راستہ کبھی خوش فہمی میں مبتلا ہونے نہیں دیتا۔"

"واؤ..... کیا بات ہے تمہاری۔ گویا تم برملا اقرار کر رہی ہو کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے؟" وہ تمسخرانہ ہنسی ہنس دیا۔

منال نے پروا نہیں کی، اثبات میں سر ہلا کر بولی۔ "بے شک ہے، میں اعترافِ محبت کرتی ہوں۔ لیکن پرامس، میں آپ کے اور سندس کے راستے میں کبھی نہیں آؤں گی۔ اس لئے کہ میں جانتی ہوں، آپ کی زندگی میں سندس کی حیثیت محض چند روزہ ہے۔ اس کے آپ کی

جانب سے Withdraw ہوتے ہی وہ حیثیت مجھے ایک مستحکم پوزیشن بن کر ملے گی، جس سے آپ بھی انکار نہ کر پائیں گے۔ اینڈ ٹو بی ویری اونسیٹ دائم جی! یہ میرے دل کا یقین ہی نہیں، اطمینان بھی ہے۔ آپ کو ایک دن میرے قریب آنا ہی ہوگا۔" وہ ایک پُراعتماد مسکراہٹ لبوں پر سجائے دعویٰ کر رہی تھی۔

دائم لمحہ بھر کو بوکھلا سا گیا۔ منال کی مسکراہٹ نے جیسے اس کے حواس منتشر کر دیئے تھے۔ خود کو سنبھالتے ہوئے ایک ہچکچاہٹ سے بولا۔

"میں نے تمہارے بارے میں بہت غلط اندازہ لگایا ہے منال! تمہارا لڑکی ہو کر دعویٰ کرنا بے حد معنی رکھتا ہے۔ میں حیران ہوں، تمہیں یہ جرأت، یہ حوصلہ کہاں سے مل گیا؟ بہرحال میں جاننا چاہتا ہوں، تم محبت کو کیا سمجھتی ہو۔ دیکھو، یہ گڑیا کا کھیل نہیں ہے۔ یہ بہت جوکھم کا کام ہے۔ کانٹوں بھرے راستے سے گزرنے اور اپنے دل کو درد سے بھرنے کا نام ہے۔ تمہاری جذباتیت کو کم سے کم میں محبت نہیں سمجھتا۔ یہ جذبہ تم جیسی لاابالی فطرت رکھنے والی کی سمجھ سے بہت اوپر کی چیز ہے۔ تم اس کی اہمیت اور وقعت کو نظرانداز کر رہی ہو۔"

"جی نہیں۔ آپ ایسی باتیں کر کے مجھے Dis courage نہیں کر سکتے۔ میں اس جذبے کی اہمیت اور وقعت سے زیادہ اپنے جذبات کی قدر کرتی ہوں۔ اگر میرے جذبات زندہ ہیں تو محبت کی اہمیت اور افادیت بھی معنی رکھے گی۔ لیکن آپ کی ساری باتوں میں صرف ایک سوال قابلِ ذکر ہے دائم جی! اور وہ یہ کہ میں محبت کو کیا سمجھتی ہوں؟"

چند لمحات کے لئے سکوت چھا گیا۔ اس نے پھر بولنا شروع کیا۔

"دیکھیے!" منال نے اس بار براہِ راست دائم کی آنکھوں میں جھانکا۔ "محبت سمجھ سے بالاتر ہوتی ہے۔ پلے پڑ جائے تو محبت نہیں رہتی۔ یہ آفاقی جذبہ اسی لئے سر چڑھ کر بولتا ہے کہ بے اختیاری کو سمیٹے ہوئے ہوتا ہے اور وہ بے اختیاری محبت سے اس کا ہر اختیار چھین لیتی ہے۔ میں آپ کو بتاؤں، دائم صاحب! کہ جذبۂ عشق لامحدود ہے۔ لگن سچی ہو تو راستے نکل آتے ہیں یا پھر نکال لئے جاتے ہیں۔ سو میری نظر میں مستقل مزاجی کا دوسرا نام محبت ہے۔ خود کو اپنے جذبوں سے باندھے رکھنا اور وفاداری کو پیش نظر رکھنا ہی محبت ہے۔ مگر کیا کروں؟ آپ کو میری باتوں میں لاابالی فطرت والی جذباتیت دکھائی دے رہی ہے اور اس کا میرے پاس کوئی علاج نہیں۔ کیونکہ میرے نزدیک عورت کی ساری زندگی مرد کے سامنے اپنے آپ کو منوانے میں گزر جاتی ہے۔ شاید اس وقت میں بھی یہ کام کر رہی ہوں۔ آپ دانستہ انکار کریں گے اور میں آپ کو قائل کرنے کی کوشش میں ہلکان ہوتی جاؤں گی۔"

"اوہ مائی گاڈ!" دائم کا دل جیسے پل بھر کو رک کر بہت زور سے دھڑکا۔ سامنے بیٹھی وہ نازک سی لڑکی اپنے جذبے اور اپنی باتوں میں واقعی آسان نہیں تھی۔ عمارہ نے ٹھیک کہا تھا، اسے منال اور اس کی محبت کو اتنا ایزی نہیں لینا چاہیے تھا۔ وہ خاصی بولڈ لڑکی تھی۔ کسی جھجک یا

حیا کے بغیر ہر بات کہہ دینے کو معیوب نہیں جانتی تھی۔ اور اس کی اس ادا کو سہہ لینا کسی غیر شخص کے لئے آسان نہیں تھا۔ اس نے اپنی بے بسی اور گھبراہٹ کو ایک طویل سانس کے ساتھ خارج کرنے کی کوشش کی اور بے حد سنجیدگی سے بولا۔

''میں نے واقعی تمہارے بارے میں غلط اندازہ لگایا ہے منال! تم وہ نہیں ہو، جیسی دکھائی دیتی ہو۔ تمہاری ظاہری شخصیت کسی کو بھی آسانی سے دھوکا دے سکتی ہے۔''

''ٹھیک کہا آپ نے۔'' اس بار ارما نے پہلی بار زبان کھولی۔ اس کی گرم نگاہ سامنے بیٹھے دائم کو احاطے میں لئے ہوئے تھی۔ ''ہم اکثر دنیا کے بارے میں غلط اندازہ لگاتے ہیں، پھر کہتے ہیں دنیا نے ہمیں دھوکا دیا۔ مگر دائم صاحب! بہت ممکن ہے، آنے والے کل میں آپ یہ لفظ سندس کے لئے دہرائیں۔ کیونکہ کل کا کوئی اعتبار نہیں۔ وہ کوئی بھی حیرت انگیز تبدیلی لا سکتا ہے۔''

''کیا مطلب؟'' دائم نے چونک کر ارما کو دیکھا۔ ''تم کیا سمجھتی ہو، سندس بے وفا ہے یا وہ مجھ سے سنجیدہ نہیں ہے؟ آخر تم دونوں بہنیں اس بے چاری کے پیچھے ہاتھ دھو کر کیوں پڑ گئی ہو؟''

''نہیں دائم صاحب! ہم اس کے پیچھے نہیں پڑے، اس کے پیچھے آپ ہیں۔ بقول عمارہ کی آپی افراح کے، آپ کی منگیتر سونے کا چمچہ لے کر پیدا ہوئی ہے۔ اور اتنے ناز و نعم سے پالے لوگ اتنے خودغرض اور مفاد پرست ہوتے ہیں کہ اپنے سوا کسی دوسرے کو گردانتے تک نہیں۔ منال کی ساری باتوں کا مقصد آپ کو یہی کچھ سمجھانا ہے، مگر اس کی غلطی یہ ہے کہ وہ آپ سے محبت کرتی ہے اور اس سے بھی بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ اپنے جذبات کا اظہار برملا آپ کے سامنے کر رہی ہے۔ شاید ایک لڑکی ہونے کے ناتے اسے ایسا نہیں کہنا چاہئے۔ مگر وہ پہلے ہی تسلیم کر چکی ہے کہ جذبات کے آگے عقل ہار جاتی ہے۔ میری بہن بھی آپ کے سامنے ہار گئی ہے، دائم صاحب! اب آپ کو بھی منال کے لئے اپنے ظرف کو بڑا کرنا ہوگا، اس کی ہار کو تسلیم کرنا ہوگا۔''

''نہیں ارما! جو ہارتا ہے، اس کا اطمینان ایسا نہیں ہوتا۔'' دائم کی آواز میں لڑکھڑاہٹ سی اُتر آئی۔ وہ پریشان ہو گیا تھا۔ اس بار وہ سچ مچ ان کی باتوں کے پریشر میں آ گیا تھا، اسی لئے ایک نئی بات نکال لایا۔

''دیکھو ارما! تم ذرا منال کی طرف دیکھو، کس قدر پُرسکون انداز میں بیٹھی ہے یہ لڑکی۔ محبت میں مبتلا ہونے والے نہایت مضطرب ہوتے ہیں، انہیں بے قراری کی آگ جلائے رکھتی ہے۔ مگر منال.....!'' اس نے انگلی اٹھا کر اسے پوائنٹ آؤٹ کیا۔ ''منال کے مزاج میں اتنا ٹھہراؤ کیوں ہے، وہ خود کو اتنا مطمئن کیسے رکھ سکتی ہے، کسی کی لعن طعن بندے کو اتنا اُکسا دیتی ہے کہ وہ بے قابو ہو جاتا ہے۔ مگر منال کو خود پر مکمل اختیار ہے۔ آخر کیوں ارما؟ کیا اس لئے

کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے یا محبت ہو جانے کا ناٹک کر کے اپنے گھر کی عزت نیلام کر رہی ہے؟''

''اس بات کا جواب آپ مجھ سے لیجئے، دائم جی! ارما شاید آپ کو مطمئن نہ کر سکے۔'' منال نے اسی قاتل مسکراہٹ سے اسے مخاطب کیا۔

دائم چونک کر اس کی صورت تکنے لگا۔ اس کے چہرے سے جیسے ایک سایہ سا گزرا تھا۔ وہ واضح طور پر بہت بے چین تھا۔ وہ ایک لڑکی کی دیوانگی سے خوف زدہ ہو گیا تھا۔ منال کی باتیں اس کے فہم و ادراک سے بالاتر تھیں۔ وہ گم صم ہو کر اپنے خیالوں سے اُلجھ رہا تھا۔

منال اس کی اضطرابی کیفیت کو بھانپ کر ہولے سے کھنکھاری اور نرمی سے بولی۔ ''آپ کو جواب چاہئے نا؟''

''ہاں!'' دائم نے بہ مشکل سر ہلا کر اقرار کیا۔ اس کی زبان جیسے گویائی بھول گئی تھی۔

''اوکے، جواب میں آپ کو ایک شعر مزید سننا پڑے گا، جو میری کیفیت کے بہت حسبِ حال ہے۔ مگر آپ اسے سن کر کیسا ری ایکٹ کریں گے، میں نہیں جانتی۔ بہرحال کسی کے سکون کو دیکھ کر اس کے ٹمپرامنٹ کا اندازہ لگانے کی کوشش کیجئے گا۔ آپ غلط ہو جائیں گے کیونکہ.....

درد ایسا ہے کہ ہر رگ میں ہے محشر برپا
اور سکون ایسا کہ مر جانے کو جی چاہتا ہے

سو دائم صاحب! محبت میں کون جیتا ہے؟ سب مرتے ہی ہیں۔ اور میں..... میں بھی مرتی ہوں، آپ پر..... صرف آپ پر۔''

منال کے الفاظ تھے یا دہکتے انگارے! دائم پر جیسے بھڑکتی آگ کے شعلے گرے تھے۔ وہ تلملا کر اُٹھا، مگر کچھ کہنے سے قاصر تھا۔ اس کی بے یقین نگاہیں، منال پر مرکوز تھیں۔ زبان تالو سے جا لگی تھی۔ رواں رواں بھیگ رہا تھا۔ اس لڑکی کی دیدہ دلیری اور جرأت واقعی قابلِ داد تھی۔ ایسی انوکھی مثال محبت کی تاریخ میں ڈھونڈنے سے بھی نہ ملتی۔ وہ بالکل گنگ بیٹھا تھا۔ اتنی ہمت نہیں تھی اس میں کہ وہ منال کے دھان پان سے وجود پر سے نظریں ہٹا پاتا۔ وہ پتھرایا ہوا سا بیٹھا تھا، کسی سنگی مجسمے کی طرح ساکت و جامد۔ یوں جیسے منال نے سحر پڑھ کر پھونک دیا ہو۔

اسے تصویر بنا کر ارما نے اپنی کرسی چھوڑ دی۔

''چلو منال! گھر چلیں۔''

''ہاں، اب چلو۔'' وہ بھی فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی۔ ''آج کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ کچھ اور کہہ دیا میں نے تو دائم جی ابھی اور اسی وقت سندس کو چھوڑ کر مجھ پر مر مٹیں گے۔ مگر ارما! میں نے وعدہ کر رکھا ہے تم سے، میں کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کروں گی۔ سندس جب دائم کی

زندگی سے نکل جائے گی تو انہیں میرے پاس ہی آنا ہے۔ اور مجھے اس خوب صورت لمحے کا انتظار رہے گا۔ ٹھیک ہے، اب چلو یہاں سے۔"

وہ دونوں دائم کو وہیں چھوڑ کر سارا ریسٹورنٹ سے باہر نکل آئیں۔ مرکزی دروازے پر رک کر منال نے دانستہ پلٹ کر دائم کو ایک نظر دیکھا۔ وہ اب تک وہیں بیٹھا تھا۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں تھا اور نگاہ بدستور منال کے وجود پر لگی تھی۔

❋❋❋

موڑ لینے والی ہے زندگی کوئی شاید
اب کے پھر ہواؤں میں ایک بے قراری ہے

وہ گھر پہنچیں تو امی کو کسی جلے پیر کی بلی کی طرح باہر لان میں اضطراری حالت میں گھومتے پایا۔ ارما اور منال کو بیرونی گیٹ سے اندر آتے دیکھ کر وہ تیر کی طرح لپکی چلی آئیں۔ امی کی سانس بے توازن اور رنگت اُڑی ہوئی تھی۔ یوں لگتا تھا، جیسے وہ کسی خوف کے حصار میں ہوں۔

"ارے کہاں رہ گئی تھیں تم دونوں؟" انہوں نے چھوٹتے ہی اپنی کوفت کا اظہار کیا۔

"بس تھوڑی سی دیر ہو گئی، لیکن آپ کو کیا ہوا امی! خیریت تو ہے نا؟" ارما نے پریشانی سے انہیں تھام لیا۔ امی کی ظاہری حالت دیکھ کر وہ دونوں اچھی خاصی بے قرار ہو گئی تھیں۔ امی کے اوسان خطا تھے، وہ بے تحاشا گھبرائی ہوئی تھیں۔

"ارے، خیریت کہاں ہے۔ میں کب سے فون کر رہی ہوں عرفان کو، مجال ہے ایک بار بھی ٹھیک سے نمبر لگا ہو، خدا جانے فون خراب ہے یا مجھے ہی اپنی پریشانی میں کچھ سجھائی نہیں دے رہا۔"

"لیکن ہوا کیا ہے امی! آخر کیا پریشانی ہے آپ کو؟" منال کا دل بھی دھڑ دھڑ کرنے لگا تھا۔

"ارے وہ دائم ہے نا، وہی عرفان کا دوست۔ اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔" امی نے ایک ہی سانس میں اطلاع ڈالی۔

"کیا.....؟" وہ دونوں دل تھام کر رہ گئیں۔ یوں لگا، جیسے لمحہ بھر میں پوری دنیا گھوم گئی ہو۔ منال کے اندر کچھ ٹوٹ کے بکھرا تھا۔ اسے لگا وہ اپنے قدموں پر کھڑی نہ رہ سکے گی۔ وہ لان کی ماربل بینچ پر دھپ سے بیٹھ گئی۔ پورا وجود بے جان ہو رہا تھا اور دل جیسے سناٹوں کی زد پر تھا۔

ادھر ارما بھی ایک ثانیے میں پیلی پڑ گئی تھی۔ وہ یوں سہمی کھڑی تھی، جیسے خود دائم کے ایکسیڈنٹ کی ذمہ دار ہو۔

اور یہ کچھ غلط بھی نہیں تھا۔ ان دونوں بہنوں نے مل کر دائم کو اتنا زیادہ انڈر پریشر کر ڈالا

تھا کہ وہ ریسٹورنٹ سے واپسی پر گاڑی کو کسی دوسری گاڑی سے ٹکرا دینے کے نتیجے میں شدید زخمی ہو گیا تھا اور اب بقول امی کے وہ ہاسپٹل میں تھا، جہاں سے کسی نرس نے ان کے یہاں فون پر اطلاع دی تھی۔ دائم کی جیب سے دیگر چیزوں کے ساتھ ایک پُرزہ بھی ملا تھا، جس میں عرفان بھائی کا موبائل اور گھر کا فون نمبر تحریر تھا۔ غالباً دائم نے بھی عرفان بھائی سے یہ دونوں نمبر ایک دوسرے سے رابطے میں رہنے کے لئے لئے تھے۔ سو اسی نمبر پر فون کیا گیا تھا۔ دائم کی بے ہوشی اور سیریس کنڈیشن دیکھ کر ہاسپٹل کی انتظامیہ نے اس کے عزیزوں کا اتا پتہ معلوم کرنے کی غرض سے اس کی پاکٹ کو کھنگالا تھا۔ وہ تنہا تھا اور خون بہہ جانے کے باعث ہر گزرتے پل کے ساتھ اس کی حالت کریٹکل ہوتی جا رہی تھی۔ خون کا ارینج منٹ کرنے کے لئے کسی عزیز کا ہونا بہت ضروری تھا، سو اس کی پاکٹ سے کاغذ برآمد ہوتے ہی عرفان بھائی کو فون کیا گیا مگر جواباً کوئی رسپانس نہ پا کر گھر کے نمبر پر ٹرائی کیا گیا اور خبر امی کو پہنچا دی گئی، جسے سن کر ان کے ہوش اُڑ گئے۔

امی، ارما اور منال کی غیر موجودگی میں مسلسل عرفان بھائی سے رابطہ کرنے کی کوشش کرتی رہیں مگر اپنی ہی گھبراہٹ میں پڑ کر ان سے کوئی بھی کام ہو کے نہ دیا، وہ ویسے بھی ٹینشن میں گھر کر یونہی ہاتھ پاؤں پھُلا بیٹھتی تھیں۔

''اللہ کے واسطے کچھ کرو، ارما! عرفان کو فون کرو۔ دائم بے چارہ ہسپتال میں لاوارثوں کی طرح پڑا ہے، صرف دو ہفتے بعد ہی تو اس کی شادی ہے۔ اللہ نے یہ کیسی آزمائش میں ڈال دیا اس بچے کو۔''

امی کے ہمدردی بھرے جملے، منال اور ارما کے حواس اُڑائے جا رہے تھے۔ وہ اپنے آپ میں مجرم بنی بیٹھی تھیں۔ ایک احساسِ جرم ندامت کی انتہا کے ساتھ ان کے دل کو اندر ہی اندر ڈبوئے جا رہا تھا۔ ضمیر کی ملامت الگ جاری تھی۔ وہ اس دہرے عذاب میں پڑ کر جیسے نڈھال ہوئے جا رہی تھی۔

''آئے ہائے۔ یہ تم دونوں منہ میں گھنگھنیاں بھر کے کیوں بیٹھی ہو؟ ایسے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کے بیٹھنے سے تمہیں کیا مل جائے گا؟ فوراً اٹھو اور جا کر فون کرو، عرفان کو۔ وہ دائم کے گھر والوں کو خبر کرے، اب تک انہیں ہسپتال میں پہنچ جانا چاہئے تھا۔'' امی نے ارما کا کاندھا ہلا کر جیسے اسے جگانے کی کوشش کی تو وہ ہڑبڑا کر بے اختیار اندر کی طرف بھاگی۔ امی بھی برق رفتاری سے اس کے پیچھے چل پڑیں لیکن منال، وہ اب تک دم بخود بیٹھی تھی۔ اس میں حوصلہ تھا نہ اتنی سکت کہ اُٹھ کر ان کے پیچھے جاتی۔

حلق میں سوکھ کر کانٹے پڑ رہے تھے اور دل..... دل شاید دھڑکنا بھول کر اذیتوں کے حصار میں تھا۔ منال کے ذہن میں اپنے ہی لفظوں کی بازگشت گونج رہی تھی۔ آنکھوں میں دائم کا وہ چہرہ آن ٹھہرا تھا، جو ریسٹورنٹ کے دروازے پر پلٹ کر اس نے آخری نظر میں دیکھا تھا۔

کس قدر اپ سیٹ تھا وہ..... حیرتوں میں گھر کر بُت بنا بیٹھا تھا۔ ایک لڑکی کی جرأت اور بے باکی نے اسے گنگ ہی نہیں، خوف زدہ بھی کر دیا تھا۔ بے سکونی کے حصار میں گھرا بے بس سا دائم، ان کے ریسٹورنٹ سے نکلنے تک وہیں موجود تھا۔ اس کی خاموش نظر، منال سے ہٹتی ہی نہ تھی۔

ہائے، کیا کیا نہ کہا تھا اس نے دائم مصطفیٰ کو؟ ایسا برمحل اظہار کیا تھا اور اتنے یقین سے کیا تھا کہ وہ بے چارہ اپنا سکون کھو بیٹھا تھا۔ ایک لڑکی کی دیوانگی نے آج اسے کتنی اذیتوں سے دوچار کر دیا تھا۔ آج اسے پہلی بار پتہ چلا تھا کہ کسی کے لئے محبت اپنی شدت پسندی کے باوجود خوشبو، جستجو اور دیوانگی ہوتی ہے اور وہی دیوانگی اس کے دل میں ایک ہلچل سی مچا گئی تھی۔ اعصاب بوجھل اور رگیں تن گئی تھیں۔ منال کی انتہا پسندی نے اسے ان حالات کا شکار بنا دیا تھا، جس میں پڑ کر اس کی شادی بھی ملتوی ہو سکتی تھی۔ کس قدر کالی زبان تھی، منال کی۔ وہ دائم کی صبر و برداشت کی حدود کو توڑ آئی تھی۔ اسے بڑے ناز سے اپنے دل کی بات کہہ آئی تھی۔ بہت بڑا دعویٰ رکھتی تھی وہ اپنی محبت کا..... وہ سادگی اور سکون سے اسے چیلنج دے آئی تھی کہ اسے بالآخر منال کے پاس آنا ہے۔ سنسنی ان بے یقین لمحات میں نہ جانے کون سے پس منظر میں جا چھپی تھی۔ دائم کو اس بات کا بھی احساس نہیں رہا تھا۔ وہ سب کچھ بھول کر صرف منال کی کہی کو سن رہا تھا، اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا، اس کی آواز میں کھو رہا تھا۔ وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر وہ لفظ جانچ رہا تھا، جو منال کے لبوں سے نکل کر ایک پُرتاثیر شراب کی صورت اسے اپنے نشے میں غرق کرتے جا رہے تھے۔ وہ نہ چاہ کر بھی اس نشے میں ڈوب رہا تھا، اُبھر رہا تھا، پھر ڈوب رہا تھا۔

کہتے ہیں کسی کو اپنی گفتگو سے متاثر کرنے کے لئے اس لہجے کی ضرورت ہوتی ہے، جو دلی جذبات کا اثر اپنے اندر سمیٹ لائے۔ کیونکہ صرف بات نہیں، لہجہ خاص ہوتا ہے۔ شاید منال کا لہجہ بھی اس کے اندر بھڑکتی آگ اور چاہت کے تند جذبات کی ہیجان خیزی کو سمیٹ لایا تھا۔ اسی ہیجان خیزی نے اس کے لہجے کو اتنا خالص اور پُرتاثیر بنا دیا تھا کہ دائم جیسا سمجھ دار اور میچور بندہ بھی گنگ سا ہو کر منال کی صورت دیکھنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ شاید یہی وہ مشکل تھی، جو دائم کی ہمت اور صبر و ضبط کا امتحان لے رہی تھی اور اب حادثے کا باعث بن گئی تھی۔

لاؤنج میں آتے ہی ارما نے عرفان بھائی کو فون پر دائم کے ایکسیڈنٹ کی خبر پہنچا دی تھی اور ساتھ ہی انہیں جلد سے جلد ہسپتال جانے کی تلقین بھی کی تھی۔ اس نے انہیں دائم کی فیملی کو انفارم کرنے کو بھی کہا تھا۔ نہ جانے دائم کس حال میں تھا، عرفان بھائی تنہا کیا کیا دیکھتے۔ اس کی فیملی، دائم کی دیکھ بھال کے لئے آ جاتی تو وہ باقی کا کام سہولت سے انجام دے سکتے تھے۔

فون پر اطلاع دینے کے بعد ارما کو سب سے زیادہ فکر منال کی تھی۔ آج پہلی بار اس نے اپنی بہن کی جذباتیت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ وہ کتنا چاہتی تھی، دائم کو۔ کیا یکطرفہ چاہت

بھی اتنی شدید ہوتی ہے؟ اسے یقین نہیں آیا تھا۔ اسے حیرت اس امر پر تھی کہ منال کتنے اعتماد سے دائم سے بات چیت کر رہی تھی۔ کتنا بھروسہ تھا اسے خود پر اور اپنے جذبۂ محبت پر۔ اپنی انہونی باتوں سے منال نے کتنا لاجواب کر دیا تھا دائم کو کہ وہ بے چارہ اپنے سارے کس بل بھول بیٹھا تھا۔ اس نے منال کی خبر لینے کے لئے اسے سارا ریسٹورنٹ بلایا تھا، مگر اب اس اچانک حادثے کے بعد خود ایک خبر بن گیا تھا۔

اس حادثے کی ذمہ دار منال تھی اور یہی سوچ ایک احساسِ جرم بن کر ارما کو کسی سانپ کی طرح ڈس رہی تھی۔ وہ خود اس اچانک خبر پر شاکڈ تھی تو منال کا کیا حال ہوتا۔ وہ کس طور ملامت کے اس تازیانے کو سہہ رہی تھی؟

عرفان کو اطلاع دے کر امی نڈھال ہو کر وہیں لاؤنج کے منقش تخت پر دراز ہو گئی تھیں۔ ان کی ٹینشن ابھی تک کم نہیں ہوئی تھی۔ ارما جانتی تھی، جب تک عرفان بھائی گھر آ کر دائم کے خیریت سے ہونے کی خبر امی کو نہ دے دیتے، تب تک ان کا خود کو سنبھالنا مشکل تھا۔ وہ دل کی بہت نرم عورت تھیں، کسی کو تکلیف میں دیکھنا اور حادثاتی خبروں کو سن کر سہہ جانا ان کی فطرت میں نہیں تھا، وہ بہت ڈسٹرب ہو جایا کرتی تھیں۔

امی کو وہیں لاؤنج میں چھوڑ کر ارما دوبارہ لان میں چلی آئی۔ منال اب تک اس گم صم حالت میں بینچ پر کسی بے جان مورتی کی طرح بیٹھی تھی۔ اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا، ہاتھ گود میں دھرے وہ سنگی بینچ کی پشت سے سر ٹیکے ہوئے تھی۔ اس کی بند آنکھوں سے ایک لکیر کی صورت آنسو بہہ رہے تھے، پھر بھی وہ ساکت بیٹھی تھی۔ ارما کا دل درد سے بھر گیا، اسے منال پر بے انتہا ترس آیا تھا۔

''منال!'' ارما نے اس کے رخسار چھو کر ہولے سے پکارا تو وہ چونک کر سیدھی ہو گئی۔ ارما کو سامنے دیکھ کر اسے خود کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوٹا اور وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی۔

''یہ..... یہ میں نے کیا کر دیا، ارما!..... میں نے دائم کو اتنا ٹینس کر دیا کہ وہ سیلف کنٹرول کھو کر حادثے کا شکار ہو گیا۔ اس نے گاڑی سڑک سے گزرتی دوسری گاڑی سے ٹکرا دی۔ یہ..... یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے ارما!..... صرف میری وجہ سے۔''

''نہیں منال! خود کو الزام مت دو۔ یہ سب اوپر والے کا کھیل ہے۔ تم قصوروار ضرور ہو، مگر پوری طرح نہیں۔ دائم نے خود بھی بہت جذباتیت سے کام لیا ہے، وہ کچھ زیادہ ہی سنجیدہ ہو گیا۔ بہرحال، تم خاطر جمع رکھو، اسے کچھ نہیں ہو گا۔ میرا یقین کرو منال! دائم کو کچھ نہیں ہو گا۔'' ارما نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔ منال کی سسکیاں نکل گئیں۔ وہ بے حد جذباتی ہو رہی تھی، اس کی ابتر حالت اس کی اندرونی کیفیت کی غماز تھی۔

''نہیں ارما! اسے کچھ ہو گیا تو میں خود کو کبھی معاف نہیں کر سکوں گی۔ میں نے ایسا ہرگز

نہیں چاہا تھا۔ میں مانتی ہوں، میں نے اس کی شادی نہ ہونے کی بابت اُلٹی سیدھی بکواس کی تھی، مگر خدا کی قسم! میرا وہ مطلب بالکل نہیں تھا۔ دائم یوں کسی حادثے کا شکار ہو جائے، میں ایسا کیوں چاہوں گی؟ مجھے اس کو بددعا دینے کا کوئی حق نہیں تھا، ارما! میرا اعتبار کرو، میں نے دائم کو بددعا نہیں دی۔ پھر..... پھر یہ سب کیسے ہو گیا؟ شاید میرے بڑے بول میرے آگے آ گئے۔ میرا زعم، میرا غرور مجھے لے ڈوبا۔ میں نے بہت غلط کیا ہے ارما! اتنا غلط کہ اللہ نے اس معصوم بندے کو اذیت سے دوچار کر دیا، جس کی تکلیف میرے دل کا خون کر رہی ہے۔ میں اسے کسی مشکل میں نہیں دیکھ سکتی۔ میں اسے زخموں سے چُور نہیں دیکھ سکتی، میں کیا کروں ارما! بتاؤ، میں کیا کروں؟''

''یُو جسٹ کنٹرول یور سیلف، منال! پلیز ایسی باتیں مت کرو۔ میں نے کہا ہے نا، دائم کو کچھ نہیں ہو گا۔'' ارما نے اس کے بہتے اشکوں کو پونچھنے کی ناکام کوشش کی۔ مگر منال نے تیزی سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا اور گلوگیر لہجے میں بولی۔

''میں کتنی خراب لڑکی ہوں ارما! میں نے اسے تکلیف دی، جس سے مجھے محبت کا دعویٰ ہے۔ ہائے، میں نے اپنے الفاظ سے اسے اس قدر زچ کر دیا کہ اب زندگی بھر ایک خلش اور چبھن اس کے دل کو کچوکے لگاتی رہے گی۔ میں نے اذیت اور مصیبت اس کے ساتھ کر دی ہے ارما! لیکن..... لیکن خدا کی قسم! ایسا میں نے نہیں چاہا، ایسا خود بخود ہو گیا ہے۔ میں اس کا برا نہیں چاہتی، کیونکہ وہ حیرت بھری اذیت جو میں نے اسے اپنی باتوں سے دی ہے، وہی اذیت مجھے بھی جلائے دے رہی ہے۔ مین..... میں کیا کروں ارما! مجھ سے یہ عذاب سہا نہیں جائے گا۔ میں نے دائم کی شادی روکنے کے لئے ایسا ہرگز نہیں چاہا تھا، پھر ایسا کیوں ہو گیا ارما؟ بولو، خدا کے لئے بولو ارما! مجھے بتاؤ، ایسا کیوں ہو گیا؟''

وہ دھواں دھار رو رہی تھی۔ ارما کی آنکھیں پگھلنے لگیں۔ ٹپ..... ٹپ..... ٹپ..... ایک ساتھ کئی آنسو پلکوں سے ٹوٹ کر گرے۔ بھلا کیا کہتی وہ منال کو، اس کے سوال کے جواب میں کچھ کہنے کو بچا ہی کیا تھا۔ ندامت، شرمساری اور احساسِ جرم دونوں کو ہی اپنی نظروں میں بے وقعت کر گئے تھے۔ اس وقت وہ پریشانی سے زیادہ پشیمانی کا شکار تھیں۔ انہوں نے دائم کو بہت تکلیف میں مبتلا کر دیا تھا اور تکلیف، حادثے کا موجب بن گئی تھی۔

نہ جانے کتنی دیر ہو چکی تھی۔ منال کی آنکھیں مسلسل گریہ و زاری کے سبب سوج کر بند ہونے پر آ گئی تھیں۔ ناک سرخ اور چہرہ فق تھا۔ وہ اب نم آنکھوں کے ساتھ پانی کے گھونٹ بھر رہی تھی، جو اسے ارما نے لا کر دیا تھا۔ انہی نامہربان ساعتوں میں اچانک ڈور بیل کی آواز انہیں بری طرح چونکا گئی۔ دونوں نے ہڑبڑا کر گیٹ کی طرف دیکھا۔ باہر کوئی آدمی کھڑا دکھائی دے رہا تھا۔ عرفان کی آمد کا سوچ کر ارما نے لپکتے قدموں سے جا کر گیٹ کھول دیا، مگر اگلی ہی ساعت وہ گھبرا کر پیچھے ہوئی تھی۔ حمزہ اور اس کی والدہ مسکراتے چہروں کے ساتھ اندر چلے

آئے۔ ان کی اس بے وقت آمد نے ارما کے اوسان خطا کر دیئے۔ جو کنڈیشن اس وقت منال کی تھی، وہ بے حد مشکوک تھی۔ اسے اتنی ابتر حالت میں دیکھ کر کئی سوال حمزہ اور اس کی امی کے ذہن میں اُٹھ سکتے تھے۔ وہ انہیں کیسے مطمئن کرتی؟ ارما اندر ہی اندر سہم کر رہ گئی۔

''کیسی ہو ارما؟'' اس کی خاموشی کو بھانپ کر حمزہ کی امی نے خیریت پوچھی اور ساتھ ہی بانہیں پھیلا کر اپنے ساتھ لگا لیا۔

''میں ٹھیک ہوں، آنٹی!'' وہ فوراً پرے ہوگئی۔ حمزہ کی ٹٹولتی نظر اب اس کے زرد چہرے پر منڈلا رہی تھی۔

''مجھے آپ بالکل ٹھیک نہیں لگ رہیں۔ خیریت تو ہے نا گھر میں؟'' اس کا لہجہ فکرمندی کو کھینچ لایا تھا۔

''جی بالکل خیریت ہے۔ آپ آیئے نا، امی اندر لاؤنج میں ہیں۔'' وہ تیزی سے پلٹ گئی۔ اس کی کوشش کی تھی کہ وہ انہیں منال کی لان میں موجودگی سے باخبر نہ ہونے دے۔ اندھیرا پھیل رہا تھا اور اب تک کسی نے باہر کی لائٹیں بھی آن نہیں کی تھیں۔ مگر ویسا ہوتا کب ہے، جیسا سوچا جائے۔

حمزہ کی نظر ارما کا جائزہ لے کر پلٹی تو سیدھی لان میں بیٹھی منال پر جا ٹھہری، جو انہیں دیکھ کر دانستہ رخ موڑ چکی تھی۔ ایسے وقت میں ان دونوں کی آمد منال کو زہر سے زیادہ بری لگ رہی تھی۔ اپنی اس مخدوش حالت میں وہ انہیں قطعاً فیس کرنا نہیں چاہتی تھی، مگر حمزہ کی حیرت اس کے سوال سمیت منال کی سماعت میں آگ لگا گئی۔

''ارے..... منال اس وقت لان میں بیٹھی کیا کر رہی ہے؟ اسے وقت کا کچھ اندازہ ہے یا نہیں؟''

راحت آنٹی نے بھی گردن موڑ کر ادھر دیکھا اور فکرمندی سے بولیں۔ ''واقعی، وہ اس وقت اندھیرے میں وہاں کیوں بیٹھی ہے؟ اسے بلاؤ، ارما! موسم بدل رہا ہے، کہیں اسے ٹھنڈ نہ لگ جائے۔''

ارما کو اپنی بے بسی پر غصہ آنے لگا، پھر بھی ایک تحمل سے بولی۔

''میں ابھی بلاتی ہوں۔ آپ اندر چلئے، امی کو آپ کی آمد کی خبر ہوگئی ہوگی۔''

''ٹھیک ہے، تم منال کو لے کر اندر آ جاؤ۔ میں اپنی بہو کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کر لوں گی۔'' ان کے لہجے کی مامتا، ارما کو اس سے بے تحاشا چبھی مگر اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ دونوں پورچ کے بائیں جانب بنی چند سیڑھیاں عبور کر کے اندر کی طرف بڑھ گئے، تب ارما سیدھی منال کے پاس آئی تھی۔

''منال! چلو اندر، شام رات میں بدل گئی ہے۔ اب لان میں بیٹھنا ٹھیک نہیں ہے۔''

''نہیں ارما! مجھے سکون مل رہا ہے یہاں۔ پلیز، حمزہ اور اس کی امی جب تک گھر پر موجود

ہیں، مجھے یہیں بیٹا رہنے دو۔ میں اس وقت ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی برداشت نہیں کر سکتی۔'' وہ جیسے انتہائی بے زار تھی۔

''وہ دونوں مجھے بھی برداشت نہیں ہو رہے منال! مگر مجبوری ہے، انہیں ناراض نہیں کیا جا سکتا۔ تم امی کو جانتی ہو نا، وہ انہیں تمہارے سسرال والے جان کر کتنی آؤ بھگت کرتی ہیں۔ اگر تم ان کی موجودگی میں ادھر رہو گی تو امی ان کے سامنے ہی تمہارے پیچھے پڑ جائیں گی۔ بہتر یہ ہے کہ تم اٹھ کر اندر چلی آؤ۔''

''کیا اس حالت میں؟'' منال نے جھلاہٹ سے خود اپنی طرف اشارہ کیا۔ ''اگر اس حمزہ نے کچھ پوچھ لیا تو سوچو، میں کیا جواب دوں گی؟''

''جواب اسے میں دے دوں گی، تم چلو تو سہی۔ مجھے لگتا ہے، اسے دائم کے ایکسیڈنٹ کی ابھی کوئی اطلاع نہیں ملی۔ جب اس بارے میں جان لے گا تو یقیناً یہاں نہیں رکے گا۔ عرفان بھائی کی طرح وہ بھی دائم کا بہت قریبی دوست ہے۔''

ارما نے اسے سمجھایا تو منال کسی پس و پیش کے بغیر فوراً اُٹھ گئی۔ ارما نے اپنے آنچل سے اس کی نم آنکھوں کو پونچھا اور گال تھپتھپا کر محبت سے بولی۔

''بی بریو منال! سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''ہاں، انشاء اللہ۔ میرا روم روم دائم کے لئے دعا کر رہا ہے۔'' وہ پھر جذباتی ہوگئی۔

ارما نے مسکرا کر اس کا ہاتھ تھاما اور پلٹ کر اندر کو چلی آئی۔ مگر دروازے کے عین سامنے حمزہ سے ایک بار پھر مڈبھیڑ ہوگئی۔ منال نے گھبرا کر نظر چرا لی۔ مگر وہ خاصی عجلت میں تھا، ارما کو دیکھ کر شکایتاً بولا۔

''دائم کے بارے میں تم نے مجھے کچھ نہیں بتایا؟ وہ اتنی مشکل میں ہے اور میں بے خبر ہوں۔ کم سے کم تمہیں میرے آتے ہی اس کے ایکسیڈنٹ کی خبر دینی چاہئے تھی۔ عرفان بھی عجیب ہے، اس نے بھی مجھے کوئی کال نہیں کی، نہ جانے کس حال میں ہوگا، دائم۔''

''سوری حمزہ بھائی!'' ارما نے فوراً صفائی دے ڈالی۔ ''دراصل مجھے کچھ اچھا نہیں لگے گا کہ آپ کو آتے ہی ایک بری خبر دے ڈالوں۔ اس لئے چاہ کر بھی کچھ کہہ نہ پائی۔ لیکن سچ بات یہی ہے حمزہ بھائی! کہ دائم بے چارے بہت شدید زخمی ہوئے ہیں، آج شام ان کی گاڑی بے قابو ہو کر کسی دوسری گاڑی سے جا ٹکرائی۔ ہمیں بھی ہسپتال سے آنے والے فون سے آگاہی ہوئی ہے۔ یہ اتفاق ہے کہ دائم کی جیب سے بھیا کا فون نمبر نکل آیا، سو ہسپتال والوں نے اس نمبر کو ٹریس کر کے ہمیں ان کی کریٹیکل کنڈیشن کی اطلاع دی ہے، ورنہ ہم بھی بے خبر رہتے۔''

''اوہ، اِٹ از سو ٹریجک ارما!..... چند دن بعد اس کی شادی ہونے والی ہے۔ ان حالات میں جانے کیا صورتِ حال سامنے آئے۔ خدا کرے وہ جلد از جلد صحت یاب ہو کر اپنے گھر آ جائے، ورنہ شادی ملتوی بھی ہو سکتی ہے۔''

''سوتو ہے۔ دائم بھائی کو جلد ریکوری کرنا ہوگی۔'' ارما نے فوراً اس کی تائید کی۔

''بائے دی وے، وہ کسی ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہے؟ آنٹی نے مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا۔'' اس کی نظریں اپنے سوال کے دوران ارما کے بجائے منال کے چہرے پر بھٹک رہی تھیں۔ ارما نے فوراً ہسپتال کا نام بتا دیا، وہ فوراً آگے بڑھ گیا، پھر یک دم رک کر بولا۔

''اپنی آنکھوں کو ٹھنڈے پانی سے دھو لینا، منال! ورنہ سوجن تکلیف دے گی۔ اس قدر رونا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔''

''جی.....؟'' وہ دونوں ہونق ہو کر اس کا چہرہ تکنے لگیں لیکن وہ مزید کچھ کہے بغیر تیز قدموں سے چلتا ہوا گیٹ کراس کر گیا۔ اس کے جاتے ہی منال نے پریشانی سے ارما کو دیکھا۔

''وہ.....وہ یہ کیا بول کر گیا ہے ارما!.....اس کی بات کا مطلب کیا تھا آخر؟''

''پتہ نہیں۔ لیکن جو بھی کہا ہے اس نے، وہ خاصا ذومعنی ہے۔''

''ہاں، مجھے بھی یہی لگا۔ کہیں اسے کوئی بھنک تو نہیں پڑ گئی؟'' منال کی پریشانی، ارما کو بھی فکرمند کر گئی۔

''مجھے کچھ پتہ نہیں یار! ہوسکتا ہے، ہمدردی میں کہہ گیا ہو۔ ہم اپ سیٹ ہیں نا، اس لئے غلط سمجھے۔ بہرحال تم اندر چلو اور ہاتھ منہ دھو کر حمزہ کی امی سے ملاقات کرلو، ورنہ ان کے سوال جواب تمہیں بھی پریشان کر دیں گے۔''

''ٹھیک ہے، تم چلو میں آتی ہوں۔'' منال نے اثبات میں سر ہلا کر رضامندی ظاہر کی تو ارما کچن کی طرف بڑھ گئی۔ امی کی ہدایت کے مطابق اب اسے لوازمات سمیت ایک پُرتکلف چائے کا اہتمام کرنا تھا۔

عرفان بھائی رات گئے گھر لوٹے تو صرف امی جاگ رہی تھیں۔ انہیں دائم کی فکر ستا رہی تھی۔ شادی سے پہلے اتنا بڑا حادثہ ہو جانا کوئی اچھا شگون نہیں تھا۔ خدا جانے اس کی شادی اب مقررہ وقت پر ہو پاتی یا نہیں۔ پتہ نہیں، دائم کے زخم کس نوعیت کے تھے اور انہیں مندمل ہونے کے لئے کتنا وقت درکار تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا، جیسے ہر کام کٹھنائی میں پڑ گیا ہو۔

اڑھائی بجے کے لگ بھگ عرفان کی آمد کے ساتھ ہی امی اپنے کمرے سے اُٹھ آئی تھیں۔ عرفان لاؤنج میں فلور کشن پر بیٹھے جوتوں کے بند کھول رہے تھے۔ امی کو آتا دیکھ کر تھکے تھکے انداز سے بولے۔ ''بہت بھوک لگی ہے امی! اس وقت کچھ کھانے کو ملے گا؟''

''ارے کیوں نہیں بیٹا! کھانا تیار ہے، تم منہ ہاتھ دھو آؤ، میں جب تک پانی گرم کر کے لاتی ہوں۔'' انہوں نے آگے بڑھ کر محبت سے بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور تیزی سے کچن کو چل دیں۔ منال نے روٹی ہاٹ پاٹ میں لپیٹ کر رکھی تھی، جو اب تک نرم اور گرم تھی، انہوں نے پھرتی سے سالن گرم کیا اور سلاد فریج سے نکال کر کھانے کے ساتھ ٹرے میں رکھ دیا۔

عرفان سلاد کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے، یہ ان کی کمزوری تھی۔ سو امی، بیٹے کے لئے سبھی کچھ لے کر کمرے میں لوٹ آئیں۔

''لو میرے بچے! سیر ہو کر کھاؤ۔ صبح سے رات ہوگئی، یقیناً تم نے باہر سے کچھ کھانے کی زحمت نہیں کی ہوگی۔ میں جانتی ہوں، تمہیں صرف اپنے ہی گھر کا پکا کھانا اچھا لگتا ہے۔''

''جی امی! آپ کے ہاتھ کی لذت جو آجاتی ہے کھانے میں۔ باہر کا کھانا مسالے دار اور ثقیل ہوتا ہے۔'' وہ فوراً ٹیبل پر آبیٹھے۔

''تو چلو، بسم اللہ کرو۔'' امی نے ٹرے اٹھا کر ان کے سامنے رکھ دی۔

عرفان نے پہلا لقمہ توڑ کر ان کی طرف بڑھایا۔ ''یہ آپ کے لئے۔''

ان کی محبت، امی کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر گئی۔ ''ارے میں کہاں کھاؤں گی، تم شروع کرو۔ آج ارما نے بہت لذیذ پالک گوشت پکایا ہے، تمہیں مزہ آجائے گا۔''

''اوہ، اِٹس مائی فیورٹ ڈش۔'' وہ خوش ہوگئے، نوالہ منہ میں رکھ کر بولے۔ ''آج دائم کی وجہ سے کچھ بھی حلق سے نیچے نہیں اُترا۔ پانی بھی گھر آ کر پیا ہے میں نے.....توبہ، توبہ۔ آج بہت مصروف دن گزرا ہے۔ ایک پل نہ ملا بیٹھنے کو۔''

''تھک گئے ہوگے۔'' امی نے محبت پاش نگاہوں سے ان کا چہرہ دیکھا۔ ''چائے بھی بنا لاؤں تمہارے لئے؟''

''چائے کی طلب تو بہت ہے امی! مگر رہنے دیجئے۔ آپ اس وقت کیا کریں گی میرے لئے؟'' وہ شرمساری سے بولے تو امی ہنس پڑیں۔

''بھئی، اب میں ارما کو تو جگانے سے رہی۔ وہ گہری نیند میں ہوگی، اس لئے چائے بھی ماں کے ہاتھ کی پینی پڑے گی تم کو۔''

''اچھا، پھر ذرا اسٹرانگ سی بنائیے گا۔ میں واقعی بہت تھک گیا ہوں۔''

''ٹھیک ہے، تم کھانا کھاؤ، چائے بھی تمہیں تمہاری مرضی کی ملے گی۔ میں ابھی بنا کر لاتی ہوں۔'' وہ کچن کی طرف مڑ گئیں اور جب چائے لے کر لوٹیں تو عرفان بھائی کھانا کھا چکے تھے۔ ماں کے ہاتھ سے گرما گرم چائے کا مگ لے کر وہ دوبارہ فلور کشن پر آبیٹھے اور پاؤں پسار کر بولے۔ ''کمر اکڑ گئی ہے امی! شام سے ایک پاؤں پر کھڑا ہوں۔ دائم کے ایکسیڈنٹ کی اطلاع نے میرے ہوش اُڑا دیئے تھے۔''

''ہوں.....'' امی نے سنجیدگی سے ان کی طرف دیکھا۔ ''دوست کو بری حالت میں دیکھ کر تمہارا پریشان ہونا فطری بات ہے بیٹا! پھر اسے ایمرجنسی میں سنبھالنا اور ڈاکٹرز کے آگے پیچھے گھومنا تھکاوٹ میں مبتلا تو کرے گا۔ تم ایسا کرو، چائے پی کر اپنے کمرے میں چلے جاؤ۔ بستر پر لیٹو گے تو نیند فوراً آجائے گی۔ یہ وقت گہری نیند کا ہے، تمہاری آنکھ بھی جلدی لگ جائے گی۔''

''جی امی! میں چائے ختم کرلوں، پھر کمرے میں جاؤں گا۔'' انہوں نے سپ لے کر امی کو جواب دیا تو وہ فکرمندی سے بولیں۔

''دائم اب کیسا ہے؟.....ہوش آ گیا اس کو؟ زخم گہرے تو نہیں آئے؟''

''کچھ زخم کافی گہرے ہیں امی! خون بہت بہہ گیا ہے۔ وہ تو شکر ہے، کوئی ہڈی فریکچر نہیں ہوئی، ورنہ کافی مشکل ہو جاتی۔ پھر بھی حادثہ شدید نوعیت کا تھا۔ گاڑی ٹکرانے کے نتیجے میں ونڈ اسکرین ٹوٹ کر دائم پر ہی آ گری تھی۔ کانچ کے ٹکڑوں نے اسے زیادہ گھائل کیا۔ دایاں پاؤں شدید زخمی ہے، سر پر لگی چوٹ بھی گہری ہے۔ ان زخموں کو بھرنے میں وقت لگے گا۔''

''ہائے اللہ!'' امی نے دل تھام لیا۔

''نہ جانے کس کی کالی نظر لگ گئی، دائم کو؟ پھر تو اس کی شادی بھی ملتوی ہو جائے گی، عرفان!''

''پتہ نہیں امی! لگتا کچھ ایسا ہی ہے۔'' ان کا انداز پُرسوچ تھا، جب ہی ارما لاؤنج میں داخل ہوئی، میز پر پڑے کھانے کے برتن اور عرفان بھائی کے ہاتھ میں چائے کا مگ دیکھ کر وہ کچھ شرمسار سی ہوگئی۔

''میں آپ ہی کا انتظار کر رہی ہوں عرفان بھائی! لیکن پتہ نہیں، کب آنکھ لگ گئی۔ میں چاہتی تھی، آپ کے آنے پر کھانا خود گرم کر کے دوں مگر امی کو ناحق زحمت اٹھانا پڑی۔''

''زحمت کیسی بیٹا؟ اپنے بچوں کے لئے کام کو کے ماں کو سکھ ملتا ہے۔'' امی نے محبت سے ارما کا ہاتھ پکڑ کے اسے اپنے پہلو میں گھسیٹ لیا۔

''تم کیوں اُٹھ گئیں، ارما؟ رات گہری ہو چلی ہے، جا کر سو جاؤ۔'' اس کی بے آرامی کا سوچ کر عرفان بھائی نے فوراً کہا تو وہ چند لمحے خاموش نگاہی سے ان کا چہرہ تکتی رہی، پھر دھیرے سے بولی۔

''دائم کا کیا حال ہے عرفان بھائی! وہ ٹھیک تو ہے نا؟''

''ہاں ٹھیک ہی ہے۔ ابھی کچھ دن اسے ہسپتال میں رہنا پڑے گا، ارما! زخم گہرے لگے ہیں، اس لئے خون دیا جا رہا ہے۔ حادثے کے بعد وہ خاصا سیریس تھا، مگر اب خطرے سے باہر ہے۔ ڈاکٹرز نے صبح تک مزید بہتری کی امید ظاہر کی ہے۔ فی الوقت وہ نیم بے ہوشی کا شکار ہے۔''

''اوہ.....'' ارما کا رنگ فق ہو گیا۔ عرفان بھائی کا تفصیلی جواب اسے پسینے سے تر کر گیا تھا۔ بے چارہ دائم، منال کے کئے کی سزا بھگت رہا تھا۔

''عرفان بھائی! آپ نے ان کی فیملی کو خبر کر دی؟''

''ہاں، وہ میرا فون سنتے ہی چلے آئے تھے۔ سندس کی حالت بہت غیر تھی۔ وہ بہت رو

رہی تھی۔ بے چاری کی آنکھیں بھی سوج گئی تھیں۔ اس کی شادی کی ساری خوشیاں پل بھر میں بکھر گئیں۔ سبھی کو افسوس ہو رہا تھا اس کی حالت دیکھ کر، وہ دائم سے واقعی بہت محبت کرتی ہے یار!'' وہ جیسے ایک روانی میں بولی تو ارما دھک سے رہ گئی۔ دل جیسے اندر ہی اندر ڈوبنے لگا۔ یہ کیسا سنگین جرم سرزد ہو گیا تھا ان دونوں سے، اگر اس بات کی بھنک عرفان بھائی کو پڑ جاتی تو آنے والا وقت کیا نتیجہ نکال کر لاتا، یہ بات سوچنے کی نہیں تھی بلکہ صاف طور پر دکھائی دے رہی تھی۔ بدلتے وقت کا کوئی بھی جذباتی لمحہ اسے اور منال کو عرفان بھائی کے ہاتھوں شوٹ کروا سکتا تھا۔

''ہائے، بے چاری سندس۔ کتنے سپنے دیکھے ہوں گے اس نے اپنے بیاہ کے۔ لیکن سچ کہا ہے کسی نے، خوشیاں بھی مقدر سے ملتی اور راس آتی ہیں۔ بس اچھے وقت کی خیر مانگنی چاہئے۔'' امی نے ٹھنڈی سانس لے کر ہمدردی کا اظہار کیا تو ارما چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ ایسے میں اچانک امی نے وہ سوال پوچھ ڈالا جو ارما کے دل کو ہاتھوں میں لے بیٹھا۔

''عرفان! یہ حادثہ آخر ہوا کیسے؟ دائم کہاں سے آ رہا تھا جو گاڑی ٹکرا بیٹھا؟ کیا اسے کوئی ٹینشن تھی یا غلطی دوسری گاڑی والے کی تھی؟''

''مجھے کچھ پتہ نہیں امی! اصل وجہ کیا ہے۔ پولیس نے دائم کا چالان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں، دائم نے سگنل توڑ کر گاڑی آگے بڑھائی تھی۔ خدا جانے وہ کن سوچوں میں تھا، جو سگنل کا اشارہ نہ دیکھ سکا۔ کم سے کم مجھے دائم سے ایسی امید نہیں تھی۔ وہ امریکہ میں رہ کر آیا ہے، جہاں ٹریفک رُول ریگولیشن کی پابندی بڑی سختی سے کی جاتی ہے۔ دائم جیسا سمجھ دار بندہ ایسی غلطی کرے گا، مجھے یقین نہیں آتا۔'' انہوں نے سنجیدگی سے جواب دیتے ہوئے مگ رکھا اور اٹھتے ہوئے بولے۔

''میں چلتا ہوں امی! کچھ دیر آرام کروں گا۔ ورنہ صبح سویرے ہسپتال کے لئے نکلنا مشکل ہو جائے گا۔ اور ہاں، آپ دونوں بھی جا کر سو جائیے۔ صبح ہونے میں تھوڑا ہی وقت رہ گیا ہے۔ ابو کی وجہ سے آپ کو بھی جلد اُٹھنا پڑے گا، ورنہ وہ ناشتہ دیر سے ملنے پر اودھم مچائیں گے۔''

''سو تو ہے۔'' امی نے فوری تائید کی۔ پھر بیٹے کا بازو تھام کر اسے روکتے ہوئے ایک عجلت میں بولیں۔ ''ذرا ٹھہرنا عرفان! مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔ کل تم پھر دائم کے ساتھ مصروف ہو جاؤ گے تو بات کرنے کا وقت نہیں ملے گا۔ میں چاہتی ہوں، تمہارے ابو سے کوئی بھی بات کرنے سے پہلے تم سے مشورہ کرلوں۔''

''ایسی کیا بات ہے امی؟'' وہ ٹھٹک کر رک گئے۔ ''کیا کوئی مسئلہ ہے؟''

''ہاں، مسئلہ ہی سمجھو۔'' امی کی سنجیدگی واضح تھی۔ ''کل شام کو حمزہ اور اس کی امی گھر پر آئے تھے۔''

''جی پتہ ہے مجھے، حمزہ نے بتایا تھا کہ وہ ہماری ہی طرف سے آ رہا تھا۔ دائم کے ایکسیڈنٹ کی خبر اسے ارما کی زبانی ملی تھی۔''

''ہاں عرفان! لیکن بات یہ نہیں ہے۔ حمزہ کی امی صرف ملاقات کے لئے نہیں آئی تھیں، وہ منگنی کا عندیہ لینے آئی تھیں۔ کہہ رہی تھیں، منال اور حمزہ کی بات فائنل کر دی جائے۔ اس نیک کام کے لئے خاندان کے چند معتبر لوگوں کے ساتھ آ کر وہ منگل کو انگوٹھی پہنانا چاہتی ہیں۔ مجھ سے اجازت مانگ رہی تھیں، مگر میں نے فی الوقت منع کر دیا۔ میں نے کہا، منال کے ابو اور بھائی سے صلاح مشورے کے بعد ہی کچھ کہا جا سکتا ہے۔ وہ دونوں جو مناسب سمجھیں گے، آپ کو بتا دیا ہے۔ اب تم کہو، کیا بات کی جائے ان سے؟''

''ارے امی! بات کیا کرنی ہے، آپ نے ہاں کہہ دیا ہوتا۔ ہمیں کون سا حمزہ کی انویسٹی گیشن کرانی ہے۔ دوست ہے وہ میرا، دیکھا بھالا شریف خاندان کا لڑکا ہے۔ آپ بلا لیجئے کسی دن انہیں گھر پر۔''

''مگر ابھی چند دن تم مصروف رہو گے، عرفان! دائم کو یوں بیچ میں تھوڑی چھوڑ دو گے۔ جب تک وہ ایک بہتر حالت کے ساتھ اُٹھ نہیں بیٹھتا، تمہیں وہاں وقت دینا چاہئے۔''

''جی امی! پھر آپ ایسا کیجئے، حمزہ کی امی کو دس بارہ دن بعد کا وقت دے دیجئے یا ابو سے مشورہ کر لیجئے۔ وہ جیسا کہیں گے، ہم ویسا ہی کر لیں گے۔ اور ہاں، ایک بات اور کہنی ہے آپ سے، حمزہ کو انگوٹھی ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ بہت چڑتا ہے گولڈ رنگ سے۔ ہم اسے کوئی دوسری چیز دے دیں گے، جیسے گولڈ کی چین یا کوئی قیمتی گھڑی۔ آپ ابو سے کہہ کر کسی اچھی فارن کمپنی کی گھڑی منگوا لیجئے گا۔''

اس نے مشورہ دیا تو امی نے فوراً منع کر دیا۔ ''نہیں، تمہارے ابو سے منگوانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم حمزہ کو ساتھ لے کر ان کی پسند کی خرید لانا، ہمیں اس کو گفٹ کرنی ہے، اگر خود پسند کر لے گا تو مناسب رہے گا۔''

''یہ بھی ٹھیک ہے۔'' عرفان بھائی فوراً رضامند ہو گئے۔ ''بہرحال آپ پہلے ابو کی رائے ضرور لے لیجئے گا۔ وہ جیسا مناسب سمجھیں گے، ہم وہی حمزہ کو بتا دیں گے۔ آپ منال کو بھی اس منگنی کے بارے میں انفارم کر دیجئے گا۔ اسے بتانا ضروری ہے۔''

''تم بے فکر رہو، یہ کام ارما کرے گی۔'' امی نے محبت سے ارما کی طرف دیکھا۔ ''یہ بتائے گی بہن کو، ویسے عرفان! میں نے اپنے طور پر منال سے بات کی تھی، اسے اب اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔''

''ہونہہ..... اعتراض اسے ضرور ہو گا امی! آپ جانتی ہیں نا، وہ دائم کے لئے کیا کچھ کہہ چکی ہے۔ ایسا تماشا اب دوبارہ نہیں ہونا چاہئے، ورنہ میں اس بار براہِ راست ابو کو اس معاملے میں گھسیٹ لاؤں گا۔'' انہوں نے درپردہ ارما کو پیغام دیا۔ وہ جانتے تھے، ارما ان کا

کہا ہر لفظ منال کو ضرور جا سنائے گی۔

امی کچھ گھبرا سی گئیں۔ رسان سے بولیں۔ ''خبردار تم نے اپنے ابو سے اس بارے میں کچھ کہا تو۔ انہیں بالکل خبر نہ ہو کہ منال ایسی کوئی حماقت کر چکی ہے۔ اگر انہیں پتہ چل گیا تو وہ منال کی صورت بھی نہیں دیکھیں گے۔''

''میں بھی یہی کہنا چاہ رہا ہوں آپ سے۔ منال کو اس منگنی کے بارے میں پہلے سے انفارم کرنا ضروری ہے تاکہ وہ اس بندھن کے لئے ذہنی طور پر تیار ہو سکے ورنہ اس سے کوئی دوسری حماقت عبث نہیں۔ وہ اپنی ضد میں آ کر کچھ بھی اُلٹا سیدھا کر سکتی ہے۔'' عرفان بھائی نے انہیں وارن کیا تو امی نے سر ہلا دیا۔

''تم ٹھیک کہتے ہو، میں خود بات کروں گی، منال سے۔''

''ٹھیک ہے، میں اب سونے کے لئے جاؤں؟'' وہ امی سے اجازت چاہ رہے تھے۔

''ہاں جاؤ، تھوڑی آنکھ لگا لو۔ اب کسی دم بھی سویرا ہونے والا ہے، کہیں میری نماز بھی قضا نہ ہو جائے۔'' امی نے اجازت دینے کے ساتھ ہی پلٹ کر ارما کو دیکھا۔ ''اور تم بھی سو جاؤ ارما! میں تمہارے ابو کو ناشتہ بنا دوں گی۔ انہیں وقت پر آفس بھیجنا میرا کام ہے، تم فکر مت کرنا۔''

''جی امی!'' وہ فوراً اپنے کمرے کو پلٹ گئی۔ اس کے دل کو پنکھے لگ گئے تھے۔ عرفان بھائی اور امی کی باہمی گفتگو منال کی ساری خوش فہمیوں کا خاتمہ کرنے جا رہی تھی۔ کچھ دن بعد وہ حمزہ سے منسوب ہونے والی تھی اور یہ خبر ارما کے پیٹ میں سما کر نہ دے رہی تھی۔

❁

آخر وہ سب ہو کیا رہا تھا۔ ادھر منال، دائم سے اپنی محبت کو لے کر کیا دعوے کر آئی تھی اور ادھر اس کی منگنی حمزہ سے ہونے جا رہی تھی۔ کیا منال اس منگنی کے لئے راضی ہو جائے گی؟ یہ وہ سوال تھا، جس کا ارما کے دل و دماغ نے بیک وقت نفی میں جواب دیا تھا اور وہ منفی جواب اسے سر تا پا پسینے میں شرابور کر گیا تھا۔ مارے وحشت و اضطراب کے نیند آنکھوں سے پوری طرح اُڑ گئی۔ اس سے پہلے کہ امی کی اجازت پا کر عرفان بھائی اپنے کمرے کو پلٹتے، وہ تیز قدمی سے زینہ چڑھ آئی تھی۔ کمرے کے دروازے پر منال کو ساکت کھڑا دیکھ کر اس کے اٹھتے پاؤں وہیں جامد ہو گئے۔ شاید منال، عرفان بھائی اور امی کے درمیان ہونے والی ہر بات سن چکی تھی۔ اس کا چہرہ اُترا ہوا اور بدن کپکپا رہا تھا۔ سوجی آنکھوں اور بکھرے بالوں کے ساتھ وہ اُجڑی ہوئی اور بیمار لگ رہی تھی۔ یوں لگتا تھا، جیسے وہ باتیں اس کی جان نچوڑ کر لے گئی ہوں۔

ارما نے بھاری قدموں سے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑا اور گھسیٹتی ہوئی اندر کمرے میں لے آئی۔ عرفان بھائی اگر اسے جاگتا اور کمرے کے باہر کھڑا دیکھ لیتے تو ابھی کے ابھی ہزاروں سنا ڈالتے۔ انہیں یوں چھپ چھپا کر باتیں سننے والوں سے سخت نفرت تھی۔ گو کہ منال

نے ایسی کوئی گھٹیا حرکت نہیں کی تھی مگر وہ پانی پینے اٹھی تو ارما کو بستر پر نہ پا کر اسی کی تلاش میں نیچے آئی تھی۔ لاؤنج کی لائٹ جلتی دیکھ کر وہ پریشان ہو کر آگے بڑھ آئی۔ تب امی کے منہ سے اپنا نام سن کر اسے دروازے کے باہر ہی رک جانا پڑا اور پھر اس کی سماعت نے وہ ساری آگ اپنے اندر انڈیلی تھی، جسے سن کر منال کے دل میں بھانبھڑ سے جلنے لگے تھے۔ دھڑکن جیسے بند ہونے پر اُتر آئی تھی۔ لیکن اب وہ کچھ بھی کہتی، عرفان بھائی کو اس کی صفائیوں پر اعتبار کیسے آتا۔ وہ اسے بھاگتے قدموں سے اپنے کمرے کو جاتا دیکھ کر ہزار وسوسوں میں مبتلا ہو جاتے۔

امی الگ شک وشبہ میں پڑ سکتی تھیں کیونکہ دائم کے لئے اپنے جذبات کا اظہار، عمارہ کے سامنے کر کے منال واقعی مجرم بن گئی تھی۔ عمارہ نے اس کی وہ تمام باتیں فون پر عرفان بھائی کے کانوں سے جس طور گزاری تھیں، وہ باتیں اتنی جلدی فراموش نہیں کی جا سکتی تھیں۔ اب انہیں منال پر ایک فیصد بھی بھروسہ نہ رہا تھا۔ انہیں یقین تھا، اگر منال کی جلد از جلد شادی نہ کی جاتی تو وہ حقیقتاً کوئی غلط قدم اٹھا سکتی تھی۔ اور اس کا وہ غلط قدم گھر کے ہر فرد کے لئے ننگ موت کے مترادف ہوتا اور اَن چاہی موت کسی کو قبول نہیں ہوتی۔ یہ بات ارما بھی جانتی تھی۔

کمرے میں آتے ہی منال نے ایک زوردار جھٹکے سے اپنا ہاتھ ارما کی گرفت سے چھڑایا اور بستر پر بیٹھ کر زار و قطار رونے لگی۔ اس نے اپنا چہرہ ہاتھوں سے ڈھانپ لیا تھا۔ اس کے رونے کی آواز اتنی بلند تھی کہ ارما کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ گھبرا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے بولی۔

''اللہ کے واسطے، منال! اس طرح تو مت روؤ۔ رات کا وقت ہے، تمہاری آواز دور تک گونجے گی اور اگر یہ سسکیاں امی یا عرفان بھائی کے کانوں میں پڑ گئیں تو وہ آ کر وجہ پوچھیں گے اور جواب میں تم جو بھی کہو گی، وہ تمہیں زندہ درگور کرنے کے لئے کافی ہو گا۔''

''تو کیا کروں میں؟'' وہ روتے روتے یک دم چیخ اُٹھی۔ ''گاڑ دیں وہ دونوں مل کر مجھے زمین میں۔ کر لیں اپنی حسرت پوری۔ لیکن میں..... میں وہی کروں گی، جو میں چاہتی ہوں۔ مجھے کسی حمزہ سے شادی نہیں کرنی..... سمجھیں تم؟''

''فار گاڈ سیک، منال! آہستہ بولو۔ کیوں اپنے ساتھ میری بھی شامت بلانا چاہتی ہو؟ میں اب امی یا عرفان بھائی کی کوئی زیادتی سہہ نہیں پاؤں گی۔ پلیز آپ اتنی بلند آواز سے مت بولو کہ وہ دونوں اس کمرے میں آنے پر مجبور ہو جائیں۔'' ارما نے بوکھلا کر دوبارہ اس کی منت کی۔ وہ خود بھی روہانسی ہو رہی تھی۔ پورا وجود پھوڑا بن کر دُکھنے لگا تھا۔ مگر منال بے حد دل گرفتہ تھی، بلکتے ہوئے بولی۔

''دیکھو ارما! دائم کے لئے ان دونوں کو انکار ہے تو مجھے بھی حمزہ کے لئے صاف انکار ہے۔ آخر یہ چھوٹی سی بات امی کے پلّے کیوں نہیں پڑتی؟''

''پڑ جائے گی منال! تم ایک ذرا صبر تو کرو نا۔''

''کیسے کروں صبر؟'' وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔ ''وہ جو ہسپتال میں زخمی پڑا ہے، کتنا

سیریس ہے وہ۔ اور یہاں عرفان بھائی کو اپنی دوستی بھول کر بہن کی منگنی یاد آ رہی ہے۔ توبہ، کتنے مفاد پرست ہیں یہ عرفان بھائی بھی۔ اپنی خوشیوں میں پڑ کر کیا دوست کی تکلیف کو بھول جائیں گے؟ کیا وہ حمزہ اپنی نام نہاد منگنی کے فنکشن پر دائم جیسے دوست کو بلاوا نہیں بھیجے گا؟ کیا دائم بھول جائے گا اسے؟ ارما! یہ دونوں دوست کس قدر خودغرض ہیں۔ میں لعنت بھیجتی ہوں ایسی دوستی پر، جو دوست کی ابتر حالت پر رحم نہ کھائے۔ ہائے، کس قدر مطلب پرست ہیں وہ اپنے اپنے معاملات میں۔'' وہ بولتے بولتے بھی روئے چلے جا رہی تھی۔

ارما کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ وہ اتنی فکرمند اور پریشان تھی کہ کچھ نہ سوجھا تو سر پکڑ کر کارپٹ پر جا بیٹھی۔ اسے لگا، جیسے اس کے پاؤں اس کے بدن کا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہو گئے ہوں، جیسے اس کی ٹانگیں فالج زدہ ہوں۔

''ارما.....!'' منال نے آنکھیں پونچھ کر سامنے بیٹھی ارما کو دیکھا، پھر خود بھی بستر سے اُتر کر اس کے پاس آ بیٹھی۔ کانپتے ہاتھوں میں اس کا ہاتھ بھر کے سسکتے ہوئے بولی۔

''دیکھو کیسی قسمت ہے میری۔ اندھیرے اور اُجالے کے بیچ کھڑی ہوں۔ ایک طرف حمزہ ہے جو میرے لئے بے قرار ہے اور دوسری طرف دائم ہے، جو مجھ سے بے زار ہے۔ میں کیا کروں، میرا دل اسی کا طلب گار ہے، جو میری طرف دیکھنا نہیں چاہتا۔ ہائے ارما! کیسا تضاد ہے قیامت کا۔ حمزہ کی طرف میری وقعت لاکھوں کی ہے اور دائم کے سامنے میری اوقات ایک ٹکے کی بھی نہیں۔ آنکھوں سے بہہ جانے والے آنسوؤں کی طرح میری کوئی قیمت نہیں، میں اس وقت صرف گدلا پانی ہوں، جو کسی کے دل کو پسیج نہیں سکتا۔ نہ امی کا اور نہ ہی عرفان بھائی کا دل۔ ادھر حمزہ اور دائم بھی میری صورت دیکھنے نہیں آئیں گے، جب میرا انکار ان دونوں تک پہنچے گا۔ ہائے، میں کیا کروں ارما؟ یہ کیسا روگ لگا ہے میرے دل کو۔ کیوں اپنے اختیار کو بھول کر وہ کرنا چاہتی ہوں، جو میرے بس سے باہر ہے۔ ہائے، کیسی لڑکی ہوں میں، محبت میں ناکام اور زندگی میں ناکام تر ہوں۔ بدنام ہو گئی ہوں۔ رُسوائی کے اندھیروں میں اُتر گئی ہوں۔ مگر دل ہے کہ کسی طور نہیں مانتا۔ جلن ہے کہ بڑھتی جاتی ہے۔ روح کا خالی پن مجھے ایک انجانے خلا میں دھکیل رہا ہے۔ مگر میں..... ارما! میں ہار نہیں مانوں گی۔ مجھے اتنی جلدی اپنی شکست قبول نہیں کرنی۔ میں کچھ نہ کچھ ضرور کروں گی۔'' اس کا لہجہ یک دم مستحکم ہو گیا۔ وہ اپنی آنکھیں پونچھ کر خود کو سنبھالنے کی تگ و دو کرنے لگی۔

ادھر ارما دم بخود بیٹھی تھی۔ اسے منال کا ارادہ بے حد مضبوط اور نیت خاصی مشکوک سی لگی۔ وہ چند لمحے بے قراری سے اسے گھورتی رہی، پھر ہولے سے بولی۔

''کیا کرو گی تم منال! ان حالات میں بھلا کیا کر سکو گی؟''

''میں اب بھی بہت کچھ کر سکتی ہوں ارما! عرفان بھائی اور امی لاکھ پہرے لگا لیں، مگر میری مرضی کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کر سکیں گے۔''

"نہیں منال! تم بے کار کی حجت کر رہی ہو میری بہن! تم ہی نے کہا تھا، بڑوں کی مرضی کے خلاف کوئی قدم اٹھانا ممکن نہیں ہوتا۔ پھر کیوں وہی کام کرنا چاہتی ہو؟ تم سب کچھ اللہ پر کیوں نہیں چھوڑ دیتیں؟ ہوسکتا ہے، اللہ نے تمہارے لئے تم سے بڑھ کر سوچا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ذات پاک تمہیں تمہاری سوچوں سے بڑھ کر نواز دے۔ تم ایک بار اللہ پر انحصار کر کے تو دیکھو، مجھے یقین ہے تمہارے حق میں بہتری ہی ہوگی۔ میری نظر میں دکھ اتنے اذیت ناک نہیں ہوتے منال! جتنا ہم سوچتے ہیں۔ کیونکہ وقت کا کام گزرنا ہے، سو گزرتا وقت حالات و واقعات کو تبدیل کر ڈالتا ہے۔ پلیز، میرا اعتبار کرو منال! وقت تمہارے لئے بھی ضرور بدلے گا۔ وہ تمہارے دامن میں بھی ڈھیروں خوشیاں بھر دے گا۔ بس تم صبر سے اس کے گزرنے کا انتظار کرو۔"

"نہیں ارما!" منال نے خفگی سے اسے گھورا۔ "مجھے ایسے کسی وقت کا انتظار نہیں کرنا۔ میں اللہ پر سب کچھ بہت پہلے ہی چھوڑ چکی ہوں، مگر اللہ محنت کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے۔ مجھے اپنے لئے کوئی ایک کوشش ضرور کرنی ہوگی۔ چراغِ دل بجھانے سے پہلے مجھے اس تند ہوا سے لڑنا ہوگا، جو ان بدلتے حالات کا روپ دھار کر مجھے آندھیوں کی نذر کرنا چاہتی ہے۔ میں نے کہا ہے نا، مجھے ہارنا نہیں ہے۔ میں اتنی جلدی اپنی جگہ نہیں چھوڑوں گی۔ میں اس وقت تک کوشش کروں گی، جب تک دائم کی محبت کو آزاد چھوڑ کر اپنا بنائے رکھنے کے قابل نہیں ہو جاتی۔ میں اشک بہانے والی ایک کمزور اور دبو سی لڑکی نہیں ہوں ارما! بہنے والی آنکھ اتنی بے وقعت نہیں ہوتی، کبھی کبھار یہی آنسو انسان کو دیدہ وری کی منزل عطا کرتے ہیں۔ میں بھی اسی شعور کا مظاہرہ کروں گی۔ کیونکہ میں جانتی ہوں، نازک سی عورت کو بدلتے حالات کی سختیاں اور تلخیاں فولاد بنا دیتی ہیں۔"

ارما کا منہ کھل گیا۔ وہ کس قدر انتہا پسند ہوگئی تھی۔ اس کا لب و لہجہ بغاوت کی بُو دے رہا تھا۔ اسے اس موقع پر سمجھایا نہ جاتا تو وہ کوئی انتہائی قدم بھی اٹھا سکتی تھی۔ خودکشی جیسا انتہائی قدم..... ارما کی روح فنا ہوگئی۔

"منال.....!" وہ سرک کر اس کے پاس آ گئی۔ کاندھوں کو تھام کر ایک جھٹکا دیتے ہوئے بولی۔ "ہوش میں آؤ۔ یہ زندگی ہے، کوئی فلم یا ڈرامہ نہیں، جس کے لئے وقتی طور پر جذباتی انداز میں ڈائیلاگز بول لئے جائیں۔ مت بھولو، محبت کا سودا عورت کو ہمیشہ گھاٹے میں رکھتا ہے۔ دائم تم سے محبت نہیں کرتا، پھر اس کی چاہت کرنا کس قدر بے معنی بات ہے۔ اللہ کے واسطے، کچھ تو دانش مندی کا ثبوت دو۔ کیوں ایک بچے کی طرح دائم کے لئے مچل رہی ہو؟ وہ کھلونا نہیں ہے منال! ادھوری محبت، دو زندگیوں کی تباہی ہے۔ اپنے ساتھ ساتھ اس بے چارے پر بھی رحم کرو۔ تمہاری باتوں کے دباؤ میں آ کر وہ اپنی گاڑی ایک دوسری گاڑی سے ٹکرا کر زخمی ہو چکا ہے۔ اس کی زندگی اللہ نے بخش دی ہے۔ پلیز، تم بھی اسے اپنی یکطرفہ محبت

کے جال سے آزاد کر دو۔ دائم، سندس کا ہے۔ ان دونوں کی شادی بہت جلد ہو جائے گی۔"

"وہ شادی ملتوی ہو چکی ہے، ارما! یہ بات تم یاد رکھنا کیونکہ اللہ تعالیٰ جوڑے آسمان پر بناتا ہے، پھر انہیں ملانے کا کام بھی خود کرتا ہے۔ وہ، وہ در کھولتا ہے، ایسے رستے نکالتا ہے، جو خود بخود بندے کو اس کی منزل تک لے جاتے ہیں۔ دائم میرا ہے، میرے لئے ہے۔ پھر تم اسے سندس کا کہہ کر میرا امتحان کیوں لیتی ہو؟ کیا تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے؟"

"محبت ہے تو تمہیں یہ سب کچھ سمجھا رہی ہوں، منال! دائم کی شادی ملتوی ہو یا نہ ہو، حقیقت جھٹلائی نہیں جا سکتی کہ وہ سندس سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔ وہ لڑکی اس کی پہلی چوائس ہے اور پہلی چوائس، زندگی کے لئے بہت معنی رکھتی ہے۔"

"ہاں۔" وہ ذومعنی انداز میں بے ساختہ مسکرائی۔ "پہلی چوائس زندگی کے لئے واقعی بہت معنی رکھتی ہے، بالکل اسی طرح جس طرح دائم مصطفیٰ میری پہلی چوائس ہے۔ میں اسے کھونا نہیں چاہتی، وہ مجھے اپنی تقدیر کا حصہ لگتا ہے۔ سو تقدیر پر رضامندی ہر غم کو مٹا دیتی ہے۔ کل دائم کو میں نے اپنی باتوں سے کافی حد تک قائل کر دیا تھا، اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ آنے والے وقت میں کیسا ردِعمل ظاہر کرے گا۔ اچھا یا برا..... مجھے سب منظور ہے لیکن..... لیکن فی الوقت سب سے اہم مسئلہ حمزہ سے میری منگنی ہے۔ امی اور عرفان بھائی میرے لئے جو فیصلہ کر بیٹھے ہیں، وہ اسے نبھانے کی پوری کوشش کریں گے۔ مجھے تم بتاؤ ارما! میں اس منگنی سے کیسے چھٹکارا پاؤں؟"

وہ از حد سنجیدگی سے سوال کر رہی تھی۔ ارما کے سر سے دھوئیں نکلنے لگے۔ وہ دھڑکتے دل کے باوجود بے حس و حرکت بیٹھی تھی۔ منال کی باتیں، اس کا لہجہ و انداز اس کے ہوش اڑائے دے رہا تھا۔ اسے سمجھ نہ آیا کہ وہ جواب میں کیا کہے۔ ادھر منال منتظر نگاہوں سے اس کا چہرہ تک رہی تھی۔ ارما کو خود کو سنبھالنا پڑا۔ ہمت جمع کر کے وہ بہ مشکل تمام بولی۔

"اس منگنی سے چھٹکارہ ممکن نہیں ہے منال! تمہیں وہی کرنا ہوگا، جو امی چاہتی ہیں۔ تمہاری طرف سے ہونے والی کوئی بھی بغاوت اس گھر کے اندر ہی کچل دی جائے گی۔ تمہیں حمزہ سے منسوب ہونا ہے، اس لئے اس حقیقت کو قبول کر لو۔"

"ٹھیک ہے۔" منال نے اپنے بھیگے رخسار ایک بے دردی سے صاف کئے اور سرد آواز میں بولی۔ "پھر یہ منگنی ضرور ہوگی۔ میرا وہ تعلق حمزہ سے ضرور بنے گا، جو اس گھر کے لوگ چاہتے ہیں۔ مگر میں کہہ رہی ہوں ارما! مجھے اتنی جلدی ہار تسلیم نہیں ہے۔ میں آگے بڑھنے کے لئے کوئی دوسرا راستہ ضرور تلاش کروں گی اور وہ راستہ ہوگا دائم..... مجھے اس تعلق کو توڑنے کے لئے دائم کا سہارا درکار ہے۔ اگر وہ لڑکا میرے جذبات کی شدت کو جان گیا تو اسے میرا مان رکھنا ہوگا۔ اسے ہر حال میں میرے پاس آنا ہوگا۔ اور جب وہ میرے قریب آ جائے گا تو حمزہ سے ہونے والی یہ منگنی اُس کا دردِ سر ہوگی۔ اسے حمزہ کو اپنا رازدار بنا کر اس منگنی کو توڑنے

کا اعلان کرنا ہوگا۔ مجھے بتاؤ ارما!'' منال کا انداز دیوانگی سے پُر تھا۔ ''کیا حمزہ اتنی غیرت مند ہے کہ وہ میری اور دائم کی محبت کا سن کر یہ منگنی توڑ سکے؟ آئی تھنک، وہ بے غیرت ہرگز نہیں۔ مرد جھوٹی چیز کو منہ نہیں لگاتا، سو وہ ضرور ایکشن لے گا۔ تب امی اور عرفان بھائی بھی اسے روک نہیں سکیں گے۔''

''اُف، منال! اللہ کے واسطے، چپ ہو جاؤ۔ تم سچ مچ پاگل ہو گئی ہو۔'' ارما رونے لگی۔ گھبراہٹ اور ڈپریشن کے مارے اس کے سینے میں درد کے بگولے اٹھنے لگے تھے۔ اسے محسوس ہوا، اگر منال چپ نہ کی تو وہ اس کی باتوں سے دل برداشتہ ہو کر جان سے گزر جائے گی۔

منال اس وقت ہوش میں تھی یا جوش میں، ارما کو کوئی اندازہ نہیں تھا۔ وہ صرف اتنا جانتی تھی کہ منال کی باتوں میں، اس کے لب و لہجے اور مستحکم انداز میں کچھ کر گزرنے کا عزم جھلک رہا تھا۔ اللہ جانے آنے والے دن ان سب کے لئے کیا سوغات لانے والے تھے۔ اس گھر کی تقدیر میں منال کے توسط سے نہ جانے ابھی کتنے دھچکے اور لکھے تھے۔

❁

کسی بھی شخص سے کوئی غرض نہیں ہے مجھے
میں صرف تیرے لئے سب سے رابطہ رکھوں

دو دن خاموشی سے گزرے تھے۔ منال چپ ہو کر رہ گئی تھی اور ارما دھڑکتے دل کے ساتھ ہر پل کچھ ہو جانے کے ہراس میں مبتلا ہو کر بے سکونی کے لمحے کاٹ رہی تھی۔ ان دونوں کا پریشر منال سے زیادہ ارما پر پڑا تھا۔ وہ جیسے پیلی پڑ گئی تھی۔ اس کا چہرہ امی کو بھی فکرمند کر گیا تھا۔ مگر ارما نے انہیں سر درد کی شکایت کہہ کر مطمئن کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔ نتیجتاً امی سرسوں کا تیل سر میں ڈال کر اس کی مالش کرنے بیٹھ گئی تھیں۔ مساج نے ارما کو واقعی بہت سکون دیا تھا۔ تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے تھے، مگر دل کا درد ایک خوف کے ساتھ اب بھی ہر دھڑکن میں ارتعاش پیدا کر رہا تھا۔ منال کے ارادے اسے بری طرح اپنے شکنجے میں جکڑے ہوئے تھے۔

وہ نچلے پورشن کا کام نمٹا کر اپنے کمرے میں آئی تو آئینے کے سامنے کھڑی منال کو تیاری کرتے پایا۔ اس کی حرکات و سکنات بے حد مشکوک تھیں۔ ارما ٹھٹک سی گئی۔ وہ کہاں جانے کے لئے تیار ہو رہی تھی، یہ سوال خاصا مشکوک تھا۔

رائل بلیو جارجٹ کے پلین سوٹ پر دھنک رنگ پرنٹڈ دوپٹہ اوڑھے منال خاصی دلکش نظر آ رہی تھی۔ اس نے ارما کے دیکھتے ہی دیکھتے چمکیلی گلابی لپ اسٹک ہونٹوں پر لگائی۔ پنسل سے آؤٹ لائن واضح کی اور ہلکا سا بلش آن گالوں پر برش کر کے گویا فائنل ٹچ دے ڈالا۔ اب وہ مختلف پہلوؤں سے خود کو آئینے میں دیکھ کر مطمئن ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔ ارما نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی۔

''اچھی لگ رہی ہو منال! لکنگ سو گارجیس۔ لیکن یہ ساری تیاری ہے کس لئے؟''

''خواہش ہے یہ کہ عشق ہمارا رہے دوام
قریہ بہ قریہ وحشتِ اظہار چاہئے''

''کیا مطلب؟'' ارما نے چونک کر دوبارہ اسے دیکھا، جو ایک ادا سے شعر پڑھ کر دوبارہ آئینے کی طرف پلٹ گئی تھی۔

''مطلب یہ کہ میں ہاسپٹل جا رہی ہوں اور تم میرے ساتھ چل رہی ہو۔'' وہ اب بھی خود کو آئینے میں دیکھ رہی تھی۔

ارما اچھل پڑی، گھبرا کر پھر وہی دو الفاظ بول بیٹھی۔ ''کیا مطلب؟''

''اُف، کتنی احمق ہو تم۔ کیا اب بھی مطلب نہیں سمجھیں؟'' وہ جھلاہٹ سے اس کی طرف پلٹ آئی۔

ارما نے سنجیدگی اختیار کر لی۔ ''آج کل تمہاری باتیں میرے حواس لے اُڑتی ہیں، منال! اب یوں اچانک ہسپتال جانے کی کیا تک ہے؟ کیا کوئی تکلیف ہے تمہیں؟''

''اُفوہ، ارما.....!'' منال کا دل چاہا، اس کا سر پھوڑ دے۔ وہ سمجھ کر بھی انجان بننے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر کیا کرتی، اسے فی الوقت ارما کی ضرورت تھی، اس کا ساتھ چاہئے تھا۔

''احمق لڑکی، مجھے اگر تکلیف ہو گی تو کیا یوں بن سنور کر جاؤں گی، ڈاکٹر کے پاس کہ وہ نسخے کی جگہ میرا قصیدہ لکھ بیٹھے۔ سچ کہوں، بڑی بھولی ہو تم۔ کیا ہم ہاسپٹل کسی کی عیادت کے لئے نہیں جا سکتے؟''

ارما نے ایک طویل سانس خارج کی اور بے کسی سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''آخر کیوں کر رہی ہو تم ایسا؟..... کیوں منال؟ صرف اس لئے کہ.....'' وہ رک گئی۔ ارما کو ایسا لگا، جیسے وہ اپنے اشک چھپانے کی کوشش میں ہو۔ اس کا گلا رندھ گیا تھا۔

''ہاں بولو، تم نے جواب نہیں دیا؟'' وہ اس کی حالت بھانپ کر بھی خاموش نہ رہ سکی۔

منال نے تڑپ کر آنسو بھری آنکھوں سے اسے دیکھا اور قدم بڑھا کر اس کے پاس آ گئی۔

''میں مجبور ہوں، ارما! اپنے دل کا کہا نہیں ٹال سکتی۔ تم جانتی ہو، جذبوں کی سرکشی دل کی طلب کو بڑھا دیتی ہے۔''

''لیکن یہ ٹھیک نہیں ہے منال! یہ دل تمہیں کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑے گا۔ دیکھو اب بھی وقت ہے، واپس پلٹ آؤ۔ یکطرفہ جذبات صرف خواری دیتے ہیں۔''

''نہیں ارما! ایسا نہیں ہو سکتا۔'' اس نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔ ''وہ کہتے ہیں نا

دکھ جو اپنے حصے کا ہے، سہنا ہو گا
ہنسنا ہو گا اور خاموش بھی رہنا ہو گا

سو خاموش رہ کر اپنا کام کرتے جانا چاہئے۔ میں دائم کی عیادت کو جا رہی ہوں۔ میری یہ ساری تیاری اس کے لئے ہے۔ میں چاہتی ہوں، میری آمد پر جب وہ عصیلی نگاہ اٹھا کر مجھے گھورے تو میرا سجا سنورا روپ اس کے غصے کو کچھ کم کر سکے۔ تم بتاؤ، ارما! دائم مجھے دیکھ کر منہ تو نہیں بنائے گا؟" اس نے بات بدل ڈالی تھی۔

ارما کا دل ہچکولے کھانے لگا۔ کس قدر ٹینشن دے رہی تھی منال اسے۔ وہ کچھ دیر چپ رہی، پھر اس کا سوال نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔ "تم نے امی کی اجازت لے لی ہے ہسپتال جانے کے لئے؟"

"نہیں۔" وہ بے حد پُرسکون تھی۔ "اجازت تم لو گی، کہہ دینا، عمارہ کے گھر جا رہے ہیں۔"

"عمارہ کے گھر؟" ارما بے تحاشا چونکی۔ "تم پر پابندی ہے اس کے گھر جانے پر، کیا میں یہ بہانہ بناؤں گی؟"

"مجبوری ہے۔" اس نے کاندھے اچکائے۔ "لڑائی میری ہے عمارہ سے، تمہاری نہیں۔ تم اگر اس کے گھر جانا چاہو گی تو امی تمہیں نہیں روکیں گی۔ کہہ دینا، اس نے خود بلوایا ہے، ہمیں کسی اہم کام کے لئے۔"

"منال.....!" ارما کی حیرت دیدنی تھی۔ "تمہیں واقعی ڈر نہیں لگتا ایسی باتیں کرتے ہوئے؟ اتنا نڈر ہونا اچھا نہیں۔"

"میں مانتی ہوں۔ مگر جھوٹ بولنا ہماری مجبوری ہے، ورنہ ہماری ماں جیسی کوئی بھی ماں اپنی بیٹی کی من مانی سہہ نہیں پائے گی۔ اجازت کا تو سوال ہی نہیں اٹھتا، اس لئے ایسے بہانے بنانا بہت ضروری ہے۔"

"اور اگر..... اگر ہسپتال میں عرفان بھائی سے ٹاکرا ہو گیا تو.....؟" ارما نے اسے ڈرانے کی کوشش کی۔

"تو تب بھی ان کے ہر سوال کا جواب تم دو گی۔ کہہ دینا، بازار گئے تھے۔ سو واپسی پر دائم کی عیادت کو چلے آئے۔ سب کی موجودگی میں ظاہر ہے، وہ ہمیں کچھ نہیں کہیں گے۔"

"اور گھر آ کر.....؟" ارما نے طنزیہ نظروں سے اس کا سراپا جانچا۔ "گھر آ کر وہ ساری یادداشت کھو دیں گے، ہے نا؟"

"ارے چھوڑو یار! عرفان بھائی کو گھر آنے کی فرصت کب ملتی ہے؟ وہ تب لوٹتے ہیں جب سارا گھر نیند کی وادی میں گم ہوتا ہے۔ سچ یہی ہے ارما! عرفان بھائی دوست سے خوب حقِ دوستی نبھا رہے ہیں۔ خوب خدمت کر رہے ہیں، دائم کی۔ میرا سارا شکوہ دور ہو گیا ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا، دائم ان کا اتنا کلوز فرینڈ ہے۔" منال اب چوڑیاں پہن رہی تھی۔ ست رنگی چوڑیاں اس کی بانہوں میں دن چھنکائے کھنک رہی تھیں۔ ارما اندر ہی اندر سہم گئی۔

"منال!..... تم..... تمہیں واقعی ڈر نہیں لگ رہا؟" وہ اب بھی بے یقین تھی۔

منال مسکرا دی۔ "کس بات کا ڈر میری بہن؟ جب پیار کیا تو ڈرنا کیا؟ سو آئی ڈونٹ کیئر، مجھے کسی کی پروا نہیں ہے۔"

"نہیں منال! یہ اچھی بات نہیں ہے۔ اتنا آگے مت بڑھو کہ واپسی مشکل ہو جائے۔ دائم تمہیں نہیں چاہتا، تم یہ بات مان کیوں نہیں لیتیں؟"

"شاید مان لیتی، لیکن اس ایکسیڈنٹ کے بعد مجھے لگتا ہے، خدا بھی میرے ارادوں میں شامل ہے۔ تم دیکھنا، وہ مجھے کس طرح دائم کے دل تک پہنچاتا ہے۔ دائم کو مجھ تک آنے سے اب کوئی روک نہیں سکتا۔ تم نے دیکھا، اللہ نے کس طرح اس کی شادی کو ہونے سے روک دیا ہے۔ تم بے شک اس کی شادی ملتوی ہو جانے میں میری ذات کو الزام دو، وجہ کوئی بھی ہو، مگر ارما! رزلٹ وہی ہو گا، جیسا میں نے کہا ہے۔ تم دیکھ لینا۔"

اس کا اعتماد، ارما کو متحیر کر گیا۔ وہ منہ کھولے چھوٹی بہن کا یقین دیکھتی رہی۔ اسے کتنا زعم تھا اپنے جذبوں پر۔ وہ اپنے معاملے میں اب اللہ کو بھی شامل کر رہی تھی، اس کا محبت پر ایمان کس درجے کو چھو رہا تھا۔

ارما ششدر کھڑی تھی، تب منال نے اسے پکارا۔ "پلیز جلدی کرو ارما! تم بھی تیار ہو جاؤ۔ دیر ہو گئی تو معاملہ گڑبڑ ہو جائے گا۔ میں نے تمہارے کپڑے پریس کر رکھے ہیں، انہیں پہن لو اور چلو میرے ساتھ۔ ابو کے گھر لوٹنے سے پہلے ہمیں واپس آنا ہو گا۔ میں کسی کو معمولی سوال جواب کرنے کا موقع بھی دینا نہیں چاہتی۔"

اس نے اپنے طور پر سیٹ کیا پروگرام، ارما کے گوش گزار کر ڈالا۔ انکار کی کوئی گنجائش نہیں تھی، سو ارما، مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق خاموشی سے کپڑے اٹھا کر واش روم میں بند ہو گئی۔ اسے تیار ہونے میں صرف دس منٹ لگے تھے۔ منال نے زبردستی اس کے نازک لبوں کو لپ اسٹک کے شیڈ سے عنابی کر دیا۔ ارما بے حد حسین لڑکی تھی، سو لپ اسٹک کے ایک ذرا سے سچ نے اسے مزید نکھار دیا تھا۔ لیکن ابھی اجازت لینے کا کڑا مرحلہ باقی تھا۔ وہ ڈرتی سہمتی امی کے پاس چلی آئی، جو قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف تھیں۔ ارما کو اچانک سر پر سوار دیکھ کر انہوں نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر بے اختیار اپنے قریب کی نظر کا چشمہ اتار کر گہری نگاہ سے اسے دیکھتے ہوئے بولیں۔

"خیریت تو ہے نا، یہ کدھر کی تیاری پکڑ لی؟ بڑی خوب صورت نظر آ رہی ہو، ارما! تھوڑا کاجل بھی لگا لیتیں آنکھوں میں۔"

ارما کے گال دہک اٹھے۔ امی کی طنزیہ تعریف اسے کسی تازیانے سے کم نہ لگی۔ وہ نظریں چرا گئی۔

"امی! آپ اجازت دیں تو میں کچھ دیر کے لئے عمارہ کے گھر ہو آؤں؟"

"عمارہ کے گھر.....؟" وہ بے طرح چونکیں۔ "وہاں کیا ہے؟"

''وہ..... وہ کچھ جوڑے ٹانکنے ہیں، سندس کی شادی کے..... بری کے سارے ملبوسات ریڈی میڈ پیکنگ میں ہیں، مگر کچھ کام والے ڈریس اب بن کر آئے ہیں، سوان کی پیکنگ کے لئے عمارہ نے مجھ سے مدد مانگی ہے، اس لئے مجھ سے انکار نہ ہوسکا۔ میں نے وعدہ کرلیا کہ میں آؤں گی۔''

''کیا مطلب.....؟'' امی سے اس کا جھوٹ ہضم نہیں ہوا۔ ''لڑکا زخمی ہوکر ہسپتال میں پڑا ہے اور عمارہ کے گھر پر بری کے جوڑے ٹک رہے ہیں۔ اے، یہ کیسی بے حسی ہے عمارہ لوگوں کی؟..... کم سے کم اب تو کچھ دن کے لئے یہ ساری تیاری اٹھا رکھنی چاہئے ان سب کو۔''

''نہیں امی! دائم ٹھیک ہیں، ایک دو دن میں ڈسچارج ہوکر گھر بھی آجائیں گے۔ پھر یہ سارے کام کس طرح نمٹ سکیں گے؟''

''وہ تو ٹھیک ہے، مگر عرفان کہہ رہا تھا، دائم بہت کمزور ہوگیا ہے۔ اسے سنبھلنے میں وقت لگے گا، اس لئے شادی لازمی ملتوی ہوجائے گی۔ ارے جب شادی کو ملتوی ہی ہونا ہے تو پھر کام بھی آرام سے اور ذمے داری سے ہونا چاہئے نا۔''

''امی! آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ کچھ وقت لگے گا دائم کو ریکوری کرنے کے لئے، مگر شادی کی تیاری میں بہت وقت لگتا ہے، امی! ایک ایک چیز کو بنانے سنوارنے میں کئی دن لگ جاتے ہیں، اس لئے جوڑے ٹانکنے کا کام ابھی پورا ہوگا، تاکہ باقی کے کام اپنے وقت پر ہوسکیں۔''

''ٹھیک ہے۔'' امی کا انداز پُرسوچ تھا۔ ''کس کے ساتھ جاؤ گی وہاں؟''

''منال کے ساتھ۔'' ارما کا دل ہوا کا ساتھ دے رہا تھا۔ اس کا جواب امی کو قرآن پاک بند کردینے پر مجبور کرگیا۔

''منال کے ساتھ؟ کیا وہ عمارہ کے گھر جانے پر رضامند ہے؟'' ان کا سوال شک سے بھرپور تھا۔

ارما نظریں جھکا گئی۔ ''جی امی! میں بھلا اکیلی کیسے جاؤں گی؟ اس کی امی اور افراح آپی پوچھیں گی تو میں منال کی غیر حاضری کا کیا جواب دوں گی؟ عمارہ نے اپنی امی اور آپی کو ابھی تک کچھ نہیں بتایا۔ دراصل دوستی تو منال کی ہے عمارہ کے ساتھ، اگر وہ نہ گئی تو انہیں عجیب لگے گا۔''

''ہوں.....'' انہوں نے ہنکارا بھرا۔ ''تیار ہوگئی ہے منال؟''

''جی، ہو رہی ہے۔ میں نے سوچا، جب تک میں آپ سے پوچھ لوں، کیا میں جاؤں؟''

''ہاں، لیکن وہاں تم اکیلی چلی جاتیں تو اچھا تھا، ارما! منال کا جانا مناسب نہیں ہے۔ دائم کو لے کر اس نے عمارہ کو بہت کچھ کہا ہے۔ ادھر عرفان بھی بہن سے بہت بدظن ہے۔ منال کے وہاں جانے پر وہ کوئی فساد نہ اٹھا دے۔ میں ڈرتی ہوں ارما! حمزہ یا اس کی ماں کے کانوں

میں کہیں کوئی ایسی ویسی بات نہ پڑ جائے۔ بنی بنائی عزت خاک میں مل جائے گی۔ دیکھو بیٹا! حمزہ جیسے اچھے لڑکے روز روز نہیں ملتے۔ گھر بیٹھے ہمیں منال کے لئے اتنا اچھا رشتہ مل گیا ہے تو ہمیں بھی تھوڑی احتیاط کرنی چاہئے۔''

''اُف امی!..... آپ بہت دور کی سوچتی ہیں۔ ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ حمزہ یا اس کی امی کو بے وجہ منال پر شک کیوں ہوگا؟ میں ہوں نا، منال کے ساتھ۔ عمارہ کے گھر اسے کوئی حماقت کرنے نہیں دوں گی۔ آپ فکر نہ کریں، ہم جلدی لوٹ آئیں گے۔ ویسے بھی عمارہ نے اصرار کیا ہے، منال کو لانے پر۔ مجھے لگتا ہے، وہ بات ختم کرنا چاہتی ہے۔ دوستی میں بہت گنجائش ہوتی ہے، امی! دوست کو معاف کرنا مشکل نہیں۔ عمارہ بھی منال کو معاف کردے گی۔''

''چلو ٹھیک ہے۔ پھر بھی خیال رکھنا منال کا۔ گز بھر کی زبان ہے، اس لڑکی کی۔ بولتے ہوئے سوچتی تک نہیں۔''

''آپ فکر مت کریں۔ میں اسے سنبھال لوں گی۔'' اس نے جلدی سے دوبارہ یقین دہانی کروائی اور کمرے سے نکل آئی۔

منال باہر برآمدے میں ٹہل رہی تھی۔ ارما کو آتا دیکھ کر لپکی چلی آئی۔

''کیا کہا امی نے؟'' اس کا سوال اس کی بے چینی کا غماز تھا۔ مگر ارما نے صاف بول دیا۔

''کہہ رہی تھیں، تمہیں نہ لے جاؤں تو بہتر ہوگا۔ انہیں ڈر ہے، تمہاری زبان سے جو بے وقت موتی جھڑتے ہیں، وہ دوسروں کو پتھر بن کر نہ لگ جائیں۔ سوچ لو منال! تمہارا یہ جذباتی قدم کہیں ہم دونوں کو کسی گہری کھائی میں نہ دھکیل دے۔''

''ارے کچھ نہیں ہوتا یار! تم سارا وقت اندیشوں میں گھر کر اپنا خون نہ جلاتی رہا کرو۔ یہ بتاؤ، اب چلنا ہے کہ نہیں؟''

''ہاں چلو، اجازت تو مل ہی گئی ہے، آگے ہماری قسمت۔'' اس نے ٹھنڈی سانس بھر کر ہتھیار ڈال دیئے۔ منال بے اختیار ہنس پڑی۔

''تھینکس ارما! تم بہت اچھی ہو۔ میری خاطر تمہیں بھی اتنی اذیتوں سے گزرنا پڑا ہے، مگر زندگی رہی تو کسی نہ کسی موڑ پر تمہارا یہ احسان ضرور اتاروں گی۔ تمہاری محبت نے مجھے قرض دار کردیا ہے۔''

''میں نے کوئی احسان نہیں کیا تم پر۔'' ارما کی آواز میں آنسو اُتر آئے۔ ''تم میری بہن ہو منال! بس یہی بات میں بھول نہیں پائی۔''

منال کے دل کو ٹھوکا سا لگا۔ وہ شرمساری سے نظریں چرا گئی۔ اس پل اس کے دل میں واقعی شرمندگی کا احساس جاگا تھا۔

❋❋❋

گھر سے نکلتے ہی انہوں نے رکشہ روکا اور سیدھی ہسپتال جا پہنچیں۔ سہ پہر کے چار بجنے کو تھے، دھوپ پھیکی پڑ گئی تھی، شاید اسی لئے ہوا میں نمی کا احساس بڑھ گیا تھا۔ وہ دونوں گزرتے وقت کے ہر لمحے سے فائدہ اٹھانے کے چکر میں بذریعہ لفٹ تیسری منزل پر بنے پرائیویٹ رومز کی طرف آ گئیں۔ وہ کمرے وی آئی پیز کے لئے مخصوص تھے۔ تیسرا کمرہ دائم کا تھا، جس کا دروازہ بند اور کاریڈور میں کھلنے والی کھڑکی پر پردہ گرا ہوا تھا۔

بند دروازے پر ارما نے منال کے اشارے پر ہولے سے دستک دی تو اگلے ہی پل سندس نے دروازہ کھولا تھا۔ ارما اور منال کو سامنے دیکھ کر وہ بھونچکی رہ گئی۔ اس کے کومل چہرے کا تاثر سیکنڈوں میں تبدیل ہوا اور وہ تاثر منال اور ارما کے لئے خاصی سبکی والا ثابت ہوا۔ سندس کی گرم نگاہ ارما سے ہوتی ہوئی منال کے سراپے پر منڈلانے لگی۔ اس کی صبیح پیشانی شکن آلود ہو چکی تھی۔ دلکش چہرے پر ناگواری کا واضح احساس چھلک رہا تھا، جو اس بات کی علامت تھا کہ عمارہ، سندس کو بھی منال کی جذباتیت اور ضد سے آگاہ کر چکی تھی اور وہ آ گئی، سندس کی برداشت سے بہت زیادہ تھی۔

''سندس! دروازے پر کون ہے؟'' اندر سے دائم کی نقاہت زدہ آواز اُبھری تو سندس نے مڑ کر ذومعنی نظروں سے اسے دیکھا اور منہ سے ایک لفظ کہے بغیر دروازہ چوپٹ کھول دیا۔ دائم انہیں وہاں دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ مگر ہوشیار آدمی تھا، سو تاثر چھپا کر قدرے تپاک سے بولا۔

''ارے، آیئے آیئے۔ بہت خاص لوگ آئے ہیں میرے کمرے میں۔ سندس پلیز، چائے کا آرڈر تو دینا، روم سروِنٹ کو۔''

ارما بے حساب شرمندہ ہوئی، مگر منال پر دائم کے کہے کا کوئی اثر نہیں تھا۔ وہ ٹکٹکی باندھے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ کتنا کمزور نظر آ رہا تھا وہ۔ اس کا ایک پاؤں پلاسٹر میں جکڑا ہوا تھا۔ جب کہ ماتھے پر پٹی بندھی تھی۔ دائم کے ہاتھوں پر بھی خراشوں کے نشانات صاف دکھائی دے رہے تھے۔ غالباً یہ خراشیں وِنڈ اسکرین کی کرچیاں لگنے سے آئی تھیں۔ دو ہی دن میں اس کا چہرہ کملا کر رہ گیا تھا۔

منال کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر دائم کی توجہ بھی اس کی جانب مرکوز ہو گئی۔ اسے حیرت ہوئی کہ اس کے دل کی دھڑکن میں کچھ تیزی آ گئی تھی۔ وہ لڑکی ایک عمدہ Look کے ساتھ اس کے

سامنے پورے اعتماد سے کھڑی تھی۔ اس کا انداز شاہانہ اور آج بھی ایک غرور سمیٹے ہوئے تھا۔ یوں جیسے اپنے یکطرفہ جذبے پر اسے مکمل بھروسہ ہو اور وہی بھروسہ اس کے شخصی اعتماد کا ضامن بن گیا تھا۔

''منال! پلیز، بیٹھ جاؤ۔ دائم کو کھڑے کھڑے دیکھتے رہنا تمہارے لئے پاسیبل نہیں ہے۔'' سندس کی تیز آواز میں طنز کی رمق تھی۔ منال اور دائم ایک ساتھ ہوش میں آئے۔ منال کے لبوں پر مسکراہٹ اور دائم کے چہرے پر گھبراہٹ اُتر آئی، وہ بوکھلا کر بولا۔

''میں نے تم سے چائے کے لئے کہا تھا سندس! مہمانِ خاص ہوں تو تواضع بھی خصوصی ہونی چاہئے۔ تم رُوم سروِنٹ کو آرڈر کرو۔''

''نہیں، نہیں پلیز! ہم صرف آپ کی عیادت کے لئے آئے ہیں۔ ابھی چائے رہنے دیجئے اور سنایئے، کیسے ہیں آپ؟'' ارما نے مسکرا کر خوش دلی کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی تو دائم کا انداز بدل سا گیا۔

''جو چاہا تھا کسی نے، وہ ہو چکا ہے ارما جی! پھر احوال جاننے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا عرفان نے آپ کو میرے بارے میں کچھ نہیں بتایا کہ کیسا ہوں میں؟''

''جی، عرفان بھائی نے بتایا تھا۔ لیکن ہم آپ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے تھے۔''

''اوکے، تو دیکھئے اور بتایئے میری حالت ابتر ہے یا بہتری کی طرف گامزن ہے؟'' اس نے تمسخر سے ارما کی بات کاٹ کر فوری سوال کر ڈالا۔

ارما بے حساب خجل ہوئی۔ اس بار منال کا ضبط پارہ پارہ ہو گیا۔ سندس کی تضحیک آمیز نظریں اسے ویسے بھی بہت چبھ رہی تھیں۔ ادھر دائم بھی اپنی فطری شائستگی بھول کر بدتمیزی پر آمادہ تھا۔ حالانکہ جسمانی طور پر خاصی تکلیف میں تھا۔ یہ خدا کا شکر تھا کہ اتنے سیریس ایکسیڈنٹ کے بعد بھی اللہ نے اس کی زندگی بخش دی تھی۔ شاید یہ سندس کی دعاؤں اور توجہ کا نتیجہ تھا کہ آج وہ ایک بہتر حالت کے ساتھ بستر پر نیم دراز تھا۔

''ہم نے آپ کو پہلے سے بہت زیادہ کمزور پایا ہے دائم جی! ابھی آرام کی ضرورت ہے آپ کو۔'' منال کا ذومعنی جواب دائم کے ساتھ سندس کو بھی جی بھر کے چبھا تھا۔ وہ دونوں کچھ بے قرار سے ہو کر ایک دوسرے کی صورت تکنے لگے۔ منال کے جملے کا مفہوم کچھ اور ہی معنی دے رہا تھا اور وہ معنی کم سے کم سندس کو ہضم نہیں ہوئے تھے۔

''لگتا ہے، جنون اب تک سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ کیوں منال! یہ دیوانگی کیوں طاری کر لی خود پر؟ اس راہ کی راہی کیوں بن گئیں، جو تمہیں منزل تک پہنچنے نہیں دے گی؟''

''منزل میرے سامنے ہے سندس! لیکن میں ابھی خود منزل کو دیکھنا نہیں چاہتی۔'' جواب دوٹوک تھا۔ منال کی بے اعتنائی قابلِ دید تھی۔

سندس کا موڈ آف ہو گیا، خفگی سے بولی۔ ''کیوں، کیا ڈرتی ہو تم؟''

''ہاں۔'' اس کا اقرار فوری تھا۔ ''ڈرتی ہوں، کہیں کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ میں نے حق چھینا ہے کسی کا۔ وہ حق مجھے بہت جلد خود ہی مل جائے گا اور اس کی گواہی دائم! آپ کو دینی ہوگی، یہ دھیان رکھئے گا۔'' وہ مسکرا دی۔

ادھر دائم کا رنگ اڑ گیا۔ اس نے کچھ بولنا چاہا، مگر بول نہ سکا۔

سندس کو جیسے کسی سانپ نے ڈسا تھا، وہ بلبلا اُٹھی۔ ''جیسا سنا تھا، تم اس سے بڑھ کر ہو منال! تم واقعی بے غیرت لڑکی ہو۔''

''ہوں، کہہ سکتی ہو۔ پر یاد رہے، بے غیرت ہونا اتنا برا نہیں، جتنا بے وفا ہونا ہے۔ تمہاری بے وفائی بہت جلد سامنے آئے گی۔ مگر خیر، ابھی میں تمہاری بات کا مکمل جواب نہیں دوں گی، وقت ہی کتنا بچا ہے اپنی بات ثابت کرنے کے لئے میرے پاس۔''

''ہونہہ، لعنت بھیجتی ہوں میں تم پر اور تمہارے اس وقت پر۔ تم بہت بڑی خوش فہمی کا شکار ہو، منال بی بی! تم ابھی مجھے نہیں جانتیں۔ سندس اس لڑکی کا نام ہے، جو اپنی ہر چیز کے لئے بہت Possessive ہے۔''

''یہ میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔'' منال کا انداز بے نیازی سے بھرپور تھا۔ ''تمہارا چیزوں کے لئے Possessive ہونا تمہارے سطحی ہونے کی نشانی ہے، سندس! مگر ایک بات میری بھی یاد رکھو، ہمارا انسانوں کے لئے Possessive ہونا زیادہ بہتر ہے، لیکن تمہاری خود غرض سوچ تمہیں ایسا سوچنے نہیں دے گی۔''

''ہونہہ، خود غرض سوچ؟'' وہ بے اختیار ہنس پڑی۔ ''میرے لئے دلچسپ بات یہ ہے کہ تم جیسی لڑکی مجھے خود غرض کہہ رہی ہے۔ آنے سے پہلے کیا تم اپنا چہرہ آئینے میں دیکھ کر نہیں آئیں؟ اگر دیکھ آتیں تو خود غرضی کی اصل صورت سے واقف ہوتیں اور شاید تمہیں خود سے نفرت بھی ہوتی۔''

''اونہوں، میں خود سے کبھی نفرت نہیں کر سکتی، سندس! یہ چہرہ کسی کی نگاہوں کے حصار میں رہتا ہے۔''

اس کا برجستہ جواب دائم کو نگاہ چرانے پر مجبور کر گیا۔ وہ اپنی حیرت میں پڑ کر ایک ٹک اسے گھور رہا تھا۔ منال کی بات اسے سر سے پاؤں تک شرابور کر گئی۔ ادھر سندس کی برداشت حد پھلانگنے لگی۔ ''سنو دائم! اس لڑکی سے کہو، یہ یہاں سے چلی جائے۔ میں نے اسے کمرے میں آنے کی اجازت صرف اس لئے دی تھی کہ میں ہاسپٹل میں کوئی تماشا کھڑا کرنا نہیں چاہتی تھی۔ مگر اب..... اب یہ لڑکی اپنی اوقات پر اُتر آئی ہے، بہتر ہے، میری کسی سخت سست سے پہلے اسے جانے کے لئے کہہ دو۔''

''نہیں سندس، پلیز!'' دائم نے بازو بڑھا کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ''تھوڑا دھیرج رکھو، تم کیوں اپنا ٹمپریچر لوز کر رہی ہو، سویٹی؟''

''یہ کیوں آئی ہے یہاں؟'' وہ روہانسی ہوگئی۔ جواب منال کی طرف سے آیا تھا۔

''میں صرف دائم کے لئے آئی ہوں، سندس! ان کی خاطر میرا دوسروں سے رابطہ رکھنا میری مجبوری ہے۔ اور ہاں دائم!'' اس نے سندس کے تڑپ کر کچھ کہنے سے پہلے ہی کہہ دیا۔ ''آپ کو انڈر پریشر ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ انسان کو اعصابی طور پر مضبوط ہونا چاہئے اور ان حالات میں جو غیر متوقع ہوں، خود کو قابو میں رکھنا بہت معنی رکھتا ہے۔''

اس کا آخری جملہ منال کو آئینہ دکھا رہا تھا۔ مگر جواباً دائم کا منہ بن گیا۔ خاصے سخت لہجے میں حد درجہ سلگ کر بولا۔

''میرے اعصاب بہت مضبوط ہیں، منال! یُو ڈونٹ وری۔ میں ہر طرح کے حالات کو فیس کرنے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔''

''نہیں دائم جی!'' منال نے ہنس کر فوراً اسے رد کر دیا۔ ''آپ بہت کمزور انسان ہیں۔ انہونی کو سہہ نہیں سکتے۔ بہرحال، محبت میں ہر ناممکن کو تسلیم کرنا پڑتا ہے، ورنہ نتیجہ اختیار سے باہر ہو جاتا ہے، جو بھگتنا بھی پڑتا ہے۔''

''واٹ ربش، یہ تمہارا خیال ہے۔ اور میں تمہارے خیال سے متفق نہیں ہوں۔'' اس کا انکار، منال کو چیلنج کر رہا تھا۔ وہ زور سے ہنس پڑی۔

''آپ کے نہ ماننے سے کیا ہوگا، دائم جی! اگر اختیار پر کنٹرول رکھتے تو آج اپنی شادی کی تیاریوں میں اُلجھے ہوتے۔ مگر آپ ایکسیڈنٹ کروا کر ہسپتال کے بستر پر دراز ہیں۔ کم سے کم خود پر گزری تو نہ جھٹلایئے۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آپ ہر طرح کے حالات کو فیس نہیں کر سکتے۔''

''ہونہہ!'' سندس نے سر جھٹک کر دائم کو دیکھا اور درشت لہجے میں بولی۔ ''دیکھا تم نے، یہ حسین چہرے بندے کو کس طرح برائی کی طرف مائل کرتے ہیں۔ باہر سے اُجلے دکھائی دینے والے، اندر سے کتنے کالے ہوتے ہیں، مانتے ہو نا یہ بات.....؟''

''Yes I agree with you.'' وہ بے حد سنجیدہ تھا۔

ادھر منال نے پھر مداخلت کی۔ ''اتنی جلدی ایگری نہیں ہو جاتے، دائم جی! کچھ باتیں اپنی سمجھ بوجھ سے بھی کرنی چاہئیں۔ پہلے خود کو اس خول سے باہر نکال لایئے جو مجھے دیکھ کر آپ نے اپنی ذات پر چڑھایا ہے۔ میں جانتی ہوں، فی الوقت سندس کو ناراض کرنا آپ کے بس میں نہیں ہے۔ مگر اس کے ڈر سے چڑھائے جانے والے خول کو تھوڑا ڈھیلا کر لیجئے، تاکہ سانس ٹھیک طور پر آتی جاتی رہے۔ ورنہ دم گھٹ جائے گا آپ کا۔''

اس کا جواب سندس اور دائم کی بولتی بند کر گیا۔

ادھر ارما حیران اور پریشان ہو کر وہ ساری گفتگو دم سادھے سن رہی تھی۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ وہ دونوں دائم کی عیادت کے لئے آئی تھیں، مگر اس کا حال احوال

پوچھنے کے بجائے ایک جنگ سی چھڑ گئی تھی۔ وہ تینوں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہ سب کیا ہو رہا تھا اور کیا فائدہ تھا اس بے وجہ کی بحث کا، ارما کوئی اندازہ نہ لگا سکی۔ اس سے پہلے کہ وہ منال کو اس کمرے سے باہر نکال لاتی، دروازہ اچانک کھلا اور حمزہ مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوا۔ ارما اور منال کو دیکھ کر وہ ٹھٹکا، پھر سنبھل کر بے حد گرم جوشی سے بولا۔

''بھئی واہ، آج کمرے میں خواتین کا میلہ لگا ہے۔ میرا خیال ہے، دائم! اور دنوں کی نسبت تم آج کچھ زیادہ بہتر محسوس کر رہے ہو گے۔ کیونکہ نازک لوگ عیادت بھی بے حد نزاکت سے کرتے ہیں۔ تم نے یقیناً لطف لیا ہو گا۔'' اس کی پُرشوق نگاہ، منال کا جائزہ لے رہی تھی۔ منال محتاط ہو گئی۔ ادھر دائم کی مسکراہٹ میں بہت آگ تھی۔

''واقعی، لطف بہت آیا ہے مجھے۔ یہ نزاکت پر اثر ہے حمزہ!''

''گویا تم سچ مچ اچھا فیل کر رہے ہو۔'' وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔ دائم نے ہاتھ مصافحے کے لئے بڑھا دیا اور ذومعنی انداز سے بولا۔

''سوائے اچھا فیل کرنے کے میں کر بھی کیا سکتا ہوں۔ بہرحال، اب خواتین کے جھرمٹ میں تم بھی آ ملے ہو تو فضا ضرور بدلے گی اور میرا خیال ہے، یہ بدلی فضا میری حالت میں زیادہ بہتر تبدیلی لائے گی، ورنہ آج تھکاوٹ بہت ہے۔ میرا سر درد سے پھٹ رہا ہے۔ جی چاہتا ہے، چپ چاپ پڑا رہوں۔''

''کیوں، اس کا مطلب ہوا کہ تم نے آرام نہیں کیا۔'' وہ فکرمند ہو گیا۔

''نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے یار! دراصل میں بور ہو گیا ہوں ہاسپٹل میں رہ کر۔ اب گھر جانا چاہتا ہوں۔''

''اوہ، ڈونٹ وری۔'' حمزہ نے دوست کی بے زاری محسوس کر کے اس کا بازو تھپکا۔ ''میں ڈاکٹر سے تمہارے ڈسچارج ہونے کی بات کرتا ہوں۔ ویسے میرا خیال ہے ابھی چند دن اور رُکنا پڑے گا، ہسپتال میں۔ دیکھو، تمہارے زخم ابھی مندمل نہیں ہوئے۔ خصوصاً سر کا زخم خاصا گہرا ہے۔''

''ہوں، گہرا زخم سر پر ہی لگنا چاہئے تھا۔ ایکسیڈنٹ کے دن میری سوچ میرے اختیار سے باہر ہو گئی تھی۔'' اس کی ملامتی نظر، منال کی طرف اٹھی تو حمزہ حیرت سے دائم کو تکنے لگا۔

''کیا مطلب؟..... ایسا کیا سوچ رہے تھے تم اس دن؟''

''ہاں، بہت کچھ تھا سوچنے کے لئے۔'' اس نے گہری سانس خارج کی۔ ''وہ دن میری زندگی کا بہت عجیب دن تھا حمزہ! اس دن کسی کی بے باکی مجھے اس قدر متحیر کر گئی کہ امریکہ میں ایک طویل مدت گزارنے والا بندہ بھی ششدر رہ گیا تھا۔ مجھے ایک بات بتاؤ یار حمزہ! کیا مشرقی کی طرح مشرقی عورت بھی اپنے جذبات کے اظہار میں بے باک ہو گئی ہے؟ حیا کا وہ

تصور ہی ختم ہو گیا ہے، جو مجھ جیسے بندے کو اپنے کلچر اور روایات میں نظر آتا تھا۔ ہمارے یہاں کی عورت کچھ زیادہ آزاد ہو گئی ہے، حمزہ! اسے اپنے وقار کا خیال ہی نہیں رہا۔''

''نہیں دائم.....!'' حمزہ نے فوراً نفی کر دی۔ ''میں تمہاری بات سے متفق نہیں ہوں۔ مشرقی عورت آج بھی شرم و حیا کی پہچان ہے۔ ہمارے یہاں آج بھی عورت پردے کی پابند ہے۔ اب تم ان دو بہنوں کو دیکھ لو، گھر سے نکلی ہیں مگر سر ڈھکے ہوئے ہیں ان کے۔ ان کی گفتگو میں حیا کا رنگ ہے، سراپا خالص مشرقی انداز لئے ہوئے ہے۔ وہ تمہاری خیریت پوچھنے آئی ہیں، مگر انہیں اپنی حدود کا اندازہ ہے۔''

''ہاں، حدود کا اندازہ خوب ہوا ہے مجھے یہاں آ کر۔ کیا Limits ہیں، ہمارے معاشرے کی، میں بے حد حیران ہوں۔'' دائم کے الفاظ ہی نہیں، لہجہ بھی خاصا گرم تھا۔

سندس زیرِلب مسکرا دی۔ اس کی نظریں منال اور ارما پر گردش کر رہی تھیں، جو لال چہرہ لئے کھڑی تھیں۔ حمزہ کا ادھر آنا ان کی روح فنا کر گیا تھا۔ امی ویسے ہی متفکر تھیں کہ کہیں حمزہ یا اس کی والدہ کو منال کے کسی کرتوت کی بھنک نہ پڑ جائے اور ادھر بات ہی اس کے رویے اور بے باکی کی ہو رہی تھی۔ ارما کا دم ہوا ہونے لگا، وہ اندر ہی اندر بے حساب سہم گئی۔

اگر سندس نے جذبات میں آ کر منال کو کچھ اور برا بھلا کہہ دیا تو؟..... اگر دائم نے حمزہ کو اپنی ٹینشن کی اصل وجہ بتا دی تو؟..... اور..... اور اگر آج کی یہ ساری کہی ان کہی باتیں عرفان بھائی کے علم میں آ گئیں تو؟..... ارما کا روم روم کانپ اٹھا۔ ''خدایا نہیں، ایسا کچھ نہ ہو، ہمیں عزت و عافیت سے گھر پہنچا دینا۔ منال کی جذباتیت حمزہ پر نہیں کھلنی چاہئے اور نہ ہی دائم کی پریشانی سے پردہ اٹھنا چاہئے۔ ورنہ ہماری خیر نہ ہو گی۔

وہ بے حساب گھبراہٹ سے اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔

''چلو منال! اب ہمیں گھر چلنا چاہئے۔''

''ارے اتنی جلدی کیوں؟ بیٹھو نا، میں ابھی آیا اور تم اٹھ کر چل دیں۔ کیا بات ہے ارما! کیا میری کمپنی بہت بری ہے؟'' حمزہ نے شوخی چھاڑی تو ارما کی سنجیدگی کچھ بڑھ سی گئی۔

''آپ کی کمپنی فی الوقت دوست کی دلجوئی کے لئے ہونی چاہئے۔ ہمیں آئے دیر ہو گئی، اس لئے ہمیں اجازت دیجئے۔''

''چلو ٹھیک ہے۔'' وہ فوراً مان گیا۔ پھر منال کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''لیکن پانچ منٹ رک جاؤ تو میں تم دونوں کو گھر چھوڑ دوں گا۔ آج مجھے بھی امی کو ڈاکٹر کے پاس لے جانا ہے، رات سے انہیں دانتوں میں تکلیف محسوس ہو رہی ہے۔ کھانا بھی کھایا نہیں جا رہا ان سے۔''

''اوہ، میں فون کروں گی، آنٹی کو۔'' منال نے پھیکی مسکراہٹ سے جواب دیا۔ ''میری طرف سے انہیں ضرور پوچھئے گا۔''

''اگر فون کرو گی تو پوچھ بھی لینا، امی بہت خوش ہو جائیں گی۔''

''اوکے۔'' منال نے سر ہلا کر ارما کو دیکھا اور اس کے چہرے کا تاثر دیکھ کر فوراً اُٹھ گئی۔
''چلو ارما! اب چلتے ہیں۔''
''کچھ دیر میری خاطر رک جاؤ نا۔ میں واپسی پر چھوڑ دوں گا تم دونوں کو۔'' حمزہ کا لہجہ قدرے ملتجی سا تھا۔ دائم ہنس دیا۔
''کیوں بھئی، مشرق کی بیٹیاں غیر مرد کے ساتھ اس کی بائیک پر بیٹھ جاتی ہیں؟''
حمزہ اس کی چٹکی بھرتی بات پر کھلکھلا کے ہنس دیا۔ ''نہیں یار! آج دراصل گاڑی ہے میرے پاس، اسی لئے انہیں آفر کی ہے۔''
''ٹھیک ہے، پھر تم اصرار کر سکتے ہو۔'' اس کی ہنسی میں اب بھی استہزائیہ انداز چھپا تھا۔
ارما بل کھا کر رہ گئی مگر ایک تحمل سے بولی۔ ''اپنا خیال رکھئے گا، دائم صاحب! میں آپ کی جلد صحت یابی کی دعا کروں گی۔''
''پھر ایک دعا منال کے لئے بھی کر لینا، تمہاری بہن کو زیادہ ضرورت ہے دعاؤں کی۔''
سندس کے الفاظ خاصے تلخ تھے مگر جواباً وہ دونوں خاموش رہیں۔ تب حمزہ نے بات بدل ڈالی۔
''جلدی سے اب ٹھیک ہو جاؤ یار! کہ دعا کی افادیت سے بھلا کسے انکار ہوگا۔ یوں بستر پر رہو گے تو میری خوشی میں شامل کیسے ہو گے؟ ابھی تمہیں میری منگنی کے گرینڈ فنکشن میں شرکت کرنی ہے، وہ بھی سندس بھابی کے ساتھ۔''
''اوہ.....'' دائم چونک کر سیدھا ہو گیا۔ ''دیٹس رئیلی اے گریٹ نیوز۔ کیا واقعی تمہاری منگنی ہو رہی ہے؟''
''ہاں یار!'' وہ مسکرایا۔ ''شاید اسی ہفتے ہو جائے یا پھر کچھ دن بعد۔''
''بھئی واہ، لڑکی تمہاری پسند کی ہے یا تمہاری والدہ کی؟'' دائم نے دوستانہ انداز میں شوخی سے آنکھ میچ کر پوچھا تو وہ زور سے ہنس پڑا۔
''خالص میری پسند ہے۔ بٹ اِٹس اے سرپرائز، وہ کون ہے۔ یہ راز منگنی پر ہی کھلے گا۔ اس سے پہلے ہرگز نہیں۔'' حمزہ کی شوخ ہنسی بے حد ذومعنی تھی۔
منال کو خوامخواہ غصہ آنے لگا۔ یہ کوئی جگہ تھی، دوست سے ایسے راز شیئر کرنے کی؟ اگر یہ بات اسے منگنی پر ہی کھولنی تھی تو تذکرہ کیوں کیا؟ کس قدر احمق ہے یہ حمزہ بھی..... منال جل کر سوچ رہی تھی۔
ادھر ارما کی گھبراہٹ میں مزید اضافہ ہو گیا۔ حمزہ کا اچانک اپنی منگنی کے بارے میں بات کرنا کسی خطرے کی نشاندہی کر رہا تھا اور وہ خطرہ دونوں بہنیں قطعاً مول لے نہیں سکتی تھیں۔ دائم کچھ دیر حمزہ کی کھلکھلاہٹ اور اس کی نظر کے زاویئے کو جانچتا رہا، پھر ارما کی اُڑی رنگت اور گھبرایا انداز دیکھ کر اندازہ لگاتے ہوئے بولا۔
''میرا خیال ہے حمزہ! میں تمہاری چوائس جانتا ہوں۔''

''اوہ رئیلی، تم واقف ہو اس سے؟ چلو ٹھیک ہے، میں نام پھر بھی نہیں بتاؤں گا۔'' وہ اب بھی شرارت پر آمادہ تھا۔
''چلو نہ بتاؤ۔'' دائم نے اس کی شوخی کا پورا مزہ لیا۔ ''مگر میں وہ نام جانتا ہوں۔ وہ ارما بصیر ہے۔''
''ارما.....'' حمزہ بے اختیار کھل کر ہنسا۔ ''نو..... نیور۔ وہ ارما نہیں، منال ہے۔ منال اِز مائی لیڈی لو..... یو نو؟''
''مم..... مم..... منال۔'' وہ اور سندس دم بخود رہ گئے۔ جب کہ منال کا چہرہ مارے غصے کے سرخ ہو گیا۔ اس سے پہلے کہ حمزہ مڑ کر اسے مخاطب کرتا، منال نے پلٹ کر ارما کا ہاتھ کھینچا اور خدا حافظ کہے بغیر کمرے سے نکل گئی۔ اسے حمزہ سے سخت وحشت ہو رہی تھی۔ اس کے ایک ذرا سے حماقت بھرے انکشاف نے دائم اور سندس کے سامنے اس کی پوزیشن بے حد آک ورڈ کر ڈالی تھی۔ جب کہ حمزہ اس کے چلے جانے کو اس کی شرم سمجھا تھا۔

❁

پا لینے اور کھو دینے کے بیچ میں
گہری کھائی ہے
جس کو پار کریں تو صحرا!
ٹھہریں تو رُسوائی ہے

وہ گھر لوٹ کر بھی بے حد خاموش تھیں۔ رات کے کھانے پر عرفان بھائی نے ان کی اُتری صورتوں کو بہ نظر غائر دیکھا، مگر زبان سے کچھ بھی کہنے سے دانستہ گریز کیا تھا۔ ابو کی موجودگی میں ان کی طرف سے کیا جانے والا کوئی بھی سوال دونوں کی پوزیشن خراب کر سکتا تھا، ورنہ آج دائم کی زبانی وہ جو کچھ سن کر آ رہے تھے، اسے ہضم کرنا نہ صرف مشکل تھا بلکہ ان کے صبر و ضبط کا کڑا امتحان بھی تھا۔ عرفان کا بس نہ چل رہا تھا کہ وہ ابو کو زبردستی اٹھا کر ان کے کمرے میں بھیج دیتے اور پھر ان دو بے وقوف لڑکیوں کی ایسی خبر لیتے کہ وہ غلطی سے بھی گھر کے باہر قدم رکھنا بھول جاتیں۔ ہر وہ قدم جو اس گھر کی رسوائی کا موجب بنتا۔ انہیں حیرت اس امر پر تھی کہ اس بار منال ہی نہیں، ارما بھی برابر کی قصوروار تھی۔ انہیں بالکل امید نہ تھی کہ وہ یوں منہ اٹھا کر دائم سے ملنے ہسپتال کو چل پڑیں گی۔ بھلا ضرورت کیا تھی انہیں دائم کی مزاج پرسی کرنے کی؟ وہ ان کا دوست تھا، منال اور ارما کا نہیں کہ اسے یوں ہسپتال جا کر دیکھا جاتا۔
وہ دل میں اٹھتے شعلوں کو دبائے مٹر پلاؤ زبردستی حلق سے نیچے اُتار رہے تھے۔ ادھر امی تھیں کہ آج بے وجہ بڑھ بڑھ کر انہیں ہر چیز آفر کئے جا رہی تھیں۔ اس بار کباب اٹھا کر انہیں رائتے کے ساتھ کھانے کی صلاح دی تو وہ بری طرح تپ گئے۔ چڑچڑے پن سے بولے۔
''میں لے لوں گا امی! میری فکر مت کیجئے، بلکہ اپنے کھانے پر دھیان دیجئے۔ سب کچھ

ٹھنڈا ہو گیا ہے۔"

امی ان کی جھنجلاہٹ پر دنگ رہ گئیں، پشیمان ہو کر بولیں۔ "کیا ہو گیا عرفان! کیا آج پہلی بار تمہیں کوئی چیز میں نے کھانے کو دی ہے؟ بیٹا! میں ہمیشہ تمہارا خیال رکھتی ہوں، پھر آج کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں ہوا۔" وہ اس بار قدرے تحمل سے بولے۔ "میرا دل جس چیز کو چاہے گا، میں خود ہی لے لوں گا، آپ کھانا کھائیے۔"

"ارے، لگتا ہے آج پھر تھکاوٹ ہو گئی ہے تم کو۔ ایسا کرو، کھانا کھا کر کمرے میں چلے جانا۔ میں تمہاری چائے کمرے میں بھجوا دوں گی۔ اور ہاں..... ایک گولی سر درد کی لے لینا، تمہاری طبیعت بہتر ہو جائے گی۔"

"اوفوہ.....!" وہ مزید بھنّا گئے۔ "میں بالکل ٹھیک ہوں امی! کہا ناں، میری فکر مت کیجیے۔"

"ہائے، فکر کیوں نہ کروں؟ میرے کون سے ہزار بیٹے ہیں؟ اللہ نے ایک ہی تو بیٹا دیا ہے، وہ بھی تم جیسا فرماں بردار اور محبت کرنے والا۔ ماں صدقے جائے، تیری فکر نہ کروں تو کیا باہر والوں کو پوچھوں جا کے؟" ان کی مامتا پھر سے پھوٹ پڑی۔

ابو نے اس بار مسکرا کر ایک نگاہِ التفات ماں بیٹے پر ڈالی، پھر اپنی پلیٹ میں مزید چاول ڈالتے ہوئے بولے۔ "آج کھانا کس نے بنایا ہے؟ بہت مزیدار ہے۔"

"کھانا امی نے بنایا ہے ابو! آج ہم دونوں بہنیں گھر پر نہیں تھیں۔ سارا کام بے چاری امی کو اکیلے ہی کرنا پڑا۔" ارما نے قدرے شرمساری سے اطلاع دی تو ابو کو وہ بات یاد آ گئی، جسے وہ بھول بیٹھے تھے۔

"ارے ہاں۔" وہ ماتھے پر ہاتھ رکھ کر عجلت سے بولے۔ "ارما بیٹا! شام کو عمارہ کا فون آیا تھا، وہ تم سے کچھ خاص بات کرنا چاہتی تھی۔ میں نے کہہ دیا، تم گھر پر نہیں ہو۔ بہر حال، کھانا کھا کر اسے کال بیک کر لینا۔"

منال اپنی جگہ جامد ہو گئی۔ ارما کا نوالہ جیسے حلق میں پھنس گیا۔ جس بات کا اندیشہ تھا، وہی اب پیشِ نظر تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ ابو کو کچھ کہتی، امی نے چونک کر پہلے انہیں اور پھر ابو کو دیکھا۔ "کیا کہا آپ نے، کس کا فون آیا تھا شام کو؟"

"بھئی عمارہ کا تھا۔ وہی، جو منال کی سہیلی ہے۔" ابو نے یوں کہا جیسے امی عمارہ کو سرے سے جانتی ہی نہ ہوں۔

"عمارہ کا؟" ان کے ماتھے پر بل نمودار ہو گئیں۔ "لو بھلا، اسے کیا ضرورت تھی ادھر فون کرنے کی؟ ارما اور منال اس کے اصرار پر تو گئی تھیں اس کے گھر تاکہ دائم کی بری کے

جوڑے ٹانک سکیں۔"

"کیا مطلب؟" ابو اور عرفان نے بیک وقت ایک ہی سوال پوچھا اور ان کی نظریں بھی ایک ساتھ ان دونوں کی طرف اٹھی تھیں، جن کے چہرے اس سمے فق اور دھڑکنیں گم ہو رہی تھیں۔

"مطلب اپنی ان لاڈلیوں سے پوچھیے۔ گھر سے بہانہ بنا کر گئی تھیں، عمارہ کی طرف جانے کا اور اب وہی عمارہ ان کی غیر حاضری میں فون کر کے یہ پوچھ رہی ہے کہ وہ دونوں کدھر ہیں، آئیں تو فون کر لیں تاکہ ضروری بات ہو سکے۔" امی نے جلتی پر تیل چھڑکنے کا کام بے حد عمدگی سے کیا۔

جواب میں ابو نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور عرفان بھائی نے ہاتھ میں پکڑے گلاس کو اس زور سے میز پر پٹخا کہ شیشے میں بال آ گیا۔ کمرے میں یکدم خاموشی اُتر آئی۔ اس قدر کہ گھڑی کی ٹک ٹک بھی صاف سنائی دینے لگی۔

"ارما! کیا تم عمارہ کے گھر نہیں گئیں؟" ابو کا ناصحانہ انداز چبھتے سوال کی صورت اس کی سماعت سے ٹکرایا تو وہ سر اٹھانے کے قابل نہ رہی۔

"ابو! ہم..... ہم عمارہ کی طرف ہی گئے تھے، مگر بہت..... بہت دیر سے پہنچے تھے۔ دراصل راستے میں رکشہ خراب ہو گیا تھا۔" منال کو بڑے کام کا بہانہ سوجھا تھا، وہ ہمت کر کے جھوٹ بول گئی۔ مگر عرفان بھائی کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ پڑ گیا۔ وہ کچھ دیر اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورتے رہے، پھر پاس بیٹھی ارما کی طرف مڑ کر اس کا چہرہ ایک جھٹکے سے اپنی طرف کر کے بولے۔

"تم بتاؤ ارما! کہاں تھیں تم دونوں؟"

"بب..... بھائی! منال ٹھیک کہہ رہی ہے، ہم عمارہ کے گھر ہی....."

"بکواس بند کرو اپنی۔" انہوں نے اپنے سامنے پڑی پلیٹ اٹھا کر فرش پر پھینک دی۔ زور کا چھناکا ہوا اور امی کے پسندیدہ ڈنر سیٹ کی قیمتی پلیٹ کئی ٹکڑوں میں بٹ کر یہاں وہاں بکھر گئی۔ سب کے چہرے ایک ثانیے میں تاریک ہوئے تھے۔ عرفان بھائی بے طرح بے قابو ہو کر اپنی جگہ سے اٹھ گئے تھے۔ انہوں نے ارما کا ہاتھ کھینچ کر اسے بھی ایک جھٹکے سے کھڑا کر دیا اور چیخ کر بولے۔

"میری طرف دیکھو ارما!..... ادھر میری طرف۔"

ادھر ارما کا دل جیسے بند ہونے پر اُتر آیا تھا۔ ہاتھوں میں لرزش اور بدن میں کپکپی اُتر آئی۔ اس نے ہاتھوں کا رعشہ چھپانے کی خاطر بے وجہ اپنے دوپٹے کو سنبھالنا اور سمیٹنا شروع کر دیا۔ جبکہ منال کا چہرہ ڈھلے لٹھے کی طرح سفید ہو چکا تھا۔ عرفان بھائی کا غصہ اور ابو کی آنکھوں سے چھلکتی بے اعتمادی دیکھ کر وہ جیسے حواس کھونے لگی تھی۔

''منال!'' ابو کی صدا جیسے کمرے میں گونجی تھی۔ ''اُٹھ جاؤ تم بھی اپنی جگہ سے اور ادھر میرے پاس آ جاؤ۔''

''جی ابو.....!'' وہ سعادت مندی سے اٹھ کر ان کے مقابل آ ٹھہری۔

''کہاں گئیں تم ارما کو ساتھ لے کر؟'' ان کا سوال جیسے تیزاب میں ڈوبا ہوا تھا۔ منال نے آنکھیں بند کر لیں۔ اب جھوٹ بولنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا، ان کی چوری پکڑی جا چکی تھی۔

''ابو! ہم..... ہم ہسپتال گئے تھے۔''

''ہسپتال.....؟'' وہ دنگ رہ گئے۔ ''کیوں منال؟''

منال کو لگا، وہ گویائی سے محروم ہو گئی ہو، اس کی زبان پر تالا پڑ گیا۔ وہ دم سادھے کھڑی تھی۔

''میں کیا پوچھ رہا ہوں منال؟ تم کچھ بولتی کیوں نہیں؟''

''یہ بات آپ مجھ سے پوچھ لیجئے ابو! یہ لڑکیاں آپ کو کچھ نہیں بتائیں گی۔''

عرفان بھائی کا گرم لہجہ انہیں اپنی جانب متوجہ کر گیا۔

''یہ دونوں بہنیں آپ کی عزت کا خیال کئے بغیر میرے اس دوست کی عیادت کے لئے گئی تھیں، جو انہیں اپنی ٹینشن اور مصیبت کا سب سے بڑا سبب گردانتا ہے۔ ابو! ذرا ان سے پوچھئے، کیا ضرورت تھی انہیں دائم کی مزاج پرسی کرنے کی؟ آخر کیا لگتا ہے وہ ان دونوں کا؟ میرے دوست کی ہمدردی میں انہیں گھلنے کی کیا ضرورت ہے؟ پلیز ابو! آپ یہ بات پوچھئے ان دونوں سے۔'' عرفان بھائی پیچ و تاب کھا رہے تھے۔

''یہ میں کیا سن رہا ہوں، ارما؟ جواب دو مجھے۔'' ابو کا انداز درشت اور لہجہ بے حد خشک تھا۔ وہ دونوں کچھ نہ بولیں۔ ''مجھے تم دونوں میں سے کوئی ایک جواب دے گا۔ عرفان کا سوال بے حد اہم ہے۔ بتاؤ مجھے، کیوں گئی تھیں تم اسے ہسپتال میں دیکھنے؟ کیا تعلق ہے تمہارا اس لڑکے سے؟ بولو، جواب چاہئے مجھے۔'' وہ اس بار غصے میں آ گئے۔ امی کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ وہ دم بخود بیٹھی تھیں۔ یہ کیا سن رہی تھیں وہ؟..... ادھر ارما کا حلق سوکھ کر کانٹا ہو گیا، مارے گھبراہٹ کے سر چکرانے لگا۔ وہ ہڑبڑا کر بولی۔

''ابو! ہم دراصل..... دراصل ہم بازار گئے تھے۔ واپسی پر اسی ہسپتال کے سامنے سے گزرے تو دائم کا خیال آ گیا۔ عرفان بھائی کا دوست جان کر ہم بھی عیادت کو چلے گئے۔ شاید ہم سے غلطی ہو گئی ہے۔''

''غلطی یہ نہیں ہے ارما! غلطی وہ ہے جو منال نے کی ہے۔ دائم کے کمرے میں عیادت کے بہانے جا کر اس لڑکی نے اپنی زبان کے جو جوہر دکھائے ہیں، وہ ہرفاش غلطی کے زمرے میں آتے ہیں۔ اس کے دماغ سے اب تک محبت کا بھوت نہیں اُترا، لیکن اس بار سزا کی حقدار منال نہیں، تم ہو ارما! کیونکہ سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے بھی تم نے منال کا نہ صرف ساتھ دیا

بلکہ ہسپتال پہنچنے کی راہ بھی ہموار کی۔ امی سے دیدہ دلیری سے جھوٹ بولا، اجازت حاصل کی اور وہاں جا کر منال کو کھلی چھوٹ بھی عنایت کی کہ جا کر دائم سے اُلٹے سیدھے سوال جواب کرے۔''

''ارے یار! اتنا تو بتاؤ، آخر چاہتی کیا ہو تم دونوں؟ کیوں ہماری نیک نامی پر کیچڑ اچھالنے کو تلی بیٹھی ہو؟..... کچھ ابو کے سفید بالوں کا خیال کر لیتیں، ماں کے بھروسے کا لحاظ کر لیتیں۔ مگر نہیں، تم دونوں کو یہ سب کہاں سوجھتا، تم صرف اپنے ماں باپ کو اس عمر میں دکھ دینا چاہتی ہو۔''

''نہیں، ہم نے کچھ غلط نہیں کیا، عرفان بھائی! آپ بے شک حمزہ سے پوچھ لیجئے گا، اس کے آنے پر ہم گھر چلے آئے تھے۔ میں نے یا ارما نے دائم سے کوئی بدتمیزی نہیں کی اور نہ ہی اس سے کوئی اُلٹے سیدھے سوال و جواب کئے ہیں۔'' منال نے جیسے بات کو مزید بڑھنے سے روکا۔

''اچھا۔'' عرفان بھائی نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا۔ ''دائم سے بدتمیزی نہ کرنے کی بابت تو تم نے بتا دیا، لیکن سندس کے بارے میں کیا کہو گی؟ وہ دائم کے سامنے بیٹھی ہڑک ہڑک کر رو رہی تھی۔ جانتی ہو، اس نے مجھ سے تمہاری شکایت کی ہے کہ تم نے اس کی بے عزتی کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں چھوڑی۔ نہ صرف اسے ذلیل کیا، بلکہ یہ تک کہہ ڈالا کہ تم صرف دائم کی خاطر ہسپتال آئی ہو اور اسی کے واسطے دوسروں سے رابطہ رکھنے پر مجبور ہو۔ ورنہ دوسری صورت میں سندس کی کیا اوقات کہ تم اسے منہ لگانا پسند کرو۔''

''نن..... نہیں عرفان بھائی! میں نے..... میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔ وہ بہت چالاک لڑکی ہے، جھوٹ بولا ہے اس نے آپ سے۔'' منال نے برق رفتاری سے انکار کرتے ہوئے سارا الزام سندس کی ذات پر دھر دیا۔

''اوہو.....'' عرفان کی عصیلی نگاہ میں تمسخر اُتر آیا۔ ''وہ واقعی بہت چالاک ہے۔ لیکن منال! ایک بات بتاؤ، اگر وہ جھوٹ کہہ رہی ہے تو پھر سچ کیا ہے؟ پلیز، میں وہ سچ تمہاری زبان سے سننا چاہتا ہوں، ذرا جلدی سے بولو۔''

''سچ یہی ہے کہ ہم صرف دائم کو دیکھنے گئے تھے اور اس کی عیادت کرنے کے بعد گھر لوٹ آئے تھے۔''

''وِل یو شٹ اپ، منال؟'' عرفان بھائی کا جلال دیدنی تھا۔ ''یہ وہ سچ نہیں ہے۔ وہ سچ فوری طور پر کہہ دو، جسے سن کر ابو کے ساتھ امی بھی تمہارے کرتوت سے واقف ہو سکیں۔ اگر دو منٹ کے اندر اندر تم نے اصل کہانی نہ سنائی تو میں وہ کچا چٹھا ابھی کے ابھی کہہ سناؤں گا۔ دائم مجھے ساری اسٹوری من و عن سنا چکا ہے۔ میں جانتا ہوں، تم آج وہاں کیا تماشا لگا کر آئی ہو۔''

''میں نے کوئی تماشا نہیں لگایا، آپ کا دوست جھوٹا ہے عرفان بھائی!''

''اوہ.....تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ صرف تم ایک سچی ہو۔ چلو مان لیا، اب بولو کیا کہا تھا تم نے آج دائم کو؟ بولو منال! آج تمہاری وہ بکواس ابو بھی سنیں گے۔ ذرا انہیں بھی پتہ چلے تم کتنے پانی میں ہو؟''

''دیکھئے بھائی! آپ کو شدید غلط فہمی ہوگئی ہے۔ میں سچ کہہ رہی ہوں، میں اور ارما صرف دائم کو دیکھنے گئے تھے۔ وہ بھی آپ کا دوست سمجھ کر، اس کا حال احوال پوچھ کر حمزہ کی آمد کے ساتھ ہی وہاں سے چلے آئے تھے۔ اس دوران کوئی بات بھی ایسی نہیں ہوئی جو قابلِ گرفت ہو یا جس پر آپ کوئی اعتراض اُٹھا سکیں۔''

منال کی دیدہ دلیری حیرت انگیز تھی۔ ارما منہ کھول کر اس کا چہرہ تکنے لگی۔ جبکہ عرفان بھائی کا چہرہ غصے کی سرخی سے جھلملانے لگا۔ وہ بے اختیار آگے بڑھے اور منال کے کاندھوں کو دبوچ کر اسے شدت کا جھٹکا دے کر بولے۔

''تم ایک کمزور انسان ہو دائم! کسی انہونی کو سہہ نہیں سکتے۔ محبت میں ہر ناممکن کو ماننا پڑتا ہے۔ ورنہ ہر چیز اختیار سے نکل جاتی ہے۔ یہی کہا تھا نا تم نے منال؟ اور ہاں، ایک اہم بات تو رہ گئی۔ تم نے دائم کو یہ بھی کہا کہ وہ ایک بزدل انسان ہے، اپنی منگیتر کے ڈر سے خود کو خول میں بند کر رہا ہے۔ وہ اگر اس خول کو ڈھیلا رکھے تو سانس لے سکے گا، ورنہ اس کا دم گھٹ جائے گا۔''

''کچھ یاد آیا منال؟ یہ سارے کے سارے الفاظ تمہارے ہی ہیں نا؟ یہ تم ہی ہو نا جو اتنی ادبی گفتگو کر کے آئی ہو اُسے متاثر کرنے کے لئے۔ واہ، کیا بات ہے تمہاری۔'' انہوں نے تالی بجا کر ایک تمسخر سے اسے داد دی، پھر پلٹ کر دم بخود کھڑے ابو سے بولے۔ ''بہت نادر خیالات ہیں آپ کی چھوٹی بیٹی کے، ابو!.....دائم جیسا ویل ایجوکیٹڈ بندہ بھی حیران رہ گیا۔ کہہ رہا تھا، آج تک اس نے کسی دوسری لڑکی کے منہ سے ایسی باتیں نہیں سنیں۔ امریکہ جیسے آزاد اور ترقی یافتہ ملک میں رہ کر بھی وہ عورت کی شخصی آزادی سے اتنا متاثر نہیں ہوا، جتنا مشرق کی بیٹی کی اس منہ زبانی گفتگو سے۔ ابو!.....کسی کی منگیتر کے سامنے اس بات کا اظہار کیا کہلائے گا کہ میں ہسپتال میں صرف دائم کی خاطر آئی ہوں، ورنہ دوسروں سے بات کرنا مجبوری ہے، بولئے ابو! کیا ایسی بات کسی کو کہہ دینا آسان ہے؟ لیکن ایسے آگ لگاتے جملوں کو سننے کے بعد سامنے والا کیا ری ایکٹ کرے گا، آپ کی بیٹی یہ حقیقت جان کر بھی جاننا نہیں چاہتی۔ آج جب میں دائم کے کمرے میں گیا تو سندس ایسے بلک رہی تھی، جیسے کسی نے اسے زندہ جلا دیا ہو۔ ابو! منال نے صرف سندس سے نہیں بلکہ دائم سے بھی بہت زیادتی کی ہے۔ آپ جانتے ہیں، تیس تاریخ کو ان کی شادی ہے مگر آپ کی بیٹی اس سچائی سے نظریں چرائے اس لڑکے کی محبت کی ڈور پکڑنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اسے یہ تک معلوم نہیں کہ کسی سے محبت چھین کر کبھی محبت حاصل نہیں ہوتی۔ اسے بتائیے ابو! خواہش کرنے اور پانے کے درمیان کون

سی آزمائش اور کون سے جوکھم لکھے ہوتے ہیں، صرف منہ سے کہہ دینا یا دوسروں کو زچ کرنا محبت نہیں ہے، محبت تو دوسرے کی خوشی اور رضا پر مٹ جانے کا نام ہے۔ لیکن منال.....''

عرفان بھائی نے ایک زہر آلود نگاہ اُس کے سراپے پر ڈالی۔ ''آپ کی منال قابلِ داد ہے، اپنی محبت کو پانے کے لئے وہ خود کو نہیں مٹا رہی ابو! وہ مٹا رہی ہے آپ کا نام، آپ کی عزت، مرتبہ اور سب سے بڑھ کر اس گھر کا تقدس، اسے اپنی نسوانیت یا اس کے وقار کا بھی خیال نہیں رہا۔ اسے یہ تک یاد نہیں کہ وہ ایک عزت دار گھرانے کی لڑکی ہے اور کوئی بھی شریف لڑکی اس کی طرح منہ در منہ ڈنکے کی چوٹ پر اعترافِ محبت نہیں کرتی۔''

''اُف.....بس، چپ کر جاؤ عرفان!'' ابو نے یکلخت اپنا ہاتھ اٹھا کر کانپتی آواز میں انہیں ٹوکا۔ ان کے چہرے کی رنگت متغیر تھی، جبکہ شدتِ ضبط سے ہاتھوں میں ہلکی سی لرزش اُتر آئی تھی۔ ''پلیز، بس کرو۔ میں اس سے زیادہ سننے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اللہ کے لئے، بس کرو۔'' وہ ٹیبل پر دونوں ہاتھ رکھ کر ناتوانی سے جھک گئے۔

''ہائے ابو!.....آپ ٹھیک تو ہیں نا؟'' ارما نے لپک کر انہیں تھام لیا۔ وہ حد درجہ خوف زدہ تھی۔ ابو کا بدن سوکھے پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔ ادھر امی نے با آواز بلند رونا شروع کر دیا۔ ابو کی بگڑتی حالت کچھ اور ابتر ہوگئی۔ وہ دھپ سے اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔ ان کے پاؤں بے جان ہو گئے تھے۔ منال کی جھکی نظر زمین پر گڑ گئی۔ وہ پتھرائی حالت کے ساتھ کسی بے جان مورتی کی طرح اپنی جگہ ایستادہ تھی۔

ابو کی نگاہ ایک ثانیے کے لئے اس کی طرف اُٹھی اور وہ اپنے اشک ضبط نہ کر سکے۔ ان کی آنکھیں پشیمانی کا دریا بہانے لگیں۔ امی کی طرف مڑ کر بولے۔

''تم جانتی ہو خدیجہ! میں نے اپنی پوری زندگی میں بہت محنت اور ایمان داری سے روزی کمائی ہے۔ اس گھر میں ایک بھی لقمہ حرام کا آنے نہیں دیا، بلکہ ہر مقام پر اپنی عزت و شرافت کو سب سے مقدم جانا۔ پھر بھی آج.....آج یہ ہمارے گھر میں کیا ہو رہا ہے؟ مجھے بتاؤ خدیجہ بیگم! وہ کون سی غلطی ہے، جس کی سزا اس عمر میں ہم دونوں کو اس لڑکی کے کرموں کے بدلے بھگتنی پڑے گی؟ مجھے بتاؤ، اس بھول کا تدارک کیسے ممکن ہے جو دانستہ کی جا رہی ہو؟'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیئے۔ امی کا کلیجہ منہ کو آ گیا۔ ابو کو روتا دیکھ کر انہوں نے اپنے آنچل سے منہ ڈھانپ لیا۔ ان کی آنکھیں دن بادل برسات کا نمونہ پیش کرنے لگیں۔ منال نے انہیں ان کے شوہر کی نظروں سے گرا دیا تھا۔ اب وہ کس منہ سے ان کا سامنا کرتیں؟

ارما اور عرفان بھائی بھی ڈبڈبائی آنکھوں کے ساتھ ابو کو دیکھ رہے تھے اور ایک وہ تھی، جو اب تک کسی بے جان گڑیا کی طرح اپنی جگہ ساکت تھی۔ اس کی جھکی نظریں زمین کی اتھاہ گہرائی میں اُترتی جا رہی تھیں، دل ایک انجانی تپش سے بھسم ہو رہا تھا۔

''منال!'' اس بار ابو نے اسے ہی صدا دے ڈالی۔ ''کیوں کر رہی ہو تم یہ سب؟ کس

لئے کالک مل رہی ہو اپنے بوڑھے ماں باپ کے چہروں پر؟..... بیٹا! کیا قصور ہے ہمارا؟ کم از کم ہمیں اللہ کے دربار میں منہ دکھانے کے قابل تو رہنے دو۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق تو چلنے دو۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ ''جس نے اپنی بچیوں کی اچھی تعلیم و تربیت کی، انہیں عزت سے ان کے گھر بار کا کیا، وہ قیامت کے دن مجھ سے ایسے قریب ہو گا جیسے میری یہ دو اُنگلیاں۔''

''منال! مجھے اللہ کے محبوب ﷺ سے دُوری گوارہ نہیں ہے۔ اللہ کے واسطے، روزِ حشر میرے لئے اُنؐ کا آسرا رہنے دو۔ مجھے ان خوش نصیبوں میں رہنے دو، جو نبی پاک ﷺ کی انگلیوں کی طرح قریب ہوں۔ میں ہاتھ جوڑتا ہوں بیٹا! اپنے بوڑھے والدین پر ترس کھاؤ، ان کی عزت کو، نیک نامی کو، ان کی ساکھ کو یوں مٹی میں نہ رولو۔ میں یہ سہہ نہیں پاؤں گا، اتنی بے عزتی مجھے بے موت مار دے گی۔ وہ بات جو آج دائم اور سندس تک محدود ہے، کل وہی بات اگر دنیا میں پھیل گئی تو میں میں.....'' ابو کی آواز بری طرح بھرّا گئی۔ وہ بات پوری نہ کر سکے۔ البتہ انہوں نے منال کے سامنے ہاتھ جوڑ کر آنکھیں میچ لیں اور ایک بار پھر رو دیئے۔

منال پر جیسے کوئی بجلی گری تھی۔ وہ بری طرح لرزی۔ تب اس کے ساکت وجود میں حرکت ہوئی تھی۔ وہ دھیرے دھیرے چلتی ابو کے پاس آ گئی، ہاتھ بڑھا کر ان کا کاندھا پکڑا، نم آواز سے بولی۔

''مجھے معاف کر دیجئے ابو!..... آج کے بعد آپ کو مجھ سے شکایت کا موقع نہ ملے گا۔ میں دائم سے دوبارہ کبھی نہیں ملوں گی، کبھی بھی نہیں۔ یہ میرا آپ سے وعدہ ہے۔''

ابو نے بھیگی آنکھیں کھول کر منال کا چہرہ دیکھا، ان کی آنکھوں میں بے یقینی کا واضح تاثر تھا۔ منال بے حساب شرمندہ ہوئی اور روتے ہوئے بولی۔

''میں جانتی ہوں ابو!..... میرا کہا کوئی لفظ بھی اب قابلِ اعتبار نہیں۔ مگر پھر بھی آپ مجھ پر بھروسہ کیجئے، میرا اعتبار کیجئے۔ ایسے ہزار دائم، ہزار منال آپ کی عزت پر قربان ہیں۔ بے شک میں غلطی پر تھی، نہیں جانتی تھی، محبت کا احساس صرف ایک کانٹے کی چبھن کی طرح ہوتا ہے، جو چبھ کر بھی نکل جانے کے باوجود من میں ایسی کسک جگا جاتا ہے، جو زندگی بھر ساتھ رہتی ہے۔ مگر میں اس کسک کو بھول جانا چاہتی ہوں۔ یہ سچ ہے ابو! میں نے دائم کی خواہش ضرور کی، مگر میری یہ خواہش آپ کی عزت اور وقار سے بڑھ کر نہیں ہے۔ میں شرمندہ ہوں ابو!..... میں غلط کر بیٹھی ہوں۔ پلیز، مجھے معاف کر دیجئے۔ میں آپ کا، امی کا دل دکھانا نہیں چاہتی، بلکہ میں آپ کا وسیلہ بننا چاہتی ہوں۔ وہ وسیلہ ابو! جو آپ کو پیارے نبی ﷺ سے جوڑے رکھے۔ میں آپ کی اور حضور پاک ﷺ کی گناہ گار بننا نہیں چاہتی۔ میں یہ عذاب

سہنا نہیں چاہتی۔ آج آپ نے اتنی بڑی بات کہہ دی ہے ابو! کہ میرے پاس اپنی محبت کو لے کر سارے دلائل ہی ختم ہو گئے ہیں۔ دائم کے لئے وہ ساری جذباتی کیفیت ختم ہو گئی ہے، جو دل کے اندر جذبات کی صورت طوفان اٹھاتی ہے۔

میرا یقین کیجئے ابو!..... اب وہ شخص میرے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا، آج کے بعد آپ میرے لبوں پر اس کا نام نہیں سنیں گے۔ یہ منال کا وعدہ ہے، اس بیٹی کا وعدہ ہے جسے آپ کی طرح حضور پاک ﷺ سے بے پناہ محبت ہے۔ میں آپ کی گناہ گار ہوں ابو! مجھے معاف کر دیجئے..... پلیز ابو!'' وہ سسکیاں بھرنے لگی۔ اس کی حالت غیر تھی۔

عرفان بھائی نے آگے بڑھ کر ابو سے پہلے اسے اپنے سینے سے لگایا تھا۔ ان کی آنکھیں زار و قطار بہہ رہی تھیں۔ منال کے بالوں کو سہلاتے ہوئے انہوں نے جیسے اسے تسلی دینے کی کوشش کی۔

''تم بہت اچھی ہو منال!..... تم نے اپنی غلطی کو مانا۔ اب ابو یقیناً تمہیں معاف کر دیں گے۔''

''نہیں عرفان بھائی!'' وہ حد درجہ جذباتی ہو رہی تھی۔ میں آپ سے شرمندہ ہوں۔ میں نے دائم کی نظروں میں آپ کو کس قدر شرمندہ کروایا۔ میں بہت غلط ہوں بھائی! لیکن آپ..... آپ مجھے..... پلیز بھائی! مجھے معاف کر دیجئے۔''

''بس کرو منال!'' عرفان بھائی نے اس کی بہتی آنکھوں کو پونچھنے کی کوشش کی۔ ''جو شخص اپنی غلطی مان لے، یہی سب سے اہم بات ہوتی ہے، اسے پھر معافی کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ اعترافِ شرمندگی اعلیٰ ظرفی کی علامت ہے اور معاف کرنے والے کے ظرف کا امتحان بھی۔ ہم کم ظرف نہیں ہیں منال! میں نے تمہیں معاف کیا۔ میں نے دل سے معاف کیا۔''

انہوں نے اسے خود سے جدا کر کے ایک برادرانہ شفقت سے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا اور پلٹ کر ابو سے بولے۔ ''آپ بھی منال کو معاف کر دیجئے ابو! اس نے بہت پیاری بات کہہ کر بات کو سمیٹا ہے۔ وہ حضور ﷺ تک آپ کی محبت پہنچانے میں آپ کا وسیلہ بنے گی۔ منال آپ کو آپ کی تربیت اور عزت کا صلہ ضرور دے گی۔ اسے اس کی اچھی بات کے لئے معافی ضرور ملنی چاہئے۔ آپ رسول پاک ﷺ کی نظر میں ضرور سرخرو ہوں گے کیونکہ منال نے آپ کی بات کے اصل مفہوم کو سمجھ لیا ہے۔ پلیز اسے معاف کر دیجئے۔

اور امی!..... آپ بھی ادھر آ جایئے۔ منال کو ابو کے ساتھ ساتھ آپ کی معافی کی ضرورت بھی ہے، ورنہ وہ سُکھ سے جی نہ سکے گی۔'' عرفان نے ماں کو بلکتا دیکھ کر انہیں بھی پکارا تو وہ اپنی جگہ سے اُٹھ آئیں۔ ابو نے منال کو اپنی بانہوں میں بھر لیا تھا۔ امی نے پاس آ کر منال کے شانے کو تھپکا یوں جیسے اپنی خاموش معافی کا اعلان کر رہی ہوں۔ دوسری طرف ارما کی آنکھیں سمندر بنی ہوئی تھیں۔ یہ وہ وقت تھا، جب گھر کا ہر فرد جذباتیت کی لپیٹ میں تھا۔

بہت ہیں خواب
مگر خواب ہی سے کیا ہوگا
ہمارے بیچ جو حائل ہے
وہ حقیقت ہے

اتفاق تھا کہ آج رات بھی وہ پانی پینے آئی تھی۔ مگر امی کی دبی ہوئی آواز نے اسے کمرے کے باہر ہی رک جانے پر مجبور کر دیا۔ ابو کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور اس کھلے دروازے سے امی کے ساتھ عرفان بھائی اور ابو کے سنجیدہ چہرے بہت صاف دکھائی دے رہے تھے۔ فریج کچن سے متصل کھانے کے کمرے میں تھا۔ ابو کے کمرے کے آگے سے گزر کر ہی وہاں جایا جا سکتا تھا۔ لیکن امی کی فکر میں ڈوبی آواز نے منال کے قدموں کو زنجیر پہنائی تھی۔

''عرفان! تمہاری دائم سے ہونے والی گفتگو کیا حمزہ کے علم میں بھی ہے؟''

''نہیں امی!'' عرفان کا جواب فوری تھا۔ ''حمزہ کے جانے کے بعد دائم نے مجھے وہ ساری باتیں بتائی تھیں۔ وہ بہت محتاط تھا۔ اس نے منال کی شکایت نہیں کی۔ بلکہ وہ اس کی جذباتیت اور ہٹ دھرمی کی بات کر رہا تھا۔ بے چارہ پریشان تھا۔ اس نے مجھے کہا کہ ہم سب کو مل کر منال کو سمجھانا چاہئے، وہ جو کر رہی ہے، بہت غلط اور تکلیف دہ ہے۔ امی! وہ سندس کی موجودگی میں یہ اقرار کر رہا تھا کہ اگر سندس اس کی محبت نہ ہوتی، اس کی منگیتر نہ ہوتی تو شاید وہ میری خاطر منال کو اپنی زندگی میں شامل کر لیتا۔ مگر اب ایسا ممکن نہیں ہے، اس کی شادی ایکسیڈنٹ ہو جانے کی وجہ سے ملتوی ضرور ہو گئی ہے، مگر چند دن بعد وہ شادی ہو کر رہے گی۔ پھر منال کا کیا ہوگا؟ کیا مطلب نکلے گا اس کی جذباتیت کا؟ امی! منال کی اسی جذباتیت کے تحت دائم، سندس کو چھوڑ نہیں سکتا۔ سچ کہوں تو اسے اب خود سے زیادہ حمزہ کی فکر ہے۔ حمزہ نے اسے بتا دیا ہے کہ بہت جلد اس کی اور منال کی نسبت طے ہونے جا رہی ہے۔ حمزہ کہہ رہا تھا کہ لڑکی کی عزت بہت معنی رکھتی ہے۔ ہماری روایات اور معاشرتی تہذیب، آج کے بدلتے دور کے باوجود کسی بھی لڑکی کو اتنی جرأت نہیں دیتی کہ وہ محبت کے نام پر خود کو تماشا بنائے یا کسی شخص کو اپنا بنانے کا کھلے عام اعلان کر دے۔ ہمارے معاشرے میں ایسی لڑکیوں کی کوئی حیثیت و وقعت نہیں ہے۔ اس منال سے ایسی کسی حماقت کی توقع نہیں تھی، مگر اب وہ بہت فکرمند ہے، وہ کہہ رہا تھا، منال کی حمزہ سے منگنی ہو جانے سے پہلے پہلے اس کا برین واش کرنا بہت ضروری ہے، ورنہ وہ لڑکی اپنے ساتھ ساتھ حمزہ کو بھی کسی بڑی آزمائش میں ڈال سکتی ہے۔''

''ٹھیک کہتا ہے دائم۔'' ابو نے فوراً عرفان بھائی سے اتفاق کیا۔ ''منال کی ذرا سی جذباتیت دو گھروں میں آگ لگا سکتی ہے۔ ہمیں مل کر اسے سنبھالنا ہوگا۔ لیکن عرفان! ہم پر یہ اللہ کا کرم ہے کہ منال نے آج اپنی غلطی کو خود ہی مان لیا، وہ سمجھ چکی ہے کہ اس کی جذباتیت

اس گھر کی تباہی کا سامان کر سکتی ہے۔ نہ جانے کیا ہو گیا تھا منال کو، سمجھ دار اور عزت دار گھرانے سے تعلق ہونے کے باوجود محبت کا خناس اس کے دماغ میں جانے کیسے گھس گیا؟ میں اس لڑکی کی جرأت پر اب تک حیران ہوں۔''

''ارے، حیرت کیسی؟'' امی کا انداز غصیلا تھا۔ ''یہ سب آپ کی ڈھیل کا نتیجہ ہے۔ اور لا کر دیجئے میگزین اور رسالے۔ جانے کیا کیا خرافات لکھی ہوتی ہیں ان میں، پڑھ کر ذہن بھٹک جاتے ہیں۔ پھر رہی سہی کسر اس موئے ٹی وی نے پوری کر دی ہے، غیر ملکی چینلز پر آنے والے ڈرامے دیکھ کر ہماری اس نئی نسل کا بیڑہ غرق ہو گیا ہے۔ میں کہتی ہوں، بند کر دینا چاہئے ان ساری نشریات کو۔''

''ارے، یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں امی؟ کیا ٹی وی چینلز بند کر دینے سے معاملہ ختم ہو جائے گا؟ نہیں امی! یہ نیا دور ہے اور اس دور کے تقاضے بہت مختلف ہیں۔ آج کے بچوں کو سمجھانا ویسا نہیں رہا، جیسا آپ کے زمانے میں تھا۔ آج کی نسل اپنے والدین کو سمجھاتی پھرتی ہے کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط۔ زمانہ بہت بدل گیا ہے امی!''

''ارے آگ لگے اس زمانے کو، جہاں عزت دو کوڑی کی نہ رہے۔ ہمارے وقتوں میں گھر کی بہو بیٹی کونے کھدروں میں دبکی رہتی تھی، جہاں مرد گھر لوٹے، وہاں ایسی خاموشی چھاتی تھی کہ مانو گھر پر کوئی نہیں ہے۔ مگر آج کی نسل کو ہاہا کار سے فرصت کہاں؟ لڑکی تو لڑکی، لڑکے بھی اپنے بڑوں کا ادب لحاظ نہیں کرتے، بزرگوں کی موجودگی میں کسی کی پروا کئے بغیر ایسی خرافات بکتے ہیں کہ دل چاہتا ہے، گلا گھونٹ دوں ان کم بختوں کا۔ مگر کیا کروں، سچ سے مفر کہاں؟ زمانہ واقعی بدل گیا ہے۔'' حقیقت کا اعتراف کر کے بھی امی نے اپنا سر پکڑ لیا۔

ابو کو اس سنجیدہ صورتِ حال پر بھی ہنسی آ گئی، پھر بھی سنجیدگی سے بولے۔

''خدیجہ! تمہیں کاہے کا شکوہ ہے؟ تمہاری اولاد اس بدلتے زمانے کے باوجود ادب و احترام کی قائل ہے۔ اب اپنے عرفان کو لے لو، کتنا پریشان ہوا بیٹھا ہے گھر کی عزت کے لئے۔ بہن کی ذرا سی لغزش اس کی راتوں کی نیند حرام کر گئی ہے۔ منال کو راہِ راست پر لانے والا درحقیقت تمہارا اپنا بیٹا ہے۔ بھاگوان! زمانہ بدلا ضرور ہے، مگر آج بھی جن گھرانوں کے بزرگ اپنے بچوں کو ادب و احترام کرنا سکھاتے ہیں، صحیح اور غلط کی پہچان کراتے ہیں، وہ بچے ان کا بھرم ٹوٹنے نہیں دیتے۔ والدین کی عزت اور گھر کا تقدس ان کے لئے تمام باتوں پر فوقیت رکھتا ہے۔''

''سچ کہا آپ نے، عرفان کے ابو!'' امی کا انداز شکرگزاری سے پُر تھا۔ ''ہمارے بچے بدلتے وقت کے باوجود سمجھ داری سے سب کچھ ساتھ لے کر چل رہے ہیں، بڑوں کا احترام کرتے ہیں اور اپنی عزت کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ ہاں، بس منال نے کچھ دل کھٹا کر دیا ہے۔ جانے وہ پٹڑی سے کیوں اُتر گئی؟ کاش اس نے وہ حرکت نہ کی ہوتی۔''

''بس کرو خدیجہ بیگم!..... ختم کرو اس اذیت بھرے موضوع کو۔ میری روح کے اندر تک دھواں سا بھر جاتا ہے۔ منال کی حماقت کسی بڑے نقصان سے پہلے ہی ختم ہو گئی اور یہی بات ہمارے لئے اہم ہونی چاہئے۔ ہماری بچی کی عزت محفوظ ہے، ورنہ اس کی نامعقول حرکتیں جانے کیا نتیجہ نکال کر لاتیں۔ آنے والے دنوں میں ہم کسی کو منہ دکھانے کے لائق رہتے بھی یا نہیں۔'' ابو کی آواز میں درد اور بے قراری تھی۔

منال مزید نہ سن سکی، پانی پیئے بغیر ہی وہ اپنے کمرے میں لوٹ آئی۔ رات کے دس بجنے کو تھے۔ ارما دُھلے کپڑوں کو تہہ کرنے میں مصروف تھی۔ منال کو بھاگتے قدموں سے واپس آتے اور ایک عجلت سے بستر پر اوندھا گرتے دیکھ کر وہ اپنا کام بھول بیٹھی۔ چند ثانیے اسے گھورتی رہی، پھر گھبرا کر بولی۔ ''کیا بات ہے منال! اتنا بھاگ کر کیوں آئی ہو کمرے میں؟''

''میرا دل بات کرنے کو نہیں چاہ رہا، ارما! پلیز، لائٹ آف کر دو۔ میں سونا چاہتی ہوں۔'' اس نے بازو آنکھوں پر رکھ لیا۔ لیکن اپنی آواز کی لرزش کو ارما سے چھپا نہ سکی۔

ارما کچھ اور پریشان ہو گئی۔ کپڑوں کا ڈھیر چھوڑ کر وہ منال کے پاس چلی آئی۔ ''تم رو رہی ہو منال؟''

''نہیں تو۔'' اس نے چہرے کو چھپانے کے لئے تکیہ فوری طور پر کچھ اونچا کر دیا۔

''ذرا اِدھر دیکھو منال!..... پلیز، میری طرف دیکھو۔'' ارما نے ہاتھ بڑھا کر زبردستی اس کا چہرہ مقابل کیا۔ منال کے رخسار بھیگ رہے تھے۔ وہ لبوں پر ہاتھ کی پشت رکھے سسکیاں روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ارما کی جان نکل گئی۔ ''کیا ہوا، منال!..... پلیز مجھے بتاؤ، کیا بات ہے؟''

''کوئی بات نہیں ہے۔'' منال اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کے اشک اب بھی رواں تھے۔

''پھر رو کیوں رہی ہو؟'' ارما کا سوال اب بھی وہی تھا۔ ''کیا ہوا ہے منال؟''

''کچھ نہیں ہوا۔'' اس نے ارما کا ہاتھ جھٹک دیا، جو اس کے اشک پونچھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ''اپنے کیے کو بھگت رہی ہوں، جو زندگی میں مجھے بار بار بھگتنا پڑے گا۔''

''کیا مطلب؟'' وہ پہلے سے زیادہ فکرمند ہو گئی۔

''اب تمہیں مطلب سمجھاؤں، ارما؟ میرا ذہن بند ہو گیا ہے، مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تو تمہیں کیا بتاؤں؟ میں نے وعدہ کیا ہے ابو سے کہ دوبارہ دائم کو پلٹ کر نہیں دیکھوں گی۔ مگر دل کسی طور اس وعدے کی پاسداری کرنا نہیں چاہتا۔ لیکن..... لیکن ارما! جو باتیں میں ابھی ابو کے کمرے سے سن کر آ رہی ہوں، انہیں سننے کے بعد اگر دائم کی طرف مڑ کر دیکھوں تو سچ، لعنت ہے مجھ پر۔ میں بہت بری ہوں ارما!..... میری وجہ سے گھر کا ہر فرد پشیمان اور اُداس ہے۔ اللہ کرے، میں مر جاؤں.....'' وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

ارما کو لگا جیسے دل اُچھل کر حلق میں آ گیا ہو۔ ''خدا نہ کرے منال! یہ کیسی فضول باتیں کر

رہی ہو تم؟ بھلا کوئی خود کو اس طرح کوستا ہے؟''

''ہاں، میں بد دعا دے رہی ہوں خود کو، مجھے مر جانا چاہئے ارما! محبت بندے کو اتنا ذلیل کر دیتی ہے، ایسا میں نے سوچا بھی نہیں تھا، ارما!'' اس نے سسکی روک کر بہن کا چہرہ دیکھا۔ ''مجھے بتاؤ، کیا ہو گیا ہے مجھے؟..... کیوں کیا میں نے وہ سب، جو اب مجھ سے سہا نہیں جا رہا؟..... شاید دائم سے اظہارِ محبت کرنا میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہے۔ ایک ایسی غلطی، جسے میں زندگی کے کسی ورق پر لکھا دیکھنا نہیں چاہتی۔ ارما! میں اپنی بھول کے ہر نقطے کو مٹا ڈالنا چاہتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں، دل کو کسی کورے کاغذ کی طرح صاف شفاف کر لوں۔ مگر کاش..... کاش ارما! میں ایسا کر سکتی۔'' اس کے آنسو اس کے اختیار سے باہر تھے۔ ارما کی آنکھیں بھی اشک بار ہو گئیں۔ وہ ایک بے بسی کے ساتھ چھوٹی بہن کو دیکھنے لگی۔ اس کے پاس منال کی کسی بات کا کوئی جواب نہیں تھا اور جو تھا، وہ یقیناً منال سننا نہیں چاہتی تھی۔ پھر وہ کیا کہتی، کیسے دلاسہ دیتی اسے۔

''ارما.....!'' منال نے اچانک اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ''جانتی ہو، ابھی ابو کیا کہہ رہے تھے؟ وہ امی کو شکر ادا کرنے کو کہہ رہے تھے کیونکہ وہ اس بات کو اہم مانتے ہیں کہ ان کی بچی کی عزت محفوظ ہے، انجانے کی کوئی بھول ان کی بیٹی کا دامن داغدار نہیں کر گئی۔ اُف ارما! کیا میں کوئی ایسی بھول کر سکتی ہوں، جو بھائی اور امی کو منہ دکھانے کے قابل نہ چھوڑے، کیا میں اتنی کرپٹ ہو سکتی ہوں ارما؟''

''اوہ، سٹاپ اِٹ منال!..... اللہ کے واسطے، چپ ہو جاؤ۔ یہ کیسی فضول باتیں کئے جا رہی ہو؟ شرم آنی چاہئے تمہیں ایسا سوچتے ہوئے۔'' ارما نے گھبرا کر اسے بے اختیار ڈانٹا تو منال کی اشک باری شدید تر ہو گئی۔ وہ بھرے گلے سے بولی۔

''ہاں ارما! شرم آنی چاہئے مجھے۔ بلکہ مجھے ڈوب مرنا چاہئے۔ ابو کے زہر میں ڈوبے الفاظ سننے کے بعد مجھ میں زندہ رہنے کا حوصلہ نہیں رہا۔ اب میں ابو کا سامنا کبھی نہیں کر سکتی۔ اُف خدایا!..... ایک لڑکی ہو کر میں نے یہ کیا حماقت کر ڈالی؟ اپنے جذبات میں اُلجھ کر اور دائم کی محبت پانے کے لئے کیا کیا نہ کہہ آئی اُس لڑکے کو۔ اُسے حاصل کرنے کے بہانے میں نے کیسے اچھوتے خواب دیکھ ڈالے، کیسے راستے اختیار کئے ارما؟'' منال نے اٹھ کر اسے جھنجوڑ ڈالا۔ ''تم نے مجھے ٹوکا کیوں نہیں؟ میرا ساتھ کیوں دیا تم نے؟ تم ایک سمجھ دار لڑکی ہو، ہر اچھائی برائی کو مجھ سے بہتر سمجھ سکتی ہو، پھر تم نے..... ارما! تم نے مجھے اس برے راستے پر جانے سے روکا کیوں نہیں؟..... کیوں دیکھنے دیئے مجھے دائم کے خواب؟..... کیوں نہیں جگایا اس غفلت کی نیند سے؟''

''اس لئے منال! کہ میں بھی پاگل ہو گئی تھی، تمہارے ساتھ، تمہاری اس خطا میں، میں بھی برابر کی شریک ہوں، شاید اسی لئے تمہیں کچھ سمجھا نہیں پائی۔ یہ سچ ہے منال! خواب دیکھنا

آسان ہے۔ کسی کی محبت پانے کے خواب سوتے میں نہیں، جاگتی آنکھوں سے بھی دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن ان کی تعبیر ہمیں حقیقت سے روشناس کرتی ہے۔ جانتی ہو، خوش گمانی کے آئینے میں اپنا عکس اپنا نہیں لگتا، وہ بے حد جاذبِ نظر اور خوشنما دکھائی دیتا ہے۔ وہ ہمیں اس سراب کو پانے پر اُکساتا ہے، جس کے حصول کی خواہش میں ہمارا دل اندھا ہو جاتا ہے اور یہی اندھا پن ہم سے غلطیوں پر غلطیاں کرواتا ہے۔ شاید میں بھی تمہارے ساتھ اندھی ہو گئی تھی، منال! یہ طے ہے کہ ہم سے انجانے میں ایک بہت بڑا جرم سرزد ہو گیا ہے، ہم نے بے چارے دائم کی خوش باش زندگی میں آگ لگانے کی دانستہ کوشش کی ہے، اپنی باتوں سے اسے اتنا ٹینس کر ڈالا کہ وہ برانگیختہ ہو کر حادثے سے دوچار ہو گیا۔ منال! سچ یہ ہے کہ ہم دونوں نے مل کر اسے مار ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اگر وہ.....وہ مر جاتا تو.....''

''اوہ مائی گاڈ!'' ارما کانپنے لگی۔ ''پھر تو ہم دونوں قاتل بن جاتے۔ دائم کا خون ہمارے کھاتے میں لکھا جاتا۔''

''ہائے اللہ!'' منال نے دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا لیا۔ ''یہ کیا کر ڈالا ہم نے، یہ سب کیسے ہو گیا مجھ گناہ گار سے؟'' وہ ایک بار پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

ارما اپنی جگہ شرمسار سی ہو کر نظریں چرائے کھڑی تھی۔ منال کے یوں تڑپنے پر وہ چند ثانیے چپ چاپ اسے گھورتی رہی، پھر ہاتھ بڑھا کر دھیرے دھیرے اس کا سر سہلانے لگی۔

''بھول جاؤ ان گزری باتوں کو منال! دائم اور اس محبت کو بھی جو تم نے اس سے انجانے میں کی اور اپنے جذبات سے اسے نقصان پہنچایا۔ دل کو مضبوط کر لو منال! کہ دل سے زیادہ مضبوط اور کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اگر وہ ٹوٹتا ہے تو کسی کے زخموں کا مداوا بھی کر ڈالتا ہے۔ اب تمہیں اپنی سوچوں کو بدلنا ہو گا، اپنی چاہت کا رخ موڑنا ہو گا، سو منال!'' ارما نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھر لیا۔ اس کی ڈبڈباتی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے نرمی سے بولی۔ ''ابو سے وعدہ کیا ہے تم نے کہ تم ان کی عزت کا پاس رکھو گی اور ان کی اعلیٰ تربیت کا ثبوت دو گی تو ثبوت دینا تمہارے اختیار میں ہے منال! تم ایسا کرو، حمزہ سے شادی کر لو اور عزت سے اس کے گھر رخصت ہو جاؤ۔ یہ واحد حل ہے، جو تمہارے اور ہم سب کے حق میں بہتر ہے۔ ابھی کچھ نہیں بگڑا منال! بات ابھی بھی ہمارے ہاتھ میں ہے، ہمارے اختیار میں ہے۔ میرا یقین کرو، دائم، حمزہ کو تمہاری محبت کے بارے میں کچھ نہیں بتائے گا۔ وہ بہت سمجھ دار لڑکا ہے، وہ تمہاری ہر حماقت آسانی سے فراموش کر دے گا۔ عمارہ نے بتایا تھا نا؟ سارے لوگ دائم کے ٹھنڈے مزاج کی تعریف کرتے ہیں۔ وہ ایک fascinate personality رکھتا ہے۔ ذمے دار اور میچور ہے۔ وہ تمہارے جذبات کو رُسوا نہیں ہونے دے گا۔ وہ حمزہ سے اپنی دوستی خراب کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ بس تمہیں بے خوف ہو کر ایک اہم فیصلہ کرنا ہو گا، حمزہ سے تعلق جوڑنے کا فیصلہ۔ دیکھو منال!'' ارما نے اس کے بہتے اشک پونچھ ڈالے۔ ''امی اور عرفان

بھائی بھی یہی چاہتے ہیں اور ادھر حمزہ کی خواہش بھی یہی ہے کہ تم اس کی زندگی میں شامل ہو جاؤ۔ وہ تمہیں چاہتا ہے منال! اور یاد رکھو، مرد کی چاہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے کیونکہ میرے نزدیک صرف وہی عورت زیادہ بخت آور ہے، جسے پیار کرنے والا شوہر ملے، جو اس کی خوشی میں خوش رہے۔ تمہیں اور کیا چاہئے منال؟ حمزہ ایک بہت اچھا لڑکا ہے۔ یُو جسٹ ٹرسٹ می، وہ تمہیں عمر بھر بہت خوش رکھے گا۔ بس دائم کو بھلا کر حمزہ کا ہاتھ تھام لو منال! کہ یہی سب سے اچھا فیصلہ ہے۔''

''ہاں، شاید یہی بہتر فیصلہ ہے ارما! تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ مجھے اپنی چاہت کا رخ موڑنا ہو گا۔'' وہ یوں بولی جیسے خوابیدہ حالت میں ہو۔ ''آج سے دائم میرے لئے کوئی معنی نہیں رکھے گا۔ وہ گزرے کل کی صورت میرے ماضی کا حصہ بن جائے گا۔ لیکن ایک بات اور ہے ارما!'' وہ سر جھکا کر بیٹھ گئی۔ ''مجھ میں ہمت نہیں، میں امی سے اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکوں گی۔ ان سے تم خود بات کرنا۔ پلیز، کہہ دینا امی سے کہ مجھے حمزہ سے شادی پر اب کوئی اعتراض نہیں۔ وہ جب چاہیں، میری انگلی میں اس کے نام کی انگوٹھی ڈال سکتی ہیں۔''

''چلو ٹھیک ہے۔'' ارما نے شفقت سے اس کا سر تھپتھپایا۔ ''میں انہیں کہہ دوں گی۔ مگر پہلے ریلیکس ہو جاؤ، ان بہتے اشکوں کو سمیٹ لو، منال! ورنہ یہ تمہیں کمزور کر دیں گے اور کمزوری انسان کے قدم اکھاڑ دیتی ہے۔''

''نہیں، میں ٹھیک ہوں ارما!'' منال نے آنچل سے اپنے رخسار پونچھ ڈالے۔ ''یہ آنسو میری کمزوری نہیں بنیں گے۔ کبھی نہیں۔''

''دیٹس گڈ۔ اگر یہ تمہارا فیصلہ ہے تو وعدہ کرو مجھ سے، تم زندگی کے کسی موڑ پر پلٹ کر دائم کو دوبارہ دیکھنے کی کوشش نہیں کرو گی۔ تمہیں آنے والے وقت کے ہر لمحے میں حمزہ سے وفادار رہنا ہو گا۔''

''میں وعدہ کرتی ہوں۔'' منال نے فوراً اپنا ہاتھ ارما کے ہاتھوں میں دے دیا۔ ''میں وعدہ کرتی ہوں ارما! میری پوری زندگی حمزہ کی رفاقت و محبت میں بسر ہو گی، وہ بھی پوری صداقت اور ایمان داری سے۔ میرے اور حمزہ کے درمیان دائم کی یاد کبھی آڑ نہیں بنے گی۔ آج سے میں نے دائم کی محبت کا باب بند کر دیا ہے اور اپنی زندگی سے ان تمام لمحات کو کھرچ ڈالا ہے، جن میں دائم کی شمولیت کا احساس مجھے تڑپائے یا میری سوچ کو آلودہ کرے۔ تم فکر نہ کرو، اب ایسا کچھ نہیں ہو گا، جو اس گھر کی عزت پر آنچ لا سکے۔''

''یہ ہوئی نا بات۔'' ارما نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔ ''یُو آر سو بریو منال! مجھے یقین ہے، تم نے یہ فیصلہ پورے دل و دماغ سے کیا ہو گا اور اب تم اپنے الفاظ سے مکرو گی نہیں۔''

''نہیں، مکرنے کا سوال ہی نہیں اُٹھتا، ارما! میں حمزہ کے لئے ہاں کہہ رہی ہوں، تم میری رضامندی کے بارے میں امی کو آگاہ کر دینا۔'' اس بار منال کے لہجے میں مضبوطی تھی۔ وہ پلٹ

کر ارما کی طرف دیکھے بغیر بستر پر دراز ہو گئی۔ ارما کا دل اندر ہی اندر رو رہا تھا، مگر لب پر سکوت کی مہر لگا کر وہ دوبارہ اپنے کام میں جت گئی۔ کپڑوں کو تہہ لگانے کا کام کرتے ہوئے بھی اس کی آنکھیں بھیگتی جا رہی تھیں۔

❁❁❁

آج کل گھر میں سکون کا دور دورہ تھا۔ منال اور حمزہ کی منگنی کا معاملہ جب سے فائنل ہوا تھا، گھر کے سبھی افراد اپنی اپنی جگہ بے حد مطمئن اور شاداں دکھائی دیتے تھے۔ خصوصاً ابو امی کا اطمینان دیکھنے کے لائق تھا۔ وہ دونوں منگنی کی حتمی تیاریوں میں جتے ہوئے تھے۔ آج ہی حمزہ کے گھر والوں کو منگنی پر دیئے جانے والے تحائف خریدنے کے لئے امی، منال کے ہمراہ بازار گئی تھیں۔ انہیں چیزوں کی selection میں منال کی پسند کا خصوصی خیال تھا۔ گو کہ عرفان بھائی نے حمزہ کو انگوٹھی دلانے کی ممانعت کی تھی کہ اسے کسی طرح کی کوئی انگوٹھی پسند نہیں تھی، پھر بھی امی نے منال کی چوائس پر حمزہ کے لئے ایک خوب صورت سا گولڈ رِنگ خرید لیا تھا۔ یہ ان کے نزدیک منگنی کا خاص شگن تھا، اس کے علاوہ وہ حمزہ کے لئے ایک قیمتی رِسٹ واچ بھی خرید لائی تھیں تاکہ حمزہ کی بات بھی رہ جائے۔

امی نے عرفان بھائی کو جب وہ رِنگ دکھا کر رائے جاننا چاہی تو وہ چڑ کر بولے۔

''منع کیا تھا میں نے آپ کو، کوئی بھی ایسی چیز خریدنے سے۔ مگر آپ بھی ہٹ کی پکی ہیں امی! دیکھ لیجئے گا، حمزہ اس رِنگ کو کبھی نہیں پہنے گا۔''

''بھئی، حمزہ پہنے یا نہ پہنے، یہ اس کی مرضی ہے۔ مگر منگنی کی رسم انگوٹھی پہنانے کا نام ہے، وہ نہ ہو تو رسم کرنے کا فائدہ کیا؟ اسی لئے رِسٹ واچ کے ساتھ ایک عدد رِنگ خرید کر میں نے اپنی مرضی کر ڈالی ہے۔'' امی کا جواب عرفان بھائی کے ہر گلے شکوے کا جواب تھا، سو وہ ہنس کر چپ ہو رہے تھے۔

اور اس دن بازار کی خاک چھانتے چھانتے وہ دونوں بری طرح تھک گئی تھیں، سو کھانا کھاتے ہی منال اور امی سونے چل دیں۔ ارما نے کچن کا کام سمیٹ کر خود بھی کمرے کی راہ لی اور دوپٹہ اٹھا لیا، جس پر نازک سی بیل ٹانکنے کا کام ابھی باقی تھا۔ ارما نے منال کی چوائس پر منگنی کے لئے ایک خوب صورت تلّے اور دبکے کی کڑھائی والا سوٹ خریدا تھا۔ امی کو اس سوٹ کا دوپٹہ بہت خالی سا لگا، سو ان کی تاکید پر اب ارما، بیل ٹانکنے کو راضی ہو گئی تھی۔ مگر دو چار ٹانکے بھرنے کے بعد ہی دل نہ جانے کیوں اچاٹ سا ہو گیا۔ من کے اندر ایک بے چینی جیسے کروٹیں بدل رہی تھی۔ وہ بے زار سی ہو کر دریچے میں آ کھڑی ہوئی۔ ادھورا دوپٹہ بھی کارپٹ پر بکھرا پڑا تھا۔ ارما کی نظریں لان کی دودھیا لائٹ میں نمایاں ہوتے پھولوں سے ہوتی ابو کے کمرے پر

جا ٹھہریں، جس کی لائٹ آن تھی۔ غالباً وہ اب تک کسی کتاب کے مطالعے میں مصروف تھے۔ یہ ان کی زندگی کا روٹین تھا۔ وہ سونے سے پہلے کوئی کتاب یا میگزین ضرور پڑھا کرتے۔ ادھر امی کو ان کی اس عادت سے سخت چڑ تھی۔ وہ تھک کر سونا چاہتیں، مگر ابو کی وجہ سے کمرے کی جلتی لائٹ ان کی آنکھوں سے نیند اُڑا دیا کرتی، تب وہ کچھ اور جلا کرتیں۔ ابو پر ان کے جلنے کڑھنے کا مطلق اثر نہ ہوتا۔ وہ ہفتے، دس دن بعد کوئی نہ کوئی موٹی کتاب خرید لاتے اور سونے سے پہلے اس کے کچھ ابواب کا مطالعہ کرنا نہ بھولتے۔ تب امی کی بے بسی دیکھنے کے لائق ہوتی۔ وہ بولے جاتیں اور ابو دانستہ دھیان نہ دیتے۔

ابو، امی کے بارے میں سوچتے ہوئے ارما کے لبوں پر ازخود ایک شوخ مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ کتنی محبت اور احترام تھا ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے، پھر بھی نوک جھوک جاری رہتی تھی۔ دراصل امی فطرتاً کچھ گرم مزاج تھیں، جبکہ ابو بے حد نرم اور ٹھنڈی طبیعت کے مالک تھے، سو اس نرمی کا گرمی سے اکثر ٹاکرا رہتا۔ ابو خوب حظ اٹھاتے اور گھر کے دیگر افراد کو اس نوک جھوک میں شامل کر کے امی کو خوب ستایا کرتے۔ ادھر امی بھی ابو کی شرارت بھانپ کر دانستہ اس چھیڑ چھاڑ کو بڑھاوا دیئے رکھتیں اور گھر میں گہما گہمی کا ماحول بنا رہتا، ورنہ سچ بات یہی تھی کہ امی ابو کے بغیر اور ابو امی کے بنا ادھورے تھے۔

وہ اپنی سوچوں میں اُلجھی کھڑی تھی، جب رات کے سناٹے میں سیل فون کی تیز آواز نے اسے بری طرح چونکایا۔ منال کی نیند خراب نہ ہو، اسی ڈر سے اس نے فوری طور پر موبائل اٹھا کر ہیلو کہا تھا مگر دوسری طرف سے آنے والی آواز، ارما کا دل دھڑکا گئی۔

"کیسی ہو ارما؟"

"کک..... کیا مطلب؟ کون ہیں آپ؟" وہ کچھ محتاط ہو گئی۔

"وہی، جسے بھلائے دن ہو گئے۔" جواب برجستہ تھا۔ ارما کی حالت غیر ہو گئی۔

"مم..... میں..... میں کچھ سمجھی نہیں، آپ کون بات کر رہے ہیں؟"

"یار! حد ہو گئی، اتنی دیر سے بات کر رہا ہوں اور تم ہو کہ اب تک اجنبی بنی بیٹھی ہو؟"

"دیکھئے، مجھے ایسے کسی بندے سے بات کرنے کا شوق نہیں، جو بے وجہ بے تکلفی کا اظہار کر رہا ہو۔"

"ارے، اتنا attitude مت دکھاؤ، اپنوں سے بے تکلفی نہ ہو تو اپنائیت کس کام کی؟ میں خاصا سوشل آدمی ہوں، یونو۔" شوخ ہنسی جواب کے ساتھ آئی تھی۔

ارما چڑ گئی۔ "اوکے مسٹر سوشل! آخر آپ کس سے بات کرنی ہے آپ کو؟"

"جس سے کرنی ہے، میں اسی سے بات کر رہا ہوں مائی ڈیئر! کیا واقعی تم نے مجھے نہیں پہچانا؟" وہ اب بھی ہنس رہا تھا۔

"سوری، رانگ نمبر۔" ارما نے منہ بنا کر فون آف کر دیا۔ مگر اگلے ہی پل بیپ پھر سے

بجی تھی۔

"اوہ گاڈ! واٹ دی ہیل اِز دِس۔" اسے منال کی فکر تھی، سو دوبارہ ہیلو کہنا پڑا۔

"دیکھو ڈیانا ہیڈن! نخرے دکھانا بند کرو، یہ میں ہوں شامیر۔" اس نے جواب میں فوراً تعارف کروایا تو ارما کی سٹی گم ہو گئی۔

"آ..... آ..... آپ....." وہ بری طرح ہکلائی۔ "کک..... کس نے نمبر دیا ہے آپ کو میرا؟"

"کسی نے نہیں دیا۔" وہ شوخی سے بولا۔ "یونہی ٹرائی کیا تھا، دل میں اب تک ایک شک سا تھا کہ اس دن مجھے پانچ بار مس کالز دینے والی لڑکی کہیں تم تو نہیں تھیں۔ گو کہ تم انکار کر چکی ہو، مگر آج یہ انکار کر نہیں پاؤ گی ارما! کیونکہ تمہاری گھبراہٹ یہ بات واضح کر چکی ہے کہ تم مجھے جان چکی ہو اور بلاواسطہ یہ بھی مان چکی ہو کہ یہ نمبر درحقیقت تمہارا ہے۔"

"نہیں، یہ..... یہ میرا سیل فون نہیں ہے شامیر صاحب! میری دوست کا ہے۔ میں نے بس یونہی ریسیو کر لیا۔" وہ اب بھی احتیاط برت رہی تھی۔ شامیر اس کی حماقت پر بے اختیار ہنس پڑا۔

"اِٹس اِز ٹو مچ، ارما! ذرا ایک نظر گھڑی کی طرف دیکھنا، رات کے گیارہ بج کر چالیس منٹ ہو رہے ہیں، اتنی رات گئے تم سہیلی کا فون یونہی ریسیو کرنے کیوں بیٹھ گئیں؟ کیا آج کل تم اس کی طرف رہنے کے لئے آئی ہوئی ہو؟"

ارما بری طرح خجل ہوئی۔ جواب میں اس سے ایک لفظ بھی کہا نہ جا سکا۔

"بائے داوے، جواب اچھا دیا تم نے میری میل کا۔ سوچا یہی تھا کہ جواب فوری دوں گا، مگر لگتا ہے، تم نے کمپیوٹر پر بیٹھنا چھوڑ دیا ہے۔ اتنے دن سے آن لائن نہیں تھیں تو مجھے اس نمبر کا خیال آ گیا۔ میں مانتا ہوں، تم نے جھانسا دیا ہے مجھے، اس نمبر کو سہیلی سے منسوب کر کے۔ مگر میرا خیال تھا کہ تمہاری وہ سہیلی منال کے علاوہ کوئی دوسری نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ دن اور رات کی تخصیص کئے بغیر اس کے کمپیوٹر کو تم اپنا سمجھ کر use کرتی ہو، سو یہی خیال مجھے تمہارا پتہ دے گیا۔ چلو، گھر کا پتہ نہ سہی، سیل نمبر ہی سہی۔ کم سے کم تم سے براہِ راست بات تو ہو سکے گی۔"

ارما کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ "دیکھئے، مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی، برائے مہربانی آئندہ اس نمبر پر کال مت کیجئے گا، ورنہ....."

"ارے..... ارے....." شامیر نے تیزی سے اس کی بات اچک لی۔ "ابھی فون بند مت کرنا، ارما! مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔ پلیز، میری گزارش سن لو، پھر بے شک کوئی بات مت کرنا۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ کچھ دیر چپ رہنے کے بعد ہولے سے بولی۔ "کہئے، کیا کہنا ہے آپ کو؟ میں صرف دو منٹ دے سکتی ہوں۔"

''اوہ گاڈ! صرف دو منٹ؟'' شامیر نے ایک سرد آہ بھری۔ ''یہ تو وہی بات ہوئی.....

وہ دشمنی کے ساتھ سہی، دیکھتا تو ہے
ہم مطمئن کہ اس سے کوئی رابطہ تو ہے

''آپ کا شعر اچھا ہے، مگر میں داد نہیں دوں گی۔ ورنہ دو منٹ گزرتے پتہ بھی نہیں چلے گا۔''

''او کے ظالم حسینہ.....! دو منٹ تھام کے رکھو، میں اپنی کچھ کہہ سن لوں۔'' وہ اس بار سنجیدہ ہو گیا۔

ارما کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ وہ توجہ سے اس کی اگلی بات کی منتظر تھی۔

شامیر ہولے سے کھنکھارا، پھر ایک جذب سے بولا۔ ''ارما! تم نے اپنی میل میں کہا ہے کہ محبت دل والوں کا کام ہے، ان کا جنہیں محبت میں جینا مرنا آتا ہو۔ اور تم میری باتوں میں وہ تاثیر دیکھنا چاہتی ہو، جو دل کو براہِ راست متاثر کرے۔ الفاظ ایسے کہ بس دل میں اُتر جائیں۔ تو یار! ایک موقع دو نا، دل میں اُترنے کا، پلیز۔''

ارما کے مساموں سے پسینہ پھوٹ نکلا۔ وہ دھڑ دھڑ کرتے دل کے ساتھ کانپتی آواز میں بولی۔ ''آپ بے کاری کی باتیں مت کیجئے۔ اس دن وہ ساری بکواس منال نے لکھی تھی اور میں آپ کو بتاؤں، وہ میل دراصل میری غیر موجودگی میں لکھی گئی تھی، ورنہ یقیناً میں اسے send کرنے کی اجازت نہ دیتی۔ میری دوست نے اس میل کا متن بعد میں سنایا اور میں وہ سب سن کر بہت پریشان ہوئی تھی۔'' گھبرائی سی ارما کا جھوٹا بیان اس کی اپنی پوزیشن کا دفاع کر رہا تھا۔ منال کی وجہ سے گھر میں ویسے ہی ٹینشن پھیلی ہوئی تھی۔ خدا خدا کر کے دائم کا ٹانپک ختم ہوا تھا، اب محبت کی کشکول لے کر شامیر چلا آیا تھا، جسٹ فار انجوائے منٹ والا کھیل حد سے گزر رہا تھا۔ اگر ابو یا عرفان بھائی کو پتہ چل جاتا تو وہ ارما کو جان سے مار ڈالتے۔ اس بار کسی معافی کی گنجائش نہیں تھی۔ منال کے بعد ارما کی معمولی غلطی بھی فوری طور پر پکڑی جاتی، سو اس نے اپنے طور پر شامیر کو اُلجھانے کی کوشش کی تھی مگر وہ اس کا جواب سن کر بہت خوب صورتی سے ہنسا تھا۔

''تو وے، ارما! You have to grow up..... یار! کچھ تو ہمت پکڑو، بچوں جیسی بات کر کے تم مجھے بہلا نہ سکو گی۔ وہ میل تم نے send کی یا تمہاری دوست نے، ہر معاملے میں تم دونوں برابر کی شریک ہو اور یہ بات تم ہی نے مجھے بتائی ہے اس لئے وہ تمہاری اجازت اور مرضی کے بغیر اتنی ایموشنل میل میرے نام کبھی send نہیں کر سکتی۔ بہر حال اب اصل بات کی طرف آ جاؤ۔ تمہیں میرے اظہار پر اعتراض تھا کہ دل کے جذبات کو میں نے کسی اچھے پیرائے میں بیان نہیں کیا، جواب ایسا ہونا چاہئے کہ تاثیر دل کی گہرائی میں اُتر جائے۔ اور اگر ایسا ہوا تو میری چاہت کے لئے تمہارا جواب مثبت ہو گا۔ او کے مائی ڈیئر! I

am at your service. اب تم وہ سنو، جس کے لئے میں نے تمہیں فون کیا ہے۔''

''د..... دیکھئے..... آپ..... آپ کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔ پپ..... پلیز، آپ.....''

''شش.....'' اس نے بے ساختہ ارما کو چپ ہونے کا اشارہ دیا۔ ''اب کچھ مت کہو، صرف مجھے سنو۔ کیونکہ میں تمہارے دل کی گہرائی میں اُترنا چاہتا ہوں، کسی تاثیر کی صورت تا کہ کسی پس و پیش کے بغیر تمہارا جواب مثبت ٹھہرے۔''

''ارے نہیں، شامیر صاحب! آپ پلیز میری بات تو سنیے۔''

''جسٹ رکیپ کوائٹ، سویٹ ہارٹ! اینڈ لسن ٹو می۔'' اس نے اتنی روانی سے بات قطع کی کہ ارما دھک دھک کرتے دل کے ساتھ لب سی کر رہ گئی۔ کچھ لمحات توقف کے بعد شامیر نے گویا باضابطہ اظہار کا آغاز کیا۔

''ارما! کچھ پل ایسے ہوتے ہیں، جن کا طلسم نہ چاہ کر بھی دل کے اندر بس جاتا ہے۔ میں چاہوں یا نہ چاہوں، تم چاہو یا نہ چاہو، پھر بھی ہمارے دل ایک تال پر دھڑکنے کے لئے مجبور ہوتے ہیں۔ تمہاری ساری باتوں کے جواب میں میرے پاس ایک بہت خوب صورت نظم ہے، اسے سن کر تم داد ضرور دینا، یہ مت کہنا کہ دو منٹ گزر گئے۔''

''لیکن شامیر! آپ..... آپ میری بات تو سنیے۔'' ارما نے ایک اور کوشش کی، مگر شامیر نے اس بار اسے جھڑک دیا۔

''ارما! اب میری باری ہے، تمہیں میرا جواب سننا پڑے گا۔ مجھے تمہاری کسی حیل و حجت سے واسطہ نہیں ہے، سمجھیں تم؟''

وہ کچھ نہ بولی۔ دونوں طرف گہرا سکوت تھا۔ پھر اگلے ہی پل شامیر کی بھاری، خوب صورت آواز ایک نظم کو اس کی سماعت کی نذر کر رہی تھی۔

چلو اِک نظم کہتے ہیں
کسی کے نام لکھتے ہیں
مگر یہ سوچنا ہے اب.....
کہ اس میں ذکر کس کا ہو؟
اور یہ بھی فرض کرتے ہیں
کہ جس پہ نظم لکھتے ہیں
ہمیں اس سے محبت ہے
ہمارے سارے جذبوں کو
بس اس کی ہی ضرورت ہے
چلو اِک کام کرتے ہیں
کہ ہم جو نظم لکھتے ہیں،

تمہارے نام کرتے ہیں
تم ہی عنوان ہو اس کا
تمہارا ذکر ہے اس میں
تمہاری بات ہے اس میں
تمہاری ذات ہے اس میں
چلو اِک نظم لکھتے ہیں
تمہارے نام کرتے ہیں

ارما گنگ کھڑی تھی۔ زبان جیسے گویائی بھول بیٹھی۔ دل کی دھڑکن، رگ رگ میں حشر اُٹھا رہی تھی۔ وہ جیسے بے بس کھڑی تھی۔ ادھر شامیر خاموش تھا اور یہ وہ پل تھے کہ دونوں کے دل ایک تال پر دھڑک رہے تھے اور مسلسل دھڑک رہے تھے۔

ارما کو جیسے کپکپی سی لگ گئی، وہ گھبرا کر بول اٹھی۔ ”نہ جانے آپ کیا بول رہے ہیں، شامیر صاحب؟ میں نے کبھی..... کبھی بھی.....“

”فار گاڈ سیک، ارما! میرے نام کے ساتھ صاحب کا، لاحقہ مت لگاؤ۔ میر کہہ کر پکارو گی تو مجھے بہت اچھا لگے گا۔“

اس نے دوبارہ اس کی بات قطع کی تو ارما کی پیشانی ننھی ننھی بوندوں سے جھلملا اٹھی، سٹپٹا کر بولی۔ ”نام کچھ بھی ہو، کیا فرق پڑتا ہے۔ میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتی ہوں کہ.....“

”ارما! پلیز، میں نے کہا ہے نا، آج تم صرف سنو گی، تمہاری بار بار کی مداخلت مجھے گراں گزر رہی ہے۔ مجھے اپنی ہر بات کے جواب میں تمہارا جواب ہر قیمت پر مثبت چاہئے۔ مجھ سے اس طرح بات مت کرو کہ کسی اجنبی سے بات کرنے کا گمان ہو۔ تمہارے رویے میں، تمہارے برتاؤ میں ایک اُلجھن ہے ارما! تم میری کہی بات کے جواب میں اس طرح منہ موڑو گی تو یہ بے ایمانی ہوگی۔ اس طرح میں اپنی کوئی بھی بات دل کی گہرائی سے کہہ نہیں پاؤں گا۔ پلیز! خود کو ٹینشن فری رکھو، اور یاد رکھو، آئی لو یُو لائیک اے کریزی۔ میں اپنے جذبات تم سے شیئر کرنا چاہتا ہوں، وہ سارے راز و نیاز جنہیں کہنے کے لئے میں نے باقاعدہ ایک ایک لمحہ گنا ہے۔ میں تمہارے لئے اتنا possessive کیوں ہوں، کیوں تمہیں ہر پل سوچتا ہوں۔ بخدا، میں نہیں جانتا۔ شاید آج کل زندگی مجھے ایک نئے رنگ کے ساتھ گزار رہی ہے۔ ہاں، یہ سچ ہے ارما! میں بیک وقت ادھورا بھی ہوں اور مکمل بھی۔ اس کیفیت کو کیا کہتے ہیں، یہ مجھے تم بتاؤ گی۔ کیونکہ میری اس حالتِ زار کی ذمے دار صرف تم ہو۔ میں آج تم سے یہ بھی کہنا چاہتا ہوں ارما! کہ تم دل کے نازک جذبات کو کسی منفرد پیرائے میں بیان کرنے پر اصرار مت کرو، مجھے الفاظ سے کھیلنا نہیں آتا، نہ ہی میں ایسی بات کہہ سکتا ہوں، جو پل بھر میں دل کو گھائل کر ڈالے۔ کیونکہ میرے نزدیک محبت کا موسم روح کے اندر اترتا ہے اور شاید روح کو زوال نہیں۔

میں طوالت میں پڑنا نہیں چاہتا، صرف اتنا کہوں گا

کون چاہے گا تمہیں میری طرح
اب کسی سے نہ محبت کرنا“

شامیر کا جذباتی لہجہ، چاہتوں کی شدت سے بھیگ رہا تھا اور ارما کے وجود کو شرابور کر رہا تھا۔ اس کے کان جو کچھ سن رہے تھے، وہ دماغ کے بجائے دل کو سمجھ آ رہا تھا۔ اور وہ آگہی ایسی تھی کہ ارما خود کو سنبھالنے کی کوشش کے باوجود ناکام ہو رہی تھی۔ پل بھر میں وہ سناٹوں میں گھر گئی تھی۔ دل جسم کے ہر مسام سے دھڑک رہا تھا۔ ایک عجب کیفیت طاری تھی، جو نشہ بن کر خمار جگا رہی تھی۔ ارما کو اپنا آپ اجنبی سا لگنے لگا، بس شامیر کا گداز بھاری لہجہ تھا، جو بازگشت بن کر اس کے اندر باہر گونج رہا تھا۔

اب کسی سے نہ محبت کرنا

ارما نے گھبرا کر اپنا سیل آف کر دیا۔ اس کی نظر منال کی جانب اٹھی، مگر وہ نیند میں گم تھی۔ اسے جیسے اطمینان کا سانس آیا تھا۔ جو حالت اس کی ان لمحوں میں تھی، اگر منال کی نظروں میں آ جاتی تو اس کا پول فوراً کھل جاتا۔ شامیر کی محبت اس کے رگ و پے میں اُتر گئی تھی۔ اس حقیقت سے انکار ارما کے لئے ممکن نہ رہا تھا۔ وہ خود سے شرمائی بیٹھی تھی، گال دہک رہے تھے، نگاہ یوں زمین پر ٹھہری تھی، جیسے اب تک شامیر کی پُرشوق نظر اس کا احاطہ کئے ہوئے ہو۔ دل کی دھڑکن میں گونجتا جلترنگ تن من میں سرشاری بھر رہا تھا۔ وہ گنگ تھی۔

یہ ہم ہی ہیں جو تیرا درد چھپا کر دل میں
کام دنیا کے بدستور کئے جاتے ہیں

آج عرفان بھائی بہت دیر سے گھر لوٹے تھے۔ دائم کو ہاسپٹل سے ڈسچارج کر دیا گیا تھا، سو عرفان اور حمزہ اسی کے ساتھ تھے۔ دائم کی شادی اگلے دو ماہ کے لئے ملتوی کر دی گئی تھی۔ اس کی ظاہری حالت پہلے سے بہت بہتر تھی، پھر بھی کچھ زخموں کو مندمل ہونے میں تھوڑا عرصہ درکار تھا۔

سندس کے ڈیڈی، جنہیں شادی پر وطن آنا تھا، اب اپنا وزٹ منسوخ کر چکے تھے۔ ان کا ارادہ فرانس کے بزنس ٹور سے واپسی پر پاکستان آنے کا تھا۔ سو دائم اور سندس کی شادی انہی کے متوقع آمد والے مہینے کو سامنے رکھ کر ملتوی کی گئی تھی۔

عرفان بھائی جب گھر آئے تو ارما اور منال ان کے انتظار میں جاگ رہی تھیں۔ آج امی کو ہلکا سا ٹمپریچر تھا، سو ارما کے اصرار پر وہ گولی کھا کر سونے کے لئے چلی گئی تھیں۔ ابو بھی سو چکے تھے۔ گھر خاموشی کے حصار میں تھا، جب دستک کی تیز آواز گھر میں گونجی تھی۔

منال نے اُٹھ کر دروازہ کھولا، عرفان بھائی کو دیکھ کر کھانے کا پوچھا اور ان کی رضامندی

جان کر کچن میں چلی آئی۔ ارما وہاں پہلے سے موجود تھی اور رات کے کھانے کے برتن دھو رہی تھی۔

''کون آیا ہے، منال؟'' اس نے مصروف انداز میں پلٹ کر پوچھا تو جواب دروازے سے جھانکتے عرفان بھائی نے دیا۔

''میں ہوں، ارما! کھانا ابھی دے دو، میں کپڑے بعد میں چینج کروں گا۔''

''جی بھائی! آپ ادھر آ جایئے۔'' اس نے کچن کے کاؤنٹر کی طرف اشارہ کیا، مگر وہ میز کے سامنے جا بیٹھے۔ ارما نے ایک نظر انہیں دیکھا، پھر برتن چھوڑ کر سالن چولہے پر رکھ دیا۔ منال روٹی ڈالنے کو کھڑی ہو گئی، مگر ارما نے اسے منع کر دیا۔ عرفان بھائی کو پھلکے پسند تھے تو ارما نے یہ کام بھی خود انجام دیا اور نہایت سلیقے سے کھانا بھائی کے سامنے چن دیا۔ منال اپنے کمرے میں جانے کے بجائے بھیا کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

''کھانا کھا لیا تم دونوں نے؟'' عرفان بھائی نے کوفتوں کا سالن پلیٹ میں نکالتے ہوئے انہیں دیکھا۔

''جی بھائی! ہم سب کھانا کھا چکے ہیں۔'' منال نے ٹھنڈا پانی گلاس میں بھر کر ان کے سامنے رکھ دیا۔

''بھیا!'' ارما نے برتن دھوتے ہوئے پکارا۔ ''دائم اب کیسے ہیں؟''

عرفان بھائی نے سر ہلا دیا۔ ''پہلے سے بہتر ہے۔ آج وہ ڈسچارج ہو گیا ہے، ہسپتال سے۔ میں اس کے گھر سے ہی آ رہا ہوں۔ ابھی کمزوری بہت ہے۔ کچھ دن بیڈ ریسٹ لے گا تو دائم کی حالت مزید بہتر ہو جائے گی۔ کچھ زخم کچے ہیں، انہیں بھرنے میں دیر لگے گی۔''

''اور سندس کیسی ہے، عرفان بھائی؟ وہ تو بہت خوش ہو گی آج؟''

منال کا سوال، عرفان بھائی کو محتاط کر گیا۔ اسے بغور دیکھتے ہوئے بولے۔ ''ہاں، بہت خوش ہے۔ دائم اب نظروں کے سامنے رہے گا تو سندس بھی پُرسکون رہے گی۔ ویسے وہ دائم سے زیادہ وِیک ہو گئی ہے، ان گزرے دنوں میں اس نے دائم کی دیکھ ریکھ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں چھوڑی۔''

''یہ تو ہے، دائم کی منگیتر ہونے کا کچھ فرض سندس کو ادا کرنا ہی چاہئے۔'' ارما نے شوخی سے بات کا رخ موڑا تو عرفان بھائی بھی مسکرا دیئے۔

''ادھر ہمارے گھر میں منگنی کی تیاریاں کن مراحل میں ہیں؟ کیا جوڑے تیار ہو گئے تم دونوں کے؟''

''جی عرفان بھائی! میں نے اپنا جوڑا خوب اچھا سلوایا ہے۔ رہ گئی منال تو اس کی منگنی کا بھاری بھرکم جوڑا حمزہ کی امی لے کر آئیں گی۔ انہوں نے بتایا تھا، منال کے لئے وہ سوٹ حمزہ بھائی نے پسند کیا ہے۔ اب دیکھئے، وہ کیسا ڈریس منتخب کرتے ہیں، اپنی منگیتر کے لئے۔''

''وہ اچھا ہی کرے گا، ارما! اس کی چوائس بہت بہترین ہے۔''

''اچھا۔'' ارما ہنس پڑی۔ ''کیا منال سے بھی اچھی؟''

عرفان بھائی بے اختیار ہنس پڑے۔ وہ ارما کا اشارہ بھانپ گئے تھے۔

''نہیں یار! اُس کی selection منال سے اچھی نہیں ہو سکتی۔ میری بہن لاکھوں میں ایک ہے۔''

''اور حمزہ ہزاروں میں ایک..... ہے نا بھیا؟'' ارما نے جیسے ان کا ساتھ دیا۔

''ہزاروں میں کیوں؟'' منال نے ذومعنی ہنسی کے ساتھ پہلی بار اس گفتگو میں حصہ لیا۔

''کروڑوں میں ایک کہو نا۔''

''ارے واہ، کروڑوں میں کیوں؟ کیا سرخاب کے پَر لگے ہیں حمزہ میں، جو تم ان کی سائیڈ لے رہی ہو؟'' ارما نے ہنس کر پوچھا۔

''بھئی، سائیڈ تو لینی پڑے گی۔ اگر وہ لاکھوں میں ایک ڈھونڈیں گے تو انہیں بھی کروڑوں میں ایک ہونا چاہئے، بات تب بنے گی نا۔ کیوں منال! میں ٹھیک کہہ رہا ہوں؟'' عرفان بھائی کی شوخی برجستہ تھی۔ منال کا چہرہ گلابی پڑ گیا۔ اسے یقین نہیں آیا کہ عرفان اتنی بذلہ سنجی سے کام بھی لے سکتے ہیں۔ ارما اس کی خجالت پر زور سے ہنس پڑی۔

''آپ کو پتہ ہے، عرفان بھائی! ہماری امی حضور بھی خاصی زور و شور سے تیاری کر رہی ہیں اس فنکشن کی۔ آپ کے لئے انہوں نے بہت خوب صورت شلوار کُرتا خریدا ہے، جس کے ہمراہ گولڈن بلیک شال ہے۔ قسم سے، بہت سُوٹ کرے گی، آپ کو۔''

''بھئی، یہ شال وال مجھ سے نہیں اوڑھی جاتی، لڑکیوں کی طرح یہ بڑی بڑی چادریں کاندھے پر لئے پھرو۔ امی بھی نہ جانے کیا اُلٹے سیدھے ڈریس خرید لیتی ہیں۔ کم سے کم ایسے انتخاب سے پہلے میری پسند تو پوچھ لینی چاہئے۔'' وہ جیسے جھلا اُٹھے۔

''ارے، آپ اپنی پسند ہمیں بتایئے نا، بھیا! ایمان سے، کروڑوں میں ایک بھابی نہ ڈھونڈی تو بے شک نام بدل دیجئے گا۔'' منال نے ہنستے ہوئے بات کا رخ بدل کر انہیں دانستہ چھیڑا تو عرفان بھائی جھینپ کر بولے۔

''تمہارا نام ازخود بائیس تاریخ کو بدل جائے گا، منال!..... حمزہ سے منگنی کے بعد منال حمزہ ہو جاؤ گی۔ پھر یہ تردّد ہم کیوں کریں نام بدلنے والا؟''

''بھئی کوشش شرط ہے، عرفان بھائی! مگر پہلے آپ کہئے، آپ کن محترمہ کا نام تبدیل کرنا چاہتے ہیں، ذرا اشارہ تو کیجئے۔''

ارما نے بھی منال کی چھیڑ چھاڑ کو آگے بڑھایا تو عرفان بھائی اس اچانک حملے پر کچھ بوکھلا سے گئے۔ ''ابھی میری باری دُور ہے ارما! پہلے تم دونوں کے بیاہ سے فرصت پا لیں، پھر وہ نام بتاؤں گا۔ ویسے بھی بہنیں اپنے گھر کی ہو جائیں، تب بھائی کے سر سہرا سجتا اچھا لگتا ہے۔''

''ارے واہ، آپ بھی کس پرانے دور کی بات کرنے بیٹھ گئے۔ یہ امی ابو کا زمانہ نہیں ہے، عرفان بھائی! نیا دور، نئے تقاضے والی بات ہے۔ آپ صرف نام بتایئے، آئی تھنک، کوئی ایسی لڑکی ضرور ہے، جو آپ کی نگاہ میں ہے۔''

''نہیں یار! فی الحال ایسی کوئی لڑکی نہیں ہے۔'' انہوں نے کھانا کھا کر پلیٹ پرے کر دی۔ ''ہاں، ایک چیز ایسی ضرور ہے، جو تمہارے بھائی کو بے حد پسند ہے، یُونو، آئی لو اِٹ۔''

''واؤ.....'' منال نے چونک کر انہیں دیکھا۔ ''وہ کیا ہے بھائی؟''

''وہ چائے ہے، سلی گرل! اور مجھے اس وقت اس کی طلب حد سے زیادہ ہے۔'' انہوں نے ہنس کر منال کے سر پر چپت لگائی تو وہ منہ بنا کر انہیں دیکھنے لگی۔

ارما کی ہنسی نکل گئی۔ ''کمال کرتے ہیں آپ بھی بھیا! اگر منال سے اپنی پسند کہہ دیتے تو کیا جاتا؟''

''بھئی، جب کوئی پسند ہی نہیں تو نام کیا بتاؤں؟ ہاں، وہ رہا، جب کوئی ایسا موقع آیا تو منال سے کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ اور تم دونوں جانتی ہو، ایسا موقع میری زندگی میں شاید ہی آئے۔'' وہ اس بار خاصے سنجیدہ تھے۔ منال اور ارما دھک رہ گئیں۔

''کیا مطلب؟'' ارما نے بے قرار ہو کر انہیں دیکھا۔ ''شاید کیوں آئے؟''

''بھئی، شاید اس لئے کہ امی اپنی 'ویٹو پاور' استعمال کریں گی۔ آفٹر آل، میں ان کا اکلوتا بیٹا ہوں، اس لئے بہت ممکن ہے، وہ بہو اپنی پسند سے چُن کر لائیں۔ ایسی صورت میں بولو، میں کیا کر سکتا ہوں؟''

''اوہ.....'' ارما اور منال کے منہ لٹک گئے۔ ''یہ تو سچ ہے بھیا! ایسا بالکل ہو سکتا ہے۔ مگر آپ فکر مت کریں، آپ کی شادی آپ کی من پسند لڑکی سے ہو جائے گی۔ میں اور منال، امی کے سامنے آپ کی چوائس کو ضرور رکھیں گے۔ امی بے شک اپنی پسند کی لڑکی بیاہ لائیں، مگر شادی سے پہلے وہ لڑکی آپ کو ضرور دکھائی جائے گی۔ آپ اوکے کریں گے تو بات فائنل ہو گی، ورنہ نہیں۔''

ارما نے انہیں تسلی دی تو وہ مسکرا کر چپ ہو رہے۔ منال چپ چاپ بھائی کے تاثرات دیکھ رہی تھی۔ امی کی 'ویٹو پاور' کے آگے ابو کی نہیں چلتی تھی تو بھیا بے چارے کیا کرتے؟

ارما چائے بنا کر لے آئی۔ پیالی ان کے سامنے رکھ کر بولی۔ ''دو چمچ چینی ڈالوں نا بھیا؟''

''ہوں، ڈال دو۔'' وہ جانے کس خیال میں تھے۔ ارما نے دو چمچ شکر بھر کر ان کی چائے میں ملا دی اور ابھی پیالی بھائی کے ہاتھ میں تھمائی بھی نہ تھی کہ ابو کچن کے دروازے سے جھانکتے نظر آئے۔

''ارما.....!'' ان کی آواز میں بے زاری کا عنصر تھا۔ ''ہاں ہو تم؟''

''جی ابو.....!'' وہ چونک کر ان کی جانب متوجہ ہو گئی۔

''تمہارے کمرے میں موبائل بجے جا رہا ہے، تم یہاں مصروف ہو اور وہاں اس کی بیپ نے میری نیند اُڑا دی۔ ارے لڑکی! رات کے اس پہر اپنے سیل فون کو آف کر دیا کرو۔'' وہ اُکتاہٹ کا شکار تھے۔

ارما کا دل اچھل کر حلق میں آ ٹکا۔ وہ چمچ جو کپ میں چینی ملانے کے لئے استعمال ہوا تھا، ہاتھ سے چھوٹ کر بھیا کے سامنے پڑی پیالی میں کچھ اس طرح گرا کہ گرم چائے کے چھینٹے عرفان بھائی کی سفید براق شرٹ کو داغ دار کر گئے۔ کھولتی چائے کا اچانک چھلک جانا انہیں بدحواس کر گیا۔ وہ اس تیزی سے کرسی چھوڑ کر اٹھے کہ کپ میز پر اُلٹ گیا اور ساری کی ساری چائے سامنے بیٹھی منال کی گود میں جا گری۔

''ہائے، ہائے امی.....!'' وہ بری طرح چلائی اور برق رفتاری سے اٹھ کر اپنے کپڑے جھاڑنے لگی۔ اس کی وہ حرکت کچن کے پورے فرش کو چائے سے رنگین کر گئی۔ ارما کی بدحواسی نے منٹوں میں ان سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

''افوہ، ارما! کیا کرتی ہو یار!..... سب کے کپڑے خراب کر دیئے تم نے۔'' عرفان بھائی نے ایک کوفت سے اسے ڈانٹا لیکن وہ اپنے آپ میں کب تھی۔ فون شامیر کا تھا، یہ بات وہ اچھی طرح جانتی تھی، مگر گھر کے دیگر افراد کے سامنے یہ بھید کھلنا نہیں چاہتے تھا۔ وہ سوری، سوری کہتی تیزی سے باہر نکل گئی۔

اس کا جانا اتنا افراتفری میں تھا کہ عرفان بھائی، منال کی صورت تکنے لگے۔ ''اسے کیا ہوا؟''

''مجھے کیا پتہ؟'' وہ کاندھے اچکا کر چائے صاف کرنے لگی۔

''عرفان بیٹا!'' دفعتہً ابو کی آواز نے انہیں ایک بار پھر چونکایا۔ ''کیا وقت ہوا ہے؟''

''وقت.....؟'' انہوں نے آستین ہٹا کر رسٹ واچ دیکھی۔ ''ابو! ایک بجنے کو ہے۔''

''ایک.....؟'' اس بار ابو چونک اٹھے۔ ''رات کے ایک بجے ارما کو کسی نے فون کیا ہے، عرفان؟''

''فون؟'' عرفان بھائی اور منال دونوں مڑ کر ابو کو دیکھنے لگے۔ ایک شک نے دل کے اندر سانپ کے پھن کی طرح سر اٹھایا، جسے دونوں نے دبا دیا۔ ارما ایسی لڑکی نہیں تھی، جو ان بدلتے حالت میں کوئی غلط قدم اٹھاتی۔

''کوئی رانگ نمبر ہو گا ابو! رات کو اکثر رانگ کالز آ جاتی ہیں۔ ارما کو موبائل آف کر کے سونا چاہئے۔'' انہوں نے ابو کو تسلی دی اور خود بھی دروازے کی طرف مڑ گئے۔ ''آپ اب سو جایئے ابو! رات بہت ہو گئی ہے۔''

''ہاں، میں گہری نیند میں تھا۔ مگر موبائل کی تیز آواز نے میری نیند اچاٹ کر دی۔ ارما سے کہو، اب سیل فون آف کر کے سوئے۔'' انہوں نے منال کو تاکید کی اور اپنے کمرے کی

طرف بڑھ گئے۔

پورا کچن چائے کے چھینٹوں سے بھر گیا تھا۔ منال کو صفائی کرتے دیر ہو گئی۔ کچن دھو کر اس نے عرفان بھائی کے کھانے کے برتن اٹھا کر سنک میں رکھے اور رات زیادہ ہو جانے کے خیال سے اپنے کمرے میں چلی آئی۔ اسے حیرت ہوئی، ارما اب تک فون پر کسی سے محوِ گفتگو تھی۔ اس کے لبوں کی کھلتی مسکراہٹ اور چہرے پر پھیلتی گلابی نے منال کو لمحوں میں تبدیلی کا احساس دلا دیا۔ وہ اندر ہی اندر بری طرح سہم گئی۔

''کیا ارما بھی کسی میں انوالو ہے؟.....اوہ نہیں، میرے اللہ!''

منال کو آتا دیکھ کر ارما نے فون پر نہ جانے ایسا کیا کہا کہ وہ چاہ کر بھی کوئی لفظ نہ سن سکی۔ اس نے موبائل آف کر دیا تھا۔ اب وہ بے وجہ بیڈ شیٹ کی سلوٹوں کو مٹانے میں لگ گئی، شاید یہ اس کی شعوری کوشش تھی۔ منال کو لگا، وہ اس سے چھپ رہی ہو۔

''ارما.....!'' اس نے بازو پکڑ کر بہن کا رخ اپنی جانب موڑ لیا۔ ''تم کس سے بات کر رہی تھیں اتنی رات گئے؟''

''شامیر سے۔'' ارما کی آواز پست تھی، لیکن منال کے کانوں میں جیسے دھماکا ہوا۔

''شامیر سے؟.....کیا اسے اپنا سیل نمبر دے دیا تم نے؟''

''نہیں، میں نے نہیں دیا۔'' وہ نظر چرا رہی تھی۔

''پھر کس نے دیا ہے؟'' منال کا لہجہ سرد تھا۔ ''شامیر کو الہام ہونے لگے ہیں ارما؟''

''آئی ڈونٹ نو، یہ بات تم اس سے پوچھ سکتی ہو۔''

''اوہ، آئی سی۔'' منال کی نظر اس کے چہرے پر گڑ گئی۔ ''اس کا مطلب ہے، تم اس کا سیل نمبر بھی جانتی ہو؟''

''ظاہر ہے، جب وہ فون کرے گا تو موبائل کی اسکرین پر اس کا نمبر بھی ضرور آئے گا۔ پھر ایسی بے تکی بات پوچھنے کا فائدہ؟''

''فائدہ تو تم اٹھا رہی ہو، ارما! مجھ سے نظر ملا کر بات کیوں نہیں کر رہیں؟'' وہ اس کے مقابل آ ٹھہری۔ ارما کا رنگ اُڑ گیا۔

''کک.....کیا مطلب؟ میں تم سے نظریں کیوں چراؤں گی؟''

''کیونکہ تمہارے دل میں چور ہے۔'' وہ اسے گھور رہی تھی۔

''نہیں، میں چور نہیں ہوں۔'' وہ دوبارہ رخ موڑ گئی۔ ''شامیر کا فون تھا اور یہ بات میں تم سے کبھی نہیں چھپاؤں گی منال!''

''آں ہاں.....چھپایا تو بہت کچھ ہے تم نے ارما! میں نہیں جانتی تھی، آج کل یہ کام بھی ہو رہا ہے۔ مجھے تم پر پہلے ہی شک تھا۔''

''کیسا شک؟'' وہ بری طرح خجل ہوئی۔

''تم اچھی طرح جانتی ہو، میں کس شک کی بات کر رہی ہوں۔ مگر یاد رکھنا، کھیل کھیلنے کے قواعد مختلف ہوتے ہیں اور یہ بات ہم دونوں میں طے شدہ ہے کہ ہمیں اس کھیل میں سنجیدہ نہیں ہونا۔'' منال اسے بہت کچھ جتانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ارما کے ہاتھ ٹھنڈے پڑ گئے۔

''میں کب سنجیدہ ہو رہی ہوں؟ اِٹ اِز جسٹ فار انجوائے منٹ۔ ہے نا؟'' وہ جھوٹ کہہ رہی تھی۔

منال کی گہری نظر اس کے چہرے پر پھیلی گلابی کو دیکھنے لگی۔ ''ہاں، یہ صرف انجوائے منٹ ہے۔ ہمارے لئے اور تمہیں یہ اہم بات بھولنی نہیں چاہئے، اوکے ارما!'' اس کا تنبیہی لہجہ ارما کو خبردار کر رہا تھا۔ اس نے بے پروائی دکھانے کو کاندھے اچکائے اور شب بخیر کہہ کر اپنی جگہ آ لیٹی۔

''پلیز، لائٹ آف کر دو منال! صبح تمہیں کالج بھی جانا ہے۔''

''ہاں.....کالج تو جانا ہے مجھے۔'' اس نے گہری سانس لے کر موڈ بدلنے کی کوشش کی، مگر ایک بے کلی من کے اندر تک اُتر گئی۔ وہ لائٹ آف کر کے اپنے بستر پر آ گئی۔ دل بے وجہ دھک دھک کر رہا تھا۔ کچھ تو تھا، جو اسے بے سکونی میں مبتلا کیے جا رہا تھا۔ ارما کا انداز چغلی کھا رہا تھا۔ منال کو اس کے چہرے کا تاثر پہلی بار بہت مختلف لگا اور یہ تاثر اسے بے حد کھل رہا تھا۔

قریب آنے کی خواہش تھی
مگر یہ جان لینے میں
بڑا عرصہ لگا جاناں!
محبت فاصلوں میں ہے

حمزہ کی امی آئی بیٹھی تھیں اور منال کا موڈ آف تھا۔ ارما کو دوسری بار کمرے میں آنا پڑا۔ وہ پہلے بھی اسے امی کا پیغام سنا کر گئی تھی، مگر وہ ان سنی کر کے اب تک جرنل پر گراف بنانے میں مصروف تھی۔ اس بار ارما کی آمد کو محسوس کر کے بھی اس نے سر نہیں اٹھایا تھا۔

''منال.....!'' ارما نے پاس آ کر اس کا جرنل ایک جھٹکے سے بند کر دیا۔ ''آخر تم کان بند کر کے کیوں بیٹھی ہو؟ کہا ہے نا، امی بلا رہی ہیں۔ پھر اٹھتی کیوں نہیں ہو؟ حمزہ کی امی کب سے تمہاری منتظر ہیں۔''

''تو یار! میں کیا کروں؟'' اس کی بے زاری عروج پر تھی۔ ''میں نے تو نہیں کہا انہیں انتظار کرنے کو۔''

''ارے، یہ کیا بات ہوئی؟ تم جانتی ہو، وہ تمہارے لئے آئی ہیں۔''

''سو واٹ؟'' اس نے کاندھے جھٹکے۔ ''آئی ہیں تو آنے دو۔ میں جانتی ہوں، میرے

لئے کوئی فاسٹ کلر کا گوٹا کناری سے مزین غرارہ یا شرارہ لے کر آئی ہوں گی تو لے کر رکھ لو، پرسوں منگنی کا فنکشن ہے، پہن کر آجاؤں گی سب کے سامنے تماشا بننے کو۔"

"ارے....." ارما کا منہ کھل گیا۔ "کیسی باتیں کر رہی ہو منال! کیا منگنی پر تماشا ہوتا ہے؟"

"بھئی، میری منگنی پر ضرور ہوگا کیونکہ ایک خوش اور دوسرا ناخوش ہوگا اور اس پر ستم یہ کہ ادلے بدلے میں انگوٹھی بھی پہننی پڑے گی۔ ہونہہ، زندگی نہ ہوئی، مذاق ہوگیا۔ ارے، میں پوچھتی ہوں، حمزہ کی امی کو اور کوئی کام نہیں ہے سوائے اس گھر کے چکر کاٹنے کے؟" وہ انتہائی بے زار تھی۔

ارما کو غصہ آگیا۔ "یہ کیا بدتمیزی ہے منال! حمزہ سے تمہاری منگنی ہو رہی ہے تو اس کی امی چکر بھی کاٹیں گی۔ اگر دو خاندانوں میں رشتہ جڑتا ہے تو آپس کے میل ملاپ کو بڑھانے کے لئے یونہی آنا جانا پڑتا ہے۔ اس میں اتنا چڑنے والی کون سی بات ہے؟"

"پتہ نہیں ارما! لیکن مجھے بہت آک ورڈ سا فیل ہو رہا ہے۔ اب دیکھو نا، میری ذات تماشا بن گئی ہے، پہلے امی ابو نے واسطے دے کر ایک کی محبت پر پابندی لگا دی اور اب منگنی کے نام پر دوسرے کی محبت کو گلے کا طوق بنایا جا رہا ہے۔ یہ کوئی شرافت ہے؟"

"واٹ ربش، یو ٹاکنگ اباؤٹ منال؟..... یہ منگنی تمہاری مرضی سے ہو رہی ہے، پھر گلے کا طوق کیسے بن گئی؟"

"ہاں جی، میری رضامندی کی کیا بات ہے؟ پورا گھر میرے آگے پیچھے گھوم رہا ہے، حمزہ کا ووٹ لے کر، ایک صرف دائم تھا، جس کی مخالفت میں ہمارا پورا گھر مورچہ بند ہوگیا کہ اس بندے کے لئے سوچنا بھی گناہ ہے۔ ارے، اگر محبت گناہ ہے تو اس زبردستی کی منگنی کرنے سے کیا ہوگا؟ کیا میں خود کو داؤ پر لگا کر خوش رہوں گی؟"

اس کا سوال، ارما کا پارہ چڑھا گیا۔ "تم پاگل ہوگئی ہو منال! کیوں پرانی باتوں کو لے کر بیٹھ گئی ہو؟ جب ایک بار سب کچھ طے ہو چکا ہے تو پھر جھگڑا کیسا؟ دیکھو، حالات کا رخ موڑنے کے لئے بہت کچھ توڑنا اور جوڑنا پڑتا ہے۔ یہ جوڑ توڑ ہماری اصلاح کے لئے ہوتی ہے، اسی پر ہماری خوشیوں کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور ویسے بھی تم ابو کو یہ یقین دہانی کرا چکی ہو کہ تم دائم کی طرف پلٹ کر نہیں دیکھو گی، سب کچھ بھول کر ان کی عزت کا خیال رکھو گی۔ پھر اب کیا ہوا منال؟ دائم کا ذکر تمہاری زبان پر دوبارہ کیسے آگیا؟ کیوں خود کو اذیت دے رہی ہو؟ پلیز، بھول جاؤ سب کچھ۔"

"کیسے بھول جاؤں، ارما؟" وہ بے بسی سے ہاتھ ملنے لگی۔ "میں اسے نہیں بھول سکتی۔ جب بھی ایسی کوشش کرتی ہوں تو وہ میرے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے، اس سے جدا ہونے کا خیال میرے اندر تک طوفان اٹھا دیتا ہے، میرا دل پھٹنے لگتا ہے۔ دیکھو ارما! میں مانتی ہوں، وہ میرا

کوئی نہیں ہے، اسے صرف سندس کا ہونا ہے مگر کیا کروں، میری بے قراری مجھے ان دیکھی آگ میں جلا رہی ہے۔ اس کا خیال میرے دل کی اتھاہ گہرائی میں بس گیا ہے ارما! میں کیا کروں؟ میری یہ یکطرفہ چاہت مجھے لے ڈوبے گی۔ یہ یقین مجھے مار ڈالے گا کہ دائم کو صرف میرا ہونا ہے۔ وہ آئے گا ارما! وہ میری خاطر ضرور آئے گا۔ ساری دوریوں کو مٹا کر، ہر فاصلہ بھلا کر، اسے بالآخر میرے پاس آنا ہے پھر..... پھر میں یہ منگنی کیوں کراؤں؟ کیوں حمزہ نام کا طوق اپنے گلے میں ڈالوں؟ آخر کیوں ارما؟" وہ بلک کر رو پڑی۔

ارما کا وجود ساکت ہوگیا۔ وہ دم بخود ہو کر اسے دیکھنے لگی۔ کس قدر شدت تھی اس کے آہ و فغاں میں، کیسے تڑپ کر رو رہی تھی وہ۔ ارما کا دل دکھ سے بھر گیا۔ وہ خود پر قابو پاتی آگے بڑھی اور منال کا چہرہ اس کے ہاتھوں سے نکال کر اپنے مقابل کرتے ہوئے بولی۔

"اس لئے منال! کہ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ میں نے پہلے بھی تمہیں سمجھایا تھا کہ دوسرے کا حق مار کر اپنا محل تعمیر کرنا دانش مندی نہیں ہے، پھر سندس کا کیا قصور ہے؟ وہ دائم کی منگیتر ہے اور تم جانتی ہو، وہ لڑکا اسے بہت چاہتا بھی ہے، وہ صرف اسی سے شادی کرے گا۔ تمہارا یقین بے کار ہے منال! وہ سندس کو چھوڑ کر تمہارے پاس کبھی نہیں آئے گا۔ سندس اس کی پسند، اس کی خواہش ہے اور خواہش سے دستبرداری انسان کے اختیار میں نہیں ہوتی۔ وہ اسے پانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ دائم کی شادی صرف سندس سے ہوگی کیونکہ وہ اس کی چاہت ہے۔ خدا کے لئے منال! سراب کے پیچھے بھاگنا چھوڑ دو، ان باتوں میں کچھ نہیں رکھا۔ یہ صرف ذلت کی طرف لے جاتی ہیں۔ تم پلیز! دائم کو بھولنے کی کوشش کرو، ورنہ یہ پاگل پن تمہیں لے ڈوبے گا۔"

"ہاں، ٹھیک کہہ رہی ہو تم۔ میں ڈوب ہی تو رہی ہوں ارما! حمزہ سے منگنی ہو جانے کے بعد میں اس کے نام سے منسوب ہو جاؤں گی، اس کا مطلب بے دست و پا ہو جاؤں گی۔ میں خود اپنی نہیں رہوں گی ارما! تو سوچو، جو لڑکی خود اپنی نہ ہو، وہ حمزہ کو کیا دے پائے گی؟ حمزہ کا کیا قصور ہے ارما! اس لڑکے کو وہ سزا کیوں دی جا رہی ہے جس کا نام منال ہے؟ میں اس کے لئے عذاب بن جاؤں گی ارما! کیونکہ اپنے دل کو مار کر اس کی بننا میرے لئے ممکن نہیں، میں دل پر لکھے دائم کے نام کو کیسے مٹاؤں؟ ابو اور عرفان بھائی کی خاطر میں کیوں اپنے جذبات کا گلا گھونٹوں؟ میں اپنے دل کا خون نہیں کر سکتی ارما! میں ایسا نہیں کر سکتی۔" اس کی بے کسی حد سے سوا تھی۔ وہ زار و قطار رو رہی تھی۔

"واہ، کیا بات ہے تمہاری۔" ارما کا انداز بے حد طنزیہ تھا۔ "اگر دل کا خون نہیں کر سکتیں تو دعویٰ کیوں کیا تھا، ابو کے سامنے؟"

"کون سا دعویٰ؟" منال چونک کر ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

ارما کا انداز ذومعنی ہوگیا۔ "وہی ان کی عزت رکھنے والا دعویٰ۔ ابو کا ہاتھ پکڑ کر حضور

پاک ﷺ کی بارگاہ میں لے جانے کا وعدہ۔ یاد کرو منال! تم نے کتنے یقین سے وہ الفاظ کہے تھے، ابو سے۔ تم نے کہا تھا، آپ نے اتنی بڑی بات کہہ دی ابو! کہ میرے سارے دلائل ختم ہو گئے۔ دائم کے لئے وہ تمام جذبات مر گئے، جو دل میں ہلچل مچاتے تھے۔ پھر اب..... اب کیا ہوا؟ کیوں منکر ہو گئیں تم اپنے کہے سے؟ اپنے دعوے اور وعدے سے کیوں پھر گئیں منال؟..... کیوں کر رہی ہو وہ غلطی، جو دوبارہ بھی تمہیں کچھ نہیں دے گی۔ اور اگر دے گی تو ذلت اور نفرت کا بے حساب احساس، ایک ایسا جلتا عذاب جسے سہنا تمہارے بس سے باہر ہو گا۔ خود کو جہنم میں جھونکنا کیوں چاہتی ہو منال؟..... بے کار کی ضد انسان کی قدر و منزلت گھٹا دیتی ہے، تمہیں اس ضد سے باز آ جانا چاہئے۔ پلیز، ہوش میں آؤ منال! دائم سے محبت کی باتیں حماقت کے سوا اور کچھ نہیں ہیں اور تم..... منال! تم احمق ہرگز نہیں ہو۔"

وہ چیخ اٹھی۔ "ہاں، میں نہیں ہوں مگر تم سب مل کر مجھے احمق بنانا چاہتے ہو، حمزہ سے میرا تعلق جوڑ کر ایک بڑی حماقت کرنا چاہتے ہو، ایک ایسی حماقت جو سب کو خون کے آنسو رُلائے گی۔ خدارا، یہ ظلم مت کرو، میری زندگی کو تماشا مت بناؤ، جاؤ ارما! کہہ دو امی سے، وہ حمزہ کی امی کو عروسی جوڑے سمیت واپس بھیج دیں، مجھے منگنی کے نام پر نہ کسی کی رفاقت چاہئے، نہ کوئی ہیرے جواہرات کی انگوٹھی..... ہاں، اگر کچھ دینا چاہتے ہیں تو چند گز سفید کپڑا دے دیں اور اس میں لپیٹ کر زندہ دفن کر دیں مجھ کو۔ کم سے کم زندگی سے نجات مل جائے گی۔ دیکھو، مجھے یہ منگنی نہیں کرنی ارما! میں خود پر اپنا سارا اختیار کھو چکی ہوں۔ اللہ کے واسطے، میرے جذبات سمجھنے کی کوشش کرو، میں دائم کے سوا کسی اور کو اپنے قریب نہیں دیکھ سکتی۔ پلیز ارما! فار گاڈ سیک! مجھ پر نہیں تو حمزہ پر ترس کھاؤ، وہ کتنا اچھا اور ہنس مکھ لڑکا ہے۔ مجھ سے رشتہ جوڑ کر وہ ساری عمر کے لئے خوشی کو ترس جائے گا۔ سوچو میری بہن! جب اسے یہ خبر ہو گی کہ میں دائم پر مرتی ہوں، پھر بھی اس سے تعلق جوڑ رہی ہوں تو سہہ نہیں پائے گا، وہ ٹوٹ جائے گا ارما! وہ مر جائے گا۔"

"ایسا کچھ نہیں ہو گا منال! کیوں بے سر و پا باتوں میں پڑ گئی ہو؟" ارما نے اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔ "پچھلی باتوں کو بھول جاؤ منال! سب کچھ بھول کر صرف اتنا بتاؤ، تم ابو امی کی خاطر دائم کی محبت سے دستبردار ہو سکتی ہو یا نہیں؟"

"ہرگز نہیں۔" منال بے اختیار اٹھ کھڑی ہوی۔ اس کا انکار اتنا برجستہ اور فوری تھا کہ ارما گنگ رہ گئی۔

"میں اس کی محبت سے دستبردار نہیں ہو سکتی ارما! میں اسے بھول نہیں سکتی۔ ابو امی کی خاطر میں حمزہ سے رشتہ جوڑنے سے پہلے ایک بار، صرف ایک بار دائم مصطفیٰ سے ملنا چاہتی ہوں۔ آخری بار اس سے مل کر کوئی حتمی فیصلہ کرنا چاہتی ہوں، وہ فیصلہ جس کو کرنے کے بعد میرے دل میں کسی پچھتاوے کا احساس باقی نہ رہے، نہ وہ تڑپ باقی رہے، جو میرے دل کو

اذیت میں مبتلا کر رہی ہے۔"

"ارما.....!" منال نے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا۔ "صرف ایک بار۔ خدا کے لئے، صرف ایک بار میرا ساتھ دے دو، میری آخری ملاقات کروا دو دائم سے، میں قسم کھاتی ہوں، اگر اس لڑکے نے میری چاہت کو ٹھکرا دیا تو میں پلٹ کر اسے کبھی نہیں دیکھوں گی، بس ایک بار....."

"بکواس بند کرو منال!" ارما نے خوف زدہ ہو کر اس کے ہاتھ جھٹک دیئے۔ "ہوش میں آؤ، یہ کیا بکے جا رہی ہو تم؟ بے غیرتی کی بھی ایک حد ہوتی ہے منال! مگر تم اس سے بھی آگے نکل گئی ہو، سب کچھ ختم ہو جانے کے بعد بھی تم دائم سے ملنا چاہتی ہو؟ کیا واقعی ابو امی کی عزت اور اپنے لڑکی ہونے کا تمہیں کوئی احساس نہیں ہے؟ آخر تم اتنی بے حس کیوں ہو گئی ہو؟ کیا کوئی شریف لڑکی تمہاری طرح....."

"ارے، میں نہیں ہوں شریف لڑکی!" وہ جیسے چلا اٹھی۔ اس نے ارما کی بات بھی پوری نہیں ہونے دی۔ "مت کہو مجھے شریف لڑکی..... میں لُوز کیریکٹر ہی سہی، لیکن اس وقت مجھے تمہاری کسی justification کی ضرورت نہیں ہے۔ تم میرا ساتھ دو یا نہ دو، میں آخری بار دائم سے مل کر اپنے دل کی بات ضرور کہوں گی۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں، میرے جذبے کی سچائی، دائم مصطفیٰ کے دل میں کوئی جگہ بنا پاتی ہے یا نہیں؟ وہ سندس سے محبت کرنے کے باوجود میرے پاس آئے گا، ارما! وہ ضرور آئے گا۔ تم دیکھ لینا، میری محبت سرخرو ٹھہرے گی، میری خواہش ضرور پوری ہو گی، میرے لئے دائم اپنی زندگی سے سندس کو باہر نکال دے گا۔"

"بھئی واہ.....!" ارما نے تالی بجا کر اسے داد دی۔ "کیا یقین ہے تمہارا، کیا بھروسہ ہے تمہیں اپنی یکطرفہ چاہت پر۔ واہ، واہ..... تمہاری جذباتیت کے آگے کوئی ٹھہر نہیں سکتا، منال! آئی ایم امپریسڈ۔ کیا محبت کی ادا ہے یار! کیا حوصلہ ہے تمہارا۔ سچ کہوں تو محبت کے جنون پر اعتبار آنے لگا ہے۔ مجھے لگتا ہے، منال! تم محبت کے معاملے میں کوئی نہ کوئی مثال ضرور چھوڑو گی۔ بہت نام ہو گا تمہارا یکطرفہ چاہت میں۔"

ارما کا لہجہ بے حد کٹیلا اور انداز تضحیک آمیز تھا۔ منال کی بولتی بند ہو گئی۔ وہ بے یقینی کے گہرے احساس کے ساتھ ارما کو گھورنے لگی۔

"سنو منال!" ارما نے آگے ہو کر اس کے کاندھے پر شاباش دی۔ "اس میں شک نہیں کہ تم ایک بے مثال بے غیرت لڑکی ہو۔ تم ڈھیٹ ہی نہیں، وعدہ خلاف بھی ہو۔ سفید کپڑے کا کفن تمہیں ملے یا نہ ملے، مگر زہر میں لا دوں گی، تم وہ کھا کر مر جانا۔ تمہارا اس طرح مر جانا دائم سے دوبارہ ملاقات کرنے سے بہت بہتر ہو گا۔"

"ارما.....!" منال کی حیرت حد سے سوا تھی۔ "تم..... تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو، میرا مطلب صرف اتنا....."

''شٹ اپ منال! مجھے تمہارے کسی مطلب سے کوئی سروکار نہیں۔ آج پورے دل سے میں نے بہت اچھی صلاح دی ہے تمہیں مر جانے کی۔ یہ بات کسی ردو کد کے بغیر تمہیں مان لینی چاہئے۔ اس طرح ابو امی کا سر جھکے گا، نہ عرفان بھائی کی غیرت کو کوئی تازیانہ لگے گا۔ اور سب سے بڑھ کر دائم کی زندگی بھی کسی بلا خیز طوفان کی نذر نہیں ہوگی۔ رہ گیا حمزہ، تو اس کے لئے لڑکیاں بہت ہیں۔ تمہارے ہونے نہ ہونے سے اس لڑکے کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ دو چار دن وہ اپنی محبت کی بے حرمتی پر آنسو بہائے گا، پھر ایک نئی دنیا تلاش کر لے گا۔ مرد کے لئے عورتوں کی کمی نہیں ہوتی منال! وہ مرد دائم ہو، حمزہ ہو یا ہمارے عرفان بھائی، سب مردوں کے نزدیک محبت کا مفہوم عورت کے نظریۂ محبت سے بہت مختلف ہوتا ہے کیونکہ وہ زندگی میں کسی کی محبت کے لئے جذباتی نہیں ہوتے، وہ اگر ایک سے محبت کرتے ہیں تو پھر کسی سے بھی محبت کر سکتے ہیں لیکن عورت.....'' ارما کے لبوں کی مسکراہٹ بے حد تلخ تھی۔ ''مائی ڈیئر منال! عورت بہت بے وقوف ہوتی ہے۔ وہ اپنی چاہت کے حصول کے لئے ہر چیز داؤ پر لگا دیتی ہے جیسی کہ تم..... تم اپنی عزت، نام اور وقار کو داؤ پر لگا کر بھی کچھ نہ کر پاؤ تو ایسی بازی لگانے کا فائدہ؟ تمہارے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا منال! بلکہ جو تمہارا ہے، تمہارے پاس ہے، وہ بھی چلا جائے گا۔ ایسا تہی دست انسان دنیا کا رہتا ہے نہ آخرت کا۔ وہ اپنا بھی نہیں رہتا میری بہن! پھر بھی تم سوچ لو، یہی کہ تم کیا کرنے جا رہی ہو، کیسا قدم اٹھانا چاہ رہی ہو؟''

''بس کرو ارما!'' منال کی گھٹی آواز بھی اس کا ساتھ چھوڑ گئی۔ وہ کچھ کہنے کی کوشش میں کچھ بھی نہ کہہ پائی۔ اس نے بے کسی اور اذیت کے درمیان رہتے ہوئے ارما کو زخمی نگاہوں سے دیکھا مگر ارما کا تاثر وہی تھا۔ وہ سر اٹھائے اسے کڑی نظروں سے گھور رہی تھی۔ اُف اللہ!..... کتنی سنگدلی سے وہ سارے حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے منال کو اب بھی سنبھل جانے اور ہوش میں رہنے کی تلقین کر رہی تھی۔ ابھی بھی اسے یہ سوچنے پر مجبور کر رہی تھی کہ منال جو قدم اٹھانا چاہ رہی ہے، وہ ٹھیک نہیں ہے۔ کتنا بے شکن لہجہ تھا ارما کا یہ کہتے ہوئے کہ اسے کچھ کھا کر مر جانا چاہئے کیونکہ اس کی موت گھر کی عزت و آبرو داؤ پر لگا دینے سے بہت بہتر تھی اور صرف یہی نہیں بلکہ اس نام نہاد ملاقات سے بھی بہتر تھی، جو منال آخری بار دائم سے کرنا چاہتی تھی۔

منال کو لگا جیسے وہ اندر ہی اندر ٹوٹ کر کرچیوں کی صورت بکھر رہی ہو۔ اُف خدایا!..... وہ یہ کیا کرنے جا رہی تھی؟ کیسا قدم اٹھا... کی خواہش مند تھی۔ ارما کی کوری باتوں اور کڑے لہجے نے اسے یہ اچھی طرح باور کرا دیا تھا... منال کو جیسے کئی واٹ کا جھٹکا لگا تھا۔ اسے یوں محسوس ہوا، جیسے دل و دماغ کسی اذیت... کے حصار میں جکڑنے کے باوجود دھماکوں کی زد میں ہوں، اسے ایک بار پھر ابو کی گریہ... ری اور امی کا سفید پڑتا چہرہ یاد آیا تھا۔ عرفان بھائی کی وہ بے بسی یاد آئی تھی، جو طیش کے باوجود انہیں مٹھیاں بھینچنے پر مجبور کر گئی تھی۔

ہاہ، کتنے دل گرفتہ تھے وہ تینوں جب اس نے عرفان بھائی کے شور مچانے پر سچ بولنے کا اقرار کیا تھا۔ لیکن اس کا وہ گھناؤنا سچ ابو کے ناتواں بوڑھے وجود پر کون سی قیامت توڑ گیا تھا، یہ منال بھول نہیں پائی تھی۔ اس کے باوجود آج ایک بار پھر وہ ارما کے سامنے دائم کی محبت کی دہائی دے رہی تھی۔ کیا واقعی وہ اتنی ہی بے غیرت تھی؟ کیا واقعی اسے ابو امی سے محبت نہیں تھی؟

منال نے جھکے سر کو اٹھا کر ایک بار پھر بھری آنکھوں کے ساتھ ارما کی طرف دیکھا۔ وہ اس کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ سنجیدگی نے اسے مہر بہ لب کر رکھا تھا۔ منال نے پھر سے سر جھکا لیا اور بڑی بے کسی سے وہ ساری باتیں سوچنے پر مجبور ہو گئی، جو قطعاً سوچنا نہیں چاہتی تھی۔ مگر اس اذیت بھری رات میں جو کچھ گھر میں ہوا تھا، وہ کرب و بلا اتنی آسانی سے فراموش نہیں کی جا سکتی تھی۔ اس سیاہ رات میں اس نے کتنی اذیت دی تھی ابو امی اور عرفان بھائی کو۔ عمارہ کے گھر جانے کا بہانہ بنا کر وہ دونوں بہنیں دائم سے ہاسپٹل میں میل ملاقات کر آئی تھیں لیکن افسوس، ان کی واپسی سے پہلے عمارہ نے فون پر ضروری بات کرنے کا کہہ کر ارما کے نام جو پیغام دیا تھا، وہی پیغام ان کی ہنڈیا بیچ چوراہے پر پھوڑ گیا تھا۔ کتنے آگ بگولا ہو رہے تھے عرفان بھائی، اپنے طیش میں گھر کر انہوں نے کھانا کھاتے وقت سامنے پڑی پلیٹ اٹھا کر فرش پر پٹخ دی تھی۔ ہائے..... ایک لمحے میں وہ سب کے سب کتنا دہل گئے تھے، ان کے ری ایکٹ کرنے پر۔

اور اب منال وہ ساری باتیں یاد کر کے جذباتی ہو رہی تھی۔ اس کی پگھلتی آنکھیں اور چہرے پر چھلکتا شرمساری کا احساس، ارما کے دل کو درد سے بھر گیا۔ وہ آگے بڑھ آئی۔ منال کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی جانب متوجہ کرتے ہوئے بولی۔

''اب ایسا کیا سوچ رہی ہو تم؟ پلیز، میری باتوں پر پوری سنجیدگی سے غور کرو، منال! میں تمہارے فائدے کی بات کر رہی ہوں، تم ایک بار پھر سوچ لو کہ تم کیا کرنے جا رہی ہو؟ تمہارا تھوڑا سا تفکر ساری سچویشن کو بدل سکتا ہے، تمہیں محفوظ کر سکتا ہے۔''

''میں..... میں کیا کروں، ارما؟'' وہ بے حساب رونے لگی۔ ''مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا، میں کیا کروں؟''

''دیکھو منال! ایک طرف تم اور تمہاری عزت ہے اور دوسری طرف دائم۔ ایک طرف والدین اور بھائی بہن کی چاہت ہے اور دوسری طرف تمہاری یکطرفہ محبت کا انوکھا جذبہ۔ ایک طرف حمزہ کا نام ہے اور دوسری طرف تمہاری اپنی شناخت، تمہارا وہ نسوانی وقار، جو تمہیں منال ثابت کرتا ہے۔ فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے، اب تمہیں بہت سوچ سمجھ کے قدم اٹھانا ہوگا، جو بھی فیصلہ کرو، یہ یاد رکھنا کہ وہ فیصلہ تمہاری زندگی اور موت کا فیصلہ بھی کرے گا اور یہ بات بھولنے والی نہیں کہ زندگی صرف ایک بار ملتی ہے۔ چاہو تو جی بھر لو، نہ چاہو تو مر جاؤ۔ سب کچھ تمہارے اختیار میں ہے، ایک بہن ہونے کے ناتے یہاں پر اختیار ختم ہو جاتا ہے منال!'' ارما

کی آواز میں بے حد ٹھہراؤ اور سکون تھا۔

منال پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی، وہ وہیں کارپٹ پر بیٹھ گئی تھی۔ اس نے اپنا ماتھا پلنگ کی پٹی سے ٹِکا دیا، آنکھیں جیسے دریا بن گئیں، وہ بے حساب تڑپ رہی تھی، اس کا نازک سراپا جیسے جھٹکے لے رہا تھا، سسکیوں میں ایک بے اختیاری تھی۔

ارما چپ چاپ اسے دیکھتی رہی۔ اس کی خاموشی دانستہ تھی۔ وہ اس طوفان کو گزرنے کا موقع دے رہی تھی، جو منال کے اندر تباہ کاری اُٹھانے پر مُصر تھا۔ منال کا دھواں دھار رونا اس طوفان کا زور توڑ سکتا تھا۔ فی الوقت اسے کچھ ہلکا ہونے کی ضرورت تھی، سو آنکھوں سے بہتا وہ سیلِ رواں اس کے بوجھ کو کم کر سکتا تھا۔

کتنی ہی ساعتیں چپکے سے بیت گئیں۔ وہ ایک ہی رفتار سے اشکباری کرتی رہی، پھر جیسے اس کے وجود میں ایک ٹھہراؤ سا آنے لگا، اشکوں کی برسات مدھم پڑنے لگی اور چند منٹ بعد منال آنکھیں پونچھ کر اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ اس کا رخ واش روم کی طرف تھا۔ تب ارما نے آگے بڑھ کر اس کا راستہ روکا تھا۔

''ابھی ٹھہرو منال! میں تمہیں کچھ سمجھانا نہیں چاہتی اس وقت تمہیں ایک دوست، ایک ہمدرد کی ضرورت ہے، میں تمہاری بہن ہوں، کسی دوست سے زیادہ ہمدرد اور پُرخلوص ہستی۔ میرے کاندھے اتنے مضبوط ہیں کہ تم ان پر سر رکھ کر خود کو میرے حوالے کر دو۔ میں تمہیں سمیٹنا چاہتی ہوں منال!..... میں جانتی ہوں، تم ٹوٹ کر بکھر رہی ہو، مجبور اور بے کس ہو۔ میں تمہاری اس شکستگی کو بانٹنا چاہتی ہوں۔ چاہو تو میرے پاس آ جاؤ کیونکہ بڑی بہن وہ حیثیت بہرحال رکھتی ہے، جس پر چیخ چلانے کے بعد اس کی گود میں سر رکھ کر تم رو سکتی ہو۔ میں تمہیں کوئی بھی غلط قدم اٹھانے نہیں دوں گی۔'' ارما کی آواز بھرّانے لگی۔ اس کی آنکھیں فوری طور پر ڈبڈبائی تھیں۔ منال نے سرخ متورم آنکھوں کے ساتھ بس ایک نظر اسے دیکھا اور اگلے ہی پل اس کے کاندھے سے لگ کر دوبارہ سسکنے لگی۔

''مجھے معاف کر دو ارما! میں نے آج پھر تمہیں اپنی فضول باتوں میں اُلجھایا ہے۔ میں سچ مچ پاگل ہو گئی ہوں۔ ٹرسٹ می، آئی ایم ٹوٹلی ہیلپ لیس۔ میں بے بس ہو گئی ہوں ارما! میں بہت لاچار ہوں۔''

''میں جانتی ہوں منال!'' اس نے محبت سے منال کو اپنی بانہوں میں بھر لیا۔ ''میں اچھی طرح جانتی ہوں، تم پر کیا گزر رہی ہے۔ چند دن پہلے تم نے کہا تھا کہ اپنی جذباتیت میں پڑ کر تم دائم کے سامنے خاصی حماقت بھری باتیں کر آئی ہو اور ان باتوں کو کرتے ہوئے میں نے تمہیں کیوں نہیں ٹوکا، تمہیں اس خواب سے کیوں نہیں جگایا جس کی تعبیر زندگی میں کہیں نہیں ملتی۔ منال! تم نے کہا تھا، میں نے تمہیں برائی کے راستے پر چلنے سے کیوں نہیں روکا؟ کیوں تمہاری مدد کی؟ تب میں نے جواباً کہا تھا، میں نے اس لئے ایسا نہ کیا کہ میں خود ہوش گنوا بیٹھی

تھی۔ تمہارے ساتھ میں بھی پاگل ہو گئی تھی۔ لیکن..... لیکن آج..... آج تمہیں ٹوک رہی ہوں منال! آج ان خوابوں کو دیکھنے سے پہلے ہی تمہیں جگا لینا چاہتی ہوں، جن کی تعبیر رسوائی کے راستوں پر لے جاتی ہے۔ تم اس راستے پر مت چلنا، منال! ان راستوں پر جو انسان کو کھائی میں گرا دیتے ہیں، وہ راستے جن کے اختتام پر منزل نہیں ہوتی، وہ راستے بہت طویل ہوتے ہیں منال! بندہ چلتے چلتے تھک جاتا ہے۔ ایسے راستے کانچ کے بنے ہوتے ہیں، صاف ستھرے اور چمکیلے لیکن پاؤں دھرو تو تلوے زخمی کر ڈالتے ہیں، اتنے گھاؤ لگاتے ہیں کہ پھر کوئی مرہم انہیں بھر نہیں پاتا۔''

''منال.....!'' ارما کے آنسو اس کے رخساروں پر بہہ نکلے۔ ''میں نہیں چاہتی، تم ان کانچ کے راستوں پر چلو، تمہارا راستہ دوسرا ہے۔ وہ راستہ جس کے راہبر ابو اور امی ہیں، وہ راستہ انہی کا منتخب کردہ ہے منال! وہ تمہیں حمزہ تک لے جائے گا، اب وہی تمہاری زندگی کا ساتھی بنے گا۔ خود کو یہ باور کرا دو منال! کہ محبت حق نہیں، مقدر ہوتی ہے۔ اسے ہمارے نصیب کا حصہ صرف اللہ بناتا ہے۔ دائم تمہارا نصیب نہیں ہے، وہ سندس کا ہے منال! تمہارا مقدر حمزہ کی قسمت سے بندھ گیا ہے۔ تم اس قسمت کو ٹھوکر مت مارو۔ یہ اللہ کی نافرمانی ہو گی اور اللہ کے نافرمان کو کہیں جائے اماں نہیں ملتی۔''

''ہاں، یہ سچ ہے ارما!..... یہی سچ ہے۔'' منال بلک بلک کر رونے لگی۔ اس کی ابتر حالت بہتے اشکوں کے ساتھ مزید کمزور ہو رہی تھی۔ ارما نے اسے کسی ننھی بچی کی طرح اپنی پناہ میں لے لیا۔ وہ محبت سے اس کے بکھرے بالوں کو سمیٹ رہی تھی، آنسو اس کی آنکھوں سے بھی ستاروں کی طرح ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر رہے تھے۔

''واقعی، تم ٹھیک کہتی ہو ارما!'' منال نے روتے ہوئے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ ''میں غلط ہوں، میں بہت ناشکری ہوں، یہ نہیں جانتی تھی محبت کی صورت میں کیا جانے والا ضبط اتنا کڑا ہوتا ہے؟ میں جس کا قرب پانے کی خواہش مند ہوں، وہ جب میری قسمت میں ہی نہیں تو پھر خواہش کرنے سے کیا حاصل؟ مجھے یہ بات اب سمجھ میں آئی ہے ارما! محبت کا حصول تدبیر کا نہیں، تقدیر کا محتاج ہے اور ہمیں وہی ملتا ہے، جو ہماری تقدیر کا حصہ ہے۔''

''ہاں.....'' ارما نے اس کے بہتے اشکوں کو پونچھا۔ ''اب تم ٹھیک سمجھی ہو، مجھے امید ہے، اس حقیقت کو جان لینے کے بعد اب تم کبھی ناسمجھی کی باتیں نہیں کرو گی، ابو امی نے جو کچھ تمہارے لئے چنا ہے، وہی تمہاری خوشی اور سکون کا ضامن ہے منال! وہی اہم ہے۔ مجھ سے وعدہ کرو میری بہن! اب ایسی باتیں کر کے میرا دل نہیں دُکھاؤ گی اور نہ اپنی بے معنی ضد اور ہٹ دھرمی سے مجھے تنگ کرو گی۔ وعدہ پلیز!''

''میں وعدہ کرتی ہوں۔'' اس نے ایک جھینپی مسکراہٹ سے ہاتھ بڑھا دیا۔

ارما نے گرم جوشی سے اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں بھر لیا۔

"تھینکس گاڈ! کہ تمہارے لبوں پر بھی مسکراہٹ چمکی۔ ورنہ ملکہ جذبات بن کر تم نے اپنی آنکھوں کے ساتھ میری آنکھوں کو بھی پُرنم کر دیا ہے۔ اب پلیز، موڈ بدل کر منہ ہاتھ دھو آؤ، ورنہ حمزہ کی امی کے سوالات تمہیں پریشانی میں ڈال دیں گے کیونکہ نئی نویلی بہو کے نخرے اٹھانا ہر ساس کو اچھا لگتا ہے۔ تمہاری ابتر حالت انہیں ٹھیک ٹھاک دھچکا لگا سکتی ہے، یُو نو؟"

"یس، آئی نو۔" منال پہلی بار کھل کر مسکرائی۔ "فی الحال میں اپنی ساس کے کسی دھچکے کو افورڈ نہیں کر سکتی اور نہ ہی ایسے سوالات کو جو میرا پول کھول دیں۔ مجھے ایک روایتی شرمیلی بہو کی طرح انہیں فیس کرنا ہوگا کہ یہی مصلحت ہے۔"

"اوہ یس، دیٹس ٹرو۔" ارما زور سے ہنس پڑی۔ "ناؤ یُو آر ایبسولوٹلی رائٹ مس منال بصیر! اب جایئے اور کسی تاخیر کے بغیر خود کو سنوار آیئے۔ میں جب تک حمزہ کی امی کے حضور دیر ہو جانے کی بابت کوئی عمدہ بہانہ گھڑ کے انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔"

"اوہ تھینک یُو!..... میں جانتی ہوں، تم بہت کوآپریٹو ہو۔" منال نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے تولیہ اٹھایا اور واش روم میں گھس گئی۔ ارما نے اس کے جاتے ہی سکھ کا ایک سانس لیا۔ آج منال کی جذباتیت نے ایک بار پھر اسے خوف زدہ کر ڈالا تھا۔

❋❋❋

گھر ڈھولک کی آواز سے گونج رہا تھا۔ سکھی سکھیاں، منال کو گھیرے میں لئے نئے پرانے سبھی گانوں پر طبع آزمائی کر رہی تھیں اور ساتھ ہی حمزہ کا نام لے کر چھیڑ چھاڑ بھی کر رہی تھیں۔ سب سے بلند آواز عمارہ کی تھی، جسے آج ہی ارما نے فون پر ساری حقیقت کہہ سنائی تھی اور پرانی دوستی کا واسطہ دے کر اسے منال کی خوشیوں میں شامل ہونے کی درخواست کی تھی، جسے عمارہ نے بے حد اعلیٰ ظرفی کے ساتھ قبول کیا تھا، ورنہ منال نے جو حشر عمارہ اور اس کے خلوص کا کیا تھا، اگر کوئی دوسری لڑکی ہوتی تو پلٹ کر منال کو نہ دیکھتی۔ لیکن عمارہ سب کچھ بھول کر اپنی دوستی کو نبھانے چلی آئی تھی۔ اس کی شوخ ہنسی اور برجستہ جملوں نے گھر میں جیسے ایک ہنگامہ اٹھا رکھا تھا۔ وہ فطرتاً بے حد پُرخلوص اور بڑے دل والی لڑکی تھی۔ اس کی آمد امی ابو کو بھی کافی حد تک شانت کر گئی تھی۔

منال کا بجھا چہرہ اور متورم آنکھیں امی کے دل میں کچوکے لگاتی رہی تھیں مگر ارما نے انہیں کسی نئے خدشے میں الجھنے نہ دیا تھا۔ منگنی کا دن آ پہنچا تھا، گھر کی رونق عروج پر تھی، ایسے میں امی کی آنکھیں نم ہوتی جاتی تھیں۔ آج ان کی بیٹی ان کی نہ رہی تھی، وہ حمزہ کی امانت کے طور اس گھر میں تب تک تھی جب تک اس کی شادی نہ ہو جاتی۔ پھر اسے بابل کا انگنا چھوڑ کر پیا دیس جانا ہی تھا۔

آج ارما پر ذمے داریوں کا بوجھ تھا، وہ سارے گھر میں گھوم پھر کر منگنی کے انتظامات کا جائزہ لے رہی تھی۔ عرفان بھائی بھی کھانے پینے سے لے کر باہر کے انتظامی امور کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔ سارا ارینج منٹ ان کے حسب منشا ہو گیا تھا، صرف ابو تھے جو مہمانوں کے درمیان پُرسکون انداز کے ساتھ باہمی دلچسپی کے امور پر گفت و شنید کر رہے تھے۔ ان کے چہرے مہرے سے کوئی فکر یا عجلت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ آج بے حد مطمئن تھے۔ منال نے ان کی عزت رکھ لی تھی۔ آج وہ روایتی انداز میں حمزہ کے نام منسوب ہونے جا رہی تھی۔ ایک باپ ہونے کی حیثیت سے اپنے فرض کی ادائیگی کا بوجھ کافی حد تک ان کے کاندھے سے اتر گیا تھا۔ چند دن پہلے دائم کو لے کر گھر میں جو طوفان اٹھا تھا، وہ مکمل طور پر گزر گیا تھا۔ ابو کے نزدیک یہ محض اللہ کا فضل و کرم تھا کہ بات بن گئی تھی اور منال نے ان کی رضا کے سامنے سر جھکا دیا تھا۔

لڑکی بالیوں کا گیت گاتے حلق سوکھنے لگا تھا لیکن حمزہ اور اس کی فیملی اپنے مہمانوں سمیت آنے کا نام نہیں لے رہی تھی، بوریت سی ہونے لگی تھی، ایسے میں اچانک عمارہ کی نگاہ گم صم سی منال کی طرف اٹھ گئی۔ وہ سب کی نظر بچا کر محتاط انداز میں اپنے آنسو صاف کر رہی تھی۔ عمارہ کے دل میں جیسے کچھ ٹوٹ کر بکھرا تھا۔ وہ اپنی دوست کی حالت اور دلی جذبات کی شدت سے بخوبی واقف تھی۔ جانتی تھی کہ منال نے گھر کی عزت پر اپنی محبت کو قربان کر دیا تھا، ورنہ جو سچ تھا، وہ عمارہ سے ڈھکا چھپا نہیں تھا۔

وہ اٹھ کر منال کے پاس آ بیٹھی اور اس کے کان میں سرگوشی سے بولی۔ ''سم تھنگ رانگ منال؟ خوشی کے اس موقع پر تمہاری ان خوب صورت آنکھوں کی نمی کیا کہنا چاہتی ہے؟ دیکھو مجھ سے خود کو چھپانے کی کوشش مت کرنا، میں جانتی ہوں، حمزہ سے ہونے والی یہ منگنی تمہاری مرضی سے نہیں ہو رہی۔''

''نہیں عمارہ! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس دل یونہی کچھ اُداس ہے، شاید اپنی امی کی نم آنکھیں دیکھ کر میں خود پر قابو نہ رکھ سکی۔'' وہ بھیگی پلکوں پر ٹھہرے اشکوں کے ساتھ مسکرا کر وضاحت دے رہی تھی مگر اس کی آواز کی لرزش اندرونی کیفیت کی غماز تھی۔

عمارہ بے ساختہ مسکرائی۔

''کس کو احمق بنا رہی ہو یار! ہم بچپن کے دوست ہیں، ایک دوسرے کو بخوبی جانتے پہچانتے ہیں۔ میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں منال! تم کم سے کم مجھ سے چھپ نہیں سکو گی۔ میں جانتی ہوں، امی کے دباؤ میں آ کر اور کچھ عرفان بھائی کی خفگی سے ڈر کر تم نے دائم سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ تمہارے اپنوں نے تمہارے دامن میں زندگی بھر کے لئے غم باندھ دیا ہے۔ اب تمہیں اسی غم کے سہارے زندگی کو جینا پڑے گا کیونکہ قصوروار تم خود ہو منال! تمہاری ضد اور ہٹ دھرمی آج تمہیں اس مقام پر لے آئی ہے۔''

''پلیز، رہنے دو عمارہ! میں قصوروار ہوں یا نہیں، تم اس بات کو رہنے دو۔ ہاں، مجھے اپنوں کے غم دینے پر کوئی شکایت نہیں ہے۔ تم نہیں جانتیں میرے دامن سے بندھا یہ غم آنے والے کل میں مجھے کون سی راحت نواز نے والا ہے، وہ راحت میری خوشیوں کی ضامن ہے۔''

''اوہ اچھا.....'' عمارہ کی مسکراہٹ میں ایک تمسخر اُتر آیا۔ ''تمہیں راحت کی امید اب بھی ہے منال! حالانکہ یہ غم تمہارے دل کا ناسور بھی بن سکتا ہے کیونکہ محبت بھلائی نہیں جاتی۔ پہلی محبت کا نشہ زندگی کی آخری سانس تک برقرار رہتا ہے۔''

''ہاں، شاید ٹھیک کہتی ہو تم۔'' منال کی سنجیدگی نمایاں تھی۔ ''محبت کھری ہو تو اسے بھلانا آسان نہیں ہوتا، وہ زندگی کے ہر پل میں ساتھ رہتی ہے۔''

''پھر جھوٹ مت بولو منال! تمہارے دل میں جو بھی ہے، ابھی کہہ دو تا کہ حمزہ جب تمہیں اپنے نام کی انگوٹھی پہنائے تو تم دل کی پوری رضا اور خوشی کے ساتھ اسے پہنو، کیونکہ اس لمحے

کوئی دیکھے یا نہ دیکھے، حمزہ تمہارے چہرے کا تاثر ضرور دیکھے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ.....''

عمارہ یک دم چپ ہو گئی، اس کی چپ معنی خیز تھی۔

منال نے بے حساب چونک کر اپنی دوست کو دیکھا۔ ''بات مکمل کرو عمارہ! کیا جانتا ہے حمزہ؟''

''یہی کہ جس لڑکی کو آج وہ اپنا بنانے جا رہا ہے، اس لڑکی کی محبت اور خلوص صرف اس کی امانت ہے، وہ تمہیں بہت پسند کرتا ہے منال! تمہیں چاہتا ہے۔ پلیز! اس لڑکے کے بھرم کو توڑنے کی کوشش مت کرنا، اسے دھوکا مت دینا۔''

منال کو ایک ناگواری کا احساس ہوا۔ عمارہ کے لفظ زہر سے بجھے تیر کی طرح اس کے دل میں اترے تھے لیکن مصلحتاً خود کو کنٹرول کرتے ہوئے بولی۔

''مجھے کیا ضرورت ہے اس کا بھرم توڑنے کی؟ وہ محبت کرتا ہے مجھ سے تو یہ اس کے خلوص کی سچائی ہے۔ وہ جو جانتا ہے، وہی سچ ہے عمارہ! آج دل کی گہرائی سے میں بھی اس رشتے کو قبول کروں گی اور کوشش کروں گی کہ تاحیات حمزہ سے جڑنے والے اس رشتے کو پوری سچائی سے نبھا سکوں۔''

''یہ اچھی بات ہے۔ مگر یاد رکھنا، تعلق آسانی سے بن جاتا ہے، اسے نبھانا سہل نہیں۔ میری دعا ہے، تم اس رشتے کو نبھانے میں حمزہ کی وفاداری کر سکو، ورنہ دوسری صورت میں اپنے ساتھ تم اس بے چارے کو بھی زندگی بھر ایک خلش میں مبتلا رکھو گی، جو اچھا نہیں ہو گا۔''

''واٹ ڈو یو مین؟'' منال کی تیوری چڑھ گئی، وہ بھنا کر بولی۔ ''دیکھو عمارہ! تم کو مجھے سمجھانے کی کوئی ضرورت نہیں، میں اچھی طرح جانتی ہوں، مجھے آنے والے وقت میں کیا کرنا ہے اور کیسا بی ہیو کرنا ہے۔''

''اوہ، اِٹ اِز سو امیزنگ۔'' منال کا گرم انداز، عمارہ کو ہنسا گیا۔ ''رسّی جل گئی، پر بل نہ گیا۔ یہ اکڑ اور تمہاری انا تمہیں لے ڈوبے گی، منال! جو لوگ بدلتے حالات اور اپنی ناکامی سے سبق نہیں لیتے، انہیں زمانہ خوب اچھا سبق سکھاتا ہے اور میں تمہیں بتاؤں، زمانے کی مار سہنا آسان نہیں ہوتا، تم ایک کمزور لڑکی ہو منال! صحیح معنوں میں صنف نازک۔ بہتر ہے، جذبات پر بند باندھنا سیکھ لو، ورنہ آنے والا وقت تمہارے لئے پچھتاوے لائے گا اور وہ بہت بڑی آزمائش ہو گی۔''

''اینڈ یو جسٹ رلسن، عمارہ! میں کسی سے نہیں ڈرتی۔ نہ لوگوں سے، نہ آنے والی کسی آزمائشی گھڑی سے۔ صرف ایک امتحان زندگی میں ہماری آزمائش نہیں کرتا، ایسے بہت سے کڑے لمحات وقت کے ساتھ ساتھ ہماری برداشت کو آزماتے ہیں۔ تم مجھے ہمیشہ ثابت قدم پاؤ گی۔ دیکھ لینا، میں کسی آزمائشی لمحے میں ڈگمگاؤں گی، نہ بدلتے وقت کے پچھتاووں کے سامنے سر جھکاؤں گی، یہ منال کا دعویٰ ہے۔''

"دیٹس گریٹ۔" عمارہ کی تیز نگاہ منال کے چہرے پر ٹھہر گئی۔ "کیا وعدہ کر سکتی ہو مجھ سے؟"

"ہاں بالکل، وعدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، آئی پرامس، میں ثابت قدم رہوں گی۔" وہ اب بھی اسے خاطر میں نہیں لائی۔

"دیٹس گڈ، یہ بہت اچھی بات ہے۔" عمارہ کی مسکراہٹ بہت چمکیلی تھی۔ "اگر یہ وعدہ ہی ہے تو میں بہت خوش ہوں منال! کم از کم حمزہ کی زندگی اس وعدے کے بعد ضرور پُرسکون گزرے گی۔"

"اِن شاء اللہ!" منال کا لہجہ تلخ تھا۔ "صرف حمزہ کی نہیں، میری زندگی بھی پُرسکون گزرے گی کیونکہ کسی بڑے کا قول ہے کہ چمکتا ہوا دن ہی نہیں، کالی رات بھی حسین ہوتی ہے۔ لیکن عمارہ ڈیئر! وہ حُسن صرف کھلا ذہن رکھنے والوں کو ہی دکھائی دیتا ہے، ورنہ عام لوگ ایسی سیاہ راتوں سے خوف کھاتے ہیں۔ وجہ وہ گھپ اندھیرا ہے، جو ڈر اور وسوسے پیدا کرتا ہے اور تم بھی انہی وسوسوں میں گھری بیٹھی ہو۔"

"ہاں، بہت سے خدشات ہیں مجھے۔ تم انہیں وسوسے کہہ لو، بہرحال....." اس نے ایک گہری سانس لی۔ "میں دعا گو ہوں، تمہاری آنے والی زندگی کا ہر دن روشن سویرے کے ساتھ طلوع ہو، کالی رات کا حُسن تمہیں کم کم ہی ملے۔ کیونکہ دن اور رات میں بہت نمایاں فرق ہوتا ہے منال! اور وہ فرق زندگی میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ میں تمہاری خاطر بہت نیک خواہشات کے ساتھ ادھر آئی ہوں۔ ارما کا اصرار اپنی جگہ، مگر تمہاری شادی میں شرکت کرنا میرے لئے اعزاز کی بات ہے کیونکہ تم واقعی ایک اچھی دوست ہو۔ اور میں چاہتی ہوں، تم ہمیشہ سکھی رہو۔" اس کی آواز رندھ گئی۔

منال نے تڑپ کر اسے دیکھا، عمارہ کی آنکھیں نم تھیں۔ وہ ششدر رہ گئی۔ اس کی دوست اس کے لئے آبدیدہ تھی۔

❋

عمارہ اس کی بہترین دوست تھی۔ آج جانے کتنے دن کے بعد منال کو اس کی بھیگی آنکھوں میں وہی خلوص دکھائی دیا تھا، جو عمارہ کی دوستی کی پہچان تھا، جو اسے دل کے قریب کرتا تھا۔ وہ لڑکی آج بھی اس کے لئے اسی خلوص کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ منال چند لمحے اسے دیکھتے رہنے کے بعد سر جھکا کر بیٹھ گئی۔

"تھینکس عمارہ! تھینکس فور یور بیسٹ وشز۔ تم میری اتنی ہمدرد اور مخلص ہو گی، یہ میں نہیں جانتی تھی۔ بہرحال آج کا دن میرے لئے واقعی بہت اہم ہے۔ جس کی خواہش ہو، اس کا نہ ملنا اور جس کی خواہش نہ ہو، اس کا مل جانا بہت ظرف مانگتا ہے اور عمارہ! آج تم بھی میری اعلیٰ ظرفی کی معترف ہو جاؤ گی۔ میں ایک نئے احساس کے ساتھ ہنستے مسکراتے ہوئے اپنے ہاتھ

میں حمزہ سے انگوٹھی پہنوں گی۔ تم ہر خدشہ بھلا دو، سارے وہم نظر انداز کر دو، اب مزید کچھ نہیں ہو گا۔ میری کوئی جذباتیت تمہارے سامنے نہیں آئے گی۔" وہ اپنی بات کہتے ہوئے آبدیدہ ہو رہی تھی۔ عمارہ کے اشک بہہ نکلے۔ اس نے آگے ہو کر دوستانہ چاہت سے منال کے گال پر بوسہ دیا اور خوشگواریت سے بولی۔

"اوکے، اب اٹھ جاؤ فوراً۔ میں تمہیں بہت اچھا سا تیار کر دیتی ہوں، حمزہ وغیرہ آ گئے ہیں، منگنی کی رسم ادا ہونے سے پہلے تمہارا ہار سنگھار پورا ہو جانا چاہئے، تاکہ تمہارا من موہنا روپ حمزہ کے دل پر نقش ہو جائے اور وہ تمہیں بھلا نہ پائے۔"

"ہاں، اب چلو۔ کافی دیر ہو گئی ہے۔ منال کو تیار ہونے میں مزید دیر ہو گئی تو اس کی ساس صاحبہ ناراض ہو جائیں گی۔" پیچھے کھڑی ارما نے آگے بڑھ کر افسردہ سی منال کو اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ وہ دونوں سہیلیاں بے طرح چونکیں۔ ان کی نظریں ایک ساتھ ارما کی طرف اٹھی تھیں۔ وہ ان کے عقب میں کھڑی جانے کب سے ان کی گفتگو سن رہی تھی۔ اس کے چہرے کا تاثر صاف چغلی کھا رہا تھا کیونکہ وہ بھی دلگیر سی تھی۔

"کیا ہوا.....؟" اس نے پھیکی سی مسکراہٹ سے ان دونوں کے سنجیدہ چہروں کو دیکھا۔

"یہ تم دونوں مجھے ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟" منال کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ "تم نے.....تم نے ہماری ساری باتیں سن لی ہیں نا، ارما؟"

"ہاں۔" اس نے اقرار میں سر ہلایا۔ "میں سب کچھ سن چکی ہوں، مجھے خوشی ہوئی تم دونوں نے اپنے دل ہلکے کر لئے اور شکوک کا خاتمہ کر کے ایک دوسرے کی طرف دوبارہ اعتماد کا ہاتھ بڑھایا ہے۔ خدا کرے، تم دونوں کی دوستی تا حیات سلامت رہے۔ لیکن پھر بھی میں ایک بات ضرور کہنا چاہوں گی، دیکھو منال! کسی بھی چیز کو پانے کے لئے اس کے پیچھے بھاگنا ضروری نہیں ہے، بلکہ خود کو اس قابل بنانا ضروری ہے کہ دوسرا آپ کی طرف توجہ دینے پر مجبور ہو جائے۔ تمہیں بھی حمزہ کے لئے ایسا ہی بننا ہو گا، اس کی توجہ تمہاری زندگی کا حاصل ہونی چاہئے۔ میں دعا کروں گی، اللہ تمہیں اور حمزہ کو ایک خوشگوار اور بھرپور زندگی گزارنے کا موقع دے۔"

"تھینک یُو ارما.....!" منال نے سر جھکا لیا۔ "میرے لئے یہ ساری دعائیں بہت اہم ہیں، میں جانتی ہوں، تم میرے لئے بہت جذباتی ہو، تمہاری محبت مجھے ہر قدم پر سنبھلنے اور خوش رہنے میں ہمیشہ معاون ثابت ہو گی۔"

"پلیز، بس کرو یار! اب یہ ٹاپک بند کرو، منال کو اب فوری تیار ہو جانا چاہئے۔" عمارہ نے مداخلت کی تو ارما اسے اندر کمرے میں لے آئی۔ حمزہ کی امی منال کے لئے بہت خوب صورت سا گرے اور پنک کنٹراسٹ کا شرارہ سوٹ لائی تھیں، ساتھ میچنگ جیولری بھی تھی اور پھول گجرے بھی۔ عمارہ اور ارما نے خصوصی طور پر بلوائی گئی بیوٹیشن کے ساتھ مل کر منال کو خوب

صورتی اور دلکشی کا شاہکار بنا ڈالا۔ منال کا وہ روپ اب نظروں کے سامنے تھا جس پر نظر ہٹانے کو جی نہ چاہتا تھا۔ جھکی پلکوں اور لبوں پر بکھری شرمیلی مسکان نے اس لڑکی کو سچ مچ بے حد جاذب نظر بنا ڈالا تھا۔ تیاری مکمل ہوتے ہی عمارہ نے منال کا چہرہ اٹھا کر اسے آئینہ دیکھنے کی صلاح دی تو وہ خجل سی ہو کر نظریں چراتے ہوئے بولی۔

''بس ٹھیک ہے نا، کیا کروں گی خود کو دیکھ کر، آج جسے دیکھنا ہے، اسے اچھی لگوں تو تب بات بنے گی۔''

''ارے واہ.....'' ارما شوخی سے ہنس پڑی۔ ''پہلے ہماری بیوٹیشن کی محنت پر داد تو دے دو۔''

''میں کیا داد دوں؟ کہا ہے نا، دیکھنے والی آنکھ کا تاثر ساری داد از خود دے دے گا۔''

''تم بہت چالاک ہو یار! کم سے کم ہمارے سامنے اتنا انکسار مت دکھاؤ۔ ہم جانتے ہیں، تم خود کو ہر لحاظ سے پرفیکٹ دیکھنا چاہتی ہو اور سچ کہوں تو اس وقت تم کسی مصور کا شاہکار نظر آ رہی ہو۔'' عمارہ نے کسی بڑی بی کی طرح اس کی بلائیں اتاریں تو منال جھینپ کر رہ گئی۔

''فضول مت بولو، یہ سب میک اپ کا کمال ہے، ورنہ مجھ جیسی عام سے نقوش والی لڑکی کبھی شاہکار نہیں بن سکتی۔ میری جگہ ارما ہوتی تو ایسا کہنے میں حق بجانب تھیں۔''

''نہیں منال.....'' اس بار مس کنول نے مداخلت کی تھی۔ وہ ایک مشہور بیوٹی پارلر کی مالک اور بہترین بیوٹیشن تھی۔ ''دلہن کا اصل روپ اس کے اندر کی نیکی سے سجتا ہے۔ تم دل کی اچھی لڑکی ہو، اسی لئے تمہارا چہرہ بھی کسی کومل پھول کی طرح کھِل اُٹھا ہے۔ سچ کہوں، مجھے یقین ہے، تمہارے ''وہ'' منگنی کے بعد فوری شادی پر زور دیں گے کیونکہ اتنی خوب صورت لڑکی سے دُوری تمہاری منگیتر کو گوارہ نہ ہوگی۔''

منال کا چہرہ لال ہو گیا۔ عمارہ اور ارما کے بلند آہنگ قہقہے نے اس کے وجود کو بھگو ڈالا تھا۔ مس کنول اس کی خجالت پر خود بھی ہنس پڑی۔ اس نے آگے بڑھ کر منال کا دوپٹہ سیٹ کیا اور اسے مکمل طور پر تیار کہہ کر فارغ کر دیا۔ ایسے میں اچانک ارما کی ایک کزن، امی کے پیغام کے ساتھ کمرے میں آئی تھی کہ بہت دیر ہو چکی، اب منال کو مہمانوں کے درمیان لا کر بٹھا دیا جائے، سو وہ حکم کی تعمیل میں فوراً اُٹھ گئیں۔

❁

پہلے تیری تھی جستجو دل کو
اب میں اپنی تلاش میں گم ہوں
لوگ پہنچے یقیں کی منزل تک
اور میں صرف کاش میں گم ہوں

ارما اور عمارہ، منال کو کسی دلہن کی طرح تھام کر باہر ہال کمرے میں لے آئیں۔ تقریباً

سبھی مہمان آ چکے تھے۔ ان دونوں نے کمرے کی وسطی دیوار کے ساتھ بنائے گئے چھوٹے سے اسٹیج پر اسے لا بٹھایا۔ منال کے بیٹھتے ہی حمزہ کی امی دیگر رشتے دار خواتین کے ساتھ وہیں چلی آئیں۔ انہوں نے آتے ہی منال کی نظر اتاری اور بے اختیار اس کی پیشانی چوم کر بولیں۔

''ماشاء اللہ! کتنا روپ چڑھا ہے میری بہو پر۔ مجھے آج پتہ چلا، حمزہ نے تم میں کیا دیکھا ہے منال! سچ، میں بھی تم پر نثار ہو گئی ہوں۔'' ان کی شوخی عروج پر تھی۔

منال سچ مچ شرما کر رہ گئی۔ تب امی نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا۔ ''میری منال چاند سے کم نہیں ہے، راضیہ بہن! آپ میرے گھر کی چاندنی لے جائیں گی اپنے ہمراہ۔ بس اب یہ امانت ہے آپ کی، ہمارے پاس۔''

''ارے، میرا بس چلتا تو آج منگنی کی جگہ نکاح پر زور دیتی۔ مگر کیا کروں، تحریم کی وجہ سے یہ خواہش پوری نہیں ہو سکتی۔ میری بیٹی شارجہ سے آ جائے تو پھر شادی کی تاریخ فائنل کریں گے کہ حمزہ اپنی بہن کا چہیتا ہے۔ تحریم نے اسے بھائی کی جگہ بیٹا بنا رکھا ہے، سو اس کی شمولیت کے بغیر شادی ممکن نہیں۔ منال کی اصل ساس تو تحریم ہی ہے۔'' حمزہ کی امی نے دل کی بات کہی تو منال چونک کر ان کی صورت تکنے لگی۔ اس بار امی بھی کچھ سنجیدہ سی ہو گئیں۔

''راضیہ بہن! پھر تو زیادتی کر دی آپ نے، تحریم کے ساتھ۔ اس کی غیر موجودگی میں منگنی کر دینے سے وہ خفا بھی ہو سکتی ہے۔ اگر حمزہ اس کے لئے بھائی کی جگہ بیٹے کی حیثیت رکھتا ہے تو آپ کو اسے بھی بلوانا چاہئے تھا، شارجہ سے۔''

''بلوایا تھا میں نے۔'' حمزہ کی امی نے فوراً صفائی دی۔ ''مگر تحریم کے شوہر خاصے بیمار ہیں، فی الوقت وہ پاکستان آنے سے قاصر ہے، مگر اس نے وعدہ کیا ہے بھائی سے کہ وہ پہلی فرصت میں آ کر اس کی پسند کو دیکھنا چاہے گی۔ حمزہ نے اسے بتا دیا ہے کہ منال اس کی جوائس ہے۔''

''ارے، یہ اچھا کیا حمزہ نے۔ بہن کی دعائیں اس موقع پر اس کی خوشیاں بڑھا دیں گی۔ دور سہی، پر تحریم اس طور شامل رہے گی، منگنی میں۔''

''جی، درست کہا آپ نے۔ تحریم بہت جذباتی ہے، بھائی کے لئے۔ اس کی ہر دعا حمزہ سے شروع ہو کر حمزہ ہی پر ختم ہوتی ہے۔ وہ منال کو دیکھ کر بہت خوش ہو گی۔ ماشاء اللہ، میری بہو لاکھوں میں ایک ہے، ایسا روپ سجا ہے منال کا کہ دیکھتے دل نہیں بھرتا۔'' انہوں نے بھری آنکھوں کے ساتھ بے حد جذباتی ہو کر منال کی دوبارہ بلائیں لیں تو امی نے انہیں گلے لگا لیا۔

ماحول یک دم کچھ بوجھل سا ہو گیا۔ منال کی بے چینی پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی۔ وہ جھکی نظروں کے باوجود حمزہ کی امی کو دیکھ رہی تھی، جو اس سے بے حد خوش لیکن ملول بھی تھیں۔ بیٹی کی جدائی نے ان کی خوشی کو لمحہ بھر کے لئے پھیکا سا کر دیا تھا۔ ایسے میں اچانک منال چونک اٹھی۔ اس کی نظر حمزہ کی امی کے سراپے سے پھسل کر بیک پر کھڑے عرفان بھائی اور دائم مصطفیٰ

پر جا ٹھہری، جو جانے کب وہاں آ کھڑے ہوئے تھے اور اب دونوں ماؤں کی جذباتی گفتگو پر کان لگائے ہوئے تھے۔ منال کو متوجہ دیکھ کر عرفان بھائی آگے بڑھ آئے۔

''منال! یُو آر لکنگ سو بیوٹی فل۔ مجھے آج فخر ہو رہا ہے کہ میں تمہارا بھائی ہوں۔''

انہوں نے جھک کر ایک محبت سے منال کے سر کو بوسہ دیا اور ساتھ ہی با آوازِ بلند سرگوشی کی تو سب کھلکھلا کے ہنس دیئے۔ یہ عرفان بھائی کی شعوری کوشش تھی۔ وہ اس طور ماحول کا رنگ ڈھنگ بدلنے میں کامیاب رہے تھے۔ منال نے نظریں جھکا لیں۔ اب ہر بشر کی نگاہ اس کے چہرے پر تھی۔

''مبارک ہو۔'' وہ دائم تھا، جو اس وقت منال کے عین مقابل آ کھڑا ہوا تھا۔ منال کے دل میں ایک ٹیس سی اُٹھی، دھڑکن میں ہلچل سی مچی اور پورا وجود دھک دھک کی آوازوں سے گونجنے لگا۔ اس کے ہاتھ پاؤں جیسے برف کے مانند ٹھنڈے پڑ گئے۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتی، دائم کا ہاتھ بے حد اچانک اس کے سر پر آ ٹھہرا۔

''میں خوش ہوں کہ تم نے ایک بہتر فیصلہ کیا۔ میں تمہاری اور حمزہ کی خوش آئند زندگی کے لئے دعا گو رہوں گا۔''

''تھینکس۔'' اس نے لرزتی آواز کے ساتھ بمشکل ایک لفظ کہا۔ ادھر ارما اور عمارہ دم سادھ کر دائم کا چہرہ تک رہی تھیں، جو بے حد سنجیدہ تھا۔ اس کی مبارک باد، منال کے ساتھ ساتھ ان دونوں کو بھی خاصی عجیب لگی تھی۔

''یار دائم! اب چلے بھی آؤ۔ حمزہ کو ادھر لانا ہے۔'' عرفان بھائی نے عجلت سے اس کا بازو پکڑ کے گھسیٹا مگر وہ آگے نہ بڑھ سکا۔ منال کا مہندی رچا ہاتھ، دائم کا ہاتھ تھام چکا تھا۔ اس کی کلائی میں بھری ڈھیر ساری چوڑیاں اپنے آپ بج اُٹھیں۔

''اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟'' اس کا سوال، شاید سوال نہیں تھا۔ عرفان بھائی ٹھٹک کر وہیں رک گئے۔ دائم نے گھبرا کر پہلے اپنے ہاتھ کو منال کی گرفت میں دیکھا، پھر سنبھل کر بہ عجلت تمام بولا۔

''مم..... میں..... میں ٹھیک ہوں، تم فکر مت کرو۔''

''آپ سندس کو نہیں لائے؟'' وہ جانے کیسے انوکھے سوال کر رہی تھی۔ سب کی توجہ اسی کی جانب مبذول ہو گئی۔

''نہیں، وہ کچھ مصروف تھی، آ نہ سکی۔''

''آ نہ سکی یا آنا نہیں چاہتی تھی؟''

''نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے منال!..... دراصل وہ.....''

''وہ ڈرتی ہے مجھ سے، ہے نا؟'' منال نے ذومعنی انداز میں اس کی آنکھوں میں جھانک کر پوچھا تو دائم کا رنگ بدل گیا، کھسیاہٹ اور خجالت کی وجہ سے اس کا ماتھا عرق آلود تھا۔ ادھر

عرفان بھائی کی پیشانی سکڑ گئی۔

''پلیز منال! ہاتھ چھوڑو دائم کا، رسم کو دیر ہو رہی ہے، ہمیں جانے دو۔''

''جی بھائی.....!'' اس نے دائم کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ اٹھا لیا۔ واپسی کے لئے مڑنے کے باوجود دائم نے رک کر دوبارہ اسے دیکھا۔

''ایک بات یاد رکھنا منال! جب انسان فیصلہ کر لے تو خود کو مضبوط بنانا ضروری ہو جاتا ہے، نگاہ آسمان پر رکھنے میں حرج نہیں، مگر قدموں کے نیچے بہرحال زمین رہنی چاہئے، اس طرح نقصان کا اندیشہ نہیں رہتا۔ میرا خیال ہے، تم میرا مطلب سمجھ گئی ہو گی؟''

''جی.....!'' منال نے سر اٹھا کر دائم کی طرف دیکھا، اس کی روشن کھلی آنکھوں میں منال کو اپنی صورت بہت صاف دکھائی دی۔ وہ نہ چاہ کر بھی مسکرا دی۔ ''آپ ٹھیک کہتے ہیں، آپ کی بات آپ کی آنکھوں کی طرح سچی اور اچھی ہے، دائم صاحب!''

''واٹ.....؟'' وہ جیسے بدحواس ہو گیا۔ ''واٹ ڈو یُو مین؟'' عرفان بھائی کو جیسے غصہ آنے لگا۔ حمزہ کی امی بھی کچھ بے قرار سی تھیں۔ انہیں منال کی کوئی ایک بات بھی سمجھ نہیں آئی تھی۔ وہ حیرانی سے کبھی دائم کو دیکھتیں تو کبھی منال کو، جو اس پل سب کو نظر انداز کئے پلکیں جھکے بغیر ایک ٹک اسے دیکھے جا رہی تھی۔ عمارہ اور ارما کے سوا شاید یہ بات اور کوئی نہ جانتا تھا کہ منال کی نظر دائم کو نہیں، اس کی آنکھوں میں بسی اپنی شبیہ کو دیکھ رہی تھی۔

''اُفوہ، منال کا کوئی خاص مطلب نہیں ہے یار! بس تم چلے آؤ۔ حمزہ کو اسٹیج پر لانا ہے۔ اگر دیر ہو گئی تو مہمان کوفت میں مبتلا ہو جائیں گے۔'' عرفان بھائی نے تیزی سے دائم کو گھسیٹ لیا۔ وہ جو بہی نظروں سے اوجھل ہوئے، منال کو جیسے ہوش آیا تھا۔ امی کی گھورتی نگاہیں اور بے حد سنجیدہ کڑا انداز اسے وقت کی نزاکت کا احساس دلا گیا۔ وہ بے قرار سی ہو کر اپنے ہونٹ چبانے لگی۔ ادھر عمارہ کی حالت غیر تھی۔ اسے منال کی جرأت پر اب تک یقین نہیں آیا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے وہ اسے اپنے بارے میں مطمئن کر چکی تھی پھر..... پھر یہ سب کیا تھا؟ ارما بھی سب کے تاثرات چپ چاپ دیکھ رہی تھی۔ ماحول کو ٹینس دیکھ کر اس نے منال کا کاندھا ہولے سے دبا کر جیسے اسے سہارا دیا تھا۔

''منال! تم ٹھیک تو ہو نا بیٹا؟'' حمزہ کی امی نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ کچھ پریشان سی تھیں۔

''جی، میں ٹھیک ہوں آنٹی!'' منال کا سکون، بے سکونی کا شکار تھا۔ وہ خود کو سنبھالنے کی کوششوں میں ناکام ہو رہی تھی۔ دائم سامنے آتا تھا تو اسے ہر بال بھول جاتی تھی۔ اس کا اختیار جیسے خود اپنے آپ سے از خود اُٹھ جاتا تھا۔

''بیٹھ جاؤ منال.....!'' حمزہ کی امی نے اسے شانوں سے پکڑ کر صوفے پر بٹھا دیا۔ حمزہ آ جائے تو رسم ادا کر لیں گے۔ ہاں، عرفان گیا ہے حمزہ کو لانے کے لئے۔ آپ جب تک منال

کے پاس ہی بیٹھ جایئے۔'' امی نے انہیں متوجہ کیا تو وہ چپ چاپ منال کے پہلو میں بیٹھ گئیں۔ ان کے چہرے پر خاموشی طاری تھی۔

چند لمحے تیزی سے گزرے اور انہی گزرتے لمحوں میں عرفان، حمزہ کو ساتھ لے کر دوبارہ اسٹیج پر چلے آئے۔ وہ راسلک کے کُرتہ شلوار میں ملبوس تھا۔ گرے چمکیلے کرتے پر کالی واسکٹ اسے خوب سج رہی تھی۔ دل کی خوشی نے چہرے کو شاداب بنا رکھا تھا۔ حمزہ کا پورا وجود جیسے خوشبو سے مہک رہا تھا۔ اس نے آتے ہی منال کے سجے سنورے روپ کو بڑی وارفتہ نگاہی سے جانچا۔ آج منال کو صرف اسی کے لئے سجایا گیا تھا۔ پھر وہ کیوں نہ دیکھتا۔ اس کے لبوں کی مسکراہٹ میں شوخی کے رنگ اُتر آئے تھے۔

حمزہ کی گہری نظر کی گرمی نے منال کی پلکوں کو جھکا دیا۔ وہ اس پل سنجیدہ ہوگئی۔ حمزہ کے چہرے پر خوشیوں کا عکس دیکھ کر اس نے ایک بے کسی کے ساتھ پورے دل سے دعا کی کہ اللہ اسے حمزہ سے وفادار کر دے۔ اس کے دل کے ہر جذبے کا رخ موڑ کر اس نئے ہم سفر کی جانب کر دے۔ تاکہ وہ اللہ کی نظر میں مجرم نہ کہلائی جائے۔

ادھر حمزہ کے آتے ہی سارے مہمان اٹھ کر اسٹیج کے گرد آ کھڑے ہوئے۔ ایک شور، ہنگامہ جاگ اُٹھا۔ ذومعنی شوخ جملوں کے بیچ میں اس نے دلہن کی طرح سجی سنوری منال کا نازک حنائی ہاتھ تھام کر اپنے نام کی انگوٹھی پہنا دی۔ تب امی نے ابو کے ہاتھ میں رِسٹ واچ تھما دی، جسے انہوں نے مسکراتے چہرے کے ساتھ حمزہ کی کلائی کی زینت بنا دیا۔

''اور یہ لو بیٹا.....!'' امی نے سرخ مخملی ڈبیہ منال کی طرف بڑھائی۔ ''حمزہ کو انگوٹھی پہنا دو۔''

''ارے.....'' حمزہ سنجیدہ ہوگیا۔ ''اس کی ضرورت نہیں ہے آنٹی!..... بس یہ گھڑی کافی ہے نا۔''

''جو کافی ہے، ہم نے اسی کا اہتمام کیا ہے بیٹا!..... تم انگوٹھی پہن لو۔'' ابو نے اسے سمجھایا۔

''لیکن..... لیکن انکل!..... میں..... مجھے انگوٹھی بالکل.....'' وہ جھجک کر چپ ہو رہا۔ ابو نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔ ''میں جانتا ہوں بیٹا! تمہیں انگوٹھی پہننا پسند نہیں ہے۔ لیکن منگنی کی رسم اس کے بغیر ادھوری رہتی ہے۔ یہ نیک شگون مانا جاتا ہے۔ سو تم فی الوقت اسے پہن لو۔ ایک دو دن بعد بے شک اتار دینا۔ یوں ہماری خوشی بھی پوری ہو جائے گی۔''

اب پلیز، نخرے مت کیجئے، حمزہ بھائی! پہن لیجئے۔ ورنہ آپ کی منال کو ساری عمر شکوہ رہے گا۔'' عمارہ نے شوخی جھاڑی اور ساتھ ہی اس کا ہاتھ کھینچ کر منال کے سامنے کر دیا۔ منال نے کھنکھناتے قہقہوں کے شور میں گولڈ کا بھاری سا رِنگ حمزہ کی انگلی میں ڈال دیا۔

''اوکے، اِٹ اِز مائی پلیژر۔'' اس نے منال کی طرف جھک کر شرارت سے شکریہ ادا کیا۔

''یہ میرے لئے اعزاز رہے گا۔''

''اور ہمارے لئے؟'' ارما نے اسے چھیڑا۔

''آپ کے لئے یادگار۔ آیئے، ایک تصویر بنوالیں تاکہ یہ یادگار امر ہو جائے۔'' اس نے برجستہ جواب دیا تو سبھی کھل کر ہنس دیئے۔ البتہ عرفان بھائی کی ہنسی میں ایک سنجیدگی سی تھی، وہ مسلسل منال کو گھور رہے تھے، جو اس پل بہت چپ چپ سی تھی۔ میک اپ سے آراستہ اس کا خوب صورت چہرہ کسی گڑیا کی طرح بے جان تھا، لب مسکراہٹ سے عاری تھے۔ وہ یوں بیٹھی تھی، جیسے بھیڑ میں تنہا رہ گئی ہو۔

''حمزہ! تم خوش تو ہو نا؟'' دائم کی بھاری آواز نے عرفان بھائی کو چونکایا تھا۔

''ارے، یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے، یار میرے۔ خواہش پوری ہو جائے تو کون کم بخت خوش نہ ہوگا؟'' وہ ہنس رہا تھا۔

''اور منال! تم.....؟'' حمزہ کی امی نے بیٹے کے جواب پر محظوظ ہو کر منال کی ٹھوڑی ہلائی۔ اس نے فوراً چہرہ جھکا لیا۔

''منال بہت خوش ہے آنٹی! اب اتنے لوگوں کے سامنے منہ سے تھوڑی کہے گی؟'' ارما نے فوراً اس کی سائیڈ لی تو سبھی زور سے ہنس پڑے۔ منال کی نظر بے اختیار اُٹھی اور دائم کے چہرے پر جا ٹھہری۔ وہ حمزہ کو گلے لگا کر مبارک باد دے رہا تھا اور حمزہ اس کی سرگوشی پر قہقہہ لگا رہا تھا۔ دائم کی شوخ سی بات اس کے چہرے پر مزید رونقیں بکھیر گئی تھی۔

❁

محبت دو ہی رنگوں میں ہمارے سامنے آئی
کسی کا دل لبھاتی ہے، کسی کا دل دُکھاتی ہے

''کہاں تھیں تم؟'' وہ خفا سا تھا۔ ارما کو ہنسی آ گئی۔

''کیوں بھئی، آتے کے ساتھ ہی سوال جھاڑ دیا۔ سلام دعا سے بھی گئے آپ تو؟''

''جی، بندہ سلام عرض کرتا ہے، خیریت مطلوب ہے آپ کی۔'' وہ جل کر کہہ رہا تھا۔ ارما زور سے ہنس پڑی۔

''وعلیکم السلام! جی، میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں، آپ اپنی خیریت سے مطلع کیجئے نا۔''

''بھئی، اور اب کیا کہوں؟'' شامیر کی ٹھنڈی آہ موبائل پر گونجی۔ ''گزارہ کر رہا ہوں، تمہارے بغیر۔''

''اچھا، پھر تو خوب گزر رہی ہوگی۔''

''ہوں..... اچھی خاصی گزر رہی ہے..... دن رات بس ایک ہی چہرہ دھیان میں رہتا ہے۔''

''واؤ، کس کا چہرہ؟'' وہ دانستہ انجان بنی تو شامیر جھلا کر رہ گیا۔

''بھئی، تمہارا چہرہ اور بھلا کس کا ہوگا؟''

''میرا چہرہ؟'' ارما کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ ''لیکن آپ نے مجھے ابھی دیکھا کہاں ہے؟''

''میں ہر روز تمہیں سوچتا ہوں، ارما! روز خیال تراشتا ہوں اور دیکھتا رہتا ہوں، شاید اسی لئے دن رات کا پتہ نہیں چلتا۔''

''بھئی واہ، باتیں اچھی بنا لیتے ہیں آپ۔''

''نہیں یار! باتیں بنانا صرف تمہیں آتی ہیں۔ دیکھ لو، اب بھی اُلٹی سیدھی ہانک رہی ہو۔ یہ بتا کر نہیں دیتیں کہ اتنے بہت سے دن کہاں غائب تھیں؟ موبائل بھی سوئچ آف کر رکھا تھا تم نے اور کمپیوٹر پر بیٹھنا بھی بھول گئی ہو۔'' وہ شکوہ کر رہا تھا، ارما کو سنجیدہ ہونا پڑا۔

''میں بہت مصروف تھی، خاصا اہم کام کر رہی تھی، جناب!''

''مجھے یاد کرنے کا؟'' وہ شاید اب بدلہ چکانے کے موڈ میں تھا۔ ارما بے اختیار مسکرا دی۔

''آپ بھولتے کب ہیں، وہ کہتے ہیں نا۔ "think of the devil and devil is here." سو آپ پر لاحول کا اثر بھی نہیں ہوتا۔ آپ میرے پاس رہتے ہیں ہمیشہ۔''

''سچ؟'' وہ خوش ہو گیا۔ ''پھر یوں کہو کہ دل کے پاس رہتا ہوں۔ لیکن جانِ من! دل میں رہنے والے devil نہیں ہوتے، کچھ اور ہوتے ہیں۔'' اس کا لہجہ خاصا رومانی تھا۔ ارما کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ اتنا بوکھلائی کہ کچھ کہہ نہ سکی۔

''اب کچھ کہو گی یا چپ سادھے بیٹھی ہی رہو گی؟'' شامیر کا جھنجلایا انداز واضح تھا۔ ''افوہ، یار! وجہ تو بتا دو اپنی مصروفیت کی۔ ورنہ تمہاری یہ چپ مجھے خوش فہم بھی بنا سکتی ہے۔ اگر میں نے کچھ اور پوچھ لیا تمہارے بارے میں تو تم شاید فون بند کر دو گی، جو مجھے گوارا نہیں۔''

ارما نے دھڑکتے دل کو بمشکل سنبھالا اور ہولے سے بولی۔ ''منال کی منگنی ہو گئی ہے، سو سارا کام مجھی کو کرنا پڑا۔ مہمانوں کی دیکھ ریکھ کے ساتھ ساتھ سارے ارینج منٹ پر بھی نظر رکھنا تھی، بس اسی لئے آپ سے بات نہ کر سکی۔''

''اوہ..... یہ تو گڈ نیوز ہے۔ منال تم سے زیادہ عقل مند نکلی، جو اتنی جلدی فیصلہ کر لیا، تم اس کی سہیلی ہو۔ اب تمہیں بھی اپنے بارے میں کچھ سوچنا چاہئے۔ پلیز، کسی کو آسرا ہی دے دو، ملن کا۔'' وہ پھر بات کا رخ بدل گیا۔ ارما بوکھلا کر رہ گئی۔

''مم..... میں..... میں کسے آسرا دوں؟ منال کی طرح میرا کسی سے کوئی افیئر نہیں ہے۔''

''اوہ، تو منال کا افیئر تھا کسی سے؟''

''ہاں، آپ کہہ سکتے ہیں۔'' اس نے جیسے وضاحت کی۔ ''منال کے منگیتر منگنی سے پہلے ہی فریفتہ تھے اس پر۔ یکطرفہ ہی سہی، مگر یہ بھی افیئر ہی ہوا نا۔''

''ہوں، افیئر تو ہے۔ منال بہت خوش ہو گی اپنی منگنی پر؟''

''جی، وہ بہت خوش ہے۔ کیونکہ وہ کسی کی من چاہی مراد ہے۔ اور جسے مراد مل جائے، اسے زندگی مل جاتی ہے۔''

''بالکل ٹھیک، دیٹس ٹرو۔ میری جانب سے مبارک دینا اسے۔ ویسے میں منال کے نام ایک میل ضرور بھیجوں گا۔''

''اچھی بات ہے۔ وہ آپ کی مبارک باد پر خوش ہو جائے گی۔''

''اور ایک میل میں تمہارے نام بھی لکھوں گا ارما! پڑھ کر بتانا، تم خوش ہوئیں یا نہیں؟'' اس کا انداز خاصا ذومعنی تھا۔ ارما حیران ہو گئی۔ عجلت سے بولی۔

''لیکن آپ مجھے میل کیوں کریں گے؟''

''یہ بتانے کے لئے تمہارا افیئر مجھ سے ہے۔''

''افیئر.....؟'' وہ بری طرح چکرائی۔ ''کیا ہم دونوں کا یہ تعلق کسی افیئر کے زمرے میں آتا ہے شامیر؟''

''ہوں، جسٹ ٹائم پاسنگ دی ٹائم۔ تم کیا سمجھیں؟'' وہ شوخی پر آمادہ تھا۔ ارما کا دل بری طرح تڑپا۔ اسے لگا جیسے شامیر نے اسے گالی دے دی ہو۔ وہ کتنے آرام سے اپنے فلرٹی ہونے کا اقرار کر رہا تھا۔ وہ روہانسی ہو کر کچھ کہنا بھول گئی۔

''بھئی، تم نے جواب نہیں دیا، مس ارما بصیر!'' اس بار اس کی آواز میں ہنسی کی کھنک تھی۔

''میں کیا جواب دوں، میرا خیال ہے، اتنا ہی کافی ہے میرے لئے۔'' اس نے بمشکل اپنی بات کہی اور فون بند کر ڈالا۔ آنسو خود بخود آنکھوں سے بہہ نکلے۔ وہ شامیر کی شرارت سمجھے بغیر سنجیدہ ہو گئی تھی۔ اسے اب بے حساب رونا آ رہا تھا۔ جب ہی بیل دوبارہ ہوئی تھی۔ ارما نے اسکرین پر چمکتا نمبر دیکھا۔ شامیر کا فون تھا۔ اس نے کال کاٹ دی۔ موبائل وقفے وقفے سے بجتا رہا، مگر ارما نے پلٹ کر دوبارہ نہ دیکھا۔ اسے واقعی شامیر کی بات بہت بری لگی تھی۔ ایک طرف اظہارِ اُلفت میں اتنا والہانہ پن اور دوسری طرف ٹائم پاس کرنے کا اعلان۔ آخر کیا تھا وہ سب؟ شامیر سنجیدہ تھا یا مذاق کے موڈ میں تھا، ارما نے یہ جاننے کی کوئی کوشش نہ کی۔ اس کی انا بری طرح مجروح ہوئی تھی اور اب وہ اسی لئے روئے جا رہی تھی۔ ایسے میں اچانک عرفان بھائی اس کے کمرے میں چلے آئے۔ ارما کو دھواں دھار روتے دیکھ کر گھبرا گئے، پریشانی سے بولے۔

''ارے، کیا ہوا ارما! رو کیوں رہی ہو؟''

''بس، یونہی دل بھر آیا ہے۔'' وہ بدحواس ہو کر دوپٹے کے پلو سے آنکھیں پونچھنے لگی مگر عرفان بھائی سر پر سوار ہو گئے۔

''دل بھر آنے کی کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے ارما! ذرا ادھر دیکھو میری طرف، اب بولو کیا ہوا ہے؟'' ارما ان کی ہمدردی پر خود کو سنبھال نہ سکی۔ اس بار اشک پلکوں سے ٹوٹ کر رخساروں پر

بہہ نکلے۔ وہ پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی۔

''ارما! کیا بات ہے میری بہن؟ پلیز، کچھ تو کہو۔ کیا امی نے ڈانٹا ہے؟'' وہ سچ مچ پریشان ہو گئے۔

''نہیں۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ''مجھے کسی نے نہیں ڈانٹا، بس یونہی منال کا خیال آ گیا۔'' اسے کچھ اور نہ سوجھا تو وہ منال کو گھسیٹ لائی۔ عرفان بھائی اس کے جواب پر چپ سے ہو گئے۔ لمحہ بھر کی خاموشی کے بعد انہوں نے بغور ارما کو دیکھا، پھر ہولے سے بولے۔

''سچ بتاؤ ارما! کیا منال اپنی منگنی ہو جانے پر خوش نہیں ہے؟ مُیرا خیال ہے، کہیں نہ کہیں کچھ گڑبڑ ہے، منال کی چپ میں کچھ تو ضرور چھپا ہے۔''

''پتہ نہیں بھائی! منال نے مجھ سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کی۔'' اس نے سنبھل کر جواب دیا اور ہاتھ کی پشت سے آنکھیں صاف کر لیں۔

عرفان بھائی کچھ اور اُلجھ گئے۔ ''تم بات کرو منال سے۔ مجھے لگتا ہے، وہ اب بھی دائم کو لے کر..... لیکن نہیں، بھلا ایسے کیسے ممکن ہے؟ کیا بابا سے وعدہ کرنے والی لڑکی خود اپنے آپ سے سمجھوتہ کر رہی ہے؟ پلیز ارما! تم اسے کریدو، ایسا نہ ہو، وہ ہماری خاطر خود کو داؤ پر لگا دے۔ منال جیسے جذباتی لوگ جب فیصلہ کرتے ہیں تو وہ نبھتا ضرور ہے، مگر تباہی بھی لے آتا ہے۔ وہ خود کو نقصان پہنچا سکتی ہے یا پھر ابو کے اعتماد کو دھوکا دے سکتی ہے۔ وہ کچھ بھی کر سکتی ہے ارما!''

''نہیں عرفان بھائی! اب ایسا کچھ نہیں ہو گا۔'' ارما نے تیزی سے آنکھیں صاف کر کے انہیں دیکھا۔ اس بار منال نے پورے دل اور یقین کے ساتھ فیصلہ کیا ہے۔ اس نے ابو کی خاطر ہی نہیں، خود اپنے لئے بھی حمزہ کا ساتھ چنا ہے۔ اب وہ اپنے اس فیصلے پر نہیں پچھتائے گی۔''

''لیکن میرے دل کو دھڑکا سا لگ گیا ہے، ارما! کل اس کا دائم سے بات کرنا بہت عجیب سا تھا۔ تم نے دیکھا تھا نا، اس نے سب کی موجودگی میں کتنی جرأت سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ پھر اس کے سوال؟ اوہ مائی گاڈ!..... بہت عجیب باتیں کر رہی تھی وہ دائم کے ساتھ۔ بے چارہ دائم عجب شش و پنج کا شکار تھا۔ اور تو اور حمزہ کی امی بھی ٹھٹک گئی تھیں۔ ان کے چہرے پر بھی تفکر کے سائے تھے۔''

وہ اپنے خدشات کا اظہار کر رہے تھے۔ ارما کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ وہ لرزتی آواز کے ساتھ انہیں تسلی دیتے ہوئے بولی۔

''آپ کو غلط فہمی ہو گئی ہے بھائی! آپ کچھ زیادہ ہی ڈپریسڈ ہو گئے ہیں۔ ایسا کچھ خاص نہیں تھا۔ کل منال کا انداز سادگی سے پُر تھا اور اس کے سوالات بھی عام سے تھے۔ ان میں کوئی ذومعنویت نہیں تھی۔ مجھے لگتا ہے، منال کی خاموشی کو آپ نے کچھ زیادہ ہی محسوس کر لیا ہے۔ وہ دائم کے لئے سنجیدہ ضرور تھی مگر اب اس کی زندگی میں حمزہ کی حیثیت زیادہ معنی رکھتی

ہے۔ منال نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، عرفان بھائی! کہ وہ ہمیشہ حمزہ سے وفادار رہے گی اور مجھے اس کے کہے پر بھروسہ ہے۔ وہ ابو سے کیا وعدہ ضرور نبھائے گی۔''

''خدا کرے ایسا ہی ہو۔'' عرفان بھائی نے ایک گہری سانس کے ساتھ اس کی طرف دیکھا۔ ''لیکن تمہارے آنسو مجھے اُلجھا رہے ہیں، ارما! اگر منال تمہیں اپنی وفاداری کا اعتبار دلا چکی ہے تو پھر تم اتنی اپ سیٹ کیوں ہو؟ کیوں اتنے آنسو بہا رہی ہو؟''

نم آنکھوں کے باوجود ارما بے اختیار مسکرا دی۔ ان کا ہاتھ ہولے سے تھپتھپا کر بولی۔

''اس لئے عرفان بھائی! کہ وہ میری بہن ہے۔ وہ بیاہ کر چلی جائے گی تو وقتی طور پر ہی سہی، میرا اور اس کا ساتھ ٹوٹ جائے گا۔ اس کے بعد خود کو تنہا دیکھنا میرے لئے مشکل ہو گا۔ مجھے منال کی عادت ہو گئی ہے، عرفان بھائی! سوچتی ہوں، اس کی شادی کے بعد میں اس کے بغیر کیسے رہوں گی؟''

اس کی آواز بھرّا گئی۔ اس بار وہ واقعی منال کے لئے ہی روئی تھی۔ عرفان بھائی کے لبوں پر بھیگی سی مسکراہٹ آ گئی۔ انہوں نے شفقت سے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ ''تم تنہا کب رہو گی، ارما؟ ہم ہیں نا تمہارے ساتھ۔ اور سچ تو یہ ہے، تمہاری تنہائی بھی چند روزہ ہو گی۔ بہت جلد ہم اس گھر سے تمہیں بھی رخصت کرنے کا پروگرام بنائیں گے۔ جب تم بھی اپنے گھر کی ہو جاؤ گی تو وہ تنہائی درحقیقت ہمارے حصے میں آئے گی۔ پھر تم دونوں کے بغیر ہمیں رہنا پڑے گا، پگلی! امی، ابو اور مجھے تم دونوں کی جدائی سہنی ہو گی۔'' وہ افسردگی سے کہہ رہے تھے۔

ارما کا دل کچھ اور بھر آیا۔ بات شامیر کے غلط رویے کی تھی، مگر منال کا بہانہ ارما کو رونے کا موقع فراہم کر گیا تھا۔ وہ جذباتی ہو کر بھیا کے کاندھے سے آ لگی۔ اس کی سسکیاں بہت تیز تھیں۔ عرفان بھائی کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں۔ بہنوں کی محبت ان کے دل کو بھی بے قراری میں مبتلا کر گئی تھی۔ انہوں نے ارما کو اپنے ساتھ لگا لیا۔

❁

گو کہ تُو اپنے اصولوں پہ ہے قائم دائم
عشق رکھ دے گا بدل کر تجھے انجانے میں

پھر کئی دن بہت خاموشی سے گزر گئے۔ منال کا سمسٹر شروع ہو گیا تھا، سو اس کی تیاری میں وہ دن رات ایک کیے بیٹھی تھی۔ پڑھائی کے سوا اسے کچھ سوجھتا ہی نہ تھا۔ ادھر امی شادی کی تیاریوں میں جت گئی تھیں۔ اللہ جانے، انہیں کاہے کی عجلت تھی؟ منال کی منگنی ہوتے ہی وہ اس کے جہیز کا سامان خریدنے کی پلاننگ کرنے لگی تھیں۔ اب ہر وقت ان کے ہاتھوں میں کوئی قیمتی کپڑا ہوتا یا منال کے لئے خریدی جانے والی چیزوں کی لمبی فہرست۔ وہ ارما کو پکڑ کے ہر دم مشورے کرتی رہتیں کہ آنے والے وقت میں کیا کرنا ہے اور کیا نہیں۔

سچ تو یہ تھا، انہیں منال سے زیادہ ارما کی فکر تھی۔ منال سب سے چھوٹی تھی، مگر قسمت سب سے پہلے کھلی تھی اس کی کہ امی کی خواہش یہی تھی کہ کوئی اچھا سا بر تلاش کر کے ارما کو منال سے پہلے رخصت کر دیا جائے یا کم سے کم دونوں بہنوں کی شادی اکٹھے ہی ہو جائے، تاکہ ان کے کاندھوں پر پڑا بوجھ کچھ تو کم ہو سکے۔

ارما، امی کی اس پلاننگ سے بہت بور ہو جاتی۔ وہ پوری کوشش کرتی کہ کسی طرح موضوع بدل ڈالے یا ماں کا دھیان بٹا کر کسی اور طرف لگا دے۔ مگر امی بھی ہٹ کی پوری تھیں، جب موڈ میں ہوتیں تو ارما کی ہر کوشش نظرانداز کر جاتی تھیں۔ وہ جانتی تھیں، ارما کو شادی بیاہ کا موضوع بہت برا لگتا تھا مگر بوریت صرف یہی نہیں تھی، منال کی مصروفیت نے بھی ارما کو بے حال کر رکھا تھا۔ پورے گھر میں کتابیں، نوٹس اور جرنل بکھرے نظر آتے اور تھکی ہاری منال کا بوجھل وجود، ارما کو بھی مضمحل کر ڈالتا تھا۔ منال کو پڑھائی کرتا دیکھ کر اس کے کتابی کیڑا ہونے پر ارما کو کوئی شک نہ رہا تھا۔ وہ ایک اچھی پوزیشن لینے کی خاطر بہت محنت کر رہی تھی اور وہ محنت یقیناً بہت اچھا رزلٹ لانے والی تھی۔

اس دن بھی ارما کی بوریت حد سے سوا تھی، ایسے میں اچانک عمارہ کا فون آ گیا۔ منال کے ڈسٹرب ہو جانے کے خیال سے وہ موبائل اٹھا کر بیرں پر چلی آئی۔

"یار عمارہ! کہاں ہو تم؟ اتنے دن ہو گئے اور تم منظر سے غائب ہو؟" ارما نے چھوٹتے ہی شکوہ دہرایا۔

"ہاہ..... کیا بتاؤں ارما! مجھے اپنے بارے میں خود پتہ نہیں ہے۔ امتحانوں کی ٹینشن نے خوار کر چھوڑا ہے۔ سچ مانو، پڑھ پڑھ کے حالت نازک ہو چلی ہے۔ مگر پیپرز ہیں کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتے۔ ابھی بھی دو باقی ہیں۔" اس نے ٹھنڈی آہ کے ساتھ سارے حالات کہہ سنائے۔ ارما کو اس پر ترس آ گیا۔

"ٹھیک کہتی ہو عمارہ! ادھر منال کو پڑھتا دیکھ کر اختلاجِ قلب کی سی کیفیت ہونے لگی ہے۔ وہ پاگل ہو گئی ہے یار!..... دن رات موٹی موٹی کتابوں میں گھسی رہتی ہے۔ ارے ایسا بھی کیا پاگل پن کہ خود کو بے حال کر لو؟"

"ارے نہیں ارما! منال کا پاگل پن جائز ہے۔ وہ اچھی طرح جانتی ہے، اس کا رزلٹ اب اس کی سسرال میں بھی سنا جائے گا۔ سو اس کی عزت کا سوال ہے، یار! اس لئے جی بھر کے پڑھنے دو۔ اسے اچھی پوزیشن لانی ہی چاہئے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی تو ارما بھی کھلکھلا اٹھی۔

"سچ کہا تم نے۔ حمزہ تو ضرور پوچھے گا، منال کے رزلٹ کے بارے میں کہ رہ گئی یا پاس ہو گئی ہے ایگزام میں؟"

"ہاں، اور اسے پوچھنا بھی چاہئے۔ آخر پوزیشن ہولڈر کی منگیتر ہے۔ اسے اپنی ہونے

والی بیگم کی کامیابی سے خصوصی لگاؤ ہو گا۔ یہ جو ہونے والی ٹائپ کی لڑکیاں ہوتی ہیں نا، ارما! انہیں دوسرے لفظوں میں بے چاریاں بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کا ہر قول و فعل سسرالیوں کی نظر میں ہوتا ہے۔ اور وہ اکثر کیوں، کب اور کیسے جیسے سوالات کی زد میں پائی جاتی ہیں جس کی وجہ سے ان کا جینا حرام رہتا ہے۔"

"گویا تم حمزہ پر اِن ڈائریکٹ وے میں الزام عائد کر رہی ہو کہ وہ سوالات کر کر کے منال کا جینا حرام کر دے گا۔"

ارما نے اس کی بات سے لطف اٹھاتے ہوئے فوراً پوچھا تو عمارہ زور سے ہنس پڑی۔

"بالکل جناب! میں تو ایسا ہی سمجھتی ہوں اور اس الزام کی زد میں صرف حمزہ نہیں، اس کے گھر کے دیگر افراد بھی آتے ہیں۔ کل شام آ رہی ہیں نا اس کی آپا بیگم، جب تم ملو گی تو آپ ہی جان لو گی کہ وہ کس قسم کے سوالات کرتی ہیں منال سے..... دراصل میں نے یہی اہم اطلاع دینے کے لئے تمہیں فون کیا تھا۔ حمزہ کی آپا بیگم شاید کل شام تمہارے گھر آئیں گی۔"

عمارہ نے اصل بات کہی تو ارما خاصی ایکسائیٹڈ ہو گئی۔ "ارے، وہ خاتون تو شارجہ میں رہتی ہیں۔ اتنی جلدی ہمارے گھر کہاں آئیں گی؟ مجھے لگتا ہے، تم نے کسی افواہ پر کان دھر دیئے ہیں۔"

"ارے نہیں یار! افواہ نہیں ہے میری بات۔ وہ بنفسِ نفیس تشریف لا چکی ہیں اور کل منال کو دیکھنے کا پروگرام بنائے بیٹھی ہیں۔ مجھے یہ بات آج ہی پتہ چلی، کھانے کی ٹیبل پر دائم سے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ بتا رہا تھا کہ حمزہ نے اسے بہن کی آمد کے بارے میں بتایا تھا۔"

"اوہ گاڈ!" ارما کچھ فکرمند ہو گئی۔ "اب منال کو یقیناً غصہ آ جائے گا۔ امتحانوں کے دوران وہ کسی قسم کی ڈسٹربنس برداشت نہیں کرتی اور کل ویسے بھی اس کا کیمسٹری کا پیپر ہے۔ تم جانتی ہو، وہ کتنی خار کھاتی ہے کیمسٹری سے۔ کل وہ جل سلگ کر کالج سے لوٹے گی۔"

"تو کیا ہوا؟ منال کو اب اپنی خیر منانی چاہئے کہ کیمسٹری اس کی زیرِ بحث آئے گی، سسرالیوں کے سامنے۔ آپا بیگم خاصی طرح دار خاتون ہیں، تم دیکھنا، کل آتے ہی منال کے چھکے چھڑا دیں گی۔" عمارہ نے جیسے اسے ہراساں کر دیا۔ ارما کی پریشانی پہلے سے بڑھ گئی، گھبرا کر بولی۔

"کیا مطلب؟..... کیا وہ جلاد ٹائپ خاتون ہیں یا پھر زبانی کلام سے سامنے والے کے چھکے چھڑاتی ہیں؟ پلیز عمارہ! تھوڑی سی انفارمیشن دے دو، تاکہ میں منال کو ذہنی طور پر تیار کر سکوں۔"

"ارے نہیں ارما! تم منال کو پریشان مت کرنا۔ وہ اتنی خطرناک قسم کی مخلوق نہیں ہیں، بس ان کے نخرے کچھ ایکسٹرا ہیں، دوسرا انہوں نے حمزہ کو کچھ زیادہ ہی سر چڑھا رکھا ہے۔ وہ حمزہ کو برملا اپنا بیٹا کہتی ہیں اور حمزہ بھی انہیں ماں جیسی تعظیم دیتا ہے۔"

''اچھا.....'' ارما کی حیرت بڑھ گئی۔ ''کیا وہ حمزہ سے عمر میں بہت بڑی ہیں؟''

''ہاں، یہی کوئی دس بارہ سال کا فرق ہے۔ اور سب سے اہم بات یہ کہ شادی کے بعد ان کے یہاں کوئی اولاد بھی نہیں ہوئی۔ شاید اپنی ممتا کی تسکین کے لئے وہ چھوٹے بھائی کو بیٹے کی طرح چاہتی ہیں۔ میرا خیال ہے، آپا بیگم، حمزہ کی امی سے زیادہ ساس کا رول پلے کریں گی، منال کو بتا دینا۔''

''ہائے اللہ! منال کہیں دو ساسوں کے درمیان چکی پیستی نہ رہ جائے، عمارہ!''

''اللہ خیر کرے گا۔ تم صرف منال کو اطلاع دے دو۔ وہ سمجھ دار لڑکی ہے، اپنے آپ سارے معاملات خوش اسلوبی سے سنبھال لے گی۔''

عمارہ نے مشورہ دیا تو ارما کو دوسری فکر لاحق ہوگئی۔ ''لیکن امی کا کیا ہوگا عمارہ؟ تم جانتی ہو، امی کو چاپلوسی کی عادت ہے، نہ دوسروں سے dictation لینے کی۔ وہ سیدھے سبھاؤ ایک ہی لاٹھی سے سبھی کو ہانکتی ہیں۔ کہیں آپا بیگم کی کسی بات پر ناگواری محسوس کر کے.....''

''ارے نہیں یار.....!'' عمارہ نے فوراً اس کی بات کاٹ ڈالی۔ ''تمہاری امی کبھی ایسا نہیں کریں گی۔ زبان کی تیز ہیں تو کیا ہوا، یہ بیٹی کے سسرال کا معاملہ ہے، وہ اچھی طرح جانتی ہیں کہ یہ معاملے کتنے نازک ہوتے ہیں۔ ذرا سی بات بھی کسی بڑی رنجش کا سبب بن جاتی ہے۔ بھلا تمہاری امی کو کیا ضرورت ہے، بلاوجہ ان سے پنگا لینے کی؟ وہ کبھی بداخلاقی نہیں کریں گی۔''

اس کی تسلی ارما کا حوصلہ بڑھا گئی۔ پھر بھی قدرے فکرمندی سے بولی۔ ''کیا ایسا نہیں ہو سکتا، عمارہ! کہ تم ان کے آنے سے پہلے ہماری طرف چلی آؤ؟ کل تمہاری آمد سے منال کو بھی ڈھارس رہے گی اور ہم دونوں مل کر آپا بیگم کو ہینڈل بھی کر سکیں گی۔''

''چلو ٹھیک ہے، میں کوشش کروں گی۔'' وہ نیم رضامندی سے بولی اور خدا حافظ کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا۔

ادھر ارما کے پیٹ میں مروڑ اُٹھنے لگے۔ یہ بہت زبردست خبر تھی۔ منال اور امی کو اس بارے میں پہلے سے انفارم کرنا ضروری تھا، سو وہ اطلاع دینے اندر کو چل دی مگر ہاتھ میں پکڑے موبائل نے اسے ایک بار پھر متوجہ کیا تھا۔ کال شامیر کی تھی۔ ارما کا دل دھڑک اٹھا۔ اس نے فون کان سے لگانے کے باوجود ہیلو نہیں کہا تھا۔

''ہیلو.....!'' شامیر کی آواز میں تذبذب سا تھا۔ ''کیا تم ارما ہو؟ کیا میں تم ہی سے مخاطب ہوں؟''

وہ دم سادھے سنتی رہی۔ شامیر کی بے قراری کا اس نے دانستہ کوئی جواب نہ دیا۔ ادھر وہ بے حساب پریشان ہو گیا۔

''آر یو دیئر؟ پلیز ارما! کچھ بولو یار! کم سے کم مجھے تمہاری موجودگی کا احساس تو ہونا

چاہئے۔''

ارما کے دل کے اندر تک شامیر کے لفظوں نے کانٹے چبھو دیئے تھے۔ گویا وہ آواز سن کر اس کی موجودگی کے احساس کو پانا چاہتا تھا۔ کیا وہ اتنا بے خبر تھا کہ اس کے دل نے بھی دوسری طرف ارما کے ہونے کا پتہ نہیں دیا تھا؟ کیا اس کی کال، ارما کے علاوہ کوئی دوسرا ریسیو کر سکتا تھا؟ اُف، کیسی چاہت تھی یہ اس کی کہ وہ کچھ کہنے سے پہلے اس کے ہونے کی تصدیق چاہتا تھا۔ ارما کی آنکھیں بھر آئیں۔ اس نے موبائل آف کر دیا۔ ہاہ!..... اس نے ایک گہری سانس خارج کی۔ کیا واقعی شامیر فلرٹی ہے؟ کیا واقعی اسے نہیں معلوم کہ اس کی کال میں نے ریسیو کی ہے؟

موبائل کی رنگ ٹون دوبارہ بج رہی تھی۔ اس بار بھی وہی تھا۔ ارما نے توجہ دیئے بغیر قدم بڑھا دیئے۔ وہ تیزی سے اپنے کمرے میں چلی آئی۔ منال ابھی تک کیمسٹری رٹنے میں مصروف تھی۔ اس نے ارما کو اندر آتے دیکھ کر رخ موڑ لیا۔ یہ اس بات کا واضح اظہار تھا کہ اس وقت وہ ارما کی مداخلت بھی سہہ نہیں پائے گی۔ ارما اس کا اشارہ بھانپ کر بھی صبر نہ کر سکی۔ اس کے سر پر کھڑی ہو کر تیزی سے بولی۔

''کل تمہیں دیکھنے آپا بیگم آ رہی ہیں۔ خاتون بے حد چلتی چیز ہیں۔ اگر کیمسٹری کا پرچہ اچھا نہ ہوا تو سمجھ لینا، کل کا دن تمہارے لئے منحوس ثابت ہوگا۔''

منال بری طرح بھنّائی۔ پلٹ کر اسے گھورتے ہوئے بولی۔ ''تمہاری اس بکواس کا مطلب کیا ہے ارما؟''

''مطلب خاصا غیر متوقع ہے، میری بہن!..... حمزہ کی وہ بہن، جن کا وہ بیٹا مانا جاتا ہے، کل دل میں اشتیاق لئے تمہیں دیکھنے آ رہی ہیں۔ تم اپنی فکر کرو منال! سسرال میں تمہاری ایک نہیں، دو ساسیں ہیں۔ اور دوسری ساس پہلی سے زیادہ خطرناک ہیں کیونکہ وہ شارجہ والی آپا بیگم ہیں۔''

''ہائیں.....'' منال کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ ''یہ جو کچھ تم نے کہا ہے ارما! کیا خود تمہاری سمجھ میں آ رہا ہے؟''

''ہاں۔'' اس نے زور سے سر ہلایا۔ ''میں خوب سوچ سمجھ کر بول رہی ہوں اور جو بات کہہ رہی ہوں، پلیز، تم بھی اسے سمجھنے کی کوشش کرو۔''

منال کا سکون جیسے بھک سے اُڑ گیا، کلس کر بولی۔ ''فار گاڈ سیک! ارما، صاف صاف کہو نا، کیا مسئلہ ہے؟ تمہاری کوئی بات بھی اب تک میرے پلّے نہیں پڑی۔ یار! اِدھر یہ کیمسٹری کا عذاب ہے جو جان نہیں چھوڑتا اور ادھر تم آ گئی ہو ایک نئی کہانی لے کر۔ اللہ جانے، کیا بول رہی ہو۔ سچ، سر سے گزر گیا ہے سب کچھ۔''

''ارے تو ہوش میں آؤ نا۔ سر سے گزرنے کا مطلب ہے، پاگل پن۔ اور یاد رکھو،

تمہارے حمزہ کی آپا بیگم تمہارا یہ پاگل پن سہہ نہیں پائیں گی۔ وہ خاتون شارجہ سے نہ صرف پاکستان تشریف لا چکی ہیں، بلکہ کل ہمارے یہاں تشریف آوری کا پروگرام بھی فائنل کر چکی ہیں۔ میرا خیال ہے، حمزہ اور اس کی امی بھی ساتھ ہوں گی۔ کل کا دن تمہارے لئے کیمسٹری سے زیادہ کڑا امتحان لئے آرہا ہے، ہوشیار رہنا۔"

"اُف، بس کرو ارما! تم پہلے اپنے حواس بحال کرو، پھر کوئی بات کرنا۔ کیوں بے پَر کی اُڑا رہی ہو؟" وہ بے حساب سلگ گئی۔ اس نے کیمسٹری کی کتاب ایک دھماکے سے بند کی اور اپنا سر دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ ارما کو مزید کچھ کہنے کا موقع نہ ملا۔ موبائل کا بجتا اشارہ کسی message کا اشارہ کر رہا تھا۔ وہ ہاتھ میں پکڑے فون کی طرف متوجہ ہوگئی۔ پیغام شامیر کا تھا اور جو کچھ اس نے لکھا تھا، وہ ارما کو پاگل کر دینے کو کافی تھا۔

"سوری ارما! آئی ایکسٹریملی سوری۔ بٹ آئی وانٹ ٹو میٹ یُو۔ میں ابھی ملنا چاہتا ہوں تم سے۔ پلیز، اپنی مرضی سے اپنی پسند کی کوئی بھی جگہ بتا دو، میں فوراً پہنچ جاؤں گا۔"

"واٹ ربش....." اس نے موبائل اٹھا کر منال کے سامنے بستر پر پھینک دیا۔ "آج یہ سب کا دماغ خراب کیوں ہوگیا ہے؟ تمہیں میری کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی اور ادھر وہ پاگل دیوانہ ہے، جو چھوٹتے ہی بڑے بے تکے پیغام پاس آن کر رہا ہے۔ ہونہہ، بھلا یہ کون سی ادا ہے کسی کو بلانے کی؟ کیا میں پاگل ہوں جو اس کے بلانے پر منہ اٹھا کر کہیں بھی چلی جاؤں گی؟"

"اوہ خدایا!" اس بار منال نے سر پیٹ لیا۔ "اب یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟ آخر کس کی بات کر رہی ہو ارما؟ کون ہے وہ جو تمہیں بلا رہا ہے؟ خدا کی قسم، دو منٹ کے اندر تم نے مجھے گھما ڈالا ہے۔"

"میں تمہیں کیا گھماؤں گی، میں خود چکرائے بیٹھی ہوں۔" وہ دھپ سے بستر پر بیٹھ گئی۔ اس کے ہاتھ تیزی سے اپنے ہی دوپٹے کے کنارے کو مروڑ رہے تھے۔ منال نے گردن گھما کر اس کی بے قراری کو بہ نظرِ غائر دیکھا، پھر ہاتھ بڑھا کر سامنے پڑا موبائل اٹھا لیا۔ میسج پڑھتے ہی اس کا ماتھا سلوٹ زدہ ہوا تھا۔ وہ ناگواری سے بولی۔

"شامیر کو کیا مطلب ہے تم سے، جو اس وقت اچانک ملاقات کرنے کو وقت اور جگہ پوچھ رہا ہے؟"

"بھئی ہوگا کوئی مطلب، میں کیا جانوں؟" وہ الجھے انداز سے بولی تو منال کو غصہ آگیا۔

"تم کچھ زیادہ ہی تیزی دکھا رہی ہو اس معاملے میں۔ مجھے ایک بات بتاؤ ارما! یہ قصہ کمپیوٹر سے نکل کر باہر تک کیسے آگیا؟ وہ تم سے ملنے کی فرمائش یوں دوبدو کیوں کر رہا ہے؟ تم جانتی ہو نا، تم کس کی بیٹی ہو؟ یہ یاد رکھو، ابو کی خاطر میں نے بھی اپنی زندگی کا بہت بڑا سمجھوتہ کیا ہے۔ صرف اس لئے کہ ان کا سر جھکا ہوا دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ مگر تم..... تمہیں کیا کہوں

ارما؟..... کیوں تم جانتے بوجھتے ہوئے بھی یہ کھیل، کھیل رہی ہو؟ یہ غلط ہے، ارما! تمہیں یہ کھیل یہیں ختم کر دینا چاہئے، ورنہ اس کا رزلٹ اچھا نہیں ہوگا۔"

"ہاں....." اس نے تیزی سے سر ہلایا۔ "میں بھی یہی سمجھتی ہوں، یہ کھیل یہیں ختم ہو جانا چاہئے بلکہ شامیر کے سنجیدہ ہونے سے پہلے مجھے یہ سچ اسے بتا دینا چاہئے۔"

"شامیر کے سنجیدہ ہونے سے پہلے؟" منال نے تمسخر سے اس کے الفاظ دہرائے۔ "جسٹ لسن مائی ڈیئر! اس میسج کے تھرو وہ اچھا خاصا سنجیدہ نظر آرہا ہے اور میرا خیال ہے، تم نے کوئی خوش فہمی بھی ڈال دی ہے، اس کے دل میں۔ ورنہ انجوائے منٹ والا یہ کھیل اتنے کلائمکس تک نہ پہنچتا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے منال! تم غلط سوچ رہی ہو۔"

"اچھا، خدا کرے یہ غلط ہی ہو۔" اس نے دوبارہ ارما کی صورت دیکھی۔ "بہرحال، تم اس کے میسج کا جواب ضرور دینا۔ صاف الفاظ میں کہہ دینا اس سے کہ تم ملنے ملانے کا سلسلہ نہیں رکھو گی۔ بات کرنی ہے تو فون یا کمپیوٹر پر کی جاسکتی ہے، ورنہ عقل مند کو اشارہ کافی ہے، وہ معاملہ ختم سمجھے۔"

اس نے دوٹوک انداز میں اسے سمجھایا اور کتاب دوبارہ کھول لی۔ ارما نے پُرسوچ انداز میں منال کو ایک نظر دیکھا اور موبائل اٹھا کر شامیر کے نام جوابی پیغام لکھنے لگی۔

"میں آپ سے کہیں ملنے نہیں آسکتی کیونکہ آپ مجھے پہچان نہیں پائیں گے۔ میری صورت سے ناآشنا ہونے کے سبب آپ صرف chatting تک محدود رہئے۔ میں شام کو آپ کی بات کمپیوٹر پر سننے کے لئے تیار ہوں۔ (ارما)"

"دکھاؤ، کیا لکھا ہے تم نے؟" منال نے کتاب پر سے نظر ہٹا کر اس کے موبائل کو دیکھا۔ ارما نے خاموشی سے اپنا سیل فون اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ اس کا لکھا کاغذ پڑھنے لگی۔ پھر موبائل آف کرتے ہوئے بولی۔

"ارما! مجھے لگتا ہے، تم شامیر کے لئے کچھ سیریس ہوگئی ہو؟"

"نہیں، ایسا کچھ نہیں ہے۔ تم کہہ چکی ہو، ہمیں اس کھیل میں سنجیدہ نہیں ہونا۔ پھر بھی منال! مجھے ایسا لگتا ہے جیسے انجوائے منٹ کا یہ کھیل رخ بدل رہا ہو۔ دیکھو، میں کوئی غلطی کرنا نہیں چاہتی۔ اس سے پہلے کہ بات بڑھے، میں آج شام کو اسے ساری بات سچ سچ بتا دینا چاہتی ہوں۔ کسی شخص کو بلاوجہ ایسے معاملے میں اُلجھائے رکھنا معیوب ہی نہیں، غیر اخلاقی بات ہے۔ یہ سلسلہ واقعی بند ہو جانا چاہئے۔"

وہ خاصی اپ سیٹ دکھائی دے رہی تھی۔ منال نے کتاب دوبارہ بند کر دی اور اس کی طرف مڑ کر بولی۔

"مجھے ایک بات بتاؤ ارما! کیا تم شامیر کے سامنے خود کو کمزور محسوس کر رہی ہو؟"

''ہیں..... کیا مطلب؟'' وہ چونک کر منال کی صورت تکنے لگی۔

''مطلب صاف ہے۔ یہی کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے ارما! کہ تمہارا دل صاف نہیں رہا؟''

''نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' وہ انکار کے باوجود بے قرار تھی۔ ''میں نہیں چاہتی منال! کہ ہم کسی بندے کا دل توڑنے جیسا گناہ کریں۔ محبت بہت نازک سا جذبہ ہے، اس میں گزرنے والا کوئی ایک پل بھی excusable نہیں ہوتا، دل میں اٹھنے والے بے قابو جذبات پر بند باندھنا ضروری ہوتا ہے۔ میں یہ بند باندھ سکتی ہوں منال! کیونکہ میں جانتی ہوں کہ یہ سارا طرفہ تماشا ایک کھیل ہے۔ مگر شامیر! وہ بندہ نہیں جانتا کہ حقیقت کیا ہے۔ اگر وہ محبت کے اس کھیل میں سنجیدہ ہو گیا تو اپنے جذبات پر کنٹرول نہیں رکھ پائے گا۔ اس کی محبت شاید نیک نیتی پر مبنی ہو۔ اب تم خود سوچو، ایسی صورتِ حال میں اسے یہ کہہ دیا جائے کہ میں صرف انجوائے منٹ کی خاطر محبت کا ناٹک کر رہی تھی تو کیا اس کا دل نہیں ٹوٹے گا؟''

''ٹوٹے گا نہیں بلکہ وہ بری طرح سے ہرٹ ہوگا۔ اس کے دل کو دھچکا لگے گا اور یہ واقعی گناہ ہوگا، ارما!''

''تو پھر.....؟'' ارما نے منال کے جواب پر گھبرا کر اسے دیکھا۔ ''پھر میں کیا کروں منال؟''

''تم وہ کرو، جو تم چاہتی ہو۔'' منال کا لہجہ و انداز ذو معنی تھا۔ ارما گم صم سی ہو گئی۔ اس کی خاموشی نے منال کو دوبارہ زبان کھولنے پر مجبور کر دیا۔

''دیکھو ارما! خود اپنی نفی کرنا آسان نہیں ہوتا۔ اگر تمہارے دل میں شامیر کے لئے تھوڑی گنجائش ہے تو مجھ سے ابھی کہہ دو، ہو سکتا ہے، میں کسی درمیانی راستے کو چن کر تمہیں تمہاری منزل تک لے جاؤں۔ لیکن اگر ایسی کوئی بات نہیں ہے تو تب بھی تم صاف الفاظ میں کہہ دو تاکہ اس معاملے کو آگے بڑھنے سے روک دیا جائے۔ شامیر کے جذبات کو ٹھیس نہیں لگنی چاہئے۔''

ارما کی جھکی نظر اپنے ہی ہاتھوں کو گھورتی رہی۔ اس کی آنکھوں میں نمی اُتر آئی تھی اور وہ نمی، منال سے چھپانا چاہتی تھی۔ حالانکہ وہ بھری آنکھیں منال کے سوال کا جواب تھیں مگر ارما میں ہمت نہ تھی کہ وہ بہن کو کوئی بھی مثبت جواب دیتی۔

''تم چپ کیوں ہو ارما؟ کچھ بولو یار! تاکہ میں تمہاری feelings کو سمجھ سکوں۔''

ارما نے گہری سانس کے ساتھ خود کو سنبھالنے کی کوشش کی اور اپنے جذبات سے ہٹ کر ایک دوسری بات کہہ ڈالی۔ ''نہیں منال! ایسا کچھ نہیں ہے۔ میرا خیال ہے، آج شام شامیر کو ساری صورتِ حال سے آگاہ کر کے معافی مانگ لینی چاہئے۔ یہ کھیل اب اور کھیلا نہیں جا سکتا۔''

''اوکے.....'' منال نے سر ہلایا۔ ''پھر آج صاف صاف کہہ دو اس لڑکے کو، دیر کرنا مناسب نہیں ہوگا۔''

''ہاں..... میں خود بھی اس کھیل کو طوالت دینا نہیں چاہتی۔ ہمیں ایک دوسرے کے جذبات و احساسات کا خیال بہرحال رکھنا چاہئے۔ ورنہ دل توڑنے جیسا گناہ اللہ کی نظر میں ہمیں مجرم بنا سکتا ہے اور میں ایسے کسی جرم کی سزا بھگتنا نہیں چاہتی۔''

''ٹھیک ہے، آج کی chatting میں تم شامیر کو سب کچھ سچ سچ بتا دینا، معاملہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔'' منال نے کتاب کھول لی تب ارما فوراً کمرے سے نکل آئی۔ پلکوں پر ٹھہری نمی، اشکوں کی صورت بہہ نکلی تھی۔ شامیر سے دور ہونے کا احساس بے حد جان لیوا تھا۔ یہ وہ اذیت تھی، جو اس سے روح کو گھائل کئے دے رہی تھی۔

ارما نے آنسو پونچھ کر خود کو سنبھالنے کی ناکام کوشش کی، مگر دل کے اندر کچھ ٹوٹ کر بکھرا تھا۔ وہ ٹیرس کی دیوار سے لگ کر گہرے گہرے سانس بھرنے لگی۔ جب بات ختم ہی کرنی تھی تو پھر رونا کیسا؟

❁❁❁

بے خیالی میں بھی کتنے فاصلے طے ہو گئے
بے ارادہ دل کی دنیا دُور لے آئی بہت

گھر میں پھیلا سناٹا حواس پر مسلط ہو رہا تھا۔ منال کالج جا چکی تھی اور امی، عرفان بھائی کے ہمراہ ڈاکٹر کے پاس گئی ہوئی تھیں۔ ان کا بخار شدت اختیار کر گیا تھا۔ پچھلے چار دن سے ان کی طبیعت ناساز تھی۔ بار بار چڑھتے اُترتے بخار نے انہیں اچھا خاصا کمزور کر دیا تھا۔ آج صبح ابو کی ملامت نے امی کو ڈاکٹر کے پاس جانے پر مجبور کر دیا تھا، ورنہ خود سے غفلت برتنا امی کی عادت تھی۔ وہ ہر حالت میں صبر کرنے کی عادی تھیں۔ آج ابو نے ان کی نڈھال ہوتی حالت کے پیش نظر عرفان بھائی کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ وہ انہیں فوری طور پر ڈاکٹر افتخار کے کلینک لے جائیں، جو ان کے دیرینہ دوست ہی نہیں، فیملی ڈاکٹر بھی تھے۔

عرفان بھائی اور امی کے گھر سے نکلتے ہی ابو بھی اپنے کام پر سدھارے تھے۔ گھر کی صاف صفائی کو دل نہ چاہا تو ارما نے اپنا چائے کا کپ اٹھایا اور سیدھی کمرے میں چلی آئی۔ اس کا ارادہ شامیر کے نام میل لکھنے کا تھا مگر یہ اتفاق تھا کہ شامیر آن لائن تھا۔ ارما نے بے سوچے سمجھے اسے ہیلو کہہ دیا۔ جواب فوری آیا تھا، اس نے وہی پوچھا، جو اسے پوچھنا چاہئے تھا۔

''ناراض ہو اب تک؟''

''نہیں، ناراضگی کیسی؟'' ارما کا شکوہ سامنے تھا۔ ٹائم پاس کرنے والے کے لئے کسی کے جذبات و احساسات کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔''

وہ بے حساب شرمندہ ہوا۔ ''ایم سوری، میں نے تمہارا دل توڑا مگر خدا کی قسم، وہ سب مذاق تھا، ارما! تم منال کے منگیتر کی بات کر رہی تھیں تو مجھے بھی شوخی سوجھی، سو میں نے یونہی ایک شوشہ چھوڑ دیا تھا۔ اب مجھے کیا معلوم تھا، تم اسے دل پر لے جاؤ گی۔ میں شرمندہ ہوں یار! میری بات مان لو ارما! اپنا دل صاف کر لو۔ وہ صرف ایک شرارت تھی۔ ورنہ سچ یہ ہے، میرا دل تمہارے لئے بہت مختلف انداز میں سوچتا ہے اور میرے لئے تمہارے جذبات اور احساسات بہت معنی رکھتے ہیں۔ میں اپنے کہے پر شرمسار ہوں، اب تم بھی خفگی بھول کر وقت کو بدل ڈالو۔''

''وقت بدلنے سے کچھ نہیں ہوتا، شامیر صاحب! اصل فرق دل کے اندر ہونے والی

تبدیلی سے پیدا ہوتا ہے۔ آپ نے جو کہا، وہی سچ تھا۔ میرا آپ سے کوئی افیئر ہو گا، مجھے یہ بات ہضم نہیں ہوئی۔ بخدا، میں آپ کو اپنا دوست سمجھتی تھی، مگر آپ نے دوستی کا لحاظ بھی نہ کیا۔''

''دیکھو، اب تم غلط بات کر رہی ہو ارما! یہ زیادتی ہے۔'' اس کا احتجاج فوری تھا۔ ارما کچھ محتاط ہو گئی۔

''کیسی زیادتی؟''

''یہی کہ تم مجھے صرف ایک اچھا دوست سمجھتی ہو۔''

''ہاں بالکل۔'' اس نے فوراً اقرار کیا۔ ''جس سے کوئی افیئر نہ ہو، وہ دوست ہی ہوتا ہے شامیر صاحب!''

''لیکن محبت اور افیئر میں فرق ہوتا ہے ارما! کیا تمہیں میری دوستی میں محبت کا فرق محسوس نہیں ہوا؟''

''کک.....کیا مطلب؟'' وہ گھبرا گئی۔

''اب میں مطلب بھی سمجھاؤں؟'' وہ جیسے جز بز ہوا۔ ارما کے ہاتھ کانپنے لگے۔

''دیکھئے، مجھے واقعی آپ کی کوئی بات سمجھ نہیں آ رہی۔''

''اوہ، آج کیا ہوا؟ کیا اب بھی بدگمان ہو مجھ سے؟''

''نن.....نہیں تو۔ میں پہلے بھی بدگمان نہیں تھی آپ سے، مگر.....مگر آپ کی ایسی باتیں.....''

''میری باتوں کو سمجھنے کی کوشش کرو، ارما! محبت ایک ایسے احساس کے مانند ہے، جو دل کو چھو لے تو رگ رگ میں اُتر جاتی ہے۔ میں کیا مزید وضاحت کروں ارما؟''

شاید وہ جذباتی ہو گیا تھا۔ ارما کے وجود میں سنسنی سی جاگ اُٹھی۔ وہ یک دم نروس سی ہو گئی۔ ہاتھ پاؤں برف ہو گئے۔ اس سے جواباً کچھ بھی لکھا نہ جا سکا۔ تب ادھر سے ایک لمبی وضاحت چلی آئی۔

''میں احساس کی شدت کو محبت سمجھتا ہوں ارما! ایک ایسی محبت جو سب کچھ بھلا دے۔ تمہاری ناراضگی نے آج مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں کھل کر اظہار کر دوں۔ تمہیں میرے کہے پر اعتبار کرنا ہو گا۔ تم میرے دل کے بہت قریب ہو ارما! یہ قربت، یہ نزدیکی تمہیں اپنائیت کا احساس بخش سکتی ہے۔ مگر کیا کروں، تم توجہ نہیں دیتیں۔ سچ کہوں ارما! مجھے زندگی کے ساتھی کے طور پر جیسی لڑکی چاہئے، وہ تم ہو ارما! صرف تم۔ میں آج تم سے اپنی چاہت کا جواب چاہتا ہوں۔ پلیز، کچھ کہو ارما! ورنہ میرا دل ٹوٹ جائے گا۔''

ارما کے وجود میں جیسے دھواں سا بھر گیا۔ ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا۔ حواس معطل اور بدن میں کپکپاہٹ سی جاگ اُٹھی۔ وہ یہ کیا لکھ بیٹھا تھا، کیسی باتیں تھیں کہ جنہیں آنکھیں پڑھ رہی تھیں۔ ذہن سمجھ رہا تھا، مگر پھر بھی کچھ پلّے نہ پڑ رہا تھا۔ وہ جو آج سارا کھیل ختم کرنے کو

آئی تھی، اب دھڑکنوں کے زیر و بم کو سنبھال رہی تھی۔ شامیر نے ہوا کا رخ ہی بدل ڈالا تھا۔ وہ کھیل جس میں منال نے اسے سنجیدہ نہ ہونے کی تاکید کی تھی، وہ کھیل اپنی حدود و قیود سے نکل کر ایک نئے رنگ میں سامنے آ رہا تھا اور وہ رنگ دل کو اتنے بھلے لگ رہے تھے کہ ارما انہیں اپنے وجود میں جذب ہونے سے روک نہیں پا رہی تھی۔ محبت کے وہ روپہلے رنگ ایک خوشگوار پھوار کی صورت اسے اپنے رنگ میں رنگتے جا رہے تھے۔ شاید اس پل وہ اسی بوچھاڑ میں بھیگنا چاہتی تھی۔ وہ ساکت و جامد انداز میں بیٹھی شامیر کے لکھے کو بار بار پڑھ رہی تھی اور اس پڑھنے میں دل کی دھک دھک ایک انوکھا راگ الاپتی محسوس ہو رہی تھی۔ دل یوں جھوم رہا تھا، جیسے یہی سب سننے کا خواہش مند ہو۔ اسے ہر گزرتی ساعت کا احساس بھول گیا ہو۔

''کم آن، ارما! جواب تو دو نا۔ اگر آج تم چپ رہیں تو یہ رابطہ ہمیشہ کے لئے ٹوٹ جائے گا۔ آئی سوئیر، میں اٹھ کر ابھی چلا جاؤں گا۔'' اس کا اصرار، ارما کو پریشرائز کر رہا تھا۔ اسے ایک جھرجھری سی آ گئی، وہ سنبھل کر بمشکل لکھ سکی۔

''اگر محبت احساس کی شدت کا نام ہے تو آپ کے اٹھ جانے سے یہ رابطہ کیسے ٹوٹ سکتا ہے؟ یہ کیسی محبت ہے شامیر؟ یہ کیسی احساس کی شدت ہے جو میری خوشی پر رابطہ ٹوٹ جانے کی دھمکی دے رہی ہے؟ آئی تھنک، آپ اب بھی سنجیدہ نہیں ہیں۔''

''اوہ مائی گاڈ!'' اس کا جواب فوری تھا۔ ''تم بہت حاضر جواب ہو ارما! میرے ہی لفظوں کو پکڑ کے مجھے پشیمان کر رہی ہو۔ اگین آئی ایم سوری، یہ رابطے ٹوٹنے والے نہیں ہیں۔ میں رہوں یا نہ رہوں، ہوا میں پھیلی یہ بازگشت بار بار تمہیں یہ احساس دلائے گی کہ مجھے تم سے محبت ہے، آئی لو یُو ارما! وِد مائی ہول ہارٹ اینڈ سول..... تم دیکھنا، میرا کہا تمہیں سکون سے بیٹھنے نہیں دے گا۔ تمہیں جواباً رابطہ بڑھانا ہی ہو گا۔ تمہیں محبت کا جواب محبت ہی سے دینا ہو گا ارما!''

ارما نے دھک دھک کرتی دھڑکن کے شور سے گھبرا کر فوری لکھا۔

''یہ رابطہ بحال رہے گا۔ مگر ایک شرط پر۔''

''مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے مائی ڈیئر! میں کسی آرگومنٹ کے بغیر ہی مان لوں گا۔''

''ابھی رکیے، مجھے اتنا فری ہینڈ دینے کی ضرورت نہیں، پہلے شرط سن لیجئے۔ کیونکہ کسی بھی شرط کو ماننے سے اس کا جاننا ضروری ہوتا ہے۔ ورنہ بعد میں پچھتاوے انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتے۔''

''او کے، تم کہو کیا شرط ہے تمہاری؟''

''شرط یہ ہے کہ آپ پوری سچائی سے اپنے بارے میں بتائیں گے، آپ کیسے ہیں، کون ہیں، کہاں رہتے ہیں، کیسی فیملی ہے آپ کی اور کتنے بہن بھائی ہیں، کیا کرتے ہیں، کیا کماتے ہیں؟ میری تسلی کے لئے آپ کو ارما نے بغیر پوری ایمان داری سے ان سوالات کا جواب دینا

ہو گا۔ میں ہاں کہنے سے پہلے آپ کے بارے میں ہر بات جاننا چاہتی ہوں۔''

''نیور مائنڈ۔ مجھے تمہارے کسی سوال پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تمہاری خاطر میں آج ہر سچ کہنے کو تیار ہوں۔ سنو ارما! میرے ڈیڈی بزنس کی دنیا کا ایک بڑا نام ہیں۔ ایک ایسا نام، جو ہماری فیملی کی پہچان ہے۔ ہمارے کاروبار کی ساکھ ہے۔ ایم بی اے کی ڈگری لینے کے بعد آج کل میں ڈیڈی کا بزنس سنبھال رہا ہوں۔ میرے ڈیڈی عموماً ملک سے باہر رہتے ہیں، سو ان کی غیر موجودگی میں پاکستان کے ہر بڑے شہر میں پھیلا ہمارا بزنس مجھے لک آفٹر کرنا پڑتا ہے۔ میری والدہ بہت ملنسار، خوش اخلاق اور پڑھی لکھی خاتون ہیں مگر افسوس! ڈیڈی سے ان کے بہت سے اختلافات ہیں۔ میرے ڈیڈی بے حد روایتی شوہر ہیں۔ ان کی سوچ، معیار اور نظریات بے حد Tipical ہیں۔ جب کہ ماما خاصی بالغ نظر اور حساس ہیں۔ ان دونوں کے پرسنل Differences میرے اور چھوٹی بہن کے لئے ہمیشہ اذیت کا باعث رہے ہیں۔

ہمارا بچپن دولت کی فراوانی کے باوجود ایک محرومی میں گزرا۔ ماما نے محبت کی انتہا کر دی، مگر ڈیڈی خود کو باپ ثابت نہ کر سکے۔ ہماری ولدیت میں ان کا نام ضرور موجود ہے، مگر ان کا وجود ہمارے لئے کسی اجنبی کے جیسا ہے۔ پھر بھی ڈیڈی ہماری زندگی کے ہر معاملے میں سیاہ و سفید کے مالک ہیں۔ ان کی مرضی اور اجازت کے بغیر میں اور میری بہن ایک قدم اٹھانے کی جرأت نہیں رکھتے۔

میری چھوٹی بہن ایم فل کر رہی ہے، اس کی شادی طے ہے۔ لڑکا میرے والد کی پسند اور ان کے دوست کا اکلوتا بیٹا ہے۔ بہن کا رشتہ طے کرتے ہوئے ڈیڈی نے ماما کو اس سارے معاملے سے دور رکھا ہے۔ وہ ہر کام اپنے موڈ اور مرضی کے مطابق کرنے کے عادی ہیں۔ انہوں نے اس شادی کے لئے اپنی بیوی کی کسی رائے کو جاننے کی کوشش نہیں کی۔ میں اور میری بہن ان کے آرڈرز پر 'یس سر' کہنے والی کٹھ پتلیاں ہیں۔ ماما ہم دونوں کی دوست ہیں۔ ان کی محبت نے ڈیڈی کی سخت مزاجی کو سہنے کے قابل ضرور بنایا، مگر دل میں ایک خلش بھی بھر دی۔

ارما! شاید وہ خلش تمہاری چاہت سے دُور ہو جائے۔ میں نے پوری سچائی کے ساتھ تمہیں ساری کہانی کہہ سنائی ہے۔ امید ہے، تمہیں اپنے ہر سوال کا جواب مل گیا ہو گا۔ اب بولو، کیا کہتی ہو؟ کیا ہمارا رابطہ بڑھے گا؟ کیا تم میری طرف اپنا ہاتھ بڑھاؤ گی؟..... اگر جواب ہاں میں ہے تو Display پر اپنی تصویر لگا دو۔ میں آج اپنی محبت کا چہرہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں اس لڑکی کو دیکھنے کا خواہش مند ہوں، جو خوب صورت لفظوں سے، اپنی برجستہ باتوں سے کسی خوشبو کی طرح میرے اندر اُتر گئی ہے..... کیا میں اُمید رکھوں کہ تم یہ خواہش پوری کرو گی، ارما؟..... کیا میں اپنی محبت کا دیدار کر سکتا ہوں؟''

ارما کے لبوں پر شرمیلی مسکان اُمڈ آئی۔ شاہ میر اس کی سوچ سے بڑھ کر تھا۔ اس کے لکھے ہر لفظ میں سچائی تھی۔ سو اب فیصلہ کرنا مشکل نہ رہا تھا۔ اس نے کسی توقف کے بغیر اس کی

خواہش کی تکمیل میں اپنی تصویر ڈس پلے پر سجا دی اور خود ایک سکون کے ساتھ کرسی کی پشت سے ٹِک گئی۔ اس پل نہ اسے ابو امی کی عزت یاد آئی تھی اور نہ عرفان بھائی کی غیرت و حمیت..... نہ ہی منال کی وہ نصیحتیں جو کل شام سے وہ بار بار کر رہی تھی۔ شامیر سے تعلق توڑنا، ارما کے لئے ممکن نہ رہا تھا کیونکہ بقول شامیر ''محبت احساس کا نام ہے اور احساس کی شدت ہی سے محبت وجود میں آتی ہے۔'' سو ارما نے اس کے الفاظ پر بھروسہ کر لیا تھا اور آج وہی شدت احساس بلا تامل اسے ایک بڑا فیصلہ کرنے پر مجبور کر گئی تھی۔

❁

موجیں ہوں پُرسکون تو گہرائیوں میں جھانک
طوفان بدل کے آتے ہیں صورت کبھی کبھی

منال کالج سے آتے ہی بستر پر لیٹ گئی تھی۔ سر درد کی شدت سے پھٹ رہا تھا۔ رات بھر کے رتجگے نے آنکھوں میں جیسے ایک جلن سی بھر دی تھی۔ کیمسٹری کا پرچہ اس کے حواس پر سوار تھا، سو رات پڑھائی کرتے گزری تھی شاید اسی لئے پیپر خلافِ توقع بہت اچھا ہو گیا تھا۔ ذہن پر پڑا بوجھ کم کرنے کی خاطر وہ اب کچھ ریلیکس ہونا چاہتی تھی۔ سو بازو آنکھوں پر رکھ کر چت لیٹ گئی۔ اس نے یونیفارم تبدیل کرنے کی بھی زحمت نہیں کی تھی۔

اسے لیٹے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ ارما کسی کام سے کمرے میں آئی تو منال کو دیکھ کر گھبرا گئی۔ لپکتے قدموں سے قریب آ کر بولی۔

''کیا بات ہے منال؟ طبیعت تو ٹھیک ہے نا تمہاری؟''

''میں ٹھیک ہوں یار! بس کچھ دیر سونا چاہتی ہوں۔'' اس نے کسلمندی سے کروٹ بدل لی۔

''کیوں؟'' ارما کی تشویش پہلے سے زیادہ تھی۔

منال جھنجلا اٹھی۔ ''اس 'کیوں' کا کیا مطلب؟ تم اچھی طرح جانتی ہو، ساری رات پڑھ پڑھ کے حالت غیر ہو گئی ہے میری۔ کیا اب میں کچھ دیر سو نہیں سکتی؟''

''ٹھیک ہے، مگر پہلے کچھ کھا تو لو۔ صبح بھی ناشتے کے بغیر کالج گئی تھیں۔''

''کھا لوں گی ارما! پلیز ابھی ڈسٹرب مت کرو۔ خدا کی قسم، آنکھوں میں اتنی مرچیں بھر گئی ہیں کہ پانی بہنے لگا ہے۔ کچھ دیر آنکھ لگ گئی تو کم سے کم مجھے اس تکلیف سے نجات مل جائے گی۔''

''چلو ٹھیک ہے۔'' ارما نے اس کا بازو چھوڑ دیا۔ ''تمہیں واقعی سو جانا چاہئے۔ کیونکہ پھر ایک نئی ٹینشن سر پر مسلط ہو جائے گی او، سے سہنے کے لئے تمہارا فریش ہونا بہت ضروری ہے۔''

''کیا مطلب؟'' منال بے اختیار اٹھ بیٹھی۔ ''کس ٹینشن کی بات کر رہی ہو ارما؟''

''آپا بیگم کی۔ صبح ان کا فون آیا تھا۔ محترمہ اب آیا ہی چاہتی ہیں۔ انہوں نے امی کو چار بجے آنے کا پیام دیا تھا اور چار بجنے والے ہیں۔''

''او گاڈ!'' منال روہانسی ہو گئی۔ ''اس کا مطلب ہے، میں کچھ دیر سکون سے سو بھی نہیں سکتی؟''

''کیوں نہیں سو سکتیں؟ سونے پر پابندی تھوڑی ہے؟ میں صرف اطلاع دینا چاہتی تھی۔ یقیناً حمزہ بھی اپنی بہن کے ساتھ ضرور آئیں گے۔ اس بہانے تم اپنے منگیتر سے بھی مل لینا۔'' ارما نے ہنس کر اسے چھیڑا تو وہ بے زار ہو کر اس پر چڑھ دوڑی۔

''بکو مت، ارما! میں اس وقت جس اذیت کا شکار ہوں، اس اذیت میں حمزہ کو بھی برداشت نہیں کر پاؤں گی۔ پھر اس کی آپا بیگم کے حضور بیٹھے رہنے کی ہمت کہاں سے لاؤں؟ اُف، کیسی بے ہودہ اطلاع دی ہے تم نے، ایمان سے پورے وجود میں کوفت سی بھر گئی ہے۔ کیمسٹری کا پرچہ کیا کم تھا ٹینشن دینے کے لئے جو یہ آپا بیگم بھی کسی ناگہانی عذاب کی طرح تشریف لا رہی ہیں؟ خدا جانے وہ کس قسم کے سوالات سے مجھے زِچ کریں گی۔''

''تمہیں زِچ ہونے کی ضرورت کیا ہے منال؟ سمپل طریقہ یہ ہے کہ ان کے ہر سوال کے جواب میں رسمی سی مسکراہٹ اپنے لبوں پر سجائے رکھنا۔ اگر کوئی سوال جواب طلب ہوا بھی تو فقط ہوں ہاں کر دینا۔''

''ہونہہ، ہوں..... ہاں۔'' وہ جل کر رہ گئی۔ ''اور وہ، جو سر پر سوار ہوں گے ماں بیٹا، ان دونوں کو کیسے مطمئن کروں گی؟ ادھر حمزہ کی آنکھوں سے مجھے سخت وحشت ہوتی ہے۔ سچ ارما! یہ جو محبت پاش نگاہیں ہوتی ہیں نا، وہ مجھے زہر لگتی ہیں۔ اور آج کل حمزہ کا تکنا اسی ضمن میں آتا ہے، جو میرے لئے کم سے کم ناقابلِ برداشت ہے۔ ایسا نہ ہو، آپا بیگم کی ساری کوفت میں اس بے چارے پر نکال دوں۔''

''ارے، ارے.....'' ارما نے حیرت سے اسے گھورا۔ ''کیا تم اس کی ماں بہن کے سامنے اپنی کوفت کا اظہار کرو گی؟ تم ہوش میں ہو نا منال؟ کیا منگنی تڑوانے کا ارادہ ہے؟''

''اُف ہائے، کب ٹوٹے گی یہ منگنی؟ اب تو شادی کے لالے پڑ گئے ہیں میری جان پر۔ آپا بیگم آج آ کر کسی قصائی کی طرح میرا جائزہ لیں گی اور فوراً میرے ذبح کئے جانے کی تاریخ فکسڈ کر دیں گی۔''

''کیوں بھئی، تم کوئی بکری ہو، جو وہ ذبح کرنے کا سوچیں گی؟''

''اور کیا، بکری ہی تو ہوں۔'' منال نے گہری سانس کے ساتھ اپنی بے کسی جتائی۔ ''بابا اور عرفان بھائی نے اپنی مرضی سے مجھے حمزہ کے کھونٹے سے باندھ دیا ہے، اب اس کی جب مرضی ذبح کا آرڈر دے دے۔''

''اُف اللہ! یہ کیسی باتیں کر رہی ہو منال؟ کسی نے سن لیا تو کیا کہے گا؟ پلیز، تم آج کسی

کو مت ستانا۔ ورنہ امی کو ٹیشن آ گیا تو آپا بیگم خود کسی مشکل میں نہ پڑ جائیں۔"

"ارے چھوڑو یار!" منال نے ارما کے خدشے کو سر جھٹک کر رد کر دیا۔ "تم کبھی نہیں سمجھو گی میری حالت کو۔ میں بہت پریشان ہوں ارما! ایک بات بتاؤ، کیا آپا کو آج ٹالا نہیں جا سکتا؟"

"نہیں منال! نیا نیا معاملہ ہے، بھلا ٹالا کیسے جا سکتا ہے؟" اس بار ارما سنجیدہ ہو گئی۔ منال کو سمجھاتے ہوئے بولی۔

"دیکھو، وہ شارجہ سے آئی ہیں، بھائی کی منگنی میں شرکت نہ کر سکیں، اسی لئے اب اس کی سسرال میں آ کر اپنی تسلی کرنا چاہتی ہیں۔ ویسے بھی انہوں نے حمزہ کو اپنا بیٹا بنا رکھا ہے۔ عمارہ بتا رہی تھی، ان کی اپنی اولاد نہیں ہے۔"

"اوہ..... تو پھر یہ کہو نا، وہ مجھے گود لینے آ رہی ہیں۔ اُف خدایا! یہ کیسی عذاب ناک صورتِ حال ہے۔" اس نے انتہائی بے چارگی سے اپنا سر ہاتھوں میں تھاما، جو درد کی شدت سے پھٹ رہا تھا۔ مگر ارما اس کی بات سن کر بے ساختہ ہنس پڑی۔

"پیاری منال! جو تمہاری عمر ہے نا، اس عمر میں لڑکیاں بہو بنائی جاتی ہیں، گود نہیں لی جاتیں۔ سو وہ حمزہ کی خاطر بڑا نیک شگون لے کر ہمارے یہاں تشریف لا رہی ہیں۔ تم حمزہ کی پسند ہو، سو وہ آج تمہیں حمزہ کی نظر سے ہی دیکھیں گی۔ بس تمہیں ہوشیار رہنا ہے۔"

"اُف، حمزہ!" منال نے کلس کر بلی کی طرح جیسے پنجے نکالے۔ "کاش! میں اس لڑکے کا کچھ کر سکتی۔"

"ہاہ!" اس نے دانت پیس کر اپنے غصے کا اظہار کیا اور اٹھ کر تیزی سے واش روم میں بند ہو گئی۔ اب سو کر کیا کرنا تھا۔ ساری نیند آپا بیگم کی آمد نے اُڑا دی تھی۔ سو غسل کرنے سے طبیعت فریش ہونے کا امکان تھا، سو وہ نہانے چلی آئی تھی۔

نیم گرم پانی کا غسل بھی اس کی کوفت کم نہیں کر سکتا تھا۔ اسی لئے آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر وہ اپنا سارا غصہ بھیگے بالوں پر نکال رہی تھی۔ جب ہی ارما کھانے کی ٹرے لئے کمرے میں داخل ہوئی۔ اسے بے زاری سے بال سلجھاتا دیکھ کر تیزی سے بولی۔

"ان بے چاروں کا کیا قصور ہے منال! وہ آپا بیگم تو نہیں ہیں جن پر اپنا غصہ نکال رہی ہو۔ ذرا ہاتھ میں پکڑا برش دیکھو، تم نے کتنے سارے بال توڑ ڈالے ہیں۔ آخر اپنا نقصان کیوں کر رہی ہو منال؟"

"ارما!" اس نے پلٹ کر بہن کی صورت دیکھی۔ "کیا ایسا نہیں ہو سکتا، آج انہیں آنے سے روک دیا جائے؟"

"نہیں۔" ارما نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔ "ایسا ممکن نہیں ہے۔ امی نے ڈنر کی زبردست تیاری کر لی ہے اور چائے کا اہتمام الگ ہے۔ وہ لوگ جب بھی آئے، دونوں طریقوں سے

مکھن لگانے کا انتظام پکا ہے۔"

"اُف، کیا مصیبت ہے۔" اس نے بال جھٹک کر کمر پر پھینکے اور برش ڈریسنگ ٹیبل پر پٹخ دیا۔ "میرا بس چلے تو لڑکیوں کی شادی پر پابندی لگا دوں۔ کم سے کم لڑکی کی تذلیل کے یہ سلسلے تو بند ہوں گے۔"

ارما اس کے نزدیک آ گئی۔ "تم کیوں اب تک موڈ آف کئے بیٹھی ہو منال؟ دیکھو میری بہن! منگنی ہو یا شادی، لڑکیوں کو سب کچھ سہنا پڑتا ہے۔ کیونکہ یہ عمر بھر کا معاملہ ہے۔ سوچ سمجھ کر ہی پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے۔ اور اس تکمیل میں کئی مراحل ایسے بھی آتے ہیں، جو لڑکی اور اس کے گھر والوں کو نہ چاہتے ہوئے بھی فیس کرنے پڑتے ہیں۔ یہ ایسا ہی کڑا مرحلہ ہے منال! سو خود کو کنٹرول میں رکھو، تمہارا اُلجھا انداز اور یہ بگڑے تیور حمزہ اور اس کی فیملی کو ناگواری میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ اور سنو، یہ بات تو طے تھی کہ آج نہیں تو کل، حمزہ کی آپا کو تمہیں دیکھنے آنا ہی تھا۔ پھر اتنا سینٹی مینٹل ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ آئیں گی، بیٹھ کر کچھ دیر گفتگو کریں گی اور چلی جائیں گی۔ کیا تم اتنی سی دیر کے لئے انہیں برداشت نہیں کر سکتیں؟"

"شاید انہیں برداشت کرنے کی ایک ہی صورت ہے اگر وہ تہذیب کے دائرے میں کر رہیں تو۔ ورنہ ان کے ذومعنی جملے یا نظروں کے تیر سہہ کر میرا ٹمپر لوز ہو گیا تو میں کچھ نہ کچھ بول بیٹھوں گی۔ پھر چاہے حمزہ برا مانے یا اس کی والدہ، مجھ سے ان کا نامناسب رویہ سہا نہیں جائے گا۔"

"افوہ! بالکل پاگل ہو تم۔ آپا بیگم پڑھی لکھی، سمجھ دار خاتون ہیں۔ انہیں بھلا کیا ضرورت پڑی ہے تم سے گندا سلوک کرنے کی؟ وہ ذومعنی گفتگو کریں یا تولتی نظروں سے دیکھیں، انہیں پھر بھی حمزہ کے سسرال میں اپنی موجودگی کا احساس رہے گا۔ دیکھنا، ان کا بے ہیویئر تم سے بے حد مشفقانہ ہو گا، نہ کہ تضحیک آمیز۔ مجھے یقین ہے، وہ تمہیں اپنے رویے اور مہذب گفتگو سے ضرور متاثر کریں گی۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" ارما کے سمجھانے پر منال حسب معمول جلد کنوینس ہو گئی۔ "میں کپڑے تبدیل کر لیتی ہوں، جب تک تم میرے لئے ایک کپ چائے لے آؤ تاکہ اس سر درد سے پیچھا چھوٹے۔ قسم سے، اب چکر بھی آنے لگے ہیں مجھ کو۔"

"میں چائے بھی لے آؤں گی، پہلے تم کھانا تو کھا لو۔ دیکھو، سب کچھ ٹھنڈا ہو گیا ہے۔" ارما نے ٹرے اس کے سامنے رکھ دی۔

"نہیں ارما! فی الحال میں کچھ کھا پی نہیں سکتی۔ وہ لوگ آ کر چلے جائیں تو تب ہی میرے حلق سے کچھ اُترے گا۔ تم جانتی ہو، اتنی ٹینشن اور آپا دھاپی کے ماحول میں مجھ سے کہاں کھایا جاتا ہے؟"

"پھر بھی، ایک دو نوالے ہی لے لو۔" ارما نے اصرار کیا تو وہ صاف منع کر گئی۔ "نہیں

ارما! ابھی قطعاً نہیں۔ میں کھانا رات کو کھاؤں گی، وہ بھی ان کے جانے کے بعد۔"

"چلو، جیسی تمہاری مرضی۔" اس نے ٹرے دوبارہ اٹھالی۔ ابھی کمرے سے نکلنے کو پلٹی ہی تھی کہ منال کی آواز نے اسے روک لیا۔

"اور ہاں، ارما! شامیر کو کوئی پیغام دیا ہے یا نہیں؟ کہیں اب تک اس کو لٹکائے تو نہیں بیٹھیں؟"

ارما کا دل دھک سے رہ گیا۔ ہاتھوں مین پکڑی ٹرے پر یکدم اس کی گرفت بڑھ گئی۔ وہ نظریں چرا کر دھیرے سے بولی۔ "دے دی ہے میں نے اسے ایک میسج، بلکہ خاصی لمبی Chit Chat کی ہے، شامیر سے۔ تم چاہو تو پڑھ سکتی ہو۔ میں نے ساری باتیں Safe کر دی تھیں۔"

"ارے یہ تو اچھا کیا۔ تم چائے لے آؤ، جب تک میں کمپیوٹر پر بیٹھتی ہوں۔" وہ فوراً ہی کرسی گھسیٹ کر مانیٹر کے آگے بیٹھ گئی۔ اس سے پہلے کہ منال کمپیوٹر آن کرتی، ارما کمرے سے باہر نکل آئی۔ شامیر کی باتیں کافی رنگین اور رومینٹک تھیں۔ منال اسے پڑھ کر جانے کیسا ری ایکٹ کرتی۔ اسے ڈر لگنے لگا، شاید منال کو وہ سب ہضم نہ ہوتا۔ وہ یقیناً برا مان سکتی تھی۔

مگر اب کیا ہوسکتا تھا؟ شامیر سے محبت کی تھی تو منال کو رازدار بنانا بھی بے حد ضروری تھا۔ ورنہ امی ابو اور عرفان بھائی کے سامنے جوابدہی کون کرتا۔ دائم اور منال کے سنگین معاملے کے بعد ارما کی کوئی حماقت بھی قابلِ قبول نہ تھی اور وہ یہ بات بہت اچھی طرح جانتی تھی۔

❁

خلافِ طبع ہو جاتی ہیں باتیں
خفا ہونے کی آخر بات کیا ہے
اسیری کی شکایت تو نہیں ہے
رہا ہونے کی آخر بات کیا ہے
میرا ہونا بھی جب ہونا نہیں ہے
تو پھر ہونے کی آخر بات کیا ہے

آپا بیگم کی گھر پر آمد ہونے تک ارما، منال سے دانستہ چھپنے کی کوشش کرتی رہی۔ اسے معلوم تھا، شامیر سے اس کی گفتگو کو پڑھ کر منال اس سے بہت سے سوالات کرنا چاہتی ہوگی۔ گھر کی فضا بہت مشکل سے خوشگواریت کی جانب پلٹی تھی۔ دائم کے نام پر منال نے جو ٹینشن اور پریشر سب کو دیا تھا، وہ اتنی جلدی بھلایا نہیں جاسکتا تھا۔ اس معاملے کو ٹھنڈا ہوئے ابھی کچھ ہی دن ہوئے تھے۔ ان حالات میں ارما کا بدلا روپ شاید کسی سے بھی سہا نہ جاتا۔ اللہ جانے کیا ہوگیا تھا ارما کو، وہ ہر اذیت اور عذاب میں گزرے روز و شب کو نظر میں رکھنے کے باوجود شامیر کی طرف کھنچی چلی گئی تھی۔ نہ صرف اس لڑکے کی چاہت قبول کر رہی تھی، بلکہ جواباً اسے

اپنی تصویر سے آشنا بھی کر بیٹھی تھی۔ گویا رضامندی کا بھرپور اظہار کر بیٹھی تھی۔

یہ کیا کر رہی تھی وہ؟..... منال کو کتنی دیر تک یقین نہ آیا تھا۔ وہ ڈس پلے پر لگی ارما کی مسکراتی تصویر کو دم سادھے دیکھتی رہ گئی تھی۔ یہ کیا کر ڈالا تھا اس نے۔ فون کرنے کے بعد یہ شاید اس کی دوسری بڑی غلطی تھی۔ اب وہ ہر زاویئے سے شامیر کے ساتھ اپنے اس نئے تعلق کو استوار کرتی لگ رہی تھی۔ صرف روبرو ملاقات ہونا رہ گئی تھی۔ سو منال کو اندیشہ تھا کہ ارما جذباتی ہو کر یہ غلط قدم نہ اٹھا بیٹھے۔ اُف! یہ کیسی عجب شرارت تھی، جو اس پل سنجیدگی کے دائرے میں مقید ہو کر رہ گئی تھی۔

منال کو آنے والے وقت سے خوف محسوس ہونے لگا۔ عرفان بھائی، منال کی دیدہ دلیری کو اب تلک معاف نہیں کر پائے تھے۔ کیا وہ ارما کی غلطی کو قبول کر سکتے تھے؟ اور ابو..... کیا انہیں اپنی دوسری بیٹی کا اتنا بولڈ قدم برداشت ہوسکتا تھا؟

اُف، نہیں میرے اللہ.....! منال کی روح بھی کپکپا اُٹھی۔ کیا قصور تھا ابو کا، جو ان کی دونوں بیٹیاں انہیں یوں دکھ دینے پر تل گئی تھیں۔ انہوں نے حضور پاک ﷺ کا واسطہ دے کر منال کو غلط راستے پر چلنے سے روک دیا تھا اور اپنی عزت کا واسطہ دے کر حمزہ سے رشتہ جوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ پھر ارما سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے بھی غلط راستے پر کیوں چل پڑی تھی۔ وہ کیوں ابو اور عرفان بھائی کی عزت داؤ پر لگانے کو تیار ہوگئی تھی۔

منال کے حواس گم تھے۔ دل جیسے بند ہونے پر چلا آیا تھا۔ اس کے پاس اپنے ہی سوالوں کا کوئی جواب نہیں تھا اور جسے جواب دینا تھے، وہ نظریں چرا کے چھپتی پھر رہی تھی۔ حالانکہ اس نے وعدہ کیا تھا منال سے کہ وہ شامیر کے دل کو توڑنے جیسا گناہ کبھی نہیں کرے گی، اسے سب کچھ سچ سچ بتا دے گی۔ یہ ساری چیٹنگ انجوائے منٹ کے زمرے میں تھی۔ صرف ایک کھیل تھا، جو اسے آگاہ کرنے کے بعد ختم ہو جانے والا تھا۔

لیکن اب..... مانیٹر کی زینت بنی وہ گفتگو آخر کیا تھی؟..... Chating کے نام پر اب یہ سب کیا ہو رہا تھا؟

شامیر محبت میں سنجیدہ ہو رہا تھا، سو تھا۔ مگر ارما کی سنجیدگی اس سے سوا تھی۔ محبت کی گرمی میں لپٹی وہ باتیں کسی شرارت کا حصہ نہیں تھیں، یہ صریحاً محبت کرنے والے دو دلوں کی پُرگداز گفتگو تھی، جو گرمجوشی اور رضامندی کے احساس کو اجاگر کر رہی تھی۔

ارما نے شامیر کے اصرار پر اپنی تصویر Display پر سجا دی تھی۔ صرف یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ ہر طرح کا رابطہ بڑھانے پر آمادہ تھی۔ اس نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے شامیر کو اس کی محبت کا چہرہ دکھا دیا تھا۔

"اوہ مائی گاڈ!" منال نے دُکھتے سر کو زور سے جھٹکا۔ "واٹ دی ہیل از ہیپننگ؟ یہ کیا ہو رہا ہے اس گھر میں؟ ارما طوفان نہیں، قیامت لانے کا ارادہ کئے بیٹھی ہے اور اگر..... اگر یہ

قیامت آ گئی تو؟''

نہیں، نہیں.....وہ بے اختیار کمپیوٹر کے آگے سے اٹھ گئی۔ مجھے ارما کو روکنا ہوگا۔ مجھے اپنی بہن کو ساری اونچ نیچ سمجھانی ہوگی، اسے میری کی ہوئی غلطی کو دہرانا نہیں چاہئے۔ وہ میری غلطی ہرگز نہیں دہرائے گی۔ بے شک شامیر بہت اچھا لڑکا ہے، بے حد ویل آف فیملی سے تعلق رکھتا ہے، پڑھا لکھا، مہذب اور ذمہ دار انسان ہے۔ پھر بھی اپنے باپ کے سامنے کوئی پوزیشن نہیں رکھتا۔ اس نے کتنی صاف گوئی سے ارما کو یہ کہہ دیا کہ اس کے اور دیگر فیملی ممبرز کے معاملات میں اس کا باپ اتنا زیادہ انوالو ہے کہ چاہ کر بھی کوئی ایک ان کی مرضی کے خلاف جانے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ اس نے خود کو کٹھ پتلی کہہ کر بات کی ہے تو صاف ہے کہ جس کی ڈور کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہو، وہ اس ہاتھ کے اشارے کا غلام ہے۔ سو جیسا اشارہ ملے گا، ویسا ہی رسپانس بھی دینا ہوگا۔ پھر.....پھر ایسے لاچار اور مجبور بندے سے تعلق جوڑ کر ارما کو کیا ملے گا؟

اُف، وہ لڑکی ایک ہی بڑی غلطی کرنے جا رہی ہے۔ مجھے اسے روکنا ہوگا۔ مجھے ارما کو ہر ممکن طریقے سے اس غلطی سے باز رکھنا ہوگا۔ ورنہ وہ منہ کے بل گرے گی اور گرے ہوئے کو اٹھانا کتنا کٹھن کام ہے۔ ایسا بندہ جگ ہنسائی کا سبب بنتا ہے اور سب کی نظروں میں اپنا مقام کھو دیتا ہے۔

نہیں، نہیں.....اس نے بے قراری سے کمرے میں چکراتے ہوئے اپنی سوچ کو رد کیا۔ میں ارما کو گرنے نہیں دوں گی۔ میں اس کی اور گھر کے ہر فرد کی عزت کو تماشا بننے نہیں دوں گی۔ مجھے ارما کو روکنا ہوگا۔ اسے شامیر کی محبت سے دور کرنا ہوگا۔ ورنہ.....ورنہ.....وہ بے بسی سے بستر پر بیٹھ گئی۔ اس کے سر پر دھماکے ہو رہے تھے اور چہرہ زرد تھا۔

❁❁❁

اور جب ارما، آپا بیگم کی آمد کے ساتھ ہی منال کو بلانے کے لئے کمرے میں آئی تو اس نے بہن کی کلائی گھسیٹ کر اسے بستر پر دھکیل دیا۔ ارما کو منال سے ایسی کسی حرکت کی توقع نہیں تھی۔ وہ اپنی جھونک میں لڑکھڑا کر آگے کو گری، پھر بہ مشکل سنبھل کر غصے سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

''کیا پاگل ہوگئی ہو منال؟ میں آپا بیگم کی آمد کا بتانے آئی ہوں اور تم مجھے یوں.....''

''ارے مٹی ڈالو، آپا بیگم پر۔'' وہ جیسے سلگ اٹھی۔ ''پہلے مجھے میری بات کا جواب دو، ارما! کیا تم سچ مچ شامیر سے محبت کرتی ہو؟''

ارما کا رنگ سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں اُڑا۔ وہ فق چہرے کے ساتھ رخ موڑ کر گھبراہٹ سے بولی۔ ''یہ ان باتوں کا وقت نہیں ہے منال! اس وقت حمزہ اور اس کی فیملی کی خاطر تواضع کرنا ضروری ہے۔ اس لئے پلیز! تم تیار ہو کر نیچے ڈرائنگ روم میں آ جاؤ، وہ سب وہیں بیٹھے ہیں۔ اور ہاں، آج حمزہ کے ساتھ دائم بھی آیا ہے، تم ذرا ہوشیار رہنا۔''

''کیا مطلب؟'' منال پر جیسے کوئی بجلی گری تھی۔ وہ سب کچھ بھول کر تیزی سے بولی۔ ''وہ.....وہ یہاں کیوں آیا؟''

''مجھے کیا پتہ، میں بھی اسے دیکھ کر دنگ رہ گئی۔ لیکن منال! وعدہ کرو مجھ سے، تم اس کے سامنے کوئی بھی غلط حرکت نہیں کرو گی۔''

''غلط حرکت؟'' منال کی مسکراہٹ میں بے حد آگ تھی۔ ''یہ تم کہہ رہی ہو ارما؟ میری غلطی اور اس کے نتیجے میں ہونے والی تفتیش کے بعد تم خود غلط حرکتیں کرنے کا گناہ کر رہی ہو۔ کیا مجھ سے وعدہ لیتے ہوئے تمہیں ذرا سی ہچکچاہٹ بھی نہیں ہے؟ بولو ارما!''

''دیکھو منال!'' ارما نے دھک دھک کرتے دل کے باوجود سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ ''میں نے کہا ہے نا، ہم اس موضوع پر بعد میں بات کریں گے، فی الحال تم آنے والے مہمانوں کا خیال کرو اور تیار ہو کر.....''

''آئی سے، شٹ اپ ارما!'' منال نے تیز آواز سے اس کی بات کاٹ ڈالی۔ ''اس موضوع پر بعد میں بات ہو یا نہ ہو، مگر فی الوقت تمہیں میرے پوچھے گئے سوال کا جواب ہر

صورت دینا ہوگا۔ جلدی بولو، تم شامیر سے محبت کرتی ہو یا نہیں؟''

''ہاں کرتی ہوں۔'' وہ ایک توقف سے بولی تو منال کے سر پر جیسے بم پھوٹا تھا۔

''کیا کہا تم نے؟..... کیا تم نے ہاں کہا ہے، ارما؟''

''ہاں..... میرا جواب اثبات میں ہے۔'' ارما کا انداز بے حد پُرسکون تھا۔ ''اب پلیز کچھ دیر کے لئے یہ قصہ بھول جاؤ۔ اس وقت جو لوگ اہم ہیں، صرف ان کے بارے میں سوچو، انہیں کوئی بات بری لگ گئی تو خوامخواہ خفا ہو جائیں گی۔''

''اور تم سے کون کون خفا ہو جائے گا، ارما! کیا تم نے یہ بھی سوچا ہے؟'' منال کا سوال برجستہ تھا۔ وہ اب تک حواس باختہ تھی۔ ارما کا قرار اس کے حواس معطل کر گیا تھا۔ ادھر ارما نے پلٹ کر ایک تیز نگاہ منال پر ڈالی۔

''مجھ سے جو خفا ہوگا، میں اسے دیکھ لوں گی۔ تم صرف اپنی بات کرو، تمہاری ناراضگی مجھ سے ہے تو جائز ہے۔ میں اپنی صفائی میں بہت کچھ کہنا چاہتی ہوں منال! تم وہ بعد میں سن لینا، ابھی تیار ہو کر نیچے آ جاؤ۔ میں امی کا پیام تم تک پہنچانے کے لئے بار بار نہیں آ سکتی۔ میرا اور تمہارا منظر سے غائب رہنا آپا بیگم کو تشویش میں ڈال سکتا ہے۔''

وہ اپنی بات کہہ کر کمرے سے نکل گئی۔ منال کی حالت غیر ہو گئی۔ پورے وجود میں جیسے سناٹا اُتر آیا تھا۔ سر کے اندر ہونے والے دھماکے اب ٹیسوں کی صورت درد کا شدید احساس جگا رہے تھے۔ اسے لگا، وہ نروس بریک ڈاؤن کا شکار ہو جائے گی۔ خوف اور فکر نے مل کر اس کے اعصاب پر بوجھ ڈال دیا تھا۔ وہ ساکت کھڑی تھی۔ ارما کی خودسری نے اسے ایک نئے ہنگامے کی اطلاع دے ڈالی تھی۔

وہ بے زاری سے تیار ہو کر لشتم پشتم نیچے اتری تو سب سے پہلے دائم سے نظریں چار ہوئیں۔ منال کے سر میں دھواں بھر گیا۔ وہ پہلے سے کہیں زیادہ ٹینس ہو گئی۔ دل کو ایک عجیب سے احساس نے جکڑ لیا۔ وہ بے چارگی سے سر جھکا گئی۔

''یہ شخص میرے لئے کوئی بڑی تباہی لے کر ضرور آئے گا۔'' اس کی سوچ نے جیسے اندر ہی اندر اسے مزید خوف زدہ کر ڈالا۔

''ہائے منال! کیسی ہو؟'' اچانک عمارہ اس کے گلے آ لگی۔ اسے قریب دیکھ کر منال بری طرح چونکی۔

''تم..... تم کب آئیں؟''

''ابھی آئی ہوں، حمزہ بھائی کے ساتھ۔ ان کا اصرار تھا، خوشی کے اس موقع پر ان کے دوست دائم کی طرح میں بھی تمہاری دوست کی حیثیت سے شامل حال رہوں۔ سو تمہاری خوشیوں کو بڑھانے کی خاطر چلی آئی ہوں۔'' اس کا شوخ انداز بھی کے ہونٹوں پر چمکیلی مسکان بکھیر گیا۔ مگر منال کے لبوں پر ہنسی کی رمق بھی نہ چمکی۔ اس پل اس کی سنجیدگی کو سبھی نے محسوس

کیا۔

''منال! ادھر آؤ بیٹا!'' امی کی آواز نے اس کی توجہ اپنی جانب کھینچی تو وہ عمارہ سے ہاتھ چھڑا کر ان کی طرف چلی آئی۔ حمزہ کی امی اور آپا بیگم ساتھ ساتھ بیٹھی تھیں۔ منال نے ایک اچٹتی نظر ان دونوں پر ڈالی اور سر جھکا لیا۔

تحریم یعنی حمزہ کی آپا خاصی اسمارٹ اور ویل ڈریسڈ خاتون تھیں۔ سلکی گرے ساڑھی کے ساتھ ویلوٹ کا کالا بلاؤز زیب تن کئے وہ سلور چمکتی جیولری کے ہمراہ خاصا خوشگوار تاثر دیتی لگ رہی تھیں۔ متناسب جسم اور اٹھے نقش کی حامل اس مڈل ایج خاتون پر آپا بیگم جیسا لقب کسی Angle سے سوٹ نہیں کر رہا تھا۔ انہیں کسی اچھے نام سے موسوم ہونا چاہئے تھا۔ وہ اپنی ظاہری شخصیت سے ہی خاصی سمجھ دار، ملنسار اور خوش اخلاق دکھائی دے رہی تھی۔

''تحریم! یہ ہماری منال ہے۔'' امی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر آپا بیگم کے مقابل کھڑا کر دیا۔ اسے یکدم اپنی توہین محسوس ہوئی۔ امی کا اس طرح تعارف کروانا منال کو انتہائی ناگوار گزرا۔ اسے لگا، جیسے وہ کسی شوپیس کے طور پر ان کے حضور پیش کی جا رہی ہو۔

''آپ غلط کہہ رہی ہیں، آنٹی!'' آپا بیگم اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بے حد سنجیدگی سے بولیں۔ ''آپ کو کہنا چاہئے، یہ آپ کی منال ہے۔''

''ہاں، اب ہماری کہاں رہی؟ آپ ہی کی منال ہے۔'' امی کی مسکراہٹ میں ایک درد چھپا تھا۔ منال نے نگاہ اٹھا کر انہیں دیکھا، وہ بے حد ملول سی تھیں، دل کا ٹکڑا اس طرح کسی دوسرے کو سونپ دینا آسان تو نہیں۔ منال کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ ادھر ارما کی بے چینی حد سے سوا تھی۔ آپا بیگم کا پہلا جواب ہی منال کو اُکسا سکتا تھا۔ وہ لڑکی ارما کو پہلے ہی باور کرا چکی تھی کہ وہ آپا بیگم کی ذومعنی گفتگو کو سہہ نہیں پائے گی۔ اس سے پہلے کہ وہ منال کو صبر کرنے کا اشارہ کرتی، آپا بیگم نے اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں منال کا چہرہ کسی پھول کی طرح بھرا اور سرزنش کرتے ہوئے بولیں۔ ''اپنے بڑوں کو سلام نہیں کرتیں؟''

منال کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔ جھینپ کر ہولے سے کہہ گئی۔ ''السلام علیکم!''

''وعلیکم السلام! جانتی ہو، میں کون ہوں؟'' وہ اسے ایک ٹک دیکھ رہی تھیں۔

''جی۔'' منال نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ ''جی، اب جان گئی ہوں۔''

اس کا انداز ذومعنی تھا۔ حمزہ کے ہونٹوں پر بے ساختہ ہنسی اور آپا بیگم کے ماتھے پر شکنیں نمودار ہوئیں۔ ادھر دائم نے بے اختیار اپنی جگہ پر پہلو بدلا تھا۔ یہ لڑکی کچھ نہ کچھ غلط کرے گی۔ اس کی سوچ اس کے اختیار سے باہر تھی۔ اس پل عرفان کے گھر پر اپنی موجودگی اسے انتہائی مہمل لگی۔ وہ قطعاً آنا نہیں چاہتا تھا، مگر دوستی کے تقاضے نبھانے کو حمزہ نے اسے یہاں لا پھنسایا تھا۔ چاہ کر بھی وہ حمزہ کی خوشی کی خاطر انکار کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اسے منال کی جسارت اور شدت پسند طبیعت سے بہت ڈر لگنے لگا تھا۔ دائم جانتا تھا، منگنی کے باوجود وہ لڑکی اب بھی

دل کے کسی گوشے میں اس کا خیال محفوظ کئے ہوئے تھی۔ چند دن پہلے منگنی کی تقریب میں سب کے درمیان منال نے اس کا ہاتھ جس جرأت اور بے ساختگی سے پکڑا تھا، وہ بے ساختگی دائم کو بہت کچھ واضح طور پر سمجھا گئی تھی۔ دائم کا سکون ایک بار پھر بھک سے اُڑ گیا تھا۔ وہ بے چارہ، منال کے رویّے پر اس قدر ڈسٹرب ہو گیا تھا کہ اب اپنی منگیتر سندس سے بات کرتے بھی ہچکچانے لگا تھا۔ سندس سے کی جانے والی محبت اس کے لئے جیسے آزمائش بن گئی تھی اور وہ آزمائش، دائم کا سُکھ چین اُڑا لے گئی تھی۔ اب وہ خود اُلجھنے لگا تھا اور اس اُلجھاؤ کی وجہ صرف ایک ذات تھی۔ منال کی ذات۔ جو اس نازک وقت میں آپا بیگم کو بھی زِچ سا کر گئی تھی۔ اس کا جواب انہیں ہضم نہیں ہوا تھا۔ شاید اسی لئے وہ نروٹھے پن سے بولیں۔ ''کیا جان گئی ہو تم؟ ذرا کھل کر کہنا۔''

''یہی کہ آپ اس کی دوسری ساس ہیں۔'' ارما نے ہنستے ہوئے بات کا رخ بدلا تو آپا بیگم بل کھا کر رہ گئیں۔ مگر ارما نے پروا نہیں کی، منال کو دیکھ کر بولی۔

''کیوں منال! یہی کہا تھا نا میں نے کہ حمزہ اپنی امی کے علاوہ آپا کے بھی بیٹے ہیں۔''

منال بے ساختہ مسکرائی۔ ارما کی مداخلت نے بات کو بگڑنے نہیں دیا تھا۔ آپا بیگم اس کے آخری جملے پر ہنس دیں اور ارما کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

''خاصی ہوشیار ہو تم۔ بہن کو بچا لے گئیں۔ ورنہ سچ یہ ہے، ارما! منال کچھ اور کہنا چاہتی تھی۔''

''ارے نہیں آپا!'' حمزہ نے فوراً اس کا دفاع کیا۔ ''منال فطرتاً شوخ ہے، وہ تھوڑا زِچ کرنے کے بعد دوستی کا ہاتھ بڑھاتی ہے۔ اور میں آپ کو بتاؤں، اس کی دوستی بے حد پائیدار ہوتی ہے۔ شی از رئیلی اے گڈ فرینڈ فار لائف۔''

''اوہ..... از اِٹ ٹرو، منال؟'' آپا بیگم نے بھائی کی بات سن کر منال کو دوبارہ دیکھا۔

''مے بی۔'' وہ مسکرائی۔ ''حمزہ کہہ رہے ہیں تو ٹھیک ہی کہہ رہے ہوں گے۔ میں سچ جھوٹ کا فیصلہ نہیں کر سکتی۔''

وہ بولی بھی تو کیا۔ امی کو اس کے جواب پر بے حد غصہ آیا۔ ادھر آپا بیگم کی مسکراہٹ لبوں پر دوبارہ منجمد ہو گئی۔ بھائی کی طرف مڑ کر رسان سے بولیں۔

''ٹو بی ویری فرینک، حمزہ ڈیئر! تمہاری چوائس خاصی منفرد ہے۔ مجھے لگتا ہے، یہ پسند تمہیں کوئی سبق ضرور سکھائے گی۔''

''حمزہ سبق سیکھ چکا ہے آپا! اور منگنی اسی سبق کے نتیجے کا اعلان ہے۔ کیوں حمزہ؟'' دائم نے شوخی سے دوست کو چھیڑا تو منال کچھ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔ اس کی شوخی غیر ارادی طور پر منال اور حمزہ کی پوزیشن کو سپورٹ کر رہی تھی۔

حمزہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔ تب اس کی امی نے منال کو محبت سے اپنے پہلو میں سمیٹ لیا

اور بانہوں کے گھیرے میں لے کر بولیں۔

''یہ ہمارے گھر کی بہو رانی ہے، تحریم! تم منال سے شاکی مت ہونا۔''

''ارے نہیں امی! حمزہ کی چوائس میرے لئے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ بھلا میں کیوں شاکی ہونے لگی؟'' آپا بیگم نے ماں کے شکوے کو محسوس کر کے فوری کہا اور منال کے ماتھے پر مہرِ محبت ثبت کر کے اسے سدا سکھی رہنے کی دعا دے ڈالی۔

''حمزہ! ذرا پاس آؤ بیٹا!'' انہوں نے پلٹ کر بھائی کو پکارا تو حمزہ نزدیک آ کر کھڑا ہو گیا۔

''یہ لو۔'' انہوں نے اپنے بیگ سے ایک مخملی ڈبیہ نکال کر بہت خوب صورت انگوٹھی نکالی اور حمزہ کے ہاتھ میں تھما کر بولیں۔ ''میری طرف سے بہو کے ہاتھ میں پہنا دو۔ مگر یاد رکھنا، یہ امی سے زیادہ میری بہو کہلائے گی۔''

''ضرور آپا! مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' حمزہ کی سعادت مندی اس کی مسکراہٹ میں بھی واضح تھی۔ سبھی بے اختیار ہنس پڑے۔

''ٹھہرو تحریم!'' اچانک امی نے مداخلت کی، آگے بڑھ کر بولیں۔ ''منگنی کی رسم ہو چکی ہے بیٹا! تمہاری امی، منال کو انگوٹھی پہنا چکی ہیں۔''

''میں جانتی ہوں آنٹی! یہ رِنگ میری طرف سے ہے۔ چونکہ میں منگنی میں شریک نہ ہو سکی تھی، اس لئے اپنی خوشی کی خاطر یہ رسم دوبارہ کر رہی ہوں۔'' آپا بیگم نے خوش دلی سے وضاحت کی تو امی کچھ چپ سی ہو گئیں۔ مگر عمارہ مسکرا کر بولی۔

''پھر حمزہ بھائی کو بھی ایک انگوٹھی اور ملنی چاہئے۔ کیوں حمزہ بھائی؟ دو مائیں اور دو منگنیاں ہوں گی تو انگوٹھیاں بھی دو ہی ہونی چاہئیں۔''

''اوہ نو عمارہ! کیوں میرا بُرا چاہ رہی ہو؟ رئیلی آئی ہیٹ اینی کائنڈ آف رِنگ۔'' حمزہ نے جیسے جھلاہٹ کا اظہار کیا تو وہ کھلکھلا کے ہنس پڑی۔

''میرا خیال ہے منال! اب تمہیں برا مان جانا چاہئے۔ حمزہ تمہاری جانب سے ملنے والی دوسری انگوٹھی ٹھکرا رہے ہیں۔ اینی کائنڈ آف رِنگ میں وہ انگوٹھی بھی شامل ہے، جو حمزہ منگنی کے نام پر پہن چکے ہیں۔ انہیں وہ گولڈ رِنگ پسند نہیں آیا۔''

''ارے، یہ تم کیا کہہ رہی ہو بیٹی؟'' حمزہ کی امی نے گھبرا کر اسے ٹوکا۔ ''ایک وہی انگوٹھی تو حمزہ کو پسند آئی ہے۔ دیکھو، اس نے اب تک اپنی انگلی میں پہن رکھی ہے۔''

''واؤ.....! پھر تو منال قابلِ تحسین ہے کہ حمزہ کی نفرت، منگنی کی انگوٹھی سے چاہت میں بدل دی۔'' یہ دائم تھا۔ منال نے سر اٹھا کر دوبارہ اسے دیکھا۔ وہ منال کی گہری نظر خود پر جمی دیکھ کر قدرے سنجیدہ ہو گیا۔ مگر سب زور سے ہنس دیئے۔

''آپ ٹھیک کہتے ہیں دائم بھائی! منال کو دوسروں کا ذوق بدلنا آتا ہے۔ حمزہ بھائی! اپنی خیر منائیں کہ آنے والا وقت منال کی پسند کو ان کے بہت قریب لے آئے گا۔'' ارما نے اس کی

سنجیدگی بھانپ کر جیسے اسے سہارا دیا۔ دائم مسکرا دیا۔ ارما کے Push کرنے پر خوش دلی سے بولا۔

''قریب تو وہ اب بھی ہیں۔ ذرا دیکھو ارما!'' حمزہ دانستہ منال کے پاس کھڑا تھا۔

''پاس تو آپ بھی بہت ہیں دائم! مگر دُور جانے کیوں کھڑے ہیں۔ کم سے کم دوست کا ساتھ تو دیجئے، وہ آپ کو یقیناً اپنی مدد کے لئے لائے ہوں گے۔ پھر آپ فاصلوں پر رہ کر چھیڑ خانی کیوں کر رہے ہیں؟'' منال کا سوال بے حد غیر متوقع تھا۔ دائم کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔ ادھر ارما اور عمارہ ایک دوسرے کی صورت تکنے لگیں۔ منال کی بات بے حد ذومعنی تھی۔ وہ دونوں اس کے لفظی مطلب میں چھپے اصل مفہوم کو جان گئی تھیں، مگر حمزہ کچھ نہ سمجھا، ہنس کر دائم کا ہاتھ کھینچتا ہوا بولا۔

''تم بھی پاس آ جاؤ یار! ورنہ ہماری منگیتر صاحبہ تمہارا چالان کر دیں گی۔''

دائم کے جبڑے بھنچ گئے۔ وہ اس پل اس قدر پریشر میں تھا کہ امی کے ساتھ حمزہ کی والدہ اور آپا بیگم کی گہری نظر بس اس کے چہرے کا رنگ بدلتا محسوس کر رہی تھیں۔ وہ اب تلک اپنی جگہ ساکت تھا۔

''ارے، آؤ نا یار!'' حمزہ کی آواز نے جیسے اسے ہوش دلایا۔ ''میری کچھ مدد کرو، ورنہ یہ لڑکیاں میرا بھرکس بنا دیں گی۔'' دائم مرے ہوئے قدموں سے آگے چلا آیا۔ اس کے چہرے کا تاثر بگڑا ہوا تھا۔

''کیوں جی، اب پہنا دوں یہ انگوٹھی؟'' حمزہ نے جھک کر بڑی شریر نگاہوں سے منال کا چہرہ دیکھا۔ وہ شرمیلی مسکان کے ساتھ چہرہ جھکا گئی۔ دائم کو سب کے درمیان یوں زِچ ہوتا دیکھ کر اسے بہت سکون ملا تھا۔ جس شخص کی وجہ سے وہ خود اذیت کا شکار تھی، اسے سکون کے حصار میں کیسے دیکھ سکتی تھی؟ اس نے سب کے بیچ بیٹھ کر بھی دائم کو خطرے کا احساس دلا دیا تھا۔

حمزہ نے منال کی حیا پر نثار ہو کر آپا بیگم کی دی ہوئی انگوٹھی بے حد خوشگوار موڈ کے ساتھ اس کی انگلی میں ڈال دی۔ تب دائم نے جیسے بدلہ چکانے کی کوشش کی تھی۔

''آپ کو مبارک ہو بھابی! ایک ہی شخص سے دو منگنیاں بڑے نصیب کی بات ہے۔''

''تھینکس فار یور کامپلی منٹ۔ میں آپ کے لئے بھی دوسری منگنی کی دعا کروں گی۔''

منال کا دوبدو جواب دائم کے ماتھے کو بھگو گیا۔ جبکہ حمزہ کا قہقہہ زبردست تھا۔

''بہت خوب منال! مجھے لگتا ہے، دائم سے تمہاری خوب جمے گی۔ وہ میرا بہترین دوست ہے، تمہاری شوخی کو سہہ کر شاید اس کی نرم گرم سنجیدگی میں تھوڑی کمی آ جائے۔ یُو نو، ہی از سو موڈریٹ۔''

''یس، آئی نو۔'' منال کی مسکراہٹ میں بجلی سی کوند رہی تھی۔ ''آپ کے دوست کی یہی ادا

مجھے بھی اچھی لگتی ہے۔''

آپا بیگم کا صبر جواب دے گیا۔ قدرے چبھتے انداز میں بولیں۔ ''کیا دائم، منال کے گھر آتے جاتے رہتے ہیں؟ آئی مین، دونوں میں خاصی بے تکلفی لگتی ہے۔'' ان کا سوال عام ہو کر بھی عام نہیں تھا۔ شاید یہ ان کے دل میں کھٹکتے وسوسے کا اظہار تھا۔ انہیں منال کی ذومعنی باتیں ہضم نہیں ہو رہی تھیں۔

''جی آپا!'' حمزہ کی سادگی قابلِ داد تھی۔ میں، عرفان اور دائم بہت پرانے دوست ہیں اور اسی دوستی کے ناطے دائم، عرفان سے میل ملاقات کے لئے اکثر گھر پر آتا جاتا رہتا ہے۔ سو منال اور ارما سے بھی اس کی گپ شپ رہتی ہو گی۔

''اوہ، آئی سی۔'' آپا بیگم نے سر ہلا کر دائم کو دیکھا۔ ''بائے داوے، تمہاری شادی کب ہو گی دائم؟ اب تم بھی منگنی شگنی کروا ڈالو بیٹا!'' وہ اسے مشورہ دے رہی تھیں۔ دائم خجل سا ہو گیا۔ مگر حمزہ نے اسے کچھ کہنے نہ دیا، جھٹ سے بولا۔

''اس کی شادی تو اب تک ہو چکی ہوتی آپا! مگر ایک روڈ ایکسیڈنٹ کی وجہ سے سارا کام چوپٹ ہو گیا۔ دائم منگنی شدہ ہے اور اس کی منگیتر بہت خوب صورت اور با اخلاق لڑکی ہے، دائم اسے بہت چاہتا ہے۔''

''اچھا.....'' آپا بیگم کی حیرت دیدنی تھی۔ ''پھر اسے آج ساتھ کیوں نہیں لائے؟ میں بھی تمہاری منگیتر سے مل لیتی۔''

''وہ کچھ مصروف تھی آپا! اسی لئے نہ آ سکی۔'' دائم کا جواب مختصر تھا۔ اس کے چہرے پر پھیلی خجالت کی سرخی اب تک کم نہیں ہوئی تھی۔ منال نے اس کا جینا حرام کر دیا تھا۔ توبہ، کیسی لڑکی تھی وہ؟ منگنی ہو جانے کے باوجود اسے جلا رہی تھی، ستا رہی تھی۔ اب اس کی دیدہ دلیری اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ وہ حمزہ کا بھی لحاظ نہیں کر رہی تھی۔ اس کے جملے ذومعنی ضرور تھے مگر ایک لڑکی ہو کر سب کے درمیان دائم کو چھیڑنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ شاید آپا بیگم کچھ کھٹک گئی تھیں، جب ہی انہوں نے منال کے جواب پر دائم کا تاثر بھانپ کر اسے جلد شادی کا مشورہ دیا تھا۔

''امی! عرفان بھائی کہاں ہیں؟ انہیں اس وقت یہاں ہونا چاہئے۔'' ارما نے بات بدل کر جیسے دائم کو تھوڑی سہولت دی تھی۔ منال کی باتوں نے جو فضا قائم کر دی تھی، اس کا تاثر زائل کرنا ضروری تھا۔ دائم نظریں چرا گیا۔ جب کہ امی اکتاہٹ سے بولیں۔ ''مٹھائی لینے گیا تھا عرفان۔ جانے کہاں جا کر بیٹھ گیا ہے یہ لڑکا..... اسے وقت کی نزاکت کا تھوڑا احساس تو ہونا ہی چاہئے۔''

''ارے آ جائے گا، خدیجہ بہن! آپ پریشان مت ہوئیے۔'' حمزہ کی امی نے انہیں تسلی دی تو وہ بجھے دل سے مسکرا دیں۔ منال کی بدتمیزی انہیں بھی ناگواری کا شدت سے احساس دلا

گئی تھی۔ اللہ جانے وہ سب کے سامنے یہ کس ٹائپ کا اظہار کر رہی تھی۔ انہیں دائم سے اس کی چھیڑ خانی ایک آنکھ نہیں بھائی تھی۔ بھلا منگنی کے موقع پر کوئی لڑکی اپنے سسرالیوں کے سامنے یوں پٹر پٹر بولتی ہے؟..... منال نے حد کر ڈالی تھی۔

منگنی کی رسم کے بعد امی نے کھانا چن دینے کا حکم نافذ کر دیا۔ حمزہ کی والدہ کی طبیعت ناساز تھی، انہوں نے آج ڈاکٹر سے اپائنٹمنٹ لے رکھا تھا۔ دیر نہ ہو جائے، اسی خیال سے انہوں نے امی کو جلدی فارغ کر دینے کی درخواست کی تھی۔ سو عمارہ اور ارما ان کی اجازت پا کر کچن میں چلی آئیں۔ ادھر منال کو حمزہ کی امی نے اپنے پہلو سے لگا رکھا تھا۔ وہ اسے اٹھنے نہیں دے رہی تھیں۔

کھانے سے کچھ پہلے عرفان بھائی، مٹھائی کے بہت سے ڈبوں کے ساتھ گھر آ گئے۔ ان کے ہمراہ کچھ فروٹ باسکٹ بھی تھیں۔ امی نے یہ سارا سامان حمزہ لوگوں کی واپسی پر ان کے ہمراہ بھجوانے کے لئے منگوایا تھا۔ یہ ریت رواج کی بات تھی، سو نبھانی ضروری تھی۔

کھانا بے حد خوشگوار ماحول میں کھایا گیا۔ امی نے خاصا پُرتکلف اہتمام کر رکھا تھا۔ آپا بیگم بے حد فراخ دلی سے ہر چیز کی تعریف کر رہی تھیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ وہ کچھ کھل گئی تھیں۔ سو اب عمارہ اور ارما کے ساتھ قدرے بے تکلفی سے باتیں کر رہی تھیں۔ ان کی شخصیت پر متانت اور رعب کا جو تاثر چڑھا تھا، وہ فی الوقت کافی حد تک اتر چکا تھا۔ ارما کو اب وہ سلجھی ہوئی اور خاصی جہاں دیدہ عورت لگیں اور اس کی سوچ غلط بھی نہیں تھی۔ کم عمری میں شادی ہو جانے کی وجہ سے وہ زیادہ تر اپنے سسرال میں ہی رہی تھیں۔ ملک سے باہر ہونے اور نت نئے لوگوں سے ملاقات نے ان کے تجربے اور مشاہدے میں خاصا اضافہ کر دیا تھا۔ اب وہ لمحوں میں انسان کو پرکھ لیا کرتی تھیں۔

حمزہ کے بڑے بھائی اسامہ، تحریم آپا سے صرف دو سال بڑے تھے۔ انہیں کوریا کی کسی فرم میں بہت اچھی ٹیکنیکل جاب مل گئی تھی۔ وہ پچھلے سات سال سے کوریا میں مقیم تھے اور وہیں شادی کرنے کے بعد وطن لوٹ کر نہ آئے تھے۔ سو گھر پر صرف حمزہ کی اجارہ داری تھی۔ گھر میں سب سے چھوٹا ہونے کی وجہ سے وہ ماں کے ساتھ بڑے بھیا اور آپا کا بھی راج دلارا تھا۔ آپا کی شادی ہوئی تو حمزہ صرف سات سال کا تھا۔ عمر کے ایک بڑے فرق کی وجہ سے آپا اسے کسی بچے کی طرح ٹریٹ کرتی تھیں۔ ماں کی نسبت حمزہ اپنی بہن کے بہت قریب رہا تھا۔

جلدی شادی ہو جانے کے باوجود تحریم آپا نے حمزہ سے اپنی محبت کو کم ہونے نہیں دیا تھا۔ پھر وہ محبت کچھ اور بڑھ گئی، جب اللہ نے آپا کی گود کو سُونا رہنے نہ دیا۔ وہ علاج کے باوجود ماں بننے کی صلاحیت سے محروم تھیں۔ شادی کے بیس سال گزر جانے کے باوجود وہ اولاد کے لئے ترستی رہی تھیں۔ اسی تڑپ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے انہوں نے چھوٹے بھائی کو اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔ ایک ماں کی طرح دُور رہ کر بھی وہ اس کی ضروریات اور خواہشات کا خیال رکھنے لگیں۔ آپا جب

بھی شارجہ سے لوٹتیں، حمزہ کی پسند کے ڈھیروں تحائف سے لدی پھندی آتیں اور ہر بار بھائی کے صدقے واری جاتیں۔

ادھر حمزہ خود بھی ان کے لئے بہت جذباتی تھا۔ اس نے بہن کی بے لوث محبت کا جواب دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ وہ جس طرح سگی ماں کا فرماں بردار اور سعادت مند تھا، بالکل اسی طرح تحریم آپا کے سامنے بھی مؤدب اور فرماں بردار رہا کرتا۔ اپنی ذات کے طفیل وہ بہن کی مامتا کی حتی الامکان تسکین کرتا اور انہیں ماں جیسی تعظیم سے نوازتا رہتا تھا۔

منال سے حمزہ کی منگنی اچانک طے پائی تھی۔ آپا اس منگنی پر آنے سے قاصر تھیں۔ ان دنوں ان کے شوہر کمال، گردے کے درد میں مبتلا تھے، سو ان کے آپریشن کی وجہ سے انہوں نے منگنی ملتوی کرنے کے بجائے وقت پر انجام دینے کی صلاح دی تھی۔ وہ حمزہ کی خوشی میں شامل نہ ہونے پر بے حد افسردہ تھیں۔ وہ لڑکا ان کے دل کے بہت قریب رہتا تھا۔ انہیں افسوس تھا کہ وہ اپنے بھائی کی منتخب کی ہوئی لڑکی کو وقت پر نہ دیکھ سکیں۔ مگر شوہر کے صحت یاب ہوتے ہی آپا نے پاکستان آنے میں دیر نہیں کی تھی اور آج انہوں نے اس لڑکی کو دیکھ لیا تھا، جو ان کے بھائی کی اوّلین پسند تھی۔ لیکن یہ کون جانتا تھا کہ وہ نمکین سی لڑکی، آنکھوں میں کسی اور کے ملن کا سپنا دیکھ رہی تھی۔ دائم اس کے دل کا قرار بن چکا تھا۔ یہ حقیقت جان کر بھی کہ دائم کی شادی کی تاریخ طے پا چکی ہے، وہ شخص منال کے لئے ایمان محبت کی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔

جس طرح مومن کا ایمان متزلزل نہیں ہوتا، حمزہ سے منگنی کے بعد منال کا دل بھی اس شخص کی پرچھائیں سے خالی نہیں تھا۔ وہ اب بھی دائم اور صرف دائم کے بارے میں سوچتی تھی۔ بدلتے حالات، گھر کی شانتی اور ابو کی عزت کا بھرم رکھنے کی حامی بھرنے کے باوجود منال، دائم سے دُوری کا تصور بھی نہیں کر پا رہی تھی اور درحقیقت یہی وہ بے قراری و بے اختیاری تھی، جو بار بار دائم کی جانب ملتفت کرتی اور اس بندے کو ان حالات کا اسیر بنا ڈالتی، جس سے چھٹکارا پانا بے چارے دائم کے اختیار میں نہیں تھا۔

دراصل دائم خوف زدہ تھا۔ اسے ڈر تھا کہ ان باتوں کی بھنک حمزہ کے کانوں میں پڑ گئی تو دونوں دوستوں کی مثالی دوستی میں دراڑ پڑ سکتی تھی۔ دلوں میں کدورتیں پیدا ہو جائیں تو پھر وفاداری مشکوک ہو جاتی ہے۔ اور دائم اپنی وفاداری پر کوئی دھبہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ حمزہ، منال کی کسی جذباتیت کے ردِعمل میں عمر بھر دائم کی صورت نہ دیکھنے کی قسم کھا بیٹھے اور وہ قصوروار نہ ہو کر بھی مجرم کہلائے۔ اصل مجرم خود منال تھی، جو اپنے رویّے اور باتوں میں اُلجھا کر دائم کو سندس کا ہونے نہیں دے رہی تھی۔ اس کے دعوے اور ٹھوس لہجے میں کہی پیش گوئیاں دائم کو ہر بار اپنی جگہ سے ہلا ڈالتیں۔ وہ لڑکی اس قدر دل دہلانے والی باتیں کرتی کہ دائم جیسا باشعور بندہ بھی چکرا کر رہ جاتا۔ وہ منال کو جواب تو کیا دیتا، اُلٹا اپنی عزت بچانے کی فکر میں مبتلا ہو جاتا۔ منال کی یکطرفہ محبت کا سمندر دھیرے دھیرے اسے اپنی لپیٹ

میں لے رہا تھا اور دائم کو اس جذباتی افتاد کی خوب خبر تھی۔

آج اسی وجہ سے وہ حمزہ کے ساتھ منال کے گھر آنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا، منال اسے سامنے پا کر کوئی شوشہ ضرور چھوڑے گی اور اب ایسا وہ کر چکی تھی۔ اس کے انہی شوشوں نے آپا بیگم کی نظروں میں دائم کی پوزیشن بے حد آک ورڈ کر ڈالی تھی۔ اس حد تک کہ وہ اپنے شکوک میں گھر کر اسے جلد شادی کر لینے کا مشورہ بھی دے بیٹھی تھیں۔ یہ ہتک دائم کے لئے بہت زیادہ تھی۔ اس نے وہیں بیٹھے بیٹھے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ آج کے بعد وہ منال کی صورت کبھی نہیں دیکھے گا اور نہ ہی عرفان کی خاطر اس گھر کی دہلیز پار کرے گا۔ عرفان سے دوستی اپنی جگہ اہم سہی، مگر حمزہ کی شادی کے بعد اسے اپنے دوستانہ تعلق کو محدود کرنا تھا۔ کیونکہ یہ تینوں دوستوں کی خوشگوار زندگی کے لئے بے حد ضروری تھا۔

کھانے کے بعد کافی کا دور چلا تھا اور ساتھ گپ شپ بھی جاری تھی۔ شاید اسی لئے وقت گزرنے کا احساس مٹ گیا تھا۔ دیوار گیر کلاک کے پینڈولم نے جب رات کے دس بجائے تو حمزہ کی امی اجازت لینے کو اٹھ کھڑی ہوئیں۔ انہیں ڈاکٹر کے پاس جانا تھا۔ سو امی ابو نے ان کی مجبوری دیکھ کر بخوبی اجازت دے دی۔ وہ سب آپس کے الوداعی کلمات کہنے میں مصروف تھے کہ ایسے میں اچانک حمزہ نے منال کو فون پر رابطہ رکھنے کی فرمائش کر دی، جسے سنتے ہی منال نے فوری طور پر رد کر دیا اور منہ بنا کر بولی۔

''دیکھئے، مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا۔ فون پر بات کرنا مناسب نہیں ہے۔''

''کیوں؟ اس میں نامناسب والی کیا بات ہے منال؟ اب ہمارا آپس میں ایک رشتہ بھی ہے۔ اس رشتے کے توسط سے اگر ہم دونوں فون پر بات کر لیں تو کیا مضائقہ ہے۔''

''نہیں، کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر میں ذاتی طور پر شادی سے پہلے ایسی کسی بات کو اچھا نہیں سمجھتی۔'' وہ حمزہ کا لحاظ کئے بغیر کہہ گئی۔

''لیکن برائی کیا ہے اس میں؟'' حمزہ کا اصرار جاری تھا۔ ''زمانہ بدل گیا ہے، منال! اور ہم پڑھے لکھے لوگ ہیں، ہمارے آپس کے ریلیشن میں کسی قسم کا عامیانہ پن بھی حائل نہیں ہو سکتا۔ پھر اس رابطے پر تمہیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟''

''دیکھئے، یہاں بات اعتراض کی نہیں ہے۔ بھلا فون پر ہم کیا باتیں کریں گے؟'' وہ بے زار تھی۔ حمزہ اس کا تاثر دیکھ کر ہنس پڑا۔

''بھئی بہت سی باتیں ہیں۔ لیکن یہ طے ہے، میں تمہیں رومینٹک اشعار بالکل نہیں سناؤں گا، کیونکہ اشعار مجھے یاد نہیں ہوتے۔''

''فار یور کائنڈ انفارمیشن، مجھے ایسے فضول اشعار میں دلچسپی بھی نہیں ہے۔ ویسے میرے ابو شاید یہ سلسلہ پسند نہ کریں، اس لئے یہ ممکن نہیں ہوگا۔'' منال کا انداز حتمی تھا۔ حمزہ کا موڈ آف ہو گیا، پھر بھی خوش دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دائم سے بولا۔ ''یار! تم ہی کوئی سفارش کر دو۔

شاید منال تمہاری بات مان جائے۔''

''کک..... کیا مطلب؟'' وہ بے طرح گھبرایا۔ ''بھلا وہ..... وہ میری بات کیوں مانے گی؟''

''ارے مانے گی کیوں نہیں۔'' عمارہ نے فوری مداخلت کی۔ ''آپ اسے بتائیے نا، کہ سندس سے آپ فون پر کتنی بہت سی باتیں کرتے ہیں اور ایسی فون کالز سننے کے بعد سندس کا موڈ کس قدر خوشگوار ہو جاتا ہے۔ آپ کہئے نا، دائم بھائی!''

''لو، منال! اب اس سے بڑی سفارش کیا ہو گی؟ میرا خیال ہے، تمہیں مان جانا چاہئے۔'' ارما نے ہنس کر منال کو مصالحتی رویہ اپنانے کا اشارہ کیا تو وہ کچھ اور چڑ گئی۔ سلگ کر بولی۔

''دائم، سندس کو کیا کہانیاں سناتے ہیں، یہ میں نہیں جانتی۔ مگر مجھ میں ایسی کہانیاں سننے کا حوصلہ بالکل نہیں ہے۔ پلیز حمزہ صاحب! فون کرنے سے بہتر ہے کہ آپ گھر آ کر مجھ سے روبرو مل لیا کیجئے۔ اس طرح باتوں کے ساتھ آپ مجھے دیکھ بھی لیا کریں گے۔''

''لیکن فون کی بات کچھ اور ہے منال! تمہیں حمزہ بھائی پر ظلم نہیں کرنا چاہئے۔'' عمارہ نے اسے سمجھانے کی ایک کوشش اور کی تو منال جیسے صاف گوئی پر اُتر آئی۔

''تم چپ رہو، عمارہ! میں نے کہا ہے نا، یہ مجھ سے نہیں ہو گا۔ ٹیلی فونک رابطہ مجھے پسند نہیں ہے۔''

ادھر حمزہ کا موڈ واضح طور پر آف ہو گیا۔ اس بار اس کے ماتھے پر بل اُبھر آئے تھے۔ دائم کو حمزہ کے جذبات کا اندازہ تھا، سو اسے مجروح ہوتا دیکھ کر رہ نہ سکا۔ منال کو راضی کرنے کی کوشش میں فوراً بولا۔ ''پلیز مان لیجئے نا بھابی! میرے دوست کی فرمائش کچھ اتنی غلط بھی نہیں ہے۔''

منال نے نظر اٹھا کر اسے کڑے تیور سے دیکھا اور چیخ کر بولی۔ ''یہ آپ نے کیا بھابی، بھابی کی رٹ لگا رکھی ہے؟ میری صرف منگنی ہوئی ہے حمزہ سے، کوئی نکاح نہیں، جو میں آپ کی بھابی کہلاؤں۔''

''ارے اب تمہیں اس لفظ پر بھی اعتراض ہے۔ آخر بھابی کہنے میں کیا برائی ہے؟ یو نو، دائم میرا دوست ہے۔ اگر تمہیں بھابی کہہ کر بلائے گا تو غلط کیا کرے گا؟'' حمزہ نے اس کی بدتمیزی پر اُلجھ کر جیسے اسے ڈانٹا۔ مگر منال خود پر کنٹرول نہ رکھ سکی، تڑپ کر بولی۔

''غلط ہی تو کریں گے۔ ابھی میرا آپ کا رشتہ اتنا پائیدار نہیں کہ دائم، بھابی کہہ کر پکارتے پھریں۔''

''کیا مطلب؟..... تم کہنا کیا چاہتی ہو؟'' حمزہ اور عمارہ نے بیک آواز پوچھا۔ ادھر دائم اور ارما بھی ششدر ہو کر اس کی صورت دیکھ رہے تھے، جو نہ جانے کیوں اس پل غصے سے آگ بگولا ہو رہی تھی۔ ان سب کی حیرت بھانپ کر حمزہ کو گھورتے ہوئے بولی۔

''میرا مطلب صاف ہے، منگنی جیسا کچا بندھن کبھی بھی ٹوٹ سکتا ہے۔ پھر بھابی کہنا کہاں تک جائز ہے؟''

''اوہ یو شٹ اپ، منال!'' حمزہ کا ضبط اس بار جواب دے گیا۔ ''آج تم نے یہ الفاظ کہہ دیئے اور میں نے سن لئے، لیکن آئندہ یہ موقع نہ آئے تو بہتر ہوگا۔ ہم تعلق جوڑ کر توڑنے والوں میں سے نہیں ہیں۔ تم سے رشتہ منگنی کے طور جڑے یا نکاح کی صورت میں، یہ تعلق میں کبھی نہیں توڑوں گا۔ مجھے امید ہے، اب تمہیں دائم کے بھابی کہنے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔''

''لیکن حمزہ! آپ میری بات تو سنیے۔ میں.....''

''آئی سے، شٹ اپ منال!..... بہت ہو گیا۔ اب تمہارے منہ سے کوئی ایک لفظ بھی نکلا تو میں سہہ نہیں پاؤں گا۔ ناؤ یُو جسٹ کیپ کوائٹ۔ او کے!'' اس نے انگلی اٹھا کر بے حد درشت لہجے میں منال کو خبردار کیا اور گھورتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف پلٹ گیا۔ اس کی آواز خاصی بلند تھی اور اس بلند آواز نے سب سے پہلے عرفان بھائی کو متوجہ کیا تھا۔ وہ حمزہ کی گاڑی میں فروٹ اور مٹھائی کے باکس رکھوا کر واپس لوٹے تھے۔ گھر کے اندر قدم رکھتے ہی انہوں نے حمزہ کو ماتھے کی ہزار شکنوں کے ساتھ پلٹتے دیکھا تھا۔ وہ تیز قدمی سے آگے بڑھ کر اسے اس کا راستہ روک کر پریشانی سے بولے۔

''کیا ہوا حمزہ؟ سم تھنگ رانگ وِد یُو؟''

''نہیں یار! میں تھک گیا ہوں۔ تم امی اور آپا کو باہر بھیجو، اب ہمیں گھر جانا چاہیے۔'' حمزہ کا لہجہ اس کے غصے کی چغلی کھا رہا تھا۔ عرفان بھائی فکرمند ہو گئے۔

''تم مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہو حمزہ؟''

''ارے نہیں یار!'' وہ بہ مشکل مسکرایا۔ میں بھلا کیا چھپاؤں گا تم سے؟ یُو جسٹ ریلیکس۔ میرے پاس چھپانے کے لائق کچھ نہیں ہے۔''

عرفان بھائی چپ سے ہو کر اس کا چہرہ دیکھنے لگے۔ جب ہی دائم نے ان کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کے متوجہ کیا تھا۔

''تم منال کو سمجھاؤ، عرفان! وہ ٹھیک نہیں کر رہی۔ اسے پالش کرنے کی بہت ضرورت ہے۔ میں سمجھتا ہوں، منال کو ابھی بہت کچھ سیکھنا پڑے گا۔ وہ نہیں جانتی، کچھ باتیں وقت کی مصلحت کے تحت بھی ہوتی ہیں۔ ان کا جواب بہت سوچ سمجھ کر دینا پڑتا ہے۔''

''کیوں، ایسا کیا کہہ دیا منال نے؟'' وہ پہلے سے زیادہ فکرمند ہو گئے۔ دائم کی بات بہت کچھ جتا رہی تھی۔ عرفان کو کچھ اور پریشان ہوتا دیکھ کر دائم نے انداز بدل دیا۔ دوستانہ مسکراہٹ سے بولا۔

''کچھ بھی خاص نہیں ہے یار! دراصل حمزہ تمہاری بہن سے فون پر بات کرنے کی اجازت مانگ رہا تھا، مگر منال شاید برا مان گئی۔ حالانکہ اتنی معمولی بات پر ایسا Attitude دکھانا اچھا

نہیں ہوتا۔ دوسروں کا دل رکھ لینا چاہیے۔ تم اسے سمجھاؤ عرفان! ہم حمزہ کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ اب منال کا منگیتر ہے۔ اگر فون کرے گا تو کیا فرق پڑے گا منال کو؟ لیکن اس نے حد کر دی، بے سوچے سمجھے بولی۔ منگنی کچا بندھن ہے، ٹوٹ بھی سکتا ہے۔ پھر فون کرنے کا فائدہ؟ اب تم ہی بتاؤ، عرفان! ایسی بات کہنا کیا مناسب ہے؟ منال کو کم سے کم اس نئے رشتے کی نزاکت کا احساس ہونا چاہیے۔''

''اوہ مائی گاڈ.....'' عرفان بھائی نے انتہائی کوفت سے سر جھٹکا۔ ''یہ لڑکی میرے صبر کا امتحان بن گئی ہے۔''

''پلیز، تم خفا مت ہونا عرفان! وہ ابھی ناسمجھ ہے، دھیرے دھیرے مان جائے گی۔ میری خاطر اسے کچھ مت کہنا۔'' حمزہ نے دوست کا آف ہوتا موڈ دیکھ کر جلدی سے تلقین کی تو وہ خاموش ہو کر اس کا چہرہ تکنے لگی۔ حمزہ کی نظر منال پر جا ٹھہری۔ وہ آپا کے گلے لگ کر ان کی دعائیں لے رہی تھی۔ اللہ جانے وہ کیا چاہتی تھی۔ عرفان بھائی اب تک سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔

❁❁❁

زندگی کے ۔۔۔ں میں
اتنی گرد اُڑتی ہے
فاصلے سے دیکھیں تو
کچھ نظر نہیں آتا
سب ہی ڈوب جاتے ہیں
گرد کے سمندر میں
درد کے سمندر میں
راستہ نہیں ملتا
فاصلہ نہیں گھٹتا

وہ بانہوں میں بھری ڈھیروں چوڑیاں اتارنے میں محو تھی، جب عرفان بھائی اچانک کمرے میں آئے اور اس کے عین مقابل بیٹھ گئے۔ منال ۔۔۔ چونک کر سر اٹھایا اور انہیں غیر متوقع اپنے اتنے پاس دیکھ کر گھبراہٹ میں اس تیزی سے اُٹھی کہ گود میں پڑی چوڑیاں ایک چھناکے سے فرش پر بکھر گئیں۔ عرفان بھائی کی نظر بھی چوڑیوں کے ساتھ ہی پھسلی تھی، بہت سی چوڑیاں ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوگئیں اور کچھ ایک ہی جگہ گول گول گھومتے ہوئے ڈھیر ہوگئیں۔ منال کا سانس بھی سینے میں ٹھہر گیا۔ ادھر عرفان بھائی اب تلک چوڑیوں میں گم تھے۔

وہ یہاں کیوں آئے تھے؟ منال اچھی طرح جانتی تھی۔ سو آنے والے لمحوں سے کچھ خوف سا محسوس کرنے لگی تھی۔

ارما کپڑے تبدیل کر کے باتھ روم سے باہر نکلی تو نظر منال کے سامنے بیٹھے عرفان بھائی پر جا ٹھہری۔ انہیں رات گئے اپنے کمرے میں دیکھ کر دل دھک دھک کرنے لگا۔ عرفان بھائی کے وجود پر سنجیدگی طاری تھی۔ وہ اب تلک نظریں جھکائے فرش پر بکھری رنگ برنگی چمکیلی چوڑیوں کو دیکھ رہے تھے۔

''خیریت تو ہے عرفان بھائی؟'' ارما نے بہ مشکل وہ جملہ زبان سے ادا کیا، جسے اس لمحے پوچھنا کارِ محال تھا۔

عرفان بھائی اس کی آواز پر سر اٹھا کر اسے ہی دیکھنے لگے۔ پھر ان کی گہری نظر منال کے ہٹ زدہ چہرے کی طرف اُٹھی اور وہ اسی سنجیدگی سے بولے۔

''یہ منال بتائے گی ارما! کہ خیریت ہے یا نہیں۔'' ان کا جواب کسی کرارے تھپڑ کی طرح منال کو اپنے رخسار پر برستا محسوس ہوا۔ وہ پہلے سے زیادہ حواس باختہ ہوگئی۔

''کک..... کیا ہوا عرفان بھائی؟ میں نے کیا، کیا ہے؟''

''حمزہ کو جانتی ہو تم؟'' جواب کی جگہ سوال آیا تھا اور وہ بھی اتنا عجیب کہ منال چکرا کر رہ گئی۔ منہ سے کچھ کہے بغیر اس نے فوراً اثبات میں سر ہلا کر حمزہ کو جاننے کا اعتراف کیا۔ اس کی وہ ادا عرفان بھائی کو غصہ دلا گئی۔

''کون ہے وہ؟''

''وہ..... آ..... آپ کے دوست۔'' اس کی زبان لڑکھڑانے لگی۔

''میرا دوست۔'' عرفان بھائی بھنّا کر رہ گئی۔ ''کیا وہ صرف میرا دوست ہے منال؟''

''نن..... نہیں تو میرا مطلب ہے وہ..... وہ میرے..... اس سے کہا نہ گیا۔''

''ہاں بولو، تمہارے کیا؟..... مجھے تمہارا جواب چاہئے منال! اور وہ بھی تمہاری زبان سے..... سمجھیں تم؟''

''بھائی! وہ..... وہ.....'' منال سے اس بار بھی کہا نہ گیا۔ ارما آگے بڑھ آئی اور اسے سپورٹ کرتے ہوئے بولی۔

''کیا آپ نہیں جانتے، آپ کے دوست حمزہ، منال کے کیا لگتے ہیں؟ آخر آپ یہ بات اسی کے منہ سے کیوں سننا چاہتے ہیں عرفان بھائی؟''

''میں نے تم سے کچھ پوچھا ارما؟'' انہوں نے تیوری چڑھا کر اسے گھورا۔

وہ شرمساری سے نفی میں سر ہلا گئی۔ تب انہوں نے منال کا بازو کھینچ کر اسے دوبارہ اپنے پاس بٹھا لیا۔ وہ جھٹکا کھا کر گری تھی۔ اس نے سنبھل کر ان کی سخت گرفت سے اپنی کلائی چھڑائی اور دوپٹہ سر پر ڈھانپ کر سمٹ کے بیٹھ گئی۔ ارما کا رنگ فق ہوگیا۔ بھیا کے تیور خاصے خطرناک تھے۔ وہ خاموشی سے منال کے قریب پڑے کاؤچ پر آ بیٹھی۔ عرفان بھائی نے اس کی موجودگی نظر انداز کرتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر منال کا چہرہ اپنی طرف موڑا اور درشت انداز سے بولے۔

''چلو، میں بتاتا ہوں، حمزہ تمہارا کون ہے۔ وہ تمہارا منگیتر ہے منال!..... ابو، امی اور میری رضامندی کے بعد ہی اسے تمہاری زندگی کا رفیق چنا گیا ہے۔ سو کچھ ماہ بعد تمہاری شادی حمزہ سے ہو جائے گی۔ از اِٹ کلیئر؟''

''جج..... جی بھائی!'' اس کی آواز لرزنے لگی۔

''آج سے وہ تمہارا لائف پارٹنر ہے۔ سمجھیں کہ نہیں؟''

''جی!'' اس کا جواب اس بار بھی وہی ایک لفظ تھا۔ عرفان بھائی مزید تپ گئے۔ سلگ کر بولے۔ ''اب ایک بات بتاؤ مجھے، تم نے حمزہ کو فون کرنے سے منع کیوں کیا ہے؟''

منال نے بے بسی سے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ ''وقت سے پہلے مجھے بے تکلف ہونا اچھا نہیں لگتا بھیا! اسی لئے میں نے.....''

''وقت سے پہلے؟'' عرفان بھائی نے اس کے الفاظ کاؤنٹ کئے۔ ''منگنی ہو گئی ہے تمہاری اور شادی طے ہے۔ پھر یہ وقت سے پہلے اور بعد کا کیا مطلب ہوا؟ حمزہ کوئی ایرا غیرا نہیں ہے، منال! وہ میرا دوست ہے۔ ہم اکٹھے کھیل کود کر بڑے ہوئے ہیں۔ وہ ایک شریف لڑکا ہے اور اپنی حدود سے واقف ہے۔ اس کی شرافت اور اعلیٰ کردار دیکھ کر ہی ابو نے تمہارے رشتے کے لئے ہاں کہی ہے، پھر تم نے اسے پابند کرنے کی کوشش کیوں کی؟ وہ تمہارا منگیتر ہے منال! اگر کچھ دیر فون پر بات کر لے گا تو تمہارا کیا بگڑ جائے گا؟''

''کچھ نہیں بگڑے گا بھائی! لیکن میں نے کہا ہے نا، مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا۔'' وہ جیسے جز بز ہو کر بولی۔

''کیوں؟'' عرفان بھائی گویا ہتھے سے اُکھڑ گئے۔ ''حمزہ سے دو چار رسمی باتیں کرنے میں اچھا کیا نہیں لگتا؟ جب اس معاملے میں مجھے اعتراض نہیں، ابو کو ناگواری نہیں تو پھر تمہاری ذات کو کیا تکلیف ہے؟ بتاؤ منال!''

''دیکھئے بھائی! میں ابھی ان کی منگیتر ہوں، کوئی منکوحہ نہیں۔ اگر حمزہ سے میرا نکاح ہو جاتا تو میں ان کی بات مان لیتی۔ مگر منگنی اتنا اہم تعلق نہیں ہے، جسے Base بنا کر اس قسم کی بے تکلفی روا رکھی جائے۔ آپ سمجھ دار ہیں بھیا! فار گاڈ سیک، میری بات سمجھنے کی کوشش کیجئے، میں یونہی ضد نہیں کر رہی۔ میری نظر میں یہ بات مناسب نہیں ہے۔''

''میرا خیال ہے، منال ٹھیک کہہ رہی ہے عرفان بھائی! کہ آپ اتنی چھوٹی سی بات کو اتنا ہاٹ ایشو کیوں بنا رہے ہیں؟'' ارما نے فوراً منال کی طرف داری کی تو عرفان بھائی نے کڑی نظروں سے اسے گھورا۔

''تمہارا اس بات سے کچھ لینا دینا نہیں ہے ارما! بہتر ہو گا، دخل اندازی مت کرو۔ میں منال سے بات کر رہا ہوں تو جواب بھی مجھے اس کا چاہئے۔''

''لیکن بھیا! وہ غلط نہیں کہہ رہی، آپ کو منال کی بات سمجھنی چاہئے۔'' اس نے جیسے احتجاج کیا۔ عرفان بھائی کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

''دیکھو ارما! کیا غلط ہے اور کیا صحیح، میں تم سے بہتر جانتا ہوں۔ تم خاموشی سے بیٹھ کر ہماری بات سن سکتی ہو تو سنو، ورنہ یہاں سے اُٹھ کر چلی جاؤ۔ مجھے تمہارے کسی مشورے کی ضرورت نہیں۔'' وہ جیسے بالکل کورے ہو گئے۔ ارما کا منہ بن گیا۔ وہ اُٹھنے کو تھی کہ منال نے اس کی کلائی تھام کر اسے جانے سے روکا۔ اس کی آنکھوں میں التجا تھی۔

''پلیز رک جاؤ ارما! بھیا کو بات کرنے دو۔''

''ٹھیک ہے۔'' وہ دوبارہ بیٹھ گئی۔ ''لیکن اب میں کچھ نہیں بولوں گی۔''

''دیٹس گڈ۔ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔'' عرفان بھائی بدستور اُکھڑے لہجے میں کہہ رہے تھے۔ ارما نے کوئی جواب نہ دیا۔ کمرے میں چند لمحوں کے لئے سکوت سا چھا گیا۔ پھر عرفان بھائی نے ایک گہری سانس کے ساتھ خود کو سنبھالا اور منال کا مہندی رچا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر محبت سے تھپکتے ہوئے بولے۔

''دیکھو منال! میں جانتا ہوں، اس قسم کے معاملات میں بھائیوں کا کچھ کہنا اچھا نہیں لگتا۔ مگر مجھے تمہارا بہت خیال ہے۔ اگر حمزہ کی جگہ کوئی دوسرا تمہارا منگیتر ہوتا تو با خدا میں بھی تمہاری ضد کی تائید کرتا۔ بے شک منگنی کوئی معتبر تعلق نہیں ہے، لیکن زبان کی بات اور ہے منال! ہم زبان دے کر مکرنے والوں میں سے نہیں ہیں۔ ہمارا فیصلہ پتھر پر لکیر ہے۔ حالات کے زیر و زبر ہونے کے باوجود یہ تعلق کبھی نہیں ٹوٹ سکتا۔ ہمارے گھرانے میں منگنی، نکاح کی طرح مضبوط اور مستحکم رشتے پر انحصار کرتی ہے۔ دیکھو، حمزہ بہت اچھا لڑکا ہے۔ اپنے طور اطوار میں بے حد سلجھاؤ رکھتا ہے اور ذمہ دار اور سمجھ دار ہے۔ اسے اپنے اور تمہارے رشتے کی نزاکت کا احساس بھی ہے۔ وہ کوئی بات بھی غلط نہیں کرے گا۔ پلیز منال! میری خاطر تم حمزہ کی بات مان جاؤ، وہ فطرتاً جذباتی ہے، فون پر تم سے رابطہ رکھنے میں اگر اسے کوئی خوشی ملتی ہے تو تمہارا کیا جاتا ہے میری بہن! الٹا اس رابطے کا تمہیں فائدہ ہو گا۔ تم دونوں میں اچھی انڈر اسٹینڈنگ پیدا ہو جائے گی۔ جانتی ہو، آئندہ کی زندگی کے لئے یہ ریلیشن شپ ایک بہترین ازدواجی زندگی کا پیش خیمہ ثابت ہو گی۔ سو میں چاہتا ہوں، منال! تم پہلا فون اسے خود کرو، کیونکہ تمہارے انکار نے آج بات کو بگاڑ دیا ہے۔ تم نہیں جانتیں، حمزہ یہاں سے خفا ہو کر گیا ہے اور اس کی تمام تر ذمہ داری تم پر عائد ہوتی ہے۔ اس کی خفگی پر ہم سب بہت پریشان ہیں۔ منال! پلیز، اسے منا لو۔ اسے منانا تمہارے حق میں بہتر ہو گا۔ وہ بے حد جذباتی نوجوان ہے، تم اسے اپنائیت کا احساس دو گی تو وہ تمہارا دم بھرے گا۔ وہ خود سے منسلک ہر رشتے کو پورے دل سے نبھاتا ہے۔ وہ اپنے ہر تعلق کے لئے بہت پوزیسو ہے۔ وہ بہت محبت کرنے والا انسان ہے منال! اس لئے پلیز کچھ دیر اپنی انا کو ایک طرف رکھ کے میری بات مان لو۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں، اس سے فون پر بات کرنے کی۔ تمہیں صرف اپنے آپ پر کچھ دیر کے لئے جبر کرنا پڑے گا مگر وہ جبر تمہاری آئندہ زندگی میں بہت سی خوشیاں بھر دے گا۔ میرا یقین کرو منال! حمزہ ایک مختلف انسان ہے۔ وہ اس رعایت سے کوئی غلط فائدہ نہیں اٹھائے گا، بلکہ تمہیں اپنے سر آنکھوں پر بٹھائے گا۔ وہ تمہاری قدر کرے گا۔ پلیز، اب تم کچھ بولو منال! تم..... تم سمجھ رہی ہو نا میری بات؟'' عرفان بھائی نے اس کے ملائم ہاتھوں کو اپنی گرفت میں تھوڑا اور جکڑ لیا۔

منال کی آنکھوں میں اشک بھرنے لگے۔ یہ واقعی جبر تھا دل پر۔ کوئی پوچھتا تو وہ بتاتی کہ اس پل دل پر کتنی قیامت گزر رہی تھی، جس دل میں حمزہ تھا ہی نہیں، اس دل کو اس کی طرف موڑنا جبر کے سوا اور کیا کہلاتا۔ لیکن عرفان بھائی کو کچھ کہنا بے سود تھا۔

دائم کا حمزہ کے ساتھ آنا اور اسے بھابی کہہ کر حمزہ کی حیثیت کو جتانا منال کی برداشت سے باہر ہو گیا تھا، اسی لئے اس نے کسی کا خیال کئے بغیر دائم کو جھاڑ کر رکھ دیا تھا۔ مگر دوسری طرف حمزہ ہی نے بات اچھالی تھی۔ کس بری طرح سے ڈانٹا تھا اس نے منال کو۔ اس وقت اس نے نئے بنتے رشتے کی کسی نزاکت کا کوئی احساس نہیں کیا تھا، ایسے تڑپ کر بولا تھا، جیسے منال کے جملہ حقوق کا مالک ہو۔

اس نے ایک لفظ بھی منال کو مزید کہنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ اتنے کڑے لہجے میں بات کی کہ منال کی ساری ہیکڑی نکل گئی تھی۔ منال کو اس پل دائم کی خاموشی بہت چبھی تھی۔ وہ کتنا بے نیاز بن کر کھڑا تھا۔ یوں جیسے حمزہ کی ڈانٹ کا اس سے کوئی واسطہ نہ ہو۔ حالانکہ حمزہ نے صرف اس کی خاطر منال کو لمحوں میں آئینہ دکھایا تھا کیونکہ اس نے دائم کی انسلٹ کی تھی، اسے بھابی کہنے سے برملا روکا تھا۔

وہ پھوٹ پھوٹ کے رونا چاہتی تھی، مگر عرفان بھائی کی موجودگی اسے باندھے ہوئے تھی۔ منال صبر و برداشت کے کڑے امتحان سے گزر رہی تھی۔ وہ ابھی خود کو سنبھالنے کی تگ و دو میں تھی کہ اچانک عرفان بھائی نے اپنا سیل فون نکالا اور کوئی نمبر سرچ کر کے اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

''لو منال! حمزہ کا نمبر ملا دیا ہے میں نے، تم اس سے بات کر لو۔ دیکھو ایسا کرو گی تو یہ تمہارے لئے اچھا رہے گا۔''

''جی.....؟'' وہ تڑپ کر فوراً اُٹھ گئی۔ ''مم..... میں..... میں کیا بات کروں ان سے؟''

''کچھ بھی کر لو۔ چاہو تو خیریت پوچھ لو۔''

''بے وجہ خیریت کیوں پوچھوں؟ وہ ٹھیک ٹھاک تو گئے ہیں یہاں سے۔''

''اوفو ہ!'' وہ بری طرح جھلائے۔ ''میں جانتا ہوں، وہ ٹھیک ٹھاک گیا ہے ادھر سے۔ مگر اس وقت کسی بھی بات سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تمہیں صرف حمزہ سے کچھ دیر بات کرنی ہے۔ اب جلدی سے ہیلو کہو، وہ آن لائن ہے۔''

منال کا دل چاہا، وہ کسی لحاظ کے بغیر موبائل اٹھا کر بھیا کے سر پر دے مارے۔ مگر کیا کرتی، مجبوری میں بھی وہ ایسی گری ہوئی حرکت نہیں کر سکتی تھی۔ سو مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق اس نے سیل فون کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف حمزہ کی ہیلو، ہیلو جاری تھی۔ وہ عرفان کا نمبر دیکھ کر کچھ پریشان ہو گیا تھا۔ اتنی رات گئے دوست کی کال آنے کا کچھ تو سبب ضرور تھا۔ منال نے اس کی بے چینی بھانپ کر ''ہیلو'' کہہ دیا۔

''کون.....؟'' وہ عرفان کے نمبر پر ایک لڑکی کی آواز سن کے چونکا۔ ''آپ کون بات کر رہی ہیں؟''

''میں..... میں منال۔'' وہ عرفان بھائی کے متجسس انداز کو دیکھتے ہوئے جیسے ایک جبر سے بولی۔

''منال.....!'' حمزہ نے بے ساختہ دہرایا۔ ''اوہ مائی گاڈ! کیا تم واقعی منال ہو؟''

''جی۔'' اس نے بھائی کی طرف سے رخ پھیر لیا۔ ''آپ خفا ہیں مجھ سے؟''

''ارے نہیں۔'' وہ غالباً مسکرایا تھا۔ ''اب نہیں ہوں۔''

''پلیز، آئی ایم سوری۔'' منال کے منہ سے یہ جملہ کیسے نکلا، صرف وہی جانتی تھی لیکن دوسری طرف اس کی معذرت حمزہ کے دل کو کسی پھول کی طرح کھلا گئی۔

''ڈونٹ سے سوری۔ میں جانتا ہوں، تمہاری بات غلط نہیں تھی لیکن منال! تم نے دائم کی انسلٹ کی تھی، اسے بھابی کہنے سے روکا تھا اور یہی بات مجھ سے برداشت نہیں ہوئی تھی۔ دیکھو، وہ میرا بہت بہترین دوست ہے۔ عرفان کی طرح وہ بھی میرے دل کے بہت قریب ہے، تم اسے کچھ کہو، میں یہ سہہ نہیں پاؤں گا، میرے دوست میرے لئے بہت اہمیت رکھتے ہیں منال! میں انہیں بد دل نہیں دیکھ سکتا۔''

''میں جانتی ہوں، اسی لئے سوری کہہ رہی ہوں۔''

''نہیں، اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم نے فون کر دیا، میرے لئے یہی کافی ہے۔'' وہ شاید خوش تھا۔ اس کی آواز اس کے اطمینان کو بہ خوبی ظاہر کر رہی تھی۔ منال نے شکریہ ادا کر ڈالا۔ وہ اس کے مینرز نبھانے پر ہنس پڑا۔

''مجھے شکریہ کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ بس ایک بات بتا دو، کیا یہ رابطہ برقرار رہ سکتا ہے؟ آئی مین اگر تم چاہو تو.....''

''جی! آپ جب دل چاہے مجھ سے بات کر سکتے ہیں، فون پر۔''

''اوہ تھینک یُو..... تم نے میرے دل کا بوجھ اُتار پھینکا ہے، منال! اب ایک سوری مجھے بھی کہنے دو، میں نے سب کے سامنے تمہیں ڈانٹا تھا۔''

''اِٹس اوکے، غلطی میری ہی تھی، اس لئے میں نے برا نہیں مانا۔'' وہ عرفان بھائی کی وجہ سے ایسا کہنے پر مجبور تھی۔

حمزہ اُس کی اعلیٰ ظرفی پر نثار ہو گیا، خوش دلی سے بولا۔ ''نہیں، غلطی میری تھی، مجھے وقت کی نزاکت کا احساس رکھنا چاہئے تھا۔ بہر حال، بات وہی ہے، دائم! اگر بیچ میں نہ ہوتا تو میں کبھی تمہیں اس طرح نہ ٹوکتا۔ کیونکہ اس کی انسلٹ، میری انسلٹ ہے منال!''

''آپ ٹھیک کہتے ہیں۔'' منال نے دل کی بڑھتی دھڑکن کو روکنے کی سعی کی، جو دائم کے ذکر پر رفتار پکڑ گئی تھی۔ ''اگر دائم بیچ میں نہ ہوتے تو میں بھی وہ سب کچھ نہ کہتی۔''

''کیا مطلب.....؟'' حمزہ کی حیرت فوری ردِ عمل کی صورت کانوں میں گونجی تو منال کو ہنسی آ گئی۔ وہ اپنی دھن میں سچ بول گئی تھی۔ اب وضاحت ضروری تھی، سو وہ دھیرے سے بولی۔

''میں بھول گئی تھی، وہ آپ کے دوست ہیں۔ لیکن یہ آج کی بات تھی، آئندہ آپ کو میری طرف سے کسی شکایت کا موقع نہیں ملے گا، میں محتاط رہوں گی۔''

''اوہو، رئیلی یُو آر گریٹ۔'' وہ بے تحاشہ خوش ہو گیا۔ ''تم بہت اچھی ہو منال! آئندہ تمہیں بھی مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہو گی۔ اِٹس اے پرامس۔''

''آپ کا شکریہ۔ اب میں فون رکھتی ہوں۔'' اس نے جیسے جان چھڑانے کی کوشش کی۔

''نہیں ٹھہرو۔ ابھی ٹھہرو منال!'' وہ جیسے ایک عجلت میں بولا۔ ''کیا تم نے امی ابو سے پوچھ کر مجھے فون کیا ہے؟''

''جی نہیں یہ میرا اپنا فیصلہ ہے، آپ کو یہ حق ملنا چاہئے کہ آپ مجھ سے بات کر سکیں۔''

''اوہ تھینک یُو منال!..... آئی رئیلی لو یُو۔'' وہ جذباتی ہو گیا۔

''اوکے، بائے۔'' منال نے اس کے اظہارِ محبت کو دانستہ نظر انداز کر کے فون آف کر دیا۔

عرفان بھائی سر جھکائے بیٹھے تھے۔ ارما کی بے چین نگاہیں کبھی منال پر اور کبھی عرفان بھائی کے خاموش چہرے کو کھوج رہی تھیں۔ وہ پوری توجہ سے منال کی گفتگو سن رہی تھی۔ اس کے بائے کہتے ہی ارما نے عرفان بھائی سے پہلے پوچھا۔

''سب ٹھیک ہے نا منال! وہ خوش ہے نا اب تم سے.....؟''

''ہوں..... وہ اب خفا نہیں ہیں۔''

''تھینکس گاڈ!'' عرفان بھائی نے جیسے سکون کی سانس لی۔ منال نے انہیں ایک نظر دیکھ کر موبائل ان کی طرف بڑھا دیا۔ انہوں نے سیل فون تھاما اور نظریں چرا کر بولے۔

''مجھے معاف کر دینا منال! لیکن ایسا کرنا ضروری تھا۔''

منال کی خاموشی برقرار رہی، اس نے جواب میں کچھ کہنا مناسب نہ جانا۔ عرفان بھائی کچھ اور پشیمان ہو گئے۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولے۔

''تم حمزہ کا نمبر محفوظ کر لو۔ آئندہ کال کرنے میں سہولت رہے گی۔''

''جی بھائی!'' ارما نے منال کا موبائل لا کر بھائی کے ہاتھ میں تھما دیا۔ انہوں نے نمبر اس کے موبائل کی کونٹیکٹ لسٹ میں Safe کیا اور ارما کو واپس کرتے ہوئے دروازے کی طرف پلٹ گئے۔ منال اور ارما کی نظریں بھی ان کے ساتھ ہی پلٹی تھیں۔ وہ کمرے کے کھلے دروازے پر جا ٹھہرے، چند لمحے وہیں کھڑے ہو کر نہ جانے کیا سوچتے رہے، پھر دوبارہ پلٹ کر منال کے سامنے آ گئے، جواب تک تصویر بنی کھڑی تھی۔ نظریں بھائی کے چہرے پر تھیں، جہاں عجیب سا تاثر جگمگا رہا تھا۔ یوں جیسے اپنی جذباتیت کو رد کرنے کی کوشش میں ہوں۔

عرفان بھائی نے اسے دیکھتا پا کر ہاتھ بڑھائے۔ اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے کر ماتھے پر بوسہ دیا اور گلوگیر لہجے میں بولے۔

''خوش رہو منال!..... میری دعا ہے، تم زندگی کے ہر ریل نئی خوشیاں سمیٹو۔ اور ہاں،

میری باتوں کا برا مت منانا، یہ تمہارے ہی فائدے کے لئے ہیں۔''

عرفان بھائی کی محبت، منال کی آنکھیں نم کر گئی۔ ارما بھی ڈبڈبائی آنکھوں کے ساتھ بھائی کو دیکھنے لگی۔ وہ یکدم ایک کھسیانی ہنسی ہنس دیئے۔ بہنوں کو آبدیدہ دیکھ کر انہوں نے فوراً اپنی آنکھوں سے نمکین پانی کو پونچھ ڈالا۔ آج منال نے مان کا مان رکھ لیا تھا، یہ بہت اہم بات تھی ان کے لئے۔ وہ ان دونوں کو بہت چاہتے تھے اور یہ محبت ہی تھی، جو وہ دوبارہ منال کی طرف پلٹ آئے تھے۔ اب وہی محبت ارما اور منال کو بھی جذباتی کر رہی تھی۔

❁

عشق پاگل کر گیا تو کیا کرو گے، سوچ لو
سانحہ ایسا ہوا تو کیا کرو گے، سوچ لو
شور باہر ہے ابھی، اس واسطے خاموش رہو
شور اندر اُٹھ گیا تو کیا کرو گے، سوچ لو

''آیئے آپا.....!'' حمزہ نے موبائل آف کر کے جونہی دروازے کی سمت دیکھا تو تحریم کو کھڑا پا کر فوراً ہی اُٹھ گیا۔ آپا کی نظر اس کے چہرے پر تھی، جہاں سکون و اطمینان کے ساتھ خوشی بھی چھلک رہی تھی۔

''بہت خوش ہو حمزہ! لیکن کیوں؟'' وہ اس کے مقابل آ کھڑی ہوئیں۔

''وہ دراصل، منال کا فون آیا تھا ابھی، وہ سوری کہہ رہی تھی۔'' حمزہ کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔ آپا کی سنجیدگی، تفکر میں بدل گئی۔ گہرا سانس لے کر خود کو سنبھالتے ہوئے بولیں۔

''کتنا چاہتے ہو اُسے؟ کیا مجھے بتاؤ گے حمزہ؟''

''لیکن میں آپ کی بات سمجھ نہیں سکا۔'' اس نے بوکھلا کر نظریں چرائیں۔ بھلا اپنی پرسنل فیلنگز کو وہ آپا سے شیئر کیسے کر سکتا تھا؟ ادھر وہ تھیں کہ اپنے سنجیدہ ہونے کا احساس دلا کر جواب کی منتظر تھیں۔ اب وہ آپا کو کیسے بتاتا کہ منال اس کی زندگی کا سُکھ چین تھی، وہ وہی لڑکی تھی، جس نے عرفان سے اس کی دوستی کا تعلق ایک نئے رشتے میں بدل ڈالا تھا۔ وہ لڑکی اپنی موجودگی سے اس کی دھڑکنوں میں طوفان اٹھا دیتی تھی۔ دل اسے دیکھ کر آہیں بھرنے لگتا تھا۔ جانے وہ کیسا انوکھا احساس تھا۔ اب بھلا وہ اس احساس کی بابت آپا کو کیا بتلاتا۔

''تو تمہیں میری بات سمجھ نہیں آئی؟'' اس کی خاموشی پر انہوں نے بات دہرائی تو حمزہ جیسے ہوش میں آیا تھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''اوکے۔'' وہ اسے دیکھ کر مسکرائیں۔ ''میں اپنا سوال دہرائے دیتی ہوں۔ میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں حمزہ! کہ منال سے تمہاری محبت کتنی گہری اور پرانی ہے؟ کیا وہ لڑکی بھی تمہارے لئے اتنی ہی پوزیسو ہے، جتنا کہ تم اس کے لئے..... کیا وہ تمہاری چاہت کا جواب چاہت سے دیتی ہے یا صرف تمہارا اظہار اس ریلیشن شپ میں کافی رہتا ہے؟''

''اوہ مائی گاڈ!'' وہ جھینپ کر ہنس دیا۔ ''یہ کیا ہو گیا ہے آپ کو آپا؟..... کیسے سوال کر رہی ہیں مجھ سے؟ آپ کیا سمجھتی ہیں، میں آپ کو اپنی کسی شخصی کمزوری سے آگاہ کروں گا؟''

''ارے واہ.....'' وہ کھل کر مسکرائیں۔ ''اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے اندر کہیں نہ کہیں کمزور ہو۔''

''نہیں۔'' اس نے یک دم بے حد سنجیدگی سے انہیں دیکھا۔ ''محبت کمزوری نہیں، طاقت ہوتی ہے آپا! اور وہ طاقت ہمیں جینا سکھاتی ہے کیونکہ کسی کے لئے جینا بہت Sensational بلکہ فل آف ایڈونچر ہے۔''

''واؤ.....فل آف ایڈونچر۔'' وہ بے ساختہ زور سے ہنس پڑیں۔ ''یہی کہا ہے نا تم نے حمزہ؟''

''جی آپا!'' وہ کچھ شرمسار سا ہو گیا۔

''بھئی اب اس ایڈونچر کی وضاحت ہونی چاہئے۔ میں اپنے بیٹے کے دل کی گہرائی سے اٹھتے جذبے کی وہ آگ دیکھنا چاہتی ہوں، جس میں مجھے تم جلتے صاف دکھائی دے رہے ہو۔ کم آن حمزہ! You must explain your adventure of love.'' حمزہ نے بہ غور آپا کی صورت دیکھی۔ وہ کہیں سے بھی مذاق کے موڈ میں نہیں تھیں۔ البتہ ان کا موڈ پہلے سے زیادہ فریش دکھائی دے رہا تھا۔ شاید یہ اس کے بے تکے الفاظ کا استعمال تھا۔ وہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھانے لگا۔

''بھلا کیا ضرورت تھی مجھے آپا سے یہ بات کہنے کی۔ اب وہ جان کھا جائیں گی میری اور جب تک مطمئن نہیں ہو جائیں گی، میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گی۔ اوہ شٹ، یہ کیا فضول سا کہہ ڈالا میں نے۔'' وہ بری طرح جھنجلایا۔

''اب کیا سوچنے لگے حمزہ! جواب تو دو نا۔'' ان کی کھنکتی آواز نے اسے دوبارہ ہوش کی دنیا میں کھینچا۔

''میں کیا جواب دوں آپ کو۔'' وہ نظر چرا کر رخ موڑ گیا۔ آپا کے لبوں کی مسکراہٹ مزید شوخ ہو گئی۔

''بھئی وہی دو، جیسا تم سوچتے ہو اس کے بارے میں۔''

''لیکن اپنی سوچ کو لفظوں کا روپ دینا میرے لئے بہت مشکل ہے آپا! شاید میں کوئی وضاحت نہیں کر سکتا۔''

''کیوں بھئی؟'' انہوں نے ابرو تان کر اسے گھورا۔ ''آگ میں جلنے والے تو بہت شور مچاتے ہیں۔ کیونکہ تکلیف ان سے سہی نہیں جاتی، پھر تم کوئی وضاحت کرنا کیوں نہیں چاہتے؟''

''اس لئے کہ میرا ظرف میری برداشت سے زیادہ ہے آپا!'' اس کا انداز ذومعنی تھا۔

''اوہ، ہاؤ ایکسل یو آر۔'' اس کی ہنسی سرخ لبوں پر چمک اٹھی۔ ''گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو

کہ عالی ظرف اپنی آگ اپنے اندر ہی رکھتے ہیں، یعنی صاف مطلب یہ ہے کہ تم مجھے جواب دینا نہیں چاہتے۔''

''جی بالکل! کیونکہ جواب دینے سے کچھ فائدہ نہیں ہو گا۔ ہاں، آپ کے سوالوں کے جواب میں صرف اتنا کہوں گا کہ اگر آپ میرے جذبات کی گہرائی جاننے کی خواہش مند ہیں تو ذرا اس آگ کے قریب آئیے، مجھے یقین ہے آپ اس حدت کو سہہ نہیں پائیں گی، جو میرے اندر کی تیز روشنی کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ کیونکہ آپا! یہ روشنی محبت کے جذبوں کا اظہار ہے اور میں سمجھتا ہوں، یہی اظہار آپ کے سوال کا جواب ہے۔ سو وہ جواب آپ کو خود تلاشنا ہو گا۔'' وہ مڑ کر اپنے بستر پر جا بیٹھا۔

''اوہ، اِٹس ویری انٹرسٹنگ۔'' وہ ایک خوب صورت ہنسی کے ساتھ اس کے مقابل جا بیٹھیں۔ ''تم بہت ذہین ہو حمزہ!''

''مشکل جواب کے ساتھ بندے کو اُلجھانے میں کمال رکھتے ہو۔ مگر میں ایک تجربہ کار عورت ہوں، اُلجھنے سے پہلے ہی سلجھاؤ کے بارے میں غور کر لیتی ہوں، اپنے سوالوں کے جواب اگر مجھے خود تلاشنے ہیں تو اس تلاش کا پہلا حاصل وہ تاثر ہے، جو کہتا ہے منال تم سے محبت نہیں کرتی۔''

''واٹ؟'' حمزہ یک دم سیدھا ہو بیٹھا۔ ''واٹ ڈو یو مین؟''

''تھنگ ایلس مائی برادر! مطلب وہی ہے، جو تمہیں سمجھ آیا ہے۔ منال تمہیں قطعاً نہیں چاہتی، یہ سچ تمہیں مان لینا چاہئے۔'' ان کی گہری نگاہ چھوٹے بھائی کے چہرے پر جمی ہوئی تھی، جو ہونق سا ہو کر منہ کھولے انہیں دیکھ رہا تھا۔

''آپ.....آپ اتنی بڑی بات اتنی آسانی سے کیسے کہہ سکتی ہیں؟'' اس نے سنبھل کر تیزی سے اعتراض کیا، پھر بھی اپنی جھلاہٹ چھپا نہیں پایا تھا۔ آپا نے ہاتھ بڑھا کر بڑی محبت سے اس کا شانہ تھپکا۔

''اتنا ایموشنل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم جانتے ہو، میں بے کار باتیں نہیں کرتی۔ میں نے جو دیکھا، وہ کہہ ڈالا۔ میرا خیال ہے، تم نے منال کی رائے جانے بغیر منگنی کرنے کا فیصلہ کر ڈالا ہے حمزہ! تمہیں کم سے کم ایک بار خود جا کر منال سے بات کرنی چاہئے تھی، ہو سکتا ہے، وہ اس رشتے پر ہاں کہنے کے لئے مجبور کر دی گئی ہو۔''

''نہیں آپا! آپ.....آپ مجھے کیوں اُلجھا رہی ہیں؟ دیکھئے، منال کی طرف سے کوئی انکار نہیں ہے۔ وہ اس منگنی پر دل سے راضی ہے اور میں جانتا ہوں، وہ مجھے چاہتی بھی ہے۔ اس کی رائے جاننے کے بعد ہی اس کے گھر والوں نے منگنی کی رسم ادا کی ہے اور میری بات کا ثبوت وہ فون کال ہے، جو منال نے ابھی کچھ دیر پہلے مجھے کی ہے۔ وہ مجھ سے سوری کہہ رہی تھی۔'' وہ تڑپ کر بولا تو آپا کچھ چونک سی گئیں۔

''سوری کیوں کہہ رہی تھی منال؟ اس نے کیا غلطی کی ہے حمزہ؟''

''آج اس نے میری موجودگی میں دائم سے خاصی بدسلوکی کی ہے۔''

''کس سے کی ہے؟'' آپا کا فوری سوال ان کے تجسس کو ظاہر کر رہا تھا۔

''دائم سے.....وہ میرا دوست ہے اور ظاہر ہے، میں منال کی بدتمیزی کو سہہ نہیں پایا۔ سو میں نے سب کے سامنے اسے بری طرح سے ڈانٹا تھا۔ جواباً وہ خاموش ہو گئی تھی۔ مگر بعد میں اس نے اپنے رویّے پر غور کرنے کے بعد مجھ سے اس رف بی ہیویئر پر معافی مانگ لی اور یہ بھی کہا کہ وہ آئندہ مجھے کسی شکایت کا موقع نہیں دے گی۔''

''آپ نے سنا آپا؟'' اس نے خفگی سے انہیں دیکھا۔ ''وہ مجھے دوبارہ کسی شکایت کا موقع نہیں دے گی۔ اس بات کا مطلب یہ ہے کہ وہ میری ناراضگی افورڈ نہیں کر سکتی اور یہ خیال صرف وہ کرتا ہے، جو دوسرے کو کچھ اہمیت دے، اسے چاہے یا خاص سمجھے۔ میں جانتا ہوں، آپا! وہ لڑکی مجھے چاہتی ہے، وہ مجھ سے اتنی ہی محبت کرتی ہے، جتنی میں اس سے کرتا ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آج وہ آپ کی پہنائی انگوٹھی رد کر سکتی تھی۔ یہ موقع تھا اس کے پاس کہ وہ انکار کر جاتی۔ مگر دیکھئے، اس نے دوسری بار بھی منگنی کی رسم کو بہت مسرت اور اطمینان سے پورا کیا۔ وہ مجھ سے تعلق جوڑ کر بہت خوش ہے۔ وہ بہت مطمئن ہے آپا!''

''خدا کرے ایسا ہی ہو۔'' اس بار تحریم کچھ سنبھل گئیں۔ مگر حمزہ کو ان کا جملہ بے حد چبھا۔

''کیا مطلب ایسا ہی ہو؟ ایسا ہی ہے آپا! آخر آپ واہموں میں کیوں گھر گئی ہیں؟ منال کی کس حرکت نے آپ کو شکوک میں مبتلا کیا ہے؟''

''کیا اس نے آپ سے کچھ کہا ہے؟ پلیز بتایئے مجھے.....آپ نے اتنی بڑی بات آخر کس برتے پر کہہ ڈالی؟ کیا دیکھا ہے آپ نے جو ایسا عجیب و غریب نتیجہ اخذ کئے بیٹھی ہیں؟ آخر کیا غلطی کی ہے اس لڑکی نے آپا؟.....پلیز، مجھے بتایئے۔'' وہ بے حد متوحش تھا۔

''اس کی غلطی بہت بڑی ہے حمزہ! شاید تم سن نہ سکو۔''

''کک.....کیا مطلب؟'' وہ بے اختیار اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ آپا کی سنجیدگی اور کھرا لہجہ اس کا دل دہلا گیا۔

''یہ مطلب بہت تکلیف دہ ہے بیٹا! تم سہہ نہیں پاؤ گے۔ بہتر ہو گا، تم جا کر منال کا دل ٹٹولو۔ وہاں اپنا عکس ملے تو سمجھنا، میں غلط تھی ورنہ پھر.....'' انہوں نے بات ادھوری چھوڑ دی، حمزہ کا چین و قرار ایک ثانیے میں بھسم ہوا۔ وہ جیسے انگاروں پر لوٹ گیا۔

''ورنہ کیا آپا؟.....فار گاڈ سیک، اپنی بات پوری کیجئے۔ جو کہنا ہے، کھل کر کہہ ڈالئے۔ یہ میری آئندہ زندگی کا سوال ہے۔''

''ہاں حمزہ!'' ان کا لہجہ مضبوط تھا۔ ''میں بھی یہی کہنا چاہتی ہوں کہ یہ تمہاری آئندہ زندگی کا سوال ہے۔ میں نے تم سے اسی لئے پوچھا تھا کہ تم منال کو کتنا چاہتے ہو اور یہ کہ منال

تمہارے لئے جذباتی ہے یا نہیں۔ مگر اب لگتا ہے، تم کسی غلط فہمی میں گھر گئے ہو۔ منال تمہیں نہیں، کسی اور کو چاہتی ہے۔''

''کسی اور کو.....؟'' اس پر جیسے بم گرا تھا۔ ''کس کو آپا؟''

''تمہارے دوست دائم کو۔'' ان کا لہجہ لگی لپٹی کے بغیر تھا۔ حمزہ پر آگ برس گئی۔

''دائم.....اوہ شٹ، واٹ دی ہیل یُو آر ٹاکنگ اباؤٹ؟'' اس نے غصے میں آ کر ایک زور کا ہاتھ مارا اور بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر پڑے فریم کو دور پھینک دیا۔ کمرے میں ایک دھماکا ہوا اور کانچ ٹوٹنے کی صدا دُور تک گونجی۔ آپا کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ حمزہ نے اپنی اور ان کی بہت خوب صورت سی تصویر کو توڑ ڈالا تھا۔ یہ تصویر ان کی حمزہ سے دیوانہ وار محبت کا ثبوت تھی۔ وہ تڑپ کر اُٹھیں اور فرش سے ٹوٹے فریم کو اٹھا لائیں۔ ان کی آواز میں اشکوں کی بہتات تھی۔

''یہ کیا کیا تم نے، حمزہ!.....منال کی خاطر تم نے اس بے دردی سے مجھے خود سے جدا کر دیا؟''

''جی.....؟'' وہ بری طرح سٹپٹایا۔ ''یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟ بھلا میرے اور آپ کے بیچ یہ منال کہاں سے آ گئی؟''

''یہ دیکھو۔'' ان کی آنکھیں آنسوؤں سے دُھندلی ہو رہی تھیں۔ ''تم نے میرے سامنے اپنی اور میری تصویر کو اٹھا کر اتنی نفرت سے دور پھینکا کہ وہ عین درمیان سے پھٹ گئی ہے۔ ذرا دیکھو حمزہ! میں اور تم کس طرح الگ ہو گئے ہیں۔''

''نن.....نہیں آپا!'' اس نے آگے بڑھ کر تیزی سے انہیں تھام لیا۔ ''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ دراصل آپ کی کہی بات میرے حواس چھین کر لے گئی، سو اپنے غصے پر قابو پانے کے لئے میں نے یونہی ہاتھ جھٹکا تھا۔ اب مجھے کیا خبر تھی کہ فریم ٹوٹ جائے گا۔ آئی ایم سوری آپا!.....پلیز، رویئے مت۔'' اس نے اپنے ہاتھ سے ان کے اشکوں کو پونچھنے کی ناکام کوشش کی۔ ''میں نے تصویر کے ٹکڑے کرنے کی شعوری کوشش نہیں کی، وہ فریم کا شیشہ لگنے سے پھٹ گئی ہے۔''

''نہیں۔'' انہوں نے روتے ہوئے اس کا ہاتھ پرے کیا۔ ''وہ شیشہ لگنے سے نہیں، تمہاری بدتمیزی سے پھٹی ہے۔''

''اوکے۔'' اس نے ہاتھ اٹھا دیئے۔ ''میں اپنی جذباتیت پر شرمندہ ہوں آپا! مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ پلیز، آپ معاف کر دیجئے، میں صبح جا کر نیا فریم خرید لاؤں گا۔ کل ہم دونوں کی یہ تصویر آپ کو پہلے سے اچھی حالت میں ملے گی۔ آئی پرامس آپا! پلیز آپ مجھے معاف کر دیجئے۔'' اس نے گھبرا کر ہاتھ جوڑ دیئے۔

''نہیں.....تمہاری معافی سے کیا ہو گا حمزہ؟'' وہ بے حد دل گرفتہ تھیں۔ ''تم بے شک اس تصویر کی حالت سدھار لو گے، مگر میرا ٹوٹا دل کیسے جوڑو گے؟ میں تمہاری ماں جیسی ہوں، کیا

میرے دل کے ٹکڑے جوڑ سکو گے؟.....نہیں حمزہ! تم نے تصویر کے نہیں، میرے دل کے دو حصے کئے ہیں۔ یہ بہت زیادتی ہے۔''

وہ متواتر روئے جا رہی تھی۔ حمزہ کا دماغ بھک سے اُڑ گیا۔ ان کی اشک باری، دل پر پڑا بوجھ بڑھائے جا رہی تھی۔ اسے اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا۔

''خدارا! بس کیجئے، آپا!'' اس نے بے کسی سے دوبارہ ان کے رخسار پونچھے۔ ''میں نے کہا نا، میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں بھلا زیادتی کیوں کروں گا؟ پلیز، مجھے غلط مت سمجھئے، آپ کی بات دراصل میری برداشت سے باہر ہو گئی تھی۔ شاید اسی لئے میں ایسا ری ایکٹ کر بیٹھا۔ فار گاڈ سیک آپا! یو جسٹ ٹرائے ٹو انڈر اسٹینڈ می۔ دائم میرا دوست ہے، وہ سندس کو لائیک کرتا ہے، بلکہ وہ اپنی منگیتر کی محبت میں پاگل ہے۔ پھر وہ منال سے کیسے.....؟''

''اوہ مائی گاڈ!'' اس نے بے اختیار سر جھٹکا۔ ''پہلی ہی ملاقات میں آپ نے بھی کیا سے کیا سوچ لیا۔ نہ جانے کیوں، بدگمان ہو گئیں آپ منال سے۔''

آپا نے تڑپ کر اسے دیکھا۔ اندر کی بے چینی، حمزہ کو بے قراری میں مبتلا کر رہی تھی۔ وہ سچ مچ بہت مضطرب تھا۔ انہوں نے اپنے آنچل سے فوراً آنسو پونچھے اور انتہائی سنجیدگی سے بولیں۔ ''میں منال سے بالکل بدگمان نہیں ہوں بیٹا! شاید تم نے میرا کہا دھیان سے نہیں سنا۔ میں دراصل تمہارے دوست کی بات کر رہی ہوں، آئی مین، دائم کی.....وہ لڑکا تم سے پردہ پوشی کر رہا ہے، تمہیں اصل بات بتانا نہیں چاہتا۔''

''واٹ؟'' حمزہ کا دماغ گھوم گیا۔ ''کس بات کی پردہ پوشی آپا؟ کیا وہ مجرم ہے؟''

''نہیں، مجرم وہ نہیں، تمہاری منال ہے۔ منال، دائم کو چاہتی ہے۔''

''اوہ جسٹ اسٹاپ اِٹ، آپا!'' حمزہ کا چہرہ لہو رنگ سمیٹ لایا۔ ''میں یہ برداشت نہیں کر پاؤں گا۔ آپ غلط کہہ رہی ہیں..... بالکل غلط۔''

''نو..... نیور.....'' انہوں نے پُرزور انداز میں اس کی نفی کی۔ ''اِٹ از اے فیکٹ، حمزہ!.....منال، لوز دائم۔''

''فار گاڈ سیک، آپا!'' وہ اس بار چیخ اٹھا۔ ''ایک شریف، پاک باز لڑکی پر اتنا بے ہودہ الزام مت لگائیے۔ یہ ممکن نہیں ہے۔''

''اوکے۔'' ان کی سنجیدگی اب بھی وہی تھی۔ ''اگر تم الزام سمجھتے ہو تو ثابت کر دو کہ میں غلط ہوں۔ میں اپنے الفاظ واپس لے لوں گی۔''

''اوہ گاڈ!'' حمزہ اپنا سر پکڑ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ ''آپ جانے کیوں میرا امتحان لینے پر اُتر آئی ہیں۔ آخر یہ شک آپ کو ہوا کیونکر؟ ''مبـ میرا مطلب ہے، وہ کون سی بات ہے جس نے آپ کو منال کے لئے ایسا سوچنے بر مجبور کر دیا؟ آپ نہیں جانتیں آپا! آپ نے میرا دل مسل ڈالا ہے۔''

وہ روہانسا ہو گیا۔ یوں لگ رہا تھا، جیسے کسی نے اسے آگ کے الاؤ میں جھونک دیا ہو۔ آپا کچھ دیر خاموشی سے اس کے چہرے کو دیکھتی رہیں، پھر اٹھ کر اس کے قریب آ بیٹھیں۔ اس کے بالوں کو محبت سے سہلاتے ہوئے بولیں۔

''میں جانتی ہوں حمزہ! تمہیں میرے ہر لفظ سے بہت تکلیف پہنچی ہے۔ مگر سچ یہی ہے۔ میں غلط نہیں کہہ رہی۔ وہ لڑکی دائم کی محبت میں پڑ کر اتنی دور نکل آئی ہے کہ اگر اس بارے میں پوچھو گے تو وہ جھوٹ نہیں کہے گی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں وہی آگ دہکتی دیکھی ہے، جسے تم اپنے دل کے اندر جلتے رہنے کا دعویٰ کئے بیٹھے ہو۔ میں نے منال کی آنکھوں میں جلتے شعلوں کی وہ حدت محسوس کی تھی، جو بندے کو محبوب کے سوا کسی دوسرے کا ہونے نہیں دیتی۔ وہ آگ اپنے ساتھ ساتھ اسے بھی جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ تم دیکھنا، دائم بھی اس آگ میں جل کر رہے گا۔ خواہ وہ کسی بھی سندس پر مرتا ہو، اس کا دیوانہ ہو یا اس کے بغیر زندگی جینے کا تصور نہ کرتا ہو، منال کی چاہت اسے اپنا اسیر بنا کر دم لے گی۔''

''اُف.....بس کیجئے آپا! مجھ سے اور کچھ بھی سنا نہیں جائے گا۔'' وہ یک دم غصے میں بھڑک اٹھا۔

''تمہیں سننا پڑے گا حمزہ! میں اپنے چھوٹے بھائی کو.....اپنے بیٹے کو کسی اندھی کھائی میں گرتا نہیں دیکھ سکتی۔ دیکھو میری جان! یہ بات ابھی میرے اور تمہارے بیچ ہے، کل دنیا میں پھیل گئی تو کیسے سہو گے لوگوں کی طنزیہ باتوں کو؟ اپنی محبت کی بے حرمتی کو؟ اور کیسے برداشت کرو گے منال کی بے وفائی کو؟.....بتاؤ حمزہ! کیا روک پاؤ گے لوگوں کی زبان کو؟''

''آئی ڈونٹ کیئر اینی پرسن۔ مجھے اب کوئی بات نہیں کرنی آپ سے.....پلیز جائیے یہاں سے۔ جسٹ لیو می الون۔'' وہ بے زار سا ہو کر رخ موڑ گیا۔

''ٹھیک ہے۔'' آپا بیگم اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ ''میں چلی جاتی ہوں۔ لیکن حمزہ! یہ وعدہ کرو مجھ سے، تم جو بھی فیصلہ کرو گے، مجھے ضرور بتاؤ گے۔''

''اوہ گاڈ! میں نے کہا ہے نا، مجھے اکیلا چھوڑ دیجئے۔ کیوں زچ کرنے کو تلی بیٹھی ہیں آپ؟ جائیے یہاں سے، میرے کمرے سے چلی جائیے پلیز۔'' اس بار اس نے رکھائی سے دروازے کی طرف اشارہ کیا تو آپا کے لبوں پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''یو جسٹ ریلیکس حمزہ! میں جا رہی ہوں۔ بہتر یہی ہو گا، تم خود کو قابو میں رکھو۔ ہوش گنواؤ گے تو خود کو زیادہ اذیت میں ڈالو گے۔ ٹھنڈے رہو گے تو میری باتوں پر غور و خوض بھی کر سکو گے۔ میں سمجھتی ہوں، منال کو فون کر کے تم صاف صاف بات کرو۔ اگر وہ لڑکی تمہارے پہلے سوال پر ہی خاموشی اختیار کرتی ہے تو سمجھ لینا، میں نے غلط نہیں کہا۔''

''اوفوہ، اللہ کے واسطے آپا! میرا پیچھا چھوڑ دیجئے۔ چلی جائیے یہاں سے۔ میں کوئی گستاخی کرنا نہیں چاہتا۔'' اس نے زوردار آواز کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھ ان کے سامنے جوڑ

دیئے۔ تحریم آپا کی مسکراہٹ گہری ہوگئی۔ وہ کچھ کہے بغیر کمرے سے باہر نکل گئی تھیں۔

❁

میں اس کو پا کے ادھورا، وہ مجھ کو کھو کے اُداس
ہمارے درد کا کوئی موازنہ تو کرے.....

حمزہ کی ذہنی حالت اس قدر شکستہ تھی کہ وہ خود کو سنبھال نہیں پا رہا تھا۔ پوری رات آنکھوں میں کٹ گئی تھی۔ اذیت، پریشانی اور بے قراری نے جیسے من کا سکون چھین لیا تھا۔ وہ اتنا دل برداشتہ تھا کہ مرد ہونے کے باوجود کسی مہربان کا کندھا پاتے ہی پھوٹ پھوٹ کے رونے کی خواہش رکھتا تھا۔

وہ محبت جو لہو بن کر رگ رگ میں بہہ رہی تھی، اسی محبت میں ملاوٹ کا احساس اسے مارے ڈال رہا تھا۔ آپا نے آج اس لڑکی کی طرف انگلی اٹھائی تھی، جس کی پارسائی اور شرافت کی وہ قسم کھا سکتا تھا۔

''منال اور دائم..... بھلا کیا مطابقت تھی ان میں؟ کچھ بھی تو نہیں..... دونوں ایک متوازی خط کے دو سرے تھے۔ منال، حمزہ کی منگیتر تھی اور سندس، دائم کی۔ وہ دونوں اپنی اپنی چاہت سے منہ موڑ کر ایک دوسرے کے نزدیک کیسے آ سکتے تھے۔ یہ بات ہر لحاظ سے ناممکن تھی۔ منال، منگنی کے دن سب کے سامنے کس طرح شرمائی لجائی بیٹھی تھی اور جب حمزہ نے منال کی طرف جھک کر اس کا شکریہ ادا کیا تھا یہ کہہ کر کہ ان کی جانب سے ملنے والی انگوٹھی اس کا اعزاز رہے گی تو کتنا گلابی چہرہ ہوگیا تھا منال کا..... وہ جانتی تھی، حمزہ سچ کہہ رہا تھا۔ منگنی کی انگوٹھی سے پہلے اس نے کبھی کوئی رنگ اپنے ہاتھ میں نہیں ڈالا تھا۔ مگر ابو امی کے اصرار پر منال کے ہاتھوں اس نے وہ گولڈ رنگ اپنی انگلی میں سجا لیا تھا، اپنی محبت کا اعزاز بنا لیا تھا۔

اور دائم..... کتنا خوش تھا وہ ان لمحوں میں۔ حمزہ نے منال کے ہاتھ میں جواباً انگوٹھی ڈالنے کے لئے جب اجازت چاہی تو دائم نے یہ کہہ کر کتنے دوستانہ انداز میں مذاق اُڑایا تھا کہ اس کام کے لئے بھلا کون اجازت مانگتا ہے۔ سب اس کی شوخی پر کس قدر ہنسے تھے۔

اگر وہی دائم، منال کو چاہتا یا منال کے دل میں دائم کی محبت ہوتی تو کیا وہ دونوں اتنے بھرپور تاثرات دینے پر قادر ہوتے؟ ان کی باتیں کیا ایک دوسرے سے خصوصی تعلق کو سب پر ظاہر کرتیں؟ یا پھر دونوں کے دل چور تھے؟ تو کیا وہ حمزہ سے بے وفائی کے مرتکب ہو جاتے؟

''نہیں، ہرگز نہیں..... ایسا نہیں ہو سکتا۔'' حمزہ نے سوچوں سے اُلجھ کر اپنے بال مٹھی میں جکڑ لئے۔ وہ انتہا درجے کی اذیت میں گرفتار تھا۔

شاید آپا بیگم کا دماغ چل گیا ہے۔ بڑھاپے کی دہلیز پر آ کر وہ اپنے حواس کھو بیٹھی ہیں، تبھی ان لوگوں پر شک کر رہی ہیں، جن کا آپس میں دُور کا بھی واسطہ نہیں اور نہ ہی وہ کسی تعلق خاطر کے سزاوار ہیں۔'' اس نے انتہائی بے زاری سے سوچا۔

''دائم میرا بہت اچھا دوست ہے۔ کیا وہ منال کی خاطر سندس کو چھوڑ سکتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔'' حمزہ نے سر جھٹک کر اپنی ہی سوچ کو رد کیا۔

وہ سندس کو چاہتا ہے۔ میں جانتا ہوں، وہ لڑکی اس کی جذباتی کمزوری ہے۔ پھر منال کی سندس کے سامنے کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ وہ دائم کے لئے ایک دوست کی بہن ہے اور دوسرے دوست کی منگیتر۔ بھلا اسے کیا ضرورت ہے، جو وہ سندس جیسی من چاہی لڑکی سے آنکھیں پھیر کر منال کی طرف متوجہ ہو۔ دائم تو اب تک سندس سے شادی بھی کر چکا ہوتا، مگر یہ قسمت کی ستم ظریفی تھی کہ روڈ ایکسیڈنٹ کے باعث وہ شادی کے بندھن میں بندھ نہ سکا۔ اس کے زخم اب بھی کچے ہیں۔ وہ کمزور اور بیمار ہے، پھر بھی میری اور عرفان جیسے دوستوں کی خوشیوں میں اپنی جسمانی شکستگی کے باوجود شامل ہونے چلا آیا۔ وہ نہیں چاہتا، بعد میں کوئی گلہ شکوہ ہو۔ وہ پُرخلوص شخص، جس نے پاؤں کے گہرے زخم کے باوجود لنگڑاتے ہوئے منگنی کی تقریب میں شرکت کی، وہی شخص کیا میری منگیتر پر ڈورے ڈال سکتا ہے؟ وہ بھی تب..... جب وہ خود کسی کا منظورِ نظر ہے اور اسے زندگی میں شامل کرنے کو بے تاب ہے۔

''ہونہہ..... لگتا ہے، آپا بیگم سٹھیا گئی ہیں یا پھر منال سے جلتی ہیں۔'' حمزہ نے دل کی جلن کو باغی خیالات کی نذر کر دیا۔ تب اچانک ایک نئی سوچ کسی برق کی طرح اس کے ذہن میں کوندی تھی۔

''کہیں آپا بیگم میرے لئے کسی دوسری لڑکی کو منتخب تو نہیں کر بیٹھیں؟ ہو سکتا ہے، وہ کسی من چاہی لڑکی سے میری شادی کی خواہش مند ہوں اور منال سے میرا تعلق توڑنے کے لئے انہوں نے یہ چال چلی ہو۔''

''اوہ یس..... **She is useing a trump card at this time**'' حمزہ نے جوش میں آ کر بستر پر پڑے نرم تکیے کو گھونسا رسید کیا، تکیہ ایک جھٹکے سے فرش پر گر پڑا۔ تب وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا۔

''او کے آپا بیگم! یہ اگر آپ کی سازش ہے تو اس کا نتیجہ آپ کو بھگتنا پڑے گا۔ میں آپ کی ممتا اور آپ کی اندھی محبت کے پاگل پن میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ منال میری عمر بھر کی خوشی ہے۔ یہ خوشی کوئی داؤ پر لگا دے، ایسا میں ہونے نہیں دوں گا۔ آپ نے بہت غلط لوگوں کو اپنے مقصد کے حصول کے لئے چُنا ہے آپا! کس قدر گندی اور واہیات سوچ ہے آپ کی۔ آپ نے بیٹے جیسے بھائی کی زندگی کے ساتھ کتنا گھناؤنا مذاق کیا ہے۔ میں آپ کو معاف نہیں کروں گا آپا! میں کبھی معاف نہیں کروں گا۔''

وہ مٹھیاں بھینچے کمرے میں چکرانے لگا۔ بدظنی اور ناراضگی نے اس کے حواس شل کر ڈالے تھے۔

❁❁❁

اس لمحے اسے آپا بیگم سے شدید نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ وہ عزت و احترام اور عقیدت جو اسے ماں کے بعد سب سے زیادہ اپنی بہن سے تھی، اس پل نہ جانے کون سے پس منظر میں جا سوئی تھی..... اس وقت وہ ان سے صرف بے زاری محسوس کر رہا تھا۔ ایک نفرت بھری بے زاری۔

وہ کچھ دیر یونہی خیالات میں کھویا کمرے میں ٹہلتا رہا۔ پھر جیسے کسی خاص نتیجے پر پہنچ گیا۔ بیڈ کے کنارے سے ٹِک کر اس نے دیوار پر لگے کلاک میں وقت دیکھا۔ صبح کے پانچ بجنے کو تھے۔ گویا فجر کی اذان ہوا چاہتی تھی۔ بڑا سچا وقت تھا اور یہی وقت اسے اصل حقائق سے آگاہ کر سکتا تھا۔ اس نے اس لمحے میں فیصلہ کیا اور اگلے ہی پل سائیڈ بورڈ پر پڑا موبائل اٹھا کر دائم کا نمبر ملایا۔

بیل ہونے لگی اور کچھ دیر بعد دائم کی نیند کے خمار میں ڈوبی آواز حمزہ کے کانوں میں گونجی۔ ''کیا پاگل ہو گئے ہو حمزہ؟ یہ کوئی وقت ہے فون کرنے کا؟..... ارے یار! تم رات بارہ بجے ہی میرا برتھ ڈے وِش کر لیتے۔ بھلا صبح سویرے تنگ کرنے کا کون سا انداز ہے؟''

''کیا.....؟'' حمزہ اُچھل پڑا۔ ''تمہارا برتھ ڈے؟..... کیا آج تمہارا برتھ ڈے ہے، دائم؟''

''Oh God, are you in your senceses?'' دائم نے بے حد جل کر پوچھا۔ ''یہ بے وقوفی بھرا سوال پوچھ کر مجھے مت تپاؤ۔ میں جانتا ہوں، تم شرارت کر رہے ہو۔ بٹ تھینکس فور یور بیسٹ وشز آن مائی برتھ ڈے۔ اس وقت مجھے نیند آ رہی ہے۔ سو پلیز، حمزہ! مجھے سونے دو، باقی باتیں بعد میں کریں گے۔'' اس نے فون ڈسکنکٹ کر دیا۔

حمزہ کا پورا وجود پسینے میں شرابور ہو گیا۔

''اوہ خدایا!..... میں کتنی بڑی غلطی کرنے سے بچ گیا۔ آج دائم کا برتھ ڈے ہے اور میں اس سے منال کے بارے میں پوچھ گچھ کرنے والا تھا۔ اُف! وہ کیا سوچتا ہو گا میرے بے ہودہ سوال پر..... یہی کہ میں اس کا برتھ ڈے تک یاد نہیں رکھ سکتا۔ ارے لعنت ہے مجھ پر۔ شاید میں عقل سے پیدل ہو گیا ہوں۔ یہ سب آپا بیگم کی وجہ سے ہے۔ انہوں نے میرا دماغ خراب کر دیا۔ مجھے اتنا اندر پریشر کر ڈالا کہ میں خود ہی منال کو دائم کے ساتھ

Scandalized کرنے لگا ہوں۔

یا اللہ!..... یہ کیا ہو گیا ہے مجھے؟ اگر میں اپنی رو میں کچھ اور ہی کہہ بیٹھتا تو دائم یقیناً مجھے کچا چبا جاتا۔ آج اس کی سالگرہ پر میں اسے شک و شبے کا تحفہ دینے والا تھا، بٹ تھینکس گاڈ! تُو نے مجھے ایک بڑی غلطی سے بچا لیا۔''

اس نے سکون کی گہری سانس کے ساتھ خود کو مطمئن کرنے کی کوشش کی مگر اب بھی من کے اندر ہی اندر کسی جوالا مکھی کی طرح دہک رہا تھا۔ وہ کچھ دیر اپنی جگہ ساکت بیٹھا رہا، پھر سوچ ایک نئی ڈگر پر چل نکلی۔ اس بار اس نے منال کے گھر کا نمبر ملایا تھا۔ دوسری طرف بیل جا رہی تھی، لیکن کوئی فون ریسیو کرنے نہیں آیا۔ شاید پورا گھر نیند کی آغوش میں تھا۔

اس نے کئی بار ٹرائی کی، مگر نتیجہ حسب منشا نہ نکلا۔ تب اس نے فون بند کرنے کا سوچا لیکن دوسری طرف سے رابطہ بحال ہو گیا تھا۔

''ہیلو.....!'' عرفان کی بھاری آواز حمزہ کے دل میں لگی آگ پر جیسے پانی کا چھینٹا بن کر گری۔

''ہیلو عرفان! میں حمزہ بات کر رہا ہوں۔''

''تم؟'' وہ بے حساب گھبرائے۔ ''کیا بات ہے، حمزہ؟ گھر پر سب خیریت تو ہے نا؟''

''ہاں، سب خیریت ہے۔ یُو ڈونٹ وری۔ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔'' وہ تیزی سے بولا تو عرفان چکرا کر رہ گئے۔

''اس وقت بات کرنی ہے؟..... تم حواس میں ہو حمزہ؟ یہ کوئی وقت ہے گفت و شنید کا؟ ارے کیا دن نہیں نکلے گا باتیں کرنے کے لئے؟''

''دن بھی ضرور نکلے گا یار! مگر میرا صبر جواب دے گیا ہے۔ پلیز عرفان! تم خیال مت کرنا، مجھے ابھی اور اسی وقت تم سے کچھ سوالوں کے جواب چاہئیں۔ فار گاڈ سیک، مجھے اس اذیت سے باہر نکال لو۔'' وہ جیسے منت کر رہا تھا۔

عرفان کی نیند سیکنڈوں میں اُڑی تھی۔ وہ قریب پڑی کرسی پر دھپ سے بیٹھ گئے، دل جیسے مٹھی میں آ گیا۔

''ہاں بولو، کیا بات ہے حمزہ؟ آخر وہ کون سے سوال ہیں، جن کے جواب تم اتنے سویرے چاہتے ہو۔ کیا تمہیں کوئی پریشانی ہے میری ذات سے متعلق؟''

''ارے نہیں یار!'' حمزہ کی سنجیدگی اس کی آواز میں نمایاں تھی۔ ''میرے سوالوں کا تعلق منال سے ہے، مجھے منال کے حوالے سے تم سے کچھ پوچھنا ہے۔''

''واٹ؟'' عرفان کے وجود میں زلزلے جاگ اُٹھے۔ وہ تیزی سے کرسی چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ''تمہارا مطلب کیا ہے حمزہ؟ تم منال کے بارے میں اتنے بے وقت کیا پوچھنا چاہتے ہو؟''

''یار عرفان! سچ کہنا، مجھ سے منگنی کے بارے میں تم نے منال سے پوچھا تھا؟ میرا مطلب ہے، کیا یہ منگنی، منال کی مرضی سے ہوئی ہے؟''

''ہاں، بالکل۔ اس منگنی کے لئے منال سو فیصد رضامند ہے لیکن تم..... تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو حمزہ؟'' ان کا ماتھا ٹھنکا۔

''یونہی۔'' حمزہ نے سکون کی سانس لے کر بات بدل ڈالی۔ ''دراصل رات منال نے فون کیا تھا۔ وہ سوری کہہ رہی تھی۔ مجھے لگا، جیسے کسی نے اس پر دباؤ ڈالا ہو کہ وہ فون پر مجھ سے بات کرے، دل میں وہم سے اٹھ رہے تھے، سوچا تم سے پوچھ لوں اس بارے میں۔''

''ارے، یہ کیسی باتیں کر رہے ہو یار؟ میں جانتا ہوں، منال نے میرے موبائل سے تمہیں کال کی تھی۔ وہ اس کا اپنا فیصلہ تھا۔ ارے تمہارا سیل نمبر معلوم نہیں تھا، اس لئے میں نے کال ملا کر دی تھی۔ وہ ڈر رہی تھی کہ کہیں تم اس سے خفا نہ ہو جاؤ۔ ویسے اس پر کوئی دباؤ نہیں تھا۔''

''اچھی بات ہے۔ اب میں اس سے خفا نہیں ہوں عرفان!'' اسے یہ بتا دینا۔'' حمزہ ہنس دیا۔ عرفان کی پہلی بات ہی منال کی پوزیشن کلیئر کر گئی تھی، سو کھل کر بولا۔ ''دراصل، منال کل بہت ناراض تھی، میری درخواست پر۔ مجھے فون پر بات کرنے سے صاف منع کر دیا تھا۔ مگر دیر سے سہی اس نے بالآخر درست فیصلہ کیا۔ تب میں نے بھی سوری کہا تھا منال کو۔ کیونکہ دائم کی خاطر میں نے بھی اسے ٹھیک ٹھاک جھاڑ دیا تھا۔ میری ڈانٹ منال کے لئے خاصی غیر متوقع تھی۔

''کیا..... کیا مطلب؟'' عرفان کچھ چوکنے ہو گئے۔ ''تم نے منال کو کیوں جھاڑا تھا؟''

''دراصل مجھے اس کا انداز اچھا نہیں لگا تھا۔ وہ دائم کے بھابی کہہ کر بات کرنے پر چڑ گئی تھی۔ منگنی کو کچا بندھن کہہ کر اسے اس رشتے سے بات کرنے کو منع کر رہی تھی۔ منال کا لہجہ بے حد رُوڈ تھا۔ مجھے دائم کی انسلٹ محسوس ہوئی، اسی لئے منال کو ڈانٹا تھا میں نے۔ لیکن خیر..... اب وہ بات ختم ہو چکی ہے۔ منال نے مجھ سے ایکسکیوز کر لیا ہے۔ سو تم بھی فکر مت کرو، میں اب مطمئن ہوں اور خوش بھی۔''

''اچھا۔'' عرفان کی گرفت ریسیور پر سخت ہو گئی۔ ان کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا تھا۔ ٹٹولتے انداز میں بے ساختہ بولے۔ ''ایک بات پوچھوں حمزہ! کیا تم نے یہی بات کہنے کے لئے فون کیا تھا؟''

''ہاں! میں رات بھر سو نہیں سکا۔ منال کا سوری کہنا مجھے اپ سیٹ کر گیا تھا۔ پلیز، تم اسے کہہ دینا، میں اس سے بالکل خفا نہیں ہوں۔ لیکن یہ بات تم بھی کہہ سکتے ہو میرے دوست! اب تم پر فون کرنے کی بندش نہیں ہے۔''

''ہاں یہ تو ہے۔ پھر بھی کہہ دینا اس کو۔ تمہارے منہ سے سن کر وہ کچھ زیادہ مطمئن ہو

جائے گی۔'' حمزہ کا موڈ بدل گیا تھا۔ وہ خاصا سکون محسوس کر رہا تھا۔ عرفان کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

''حمزہ! مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ تم کچھ اور کہنے والے تھے؟''

''ارے نہیں یار! بس اتنی سی بات تھی، تم اندیشے مت پالو۔'' وہ صاف مُکر گیا۔

''چلو ٹھیک ہے..... میں منال کو تمہارا میسج پاس آن کر دوں گا۔ کچھ اور کہنا ہے تمہیں اس سے؟''

''ہاں، کہنا تو بہت کچھ ہے۔ مگر تم بھائی ہو منال کے، اس لئے مجھ سے سن پاؤ گے نہ اسے کہہ پاؤ گے۔'' حمزہ کی شوخی، عرفان کے کان لال کر گئی۔

''ڈونٹ ٹاک ربش۔ اب سو جاؤ جا کر۔'' انہوں نے جھینپ مٹانے کو اسے ڈانٹا اور فون کریڈل پر پٹخ دیا۔

❁

ہم پہ اُترا ہے صبر کا موسم
آج کے دن ہے بس یہی لازم
وہ خدا ہے تو دیکھتا ہو گا
آج ہی یومِ حشر ہے شاید
خود کو یہ بھی عذاب دینا ہے
زندگی کا حساب دینا ہے
آج مجھ کو جواب دینا ہے

ناشتے کی میز پر امی کی گہری نظر عرفان بھائی پر لگی تھی، جو بظاہر کپ اُٹھائے چائے کے سپ لے رہے تھے لیکن ان کی پوری توجہ کسی نادیدہ نقطے پر مرکوز تھی۔ وہ یکسر غائب الدماغ تھے۔ اتنا کہ ارما گرم گرم پراٹھا لا کر ان کے سامنے رکھ چکی تھی، مگر وہ اب بھی ڈبل روٹی کے سلائس کو پلیٹ میں رگید رہے تھے۔ جب کہ ان کا دوسرا ہاتھ چائے کا مگ تھامے ہوئے تھا۔

''عرفان بھائی! ناشتہ کر لیجئے۔ منال نے ان کی محویت کو توڑنے کی کوشش کی تو وہ چونک کر سیدھے ہو گئے۔ ان کی نگاہ از خود سامنے رکھی پلیٹ کی طرف اٹھی۔ سلائس کا جو حال انہوں نے کیا تھا، اسے دیکھ کر وہ کچھ خفیف سے ہو گئے۔ ایک تیزی سے پلیٹ کر سامنے سے ہٹا کر انہوں نے مگ ٹیبل پر رکھا اور خود اٹھ کھڑے ہوئے۔ ارما کا لایا پراٹھا اب تلک ان کی نظرِ کرم سے محروم تھا۔

''کیا ہوا بھائی؟ اُٹھ کیوں گئے؟ پہلے ناشتہ تو کر لیجئے۔'' منال نے ان کی افراتفری پر دوبارہ انہیں ٹوکا تو وہ گردن گھما کر اسے دیکھنے لگے۔ ان کی خالی نظر خود پر مرکوز دیکھ کر وہ کچھ گھبرا سی گئی۔ ''آخر بات کیا ہے عرفان بھائی؟ آپ کچھ پریشان سے لگ رہے ہیں۔''

''ارے نن.....نہیں یار! پریشانی کیسی؟'' انہوں نے جیسے اسے ٹالا۔ ادھر امی کو بے چینی سی لگ گئی۔

''تم ٹھیک تو ہو نا عرفان؟ آج صبح صبح یہ کیسی حرکتیں کر رہے ہو، یوں جیسے نشے میں ہو۔''

''نشے میں.....'' وہ جھینپ کر مسکرا دیئے۔ ''آپ بھی کمال باتیں کرتی ہیں، امی! کیا میں شرابی نظر آتا ہوں آپ کو؟''

''ہائے توبہ، یہ کیسی بے ہودہ بات پوچھی تم نے۔ میں نے ایسا کب کہا؟'' وہ خفا ہو گئیں۔

''کہا تو نہیں مگر نشے کا ذکر کر رہی تھیں آپ۔ میں سمجھا شاید.....'' انہوں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ ماں کا تاثر دیکھ کر انہیں ہنسی آ گئی تھی۔ تب منال کی سنجیدگی انہیں متوجہ کر گئی۔

''اس میں ہنسنے والی کون سی بات ہے عرفان بھائی! آپ واقعی بہت عجیب سا بی ہیو کر رہے ہیں۔ یوں جیسے خود یہاں ہو کر بھی یہاں نہیں ہیں۔ ایسی حالت عموماً نشے کے بعد ہی ہوتی ہے۔ امی نے کون سا غلط کہا ہے آپ کو؟''

''یہ لو، اب تم بھی آ گئیں، امی کی حمایتی بن کر۔ ارے کچھ نہیں ہوا مجھے۔'' وہ فوراً پلٹ گئے۔ جانے سے پہلے انہوں نے میز پر سے اپنا والٹ اور موبائل اٹھا لیا تھا۔

''اوفوہ! اب کہاں چل پڑے، سب کچھ چھوڑ کر؟ پہلے ناشتہ تو کر لو بیٹا!'' امی کی صدا نے جیسے انہیں روکا۔

''مجھے بہت دیر ہو گئی ہے امی! اور ناشتہ میں کر چکا ہوں۔''

''آئے ہائے، کیا ہو گیا ہے عرفان؟ پراٹھا ویسے ہی پڑا ہے پلیٹ میں۔ بھلا کیا کھایا ہے تم نے؟''

''سب کچھ کھا لیا ہے امی! بس اب میں چلوں گا۔'' انہوں نے عجلت کا مظاہرہ کیا تو امی انہیں گھورنے لگیں۔ وہ کمرے کے دروازے پر جا کر پلٹے۔

''منال.....!'' انہوں نے عین دروازے کے بیچ رک کر اسے پکارا۔ ''صبح حمزہ کا فون آیا تھا، کہہ رہا تھا، تمہیں بتا دوں، وہ خفا نہیں ہے تم سے۔ اسے تمہارا فون کرنا اچھا لگا۔''

''جی.....؟'' منال نے حیرت سے انہیں دیکھا۔ بھیا کی بات اس کے سر سے گزر گئی۔ یہ بات رات ہی کو ختم ہو گئی تھی، پھر اب کیا ہوا تھا؟''

''دراصل حمزہ رات بھر سو نہیں سکا۔ کہہ رہا تھا، میری وجہ سے کوئی اپ سیٹ رہے، یہ مجھے اچھا نہیں لگتا۔ اسی بے قراری میں گھر کر اس نے مجھے فون کیا اور کہا کہ میں یہ پیغام تمہیں دے دوں۔'' انہوں نے جیسے وضاحت کی تو امی چونک اُٹھیں۔

''یہ حمزہ کو کس نے کہا ہے، منال کو فون کرنے کے لئے؟ منگنی ہو جانے کا یہ مطلب نہیں کہ اسے ہر پابندی سے آزاد کر دیا جائے۔''

''ارے امی! میں نے حمزہ سے کہا تھا، فون کرنے کے لئے، وہ منال سے بات کر لے تو

کیا برائی ہے اس میں؟ پلیز آپ کوئی اعتراض مت کیجئے گا۔'' انہوں نے جیسے امی کو سمجھایا۔

''لیکن یہ اچھا نہیں لگتا۔ دیکھو بیٹا! منگنی کے بعد لڑکی لڑکے کا اس طرح فری ہو کر بات کرنا مجھے پسند نہیں ہے۔''

''وہ سب ٹھیک ہے امی! مگر حمزہ میرا دوست ہے۔ وہ بہت سلجھا مزاج رکھتا ہے۔ آپ اسے جانتی ہیں، وہ اس رعایت کا کوئی فائدہ نہیں اٹھائے گا۔ اب دیکھ لیجئے، اس نے فون پر مجھ سے بات کی ہے، اگر چاہتا تو یہ پیغام براہِ راست منال کو دے سکتا تھا، مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔''

''ہاں، نہیں کیا تو اچھا کیا۔ لیکن یہ بات تمہارے ابو کو بھی اچھی نہیں لگے گی۔ تمہیں حمزہ کو ایسی کوئی رعایت دینی نہیں چاہئے۔''

''سنو منال!'' ارما نے بھیا کے پیچھے سے سر نکال کر کمرے میں جھانکا۔ ''تمہارا فون ہے۔ جا کر سن لو۔''

''کیا.....؟'' اس کی اطلاع سب کو چونکا گئی۔ ''کس کا فون ہے؟'' منال کے ساتھ عرفان بھائی بھی ارما کو دیکھنے لگے۔

''وہ حمزہ بھائی کا فون ہے، منال کو بلا رہے ہیں۔''

''حمزہ کا.....؟'' امی کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ ''اس نے صبح فون کیا اور اب پھر فون کیا ہے۔ کیا وہ پاگل ہو گیا ہے؟ رعایت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھائے گا۔ پھر یہ کیا ہے؟ اور کس طرح فائدہ اٹھاتے ہیں؟ ارے غضب خدا کا، چند گھنٹوں میں یہ اس کی دوسری کال ہے۔ کیا یہ اچھی بات ہے عرفان!.....بولو۔''

''اسے کچھ کام ہو گا امی! پلیز آپ کچھ دیر خاموش رہئے۔ اور منال! تم جاؤ، جا کر بات کرو اس سے۔'' اس نے حکمیہ انداز سے منال کو زبردستی اٹھا دیا مگر وہ کچھ حواس باختہ سی تھی۔

''میں.....میں کیا بات کروں گی ان سے؟''

''افوہ!.....تم کیوں بات کرو گی؟ تم صرف سنو گی منال! جاؤ دیکھو، وہ کیا کہہ رہا ہے۔'' وہ جھلائے تو منال اٹھ کر لاؤنج میں چلی آئی۔ ہولڈر پر رکھا فون چپکے سے اٹھایا اور بے زاری سے بولی۔

''ہیلو!.....میں منال بات کر رہی ہوں۔''

عرفان بھائی، امی اور ارما سمیت ادھر چلے آئے تھے۔ ان سب کی توجہ منال کی طرف تھی، جسے ان کی موجودگی اس پل زہر لگ رہی تھی۔

''کیسی ہو منال؟'' حمزہ کی مسکراتی آواز نے اس کا سواگت کیا۔

''آئی ایم فائن۔ آپ کیسے ہیں؟''

''بہت بے قرار.....آئی ایم ناٹ فیلنگ ویل۔ رات بھر تمہارے بارے میں سوچتا

رہا۔ایک پل کو نیند نہیں آئی۔"

"کیوں؟.....آپ نے مجھے حواسوں پر طاری کیوں کر لیا؟" وہ جز بز ہو گئی۔حمزہ کی بات اسے ناگواری میں مبتلا کر گئی تھی۔ بھلا ایسی بھی کیا بے قراری کہ بندہ اپنی نیند سے بھی جائے۔"

"میں نے نہیں، آپا نے طاری کیا ہے تمہیں میرے حواسوں پر.....ان کی باتیں میرا سکون، میرا قرار لے اُڑی ہیں منال!"

"کیوں.....کیا مطلب؟" وہ چونکی ہو گئی۔

"مطلب یہ ہے منال! میں آج تم سے ملنا چاہتا ہوں۔" وہ بے حد سنجیدہ تھا۔منال کی دھڑکن گم ہونے لگی۔

"لیکن کیوں؟.....کیا بات کرنی ہے آپ کو مجھ سے؟.....کیا میں نے کوئی غلطی کی ہے یا آپا کو کوئی شکایت ہے مجھ سے؟"

"ارے نہیں، آپا کو کیا شکایت ہو گی۔بس یونہی مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے۔"

"کک.....کیا پوچھنا ہے؟" اس کا دم ہوا ہو گیا۔

"بات کچھ سیریس ہے منال! مگر دیکھو، ہماری یہ میٹنگ کسی دوسرے کے علم میں نہیں آنی چاہئے۔"

"کک.....کیا مطلب؟" وہ دم بخود کھڑی تھی۔

"اب مطلب کیا سمجھاؤں؟ بات کچھ خاص ہے، میں اپنے دل کا کانٹا نکالنا چاہتا ہوں۔"

"کک.....کانٹا.....؟" وہ کپکپانے لگی۔"کون سا کانٹا؟"

"بس ایک ہے۔دل زخمی کر ڈالا ہے اس کانٹے نے۔تم سے ملوں گا تو سب کچھ بتا دوں گا۔بس تم چلی آؤ۔"

"او کے!" منال کا سانس گھٹنے لگا۔"میں.....میں کہاں آؤں آپ سے ملنے۔"

"تم ایسا کرو، آج سٹی بنک کے اسٹاپ پر آ جانا، میں تمہیں وہیں سے پک کر لوں گا۔" اس نے فوراً جگہ بتا دی۔

"ٹھیک ہے، میں پہنچ جاؤں گی۔"

"وقت کا خیال رکھنا منال! ٹھیک دو بجے.....ایسا نہ ہو، تم پہلے پہنچ جاؤ اور میرے انتظار میں خوار ہوتی پھرو۔"

"نہیں.....میں خیال رکھوں گی۔"

"او کے، بائے.....سی یُو سُون....." اس نے فون بند کر دیا۔منال نے ریسیور کریڈل پر رکھا تو اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے، چہرہ بھیگ رہا تھا۔اس کے تاثرات خوف سمیٹے ہوئے تھے۔عرفان بھائی فوراً واپس چلے آئے۔

"کیا کہاں اس نے؟ اب کیا بات کرنی تھی اسے؟"

"پپ.....پتہ نہیں۔ان کی باتیں مجھے سمجھ نہیں آئیں۔"

"کیوں؟ وہ پشتو میں بات کر رہا تھا، جو سمجھ نہیں آئی؟" امی جیسے جل کر رہ گئیں۔"پورے سات منٹ بات کی ہے تم نے حمزہ سے اور کہہ رہی ہو، سمجھ نہیں آئی۔ارے یہ کیا ہو گیا، تم دونوں بہن بھائی کو؟.....صبح سویرے اٹھ کر یہ کیا تماشا لگائے بیٹھے ہو۔" انہوں نے منال کو جھاڑ کے رکھ دیا۔

ادھر عرفان بھائی کو پریشانی لاحق تھی۔کچھ تو ضرور تھا، جو حمزہ جیسے لڑکے کو چین سے بیٹھنے نہیں دے رہا تھا۔دو بار فون کرنے کا مقصد کیا تھا۔

وہ عجب شش و پنج میں مبتلا تھے، جب ہی رنگ ٹون دوبارہ سے بج اُٹھی۔اس بار آواز کا رخ ان کے ہاتھ کی طرف تھا۔انہوں نے مٹھی میں دبے موبائل کی روشن اسکرین پر لکھے نام کو دیکھا۔دائم کی کال تھی، انہوں نے فوری ریسیو کی اور خوش دلی سے بولے۔

"ہیلو دائم! ہیپی برتھ ڈے ٹُو یُو.....میں ابھی کال کرنے ہی والا تھا کہ تم نے یاد کر لیا۔"

"اُف، بس کرو یار! یہ بات تم ہر سال کہتے ہو۔ایسا کرو، کچھ الفاظ بدل ڈالو اس جملے کے، ہر سال آج ہی کے دن میں جب بھی پہلا فون کرتا ہوں، تم یہی بات کہہ کر مجھے مبارک باد دے ڈالتے ہو، مگر سالگرہ کا وقت رات 12 بجے سے شروع ہو جاتا ہے، عرفان! پھر بھی تمہاری حجت ختم نہیں ہوتی۔" دائم کا طنز انہیں بے حساب شرمندہ کر گیا۔

"ایسی بات نہیں ہے دائم! میں تمہارا برتھ ڈے کبھی نہیں بھولا۔مگر ہر بار حالات کچھ سازگار نہیں ہوتے، بہر حال میری بات کو مذاق مت سمجھنا، کیونکہ آج حمزہ کے فون کی وجہ سے میں تھوڑا لیٹ گیا، ورنہ یہ مبارک باد تمہیں آج صبح اٹھتے ہی موصول ہو جاتی۔"

"اِٹس او کے اینڈ تھینکس فار یور لیٹ وشنگ۔" وہ ہنس دیا۔ویسے میں نے یہ بھی مان لیا کہ تم سچ کہہ رہے ہو۔بائے دا وے، یہ اپنے حمزہ کے ساتھ کیا پرابلم ہے؟ وہ چین سے کیوں نہیں بیٹھتا؟ مجھے بھی صبح سے چار فون کر چکا ہے، مگر ہر بار میرا رابطہ نہ ہو سکا، سوائے صبح پانچ بجے کی کال کے۔وہ علی الصبح مجھے برتھ ڈے وِش کر رہا تھا۔سچ عرفان! دل چاہا، اس کا گلا دبا دوں۔ارے وہ وقت کیا مبارک باد دینے کا ہوتا ہے؟ میری ساری نیند اُڑا دی اس اللہ کے بندے نے.....منہ اندھیرے بیل بجا دی میرے موبائل کی کہ اٹھ سونے والے میں آ گیا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" دائم کی شوخی عرفان کو مزید پریشان کر گئی۔"کیا حمزہ نے تمہیں بھی کالز کی ہیں؟"

"ہاں.....میں نے بتایا نا، وہ چار مسڈ کالز دے چکا تھا مجھے.....آخر کیا پریشانی ہے حمزہ کو؟.....کیا تم جانتے ہو؟"

''شاید میں جانتا ہوں دائم!'' عرفان کا لہجہ اس بار سرگوشی میں بدل گیا۔ ''وہ منال کو لے کر پریشان ہے۔''

''منال کو لے کر.....؟'' دائم کی سٹی گم ہوگئی۔ ''کیا مطلب عرفان؟ کیا اسے منال کی حماقت کی خبر ہوگئی ہے؟''

''آئی تھنک سو۔ حمزہ بہت اُلجھا ہوا ہے، دائم! آج صبح پانچ بجے اس نے مجھ سے بھی فون پر رابطہ کیا تھا۔ بولا، مجھے میرے سوالوں کے جواب دے کر اذیت سے نکال لو۔ میں گھبرا گیا کہ جانے کیا پوچھنا چاہتا ہے، مگر اس نے منال کے بارے میں اتنا ہی پوچھا کہ منگنی کا فیصلہ اس کی مرضی کے تحت کیا گیا ہے یا نہیں۔ منال کو حمزہ سے تعلق جوڑنے پر کوئی اعتراض تو نہیں تھا۔''

''اوہ مائی گاڈ!'' دائم کی پریشانی یک دم بڑھ گئی۔ ''اس کا مطلب یہ ہے یار! کہ وہ کچھ کھٹک گیا ہے۔ یقیناً اسے کوئی سن گن مل گئی ہے، منال کی حماقت کے بارے میں۔ تم نے دیکھا عرفان! منال کی بے وقوفی کس طرح اس کا پیچھا کر رہی ہے۔ اس لڑکی نے اپنی تباہی کا گڑھا اپنے ہاتھوں کھودا ہے۔''

''اُف، اب کون سمجھائے گا حمزہ کو؟ وہ مجھے کوسے گا، کیچڑ اُچھالے گا میری ذات پر، وہ برملا مجھے گالیاں دے گا۔''

''ارے، ارے..... تم بھی کیا سوچنے لگے۔ ایسا کچھ نہیں ہے دائم!..... دراصل اس نے منال کو یہ پیغام بھیجا تھا کہ وہ اب اس سے خفا نہیں ہے۔ حمزہ خوش تھا کہ منال نے فون پر اسے سوری کہا۔ شاید اس نے تم سے کچھ بدتمیزی کی تھی، جو حمزہ کو برداشت نہیں ہوئی تھی۔''

''ہاں عرفان!'' دائم نے فوراً اقرار کیا۔ ''کل بھی منال نے بہت ساری احمقانہ حرکتیں کی تھیں۔ وہ لڑکی میرا دماغ خراب کر دے گی۔ خدا کے لئے اسے سمجھاؤ، اس کی ہر فضول حرکت پہلے اسے ہی بھگتنی پڑے گی۔ کیوں کر رہی ہے وہ ایسا، کیوں بار بار مجھے اپنے معاملات میں انوالو کرتی ہے، حمزہ سے منگنی کے بعد اسے اب عقل آ جانی چاہئے ورنہ تم دیکھنا وہ اپنے ساتھ ہمارے دوست کو بھی کہیں کا نہ چھوڑے گی۔''

''ایسا مت کہو پلیز!'' عرفان بھائی شرمساری سے بول اٹھے۔ ''منال اب خود کو سنبھال چکی ہے، رات میں نے ہی اسے حمزہ سے فون پر بات کرنے کو اکسایا تھا۔ اس نے میرا کہا مان کر حمزہ کو سوری بھی کہا اور آئندہ کسی شکایت کا موقع نہ دینے کا وعدہ بھی کر لیا تھا۔ منال نے اسے کہہ دیا ہے کہ وہ جب چاہے، اسے کال کر سکتا ہے۔''

''اوہ، گڈ! شکر ہے، منال نے کچھ عقل مندی کا ثبوت تو دیا۔ ورنہ میں بھی اس کی ضد پر پریشان ہو گیا تھا۔ اب کم سے کم میں حمزہ کا سامنا تو کر سکوں گا۔ ورنہ سوچو عرفان! اگر وہ اپنی منگیتر کو لے کر مجھ پر شک و شبہ کرنے لگ تو میں اسے کیسے فیس کروں گا؟ کیسے بات کروں گا

اس سے؟ اُف خدایا! میں بالکل ذلیل ہو کر رہ جاؤں گا۔ جو بات نہیں ہے، اس کا فسانہ بن جائے، یہ مجھے کسی قیمت پر منظور نہیں ہے۔''

''ایسا کبھی نہیں ہوگا دائم! اس لئے کہ تم ایک صاف دل کے بے حد سمجھ دار انسان ہو۔''

''سمجھ دار؟'' دائم کی ہنسی میں طنز کی آمیزش تھی۔ ''بھائی! میرے صاف دل اور سمجھ دار ہونے کے ساتھ اپنی سندس کا چاہنے والا بھی ہوں۔ میں اس کے بغیر ایک پل نہیں رہ سکتا۔ وہ میرے لئے سب کچھ ہے یار!''

''ہاں، میں جانتا ہوں۔ اور یہی بات میرے لئے باعث تسکین بھی ہے کہ تم سندس کی محبت کی خاطر کبھی کوئی غلط قدم نہیں اٹھاؤ گے۔''

''ہاں بالکل..... اور یہ بات تم منال کو بھی سمجھا دینا، وہ اب بھی پٹڑی سے اُتر جاتی ہے۔'' دائم جھینپی سی ہنسی ہنس دیا۔ ادھر عرفان شرمندگی میں ڈوب گئے۔

''میں اسے سنبھال لوں گا یار! تم اب منال کی فکر مت کرو، وہ تمہاری طرف پلٹ کر نہیں دیکھے گی۔''

''اچھا کرے گی۔ اسے ایسا ہی کرنا چاہئے عرفان! ورنہ منال کا بچپنا اسے لے ڈوبے گا۔ تمہیں اپنی بہن کو جذباتیت سے دور رکھنا ہوگا۔''

''میں اس کے جذبات حمزہ کی طرف موڑ دوں گا۔ یُو ڈونٹ وری۔'' وہ خجالت سے بولے تو دائم نے دانستہ بات بدل دی۔

''ارے ہاں، جس بات کے لئے میں نے فون کیا تھا، وہ بیچ میں ہی رہ گئی۔ سنو عرفان! آج میری برتھ ڈے پارٹی، سندس کے گھر ہوگی۔ تم اور حمزہ وہیں آ جانا۔''

''لیکن ہم کیسے آئیں گے؟ ہمیں سندس کے گھر کا کوئی اتہ پتہ نہیں ہے۔'' انہوں نے فوراً معذرت کی۔

''بھئی اتہ پتہ میں بتاؤں گا نا۔ تم ایڈریس لکھ لو۔ دراصل سندس اپنی ماما کے ساتھ گھر پر تنہائی کا شکار ہے۔ آج کل اس کا بھائی اور ڈیڈی دونوں ملک سے باہر ہیں، اس لئے میری برتھ ڈے کو تنہائی دور کرنے کا بہانہ بنا لیا ہے سندس نے۔ اس نے پارٹی گھر پر ارینج کی ہے، تم آؤ گے تو سندس کو اچھا لگے گا۔''

''اوکے۔ میں ٹائم پر پہنچ جاؤں گا۔ تم ایڈریس لکھواؤ۔'' انہوں نے پاس پڑی ڈائری اٹھا لی۔ دائم نے ایڈریس دہرا دیا۔

''تم ضرور آؤ گے، یہ پرامس ہے نا؟'' دائم نے جیسے انہیں پابند کیا تھا۔

''بالکل، ایک اچھے دوست کا پرامس، جو ٹوٹنے والا نہیں۔''

''دیٹس گڈ..... پھر شام کو ملتے ہیں۔'' اس نے فون رکھ دیا۔ عرفان بھائی بھی موبائل لے کر ان تینوں کی طرف پلٹ آئے، جو کان لگائے ان کی یکطرفہ باتیں سن رہی تھیں۔ منال

پشیمان کھڑی تھی۔ عرفان بھائی کے منہ سے بار بار اپنا تذکرہ سن کر اسے ایک خجالت کا حساس تھا۔ مگر اس سے بھی بڑی مصیبت حمزہ سے ملاقات تھی۔ آپا بیگم نے اس کے خلاف نہ جانے ایسا کون سا محاذ گرم کیا تھا کہ حمزہ اپنی نیند بھی گنوا بیٹھا تھا۔ وہ منال سے فوری ملنا چاہتا تھا اور دلچسپ بات یہ تھی کہ اس ملاقات کو سب سے پوشیدہ رکھنے پر مُصر تھا۔ حمزہ کی یہی پرائیویسی والی تلقین، منال کو آنے والے وقت سے خوف زدہ کر رہی تھی۔ کچھ نہ کچھ گڑبڑ ضروری تھی، اسے اس امر کا ادراک تھا۔ مگر وہ اصل نقطہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

❁❁❁

مسئلہ میرا ہے ، دنیا کو پریشانی کیوں
جو ہوا ہے ، وہ محبت میں ہوا کرتا ہے
جو بھی کرتا ہے محبت ، وہ برا کرتا ہے
ایک ہی شخص پہ کتنوں کو خفا کرتا ہے

منال پریشانی سے زیادہ اُلجھن کا شکار تھی۔ حمزہ نے ملاقات کا اچانک بلاوا دے کر ایک دردِ سر ساتھ کر دیا تھا۔ وہ کسی سے یہ معاملہ ڈسکس بھی نہ کر سکتی تھی۔ عرفان بھائی کو ساری کہانی سنانا اپنی شامت آپ بلوانا تھا۔ وہ ایک منٹ میں ہزاروں سنا کر بھی حمزہ کی طرف داری کرتے۔ وہ جو منال کا گھر بسانے کی خاطر ہر معاملے کو سلجھانے کی کوشش میں تھے، اگر حمزہ کے شک و شبے کو جان جاتے تو نہ جانے منال کا کیا حشر کرتے۔

یہ سارا ردِعمل منال ہی کی دیدہ دلیری کا نتیجہ تھا۔ وہ اپنے عجیب و غریب رویّے سے دائم اور حمزہ کو مسلسل ٹینشن دے رہی تھی اور اس بات کا اعتراف دونوں دوستوں نے عرفان کے سامنے الگ الگ موقعوں پر کیا تھا۔

عرفان اب پوری طرح محتاط تھے۔ منال کی شادی ہو جانے تک وہ کوئی دوسرا جھگڑا کھڑا کرنا نہیں چاہتے تھے۔ انہوں نے دیدہ دانستہ منال کے خیالات بدلنے کے لئے اسے حمزہ سے فون کرنے پر اُکسایا تھا اور تاکید کی تھی کہ وہ جب چاہے، فون پر اس سے بات کر سکتی ہے۔ اس کے لئے اسے کسی کی اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسے حمزہ سے اپنی ریلیشن شپ کو بڑھانا اور مضبوط بنانا چاہئے تھا۔

منال ان کی ہوشیاری بھانپ نہ سکی۔ وہ ویسا کرنے پر مجبور تھی، جیسا عرفان بھائی چاہتے تھے مگر اس دل کا کیا کرتی، جو کسی فون نمبر یا نصیحت کو سن کر ماننے والا نہیں تھا۔ دل کے کورے کاغذ پر جو نام لکھا تھا، وہ اسے منانے سے قاصر تھی۔ دائم کا نام اس کی محبت کی پہچان تھا۔

منال درحقیقت اب بھی اس موقع کی تلاش میں تھی، جب وہ اپنے دل اور جذبات کو لے کر حمزہ سے کچھ بات کر سکتی۔ وہ اسے سارا سچ کہہ ڈالنا چاہتی تھی۔ لیکن وہ موقع اتنی جلدی آ جائے گا، ایسا اس نے خواب میں بھی نہ سوچا تھا۔

ادھر دائم کا رویہ منال کے ساتھ بے حد محتاط تھا۔ وہ خود کو ایک دائرے میں مقید کر گیا تھا۔ اس نے خود کو اس قدر پتھر کر لیا تھا کہ منال کا ہر ذو معنی جملہ اور جذباتی تاثر چکنے گھڑے پر پڑنے والی بارش کی بوندوں کی طرح پھسل پھسل جاتا تھا۔ منگنی کے بعد اس نے حمزہ سے کافی حد تک دُوری بڑھا لی تھی۔ وہ اپنے دوست سے کترانے لگا تھا۔ مبادا وہ اس کی جانب سے کہیں کھٹک ہی نہ جائے۔ منال، دائم کی اس احتیاط کو بہت پہلے بھانپ چکی تھی، مگر حمزہ اب تک ان حالات سے ناواقف تھا۔ وہ اب بھی دائم کی دوستی کا دم بھرتا اور اس کے اچانک ریزرو ہو جانے کو ایکسیڈنٹ کے بعد کی کمزوری اور مزاج کا بدلاؤ تصور کر رہا تھا۔ مگر دوسری طرف آپا بیگم نے ایک انوکھا انکشاف کر کے اس کی ہستی کو آگ لگا دی تھی۔ حمزہ، دائم سے بدظن نہیں تھا، مگر منال سے اپنی محبت کی خاطر اسے کریدنا چاہتا تھا۔ وہ دائم کے دل کا احوال جاننا چاہتا تھا اور ساتھ منال کو بھی کھنگالنا چاہتا تھا کہ اس لڑکی کے دل میں کیا تھا۔

اسے اصل حقائق کی تلاش تھی، تاکہ وہ اپنی بہن کے لگائے گئے الزامات کو رد کر سکتا اور انہیں ان کے کیے پر شرمندگی کا احساس دلاتا۔ اس لئے سوچ بچار کے بعد اس نے منال سے تنہا ملنے کا فیصلہ کیا تھا اور یہ فیصلہ منال کو کسی چوں چراں کے بغیر ماننا پڑا تھا۔

ناشتے کے بعد وہ خاموشی سے کمرے میں چلی آئی۔ اسے دو بجے سے پہلے سٹی بنک پہنچنا تھا۔ اپنی دھن میں زینہ پھلانگتی جب وہ کمرے تک پہنچی تو ادھ کھلے دروازے سے ارما کی کھنکتی آواز نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔ دروازے کے پٹ کو تھام کر منال نے کمرے میں جھانکا۔ ارما بیڈ کی بیک سے ٹیک لگائے مسکراتے چہرے کے ساتھ شامیر سے محوِ گفتگو تھی۔ اس کی آواز مدھم ضرور تھی، مگر وہ ساری باتیں بہت آسانی سے سن سکتی تھی۔

"شامیر! آپ غلط کہہ رہے ہیں۔" ارما نے ایک ادا سے انکار کیا۔ "وہ تصویر میری ہی ہے۔ آپ نے ڈس پلے پر منال کی تصویر لگانے کو نہیں کہا تھا۔"

"پھر بھی، مجھے یقین نہیں ہے۔" شامیر کا انداز شوخ تھا۔

"کیوں؟" ارما نے اِٹھلا کر پوچھا۔ "کیوں یقین نہیں ہے؟ کیا میں ایسی نہیں ہو سکتی؟"

"ہو سکتی ہو۔ مگر میرے اندازے میں تمہیں اس سے بھی بڑھ کر ہونا چاہئے۔ ویسا، جیسا میں تمہیں اپنے خیالوں میں دیکھتا ہوں۔"

"کیسا.....؟" ارما کے تجسس میں بھی سرخوشی کا احساس تھا۔ شامیر ہنسنے لگا۔

"وہ شعر سنا ہے تم نے.....؟"

"کون سا شعر؟" وہ ہمہ تن گوش تھی۔

"وہی جو امجد اسلام امجد نے بہت خوب صورتی سے کہا ہے۔

تھی پوری غزل اُس کی یاد مجھ کو
مگر میں نے اُسے دیکھا نہیں تھا

سو میری جان! فرق مجھے بھی نہیں پڑتا، چاہے کسی کی تصویر دکھا دو۔ میری نظر میں تم ویسی ہی رہو گی، جیسا میں تمہیں سوچتا ہوں۔"

"آخر کیا سوچتے ہیں آپ میرے بارے میں؟ پلیز، مجھے بھی بتائیے نا؟" وہ جیسے بے قرار ہو گئی۔

"اوہ.....تو تم اپنی تعریف سننے کے موڈ میں ہو۔" شامیر کا انداز ذو معنی تھا۔

"چلیے، یہی سمجھ لیجئے۔ ویسے بھی خواتین کی تعریف کرنا مرد کی اعلیٰ ظرفی کہلاتی ہے اور آپ کی اعلیٰ ظرفی میں کاؤنٹ کرنے کو تیار بیٹھی ہوں۔"

"بھئی واہ! خاصی ہوشیار ہو۔ لیکن کیا کروں، میرے پاس لفظوں کی بے حد کمی ہے اور میری اعلیٰ ظرفی خوب صورت لفظوں کی محتاج ہے۔ پھر سچ یہ ہے ارما! کہ تمہارا سراپا شاعرانہ استعارے مانگتا ہے۔ مگر بدقسمتی سے میں شاعر بھی نہیں ہوں۔"

"اوہ پلیز! آپ باتیں نہ بنائیے۔ میں ٹلنے والی نہیں۔ اگر اچھی ہوں تو آپ کو میری تعریف کرنی ہی پڑے گی۔" وہ بضد تھی۔

"اوکے۔" شامیر نے جیسے ہار مان لی۔ "تب میں وہی کہہ دیتا ہوں، جو شاعر تسلیم فاضلی نے اپنی محبوبہ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا تھا۔

کہاں جناب کی صورت، کہاں گلاب کا پھول

اب ٹھیک ہے؟"

"اونہوں۔" وہ خفا ہو گئی۔ "یہ تعریف کم، تضحیک زیادہ ہے۔ تسلیم فاضلی کی محبوبہ کم عقل ہو گی، جو اصل بات سمجھ نہ سکی۔ محترم گلاب کے پھول سے موازنہ کرتے ہوئے طنز فرما رہے ہیں کہ کہاں تم اور کہاں گلاب..... یہ منہ اور مسور کی دال، ہونہہ....."

"ہا ہا ہا....." شامیر کی ہنسی بہت بے اختیار تھی۔ وہ یک دم ہنستا چلا گیا۔ "بھئی واہ! بہت مزے کی بات کہی تم نے۔" اس کا قہقہہ ایک جلترنگ کی صورت ارما کی سماعت میں گونجا۔ وہ اسے بے حساب ہنستا پا کر خود بھی ہنس پڑی۔ تب شامیر نے خود کو سنبھالا اور جذب سے بھاری آواز سے بولا۔

"ارما! مائی سویٹ ہارٹ!.....اب تمہاری تعریف کرنی ہی پڑے گی، ورنہ مجھے خود سے یہ گلہ رہے گا کہ میں نے ایک خوب صورت لڑکی کا دل توڑ دیا۔ اب کوئی ایسی بات کہنی ضروری ہے، جو تمہاری ادا، تمہاری موہنی صورت اور تمہاری چاہت کی تفسیر بن سکے۔"

"تو کہیے نا۔ میں سننے کو بے تاب ہوں۔" ارما کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ چند لمحے خاموشی کی نذر ہو گئے۔ منال مسلسل دروازے سے لگی کھڑی تھی۔ ارما کی باتیں اس کے وجود میں دھواں اُٹھا رہی تھیں۔ اس کی ہنسی میں کتنا سکون، کتنا قرار تھا۔ وہ آگ سے کھیل رہی تھی، لیکن مطلق خوف زدہ نہیں تھی۔ شامیر کی رومانی باتیں اسے کسی طلسماتی دنیا کا باسی بنا گئی تھیں۔

منال کا پورا وجود دہک رہا تھا۔ اس کی بہن اسی راستے کی راہی بن گئی تھی، جس پر چلنا خود منال کے لئے دشوار ہو رہا تھا۔ ابو کی قسم اور عرفان بھائی کے بھروسے کے باوجود وہ دائم کو ستانے سے باز نہیں آئی تھی۔ وہ خود ایسا کرنا نہیں چاہتی تھی۔ مگر وہ سب کیسے سرزد ہو جاتا تھا، منال قطعاً نہیں جانتی تھی، بس دائم کو دیکھتے ہی اس میں بدلاؤ آ جاتا، آنکھوں میں خواب سجنے لگتے اور زبان وہ کہہ ڈالتی، جو دائم سمیت کوئی بھی سننا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن وہ بے بس تھی..... بہت بے اختیار تھی۔

اور اب ارما..... سب کچھ جان کر بھی انجان بن بیٹھی تھی۔ شوخی و شرارت کو سنجیدگی میں بدل کر شامیر سے بے تکلفانہ گفتگو کر رہی تھی۔ اسے ایک ادا سے قائل کر رہی تھی کہ وہ Display پر لگی اس کی تصویر کی تعریف کرے۔ وہ تصویر جو واقعی فوٹو گرافر کا کمال تھی۔ ارما یوں بھی بہت خوب صورت تھی، مگر اس کی وہ تصویر ایک مصور کم فوٹو گرافر کے فن کا منہ بولتا ثبوت تھی۔ وہ تصویر شامیر کے ہوش اُڑا گئی تھی۔ محبت ویسے بھی محبوب کے لئے خوش فہم ہوتی ہے، مگر شامیر، ارما کے حُسن سے بے حد متاثر ہوا تھا۔

''بولیے نا، آپ جانے کیا سوچنے لگے۔'' ارما کی بے قراری نے منال کو دوبارہ حال میں لا پٹخا، وہ سوچوں کو جھٹک کر دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔ ادھر شامیر کی بے بسی قابلِ ذکر تھی۔

''میرے ذہن میں سب گڈمڈ ہو گیا ہے ارما! تمہاری خوب صورتی، تمہاری تصویر کی صورت میرے لفظوں کو بے جان کر گئی ہے۔ رئیلی آئی کانٹ ایکسپلین مائی فیلنگز۔ سچ کہوں تو میں کچھ کہنے سے ڈرتا ہوں۔''

''ہونہہ..... آپ بنا رہے ہیں مجھے۔'' وہ ناراض تھی۔

''ہرگز نہیں، باخدا میں کیا کہوں، کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔ تمہاری تصویر کو دیکھتا ہوں تو دل نہیں بھرتا، آنکھوں کی پیاس نہیں بجھتی۔ سوچتا ہوں، ابھی یہ حال ہے تو تمہیں سامنے پا کر میں کیا کروں گا؟ ارما! شاید اللہ نے تمہیں میرے لئے ہی بنایا ہے۔ اب تم ہی کہو، میں ایک نظر میں تمہارے جلوؤں سے سیراب کیونکر ہو سکتا ہوں۔ میں تمہاری خوب صورتی کو Explain نہیں کر سکتا۔ تم چاند ہو، زمین ہو، آسمان ہو۔ واٹ ایور، جو بھی ہو، لیکن تمہاری آنکھیں مجموعی تاثر کے ساتھ بے حد جاندار ہیں۔ بہت کچھ بولتی اور کئی راز چھپاتی ہوئی آنکھیں۔ ایسی آنکھیں بہت کم دیکھنے کو ملتی ہیں۔ تمہاری توصیف سے زیادہ میں تمہاری آنکھوں کی تعریف میں بہت کچھ کہہ سکتا ہوں، مثلاً یہی کہ

کتنا مجبور بلاوا ہیں تمہاری آنکھیں
میں اگر راہ سے بھٹکا ہوں تو مجرم تم ہو

اس کی برجستگی، ارما کی بولتی بند کر گئی۔ دل جیسے پاگل ہو گیا تھا۔ دھڑکن کی تیز رفتاری، رخساروں پر سرخی بن کر دمکنے لگی تھی۔ وہ اس پل خود اپنے آپ سے شرمائی کھڑی تھی۔ لبوں کی مسکان میں حیا کا رنگ تھا اور نظریں زمین کو چوم رہی تھیں۔ وہ واقعی گنگ تھی۔ کیا کوئی اس حد تک بھی رطب اللسان ہو سکتا ہے؟

''ہیلو..... کیا تم مجھے سن رہی ہو، ارما؟'' اس کی مسلسل خاموشی سے اُلجھ کر شامیر نے جیسے اسے ڈھونڈنے کی کوشش کی۔

''ہوں..... میں آپ کو محسوس کر رہی ہوں، شامیر!'' وہ دھیرے سے کہہ گئی۔

''دیٹس ونڈرفل۔ کیسا لگ رہا ہوں میں تمہارے احساسات میں؟ اب یہ تم بتاؤ گی، ارما!''

اس نے بے حد ہوشیاری سے ارما کو ٹریپ کیا تو وہ بے حساب سٹپٹائی۔ ''ایسی باتیں بتائی نہیں جاتیں، ویسے بھی مجھے تعریف کرنا اچھا نہیں لگتا، یُو نو۔''

''چلو، برائی ہی کر ڈالو۔ میں جانتا ہوں، مجھے گالیاں دینے کا بہت شوق ہے تمہیں۔'' وہ ہنس پڑا۔

''جی نہیں۔ وہ گالیاں نہیں تھیں، صرف جھینپ مٹانے کو آپ کو کوسا تھا۔'' ارما نے تیزی سے وضاحت کی تو وہ زور سے ہنس دیا۔

''کیا بات ہے تمہاری، دل چاہتا ہے میں تمہیں.....'' اس نے بات ادھوری چھوڑ دی، پھر سنبھل کر بولا۔ ''کاش میں تمہارے قریب ہوتا، کیا ہم مل نہیں سکتے ارما؟ کیا یہ فاصلے سمٹ نہیں سکتے؟''

''سمٹ سکتے ہیں، اگر ہم چاہیں تو۔''

''میں تو چاہتا ہوں، تم بتاؤ کیا کریں؟'' وہ اس کا ارادہ جاننے کی جستجو میں تھا۔

''مجھے کیا پتہ؟'' وہ صاف منع کر گئی۔

''اے تو پتہ کرو نا یار! کچھ اپنے دل سے پوچھو اور بولو کہ کیا کہتا ہے وہ اس معاملے میں؟''

''وہ کہتا ہے، فیصلہ ادھر سے ہو تو بہتر ہو گا۔''

''واؤ..... پھر دیر کس لئے؟ ابھی آ جاؤ ارما! میں تمہارا منتظر ہوں۔'' شامیر کی بے قراری حد سے سوا تھی۔ ارما سرخ ہو گئی۔

''ابھی؟..... لیکن ابھی تو مجھے.....''

''کیا مجھے؟..... آ گئیں نا تم بہانے بنانے پر..... بس یہی خرابی ہے تم لڑکیوں میں۔ نام کی ہمت نہیں ہوتی۔''

''نہیں شامیر! ہمت بہت ہے مگر..... مگر دنیا سے ڈر لگتا ہے۔''

''واٹ نان سینس۔'' وہ چڑ گیا۔ ''یہ دنیا کیا ہوتی ہے؟ ارما! تم ایک پڑھی لکھی، کانفیڈنٹ

لڑکی ہو، اپنا فیصلہ خود کرنا سیکھو۔ وقت بدل گیا ہے یار!..... جو ڈر گیا، وہ مر گیا۔ سمجھیں ناں؟"

"مم..... مگر..... مگر میرے گھر والے....."

"پھر وہی بات..... گھر والے کھا نہیں جائیں گے، ارما! انہیں بتا کر آؤ کہ تم کہاں جا رہی ہو۔"

"بھئی واہ، کیا بات ہے آپ کی۔ یہ امریکہ نہیں ہے، مسٹر شامیر! یہ پاکستان ہے، جہاں لڑکیاں پردے میں رہتی ہیں اور باہر نکلنے سے گھبراتی ہیں۔ جہاں عزت کو سب سے پہلے کاؤنٹ کیا جاتا ہے، گھر والوں کو ہرٹ نہیں کیا جاتا، سمجھے آپ؟"

"واؤ..... کافی نئی اطلاع ہے میرے لئے۔ ویسے تم کدھر کی لڑکی ہو ارما! جو محبت کا جرم کر رہی ہو؟" شامیر کے لہجے کا طنز واضح تھا۔

وہ سانس بھر کے رہ گئی۔ "میں بھی اسی سرزمین کی ہوں، مگر خود اپنے آپ سے ڈرتی ہوں۔"

"پھر ایسا کرو، اپنے لئے نہ سہی، میرے لئے فیصلہ کرو۔ بولو، آ سکتی ہو میرے لئے؟" وہ اسے ورغلا رہا تھا۔

"ہاں...." چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ارما نے اقراری جواب دے کر اس کا دل موہ لیا۔

"دیٹس گریٹ۔ تو چلی آؤ۔ میں تمہیں ایڈریس لکھواتا ہوں۔"

"ایڈریس؟" وہ چونکی۔ "آپ مجھے کہاں بلا رہے ہیں؟"

"اپنے گھر پر۔ آج میں تمہیں اپنی ماما اور بہن سے ملواؤں گا۔"

"ارے نہیں شامیر!..... پہلے میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔ آپ کو دیکھ لوں اور کچھ باتیں کر لوں تو مجھ میں تھوڑا حوصلہ آ جائے گا۔ میں آپ کی امی اور بہن سے اتنی جلدی نہیں ملوں گی۔"

"اوکے، پھر کل کا پروگرام فائنل کر لو، آج میرا بہت بزی شیڈول ہے، مجھے رات تک فرصت نہیں ملے گی کیونکہ مجھے گھر پر رہنا ہے۔"

"کیوں؟..... گھر پر کیا کام ہے آپ کو؟" وہ متجسس سی ہو گئی۔

"بہت اہم اور ضروری کام ہے۔ آج پارٹی ہے گھر پر۔ آج میری بہن کے فیانسی کا برتھ ڈے ہے، سو پارٹی کا سارا مینجمنٹ میری سسٹر نے کیا ہے۔ میں پچھلے چار دن سے دبئی میں تھا۔ ڈیڈی نے مجھے ایک بزنس پارٹی سے میٹنگ کی تاکید کی تھی۔ سو آج صبح چار بجے کی فلائٹ سے واپس آیا ہوں۔ چھوٹی بہن ہے، سو اس کے اصرار نے مجھے پارٹی میں شامل ہونے پر مجبور کیا ہے۔ وہ ہر فون کال میں اپنی ناراضگی کی دھمکی دیتی رہی ہے۔ یو نو، ارما! میں اپنی بہن کا کہا ٹال نہیں سکتا۔ میں نے تمہیں بتایا تھا نا، ڈیڈی ہماری خوشیوں میں بہت کم شامل ہوتے ہیں۔

انہیں صرف اپنے بزنس اور اس کے شیئرز کے اتار چڑھاؤ سے دلچسپی ہے۔ اس لئے ماما اور سسٹر کو سنبھالنا میری ذمہ داری ہے۔ سو آج کا دن میں اپنی بہن اور اس کے منگیتر کے نام کر چکا ہوں۔ اگر تم پارٹی میں آ جاتیں تو یہ دن میرے لئے بھی یادگار ثابت ہوتا۔ مگر تم نے چھوٹتے ہی انکار کر دیا۔ میرا دل رکھنے کی کوشش بھی نہیں کی۔

"آئی ایم سوری، میں مجبور ہوں شامیر! میں ابھی آپ کے گھر نہیں آ سکتی۔ دیکھئے، فون پر بات کرنا اور بات ہے اور روبرو ملاقات کرنا ایک الگ بات۔ آپ کے پاس بیٹھ کر، آپ سے گفت و شنید کرنا میرے لئے بہت معنی رکھتا ہے۔ میں فطرتاً بہت بزدل ہوں، شامیر! شاید میں آپ کو فیس نہ کر سکوں۔"

ارما نے بہت صاف گوئی کا مظاہرہ کیا تو شامیر سنجیدہ ہو گیا۔

"میں تمہارا سارا ڈر نکال دوں گا، ارما! صرف ایک بار گھر سے تنہا نکلنے کی ہمت کر لو۔ میرے روبرو آؤ گی تو بتاؤں گا، دریا کیسے بنتے ہیں۔ سچ ارما! میری چاہت کا احساس تمہیں یکسر بدل دے گا۔"

"اچھا دیکھیں گے۔ فی الحال کوئی دعویٰ مت کیجئے۔" وہ مسکرائی۔

"یہ دعویٰ نہیں ہے۔ میں کل یہ بات ثابت کر دوں گا۔ مجھے تمہارا انتظار رہے گا۔"

"اوکے، میں کہاں آؤں؟" وہ دل سے آمادہ تھی۔

"سی بریز ہوٹل کی لابی میں..... میں وہیں ہوں گا۔ تم مجھے پہچان لو گی نا؟"

"ہوں..... بہت آسانی کے ساتھ، بشرطیکہ آپ اپنی تصویر سے مختلف نہ ہوئے تو۔" وہ تھوڑی شوخی کر گئی۔

شامیر ہنس پڑا۔ "مذاق اُڑا رہی ہو میرا؟"

"نہیں..... بالکل نہیں، بلکہ سچ بول رہی ہوں۔" ارما کی ہنسی میں خوشیوں کی جھنکار تھی۔

"اوکے، پھر کل ملیں گے، ٹھیک چار بجے۔" شامیر نے یاد دہانی کرائی۔

"اوکے۔" ارما نے رضامندی ظاہر کی اور فون بند کر دیا۔ طمانیت کے گہرے احساس کے ساتھ وہ جونہی بیڈ سے اٹھی تو منال دروازہ کھول کر اندر چلی آئی۔ ارما کا رنگ ڈھلے لٹھے کی طرح سفید پڑ گیا۔

"تو اب تم شامیر سے ملاقات کے لئے بھی جاؤ گی؟" منال کا پہلا جملہ اس بات کا اعلان کر رہا تھا کہ وہ ارما کی باتیں سن چکی ہے۔ ارما نے ایک نظر اس کی صورت دیکھی، پھر جواب دیئے بنا کمرے سے باہر جانے لگی تو منال نے تیزی سے بڑھ کر اس کا بازو اپنی گرفت میں جکڑ لیا۔

"مجھے تمہارا جواب چاہئے ارما! کیا تم شامیر سے ملو گی؟"

''ہاں۔'' اس نے سر جھکا لیا۔ آواز بے حد دھیمی تھی۔ منال آزردہ ہو گئی۔ ''میرا حال احوال دیکھ کر بھی تم یہ فیصلہ کر رہی ہو ارما؟ یہ غلط ہے میری بہن! تم ایسا نہیں کر سکتیں۔ شامیر تک جانے والا ہر راستہ غلط ہے ارما! تمہیں امی ابو کی عزت کا کچھ خیال تو کرنا چاہئے۔ ایک شخص کی چاہت کے لئے تم سب کی ناراضگی کیوں مول لے رہی ہو؟''

''تم..... تم صرف اس ایک شخص کی بات کرو منال! مجھے اتنا بتاؤ، کیا تم نے کبھی ابو امی کی عزت کے بارے میں سوچا ہے؟''

ارما کا استفسار طنز سے بھرپور تھا۔ منال سر سے پاؤں تک خجالت میں ڈوب گئی۔

''نہیں۔''

''اور یہی غلطی کی ہے میں نے۔''

''نہیں منال! غلطی کی نہیں، بلکہ مسلسل کر رہی ہو۔ آپا بیگم کی موجودگی میں جو تماشا تم نے لگائے رکھا، وہ بہت جلد کوئی نتیجہ نکال کر لائے گا۔ تم حمزہ سے ایک بار مل آؤ، پھر دیکھنا تمہاری عزت افزائی کیسے ہوتی ہے۔'' ارما نے جیسے اسے آئینہ دکھایا۔

''میں جانتی ہوں ارما! مجھے وہی کاٹنا ہے، جو میں نے بویا ہے۔ مگر تم..... تم وہ غلطی مت دہراؤ۔ کھیل ہی کھیل میں یہ سنجیدگی کہاں سے آ گئی؟ دیکھو میری بہن! یہ ٹھیک نہیں ہے۔ کمپیوٹر پر بیٹھنے والے لوگ کبھی سنجیدہ نہیں ہوتے۔ ادھر ہر چیز فراڈ ہے، کوئی بھی چہرہ اصلی نہیں ہوتا۔ نہ جانے شامیر کیسا انسان ہو گا۔ اس نے جو کچھ اپنے بارے میں کہا، کیا گارنٹی ہے کہ وہ سچ ہو؟ وہ جھوٹ بھی تو بول سکتا ہے ارما!''

''میں بچی نہیں ہوں منال!'' ارما نے نخوت سے اسے گھورا۔ ''شامیر کے لئے تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی اصلیت کیا ہے، میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ میں اتنی کمزور اور احمق نہیں کہ فراڈ کو پہچان نہ سکوں۔ میں کسی کے جھوٹ پر خود کو داؤ پر نہیں لگا سکتی۔ میں اپنا دفاع کرنا جانتی ہوں۔ لیکن تم... تم ذرا محتاط رہنا منال! تمہارے ڈرامے کا The End بہت جلد ہو جائے گا۔ کیونکہ تم دو کشتیوں کی سوار ہو۔ ایک شخص کی منگیتر اور دوسرے کی سوکالڈ محبوبہ۔ اب دیکھنا صرف اتنا ہے کہ نتیجہ کیا نکلتا ہے؟''

''اُف میرے اللہ!..... یہ کیسی باتیں کر رہی ہو، ارما؟ ایک ذرا لحاظ نہیں رہا تمہیں میرا۔ آخر میں کیا کروں؟ تمہیں کیسے سمجھاؤں؟'' وہ روہانسی ہو کر بستر پر بیٹھ گئی۔ مگر ارما کو اس پر بالکل ترس نہ آیا۔ اس کے قریب جا کر بے حد رسان سے بولی۔

''تمہاری واپسی پر امی ابو تمہاری منگنی ٹوٹنے کا غم منائیں گے۔ کیونکہ تم اپنے جذبات میں پڑ کر اندھوں کی طرح راستہ طے کرتی آ رہی ہو۔ مگر آپا نے تمہاری آنکھیں کھولنے کی ٹھان لی ہے، وہ عورت جان گئی ہے تمہیں۔ اور یاد رکھنا منال! میری نیت میں کھوٹ نہیں ہے۔ اسی لئے شامیر سے ملنے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں بے وقوف بالکل نہیں ہوں۔ پہلی ہی ملاقات میں شامیر

اگر میری توقعات پر پورا نہ اُترا تو میں اس ایک راستے سے واپس لوٹ آؤں گی، جو میں نے اپنے لئے بہت سوچ سمجھ کے کھلا رکھا ہے۔ میں تمہاری طرح کوئی جذباتی قدم نہیں اٹھاؤں گی۔''

''ہیں..... کیا مطلب؟'' منال نے بری طرح چونک کر اسے دیکھا۔ ''یعنی تم شامیر سے محبت نہیں کرتیں، جو لوٹ آؤ گی؟''

''ارے نہیں، محبت میں کرتی ہوں لیکن جنوں کے راستے پر چلنے کے لئے آنکھوں کو کھلا رکھنا ضروری ہے۔ کسی کو پانے کا نام محبت نہیں ہے منال! اس جذبے میں چاہنے اور چاہے جانے سے بڑھ کر عزت و احترام ہے۔ کردار کسی بھی شخصیت کا آئینہ ہے۔ شامیر کیسی شخصیت رکھتا ہے؟ کس طرح کی عادات و اطوار کا مالک ہے، کس حد تک اپنے قول و فعل میں سچا ہے، صرف ایک ملاقات اس کے سارے کچے چٹھے کو ظاہر کر دے گی۔ تم صرف اتنا یاد رکھنا منال!'' ارما کی مسکراہٹ میں بے حد تپش تھی۔ ''اظہارِ محبت رشتوں کو بنانے اور مضبوط کرنے کے لئے بہت ضروری ہے مگر اس سے بھی ضروری ہے عورت کا اپنا تحفظ۔ میں جب تک شامیر پر مکمل اعتماد نہیں کر لیتی، واپسی کا راستہ کھلا رکھوں گی، ورنہ شامیر کے جھوٹا ثابت ہونے کے بعد یہ بابِ محبت ایک پل کی تاخیر کے بغیر بند کر دیا جائے گا۔ اس لڑکے کو دوسرا کوئی موقع نہیں ملے گا۔''

''اچھا.....'' منال کی گہری نظر ایک سنجیدگی سے اس کے چہرے پر ٹھہر گئی۔ ''لیکن وہ لڑکا اگر اپنے جذبے میں سچا ثابت ہوا تو.....؟''

''تو کیا؟'' وہ کھل کر مسکرائی۔ ''میں اس کی وفادار رہوں گی۔ اور تم جانتی ہو نا، عورت کی وفاداری، اس کی محبت سے زیادہ طاقت ور ہوتی ہے۔''

''ہونہہ، یہ سب کہنے کی باتیں ہیں ارما!..... ورنہ سچ یہ ہے کہ محبت کرنے والا واپسی کا راستہ بھول جاتا ہے۔ محبت کی راہِ پُرخار کسی بند گلی کے مانند ہے، میری بہن! وہاں جایا جا سکتا ہے، لیکن واپسی کے لئے کوئی دروازہ کھلا نہیں رکھا جا سکتا۔ نامرادی انسان کو ساری عمر بھٹکاتی ہے، لوٹنے نہیں دیتی۔''

''ہونہہ..... مجھے کتابی باتوں پر کوئی اعتبار نہیں منال! کیونکہ آج کے تیز ترین دور میں محبت کا مفہوم ہی بدل گیا ہے۔ اب چیزوں کی طرح جذبات بھی آسانی و سہولت سے کیش ہو جاتے ہیں۔ کسی نے بہت خوب صورت بات کہی ہے کہ ہوا، خوشبو اور وقت کو قید نہیں کیا جا سکتا، مگر ان میں سے کسی ایک کو اپنی ضرورت کے مطابق کیش کیا جا سکتا ہے۔ سو فائدہ اٹھانے والے اس رعایت کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ ہنر مجھے بھی آتا ہے، منال! سو ساری فکریں چھوڑ کر آج سے تم اپنے راستے چلو اور میں اپنے راستے پر۔ ہمیں ایک دوسرے کے پرسنل معاملات میں اتنی ہی دلچسپی لینی چاہئے، جتنی ہمارے لئے ضروری ہے۔ ہم بہنیں ہیں منال! ہمارا خونی رشتہ اٹوٹ ہے۔ دو مختلف انسانوں سے جذباتی تعلق رکھنے کے باعث اس رشتے کو ٹوٹنا نہیں چاہئے۔ حمزہ اور شامیر کو ہمارے نجی تعلق سے بہت فاصلے پر رہنا چاہئے تاکہ ہم دونوں شادی

کے بعد بھی آپس کے دُکھ شیئر کر سکیں، ورنہ ہمارے درمیان یہ سرد مہری بڑھتی جائے گی۔"

"شاید تم ٹھیک کہتی ہو ارما! لیکن میں غلط اور صحیح کی بات کر رہی تھی۔ کم سے کم تمہیں مجھ سے کوئی سبق سیکھنا چاہئے تھا۔ دیکھو، میں غلط ہوں، میں خود کہہ رہی ہوں ارما! کہ میں غلط ہوں، پھر تم وہی غلطی کیوں دہرا رہی ہو؟" منال کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

ارما کا دل ہچکولے لینے لگا۔ وہ رخ بدل کر ہولے سے بولی۔ "اس لئے منال! کہ میں بھی دل کے ہاتھوں مجبور ہو گئی ہوں۔ تمہاری طرح ہر اختیار کھو بیٹھی ہوں۔ میں انجوائے منٹ کے اس کھیل کو مزید جاری نہیں رکھ سکتی کیونکہ اس کھیل میں میری انوالومنٹ ایک کھلاڑی کی نہیں، بلکہ محبت کرنے والے دل کی سی ہو گئی ہے۔ میں آج تم سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں منال.....!" ارما نے آنکھوں میں اُترنے والی نمی کو صاف کر کے اسے دیکھا۔ "جس طرح دائم کے دور ہو جانے کے باوجود تم بے اختیار اس کی جانب بڑھنے پر مجبور ہو جاتی ہو، بالکل اسی طرح میں اپنے دل کی بات کو رد نہیں کر سکتی۔ یہ بہت عجیب احساسات ہیں، میرا سارا اختیار، سارا زعم چھین کر لے گئے ہیں۔ میں اپنی نفی کرنا بھی چاہوں تو نہیں کر سکتی۔ میں اب خود کو روکنا بھی چاہوں تو نہیں روک سکتی۔ شامیر سے ایک ملاقات اب بہت ضروری ہے منال! اور اس کے لئے تمہیں میرا ساتھ دینا ہو گا۔ دیکھو، اگر وہ لڑکا ویسا ہی نکلا، جیسا میں اسے سمجھتی ہوں تو تم ابو امی کو میرے حق میں کنوِنس کرنے کا ذمہ اٹھاؤ گی۔ میں نے ہر موقع پر تمہارا ساتھ دیا ہے منال! آج تمہاری باری ہے۔ تمہیں میرا ساتھ دینا ہو گا۔ میں دائم کی طرح شامیر کو خود سے بار بار دُور کرنے کی ہمت نہیں کر سکتی۔ تم دائم کے لئے کوئی بھی فیصلہ کرو، یہ تمہاری مرضی ہے منال! لیکن میں اپنی محبت حاصل کر کے رہوں گی۔ شرط وہی ہے کہ اگر شامیر ویسا ہی ہوا جیسا میں نے اس کے بارے میں سوچا ہے، تب میرا فیصلہ اٹل رہے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد منال نے افسردگی سے سر ہلایا۔ "میں شامیر کے لئے تمہارا ساتھ دوں گی، ارما! مگر ایک نصیحت کرنا چاہوں گی، تم ہر لمحہ محتاط رہنا۔ لڑکیوں کے لئے ان کی عزت و انا بہت معنی رکھتی ہے، تمہیں بھی اپنی عزت کا خیال رکھنا ہو گا۔ پوری کوشش کرنا کہ ملاقات کے باوجود شامیر کو فاصلے پر رکھو۔ اگر تم نے جذباتی ہو کر کوئی Limit کراس کی تو سارا خسارہ صرف تمہارے حصے میں آئے گا۔ اور ہاں، یہ ساری باتیں میرے اور تمہارے درمیان رہیں گی۔ اس کمرے سے باہر نہیں جائیں گی۔ نہ آج اور نہ کبھی بعد میں..... سمجھ گئیں نا؟"

"ہوں۔ میں اپنی زبان بند رکھوں گی۔ تم فکر مت کرو۔" ارما نے یقین دہانی کرائی تو منال نے شکست خوردہ انداز میں سر جھکا لیا تھا۔

❁❁❁

وہ تیار ہو کر باہر آئی تو امی سے سامنا ہو گیا۔ منال کو اسی بات کا خوف تھا۔ وہ انہیں بتائے بغیر گھر سے جانا چاہتی تھی، مگر اب سانس روکے دم بخود کھڑی تھی۔ امی کی گہری نگاہوں نے سر تا پا اس کا جائزہ لیا، پھر گردن گھما کر وال کلاک کی سُوئیوں کو دیکھا اور قدرے ناگواری سے بولیں۔

"دوپہر کے عین بارہ بجے یہ بادِ بہاری کہاں جا رہی ہے، پرفیوم کی پوری بوتل اُنڈیل کے؟"

"بس امی! ذرا کالج تک جانا ہے۔" اس نے لہجے کو حتی الامکان پُرسکون رکھنے کی کوشش کی۔

"کالج تک؟..... وہ بھی اتنے ٹپ ٹاپ کے ساتھ؟" انہیں یکلخت غصہ آ گیا۔ "کیا کالج یونیفارم، سول ڈریس میں بدل گیا ہے منال؟"

"وہ دراصل امتحان کے بعد کلاسز آف ہیں امی! میں آج پریکٹیکل کرنے جا رہی ہوں۔ آج فزکس کی لیکچرار نے ہم سب کو بلا رکھا ہے کالج میں۔"

"اوہ..... پھر تو عمارہ بھی جائے گی تمہارے ساتھ؟" ان کا انداز کسی پولیس انسپکٹر سے کم نہیں تھا۔ منال کچھ گھبرا گئی۔

"پتہ نہیں۔ اس نے مجھے انفارم نہیں کیا۔ بہت ممکن ہے، وہ بھی آ جائے۔"

"ارے، یہ ممکن، ناممکن کیا ہے؟ اسے پریکٹیکل نہیں کرنا یا پھر تمہیں الگ سے تیاری کرنی ہے امتحان کی؟"

"اُف، آپ کو کچھ پتہ نہیں امی! میں نے کہا ہے نا، عمارہ نے مجھے پہلے سے انفارم نہیں کیا۔ آپ خود ہی فون کر کے پوچھ لیجئے اس سے۔" وہ چڑ گئی۔

"چلو ٹھیک ہے۔" امی فوراً رضامند ہو گئیں۔ "نمبر ملا کر دو مجھے عمارہ کا، میں ابھی بات کروں گی۔"

"اوفوہ.....!" منال کی جان پر بن آئی۔ بے کسی سے عجلت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی۔ "مجھے دیر ہو گئی ہے امی! ایسا نہ ہو میرے کالج پہنچنے تک ہماری ٹیچر لوٹ جائیں۔ آج میں پریکٹیکل مِس کرنا نہیں چاہتی، آپ ارما کو کہیں، وہ بات کرا دے آپ کی عمارہ سے۔"

''اے دیکھو، زیادہ ہوشیاری نہ دکھاؤ منال! میں تمہارے سارے ڈھنگ جانتی ہوں، سیدھی طرح کیوں نہیں کہتیں، حمزہ سے ملنے جا رہی ہو؟ میں عقل سے پیدل نہیں ہوں جو تمہاری باتوں سے کوئی اندازہ نہ لگا سکوں۔ مجھے تمہارے کرتوتوں کا خوب علم ہے۔''

''خدا کے واسطے امی!'' اس نے ہاتھ جوڑ دیئے۔ ''مجھے اس طرح زچ مت کیجئے۔ یہ سارے سوال میری واپسی تک اٹھا رکھئے۔ میں کالج سے واپس آؤں گی تو جی بھر کے کوس لیجئے گا۔ ویسے بھی حمزہ میرے کالج کبھی نہیں آئے گا۔ بھلا لڑکیوں کے کالج میں اس کا کیا کام؟ اور امی.....!'' اس نے رک کر انہیں دوبارہ دیکھا۔ ''مجھے حمزہ سے ملنا ہوگا تو آپ کو بتا کر جاؤں گی۔ عرفان بھائی نے مجھے اجازت دے رکھی ہے۔''

''ہائیں، کیا کہا؟'' امی کا پارہ یکدم بلندی کے گراف پر جا پہنچا۔ ''تمہارا بھائی کیا ہم سے زیادہ حیثیت رکھتا ہے، جو ماں باپ کو بھول کر تم بھائی کی اجازت کو اہم سمجھ رہی ہو، کیا ہم منہ دیکھنے کو بیٹھے ہیں منال؟''

''اُف..... یہ بات آپ عرفان بھائی سے پوچھئے گا۔ مجھے بہت دیر ہو گئی ہے۔ میں ایک ڈیڑھ گھنٹے میں لوٹ آؤں گی۔'' وہ اپنی بات کہہ کر رکی نہیں تھی۔

گھر سے باہر آتے ہی اس نے سواری کی تلاش میں نظریں دوڑائیں مگر اتنی گرمی اور تیز دھوپ میں کوئی ایک رکشہ بھی دکھائی نہ دیا۔

''اُف اللہ!..... میں کیا کروں؟ کیسے جاؤں سٹی بینک؟'' اس نے بے قرار ہو کر کلائی پر بندھی گولڈن رِسٹ واچ کو دیکھا۔ ساڑھے بارہ ہو رہے تھے۔ امی کے بے وقت سوالوں نے اس کا خاصا وقت برباد کر دیا تھا۔ اس نے کچھ دیر سوچا، پھر قدم آگے بڑھا دیئے۔

آج اس کی حمزہ سے پہلی باضابطہ ملاقات تھی۔ منگنی کے بعد رشتہ بدل گیا تھا۔ سو اسی رشتے کو کاؤنٹ کروانے کے لئے منال نے فوری بازار کا رخ کیا۔ دس منٹ کی دُوری پر کمرشل مارکیٹ تھی۔ وہ سیدھی اسٹیشنری کی دکان پر چلی آئی، جہاں سے اسے ایک کارڈ خریدنا تھا۔ وہ کارڈ فی الوقت حمزہ کو یہ یقین دلا سکتا تھا کہ منال اس سے منگنی پر بہت خوش ہے اور اس تعلق کے جڑنے پر بے حد مطمئن بھی ہے۔ ایسا وہ جان بوجھ کر کرنا چاہتی تھی۔ آج اچانک حمزہ نے جس طرح اسے ملاقات کے لئے بلایا تھا، اس پہلی ملاقات میں دائم سے اپنے تعلق کا اظہار کرنا کسی طور مناسب نہ تھا۔ اسے اس اچھے وقت کا انتظار تب تک کرنا تھا، جب تک وہ دائم کو پوری طرح اپنی مٹھی میں نہ لے لیتی۔ آج حمزہ سے خوش خلقی کا مظاہرہ کرنا بہت ضروری تھا۔ فی الحال اسے منال کے کسی تاثر سے یہ پتہ نہیں چلنا چاہئے تھا کہ وہ اس بندھن کو زبردستی نبھانے کی کوشش میں تھی۔ اسے حمزہ کو اعتبار دلانا تھا کہ وہ اس منگنی پر بے حد مطمئن اور خوش تھی۔ یہ ڈرامہ مصلحت کا تقاضا تھا، سو بعد کی بعد میں دیکھی جاتی۔ وقت گزرنے پر وہ حمزہ کے روبرو ساری حقیقت کہہ کر دائم سے اپنی محبت کا اقرار کر لیتی اور وہ اقرار، حمزہ کو منگنی توڑنے پر

مجبور کر دیتا۔

سو اسے ایک اچھا سا ذومعنی پیام دیتا کارڈ ڈھونڈنے میں پانچ منٹ لگے۔ اس نے مستقبل کی بہترین دعاؤں کے پرنٹ میسج کے آگے دو تین جملے لال روشنائی والے قلم سے اپنی جانب سے لکھے اور کارڈ کو لفافے میں بند کر کے اپنے بیگ میں ڈال لیا۔ کاؤنٹر پر قیمت ادا کر کے وہ دکان سے باہر نکل آئی۔ اس اہم کام کو کرنے کے بعد اب سواری کی ضرورت تھی، جو اسے با آسانی سٹی بینک کے قریب ڈراپ کر دیتی۔ وہ لپکتے قدموں سے خاصا فاصلہ طے کر آئی۔ تب ایک بار پھر اپنی رِسٹ واچ پر نظر ڈالی، ایک بج رہا تھا۔ آج دن بے حد چمکیلا اور گرم تھا۔ سورج کی حدت بدن کو پگھلائے دے رہی تھی۔ وہ سڑک پر آتی جاتی گاڑیوں کو دیکھنے لگی۔ حمزہ اس کی راہ دیکھتا ہوگا۔ یہ خیال منال کو بے چین کئے دے رہا تھا۔ اس نے منال سے کہا تھا کہ وہ دو بجے تک سٹی بینک پہنچ جائے گا، وہاں وہ پہلے سے موجود رہے گا۔ مگر اب بھی کوئی سواری سڑک پر دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ منال کی بے قراری بڑھنے لگی۔ حمزہ کا بلاوا اس کے لئے بلائے جان ہو گیا تھا۔ اللہ جانے وہ کیا بات کرنا چاہتا تھا۔ کہیں دائم نے دوستی کے چکر میں حمزہ کو اصل بات تو نہیں بتا دی؟ دل میں اچانک یہ خیال اُٹھا اور اس کی روح فنا کر گیا۔

نہیں، نہیں..... منال نے دل پر ہاتھ رکھ کے اپنے خیال کو فوری رد کر دیا۔ دائم ایسا نہیں ہو سکتا۔ بے شک وہ حمزہ کا بہترین دوست ہے، مگر خود پر شک کرنے کا کوئی موقع فراہم نہیں کرے گا۔ وہ اپنی وفاداری اور دوستی کو خطرے میں کیوں ڈالے گا؟

اس نے دل کی جیسے ڈھارس بندھائی مگر اندر کی بے چینی و اضطراب نے اسے بے کل سا کر ڈالا۔ وہ گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ بیس منٹ مزید گزر گئے۔ ادھر کوئی رکشہ ٹیکسی مل کر نہ دے رہی تھی۔ جانے کیسا دن تھا آج۔ ہر کام خود بخود التوا کا شکار ہو رہا تھا۔ وہ ایک بار پھر سڑک کو دیکھنے لگی۔ بس آ رہی تھی۔ منال نے اسے غنیمت جان کر چڑھنے کی کوشش کی، رش کے باوجود وہ کامیاب رہی تھی۔ اسے حمزہ کی فکر ستا رہی تھی۔ وہ اس کے انتظار میں تھا اور بس سٹی بینک پہنچنے تک چالیس منٹ تو ضرور لیتی۔ منال نے مٹھی میں دبا سیل فون نظر کے سامنے کیا اور تیزی سے حمزہ کا نمبر ملایا، جسے فوراً ہی ریسیو کر لیا گیا۔

''ہاں منال! کہاں ہو تم؟'' حمزہ کا سوال فوری تھا۔

وہ بس کے جھٹکوں سے پریشان تھی، پھر بھی مستعدی سے بولی۔ ''مجھے تھوڑی دیر ہو جائے گی۔ دراصل آج سواری نہیں ملی۔ بڑی مشکل سے بس میں جگہ ملی ہے، سو آپ تک پہنچنا کچھ آسان نہیں ہے۔ آپ کو میرا انتظار کرنا ہوگا۔''

''ٹھیک ہے، میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ اور سنو، بس اسٹاپ کے عین مقابل سڑک کے کنارے جو ہوٹل ہے، میں اس کے باہر تمہارا منتظر ہوں۔ تم گھبرانا نہیں، وہیں چلی آنا۔

اوکے۔"

"جی ٹھیک ہے۔ میں آپ کو ڈھونڈ لوں گی۔" اس نے موبائل آف کر دیا۔

کچھ دیر بعد اسے سیٹ مل گئی تھی۔ منزل مقصود ابھی خاصی دور تھی، سو اس نے سیٹ کی پشت سے سر ٹیک کر آنکھیں موند لیں۔ اسے رش سے وحشت ہوتی تھی اور بس کا سفر اسی رش کی نشاندہی کر رہا تھا۔ مسافر چڑھتے اُترتے رہے اور بالآخر کنڈیکٹر کی تیز آواز نے اسے سٹی بینک آجانے کی اطلاع دی۔ منال اپنا بیگ کاندھے پر ڈالتی بس سے نیچے اُتر آئی۔

اب اسے سڑک کے ساتھ ساتھ چلنا تھا اور چند گز کے فاصلے پر بینک سے ملحق اس چھوٹے سے ریسٹورنٹ تک پہنچنا تھا، جہاں حمزہ اس کا انتظار کر رہا تھا۔ منال سڑک کے کنارے آگئی۔ اس کی نظر کچھ فاصلے پر ریسٹورنٹ کے باہر آتے جاتے لوگوں پر تھی۔ وہ حمزہ کی تلاش میں تھی کہ جب ہی اس نے دائم کو وہاں دیکھا۔

"یہ..... یہ یہاں کیا کر رہا ہے؟" منال کے ذہن سے اُٹھنے والا سوال دل کے ہر گوشے سے لپٹ گیا۔ دھڑکن ہوا ہو گئی اور قدم جیسے بوجھل ہونے لگے۔ اب اس کی نگاہ دائم کے پہلو میں کھڑے حمزہ کو دیکھ رہی تھی، جو ہنستے ہوئے اس کی کسی بات کا جواب دے رہا تھا۔

"کیا حمزہ نے دائم کو بھی یہاں بلایا ہے؟..... لیکن کیوں؟" وہ حواس باختہ تھی۔

"اس کا مطلب ہے، دائم نے حمزہ کو کچھ نہ کچھ کہہ سنایا ہے اور اب دونوں دوست مل کر..... اوہ گاڈ! مجھے یہاں نہیں آنا چاہئے تھا۔"

وہ اتنا گھبرائی کہ چلتی سڑک پر قدم دھرنے کے بجائے واپس پلٹ گئی۔ مگر دوسری جانب ایک نئی افتاد، منال کی منتظر تھی۔ اگلے ہی لمحے ایک ٹی ٹی بردار اسے اپنی تحویل میں لے چکا تھا۔ بھرے بازار میں اس نے گن پوائنٹ پر منال کو نقدی، جیولری اور موبائل فوری طور پر دینے کا حکم نافذ کیا۔ منال کی روح فنا ہو گئی۔ اسے لگا، وہ چکرا کر وہیں ڈھیر ہو جائے گی۔ حلق جیسے رک سا گیا۔ وہ چیخنے کی صلاحیت بھی کھو بیٹھی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ اس دہشت گرد کا مطالبہ پورا کرتی، کسی نے ایک زوردار دھکے سے اسے پرے پھینک دیا۔ کئی آوازیں شور کی صورت اُبھریں اور منال کو ایک شعلہ سا لپکتا دکھائی دیا۔ اگلے ہی پل وہ شعلہ اس کے دائیں پہلو کو جلانے لگا۔ یوں لگا، جیسے کسی نے تیز دھار آلے کو دہکتی آگ میں کھولا کر اس کی پسلیوں میں اتار دیا ہو۔ یہ تکلیف اتنی زیادہ اور ناقابلِ برداشت تھی کہ وہ سنبھل نہ سکی اور منہ کے بل سڑک پر جا گری۔ بے ہوش ہونے سے پہلے اس نے کسی بھاری چیز کو اپنے اوپر گرتا محسوس کیا اور ٹھیک دوسرے پل وہ ہر طرف سے غافل ہو چکی تھی۔

گولی چلنے کی تیز آواز اور سڑک سے اُٹھتے شور نے باتوں میں مشغول دائم اور حمزہ کو سامنے دیکھنے پر مجبور کر دیا۔ انہیں منال زرد چہرے اور بند آنکھوں کے ساتھ بے توازن گرتی

دکھائی دی اور جونہی وہ گری، سامنے سے آتا ایک سائیکل سوار اس کے اوپر آ گرا۔ وہ ضرب کھا کے پلٹی اور سائیکل کے نیچے دب گئی۔ حمزہ اور دائم نے سڑک پر بہتے خون کو دیکھا اور ساری صورتِ حال کو بھانپتے ہی تیر کی طرح اس کی طرف دوڑ پڑے تھے۔ لوگ لُوٹنے والے ڈاکو کو مار رہے تھے۔ چیخ رہے تھے۔ مگر ان دونوں کی جان پر بن آئی تھی۔

دائم کا پاؤں ایکسیڈنٹ کے باعث اب تک زخمی تھا، پھر بھی وہ پوری رفتار سے بھاگا تھا لیکن اس سے پہلے حمزہ، منال تک پہنچ چکا تھا۔

"اوہ گاڈ.....!" اس نے زخموں سے چُور منال کے بے سدھ وجود کو دیکھ کر دائم کی طرف دیکھا، جو بری طرح ہانپ رہا تھا۔

"دائم! جلدی کرو، منال کو پکڑو آ کر۔ میں جب تک گاڑی ادھر لے آتا ہوں۔ وہ بہت زخمی ہو گئی ہے۔ ہمیں ہسپتال جانا ہو گا۔"

ادھر دائم کے حواس گم تھے۔ وہ ایک ٹک اس زرد چہرے کو گھور رہا تھا، جس نے اس کی زندگی اجیرن کر ڈالی تھی۔ وہ واقعی شدید زخمی تھی۔ اسے نہ صرف گولی لگی تھی، بلکہ سائیکل سوار کے اندھا دُھند ٹکرا جانے اور سائیکل کے نیچے دب جانے کی وجہ سے ماتھا بھی پھُوٹ گیا تھا۔ چہرے پر سڑک سے پڑنے والی گہری خراشوں سے خون رِس رہا تھا اور اس کے گھنے لمبے بال کیچڑ کی گرفت سے آزاد ہو کر اس کا وجود ڈھانپ رہے تھے۔

وہ لمحہ بے حد عجیب تھا۔ اطراف میں لوگوں کی بھیڑ جمع تھی۔ لوگ آج کے واقعے پر اظہارِ خیال اور منال سے ہمدردی کر رہے تھے۔ مگر دائم کے اندر سناٹا بول رہا تھا۔ اس کی آنکھیں منال کے زخمی چہرے پر جمی تھیں اور وہ خود تیز آوازوں کے شور سے کہیں دُور نکل آیا تھا۔ اس کے کان، منال کی کہی باتوں کی بازگشت سے گونج رہے تھے اور وہ بازگشت دائم کے من میں جیسے سلگتی گُرلاتی ہلچل مچا رہی تھی۔ منال کی کھنکتی آواز جیسے اس کے پاس سے اُبھری تھی۔

"یہ شادی نہیں ہو گی، دائم صاحب!..... میرا دل کہتا ہے، سندس آپ سے محبت نہیں کرتی۔ وہ آپ کو چھوڑ کے چلی جائے گی۔"

دائم نے گھبرا کر سر جھٹکا مگر اسے منال کی آواز سے نجات نہ ملی۔

"ہاں، میں نے عمارہ سے کہا تھا، محبت کا تعلق عقل سے زیادہ جذبات سے ہوتا ہے۔ جب جذبات حاوی ہوتے ہیں تو عقل ہار جاتی ہے۔ میں آپ سے ہار گئی ہوں دائم جی!"

"اوہ خدایا.....!" دائم نے دوبارہ سر جھٹکا۔ وہ اندر سے اُبھرنے والی آوازوں سے خوف زدہ ہو گیا۔ مگر وہ آوازیں اس کے حواس لے اُڑیں۔

"سکون، طوفان کا پیش خیمہ ہوتا ہے دائم صاحب! کسی کے سکون کو دیکھ کر اس کے ٹمپرامنٹ کا اندازہ مت لگائیے۔ آپ غلط ہو جائیں گے۔"

"نہیں، میرے اللہ.....!" دائم نے بے کسی سے آنکھیں میچ لیں۔ مگر منال کا چہرہ

بصارت میں اُتر آیا۔ اس کا کہا ایک اور جملہ اسے بالکل بے اوسان سا کر گیا۔

''منزل تو میرے سامنے ہے، مگر میں خود منزل کو دیکھنا نہیں چاہتی۔ ڈرتی ہوں، کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ میں نے کسی کا حق مارا ہے۔ دائم جی! میں جانتی ہوں، آپ خود چل کر میرے پاس آئیں گے۔ مجھے اس خوب صورت لمحے کا انتظار رہے گا۔''

''ارے..... آپ اتنا انڈر پریشر کیوں ہو گئے دائم صاحب؟..... خود کو سنبھالنا بڑی بات ہے۔ انسان کو اعصابی طور پر مضبوط ہونا چاہئے۔''

''دائم!..... دائم! فار گاڈ سیک، ہوش میں آؤ۔'' حمزہ کی تیز آواز اور اس کے ہاتھ کی سخت گرفت نے اچانک دائم کو جھنجوڑ ڈالا۔ وہ جیسے منال کی خوب صورت آواز کے سحر سے بالکل نکل آیا۔

''کیا کرتے ہو یار!..... منال کو سنبھالنے کے بجائے تم گم صم کھڑے ہو اب تک۔ خدا کے لئے میری مدد کرو، پکڑو منال کو۔ میں اپنی گاڑی ادھر لے آؤں تاکہ اسے ہسپتال پہنچایا جا سکے۔'' حمزہ کی جھلاہٹ واضح تھی۔

دائم غائب الدماغی سے حمزہ کا چہرہ دیکھنے لگا۔ سڑک پر ٹریفک جام تھا، لوگوں کا جم غفیر ان کے اطراف میں بھانت بھانت کی بولیاں بول رہا تھا۔ مگر دائم کے دل و دماغ میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ اس کی کھوئی سی نگاہ حمزہ کے چہرے سے ہٹ کر اپنے آپ منال کے وجود کو چھونے لگی۔ اس کے ماتھے سے نکلنے والا خون بند آنکھوں کو بھگوتا اس کی سفید گردن تک چلا آیا تھا۔ وہ ایک بار پھر گم ہو گیا۔

''آپ ٹھیک کہتے ہیں دائم! آپ کی بات، آپ کی آنکھوں کی طرح سچی اور اچھی ہے۔''

اسے لگا، منال اس کی آنکھوں میں جھانک رہی ہو۔ وہ بری طرح گھبرا گیا۔ اس نے تیزی سے اپنے خیالات جھٹک کر قدم بڑھایا اور حمزہ کی پناہوں میں محفوظ منال کے ٹھنڈے پڑتے وجود کو چپ چاپ سمیٹ لیا۔

''جاؤ حمزہ! گاڑی لے آؤ۔ دیر ہو گئی تو نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا۔''

''ہاں یار!'' حمزہ تیزی سے اُٹھ گیا۔ ''بہت خون بہہ گیا ہے منال کا۔ اسے فوری طبی امداد مل جانی چاہئے، ورنہ.....'' وہ جاتے سے رک گیا۔ ''میرے آنے تک تم عرفان کو فون پر ساری صورت حال بتا دو، ورنہ الزام مجھ پر آ جائے گا۔''

''ہاں ٹھیک ہے، میں بات کرتا ہوں عرفان سے، تم گاڑی لے آؤ۔'' اس نے اثبات میں سر ہلایا تو حمزہ ہجوم میں راستہ بناتا اپنی گاڑی کی طرف دوڑا، جو بینک سے کچھ فاصلے پر پارک کی گئی تھی۔ اس نے تیزی سے لاک کھولا، گاڑی ریورس کی اور برق رفتاری سے چلا کر دائم کے نزدیک لا کھڑی کی۔ گاڑی سے اترتے ہوئے حمزہ نے دیکھا، دائم نے منال کا بکھرا وجود کسی بچے کی طرح سنبھال رکھا تھا۔ وہ ایک محویت سے اس کے چہرے پر چپکے خون آلود بال پرے

کر رہا تھا۔ ایسا کرتے ہوئے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے اور آنکھیں نم تھیں۔

''دائم.....!'' حمزہ نے اس کے کاندھے پر دستک دے کر جیسے اسے متوجہ کرنے کی کوشش کی۔ ''اُٹھو یار! منال کو گاڑی کی بیک سیٹ پر ڈالنے میں میری مدد کرو۔ گزرتا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے، اسے کچھ ہو گیا تو میں خود کو کبھی معاف نہیں کر سکوں گا۔''

''اور شاید میں بھی۔'' دائم کے منہ سے وہ لفظ جیسے ایک بے خودی میں نکلے تھے۔ اتنے کروشل ٹائم میں بھی حمزہ کا ماتھا ٹھنکا۔ وہ چونک کر اپنے دوست کا چہرہ تکنے لگا، جو زخمی بازو اور پاؤں پر بندھی پٹی کے باوجود منال کو بانہوں میں بھر کر حمزہ کی گاڑی میں ڈال رہا تھا۔

''کیا دائم واقعی منال سے.....؟''

''اوہ نہیں۔'' اس ادھوری سوچ نے ہی حمزہ کا دل جیسے مٹھی میں لے لیا۔ اس سے قدم بڑھایا نہ جا سکا۔

''کیا آپا بیگم کی باتیں سچ ہیں؟ کیا دائم، منال کو.....؟ نہیں، نہیں۔'' اس نے نفی میں سر ہلا کر گویا اپنی سوچ کو رد کرنے کی شعوری کوشش کی۔ ''یہ میرا وہم ہے، دائم بہت میچور ہے، وہ ایسی حرکت نہیں کر سکتا..... وہ ایسا کبھی نہیں کرے گا۔''

''پلیز، جلدی کرو حمزہ!'' دائم کی فکرمندی اسے ہوش میں لے آئی۔ ''منال کا بدن ٹھنڈا ہو رہا ہے، اسے ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔''

''ہاں، ہاں۔ چلو۔'' وہ فوراً آگے بڑھ آیا۔ ''گاڑی تم ڈرائیو کرو گے نا؟''

''نہیں یار!'' دائم نے منع کر دیا۔ ''میرا پاؤں زخمی ہے، میں ایکسیلیٹر پر دباؤ نہیں ڈال سکتا۔''

''اوکے، پھر تم منال کے پاس بیٹھ جاؤ۔'' حمزہ نے دل میں اُٹھتی کسک کے باوجود اسے کہا اور خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ دائم بیک سیٹ پر جا بیٹھا۔ جگہ کی کمی کی وجہ سے اس نے منال کا سر اپنے زانوں پر رکھ لیا تھا۔ وہ اب بھی غافل لیٹی تھی۔

اب گاڑی پوری رفتار کے ساتھ سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ وہ دونوں بے حد نروس اور پریشان تھے۔ ایک نامعلوم سی خلش اذیت میں مل کر جیسے ان کے وجود سے لپٹ گئی تھی۔ ہسپتال پندرہ بیس منٹ کی دُوری پر تھا اور یہ بیس منٹ منال کی زندگی کا فیصلہ کرنے والے تھے۔ گولی اس کی پسلیوں کو چیرتی نکل گئی تھی یا اب بھی جسم کے اندر تھی، وہ نہیں جانتے تھے، مگر بہتا خون انہیں ہر پل خوف کے حصار میں جکڑ رہا تھا۔

یہ ایکسیڈنٹ کیوں ہوا؟ کیسے ہوا؟ کون لٹیرا، منال کو زخمی کرنے کا باعث بنا؟ انہیں کچھ خبر نہ تھی۔ بپھرے ہوئے ہجوم نے مجرم کو مار پیٹ کے بعد پولیس کی نگرانی میں دے دیا تھا۔ پولیس نے حمزہ سے بھی پوچھ گچھ کی تھی، مگر اسے منال کا رشتے دار جان کر کسی کارروائی سے گریز کیا تھا۔ سڑک پر گرتے ہی منال کا شولڈر بیگ کاندھے سے پھسل کر دور جا گرا تھا۔ حمزہ نے گاڑی

میں بیٹھنے سے پہلے وہ بیگ اٹھا کر اگلی نشست پر پھینک دیا۔ ایسا کرنے سے بیگ میں بھری بہت سی چیزیں سیٹ پر بکھر گئی تھیں، مگر فی الوقت انہیں سمیٹنے کا ٹائم کسی کے پاس نہیں تھا۔ منال کا خریدا ہوا کارڈ بھی سیٹ سے نیچے جا گرا تھا۔

لنچ کا وقت ہو چلا تھا، شاید اسی لئے سڑک پر ٹریفک معمول سے کہیں زیادہ تھی۔ اتنے رش میں گاڑی اسپیڈ سے چلانا کسی طور ممکن نہ تھا، پھر بھی حمزہ گاڑی کو خاصی رفتار سے بھگا رہا تھا۔ ہاسپٹل اب بھی کافی دور تھا۔

''حمزہ.....!'' اچانک دائم کی گھبرائی صدا اس کی سماعت میں اُتری۔ ''منال کی نبض ڈوب رہی ہے۔ فار گاڈ سیک، گاڑی تھوڑی اور تیز چلاؤ۔ اس لڑکی کو کچھ نہیں ہونا چاہئے۔''

''میں کوشش کر رہا ہوں یار!'' وہ بھی حواس باختہ سا ہو گیا۔ اس نے گردن گھما کر آتی جاتی گاڑیوں کو دیکھا اور پھر فوراً ہی درمیان کی ایک انجان گلی میں مُڑ گیا۔

ایسا کرنے کا مقصد شارٹ کٹ راستہ اختیار کرنا تھا۔ مگر دائم کو غصہ آ گیا۔ جھلاہٹ سے بولا۔ ''واٹ نان سینس؟ تم کیا کیا تم نے؟..... سیدھے راستے کے بجائے گلیوں میں بھٹکنے کو چلے آئے ہو۔ واپس لو گاڑی، مین روڈ سے ہسپتال جلدی پہنچا جا سکتا ہے۔''

''میں جلدی پہنچنے کی کوشش ہی کر رہا ہوں دائم! پلیز، تم مداخلت مت کرو۔''

''ارے کیسے نہ کروں؟ اسے دیکھو، ہاتھ پاؤں بالکل یخ ہو رہے ہیں اس کے، اسے گرمی کی ضرورت ہے حمزہ! تاکہ اس کا دل Pumping کرتا رہے۔ بلڈ سرکولیشن کم ہو گئی تو اس کا بچنا مشکل ہو جائے گا۔ خدا کے لئے کچھ کرو۔''

''آخر کیا کروں یار! میں خود بہت پریشان ہوں۔'' وہ گاڑی فرسٹ گیئر میں لے آیا۔ اسپیڈ پہلے سے کہیں زیادہ فاسٹ تھی۔ حمزہ کا دل کسی خزاں رسیدہ پتے کی طرح لرز رہا تھا۔ منال اس کے اصرار پر آئی تھی اور اب کسی بھی غلط نتیجے کا سارا بوجھ حمزہ کی جان پر پڑنے والا تھا۔ منال کی حالت بہت مخدوش تھی، وہ سو فیصد خطرے میں تھی اور اس کی پل پل بدلتی حالت، حمزہ کے دل و دماغ کو پریشرائز کرتی جا رہی تھی۔

اچانک اس کی نظر ونڈ اسکرین کے بیک ویو مرر پر جا پڑی۔ حمزہ نے دیکھا، دائم کا چہرہ فق ہو رہا تھا۔ وہ بار بار منال کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر کچھ محسوس کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ یوں جیسے اس کی بدلتی حالت کا اندازہ کرنا چاہ رہا ہو۔ دفعتہً اس نے بے پناہ گھبراہٹ کے ساتھ اس کی نبض دوبارہ ٹٹولی اور پھر جیسے وہ خود سے ہار گیا۔ سینے میں ہر دھڑکن تڑپ رہی تھی۔ اگلے ہی ساعت میں اس نے حمزہ کی موجودگی کا احساس کئے بغیر اس کے بے سدھ ڈھلکے وجود کو اٹھا کر اپنے سینے میں بھر لیا۔ اس کے مضبوط بازو، منال کو مکمل طور پر اپنے حصار میں بند کر چکے تھے۔ وہ جیسے کسی نازک گڑیا کی طرح اس کی پناہ میں تھی۔ حمزہ کا سانس جیسے وہیں رک گیا۔ رگ رگ میں وحشت اُتر آئی تھی۔ یہ سب کیا ہو گیا خدایا!..... وہ کیا دیکھ رہا تھا.....

''حمزہ! یہ لڑکی مر جائے گی اور..... اور اگر یہ مر گئی تو میں..... میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔'' دائم کی بدلتی کیفیت اور زبان سے نکلنے والے حیرت انگیز الفاظ، حمزہ کا دماغ بھک سے اُڑا گئے۔ اس کے ہاتھ اسٹیئرنگ پر اپنا دباؤ بڑھا گئے تھے۔ وہ کل سے جن خدشات میں اُلجھ رہا تھا، جس وہم کو ٹال رہا تھا، وہی وہم حقیقت کا روپ دھارے اب اس کی نگاہوں کے سامنے تھا۔

منال مکمل طور پر دائم کی پناہ گاہ میں تھی۔ اس کی پل پل بدلتی حالت اور زخمی وجود دیکھ کر طاری ہونے والی گھبراہٹ، حمزہ کو آپا بیگم کے کہے ہر لفظ کی صداقت کا احساس دلا رہی تھی۔ وہ احساس ہر اس سوال کا جواب بھی تھا، جس جاننے کے لئے آج ہی اس نے منال کو بات چیت کے لئے بلایا تھا۔ دائم سے آج یونہی سرِ راہ ملاقات ہو گئی تھی۔ وہ بوریت سے گھبرا کر گھر سے نکلا تھا۔ حمزہ کو ریسٹورنٹ کے باہر چہل قدمی کرتا دیکھ کر اس کے پاس چلا آیا۔ اسے آئے چند منٹ ہی ہوئے تھے کہ وہ حادثہ رونما ہو گیا اور وہی حادثہ گزرتے ہر پل کے ساتھ حمزہ کو ڈھکی چھپی ساری کہانی بہت واضح انداز میں سنا رہا تھا۔ جسے سہنا عذاب تھا، قیامت تھا، مصیبت تھا۔

❁

منال کو ایمرجنسی میں لے جایا جا چکا تھا۔ دائم اور حمزہ کے اوسان اُڑے ہوئے تھے اور چہرے فق تھے۔ ایک ہی پل میں کیا سے کیا ہو گیا تھا۔ یہ حادثہ اتنا اچانک اور ناقابلِ یقین تھا کہ خود منال کا احساس بالکل آخری لمحے میں ہوا تھا۔ گولی کسی پگھلے سیسے کے مانند اس کی دائیں پسلیوں میں درد اور اذیت بھر گئی تھی۔ اسے چیخنے چلانے کی مہلت بھی نہ ملی تھی۔ آناً فاناً وہ حادثے کا شکار ہوئی اور حواس گم کر بیٹھی تھی۔

عرفان کو اس حادثے کی اطلاع شام کو اس وقت ملی، جب وہ منال کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک چکے تھے۔ سہ پہر چار بجے امی نے انہیں آفس فون کیا تھا۔ وہ منال کے کالج سے گھر نہ لوٹنے پر تشویش میں مبتلا تھیں۔ منال کو گھر سے نکلے تقریباً چار گھنٹے گزر چکے تھے۔ عرفان اس اطلاع کے ملتے ہی حد درجہ فکرمند ہو گئے تھے۔ منال کہاں چلی گئی؟ یہ سوال ان کے لئے زندگی کا کٹھن سوال بن گیا تھا، انہیں لگا جیسے عزت و ناموس کی آہنی تلوار ان کے سر پر لٹکنے لگی، جو وقت کے کسی نامہرباں پل میں ان کے سر پر گر کر بدنامی کے گہرے کنوئیں میں دھکیلنے والی ہو۔ انہیں ایک بار بھی حمزہ کا خیال نہیں آیا تھا۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ منال آج حمزہ کے بلاوے پر اس سے ملاقات کو جانے والی تھی، لیکن انہیں کہاں ملنا تھا؟ یہ سوال عرفان نے منال سے دانستہ نہیں پوچھا تھا۔ منال کے فون پر یکطرفہ گفتگو سے انہیں اتنا اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ حمزہ اپنی کسی پریشانی کو منال سے ڈسکس کرنا چاہتا تھا اور اس وقت عرفان بات کی تہہ تک پہنچ گئے تھے۔ جانتے تھے، ان کی بہن ابو کی خاطر حمزہ سے اپنا تعلق توڑنے کی کبھی کوشش نہیں کرے گی، سو آج کے دن منال کا حمزہ سے جا کر ملنا بے حد سود مند ثابت ہوتا۔

بہت ممکن تھا، وہ دونوں آپس کی بات چیت میں کسی نتیجے پر پہنچ جاتے اور دائم سے منال کی محبت کا بے کار افسانہ اپنے اختتام کو پہنچتا۔ بس یہی وہ سوچ تھی، جو عرفان نے منال کی فون پر ہونے والی گفتگو کو دانستہ نظر انداز کیا تھا اور اسے حمزہ سے ملاقات کرنے سے روکا نہیں تھا۔ لیکن امی کی پریشانی اور فکری اندیشوں سے ڈوبی کال کے بعد وہ اسے اس کے دوستوں کے گھر ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ کالج کی ایک قریبی دوست سے منال کے بارے میں پوچھ کر جب وہ ناکام گھر لوٹے تو اچانک ارما نے قیاس آرائی کی کہ وہ حمزہ سے ملنے گئی ہوگی۔ مگر یہ ملاقات اتنی طویل کیسے ہوسکتی تھی، جو اسے اب تک گھر واپسی سے روک رہی تھی۔ تب عرفان چونک اُٹھے تھے۔ انہیں فوری طور پر حمزہ کی صبح کی فون کال کا خیال آیا تھا۔ ارما کا اندازہ کافی حد تک درست تھا۔

ادھر منال کی غیر حاضری، امی کی بے قراری و اضطراب کو بڑھائے دے رہی تھی۔ وسوسوں کے سانپ، پھن اٹھا کر دل و دماغ کو ڈسنے لگے تھے۔ وہ بے کل ہو کر بیٹے کو ڈانٹنے کھڑی ہوگئیں، جن کی شہ پر منال نے گھر سے باہر قدم نکالنے کا فیصلہ کیا تھا۔ عرفان، ماں کی لعن طعن سن کر اس سے پہلے کہ حمزہ کو فون کرتے، اس کی کال نے ہاتھ میں پکڑے موبائل پر اپنے ہونے کی صدا دی تھی۔

''ہیلو!..... ہیلو حمزہ! منال کدھر ہے؟'' عرفان کا پہلا سوال، حمزہ کا دل دھڑکا گیا۔ جس ملاقات کو وہ اپنے اور منال کے درمیان راز داری سمجھ رہا تھا، اس سے عرفان بھی واقف تھے اور یہ بہت پریشان کن صورتِ حال تھی۔

''جسٹ ریلیکس عرفان!'' حمزہ نے خود کو سنبھال کر بڑی ہمت سے دوست کو پکارا۔ ''میری بات دھیان سے سنو، فوراً جنرل ہسپتال پہنچو۔ دیئر از سم تھنگ سیریس وِد منال۔ تم خاطر جمع رکھنا اور امی کو بھی ذرا سلیقے سے سمجھا دینا، یہاں صورتِ حال کچھ اچھی نہیں ہے۔''

''کک..... کیا..... کیا مطلب؟ یہ تم..... تم کیا بولے جا رہے ہو حمزہ؟ آخر بات کیا ہے؟..... کیا ہوا ہے منال کو؟'' وہ گھبرا کر اسے ڈانٹنے لگے۔

حمزہ کا حلق خشک ہوگیا۔ وہ بہ مشکل خود پر قابو پا کر بولا۔ ''بات یہ ہے عرفان! منال کو گولی لگ گئی ہے۔ وہ بہت سیریس ہے اور اب تک ہاسپٹل کی ایمرجنسی میں ہے۔ ڈاکٹرز ہمیں کچھ بھی نہیں بتا رہے۔ یہاں میرے ساتھ دائم بھی ہے۔ تم فوراً پہنچو، ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔''

اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔ عرفان بھائی کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔ منال کو گولی لگی تھی۔ لیکن کیوں؟..... کس نے ماری تھی یہ گولی؟..... انہوں نے امی کے اُڑے رنگ اور سفید پڑتے چہرے کو دیکھ کر خود کو سنبھالنے کی بھرپور کوشش کی، مگر آنکھیں اپنے آپ بھیگتی جا رہی تھیں۔ دل مٹھی میں تھا۔

''امی.....!'' انہوں نے لرزتی آواز میں ماں کا بازو تھام کر انہیں خود سے قریب کر لیا۔ ''منال کی حالت سیریس ہے، اسے گولی لگ گئی ہے۔''

''کیا؟..... گولی؟'' امی کی آنکھوں میں زمین آسمان گھوم گئے، جب کہ ارما نے رونا شروع کر دیا۔ اس کی حالت فوراً غیر ہوگئی۔

''آئے ہائے، کیسے گولی لگ گئی، میری بچی کو؟ گھر سے تو ٹھیک نکلی تھی، کس نے دشمنی نبھائی ہے منال کے ساتھ؟'' امی کی بدحواسی ان کی باتوں سے عیاں تھی۔ وہ گھبراہٹ اور بوکھلاہٹ کے بیچ کھڑی تھیں۔ خوف و ہراس نے فکرمندی کا بھیس بدل کر انہیں لمحوں میں بے اوسان کر ڈالا تھا۔ عرفان نے بہت مشکلوں سے انہیں سنبھالا اور سمجھا بجھا کر نہ رونے کی تلقین کی، پھر ٹیکسی لانے چل دیئے۔

یہ خدا کا کرم تھا کہ امی، ارما اور عرفان کے ساتھ جب ہسپتال پہنچیں تو منال کی حالت سنبھلنا شروع ہوگئی تھی۔ دائم انہیں ایمرجنسی کے باہر بنے ویٹنگ روم کے بینچ پر بیٹھا دکھائی دیا۔ حمزہ اس کے ہمراہ نہیں تھا۔ عرفان ماں اور بہن کو چھوڑ کر دوڑتے قدموں سے دائم کی طرف بڑھ آئے۔

''دائم.....!'' انہوں نے تیزی سے اس کا کاندھا ہلایا۔ ''کیسی ہے منال؟ میری بہن ٹھیک تو ہے نا؟''

''ہاں۔'' دائم انہیں دیکھتے ہی کھڑا ہوگیا۔ ''اب وہ ٹھیک ہے۔ گولی صرف پسلیوں کو چھوتی ہوئی گزر گئی ہے، مگر سڑک پر گرنے اور سائیکل سوار سے ٹکرانے کے باعث اسے کچھ زخم آئے ہیں، اس کے بازو کی ہڈی فریکچر ہوگئی ہے۔ جب کہ چہرہ بھی کچھ زخمی ہے۔''

''اوہ میرے خدا.....!'' عرفان کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ ''لیکن یہ حادثہ ہوا کیسے؟''

''پتہ نہیں یار!..... لوگوں کی زبانی صرف اتنا سنا تھا کہ کسی اچکے نے منال کی کنپٹی پر ریوالور رکھ کر اس سے روپے اور موبائل فون کا تقاضا کیا تھا۔ لیکن بھرے بازار میں ایک لٹیرے کی یہ جرأت لوگ سہہ نہ سکے، سو ہاتھا پائی ہوگئی اور اسی جھگڑے میں ریوالور چل گیا۔ منال اُلٹ کر گری تو سڑک پر گزرتے سائیکل سوار سے جا ٹکرائی۔''

اس دوران میں ارما بھی امی کے ساتھ ان کے پاس وہاں آ گئی تھی۔

''یار! ہم نے جب سڑک کے پار دیکھا تو یہ حادثہ رونما ہو چکا تھا، اس لئے اصل حقیقت ہمیں بھی پوری طرح معلوم نہیں۔ ہاں، پولیس نے مداخلت کی تھی، جسے حمزہ نے ہینڈل کیا اور منال کو اپنا عزیز کہہ کر معاملہ ختم کرنے کی کوشش کی تھی۔ اینڈ ناؤ ایوری تھنگ از اوکے۔ تم بالکل پریشان مت ہو عرفان! اب سب ٹھیک ہے۔ منال آؤٹ آف ڈینجر ہے۔ شکر ہے، اللہ نے اچھی خبر سنائی، ورنہ میرا جانے کیا ہوتا۔''

دائم نے اپنی رو میں ایک حیران کن بات کہی تو عرفان اس کی صورت تکتے رہ گئے۔ دائم

کے الفاظ بے حد نا قابلِ یقین تھے۔

''حمزہ کدھر ہیں؟'' ارما نے عرفان بھائی کے چونکنے کو کاؤنٹ کرتے ہوئے جیسے بات کا رخ بدلا۔

''حمزہ، وہ بھی اندر گیا ہے۔ ڈاکٹر نے بلوایا تھا۔ بے چارہ بہت پریشان ہے۔'' دائم نے سنبھل کر فوراً جواب دیا۔

''اسے پریشان ہونا بھی چاہئے۔ میری پھول سی بچی کو اسی نے ملاقات پر اُکسایا تھا۔ ارے کیسے لڑکے ہیں آج کل کے، شرم و حیا نام کو نہیں، یہاں منگنی ہوئی اور وہاں لڑکی کو باوا کی میراث سمجھ کر ملنے جلنے لگے۔ اب کوئی کیا سمجھائے، ایسے کرتوت یہی انجام لائیں گے نا۔''

امی نے اشک بہاتے ہوئے اپنے غصے کا اظہار کیا تو دائم نے نظریں چرا لیں۔ ادھر عرفان زچ ہو کر بولے۔ ''پلیز، بس کیجئے امی! یہ ہسپتال ہے۔ یہاں اونچی آواز میں بات کرنے کی اجازت نہیں ہوتی، کجا یہ کہ شور مچایا جائے۔''

''ارے واہ، شور کیسے نہ مچاؤں، میری منال کیا فالتو ہے، جسے گولی کھلا کے سڑک پر دھکا دے دیا جائے؟ ذرا آنے دو حمزہ کو، ابھی پوچھتی ہوں، وہ کون سی خاص باتیں ہیں جو گھر پر نہیں ہو سکتیں۔ آئے ہائے، اللہ جانے اپنی منال کی عقل کو کیا ہو گیا، جو بغیر بتائے ملنے کو چلی آئی اور ادھر مجھے کہہ دیا کہ کالج جا رہی ہوں، پریکٹیکل کرنا تھا۔ منگیتر سے مل کر اب دیکھ لیا نا اپنا انجام، والدین کو دھوکا دینے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔''

''اوفوہ!..... اللہ کے واسطے امی! ابھی تو چپ ہو جائیے۔ یہ وقت ان فضول باتوں میں ضائع کرنے کا نہیں ہے۔'' ارما نے انہیں ٹوکا لیکن وہ دھواں دھار رونے لگیں۔

''میں نہیں ہوتی چپ ڈپ، مجھے منال کے پاس جانا ہے۔ کہاں ہے میری بچی؟ تم بولتے کیوں نہیں ہو دائم! آخر کہاں ہے وہ؟..... تم نے اور حمزہ نے مل کر میری معصوم سی بچی کا ستیاناس کر ڈالا۔ خناس بھر دیا اس کے دماغ میں تم دوستوں نے۔ کاش اسے تھوڑی عقل آ جائے۔''

دائم کا چہرہ خجالت کی سرخی سے تپ اٹھا، وہ برا مان کر آہستگی سے بولا۔ ''میں نے کیا کیا ہے آنٹی؟ حمزہ سے آج میری سرِ راہ ملاقات ہوئی تھی۔ وہ ریسٹورنٹ کے بیرونی احاطے میں ٹہل رہا تھا۔ اسے وہاں دیکھ کر میں وہیں جا پہنچا۔ مجھے کیا خبر تھی، منال ابھی وہیں آنے والی ہے۔ اگر یہ بات مجھے معلوم ہو جاتی تو میں وہاں کبھی نہ ٹھہرتا اور آپ مجھ پر الزام رکھ رہی ہیں، یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپ کی معصوم بیٹی نے میرا کیا حشر کر ڈالا۔ اس نے مجھے سندس کے قابل چھوڑا اور نہ خود اپنا رہنے دیا۔ میں..... میں خود کو بھول گیا ہوں آنٹی! میں لاچار ہو گیا ہوں، سوچ سوچ کر۔''

''ہیں.....'' امی اور ارما کا سانس رک گیا۔ ''کیا مطلب؟''

عرفان کچھ سٹپٹا سے گئے، گھبرا کر بولے۔ ''یہ کیا فضول بول رہے ہو دائم؟ لگتا ہے، منال کے زخمی ہو جانے پر تم کچھ ڈسٹرب ہو گئے ہو۔ تمہیں فوراً گھر چلے جانا چاہئے۔ دیکھو، تم ابھی کمزور ہو، تمہاری اپنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ پھر بھی زخمی پاؤں کے ساتھ تم ہاسپٹل میں بیٹھے حمزہ کا ساتھ نبھا رہے ہو، دِس اِز ٹو مچ یار!''

''تو کیا کروں؟'' دائم نے ایک بے چارگی سے دوست کو دیکھا۔ ''حمزہ کو ان حالات میں تنہا کیسے چھوڑ دوں عرفان؟''

''ہاں، وہ سب ٹھیک ہے دائم! لیکن اب..... اب میں آ گیا ہوں۔ تمہیں سندس کے پاس جانا چاہئے، آج تمہارا برتھ ڈے ہے نا۔''

''ہاں۔ آج میرا برتھ ڈے ہے اور یہ برتھ ڈے مجھے زندگی بھر یاد رہے گا۔ ایک نئے دائم کی برتھ کے ساتھ۔''

وہ جانے کیا بول رہا تھا۔ امی کی ڈبڈبائی آنکھیں، لرزتے دل کے ساتھ اس کا چہرہ تکنے لگیں۔ وہ یکدم چپ سی ہو کر اسے گھورتے رہنے پر مجبور ہو گئی تھیں۔ اسی وقت حمزہ چلا آیا۔ وہ اپنی دھن میں تھا۔ اس کے ہاتھ میں غالباً ڈاکٹر کا لکھا نسخہ تھا، جسے پڑھتے ہوئے ان کے سامنے سے نکل کر وہ باہر کی طرف لپکا تو عرفان بھائی نے اس کا بازو کھینچ کر اسے روک لیا۔

''ٹھہرو حمزہ!..... کہاں جا رہے ہو تم؟''

''ارے تم.....؟'' وہ عرفان کی صورت دیکھتے ہی دل ہار بیٹھا، ان کے گلے لگ کر گلوگیر آواز سے بولا۔ ''یار عرفان! میں تمہارا مجرم ہوں۔ آج منال کو میں نے بلایا تھا۔ مگر مجھے کیا معلوم تھا، وہ اتنی اذیت میں گرفتار ہو جائے گی۔ نہ جانے کیا غلطی کر دی میں نے کہ جس کی اللہ نے ایسی سزا دی ہے۔''

''جانے دو یار! منال کیسی ہے اب؟'' عرفان نے اسے خود سے الگ کر کے سنجیدگی سے پوچھا تو وہ شرمسار سا ہو گیا۔ افسردگی سے بولا۔

''کافی زخمی ہے وہ۔ ڈاکٹر نے نیند کا انجکشن لگا کر اسے کچھ گھنٹوں کے لئے غافل کر دیا ہے۔ وہ صبح تک مکمل ہوش میں آ جائے گی۔''

''کیا میں مل سکتا ہوں، منال سے؟''

''ہاں ہاں، کیوں نہیں۔ وہ سرجیکل وارڈ میں ہے۔ تم آؤ میرے ساتھ۔'' وہ واپسی کو پلٹا تو امی کی تیز آواز نے اس کا راستہ روکا تھا۔

''میری بات سنو حمزہ! اگر منال کو کچھ ہو گیا تو میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔ تم ایک ماں کی بددعا مت لینا۔ یہ بوجھ تم سے اٹھایا نہیں جائے گا۔''

''سوری آنٹی!'' اس نے پشیمانی سے سر جھکا لیا۔ ''میں آپ سب کا گناہ گار ہوں، میں نے آپ سب کو.....'' اس کی آواز بھرا گئی۔

ارما کو اس کی آنکھوں میں گھلتی نمی کا فوراً احساس ہوا۔ وہ ماں کا ہاتھ تھام کر ہولے سے بولی۔ ''خود کو سنبھالیے امی! حمزہ بھی منال کے لئے بہت پریشان ہے، اس کی پریشانی مت بڑھائیے۔''

''ارے یہ پریشانی اس کی خود ساختہ ہے، ارما! اس نے میری بچی کو آپ اذیت میں جھونکا ہے۔ سزا اسے بھی برابر کی ملنی چاہئے۔'' وہ اپنی بات کہتے ہوئے پھر رونے لگیں۔ تب حمزہ نے پاس آ کر اپنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

''میں نے غلط کیا ہے آنٹی! میں جذبات میں اندھا ہو گیا تھا۔ آپ نہیں جانتیں، کل رات سے میں کس عذاب سے گزر رہا ہوں۔ کاش آپا نے مجھ سے میری ساری خوشیاں نہ چھینی ہوتیں۔ میں قسمت کی کون سی مار سہہ رہا ہوں، آپ کو کیسے بتاؤں؟ مجھے اب کسی پر بھروسہ نہیں رہا۔ نہ بہن پر، نہ دوست پر اور نہ ہی خود پر۔ پتہ نہیں آنٹی! ہم سب اپنی جگہ کتنے غلط ہیں۔''

''اوہ، ڈونٹ ٹاک ربش حمزہ! اتنا جذباتی نہیں ہوتے۔'' عرفان بھائی نے آگے بڑھ کر اسے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ تب دائم آگے بڑھ آیا۔ اس نے حمزہ کو عرفان کی گرفت سے نکال کر اپنے مقابل کھڑا کر لیا۔

''دوست پر بھروسہ دوستی کی جان ہے حمزہ! تم کہیں غلط نہیں ہو۔ ٹرسٹ می، منال تمہاری ہے اور کل بھی تمہاری رہے گی۔ بس ہم دوستوں پر بھروسہ بنائے رکھنا ہے۔''

حمزہ ایک ٹک اسے گھورنے لگا۔ اس کی سماعت میں دائم کے الفاظ کسی بازگشت کی طرح گونج تھے۔ ''یہ لڑکی مر جائے گی حمزہ! اور اگر اگر یہ مر گئی تو تو میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔''

''دائم ٹھیک کہہ رہے ہیں حمزہ بھائی!'' ارما نے حمزہ کو دلاسہ دینے کی کوشش کی۔ ''پلیز، آپ خود کو سنبھالیے۔''

''ہاں، اب خدا ہی سب کچھ سنبھالے گا ارما! اللہ کرے، دائم جو کہہ رہا ہے، وہ ٹھیک ہی ہو۔'' وہ جیسے زیر لب بڑبڑایا۔

''مجھ پر اعتبار کرو حمزہ! میں نے جو کہا، دل سے کہا ہے۔ منال تمہاری رہے گی، یہ ایک دوست کا وعدہ ہے۔'' دائم نے دوبارہ یقین دہانی کرائی تو وہ اشک سنبھالتا اس کے گلے سے جا لگا۔ ''آئی ایم سوری دائم! شاید میں غلط سوچ رہا تھا۔''

''شاید نہیں، تم یقیناً غلط سوچ رہے ہو میرے یار! میں سندس سے بے حد محبت کرتا ہوں، وہ میرے لئے اور میری زندگی کی خوشی کے لئے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ تمہیں مجھ پر بھروسہ کرنا ہو گا۔'' اس کی سنجیدگی حد سے زیادہ تھی۔

''مم مجھے مجھے تم پر بھروسہ ہے۔'' حمزہ کی آواز جھرجھرانے لگی۔ وہ شاید اب تلک ڈپریسڈ تھا۔ تب عرفان بھائی نے اسے اپنے پہلو میں گھسیٹ لیا اور اسے ساتھ لے کر

ڈاکٹر کے کمرے کی طرف چل پڑے۔ منال پہلے سے بہتر تھی اور یہ خبر ان کے لئے بے حد اطمینان بخش تھی۔ آج کا دن بے کار نہیں گزرا تھا۔ منال، حادثے کا شکار ضرور ہوئی مگر اس حادثے نے ایک خوش خبری فراہم کر دی تھی اور وہ خوش خبری، دائم کا اظہار تھی۔ وہ حمزہ سے سچ بول رہا تھا۔

❋❋❋

تم کسی راستے سے آ جانا
میرے چاروں طرف محبت ہے

منال کو سنبھلتے سنبھلتے بھی ایک ہفتہ لگ گیا۔ ورنہ گہرے زخم کی ٹھیس اسے درد سے بے حال کیے جا رہی تھی۔ فائر شدہ گولی کا چھلتے ہوئے گزر جانا اس کی پسلیوں کو بری طرح رگید گیا تھا۔ گولی ہڈی کو چھو گئی تھی، اس لئے گھاؤ سا بن گیا تھا۔ وہ اس گھاؤ میں اُٹھتی درد کی لہروں کو سہہ نہ پاتی تو ڈاکٹرز اسے غنودہ حالت میں رکھے اسے سکون فراہم کرنے کی کوششوں میں جتے رہتے۔ گھر کا ہر فرد، منال کی صحت یابی کے لئے دل سے دعا گو تھا۔ عرفان اور ارما اس کی پٹی سے لگے رہتے۔ حمزہ کی آمد بھی ہر روز ہوتی۔ وہ ڈھیر سارے فروٹ اور خوب صورت پھولوں کا بکے لا کر منال کے سرہانے رکھ دیا کرتا۔ لیکن منال کئی دن تک سوتی جاگتی کیفیت کا شکار رہی۔ اسے گزرتے وقت کا مطلق احساس نہ تھا۔

ادھر امی ابو جیسے وقت سے پہلے بوڑھے ہو گئے تھے۔ نذر و نیاز کا سلسلہ جاری تھا۔ امی بلاناغہ ہسپتال آ کر منال کو دم کرتیں اور ابو گھنٹوں اس کے سرہانے بیٹھ کے زیرلب قرآنی آیات کا ورد کرتے اور سر سے پاؤں تک اس کی سلامتی کی دعا کے ساتھ پھونکتے رہتے۔ منال کی درد سے تڑپتی حالت ان کی روح گھائل کر رہی تھی۔ وہ اپنی بچی کی اذیت پر اندر ہی اندر کڑھتے رہتے، سسکتے رہتے۔

حمزہ کی والدہ اور آپا بیگم تقریباً ہر دوسرے دن منال کی خیریت معلوم کرنے آتیں اور اس کی ابتر حالت پر دل مسوس کر رہ جاتیں۔ انہیں منال پر گزرے حادثے کی خبر ہو گئی تھی۔ حمزہ نے انہیں سب کچھ سچ سچ بتا دیا تھا۔ وہ دونوں شرمندہ تھیں۔ اگر منال حمزہ کا کہا مان کر ادھر نہ آئی ہوتی تو یقیناً اتنے سنگین حادثے سے دوچار نہ ہوتی۔ مگر تقدیر کے لکھے کو کون ٹال سکتا ہے۔

ہاں، دائم فقط ایک بار آیا تھا اور وہ بھی سندس کی ہمراہی میں..... وہ دونوں چند منٹ منال کے پاس ٹھہرے تھے۔ اس دوران سندس کی بے چین نگاہیں، منال کے بجائے دائم کا چہرہ ٹٹولتی رہی تھیں۔ لیکن وہ منال کی خیریت دریافت کرتے ہوئے اتنا سنجیدہ اور تاثر سے عاری تھا کہ ارما کو بھی ایک بے قراری نے آن گھیرا تھا۔ وہ جلدی سے وہاں سے چلے گئے تھے حالانکہ حمزہ اور عرفان نے چائے پر اصرار کیا تھا، مگر سندس، دائم کو بہت دیر تک منال کے

سرہانے دیکھنا نہیں چاہتی تھی اور اس کی وہ دانستہ کوشش سبھی نے محسوس کی تھی۔ نہ جانے اسے نیم بے ہوش منال سے کون سا خوف لاحق تھا۔ لیکن شاید وہ اپنے جذبات کو لے کر حق پر تھی۔ اس کا خوف بھی غلط نہیں تھا۔ دائم کی خاموش نظر، منال کے چہرے کو چھو کر جب بھی پلٹی تھی تو لاکھ کوشش پر بھی وہ خود کو بیگانہ نہ رکھ سکا تھا۔ وہ جلتا بجھتا تاثر سندس کی عقابی نظروں نے بار بار کاؤنٹ کیا تھا، اسی لئے اسے ایک بے چینی نے آن گھیرا تھا۔ سو وہ دائم کو منال کی عیادت کے باوجود اس سے دُور لے جانے کی تمنائی تھی اور یہ تمنا دائم بھانپ گیا تھا۔ سو اس نے فوری طور پر واپسی کا قصد کیا اور دوستوں کی چائے کی آفر کو بھی نرمی سے مسترد کر دیا تھا۔

اگلا ہفتہ تمام ہونے تک منال خود کو کافی حد تک سنبھال چکی تھی۔ گولی کا گھاؤ زخم بن جانے کے باعث مندمل ہونے میں وقت لگا رہا تھا۔ سو ڈاکٹر نے مزید ایک ہفتہ منال کو ہسپتال میں رہنے کی تلقین کی تھی۔ اس کے بازو کا پلستر اُتر چکا تھا مگر سڑک پر بے توازن گرنے کی وجہ سے گردن میں اس قدر اینٹھن تھی کہ منال بستر پر مکمل طور پر اُٹھنے بیٹھنے میں دقت محسوس کر رہی تھی۔ ارما نے بہن کی دیکھ بھال کرنے میں اپنی راتوں کی نیند اُڑا دی تھی۔ جاگتے رہنے اور مسلسل منال پر توجہ رکھنے کی وجہ سے اس کی آنکھوں کے گرد بڑے بڑے حلقے نمودار ہو چکے تھے۔ وہ تھکاوٹ سے چُور تھی، تب اس دن امی نے آتے ہی اسے حمزہ کے ہمراہ گھر بھیج دیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ ارما آرام اور سکون ملتے ہی خود کو پہلے سے بہتر محسوس کر سکتی تھی۔ گھر پر ہر قسم کی ٹینشن سے دور ہو کر وہ ایک اچھی نیند بھی لے سکتی تھی۔ سو امی کا کہا مان کر حمزہ اسے گھر کے دروازے پر چھوڑ گیا تھا۔ ابو کے اصرار پر بھی وہ اندر نہیں آیا تھا۔ اسے اپنے آفس میں کسی ضروری میٹنگ میں شرکت کرنا تھی، سو وہ معذرت کر کے فوراً چلا گیا۔

حمزہ کے جاتے ہی ابو نے نظر بھر کے ارما کو دیکھا تھا۔ منال کی تیمارداری میں پڑ کر وہ آپ بھی برسوں کی مریض دکھائی دے رہی تھی۔ انہیں ارما پر بے حساب ترس آیا، وہ اسے آرام کی نصیحت کرنے لگے۔ تب ارما سیدھی کمرے میں چلی آئی تھی۔ آج اتنے دن بعد اپنے کمرے میں آنا ہوا تھا، اسے ہر چیز سے اپنائیت کا احساس ہوا اور ساتھ ہی منال کی کمی بھی شدت سے محسوس ہوئی۔ ارما جذباتی ہو گئی، اس کی آنکھیں اشکوں سے دھندلانے لگیں۔ وہ منال کے بغیر خود کو بہت اُداس اور تنہا محسوس کر رہی تھی۔

وہ بستر سے اُٹھ کر سائیڈ کارنر پر پڑی اپنی اور منال کی تصویر کے سامنے آ رکی۔ کتنی خوب صورت تصویر تھی وہ..... منال شوخ مسکراہٹ کے ساتھ ارما کے گلے میں بانہوں کا ہار ڈالے بیٹھی تھی، اس کی گود میں اس کے بچپن کا بڑا سا سفید بھالو تھا۔ وہ اتنی معصوم نظر آ رہی تھی کہ ہر دیکھنے والا اس کی چمکیلی مسکراہٹ اور چہرے کی ضیاء سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ ارما کے بازو منال کی کمر میں حمائل تھے، اس کے لبوں پر بھی شوخ مسکراہٹ تھی۔ یہ تصویر عرفان بھائی نے اتاری تھی، جو دونوں بہنوں کی بے حد پسندیدہ تھی، اسی لئے انلارج کروا کے منال نے اسے

کارنر ٹیبل پر رکھوا دیا تھا۔ وہ اکثر ارما کو کہا کرتی تھی کہ یہ تصویر بہت یادگار ہے، جب ہم دونوں بوڑھے ہو جائیں گے، تب بھی اس تصویر میں اتنے ہی خوب صورت دکھائی دیں گے۔ ارما اس کی بات پر ہنس دیا کرتی تھی۔ وہ جانتی تھی، منال خود کو اوسط درجے کی شکل وصورت والا کہتی تھی۔ اسے ارما کی خوب صورتی آفاقی لگا کرتی۔ وہ برملا اقرار کرتی کہ اس کی بہن کو خدا نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اور ارما کا اگلا سوال ہمیشہ یہی ہوتا کہ تمہیں کس نے بنایا ہے منال؟ تب وہ منہ بسور کر کہتی، میں فرشتوں کے ہاتھوں بنی ہوں گی، تبھی تو اتنی بہت سی کمیاں ہیں مجھ میں۔ فرشتوں نے زیادہ دھیان نہیں دی مجھ پر۔'' اس کی شوخی پر ارما کو اس پر ڈھیروں پیار آ جاتا۔ وہ منال کو توبہ کی تلقین کرتے ہوئے بانہوں میں بھر لیا کرتی۔

مگر اب..... زندگی کے اس موڑ پر وہ شوخ وشنگ لڑکی، ساری شرارت بھول کر دائم کے پیار میں اُلجھی بیٹھی تھی۔ کیسی ہو گئی تھی منال..... ارما کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ اب تلک اسے صحیح اور غلط کا ادراک کیوں نہیں ہوا تھا۔ وہ جب سے بڑی ہوئی تھی، اپنی مرضی کی مالک ہو گئی تھی۔ خود کو اتنا پرفیکٹ اور خود مختار سمجھنے لگی تھی کہ امی ابو کی پند ونصائح کو بھی پس پشت ڈالنے پر تُل گئی تھی۔ بھیا کے دُلار کو دھتکارنے لگی تھی اور حد یہ کہ ارما جیسی پُرخلوص بہن کی محبت و دوستی کو ٹھکرانے پر آمادہ ہو گئی تھی۔

''کیوں کر رہی تھی وہ ایسا؟..... کیا صرف دائم کے لئے؟ اُس شخص کے لئے جو اس کا نہیں تھا، پھر بھی دل اس کا طلب گار تھا، اس کے لئے پاگل تھا۔ کیا یکطرفہ محبت انسان کو اتنا خودغرض اور بے رحم بنا دیتی ہے کہ ایک فردِ واحد کی خاطر ہر رشتہ بھلا دے؟ کیا محبت اتنی اندھی ہو جاتی ہے کہ ایک محبت کے حصول کے لئے باقی رشتوں کی چاہت اور احساس کو دیکھ نہ سکے؟..... یا پھر محبت اتنی پُرزور، اتنی طاقت ور ہوتی ہے، جو کسی کو پانے کی خاطر جائز وناجائز راستے سے مفاد حاصل کرنے پر تل جاتی ہے۔''

لیکن یہ کیسا زور تھا؟ کیسی طاقت تھی، جو محبت کرنے والے کا اپنا اختیار چھین لے گئی تھی۔ جو اسے دیوانہ بنا کر اس کے حواس چھین چکی تھی اور اسے دنیا کی نظر میں خطا کار اور گناہ گار ثابت کر چکی تھی۔ محبت وسیع وعریض ایک گہرے سمندر کے مانند ہے، پھر اس سمندر میں اکیلے ڈوب کر منال کو کیا ملتا؟

ارما تصویر کے سامنے سے ہٹ گئی۔ اس کا دل اندر تک دُکھ گیا تھا۔ خود کو سنبھالنے کی خاطر وہ بستر پر جا لیٹی۔ اس نے بازو آنکھوں پر رکھ لیا، مگر اشک بوندوں کی صورت ٹپ ٹپ بہتے رہے۔ دل بے حد اُداس تھا۔ تب اچانک اسے شامیر کی یاد نے بے کل سا کر دیا۔ شامیر کی صورت آنکھوں میں اُتری تو اُداسی کے موسم میں یاد کا پہلا پھول بہار کے معطر جھونکے کی طرح اندر باہر خوشبو بھر گیا۔ وہ یکدم اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

شامیر نے سی بریز ہوٹل کی لابی میں نہ جانے کتنی دیر اس کا انتظار کیا ہو گا۔ جانے وہ کب

تک وہاں بیٹھا رہا ہو گا۔ اور ادھر وہ منال کے حادثے کی خبر پر اتنا اُلجھ گئی کہ سب کچھ فراموش کر بیٹھی۔ ''کم سے کم مجھے شامیر کو انفارم تو کرنا چاہئے تھا۔'' وہ من ہی من میں سوچ کر رہ گئی۔

''اوہ خدایا، اب کیا ہو گا؟..... کہیں وہ مجھ سے رُوٹھ تو نہیں گیا؟'' ارما گھبرا کر بستر سے اُتر آئی۔ ''کہیں وہ مجھ سے بدگماں تو نہیں ہو گیا؟ اُف، میں اسے کیسے مناؤں گی؟ مجھے اس سے رابطہ کرنا ہو گا، لیکن..... لیکن وہ میری بات پر اعتبار کرے گا؟..... کیا اسے یقین آ جائے گا، میں منال کی وجہ سے..... ہائے اللہ..... میری مدد کر۔'' وہ تیزی سے آگے بڑھی اور بیگ سے موبائل نکال لائی۔ ہسپتال میں اس نے اپنا سیل مکمل طور پر آف کر رکھا تھا۔ منال جہاں ایڈمٹ تھی، انتہائی نگہداشت کے اس ایمرجنسی وارڈ میں کسی قسم کی آواز اور شور کی ممانعت تھی۔ ڈاکٹرز کو بھی فون استعمال کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ انہیں کال کرنے کے لئے اپنے یونٹ سے باہر جانا پڑتا تھا۔

ارما نے موبائل آن کیا تو شامیر کی کئی مسڈ کالز اس بات کی گواہ تھیں کہ اس نے گزرے ہفتے کے دوران ارما سے کئی بار رابطے کی کوشش کی تھی۔ وہ اس کا نمبر دیکھ کر پشیمان ہونے لگی۔ تب اس نے فوراً شامیر کو فون کر ڈالا۔ بیل جا رہی تھی۔ ارما کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ اتنے دن کی غیر حاضری کے بعد اس سے بات کرنا، ارما کے لئے کسی سرپرائز سے کم نہیں تھا۔

''ہیلو.....!'' رابطہ بحال ہوا اور کسی خاتون کی نرم آواز سماعت میں اُتری تو ارما کا دل حلق میں آ ٹکا۔ اس نے فوری طور پر لائن ڈس کنکٹ کر دی۔

اُف، پتہ نہیں کون تھی وہ؟..... شامیر کی بہن یا اس کی ماما؟..... وہ حواس باختگی سے دوبارہ بستر پر جا بیٹھی۔ شامیر نے کہا تھا، اس کا سیل فون بہت پرسنل ہے، اس کے سوا کوئی استعمال نہیں کرتا۔ پھر میری کال کسی اور نے ریسیو کیسے کی؟ کون تھی وہ عورت؟

وہ سوچوں میں ڈوبی ہوئی تھی، جب اس کے موبائل کی رِنگ ٹون جاگ اٹھی۔ اس نے جھٹ سے فون اٹھا لیا۔ ''ہیلو۔''

''ہیلو ارما! سو گئی تھیں کیا؟'' عرفان بھائی کی آواز نے جیسے اسے سنبھالا دیا تھا۔

''نہیں، ابھی کہاں بھائی! نیند نہیں آئی۔ آپ کہیے، کیا بات ہے؟'' اس نے فوراً موضوع بدل دیا۔

''سنو ارما! مجھے منال کے کپڑے چاہئیں۔ تم جانتی ہو، جب سے ہوش آیا ہے، وہ لڑکی بچکانہ حرکتوں پر اُتر آئی ہے۔ آج ہاسپٹل کا ڈریس پہننے سے صاف انکار کر دیا اور ڈاکٹر کے سامنے ضد باندھ لی کہ اپنے کپڑے پہنے گی۔ سو تم اس کے چند جوڑے بیگ میں رکھ دو۔ شام کو حمزہ ہسپتال آئے گا تو تم سے لے لے گا۔''

''ٹھیک ہے بھیا! میں ابھی بیگ تیار کر دیتی ہوں۔ کچھ اور چاہئے منال کو؟''

''ہاں، اس کا ٹوتھ برش اور I Pod بھی رکھ دینا۔ یہ اسی کی فرمائش ہے۔''

''او کے، میں سب کچھ رکھ دوں گی۔''

''اور تم کیا کر رہی تھیں ارما؟'' عرفان بھائی نے یونہی پوچھ لیا۔ شاید وہ ارما کی تنہائی بانٹنا چاہتے تھے۔

''میں منال کی تصویر دیکھ رہی تھی۔ کتنا بدل گئی ہے نا وہ تھوڑے عرصے میں۔'' ارما کا لہجہ اُداسی سمیٹ لایا۔

''ہاں۔'' عرفان بھائی سنجیدہ ہو گئے۔ ''واقعی بہت بدل گئی ہے منال۔ کاش اسے تھوڑی عقل آ جائے۔''

''مشکل ہے بھائی!'' ارما کے منہ سے لفظ پھسلے تو اپنے کہے پر وہ خود ہی گھبرا گئی، مگر بھیا ہنس پڑے۔

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ پیدائشی ڈھیٹ کہاں بدلتے ہیں؟ تم جانتی ہو، وہ وہی کرتی ہے، جس کام سے اسے روکا جائے۔''

''جی بھیا! مگر اب وہ جو کچھ کر رہی ہے، وہ ٹھیک نہیں ہے۔ ہمیں منال کو روکنا ہوگا۔''

''ہاں، اسے روکنا ضروری ہے۔ دائم کی زندگی کے ساتھ کھیلنے کی اجازت منال کو نہیں ملے گی، چاہے اس کی جان چلی جائے۔'' ان کا لہجہ بے شکن تھا۔ ارما کا دل وہیں ٹھہر گیا۔

''خدا نہ کرے عرفان بھائی! اتنی شدت پسندی سے بات مت کیجئے۔ منال میرا کہا ضرور مان جائے گی۔ میں اسے سمجھانے کی کوشش کروں گا۔''

''اللہ کرے، وہ تمہارے سمجھائے پر کان دھر لے۔ میں بھی یہی دعا کرتا ہوں کہ اللہ کرے وہی ہو، جو منال اور ہمارے اس گھر کے حق میں بہتر ہو۔'' انہوں نے گہری سانس کے ساتھ دعا کر ڈالی۔

''آمین!'' ارما نے پورے دل سے کہا تو عرفان بھائی نے مزید کچھ کہے بغیر فون رکھ دیا۔

ان سے کچھ دیر کی گفتگو ارما پر پھر سے اُداسی طاری کر گئی۔ وہ سیل فون وہیں بستر پر ڈال کر کمرے کی صفائی کرنے لگی۔ ہر چیز گرد سے اٹ گئی تھی۔ اس نے ڈسٹر اٹھایا اور وقت گزاری کے لئے یہی کام اپنا لیا۔ ابھی کچھ لمحے ہی گزرے تھے کہ موبائل کی بیپ دوبارہ بج اُٹھی۔ ارما نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ اسکرین شامیر کے نام سے جگمگا رہی تھی۔ وہ یک دم بے اختیار سی ہو گئی۔ سیل فون کان سے لگاتے ہی اس نے بے تابی سے ''ہیلو'' کہا۔

''واٹ ہیلو؟..... کہاں تھیں تم؟'' شامیر کی خفگی میں بھی بے قراری نمایاں تھی۔

ارما مسکرا دی اور تھکے انداز سے بولی۔

''ہم وہاں ہیں، جہاں سے خود ہم کو
آپ اپنی خبر نہیں آتی''

''ارے واہ.....'' وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔ ''آج کل کس کی صحبت میں ہو سویٹ ہارٹ!

یہ انداز تمہارا تو نہیں۔''

''انداز کو چھوڑیئے، آج کل گردشِ حالات نے گھما ڈالا ہے۔ آئی سوئیر، شامیر! میں بہت تھک گئی ہوں۔''

''کیوں ارما! ایسا کیا ہو گیا؟'' وہ یکدم سنجیدگی پر اُتر آیا۔

''منال کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ بھرے بازار میں کسی نے گن پوائنٹ پر اس سے نقدی اور موبائل چھیننے کی کوشش کی تھی۔ لوگوں کی مداخلت پر گولی چل گئی اور منال زخمی ہو کر سڑک پر گر گئی۔ وہ اب تلک آئی سی یو میں ایڈمٹ ہے۔ بہت تکلیف اٹھائی ہے اس نے چند دنوں میں۔''

''اوہ گاڈ! کیا بہت سیریس ہے وہ؟''

''ہاں، سیریس تھی۔ لیکن اب خطرے سے باہر ہے۔ منال کی وجہ سے پچھلا ہفتہ ہسپتال میں گزرا۔ سچ، دن رات کی ٹینشن نے مجھے بے حال کر رکھا ہے۔ بس کیا کہوں شامیر! اب تلک پریشانی میں مبتلا ہوں۔''

''اوہ، یُو ڈونٹ لوز یور ہارٹ، ہنی! تم ایسا کرو، میرے پاس آ جاؤ۔'' اس کی شوخی اچانک تھی۔

ارما شرما کر رہ گئی۔ ''آپ کے پاس؟''

''ہاں۔ لمحوں میں فریش کر دوں گا۔'' اس کی ہنسی ذومعنی تھی۔ ارما کے لب سِل گئے۔ اس کا چہرہ سرخی چُرا لایا تھا۔

''کیسے آؤں آپ کے پاس؟..... مجھے آپ کی خفگی کا ڈر تھا، میں نے فون بند کر دیا تھا نا۔''

''ارے نہیں، یار! میں بالکل خفا نہیں ہوں۔ منال کے ایکسیڈنٹ کے بارے میں جان کر اب کوئی ناراضگی نہیں رہی۔ بائے دا وے، تم پچھلے ایک ہفتے سے ہاسپٹل میں کیا کر رہی تھیں؟ کیا منال کے آگے پیچھے کوئی نہیں جو اس کی دیکھ بھال کرتا؟''

''ارے نہیں نہیں۔'' وہ بے حساب سٹپٹائی۔ ''ایسے تو مت کہیے۔ منال کے سارے رشتے سلامت ہیں خیر سے۔''

''تو پھر.....؟ تم ساری ذمہ داری اٹھائے کیوں بیٹھی ہو؟ کچھ کام اس کے رشتے داروں کو بھی کرنے چاہئیں۔ انہوں نے سارا بوجھ تمہاری اکیلی جان پر کیوں ڈال دیا؟''

''اس لئے کہ منال مجھ سے بے حد کلوز ہے۔''

''کلوز؟'' شامیر نے اس کا کہا کاؤنٹ کیا۔ ''دِس اِز ناٹ فیئر ارما! میری خوش فہمی تو کچھ اور ہے۔''

''جی.....؟'' وہ اُلجھ کر رہ گئی۔ ''بھلا آپ کو کیا خوش فہمی ہے؟''

''یہی کہ میں اور تم لفظ کلوز کے Meaning ہیں۔ لیکن تم نے منال کو کلوز کہہ کر میری ڈکشنری ہی بدل ڈالی۔''

وہ خفا تھا۔ ارما کو ہنسی آ گئی۔

''آپ کی پرسنل ڈکشنری میں خاصی غلطیاں ہیں جناب! میری مانیے تو اسے ری رائٹ کروا لیجئے۔ یا پھر اوریجنل ڈکشنری سے استفادہ کیجئے۔''

''نہیں بھئی، ہم جذباتی لوگ ہیں، سو محبت کی زبان سمجھنے کے لئے اپنی ڈکشنری ہی استعمال کرتے ہیں۔''

''اور یہی غلطی کرتے ہیں۔ محبت سے ہٹ کر سوچیں گے تو بات جلدی سمجھ آئے گی آپ کے۔'' وہ ہنس پڑی۔ مگر شامیر کا انداز وہی تھا۔

''نہیں، مجھے کچھ پلّے نہیں پڑے گا، اس لئے سوری۔''

''بھئی پڑے گا نا، آپ کوشش تو کیجئے۔'' ارما کا اصرار مسلسل تھا۔

''آں ہاں۔'' وہ ہنس دیا۔ ''تم بتاؤ، کیا پلّے پڑے گا؟''

''یہی کہ کچھ دوسرے رشتے بھی کبھی کبھار کلوز ریلیشن شپ مانگتے ہیں، جیسے منال اور اس کی دوستی۔''

ارما نے وضاحت کی تو وہ محظوظ ہو کر بولا۔ ''میں اس وقت منال سے بے حد حسد محسوس کر رہا ہوں ارما! یُو نو، اس کی کلوز فرینڈ شپ مجھے خار بن کر چبھ رہی ہے۔''

''بری بات۔'' ارما کا انداز ذو معنی تھا۔ ''حاسد گناہ گار ہوتا ہے، آپ منال سے حسد مت کیجئے۔ وہ ایک دوست ہونے کے ناتے مجھ سے بہت قریب ہے اور میرے لئے بہت اہمیت بھی رکھتی ہے۔''

''کیا مجھ سے بھی زیادہ اہم ہے وہ تمہارے لئے؟'' اس کا شکوہ برمحل تھا۔ ارما زور سے ہنس پڑی۔

''ہاں بالکل کیونکہ منال میری بہن ہے۔ میری چھوٹی بہن۔ اینڈ آئی لو ہر ویری مچ۔''

''منال تمہاری چھوٹی بہن ہے؟'' شامیر چونکا۔ ''لیکن کل تک تو وہ تمہاری دوست تھی۔''

''ہاں، دوست بھی ہے..... کیا بہن دوست نہیں ہوتی؟'' اس کی کھلکھلاہٹ میں شرارت تھی۔

''آف کورس، ہوتی ہے۔ لیکن تم..... تم نے مجھے کہا تھا کہ وہ.....'' شامیر بولتے بولتے چپ ہو گیا۔ ارما کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ شاید وہ خفا ہو گیا تھا۔

''اِٹس آل رائٹ۔'' کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اس کی سنجیدہ آواز اُبھری۔ ''اگر منال تمہاری بہن ہے تو سچ کہو۔ اور کتنے جھوٹ بولے ہیں مجھ سے؟''

''اور ایک بھی نہیں۔'' وہ فوراً کہہ آئی۔ ''آئی سویئر شامیر باقی سب سو فیصد سچ ہے۔''

''کیا میں اعتبار کر لوں؟''

''ہوں۔ اگر دل مانتا ہے تو ضرور کیجئے۔''

''اوکے، میں نے کیا اعتبار۔ اب یہ بتاؤ، اپنا دیدار کب کراؤ گی؟'' اس نے بات بدل ڈالی۔

''یہ آپ پر Depend کرتا ہے۔ جب بلائیں گے، میں آ جاؤں گی۔'' ارما کی ہنسی میں رضامندی شامل تھی۔

''تو ٹھیک ہے، ابھی آ جاؤ۔ سی بریز ہوٹل کی لابی میں۔ آ سکتی ہو نا؟'' وہ آزما رہا تھا۔

''ایب سلوٹلی یس۔ آئی ایم جسٹ کمنگ۔'' ارما کا انداز اعتماد سے پُر تھا۔

''واٹ؟'' وہ اچھل پڑا۔ ''کیا واقعی آ رہی ہو تم؟''

''ہوں۔ جب ملاقات طے ہے تو پھر دیر کیوں کی جائے؟'' وہ سنجیدہ تھی۔ ادھر شامیر کچھ اور سمجھا۔

''مذاق مت کرو ارما! تم جانتی ہو، مجھے ایسی شرارت اچھی نہیں لگتی۔''

''یہ شرارت نہیں ہے شامیر! میں ابھی آ رہی ہوں۔ کیونکہ بعد میں شاید مصروفیت بڑھ جائے۔ منال ہسپتال سے ڈسچارج ہو کر گھر آ گئی تو میرے لئے وقت نکالنا مشکل ہو جائے گا۔''

''اوہ مائی گاڈ.....!'' وہ حیرت زدہ تھا۔ ''یعنی تم سچ مچ آ رہی ہو؟''

''ہاں، آدھے گھنٹے تک میں سی بریز ہوٹل کے باہر ہوں گی۔ اِٹس اے پرامس۔''

''اوہ، دیٹس گریٹ۔ یہ آدھا گھنٹہ کیسے گزرے گا مائی ڈیئر؟ یہ بہت زیادہ ہے۔'' وہ بے تاب ہو گیا۔

''آدھا گھنٹہ زیادہ نہیں ہے، مجھے گھر سے نکلنے میں تھوڑی دیر ہو جائے گی، تب تک آپ انتظار کیجئے۔''

''ٹھیک ہے، آج انتظار کا مزہ بھی چکھ لیتے ہیں۔ مگر یاد رہے، آدھے گھنٹے سے ایک منٹ اوپر نہیں ہونا چاہئے۔''

''نہیں ہو گا۔ یہ وعدہ ہے میرا۔'' اس نے فون بند کر دیا۔

وہ کچھ دیر خاموش بیٹھی اپنے کہے کو پرکھتی رہی۔ یوں جیسے طے کرنا چاہ رہی ہو کہ جو قدم اُٹھانے والی ہے، وہ ٹھیک بھی ہے یا نہیں۔

لیکن فیصلہ ہو گیا۔ سو ایک گہری سانس کے ساتھ اس نے موبائل بستر پر پھینکا اور خود واش روم میں بند ہو گئی۔ منال کا حشر نظر کے سامنے تھا، پھر بھی وہ وہی غلطی دہرا رہی تھی۔ شامیر کو دیکھنا، اس سے ملنا اور اسے مل کر آئندہ زندگی کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنا ارما کے لئے بہت ضروری تھا۔ سو وہ کسی ہچکچاہٹ کے بغیر تیار ہونے چل دی تھی۔

کہ اس زمیں پر
بجز محبت
کوئی بھی جذبہ امر نہیں ہے
مگر کسی کو خبر نہیں ہے

''ابو کو منال کے لئے چند ضروری چیزوں کی خریداری کا کہہ کر اس نے بازار جانے کی اجازت چاہی تو اجازت فوراً مل گئی۔ شام ڈھل رہی تھی اور ایسے وقت میں ارما کا مارکیٹ جانا مناسب نہیں تھا۔ عام حالات میں ابو اسے کبھی اجازت نہ دیتے۔ مگر منال کی وجہ سے عرفان بھائی بھی بے تحاشا مصروف تھے اور ان کی واپسی رات سے پہلے نہیں ہونی تھی۔ اس لئے ارما کو اجازت دینا مجبوری تھا۔ سو موقع غنیمت جان کر ارما نے بہت ڈھنگ سے تیاری کر ڈالی۔

شامیر سے یہ اس کی پہلی ملاقات تھی۔ اس لئے خود کو نک سک سے سنوارنا اس کا حق تھا اور وہ وہی حق استعمال کر رہی تھی۔ اس نے اپنی سفید دمکتی رنگت کو دیکھ کر کالا جارجٹ کا وہ سوٹ نکالا، جس پر سرخ پھولوں نے آگ سی لگا رکھی تھی۔ وہ سوٹ ارما پر خوب جچتا تھا۔ منال بہن ہونے کے باوجود ارما کے قصیدے پڑھا کرتی تھی۔

ارما کو منال کی پسند پر پورا بھروسہ تھا۔ سو وہی سوٹ پہن کر جب وہ آئینے کے روبرو ہوئی تو اسے اپنا آپ خاصا اچھا لگا۔ شامیر سے ملاقات کا مدھر خیال، رگ رگ میں انگارے بھر رہا تھا۔ سو اس کا چہرہ اپنے آپ گلابی پڑتا جا رہا تھا۔ آج وہ منال سے زیادہ نڈر ہو گئی تھی کیونکہ آج پہلی بار وہ گھر سے تنہا نکل رہی تھی۔ وہ بھی ایک ایسے شخص کی چاہ میں، جسے اس نے کمپیوٹر پر لگی تصویر سے ہٹ کر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ Display پر لگی تصویر، شامیر کا شخصی خاکہ تھا۔ البتہ بات چیت کی حد تک وہ دونوں ایک دوسرے کو کافی حد تک جان پہچان گئے تھے۔ پھر بھی شامیر کی نیچر کیسی تھی، وہ کن عادات و خصائل کا مالک تھا، ارما کو کوئی اندازہ نہیں تھا۔ آج وہ بے حد مطمئن تھی، اسی لئے کسی دوسری سوچ میں پڑنا نہیں چاہتی تھی۔ تیاری کئی مراحل طے کر آئی۔ ارما نے آئینے میں دیکھتے ہوئے اپنے گلاب ہونٹوں کو سرخ لپ اسٹک سے تازگی دی اور بالوں کو خوب صورت مخملی بینڈ میں کس کر کمر پر لہرانے کے لئے چھوڑ دیا۔ اس کی آنکھیں بے حد خوب صورت تھیں۔ شامیر نے ان پر شعر بھی کہہ ڈالا تھا۔ سو ان آنکھوں کو قاتل ادا بناتے ہوئے وہ منال کے ریمارکس بھی یاد کرتی رہی، جو اکثر وہ اس کی آنکھوں کی شان میں مبالغہ آمیزی کی حد تک کہہ جایا کرتی تھی۔ اسے یاد تھا، ایک بار منال نے اس کی آنکھوں کی توصیف میں بہت خوب صورت شعر کہا تھا اور وہ شعر ارما کو ساتویں آسمان پر بٹھا گیا تھا۔

کتنی صدیاں سوچ میں کھویا رہا قدرت کا ہاتھ
پھر تیری آنکھیں بنائیں، پھر بنائی کائنات

آج منال پاس ہوتی تو ضرور کوئی کمنٹ دیتی۔ مگر اس بار ارما کو منال سے زیادہ شامیر کے کمنٹس سننے میں دلچسپی تھی۔ اپنی آنکھوں پر اس نے خصوصی محنت کی، پھر ڈیزائر کا اسپرے کر کے خود کو خوشبوؤں میں بسا لیا۔ دوپٹہ کاندھے پر ڈال کر اس نے آگے پیچھے گھوم کر اپنا حتمی جائزہ لیا اور مطمئن ہو کر بے حد شوخی سے مسکرائی۔ الماری کے شوریک سے سرخ اور کالی نازک سی سینڈل نکال کر پیروں میں ڈالی اور بیگ میں اپنے جمع کئے ہوئے تمام روپے ڈال کر اسے شولڈر پر لٹکا لیا۔ اس نے منال کے پیسوں میں سے بھی کچھ روپے نکال لئے تھے کہ شاید ضرورت پڑ جائی۔

وہ ابو سے نظریں چرا کر تیزی سے گھر کے باہر چلی آئی۔ اس کا رخ بازار کی طرف تھا۔ ایسٹرن واچ کمپنی سے اس نے بے حد اسٹائلش اور قیمتی کمپیوٹرائزڈ واچ خریدی۔ یہ شامیر کے لئے اس کی جانب سے پہلا تحفہ تھا۔ وہ شامیر سے ہونے والی آج کی پہلی ملاقات کو بے حد یادگار بنانا چاہتی تھی۔ رسٹ واچ لے کر وہ رکشے میں سوار ہوئی تو اسے اپنی خالی بانہوں کا خیال آیا۔ جلدی کے چکر میں وہ کچھ بھی پہن نہ پائی تھی۔ حالانکہ سرخ اور کالی چوڑیاں، سنہری جھلملاتے کڑوں کے ساتھ اس نے نکال کر بستر پر رکھی تھیں مگر سب کچھ دھیان سے نکل گیا۔ کانوں میں بھی وہی گولڈ کی بالیاں تھیں، جس کی چھوٹی سی جھمکی اکثر اس کے رخسار چوما کرتی۔ وہ بالیاں امی نے اسے ایف ایس سی پاس کرنے پر بنوا کر دی تھیں۔

ارما کو اپنی خالی خالی بانہوں کو دیکھ کر تھوڑا افسوس ہوا۔ مگر شامیر سے ملنے کا شوق اسے منزلِ مقصود کی طرف لے آیا۔ سی بریز ہوٹل کچھ زیادہ دور نہیں تھا۔ پھر بھی شام سرمئی ہو چلی تھی۔ اس نے احتیاطاً رکشہ والے کو ہوٹل سے کچھ فاصلے پر ٹھہرایا اور کرایہ ادا کر کے جونہی پلٹی تو شامیر کو عین مقابل پا کر بھونچکی رہ گئی۔ وہ لبوں پر ایک خوب صورت مسکراہٹ کے ساتھ اسے پُرشوق نگاہوں سے تاک رہا تھا۔ ہاتھ میں پکڑا سفید مخملی گلابوں کا بڑا سا بکے اس نے بڑی محبوبیت سے ارما کو تھما دیا۔

''ہائے!'' اس کے لہجے میں تپاک کے ساتھ والہانہ پن بھی تھا۔ ارما بری طرح خجل ہوئی۔ کچھ کہے بغیر اس نے شامیر کی مقناطیسی نگاہ سے نظر چرائی اور چہرہ دوسری جانب موڑ لیا۔ دل اپنی حد بھول کر پہلو میں شور مچا رہا تھا۔ دھک دھک کی تیز آواز پورے وجود میں دھماکے کر رہی تھی۔ ارما کے گال دہک اُٹھے، وہ شرم و حیا کے باوجود گھبرائی کھڑی تھی۔

''چلیں؟'' شامیر نے اس کی گھبراہٹ بھانپ کر نرمی سے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''کیا میں تمہارا ہاتھ تھام سکتا ہوں؟'' اس کی وارفتگی پہلے سے سوا تھی۔

''نن.....نہیں۔'' وہ دو قدم پیچھے ہو گئی۔

''کیوں.....؟'' اس کے انکار پر وہ متحیر ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

''بب.....بس نہیں۔'' ارما کی آواز کپکپا رہی تھی۔

وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔

''اوکے As you wish.....اب چلی آؤ۔ میں نے ٹیبل بک کروا رکھی ہے۔'' اس نے قدم بڑھا دیئے۔ وہ بکے سنبھالتی اس کے پیچھے چل پڑی۔

شامیر بہت گڈ لکنگ تھا۔ دراز قامت اور وجیہ شخصیت کا مالک.....ارما کو خود پر فخر سا محسوس ہوا۔ اس کی پسند بے شک لاکھوں میں ایک تھی۔ وہ خود کو ساتویں آسمان پر محوِ پرواز محسوس کر رہی تھی۔ اس کے گال کچھ اور تمتمانے لگے۔ کسی کا منظورِ نظر ہونا اور کسی کو منظورِ نظر رکھنا، دونوں ہی جذباتیت کی انتہا سمیٹے رکھتے ہیں۔ اور ارما اس سے گھبراہٹ کے باوجود خاصی جذباتی ہو رہی تھی۔ شامیر کے ہم قدم چلنا، دنیا کی ہر مسافت طے کرنے سے بہترین تھا۔ وہ خود کو پھولوں کی رہ گزر پر قدم دھرتا محسوس کر رہی تھی۔

شامیر اسے سیدھا ہال کے رائٹ کارنر کے ریزرو ٹیبل پر لے آیا۔ اس طرف تمام تر گلاس وال تھی، جہاں سے پرے دُور تک مرکزی شاہراہ اور اس پر بنا فلائی اوور اپنی خوب صورتی سمیت تمام شام کا حُسن بڑھا رہا تھا۔ بہت سی گاڑیاں رواں دواں تھیں اور ان کی ہیڈ لائٹس کی روشنی میں ارما کا نازک سراپا بہت نمایاں اور پُراسرار سا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ کسی چینی گڑیا کی طرح اس کے سامنے کھڑی تھی۔ شامیر کو اپنی نگاہوں پر کنٹرول نہ تھا۔ اس کی اشتیاق بھری نظریں ارما کے ہوش اُڑائے دے رہی تھیں۔ وہ نروس نہیں تھی مگر اس کی گہری نگاہ اسے ٹھہرنے نہ دے رہی تھی۔ لبوں کی مسکراہٹ میں سحر سا تھا، جو ارما کی بے قراری بڑھانے میں پیش پیش تھا۔ وہ گم صم سی ہو گئی تھی۔

''پلیز، ٹیک یور سیٹ۔'' شامیر نے کرسی گھسیٹ کر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''تھینک یُو۔'' ارما ایک نرم مسکراہٹ کے ساتھ اس کی نکالی گئی کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس کے بیٹھتے ہی وہ میز کے گرد گھوم کر عین مقابل پڑی کرسی پر براجمان ہو گیا۔ اس کی شوخ نظر اب بھی ارما کا احاطہ کیے ہوئے تھی۔

''کیا لو گی؟'' اس کی میزبانی کا آغاز ہو گیا۔ ''اینی تھنگ یُو لائیک موسٹ۔''

''نو.....تھنگ.....'' وہ سنبھل کر تیزی سے بولی۔ ''آج مجھے جلدی لوٹنا ہو گا۔ میں گھر سے منال کے لئے کچھ خریداری کرنے کا بہانہ بنا کر نکلی ہوں۔''

شامیر کی پوری توجہ اس کے چہرے پر تھی۔ وہ ایک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی ذومعنی خاموشی، ارما کو نظر اٹھا کر دیکھنے پر مجبور کر گئی۔ شرمیلی نگاہ نے اس پُراشتیاق نظر کو چھوا اور ارما کسی سرخ گلاب کا روپ بدل گئی۔ شامیر کی طرف دیکھنا اس کے بس سے باہر تھا۔ اس کی بولتی نگاہ، ارما کو بے حال کر رہی تھی۔

''آپ.....آپ مجھے ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں شامیر؟ کیا میں اپنی تصویر سے بہت

مختلف ہوں؟''

''نہیں۔'' اس کی مسکراہٹ میں محبت کی ضیاء تھی۔ ''تمہاری تصویر تمہاری پاسنگ بھی نہیں ہے۔''

''اوہ.....'' ارما حیا سے اپنے آپ میں سمٹ گئی۔ کیسی انوکھی بات کہی تھی اس نے۔ شرم سے اس کے رخسار دہک اُٹھے۔ پلکوں پر ڈھیر سارا بوجھ آ گرا۔

''پلیز، آپ خود کو سنبھالیے۔ اگر یوں دیکھتے رہیں گے تو میں آپ سے کوئی بات بھی نہیں کر سکوں گی۔''

''لیکن یہ میرے اختیار میں نہیں ہے ارما!.....میں نہیں جانتا، میری نظر تمہارے چہرے سے ہٹنا کیوں بھول گئی ہے۔ میں بے بس ہو گیا ہوں۔''

''بے بس نہیں، آپ پاگل ہو گئے ہیں۔'' وہ جیسے چڑ سی گئی۔ اس کے چڑنے میں بھی خجالت کا رنگ نمایاں تھا۔

''چلو، تم پاگل کہہ لو مائی ڈیئر! بٹ اِٹس ٹرو۔ تمہارا یہ خوب صورت چہرہ Magnet کا بنا ہوا ہے۔''

وہ بہت انوکھی باتیں کر رہا تھا۔ ارما جھینپ کر رہ گئی۔ ''آپ سچ مچ پاگل ہیں۔ بھلا ایسی باتیں بھی کوئی کرتا ہے؟''

''میں کر تو رہا ہوں۔ لیکن کیا کروں، یہ سب کچھ ایک بے ساختہ عمل ہے۔ مجھے جو نہیں کہنا چاہئے، وہی منہ سے نکل رہا ہے ارما!''

''تو یہی آپ کی دیوانگی کا ثبوت ہے۔'' اس کا انداز بے زاری سے پُر تھا۔ شامیر نے کندھے اُچکا دیئے۔

''پھر کیا کروں میں؟ تم بھی اعتراض مت کرو ارما! جب میرے بس میں کچھ ہے ہی نہیں تو کیسے روکوں خود کو؟ مجھے اپنے جلووں سے سیراب ہونے دو۔''

''اوہ.....فار گاڈ سیک شامیر! آپ اب میرا مذاق اُڑا رہے ہیں۔'' وہ برا مان گئی۔

ادھر شامیر نے لاچاری سے ہاتھ مسلے۔

''ارما! پلیز یُو ڈونٹ مائنڈ۔ میں شاید اختیار کھو بیٹھا ہوں۔ وہ کیا کہتے ہیں

رنگ اور نُور سر بسر دیکھوں
سامنے تُو ہے تو کدھر دیکھوں

اس کا ایک جذب سے شعر پڑھنا، ارما کو جیسے سر بسر حیا کی بوچھاڑ میں بھگو گیا۔ شامیر کی وارفتگی اور بے قراری ارما کے صبر و برداشت کو آزما رہی تھی۔ وہ ایک بار پھر نظر چرانے پر مجبور تھی۔ اس کی سانسوں کا زیر و بم اپنے آپ اُلجھ گیا تھا۔

''مجھے یوں آسمان پر مت بٹھایئے۔ میں کوئی اپسرا نہیں ہوں، ایک جیتا جاگتا انسانی وجود

ہوں۔ پلیز، اب کچھ اور مت کہیے گا۔"

"ارما! مجھے لگتا ہے، تم راستہ بھول کر ادھر آ نکلی ہو۔" وہ اب بھی باز نہ آیا۔

ارما نے بے سکونی کے گہرے احساس کے ساتھ پہلو بدلا۔ Enough شامیر! اب بس کیجئے۔ مجھ سمجھ نہیں آ رہا، ایسی باتیں کر کے آپ مجھے زچ کیوں کر رہے ہیں۔"

"میں زچ نہیں کر رہا، جانِ شامیر! تم میری سوچ سے بڑھ کر حسین ہو۔ میں نہیں جانتا، مجھے کیا کرنا چاہئے۔ اپنی قسمت پر ناز کروں یا اپنے رب کی شکر گزاری میں سجدے گزاروں، جس نے مجھے میری اوقات سے بڑھ کر نواز دیا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں، یُو آر ایب سلوٹلی اے گفٹ آف گاڈ۔"

"اوفوہ.....!" ارما نے جھنجلا کر سر پکڑ لیا۔ "میں نے آج تک اتنے ڈیسنٹ اور Sensible بندے کو اتنی احمقانہ باتیں کرتے نہیں دیکھا۔"

"آج تو دیکھ لیا نا۔ لیکن اس میں سارا قصور تمہارا ہے ارما!"

اس نے منہ بنا کر الزام اسی کو دیا تو ارما بے ساختہ ہنس پڑی۔ "چلئے ٹھیک ہے، پھر مجھے معاف کیجئے جو میں نے آ کر ایک گریس فل آدمی کو پاگل بنا دیا۔"

"ہوں۔ میں واقعی پاگل ہو گیا ہوں ارما!..... تم جانتی ہو نا، پاگل کسے کہتے ہیں؟" اس کی آنکھوں کی چمک، ارما کو سنجیدہ کر گئی۔

"بالکل۔ جو آپ جیسا سر پھرا ہو، وہی پاگل ہے۔"

"نہیں، سر پھرا نہیں، عاشق..... میں عاشق ہوں تمہارا۔" وہ ہنس دیا۔

ارما پھر سے خجل ہو گئی۔ بات بدلنے کو خوب صورت پیکنگ والا گفٹ بیگ سے نکال کر اس کے سامنے رکھتے ہوئے بولی۔ "یہ آپ کے لئے، میری طرف سے۔"

"تمہاری طرف سے؟" شامیر کی ہنسی تھم گئی۔ اس نے سامنے پڑے چوکور سائز گفٹ کو دیکھا پھر ارما پر نگاہ کی۔ "میرے لئے کیوں؟ کیا اس کے بغیر ملاقات نہیں ہو سکتی تھی؟"

"ہو سکتی تھی۔ لیکن میرا دل چاہا، سو لے آئی۔ یہ پہلی ملاقات کا تحفہ ہے، آپ کو پسند نہیں آیا شامیر؟" وہ سراپا اشتیاق تھی۔

"کیا کہوں؟" وہ اُلجھ سا گیا۔ "اس تحفے کی ضرورت نہیں تھی ارما! تم پہلے ہی اپنی بہت قیمتی چیز مجھے دے چکی ہو۔ اب مجھے کچھ اور نہیں چاہئے۔"

"جی.....؟" ارما کی حیرت اس کے چہرے پر اُتر آئی۔ "پہلے میں نے کیا دیا ہے آپ کو؟"

"اپنا خوب صورت دل۔" اس کی سنجیدگی میں بھی شوخی چھپی تھی۔

ارما فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی۔ "میں اب یہاں نہیں رک سکتی، شامیر! مجھے آپ سے ڈر لگ رہا ہے۔ آج آپ کی باتیں، آپ کا انداز میرے لئے بہت نیا اور جذباتیت سے بھرا ہے۔ بہتر ہو

گا کہ میں گھر لوٹ جاؤں۔"

"ہاں، یہ ٹھیک رہے گا۔ تم واقعی گھر لوٹ جاؤ۔ شاید میں اپنا آپ کھو رہا ہوں۔" وہ فوراً ہی اُٹھ گیا۔ "آج کے لئے اتنا کافی ہے ارما! اینڈ پلیز، یُو ڈونٹ مائنڈ اِٹ۔ ہم کل پھر ملیں گے۔ او کے۔" وہ ازحد سنجیدہ تھا۔ ارما ہکا بکا سی ہو کر اس کی شکل دیکھنے لگی۔ وہ کل دوبارہ ملنے کی بات کر رہا تھا۔

"کیا مطلب؟" وہ اب تلک بے یقین تھی۔ "کیا میں..... میں لوٹ جاؤں شامیر؟ کیا میں گھر چلی جاؤں؟"

"ہاں۔ اب اُٹھ جاؤ۔ میں تمہیں ڈراپ کر دیتا ہوں۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر ارما کی کلائی کھینچی اور اسے ایک جھٹکے سے اٹھا لیا۔

"نن..... نہیں..... رہنے دیجئے۔ میں خود ہی چلی جاؤں گی۔ آپ صرف کوئی سواری لے دیجئے۔" اس نے ہاتھ چھڑا کر صاف انکار کر دیا۔

"او کے، تم باہر آ جاؤ۔ میں کوئی ٹیکسی دیکھتا ہوں۔" وہ تیز قدموں سے ہوٹل کا ہال عبور کر گیا۔ ارما کی حیرت شدت اختیار کر گئی۔ شامیر کا رویہ اس کی سمجھ سے بالاتر تھا۔

"اُف اللہ!..... کتنا جذباتی انسان ہے شامیر بھی۔ خود اپنے آپ پر بھی بھروسہ نہیں ہے اسے۔" ارما پُرسوچ انداز میں بڑبڑائی اور بیگ اُٹھا کر شولڈر پر ڈالا اور ہوٹل سے باہر چلی آئی۔

شامیر ٹیکسی روکے کھڑا تھا۔ ارما کے پاس آتے ہی اس نے موتیا کے سفید پھولوں سے مہکتے دو کنگن اس کی طرف بڑھائے۔ "انہیں پہن لو، تمہاری بانہیں خالی ہیں۔ سنگھار مکمل ہونا چاہئے، تب ہی اچھا لگتا ہے۔"

وہ گنگ ہو کر اسے دیکھنے لگی۔ شامیر نے نگاہ چرا لی۔

"تمہارے پہلے سرپرائزنگ گفٹ کا شکریہ۔ میں گھر جا کر دیکھ لوں گا۔"

"جی۔" اس نے سر ہلایا اور ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔ کنگن اس نے ہاتھ میں پکڑ لئے تھے۔

"انہیں ضائع مت کرنا، پہن لینا..... اللہ حافظ!" شامیر نے ہاتھ بڑھا دیا۔ ارما نے مسمریزکنڈیشن کے ساتھ اس کے پھیلے ہوئے مضبوط ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیا۔ اگلے ہی پل اس نے اپنے ہاتھ پر شامیر کے بھاری ہاتھ کی پُرجوش گرفت کو محسوس کیا تھا۔ اس نے ہاتھ ہولے سے دبا کر چھڑا دیا تھا۔ ارما کے تن بدن میں سنسنی سی جاگ اُٹھی۔ اس نے سر اُٹھا کر شامیر کی آنکھوں میں جھانکا، وہاں وارفتگی کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ ایک موہوم سی مسکراہٹ اس کے سرخ لبوں کو چھو گئی۔ ارما نے ٹیکسی والے کو چلنے کے لئے کہا۔ شامیر پیچھے ہو گیا۔ اس کے لبوں کی مسکراہٹ بے حد آسودہ تھی۔ اس پہلی ملاقات کے بعد ارما کو شامیر کی شخصیت بے حد گمبھیر اور پُراسرار لگی۔ وہ کوئی اندازہ لگانے میں ناکام رہی تھی۔

جس طرح لوگ خسارے میں بہت سوچتے ہیں
آج کل ہم تیرے بارے میں بہت سوچتے ہیں

وہ ایک ہفتہ کیسے گزرا، حمزہ کو خوب خبر تھی۔ ایک ایک پل جیسے قیامت کی گھڑی تھا۔ منال کے زخم بے حد شدید نوعیت کے تھے۔ وہ جان سے بھی گزر سکتی تھی، لیکن جانے کون سا لیا دیا کام آ گیا، جو اللہ نے اس کی زندگی بخش دی۔ حمزہ کو آج کل اپنی دعاؤں پر بھی اعتبار نہیں رہا تھا۔ منال کو وہ دل سے چاہتا تھا، مگر اب اس چاہت میں دائم کی محبت بھی سانجھے داری کر بیٹھی تھی۔ گو کہ دائم نے عرفان اور اس کی امی کے سامنے اپنی صفائی دینے کی موہوم سی کوشش کی تھی اور اس بات کا اعادہ کیا تھا کہ وہ سندس کو چاہتا ہے۔ مگر حمزہ کے دل میں یہ خیال جاگزیں ہو چکا تھا کہ دال میں کہیں کچھ کالا ضرور ہے، ورنہ دائم کا بے بس ہو کر اتنا کہنا کہ ''اگر منال کو کچھ ہو گیا تو وہ حمزہ کو چھوڑے گا نہیں۔'' خاصا معنی خیز اور تشویش ناک تھا۔ آخر مطلب کیا تھا دائم کا؟

حمزہ کی سوچیں اس کی ہمتیں پست کرتی جا رہی تھیں۔ سر میں مستقل درد رہنے لگا تھا۔ اس کی شوخی و شرارت جیسے کہیں جا کر سو گئی تھی۔ وہ اپنے آپ میں گم، کھویا سا رہنے لگا تھا۔ آفس سے گھر اور گھر سے ہاسپٹل بس سارا دن اسی سرکل کے گرد گھومتا۔ ادھر منال کافی حد تک خود کو سنبھال چکی تھی۔ ڈاکٹر اب تلک اسے دوا کے زیر اثر غنودہ حالت میں رکھ رہے تھے۔ وجہ زخموں کی گہرائی تھی۔ اس کی پسلیوں کا گھاؤ بے حد خطرناک تھا۔ حمزہ روزانہ کسی روٹین کی طرح اس کا چہرہ دیکھ کر گھر چلا آتا۔ منال کی امی کی نظر ہمہ وقت اسے دیکھا کرتی۔ اس نظر میں چھلکتی بد اعتمادی اور بدظنی نے حمزہ کو جیسے اندر ہی اندر توڑ پھوڑ کے رکھ دیا تھا۔ ایک ہفتہ گزر جانے کے باوجود گھر کے کسی فرد نے اس سے کوئی وضاحت نہیں مانگی تھی لیکن اس دن جب وہ ہسپتال سے گھر پہنچا تو اس کی والدہ نے کھانے کی میز پر اسے کچھ دیر اور ٹھہرنے کا حکم جاری کیا۔ حمزہ نے آخری نوالہ جیسے تیسے کر کے حلق سے اتارا اور نیپکن سے ہاتھ پونچھ کر ماں کی واپسی کا انتظار کرنے لگا، جو اسے وہیں ٹھہرنے کا کہہ کر خود کچن میں گھسی نہ جانے کیا کر رہی تھیں۔ حمزہ کی بے قراری، اضطراری ہو گئی، وہ پہلو پر پہلو بدل رہا تھا۔

تحریم آپا بھی وہیں موجود تھیں۔ حمزہ نے محسوس کر لیا تھا کہ دونوں خواتین نے کھانا برائے نام ہی کھایا تھا۔ دونوں کے چہرے اُترے ہوئے تھے اور ذہنی حالت اُلجھی سی تھی۔ اور ان کا وہ اُلجھاؤ، حمزہ کو اپنی شامت بلاتا صاف محسوس ہو رہا تھا۔

''حمزہ!..... یہ لو بیٹا۔'' امی نے کچن سے آتے ہی گرما گرم کافی کا مگ اس کے سامنے رکھ دیا۔

''اوہ تھینکس امی! کافی کی طلب سچ مچ بہت محسوس ہو رہی تھی۔'' اس نے خود کو سنبھال کر ان کا شکریہ ادا کیا اور مگ اٹھا لیا۔

''حمزہ! میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔'' انہوں نے کسی تمہید کے بغیر اپنا مدعا بیان کیا

اور آپا کے برابر جا بیٹھیں۔

''جی کہئے۔'' حمزہ ان کی صورت دیکھنے لگا۔ جب کہ آپا بے وجہ کافی سے اُٹھتی بھاپ کے مرغولوں کو تکنے لگی تھیں۔

''کیا سوچا تم نے، منال کے بارے میں؟'' ان کا سوال سنجیدگی کے باوجود سمجھ سے باہر تھا۔

حمزہ سیدھا ہو بیٹھا، اُلجھے انداز میں بولا۔

''میں کچھ سمجھا نہیں۔ آپ تھوڑی وضاحت کریں گی اپنی بات کی؟''

''وضاحت مجھے تمہاری طرف سے چاہئے حمزہ! کیا ایک چھوٹی سی بات تمہارے لئے سمجھنا اب مشکل ہونے لگا ہے؟''

''مشکل میری سمجھ میں نہیں، آپ کے الفاظ میں ہے امی! منال کے بارے میں سوچنا سمجھنا میرا نہیں، اب آپ کا کام ہے۔'' وہ بے طرح چڑ کر بولا تو وہ پریشانی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگیں۔

ادھر آپا کی مسکراہٹ میں رنگ گھل گئے۔ انہوں نے کافی کے مگ سے نظر ہٹا کر چھوٹے بھائی کو بغور دیکھا اور بشاشت سے بولیں۔

''جانو! منال کی بے وفائی میں ہماری ماں کا کوئی قصور نہیں ہے۔ تم اس لہجے میں ان سے بات مت کرو۔''

''آپا پلیز۔'' اس نے ہاتھ اٹھا کر بڑے کڑے انداز میں انہیں مزید کچھ کہنے سے روکا۔ ''منال بے وفا نہیں ہے، میں جانتا ہوں۔''

''اچھا؟'' انہوں نے ابرو چڑھا کر ایک ادا سے اسے دیکھا۔ ''کیا ثبوت ہے کہ وہ بے وفا نہیں؟''

''ثبوت اس کا آنا ہے آپا! میں نے اس دن منال کو بلایا تھا اور وہ کسی حیل و حجت کے بغیر چلی آئی۔ کیا یہ اس کی وفاداری نہیں؟'' اس نے زچ ہو کر بہن سے پوچھا۔

''اونہوں.....'' انہوں نے کاندھے اچکائے۔ ''یہ ثبوت کافی نہیں ہے۔ منال کو اگر میں یا امی بلائیں تو کیا وہ نہیں آئے گی؟ وہ ضرور آئے گی حمزہ! کیونکہ بلاوا دینا ایک عام بات ہے۔ محبت اور وفاداری ثابت کرنے کے لئے ٹھوس ثبوت ہونا چاہئے۔ وہ ہے تمہارے پاس؟''

''نہیں، فی الحال نہیں ہے۔ مگر میں وہ ثبوت آپ کو ضرور فراہم کروں گا آپا! آپ اُلٹی سیدھی باتیں کر کے میری سوچ اور میرے ذہن کو بدلنے کی کوشش مت کیجئے۔ منال میری پہلی اور آخری چوائس ہے۔ اب اگر کوئی لڑکی آسمان سے بھی اُتر آئے نا تو میں اسے نہیں دیکھوں گا۔'' وہ جیسے پھٹ پڑا تھا۔

آپا کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔ ادھر امی کو چپ لگ گئی۔ خاموشی کی چند ساعتیں گزریں تو

انہوں نے خود کو سنبھالا تھا۔

''دیکھو حمزہ! ہمیں منال سے تمہاری شادی پر کوئی اعتراض نہیں ہے، لیکن اس لڑکی نے اگر شادی کرنے سے انکار کر دیا تو تم کیا کرو گے؟ کیا اسے منانے بیٹھو گے؟''

جواب میں حمزہ کا پارہ لبریز ہو گیا۔ اس نے کافی کا مگ اتنی زور سے میز پر پٹخا کہ گرم کافی چھلک کر میز کے سفید براق کور کو داغ دار کر گئی۔

آپا کی پیشانی پر فوری بل نمودار ہوئے۔

''بی ہیو یور سیلف، حمزہ! تمہارے سامنے تمہارے دوست نہیں، ماں اور بڑی بہن بیٹھی ہیں۔ حدِ ادب ملحوظِ خاطر رکھو، ورنہ تم ابھی اتنے بڑے نہیں ہوئے کہ تمہیں سدھارا نہ جا سکے۔''

حمزہ نے آپا کی بات سننے کے باوجود ایک دھماکے سے کرسی پرے کی اور کسی شرمساری کے بغیر بولا۔ ''آج ایک بات آپ بھی غور سے سن لیجئے آپا! زندگی میری ہے اور میں اس میں کسی کی مداخلت برداشت نہیں کروں گا۔ اس لئے براہِ مہربانی مجھے اس بات کے لئے مجبور مت کیجئے کہ میں آپ کی عدالت میں ثبوت پیش کرنے اور نہ کرنے پر دلائل دیتا رہوں۔ آپ کو منال سے کوئی ذاتی پرخاش ہے تو میں اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ لیکن آپ اس لڑکی کو میری زندگی سے باہر نکالنے کی کوئی کوشش کریں گی تو ناکام رہیں گی۔ میں آپ کی کوئی سازش چلنے نہیں دوں گا۔''

''چپ رہو حمزہ.....!'' امی نے ناگواری اور غصے سے اسے ڈانٹا۔ ''یہ کیا بدتمیزی ہے؟ کیا اپنی ماں اور بہن سے اس لہجے میں بات کی جاتی ہے؟..... کیا میں نے یہی تہذیب دی ہے تمہیں اپنے بڑوں سے بات کرنے کی؟''

''رہنے دیں امی!'' آپا نے فوراً ان کا بازو تھپک کر انہیں دھیما رہنے کا اشارہ کیا۔ ''Let him do his worst.'' یہ وقت اس کا ہے، سو جیسا رویہ رکھے، مجھے برا نہیں لگے گا۔ اور پھر ایک ڈریمر کو کیا سمجھانا۔ خوابوں میں زندگی بسر کرنے والے کو محبت گلستان کی طرح وہ جگہ لگتی ہے، جہاں گل اور خوشبو کے بیچ زندگی کی ساری تلخیاں شراب کا سا نشہ دیتی محسوس ہوتی ہیں۔ اسے ہوش میں آنے دیجئے، پھر اسے حقیقت کا سامنا کسی عذاب کی صورت کرنا پڑے گا تو اپنے آپ عقل آ جائے گی۔''

''جسے اب عقل نہ آئی، پھر کب آئے گی تحریم! حمزہ بچہ نہیں ہے۔'' امی کو بے حساب غصہ آ رہا تھا۔

''ہاں۔'' وہ مسکرائیں۔ ''حمزہ بچہ نہیں ہے، مگر پھر بھی چاند مانگنے پر بضد ہے۔ آپ اسے یہ ضد پوری کرنے دیجئے، ایک دن تھک کر آپ کی ممتا بھری آغوش میں لوٹے گا۔ تب میں بھی اسے بانہوں میں ضرور لوں گی۔ کیونکہ اس وقت اسے میری اور آپ کی شدید ضرورت ہو گی۔''

''سو سوری آپا!'' ان کی کھری کھری سننے کے بعد بھی وہ اسی لہجے میں بولا۔ ''مجھے آپ

سے بحث کرنے کا کوئی شوق نہیں۔ اس بات کو کرنے کا کیا فائدہ جو شک و شبے میں لپٹی ہو۔ منال دائم کو چاہتی ہے یا مجھے..... میں یہ ثبوت آپ کو ضرور دوں گا۔ آپ کو اس کے لئے فکر کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ میں میدان چھوڑ کر بھاگنے والوں میں سے نہیں ہوں اور نہ ہی وہ سوکالڈ ڈریمر ہوں، جس کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ مجھے سچ کو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پرکھنا خوب آتا ہے۔ میں واقعی بچہ نہیں ہوں۔''

''ایسا ہے تو پھر ٹھیک ہے حمزہ!'' اس بار آپا کے تیور بھی جارحانہ تھے۔ وہ اپنی کرسی چھوڑ کر اٹھ گئیں۔ ''اب میں تم سے پہلے وہ ثبوت لے کر تمہارے پاس آؤں گی۔ صرف دو دن دے دو مجھے۔ ان دو دنوں میں، میں نے یہ ثابت نہ کر دیا کہ منال، دائم کو چاہتی ہے تو تم بے شک مجھے جھوٹا مان لینا۔ تب میں تمہاری آپا کہلانے کی حق دار بھی نہیں رہوں گی۔''

''اوکے، آئی ایگریڈ۔'' حمزہ نے ایک تمسخر سے انہیں دیکھا۔ ''دیئے میں نے آپ کو دو دن۔ ٹھیک اڑتالیس گھنٹے بعد یہیں، اسی ٹیبل پر ڈنر کے وقت ملاقات ہو گی۔ اس سے پہلے آپ مجھ سے کوئی بات نہیں کریں گی اور نہ ہی کوئی لیکچر دینے کی کوشش کریں گی کیونکہ جس دن سے آپ نے منال کی ہرزہ سرائی کی ہے، میں اب تک سو نہیں سکا۔ خود کو میری ماں کہتی ہیں تو پلیز! میرے آرام کا خیال بھی کیجئے۔ مجھے وہ اذیت مت دیجئے جو زندہ درگور کر ڈالے۔''

''بکو مت حمزہ! اپنی زبان کو لگام دو۔ میں کہے دیتی ہوں، تمہاری بدتمیزی میری برداشت سے باہر ہے۔'' امی نے کڑے لہجے میں اسے دوبارہ وارن کیا لیکن وہ انتہائی طیش میں تھا۔

وہ رخ موڑ کر کمرے سے نکلنے کو تھا کہ آپا کی سرد آواز نے اس کے قدم روکے۔

''سیکھنا چاہو تو اپنی ہر غلطی سے سبق سیکھ سکتے ہو حمزہ! لیکن افسوس، تم ابھی تک بڑے نہیں ہوئے۔ قد کاٹھ میں مجھ سے اونچا ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تم عقل اور تجربے میں بھی مجھ سے آگے نکل جاؤ گے۔ ایسا نہیں ہے میری جان! تم دس سال بعد بھی میرے لئے اتنے ہی رہو گے، جتنا آج ہو۔ میری اور تمہاری عمر کا فرق نہ آج کم ہوا ہے اور نہ آئندہ ہو سکے گا۔ سو ایک نصیحت کئے دیتی ہوں، اسے ایک ماں کی تلقین سمجھ لو یا بہن کی محبت..... یاد رکھنا حمزہ! کچھ سچائیاں دوسروں کو دکھائی نہیں دیتیں کیونکہ دوسرے انہیں نہیں جانتے۔ لیکن بعض اوقات وہی حقیقتیں صرف اس لئے دکھائی دینے لگتی ہیں کہ ہم انہیں دیکھنے سے کتراتے ہیں۔ منال کی اصل حقیقت تمہارے حوالے سے میں بھی دیکھنا نہیں چاہتی کیونکہ وہ سچ مجھے اپنا اصل چہرہ دکھاتا ہے اور وہ چہرہ اتنا گھناؤنا ہے کہ تم اسے محسوس کرتے ہی ٹوٹ جاؤ گے۔ میں نہیں چاہتی بیٹا! تم اس لڑکی کے لئے زندگی کے کسی پل میں ٹوٹ کر بکھرو۔ اور ہاں، سچ بولنے کے لئے سوچا نہیں جاتا حمزہ! یہ طے ہے، فکر کرنے سے فکر دور ہوتی ہے۔ میں تمہاری ویل وشر ہوں۔ پلیز مجھے غلط مت سمجھنا، میری باتوں پر ناگواری جتائے بغیر انہیں سمجھنے کی کوشش کرنا کہ بے ادب ہمیشہ بدنصیب ہوتے ہیں حمزہ! ایسے ناخلف لوگوں کو زمانہ سبق سکھا دیا کرتا ہے۔''

''آئی انڈر اسٹینڈ، بٹ اِٹ از سو ہارسیبل۔ میرا خیال ہے آج کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔'' اچھا خاصا بول لیتی ہیں آپ۔'' حمزہ نے ایک گرم نگاہ آپا پر ڈالی اور پاؤں پٹختا کمرے سے نکل گیا۔

امی کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ ان کا بیٹا منال کے لئے، ایک لڑکی کے لئے اتنا بدلحاظ ہو جائے گا، وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھیں۔ اپنی بیٹی سے گستاخی کرنے اور ہتک آمیز انداز میں بات کرنے پر انہیں حمزہ سے انتہائی شکوہ تھا۔ یہ جرم ان کی نظر میں ناقابلِ معافی تھا۔ انہوں نے نظر اٹھا کر اپنی بیٹی کے اُترے چہرے کو دیکھا۔ وہ گم صم کھڑی تھیں اور آنکھیں آنسوؤں سے بھر رہی تھیں۔

حمزہ کی زبان سے نکلنے والے انگارے ان کی روح کو جھلسا گئے تھے۔ مگر وہ چپ کھڑی دانتوں سے اپنے ناخن کتر رہی تھیں۔

❋❋❋

میں کیا کہوں کہ جو میرا تمہارا رشتہ ہے
وہ عاشقی کی زباں میں کہیں بھی درج نہیں

ارما کھچڑی بنا کر لائی تھی، سو ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق امی، منال کو وہی اپنے ہاتھ سے کھلا رہی تھیں۔ منال بھی پوری نیت اور بھوک کے ساتھ وہ نرم کھچڑی کھانے میں مصروف تھی۔ آج بہت دن بعد خوب کھل کر کھانے کی اشتہا جاگی تھی، سو امی چاہتی تھیں، وہ پیٹ بھر کر کھالے تاکہ جو کمزوری وہ محسوس کر رہی تھی، تھوڑی بہت رفع ہو جائے۔

امی با اصرار ہر نوالہ اس کے منہ میں ڈال رہی تھیں۔ تب اچانک کمرے کے کھلے دروازے سے حمزہ نے اندر جھانکا۔ دائم اس کے ساتھ تھا۔ منال کا نوالہ وہیں رہ گیا۔ دونوں لڑکے لبوں پر رسمی مسکراہٹ سجائے اندر داخل ہوئے۔ وہ نہ جانے کس موڈ میں تھے۔ ان کے غیر معمولی تاثرات ارما کے ساتھ امی کو بھی بے حد کھلے۔ وہ کچھ محتاط سی ہو گئیں۔

دائم اور حمزہ نے انہیں سلام کیا، جسے امی نے مسکراہٹ سے وصولا اور انہیں دیوار گیر صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ دائم خاموشی سے وہاں جا بیٹھا۔

حمزہ نے ہاتھ میں پکڑے فروٹس کے کچھ تھیلے اور زرد پھولوں کا خوب صورت بکے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے منال سے کہا۔

''یہ دائم تمہارے لئے لایا ہے۔ میں نے منع کیا تھا مگر وہ نہ مانا، کہہ رہا تھا، کسی کی عیادت کے لئے خالی ہاتھ جانا اچھا نہیں لگتا۔''

''اوہ، تھینکس فار آل دِس۔'' منال نے دائم کی طرف دیکھا۔ ''آپ کی زحمت کسی کے لئے اچھی لگی؟''

حمزہ مسکرا دیا۔ اس کو منال کا کسی کے لئے پر زور دینا بہت بھایا۔ مگر وہی الفاظ دائم کو بری طرح چبھے۔ وہ جیسے کٹ کر رہ گیا۔ منال باز نہیں آئی تھی۔ اس کا طنزیہ جملہ ذو معنی مفہوم سمیت امی اور ارما کو بھی بے چین کر گیا۔ اللہ جانے وہ کیا چاہتی تھی، جو اس پل بھی اس کا امتحان لینے سے نہ چُوکی تھی۔

''اُف اللہ، پتہ نہیں، کب عقل آئے گی اسے۔'' ارما بے اختیار بڑبڑائی تھی۔ اسے دائم کی بے چارگی پر بہت ترس آیا تھا۔ اس کی نظریں صوفے پر پہلو بدلتے دائم پر تھیں، جو منال کے

جواب پر بے قرار ہی نہیں، پریشان بھی ہو گیا تھا۔

''کیوں دائم جی! کسی کا حال احوال نہیں پوچھیں گے آپ؟'' منال کی آواز میں نقاہت تھی، مگر اس کا سوال بہت بھاری تھا۔

دائم سلگ اُٹھا، نگاہ اٹھائے بغیر بے حد نارمل انداز میں بولا۔ ''ہاں بتاؤ، کیسی ہو تم؟''

''میں کیسی ہوں، اس کا جواب میری طرف دیکھ کر مل جائے گا۔ آپ نظر اٹھا کر تو دیکھئے۔'' وہ باز نہیں آئی۔ دائم کو جیسے آگ لگ گئی۔

''بدتمیزی کی حد ہوتی ہے منال! مگر تم بستر علالت پر بھی اپنے ترش رویّے سے باز نہیں آئیں۔ جان لو، میں یہاں خود نہیں آیا، مجھے حمزہ نے مجبور کیا تھا آنے کے لئے۔ اس لئے بہتر ہوگا، ایسے فضول سوال اپنے منگیتر سے پوچھو۔''

''ارے ارے.....'' وہ اس کے پھٹ پڑنے پر کھل کے مسکرائی۔ ''آپ تو ناراض ہو گئے۔ آئی ایم سوری، میں اپنے رویّے پر معافی چاہتی ہوں۔''

دائم نے منہ پھیلا لیا۔ اس نے اب تک منال کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کی بے اعتنائی اور دانستہ گریز منال کے اندر ہلچل مچا گیا تھا۔ وہ دائم کے یوں نظر چُرانے پر سخت بے چین ہو رہی تھی اور اسی بے چینی میں گھر کر اس نے فوراً ارما کو پکارا۔

''پلیز ارما! دائم جی کو کچھ ٹھنڈا پیش کرو۔ اور ہاں، حمزہ کو بھی پوچھ لینا، مجھے لگتا ہے، آفس سے سیدھے یہیں آ گئے ہیں۔ ذرا چہرہ دیکھو ان کا، کتنے تھکے تھکے سے لگ رہے ہیں بے چارے۔''

ارما دم بخود کھڑی تھی۔ منال کا دفعتہً دائم کے بعد حمزہ کو پکارنا اتنا واضح اور حیرت انگیز تھا کہ وہ دونوں اُلجھ کر رہ گئے۔ اس کا التفات دراصل کس کے لئے تھا؟ دائم اور حمزہ کو خاک بھی پلّے نہ پڑا۔ دونوں لڑکوں کو منال کا رویّہ اپنے اپنے لئے خاص محسوس ہوا تھا۔

''آج تم خاصی بہتر لگ رہی ہو منال! گفتگو میں وہی برجستہ پن ہے، جو تمہاری پہچان ہے۔ کہیں یہ اس کھچڑی کا اثر تو نہیں؟'' حمزہ نے دوست کی ناگواری دیکھ کر بات کا رخ بدلتے ہوئے منال سے اظہارِ اپنائیت کیا تو وہ ہنس پڑی۔

''ٹھیک کہا آپ نے، ارما کے ہاتھ کی کھچڑی کھا کر میں بھی چڑیا کی طرح چہکنے لگی ہوں، ویسے آج کئی دن بعد مجھے بھوک محسوس ہوئی ہے۔''

''اوہ، اِٹس گریٹ۔ یہ تو اچھا سائن ہے۔ گویا تم صحت کی جانب گامزن ہو۔''

''ہاں بیٹا! آج ڈاکٹرز بھی چیک اپ کے بعد منال کی حالت سے کافی مطمئن تھے۔ انہوں نے آج اسے نرم غذا دینے کی ہدایت کی تو میں نے ارما کو کھچڑی پکا لانے کا کہہ دیا تھا۔ کھچڑی بہت ذائقے دار بنی ہے، کیا تمہیں دوں؟'' امی نے حمزہ کو فوراً آفر کی۔

''ہاں ضرور۔'' وہ بھی راضی ہو گیا۔ ''بھوک مجھے بھی بہت زور کی لگ رہی ہے۔ آنٹی

منال کا اندازہ درست ہے۔ میں آفس سے سیدھا ہسپتال چلا آیا ہوں، آج میں نے لنچ بھی نہیں کیا۔''

''اوہ..... پھر تمہیں ضرور تھوڑی بہت کھچڑی کھا لینی چاہئے۔'' امی نے اٹھ کر پلیٹ میں کھچڑی نکالی اور حمزہ کی طرف بڑھاتے ہوئے قدرے تاسف سے بولیں۔ ''چمچ اور نہیں ہے بیٹا! تم ہاتھ سے کھا لو۔ ہاتھ سے کھانا سنت ہے۔ تمہیں اچھا لگے گا۔''

''اوہ، اِٹس اوکے۔ نو پرابلم آنٹی!'' اس نے پلیٹ پکڑ لی۔ پہلا لقمہ اٹھانے کو تھا کہ منال نے اپنے منہ کا چمچ اس کی طرف بڑھا دیا۔

''آپ یہ لے لیجئے حمزہ! یہ میرا جھوٹا ہے، اگر ناگوار نہ ہو تو اس سے کھا لیجئے۔''

''ارے نہیں، ناگواری کیسی۔'' وہ اس کی عنایت پر خوش ہو گیا۔ ''پر تم کس سے کھاؤ گی منال؟''

''میں بس کھا چکی ہوں۔'' وہ ہاتھ بڑھائے ہوئے تھی۔

حمزہ نے چمچ اس سے لے لیا۔ ''تھینکس۔ یہ کرم بھی خوب ہے۔ آئی لائیک اِٹ۔''

ادھر دائم کو بے قراری سی لگ گئی۔ منال کی حرکتیں بے حد عجیب تھیں۔ آج وہ حمزہ کو کچھ زیادہ ہی پھسلا رہی تھی۔ حد یہ کہ اپنے جھوٹے چمچ سے بھی نواز رہی تھی۔ گویا در پردہ محبت جتانے کی موہوم سی کوشش کی جا رہی تھی۔ آخر وہ کیا چاہتی تھی؟ دائم کو مجبوراً نظر اُٹھا کر اس کی طرف دیکھنا پڑا، وہ ایک دل لبھاتی مسکان کے ساتھ حمزہ کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی نگاہِ کرم دائم کے دل میں جیسے کانٹے چبھو گئی۔

''اُف توبہ، کس قدر کنفیوژ لڑکی ہے منال۔ اس سادگی سے حمزہ کو متوجہ کر رہی ہے کہ وہ بے وقوف بھی توجہ دینے پر مجبور؟'' اس نے جل کر سوچا اور اس سوچ نے دائم کا موڈ پہلے سے زیادہ آف کر دیا۔

وہ کب ادھر آنا چاہتا تھا۔ یہ صریحاً حمزہ کی زیادتی تھی۔ سو اب بھگتنا ہی تھا۔ آج صبح ہی سے دائم کو ہلکا سا ٹمپریچر محسوس ہو رہا تھا۔ دوا کھانے کے باوجود ایک اضطرابی کیفیت طاری تھی۔ دل گھبرایا تو وہ گھر سے باہر نکل آیا، سڑکوں پر آوارہ گردی کرنے۔ وہ جانے کب ایک بڑا فاصلہ طے کر بیٹھا، ہوش آیا تو دُکھتے پاؤں کی وجہ سے۔ مندمل ہوتا ایڑی کا زخم ٹیس دینے لگا تھا۔ وہ لنگڑاتا ہوا پٹرول پمپ کی طرف چلا آیا، جس کے قریب ٹیکسی اسٹینڈ تھا۔ دائم کا خیال تھا کہ وہ ٹیکسی لے کر سندس کے گھر چلا جائے گا، اس کی موجودگی دائم کی بیمار کیفیت میں بہت آسانی سے تبدیلی لا سکتی تھی، مگر پٹرول پمپ کی ورکشاپ پر حمزہ کو دیکھ کر وہ ادھر ہی چلا آیا۔

''تم یہاں کیا کر رہے ہو یار؟'' اس کا سوال فوری تھا۔

حمزہ دوست کو اچانک سامنے پا کر مسکرا دیا۔ ''گاڑی کی سروس کروانے آیا تھا۔ بہت دن سے یہ کام التوا کا شکار تھا۔ سوچا آج فراغت ہے تو کیوں نہ اس کام سے بھی نمٹ لوں، ورنہ

ہر روز آفس سے گھر اور گھر سے ہسپتال کا ایک روٹین بن گیا ہے۔''

''ہاں، یہ تو ہے۔ بہرحال منال کیسی ہے؟'' اس نے رسمی انداز میں اس کی خیریت پوچھی۔

''منال.....!'' حمزہ نے قدرے چونک کر دائم کا چہرہ دیکھا۔ آپا بیگم آج بھی دعوے دار تھیں کہ منال اور دائم کے درمیان کچھ تو گڑبڑ ہے۔ انہوں نے امی کے سامنے اسے اتنا زچ کیا تھا کہ وہ پاؤں پٹختا گھر سے نکل آیا تھا۔ گاڑی کی سروس کروانا بھی گھر سے کچھ دیر دُور رہنے کا بہانہ تھا۔ ورنہ آپا کی بحث کے بعد وہ ذہنی طور پر اتنا اُلجھ گیا تھا کہ دائم کے عام سے سوال پر بھی چونک اٹھا تھا۔ اس نے سر جھٹک کر اپنی اُلجھی سوچوں کو پرے دھکیلا اور دائم کو دیکھتے ہوئے بولا۔

''وہ اب تو ٹھیک ہے، کچھ دن بعد ڈسچارج کر دیا جائے گا اسے ہسپتال سے۔ اب اس کے زخم پہلے سے بہتر ہیں۔''

''چلو، یہ تو اچھا ہے۔ اس گڈ نیوز پر تمہیں مبارک ہو'' اس کی سادگی مثالی تھی۔ حمزہ ایک بار پھر چونکا تھا۔

''تم سے ایک بات پوچھوں یار دائم؟''

''ہوں، ضرور پوچھو'' وہ اس کی طرف دیکھنے لگا۔ حمزہ کچھ پل خاموش کھڑا اُسے تکتا رہا، پھر نظر چُرا کر ہولے سے بولا۔

''منال سے کیا تعلق ہے تمہارا؟''

''واٹ؟'' دائم کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ ''میرا کیا تعلق ہوگا اس سے؟..... وہ لڑکی عرفان کی بہن ہے اور تمہاری منگیتر، میرے لئے دونوں صورتوں میں قابلِ احترام ہے۔ میں اس سے بھلا کس قسم کا تعلق یا واسطہ رکھوں گا اور کیوں رکھوں گا، یار!''

اس کا جواب مکمل اور بھرپور تھا۔ حمزہ کو چپ لگ گئی۔ وہ کھل کر اپنے دل کا شک بیان نہ کر سکا۔ دائم نے اس کا بازو پکڑ کر اپنی طرف موڑ لیا۔ ''کیا تمہیں مجھ پر شک ہے حمزہ؟''

حمزہ نے شرمندگی سے دوست کو دیکھا۔ ''نہیں..... لیکن شک میری بہن کو ہے تم پر۔''

''واٹ؟'' دائم کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ''مطلب تمہاری آپا کو؟..... تحریم آپا کو شک ہے مجھ پر؟''

''ہاں۔ وہ کہتی ہیں، منال تمہیں پسند کرتی ہے۔''

''سو واٹ؟'' وہ بری طرح تڑپا۔ ''یہ منال کا دردِ سر ہے، میں اس کی حماقت کی جوابدہی کیسے کر سکتا ہوں؟''

''تو..... تو اس کا مطلب ہے، منال واقعی تمہیں چاہتی ہے دائم؟'' حمزہ نے اس بار وہ سوال پوچھ ڈالا، جو اس کے دل میں کسی کانٹے کی طرح کھٹک رہا تھا۔ ادھر دائم کا دل ہچکولے

کھانے لگا۔ اس کے تن دن سے پسینہ پھوٹ نکلا۔ زبان جیسے گویائی بھول بیٹھی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھل کر کوئی جواب دیتا، ورکشاپ کا باوردی ملازم ان کے پاس آ گیا۔ حمزہ کی طرف ایک لفافہ بڑھاتے ہوئے بولا۔

''سر! یہ کارڈ آپ کی گاڑی سے ملا ہے اور ہاں، سیٹ کے نیچے اور بھی چیزیں پڑی ہیں، آپ آ کر دیکھ لیجئے۔''

''کیا مطلب؟ کون سی چیزیں پڑی ہیں؟'' حمزہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''کسی خاتون کی چیزیں ہیں۔ جیسے لپ اسٹک، ہیئر برش اور کیچر وغیرہ۔ ہم نے ہاتھ نہیں لگایا صاحب! آپ اپنی نگرانی میں چیزیں نکلوا لیں، تاکہ بعد میں کوئی شکایت نہ ہو۔''

اس کی وضاحت حمزہ کے ساتھ دائم کو بھی حیران کر گئی۔ گاڑی میں لیڈیز اشیاء کی موجودگی کیسے ممکن تھی؟ یہ حمزہ کی پرسنل گاڑی تھی اور اس گاڑی کو وہ خود ڈرائیو کرتا تھا۔ آپا بیگم اور امی کی کوئی چیز سیٹ کے نیچے کیسے گر سکتی تھی؟ وہ کبھی اس گاڑی میں بیٹھی ہی نہیں تھیں۔ گھر میں بڑے بھیا کی گاڑی امی کے زیرِ استعمال رہتی تھی۔ ڈرائیور انہیں ہر جگہ لے جایا کرتا تھا اور وہی گاڑی آج کل آپا بیگم کے زیرِ استعمال تھی۔ پھر وہ کون سی چیزیں تھیں جو ورکشاپ کا ملازم اپنی نگرانی میں اٹھانے کے لئے کہہ رہا تھا۔

''ٹھیک ہے، تم چلو، میں آ کر دیکھتا ہوں۔'' اس نے ہاتھ میں پکڑے کارڈ کو اُلٹ کر دیکھا۔ لفافے پر کسی کی تحریر کا عکس نمایاں تھا۔ وہ کسی کی ہینڈ رائٹنگ تھی۔ حمزہ کو خاک پلّے نہ پڑا۔ دائم کی متجسس نگاہیں حمزہ کا ہر تاثر بھانپ رہی تھیں۔

ملازم کے جاتے ہی حمزہ نے فکرمندی سے اسے دیکھا۔ ''یہ کارڈ کہاں سے آیا میری گاڑی میں؟''

''کیا مطلب؟'' دائم پہلے سے زیادہ متحیر ہو گیا۔ ''لفافے پر تمہارا نام لکھا ہے یار! اور تم نہیں جانتے، یہ کارڈ کہاں سے آیا ہے۔''

''نہیں، بائی گاڈ، میں نہیں جانتا، مجھے کسی نے کوئی کارڈ نہیں دیا۔ بہرحال، لفافہ چاک کر کے دیکھنا پڑے گا کہ یہ کس کی مہربانی ہے۔''

اس نے لفافہ کھولا تو اندر سے ایک خوب صورت سا گلابی وِشنگ کارڈ برآمد ہوا، جس پر مردانہ ہاتھ کی مضبوط گرفت میں صنفِ نازک کا کومل ہاتھ کچھ اس طرح تھاما گیا تھا کہ انگلی میں موجود انگوٹھی کا سرخ نگینہ لشکارے مارتا لگ رہا تھا۔ انداز بے حد رومانی تھا۔ دائم اور حمزہ ایک دوسرے کی صورت تکنے لگے۔ یہ کارڈ کسی کے خصوصی تعلق کا اظہار لگ رہا تھا۔

''آئی تھنک، کسی کی انگیج منٹ کا کارڈ ہے۔'' دائم نے دونوں ہاتھوں کی پوزیشن پر غور کرتے ہوئے تبصرہ کیا۔

''لیکن مجھے کس نے بھیجا ہے یہ کارڈ؟'' حمزہ اب تک حیران تھا۔ ''آؤ پہلے اسے پڑھ لیں،

تا کہ صورتِ حال واضح ہو۔ اس نے کارڈ کھول کر سامنے کرلیا۔ دونوں کی بے تاب نگاہیں کارڈ پر لکھی عبارت کو بیک وقت پڑھنے لگیں۔

''اس شخص کے لئے، جس نے میری زندگی کا مفہوم بدل ڈالا۔ خیال بدل دیئے اور خوابوں کا نگر آباد کر دیا۔

میں اس کی رفاقت پر خوش ہوں۔ کاش یہ خوب صورت بات میں اس کے روبرو کہہ سکتی۔

منال.....''

''اوہ مائی گاڈ.....!'' حمزہ اور دائم کے منہ سے ایک ساتھ یہ جملہ ادا ہوا، مگر اس جملے کی ادائیگی مختلف کیفیات سے مزین تھی۔

دائم کے منہ سے ''مائی گاڈ'' حیرت اور ایک ناقابلِ یقین حقیقت سامنے دیکھ کر نکلا تھا۔ وہ لڑکی جو دن رات اس کی محبت کا راگ کسی شرم و حیا کے بغیر الاپ رہی تھی، جو اپنے رویّے سے اس کا جینا حرام کئے ہوئے تھی، جس نے اعتبارِ محبت دلانے کے لئے اسے اس حد تک زچ کیا کہ وہ ایکسیڈنٹ سے دوچار ہوگیا، وہی لڑکی اب اس کارڈ کے توسط سے تحریری طور پر حمزہ سے مخاطب تھی اور اس خواہش کا اظہار کر رہی تھی کہ کاش وہ خود منہ زبانی یہ بات حمزہ کو کہہ سکتی کہ وہ اس لڑکے کی رفاقت پر خوش ہے۔

ایک درد سا اٹھا تھا دل میں اور شوریدہ سر لہروں کی طرح پورے بدن میں خلفشار سا بپا کرنے لگا تھا۔ دائم کو محسوس ہوا کوئی چیز اندر تک ایک تیز آواز کے ساتھ ٹوٹی تھی اور چھناکا منال کے لفظوں کی بازگشت بن کر روح میں بھونچال اٹھا گیا تھا۔ منال کی نام نہاد محبت کسی خوب صورت تتلی کی طرح دائم کے پاس آ کر اپنے رنگ بھرے پَر دکھا کے ورغلانے کی کوشش کرتی رہی اور آج دیکھتے ہی دیکھتے یہی دُور اُڑ گئی تھی۔ وہ جیسے خود سے شرمندہ کھڑا تھا۔

ادھر حمزہ کا ''مائی گاڈ'' سکون و اطمینان کے حیرت انگیز لمحے کو اچانک سامنے پا کر ایک بے اختیاری سے نکلا تھا۔ وہ سوال، جو اس نے کچھ دیر پہلے اپنے دوست سے پوچھا تھا کہ کیا منال اسے چاہتی ہے؟ تو نظروں کے سامنے کھلے کارڈ پر لکھی وہ نسوانی تحریر اس کے سوال کا کھلا جواب تھی۔

ایک روشنی حمزہ کے اندر جھلملانے لگی۔ اسے کارڈ پر لکھی منال کی تحریر اس لئے نہیں بھائی تھی کہ وہ سچ دائم کی پوزیشن کو کلیئر کر رہا تھا بلکہ خوشی اس امر پر تھی کہ وہ وشنک کارڈ دراصل وہ ثبوت بن کر سامنے آیا تھا جسے، آپا بیگم کے سامنے حمزہ سر اٹھا کر بڑے فخر سے پیش کر سکتا تھا۔ اگر منال، دائم سے رتی برابر بھی سنجیدہ ہوتی تو اس کے بعد کارڈ کے ذریعے حمزہ سے اپنے جذبات کا اظہار نہ کرتی۔ وہ اسے جانتی تھی اور دل کی گہرائی سے چاہتی تھی۔ یہ خوش کن احساس، روح کو اندر تک شانت کر گیا تھا۔

''دائم!..... آئی ایم سوری۔'' حمزہ نے مڑ کر دوست کو بے ساختہ گلے لگا لیا۔ ''تم یقیناً میری بات سے ہرٹ ہوئے ہو گے۔ مگر دیکھو، اللہ بڑا مسبب الاسباب ہے۔ اس نے منال کے کارڈ کے ذریعے ہم دونوں کو ایک ایسا جواب دیا ہے جو ہر شک و شبے سے بالا ہے۔ اس میں کسی غلط فہمی کی گنجائش نہیں۔ پلیز دائم! مجھے معاف کر دو۔ میں پاگل ہو گیا تھا۔ دراصل آپا نے میرے دماغ میں زہر بھر دیا تھا۔ وہ زہر میری سوچ کو آلودہ کر رہا تھا۔ وہ مجھے بے موت مار رہا تھا۔ مگر اب دائم! اب میں یہ کارڈ انہیں دکھاؤں گا۔ وہ مجھ سے دو دن کی مہلت مانگ رہی تھیں اور ایک دن پورا ہونے سے پہلے ہی میرے ہاتھ وہ ثبوت آ گا، جسے جھٹلا پانا آپا کے لئے ممکن نہ ہوگا۔ میں آج ہی انہیں اس بارے میں اطلاع دوں گا۔''

''اِٹس اوکے۔'' دائم نے ایک پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ نرمی سے اسے خود سے الگ کر دیا۔ ''مجھے خوشی ہوئی، تمہارے دل میں چھپا شک کا کانٹا اس کارڈ کے توسط سے نکل گیا۔ ورنہ میری کوئی صفائی شاید تمہارے لئے قابلِ قبول نہ ہوتی۔ بہرحال میں پھر بھی اپنی پوزیشن کلیئر کرنا چاہتا ہوں۔ تمہیں میرے کہے پر بھروسہ کرنا ہوگا حمزہ! آئی سویئر، سندس میرے لئے سب کچھ ہے۔ وہ میرے لئے زندگی سے بڑھ کر ہے۔ اسے فراموش کر دینا میرے لئے ممکن نہیں، سندس کی محبت کسی دوسرے فریق کی چاہت سے کبھی آلودہ نہیں ہو سکتی کیونکہ اس لڑکی سے میری انڈر اسٹینڈنگ جذبوں اور والہانہ چاہت کے پُرگداز احساس پر Base کرتی ہے۔ وہ مجھ سے اتنی زیادہ اٹیچ ہے کہ اس کے بغیر میں سانس بھی نہیں لے سکتا۔ میری زندگی میں اس کا جو مقام ہے، وہ بہت خاص اور Singularity کی بنیاد پر ہے۔ اس اکائی کو منال کی کوئی جذباتی حرکت توڑ نہیں سکے گی۔ یہ اکائی اپنی یکتائی میں ہمیشہ امر رہے گی۔''

حمزہ کے لبوں پر چپ کی مہر لگ گئی۔ دائم کا ہر لفظ اس کے خلوص کا مظہر تھا اور سندس سے اس کی بے پناہ محبت اور جذباتی تعلق کی ضمانت تھا۔ یہ ضمانت بے حد معتبر تھی۔ اب جواب میں کچھ کہنا زیادتی کے زمرے میں شمار ہوتا۔ سو وہ لب بستگی سے سر جھکائے کھڑا رہا۔ لمحوں کی خاموشی دونوں دوستوں کے درمیان ایک دیوار کی صورت حائل رہی۔ پھر دائم ہی نے اس سکوت کو توڑا تھا۔

''ایک بات بتاؤ، حمزہ! یہ کارڈ تمہاری گاڑی میں آیا کیسے؟ اگر کارڈ منال نے تمہیں نہیں دیا تو پھر وہ کون ہے جس نے یہ جرأت کی ہے؟ کہیں یہ آپا کی شرارت تو نہیں؟ ہو سکتا ہے، وہ تمہیں آزمانے کے لئے.....''

''ارے نہیں دائم!'' حمزہ نے تیزی سے اس کی بات کاٹ ڈالی۔ ''آپا کبھی اس حد تک نہیں جا سکتیں۔ وہ مجھ سے بے پناہ محبت کرتی ہیں۔ وہ ایسے کارڈ لکھ کر مجھے ذلیل کرنے کی کوشش کبھی نہیں کریں گی، لیکن.....'' اس نے سر اٹھا کر پُرسوچ نگاہ سے دائم کو دیکھا۔ ''لیکن یہ کارڈ میری گاڑی میں کیسے آیا، یہ واقعی سوچنے والی بات ہے۔ سمجھ نہیں آتا، منال کب یہ کارڈ

میری گاڑی میں رکھ کر چلی گئی۔'' وہ فکرمند ہو کر دو انگلیوں سے اپنا ماتھا رگڑنے لگا۔ اس کے چہرے کا تاثر خاصا گمبھیر تھا۔

دائم کچھ پل اسے چپ چاپ دیکھتا رہا، پھر ایک گہری سانس لے کر ہولے سے بولا۔

''چھوڑو اسے، فی الحال جو اچھی بات ہے، تم اپنا دھیان اس کی طرف رکھو۔ منال کی تحریر تمہارے دل کا اطمینان ہے۔ تمہارے لئے یہی کافی ہونا چاہئے۔ باقی کی بات بعد میں خود بخود کھل جائے گی۔ تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ جو ہوا سو اچھا ہوا۔ اب ہمیں بھی گھر چلنا چاہئے۔ اگر تم کہو تو میں کسی ٹیکسی کو روکوں؟''

''ہاں، ٹیکسی ٹھیک رہے گی۔ میری گاڑی شاید کل ملے۔ کیونکہ سروس کرانے میں کچھ وقت تو لگے گا نا۔''

''ہاں ٹھیک ہے، تم اپنی گاڑی میں پڑی چیزیں نکلوا لو۔ جب تک میں کسی ٹیکسی کو روکتا ہوں۔'' اس نے قدم بڑھا دیئے۔ مگر حمزہ کی تیز آواز نے اسے اگلے ہی پل روکا تھا۔

''ٹھہرو دائم!..... میرا خیال ہے، گھر کے بجائے ہمیں ہسپتال جانا چاہئے۔ کل میں منال کو ملنے نہ جا سکا۔ وہ یقیناً میرے انتظار میں ہو گی۔''

''اوکے، جیسا تم مناسب سمجھو۔ میں تمہیں ہاسپٹل کے گیٹ پر چھوڑ دوں گا۔''

''کیوں؟'' حمزہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ ''کیا تم منال کی خیریت پوچھنے نہیں جاؤ گے؟''

''نہیں حمزہ!..... اس لڑکی کا رویہ میں سہہ نہیں پاتا۔ وہ بہت طنزیہ گفتگو کرتی ہے۔ آئی تھنک، شی ہیٹس می۔'' وہ یہی کہہ سکتا تھا۔

''ارے.....'' حمزہ اس کے تذبذب پر بے اختیار ہنس پڑا۔ ''کیسی بے کار باتیں کر رہے ہو یار! بھلا منال تم سے نفرت کیوں کرے گی؟ وہ ذرا مختلف مزاج کی لڑکی ہے۔ دوسروں کو زچ کرنا، انہیں ستا کر حظ اٹھانا اس کی سرشت میں شامل ہے۔ یاد ہے، منگنی کے روز بھی اس نے تمہیں کتنا تنگ کیا تھا۔ بھابی کہنے سے منع کر رہی تھی۔ ورنہ سچ بات یہ ہے دائم! کہ اس کی فطرت کا چلبلا پن اُسے ٹِک کر بیٹھنے نہیں دیتا۔ شوخی و شرارت اس کے مزاج کا حصہ ہے۔''

''ہاں۔'' دائم کا لہجہ خاردار تھا۔ ''میری ان آنکھوں نے وہ چلبلا پن کچھ زیادہ ہی دیکھا ہے حمزہ! محترمہ دوسروں کی ٹانگ کھینچنے میں بے حد انٹرسٹ رکھتی ہیں۔ تم منال کو Mischievous کہہ لو، بٹ اِف یُو ڈونٹ مائنڈ، آئی وُڈ لائیک ٹُو سے سم تھنگ۔''

''ہاں ہاں کہو۔ بھلا میں کیوں برا مانوں گا تمہاری کسی بات کا؟'' حمزہ تھوڑا محتاط ہو گیا۔ اس کی نظر دائم کے چہرے پر تھی۔

وہ نظریں چرا کر بولا۔ ''دیکھو حمزہ! میں تمہارے ساتھ ہسپتال جانا نہیں چاہتا۔ تمہیں منال کو لے کر مجھ پر جو شک تھا، اگر وہ دور ہو گیا ہے تو پھر اس شک کو دوبارہ ہوا دینے کی ضرورت

کیا ہے؟ کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم اپنی اپنی جگہ تھوڑی احتیاط سے کام لیں۔ میں سمجھتا ہوں، منال کا بچپنا ہمارے درمیان تفریق کی کوئی لکیر ضرور کھینچ دے گا۔ سو زندگی کے اس موڑ پر اگر ہم دونوں دوست اپنی آئندہ زندگی کی خوشیوں کی خاطر اپنے تعلقات کو تھوڑا محدود کر لیں تو یہ ہماری میرڈ لائف کے لئے بہتر رہے گا۔ ہماری دوستی ہمیشہ سلامت رہے گی۔ لیکن وقت کی مصلحت کے تحت ہمیں یہ قدم دانشمندی سے اُٹھا لینا چاہئے تاکہ دونوں کا بھلا ہو سکے۔ آئی تھنک، تم میری بات یقیناً سمجھ رہے ہو گے۔ آج اس موڑ پر اپنی دوستی کو تھوڑا سمیٹ لینا ہمارے حق میں بہتر ہے۔ سو تمہیں بھی کوئی ایک فیصلہ کر لینا چاہئے۔''

دائم نے پلٹ کر اسے دیکھا تو حمزہ کی سنجیدگی بھانپ کر کچھ شرمسار سا ہو گیا۔ وہ بہت خشمگیں انداز لئے اسے دیکھ رہا تھا۔ دائم سٹپٹا گیا۔

''مم..... میرا خیال ہے، تم میری باتوں کو مائنڈ کر بیٹھے ہو۔ دیکھو، اسی لئے میں نے پہلے ہی معذرت کر لی تھی، تاکہ تم.....''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے دائم!'' حمزہ نے تیزی سے اس کی بات اچک لی۔ ''تمہارا ایثار قابلِ تعریف ہے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں، تم میری اور اپنی خوشیوں کو روندنا نہیں چاہتے بلکہ پُرسکون زندگی جینے کا راستہ فراہم کر رہے ہو۔ مجھے بھی یہ راستہ اچھا لگے گا۔ مگر میرے دوست! ایثار وہ جذبہ ہے، جو انسان کا دوسرے انسان سے تعلق مضبوط بناتا ہے۔ اگر تم اپنا اور میرا تعلق دوستی کے حوالے سے مضبوط کرنے کے باوجود بھی یہ چاہتے ہو کہ آنے والی زندگی کے سکھ کے لئے ہم اپنی دوستی کو محدود کر لیں تو دائم! یہ..... یہ مجھے منظور نہیں ہے۔ جس طرح تم سندس کو دل کی گہرائی سے چاہتے ہو، اسی طرح منال میری تقدیر میں لکھ دی گئی ہے۔ میں اس لڑکی پر فریفتہ ہوں۔ وہ ہمیشہ سے مجھے بہت اچھی لگتی ہے۔ اسی لئے پوری ایمان داری سے میں نے عرفان کو اپنے جذبات سے آگاہ کر کے منال کا رشتہ مانگا تھا۔ عرفان ایک سمجھ دار لڑکا ہے، اس نے دوستی کا مان رکھا اور اعتراض کئے بغیر میری چاہت کو میری زندگی کا حصہ بنا دیا۔ اس کی رضامندی میرے لئے احسان سے کم نہیں۔ پھر بھی دائم! آج زندگی کے اس پل تم دوستی کو مختصر کرنے کی بات کرتے ہو تو میں اسی دوستی کی خاطر تمہارا کہا ماننے سے صاف انکار کرتا ہوں۔ اپنے بچپن سے بنتے اس دوستانہ تعلق پر میں منال سے رشتہ توڑ سکتا ہوں مگر تم سے.....''

حمزہ نے آگے بڑھ کر دائم کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ دیئے اور گلوگیر انداز سے بولا۔ ''تم سے دُوری مجھے منظور نہیں۔ اگر تم سمجھتے ہو، منال کی وجہ سے ہم دونوں کے درمیان کوئی خلیج پیدا ہو سکتی ہے تو میں اپنے قسمت کی ریکھا سے منال کا نام مٹا سکتا ہوں۔ لیکن میرے ساتھ پل کر جوان ہوا یہ تعلق خاص یہ دوستی کبھی ختم نہیں ہو گی۔ میں اس دوستی کا گلا نہیں گھونٹ سکتا۔''

''اوہ حمزہ.....!'' دائم ایک شرمساری سے بے اختیار اس سے لپٹ گیا۔ ''تم اتنے جذباتی ہو یار!''

''ہاں....!'' حمزہ نے اسے اپنی بانہوں میں جکڑ لیا۔ ''میں بہت جذباتی ہوں تمہارے لئے اور تمہاری دوستی کے لئے۔ تم، میں اور عرفان۔ یہ Triangle پُرخلوص اور سچی دوستی سے سجی ہے، اسے ٹوٹنا نہیں چاہئے۔ نہ آج اور نہ آئندہ کبھی۔ سو تم اپنے کہے الفاظ واپس لو۔''

''او کے یار! آئی ایم سوری۔'' دائم نے اس کے اطراف اپنے بازوؤں کا حصار مضبوط کر ڈالا۔ ''تم نے میرے چھکے چھڑا دیئے۔ ساری باتوں کے جواب میں ایسے دلائل دیئے ہیں کہ میں ہار گیا۔ No doubt, you made a good score. سو میں اپنے سارے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ ہماری دوستی ہمیشہ قائم رہے گی۔ منال اور سندس اس دوستی کی آزمائش نہیں بنیں گی۔ یہ میرا یعنی تمہارے دوست کا وعدہ ہے۔ میں، عرفان اور تم ہمیشہ ساتھ رہیں گے اور ہمیشہ ایک دوسرے سے وفاداری کریں گے۔''

''تھینک یُو۔'' وہ اس بار پورے دل سے مسکرایا اور اس کی طرف جھک کر شوخی سے بولا۔ ''اب ہسپتال چل رہے ہو یا نہیں؟''

''چلوں گا۔ کیونکہ اب کسی انکار کی گنجائش کہاں ہے۔ سو پہلے مجھے کچھ پھول اور پھل لینے دو۔ منال خیال کرے یا نہ کرے، تم ضرور دیکھو گے، میں کتنے خلوص سے تمہاری منگیتر کا احوال پوچھنے جا رہا ہوں۔ اب میرا اسکور بھی کم نہیں ہونا چاہئے۔''

یہ کہتے ہوئے وہ ہنس دیا تھا۔ اس کے زوردار قہقہے میں حمزہ بھی برابر کا شریک تھا، جس کے وجود پر سرشاری اُتر آئی تھی۔ لیکن اب دائم کے اعصاب پر چیونٹیاں سرسرا رہی تھیں۔ ہسپتال کے سرجیکل وارڈ میں منال کے سامنے بیٹھ کر خود کو اس کے ذومعنی جملوں سے محفوظ رکھنا ایک کارِ محال تھا۔ وہ لڑکی آج حمزہ سے اپنائیت کا دانستہ اظہار کر کے اسے مسلسل زِچ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کیوں کر رہی تھی وہ ایسا؟..... کیوں حمزہ کو اپنے التفات کا احساس دلا رہی تھی؟

جز بز ہوتا دائم یہ سمجھنے سے قاصر تھا۔ مگر یہ طے تھا، اسے منال کا یہ اندازِ دلبری ایک آنکھ نہیں بھا رہا تھا۔ وہ کوئی بڑا ڈرامہ رچا رہی تھی، جس میں اس کی کامیاب اداکاری دائم اور حمزہ کو الجھائے جا رہی تھی۔ منال کے اچانک ملنے والے کارڈ نے جہاں حمزہ کے دل پر پڑی گرہ کو کھولا تھا، وہیں دائم کے اندر ایک اذیت بھرا احساس بھی اُتار دیا تھا، جس کی جلن ہر گزرتی ساعت کے ساتھ بڑھ رہی تھی اور اسے تڑپا رہی تھی۔

❁

زباں پہ مہر لگانا تو کوئی بات نہیں
بدل سکو تو بدل دو میرے خیالوں کو

تحریم واقعی حمزہ کے لئے بے حد فکرمند تھی، اسی لئے ماں سے اپنا دُکھ بانٹ کر اُٹھی تھی۔ کتنی ہی دیر دونوں حمزہ کو موضوع بنائے اپنی اپنی کہتی سنتی رہی تھیں۔ وقت گزرنے کا احساس

انہیں تب ہوا، جب حمزہ نے گھر کا بیرونی گیٹ کھول کر مرکزی دروازے تک کا فاصلہ تیز قدمی سے طے کیا تھا۔ وہ ماں اور بہن کو اشارے سے سلام کرتا سیدھا کمرے میں چلا گیا۔ آج وہ گاڑی کے بغیر گھر آیا تھا۔ تحریم اور امی، حمزہ کی اس طور آمد پر چونک کر ایک دوسرے کی صورت تکنے لگیں۔ دونوں کے دل بے تال دھڑکنے لگے تھے۔

''تم نے دیکھا تحریم.....!'' ان کے لہجے میں ملال شامل تھا۔ ''کیسے چپ چاپ اندر کو چلا گیا۔ سلام بھی اشارے سے کیا ہے، حمزہ نے۔ ایک تو غلط بات کرتا ہے، پھر آپ ہی ناراضگی کا اظہار بھی کر ڈالتا ہے۔ آخر وہ کیا سمجھتا ہے، ہم اسے منانے آئیں گے؟''

''ارے نہیں امی! وہ خفا نہیں ہے، صرف دکھاوا کر رہا ہے، ہماری توجہ حاصل کرنے کے لئے۔'' آپا نے ماں کو تسلی دی۔

''دکھاوا؟'' امی نے چونک کر بیٹی کی صورت دیکھی۔ ''نہیں تحریم! حمزہ خود پر کبھی پردہ نہیں ڈالتا۔ وہ اپنے احساسات کو ظاہر کر دیتا ہے۔ صبح وہ تم سے بگاڑ کر نکلا تھا، سو دیکھ لو، اس نے تمہاری طرف منہ تک نہیں کیا۔ اللہ جانے، اس لڑکے کو کیا ہو گیا ہے۔ تم سے اتنی چاہت کرتا ہے، مگر منال کی خاطر زود رنجی پر اُتر آیا ہے۔ تحریم! کیا ہم اس کی بھلائی کے لئے کچھ برا بھی نہیں کہہ سکتے؟''

''کہہ تو سکتے ہیں امی! لیکن ابھی موقع نہیں ہے۔ اگر حمزہ اپنے جذبات نہیں چھپاتا تو ہمیں بھی خود کو بہت صاف رکھنا ہو گا۔ وہ میرے کہے پر برا مانتا ہے تو مانے۔ پر میں اپنے لفظوں پر قائم رہوں گی۔ میں اسے کسی حماقت میں ڈوبنے نہیں دوں گی۔ وہ بے شک ناراضگی کا اظہار کرے، میں غلطی کا احساس دلاتی رہوں گی۔''

''لیکن یہ ٹھیک نہیں ہو گا تحریم! ایسا کر کے تم غلطی کرو گی۔ تمہاری صاف گوئی اسے ضدی بنا چکی ہے، وہ بھی اس قدر کہ وہ بدتمیزی کرنے سے بھی نہیں چُوک رہا۔ تم اسے اس کے حال پر چھوڑ دو بیٹا! انسان اپنی عزت آپ کرواتا ہے۔ تم خوش رہو گی تو وہ realize کر لے گا۔''

''میں جانتی ہوں امی!..... میں یہ بھی جانتی ہوں، وہ مجھے ٹوٹ کر چاہتا ہے۔ وہ میرا ادب و احترام اسی طرح کرتا ہے، جیسے آپ کا۔ سو یہ وقتی غبار ہے، چھٹ جائے گا۔ اس کی آنکھوں سے [illegible] ہٹے گا تو اپنے آپ ہر چیز واضح ہو جائے گی۔''

''ہاں، خدا کرے ایسا ہی ہو۔'' امی نے ایک گہری سانس بھری۔ ''لیکن نہ جانے یہ وقت کب آئے گا؟ مجھے بہت فکر ہو رہی ہے تحریم! تم ایسا کرو، خود جاؤ اس کے کمرے میں اور کھانے کا پوچھو۔ اگر اس کا موڈ بہتر ہوا تو تمہیں ضرور جواب دے گا۔''

''چلئے ٹھیک ہے۔'' وہ فوراً اُٹھ گئیں۔ ''میں جاتی ہوں اس کے پاس۔''

''ابھی ذرا ٹھہرو۔'' امی نے اسے روکا۔ ''دیکھو، بحث مت کرنا اس سے، وہ بہت بدلحاظ ہو گیا ہے۔''

''آپ فکر مت کریں، میں ایسا کچھ نہیں کروں گی۔''

انہوں نے قدم بڑھا دیئے۔ جب ہی ٹیرس کی آہنی گرِل کو تھام کر حمزہ نے نیچے جھانکا۔

''آپا!.....آپ کا فون ہے شارجہ سے۔ کمال بھائی بات کرنا چاہتے ہیں۔ پلیز، ذرا جلدی چلی آیئے۔''

''اوکے، میں آ رہی ہوں۔'' تحریم اپنے شوہر کا نام سنتے ہی لپکتی لاؤنج کی طرف بڑھ گئیں۔ کمال آن لائن تھے۔ وہ کتنی ہی دیر ان سے بات کرتی رہیں۔ کمال انہیں واپس آنے کا کہہ رہے تھے، لیکن آپا نے چند دن مزید ٹھہرنے کی اجازت لے لی۔ وہ حمزہ کو بیچ منجدھار میں چھوڑ کر واپس کیسے جا سکتی تھیں؟ فون پر بات کرنے میں آدھا گھنٹہ نکل گیا اور پھر جب وہ حمزہ کے کمرے میں پہنچیں تو وہ سونے کی تیاری میں تھا۔ اسے نائٹ سوٹ میں ملبوس دیکھ کر آپا دروازے پر ہی رک گئیں۔

حمزہ نے آہٹ پا کر مُڑ کے دیکھا اور انہیں تصویر بنا دیکھ کر فوراً ہی بولا۔

''آپ رک کیوں گئیں آپا! اندر آیئے نا۔''

''تم سونے لگے ہو شاید، کھانا نہیں کھاؤ گے؟'' وہ اب بھی وہیں کھڑی تھیں۔

''نہیں، مجھے بھوک نہیں ہے آپا!'' وہ قریب آ گیا اور ان کا ہاتھ تھام کر کرسی کے پاس لاتا ہوا بولا۔ ''یہاں بیٹھئے نا، میرے پاس آ کر۔ یاد ہے، مجھے یہ Revolving chair آپ ہی نے گفٹ کی تھی۔'' حمزہ نے نرمی سے انہیں وہاں بٹھایا۔

آپا مسکرا دیں، انہوں نے پلکیں اٹھا کر اسے ایک نظر دیکھا، پھر کرسی سے ٹیک لگاتے ہوئے بولیں۔ ''تمہیں بھوک کیوں نہیں ہے حمزہ! کیا اس لئے کہ خفا ہو مجھ سے؟''

''ارے نہیں آپا!'' حمزہ نے چونک کر انہیں دیکھا۔ ''کیوں گناہ گار بنا رہی ہیں مجھے؟ میں کیوں ناراض ہونے لگا آپ سے؟''

''پھر کھانے سے کیا جھگڑا ہے؟''

''کوئی جھگڑا نہیں۔'' وہ ان کے مقابل اپنے پلنگ پر ٹِک گیا۔ ''دراصل آج منال کی عیادت کو گیا تھا، وہ کھچڑی کھا رہی تھی۔ اس کے اصرار پر میں نے بھی چند لقمے اٹھا لئے۔ بس طبیعت کچھ ایسی سیر ہوئی کہ بھوک ہی مٹ گئی۔

اس نے وجہ بتائی تو نہ چاہ کر بھی آپا کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

''تو یوں کہو کہ پیٹ پوجا کروا کے بھیجا ہے تمہیں گھر پر۔''

''جی، آپ ایسا سمجھ لیجئے۔'' وہ کچھ بدلحاظ ہو گیا۔

''ہوں.....تو اس کا مطلب ہے، تم باز نہیں آؤ گے حمزہ؟'' آپا کا لہجہ تند تھا۔

''کس چیز سے آپا؟'' وہ دانستہ انجان بن گیا۔

اُس کی یہ ادا، آپا کی برداشت آزما گئی۔ وہ کلس کر بولیں۔

''تم اچھی طرح جانتے ہو، میرا اشارہ کس طرف ہے۔ دیکھو، امی اور مجھے اس طرح مت ستاؤ۔ منال اچھی لڑکی نہیں ہے۔ میں اور امی چاہتے ہیں، یہ منگنی توڑ دی جائے۔ میں تمہارے لئے ایک نئی لڑکی ڈھونڈوں گی، پھر تم.....''

''اسٹاپ اِٹ آپا.....!'' اس نے ہاتھ اٹھا کر تیزی سے ان کی بات قطع کر ڈالی۔ ''میں جانتا ہوں، آپ کیا چاہتی ہیں۔ یہی نا کہ کسی دوسری من پسند لڑکی سے میرا ماتھا پھوڑ سکیں۔ لیکن میں ایسا ہونے نہیں دوں گا۔ منال سے میرا تعلق برقرار رہے گا۔ میں نے اس لڑکی کو زندگی کا رفیق چنا ہے تو وہی لڑکی، آپ کی اور امی کی بہو بن کر اس گھر میں آئے گی، ورنہ آپ کی بے جا مداخلت زندگی بھر مجھے شادی نہ کرنے کی قسم کھانے پر مجبور کر دے گی۔''

''لیکن ان باتوں کا فائدہ کیا ہے حمزہ؟.....تم ہمیں اپنا دشمن مت سمجھو، ہم تمہیں سچائی دکھانے کی کوشش کر رہے ہیں اور تم ہو کہ کچھ دیکھنا ہی نہیں چاہتے؟ کیوں اپنی بربادی کا سامان کر رہے ہو؟ اللہ کے واسطے، حمزہ! ہوش میں آؤ۔ وہ لڑکی، جسے تم زندگی کا ساتھی بنانے کا سوچ رہے ہو، وہی لڑکی تمہارے ساتھ دائم کی زندگی کو بھی اُلجھائے دے رہی ہے۔ وہ دائم کے لئے شاید سنجیدہ ہو، مگر تمہارے لئے نہیں ہو سکتی۔ دیکھو بیٹا! ہر خواہش پوری ہو، یہ ضروری نہیں ہے۔ کبھی کبھار ہم کسی کو پانے کی دعا دل سے کرتے ہیں۔ مگر وہ بھی ہمارا اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ خود کسی دوسرے کی چاہت کر رہا ہوتا ہے۔ منال کی چاہت تم نہیں ہو میری جان! وہ دائم ہے، وہ لڑکی دائم کو چاہتی ہے۔''

''یہ بالکل غلط ہے۔'' حمزہ کا اطمینان دیکھنے لائق تھا۔ ''It just ridiculous.''

اس کے الفاظ بے حد غیر متوقع تھے۔ آپا کا ماتھا ٹھنکا۔ انہیں اپنی باتوں کے جواب میں اس کے شدید ری ایکشن کی توقع تھی۔ ان کا خیال تھا کہ حمزہ ان کی باتوں پر اپنا ٹیمپر لُوز کر جائے گا۔ مگر وہ بڑے سکون سے بولا۔ ''اللہ جانے، آپ کو بے چارے دائم سے کیا دشمنی ہے جو آپ لے دے کے ہر بار اسے منال سے جوڑ دیتی ہیں؟ کیوں غلط فہمی میں مبتلا ہیں آپ؟.....سچ بات تو یہ ہے آپا! کہ دائم اور منال میں کوئی جذباتی تعلق ہے ہی نہیں۔ وہ اس لڑکی کی شوخیوں میں زِچ رہتا ہے۔ آج بھی ہاسپٹل میں نقاہت کے باوجود منال اسے جی بھر کے ستا رہی تھی، ہم سب کی موجودگی میں دائم پر ریمارکس پاس کر رہی تھی۔ وہ ایسی ہی ہے آپا! یہ اس کا اسٹائل ہے، میں منال کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ، وہ نہیں ہے، جو آپ کو دکھائی دیتی ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے آپا! کہ جو ہمیں دکھائی دے، وہی سچ ہو۔ کبھی کبھار آنکھوں دیکھی حقیقت کسی اور سچائی کا اظہار ہوتی ہے۔''

''یس، exactly'' تحریم نے فوراً اُس کی بات کی تائید کی۔ ''یہی بات میں بھی کہہ رہی ہوں، حمزہ! جو تم دیکھ رہے ہو، وہ سچ بھی ہو، یہ ضروری نہیں ہے۔ سچ میں ایک خرابی بھی ہوتی ہے میری جان! کہ وہ کسی کا بھرم نہیں رکھتا۔ سو میں تمہیں solid truth بتانے سے گریز کر

رہی ہوں۔ میرا سچ یہ ہے کہ منال بہت جلد تمہیں اور دائم کو ایک دوسرے کے خلاف کھڑا کر دے گی۔ اس لڑکی سے بچو حمزہ!''

''ہاؤ اسٹرینج.....'' حمزہ نے سر جھٹک کر ایک تمسخر سے انہیں دیکھا۔ ''آپ بھی جانے کیسی کیسی باتیں سوچ لیتی ہیں آپا؟ جو حقیقت سامنے نہیں، اسے اپنے نظریئے کے مطابق visualize کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ شاید آپ منال کو لے کر کسی inferiority complex میں مبتلا ہیں۔ سچ، ترس آتا ہے مجھے آپ پر۔ آخر آپ ایسا کیوں کر رہی ہیں؟''

''دیکھو، تم حد سے بڑھ رہے ہو حمزہ.....!'' آپا کا لہجہ یکدم بدل گیا، تلخی سے بولیں۔ ''آج تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو میں اس کی زبان گدی سے کھینچ لیتی۔ مگر تم میرے بھائی نہیں، بیٹے کی حیثیت رکھتے ہو، سو تمہیں معاف کرتی ہوں۔ مگر ایک بات کان کھول کر سن لو، جس بات پر تم بضد ہو، وہ میرا نہیں، تمہارا Inferiority complex ہے۔ کیونکہ تم منال اور اپنی محبت کے سوا کچھ دیکھنا، سوچنا نہیں چاہتے، میں پھر بھی یہ ضرور کہوں گی، اپنی آنکھیں کھول کر سچ کا سامنا کرو۔ منال، دائم کی محبت میں گرفتار ہے، وہ تمہیں نہیں چاہتی، ڈیم اِٹ۔''

''اوکے۔'' اس نے لاپروائی سے کاندھے اچکا کر انہیں دیکھا۔ ''آپ نے اپنی بات ثابت کرنے کے لئے کوئی ثبوت بھی تلاش کیا ہے، یا آج بھی یونہی میرا وقت ضائع کرنے کو آئی بیٹھی ہیں؟''

آپا سلگ کر اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ ''میں ثبوت بھی لے کر آؤں گی، حمزہ! دو دن کا وقت طے ہے، ذرا اسے گزرنے تو دو۔''

''ہونہہ.....دو دن۔'' اس کا لہجہ گرم ہو گیا۔ ''میں دو دن گزرنے کا انتظار نہیں کر سکتا۔ جو ثبوت آپ دینا چاہتی ہیں، ساری عمر ڈھونڈتی رہیے گا، لیکن جو ثبوت مجھے آپ کو دینا ہے، وہ ابھی اور اسی وقت آپ کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے امید ہے، وہ پروف آپ کی تسلی کر دے گا اور آپ آئندہ مجھ سے اس ٹائپ کی conversation بالکل نہیں کریں گی۔ میں بار بار ایک ہی ٹاپک کو لے کر آپ سے تکرار نہیں کر سکتا۔ مجھے اپنی عزت سے زیادہ آپ کی عزت عزیز ہے آپا!''

آپا کی بولتی بند ہو گئی، وہ منہ کھولے چھوٹے بھائی کا چہرہ دیکھ رہی تھیں، جو کچھ دیر انہیں چپ چاپ گھورتا رہا، پھر اٹھ کر سائیڈ ٹیبل کی طرف چلا آیا۔ دراز کھول کر اس نے ایک کارڈ نکالا اور مڑ کے آپا کی طرف بڑھا دیا۔ تحریم نے میکانکی انداز میں اسے تھام لیا۔

گلابی لفافے کے باہر حمزہ کا نام تحریر تھا۔ وہ سر اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے بولیں۔ ''کیا ہے یہ؟''

ان کا ذومعنی سوال، حمزہ کو کسی تیر کی طرح چبھا۔ ''وہی ہے، جس کی آپ کو اشد ضرورت ہے۔ آئی مین، وہ ثبوت جس کے ذریعے یہ ثابت ہو سکے کہ منال کی محبت کس کے نام ہے۔

اور سنیے آپا! اس کے بعد آپ اس بارے میں مجھ سے دوبارہ کوئی سوال کرنے کی کوشش نہیں کریں گی، اوکے؟''

''اوکے۔'' آپا کے نرم گلابی لبوں پر بے حد سلگتی مسکراہٹ اُبھری۔ انہوں نے گلابی لفافے میں رکھا کارڈ باہر کھینچ لیا۔ ٹائٹل پر موجود دو ہاتھوں کی جذباتی گرفت کو انہوں نے نظر بھر کے دیکھا، پھر تمسخر اُڑاتی نگاہ حمزہ پر پڑی، جوان کے تاثرات جانچ رہا تھا۔ آپا نے کاندھے اچکائے اور کارڈ کھول کر اس میں لکھی تحریر پڑھنے لگیں۔ لکھنے والے نے سرخ روشنائی استعمال کی تھی۔

''اس شخص کے نام، جس نے میری زندگی کا مفہوم بدل دیا، خیالات بدل دیئے اور خوابوں کی دنیا ہی بدل ڈالی۔ میں اس کی رفاقت پر خوش ہوں، کاش! میں یہ بات اسے کہہ سکتی۔ (منال)''

''اوہ مائی گاڈ.....!'' آپا کی بے ساختہ ہنسی کسی رواں جھرنے کی طرح پھوٹ پڑی۔ انہوں نے لب دبا کر شوخ نگاہوں سے حمزہ کو دیکھا اور کارڈ بستر پر پھینک کر دروازے کی طرف پلٹ گئیں۔ حمزہ کے وجود پر ڈھیروں پانی آ گرا۔ بے حساب جھینپ کر وہ آگے بڑھ آیا۔

''ٹھہریے آپا! اب کیا ہوا؟ آپ کچھ کہے بنا باہر کہاں چل دیں؟''

''سوری حمزہ.....!'' آپا نے بمشکل اپنی ہنسی کو کمرے کی خاموش فضا میں بکھرنے سے روکا۔ ''تم جتنا بے وقوف مجھے سمجھتے ہو نا، اتنی احمق میں ہوں نہیں۔ تم ابھی تک بہت بچے ہو، سویٹ ہارٹ.....!'' ان کے مسکراتے لبوں سے ادا ہونے والے جملے حمزہ پر کسی آگ کی طرح برسے۔

''واٹ ڈُو یُو مین؟'' وہ بے حساب سلگ اٹھا۔ ''آپ کیوں ہنس رہی ہیں آپا؟''

''تم نہیں سمجھو گے حمزہ.....!'' وہ اسی بشاشت سے بولیں اور قدم بڑھا دیئے۔

''میں کیا نہیں سمجھتا؟'' حمزہ نے تیزی سے بڑھ کر ان کا راستہ روک دیا۔ ''آخر میں کیا سمجھ نہیں سکتا، آپا؟''

''یہی کہ میں تمہاری بڑی بہن ہوں اور سمجھو تو ماں بھی۔ مگر تم.....'' انہوں نے سر تا پا اسے بغور دیکھا۔ ''تم ابھی بہت بچے ہو میرے سامنے۔ یُو نو، حمزہ! چالاکی سے کام لینے سے پہلے چالاک بننا ضروری ہے، ورنہ دھوکا دینا اتنا آسان کیوں ہو؟''

''دھوکا.....؟'' وہ بری طرح اُلجھا۔ ''کیا مطلب ہے آپ کا؟.....پلیز، کھل کر کہیے آپا! کون سا دھوکا دے ڈالا میں نے آپ کو؟''

''دیکھو حمزہ.....!'' آپا نے اس کے چوڑے شانے پر نرمی سے ہاتھ پھیرا۔ ''ہم سب ایک آسمان تلے رہتے ضرور ہیں، مگر یاد رکھنا، ہمارے قدموں تلے زمین کبھی ایک جیسی نہیں ہوتی۔ یہی بات ہیومن نیچر پر بھی دلالت کرتی ہے۔ تم مجھے سمجھ نہیں سکے، اس بات کا مجھے دکھ

نہیں۔ لیکن تم مجھے، اپنی آپا کو دھوکا دو گے، یہ بات مجھے بالکل اچھی نہیں لگی اور اسی لئے مجھے ہنسی آ گئی۔ کسی بچے کی طفلانہ حرکت ماں کے لئے ہنسی کا باعث بنتی ہے بیٹا! میں بھی خود پر قابو نہ رکھ سکی۔ سو یُو ڈونٹ مائنڈ۔ آئی ایم سوری۔"

"اوفوہ.....!" حمزہ نے جھلا کر انہیں دیکھا۔ "اللہ جانے، کیا بول رہی ہیں آپ۔ مجھے کچھ پلّے نہیں پڑ رہا۔"

"چلو، میں سمجھائے دیتی ہوں۔ گو کہ ضرورت نہیں ہے، لیکن تم انجان بننے کا ڈرامہ رچا رہے ہو تو میں بھی صبر کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دوں گی۔" انہوں نے اس بار کڑی نگاہ سے بھائی کو دیکھا۔ "سنو حمزہ! ابھی تم نے کہا تھا، تم منال کے پاس سے آ رہے ہو کھچڑی کھا کر۔ کہا تھا نا؟"

"جی....." حمزہ نے سر ہلا کر اقرار کیا۔ "کہا تھا۔"

"اور تم نے کہا کہ آج منال پہلے سے بہتر تھی اور سب کے درمیان رہ کر بھی دائم پر ریمارکس پاس کر رہی تھی۔"

"جی، یہ بھی کہا تھا میں نے۔" وہ کچھ نہ سمجھ کر دوبارہ بول اٹھا۔

"تو مائی ڈیئر.....!" آپا نے مسکرا کر حمزہ کی آنکھوں میں دیکھا۔ "ایسے خوشگوار ماحول میں اس جیسا کارڈ جو تم ثبوت کے طور پر اٹھا لائے ہو، لکھوانا کون سا مشکل کام ہے؟ منال جیسی ہوشیار لڑکی کے لئے تمہاری طفلانہ خواہش کو پورا کرنا بہت آسان ہے۔ سو جو تم نے کہا، اس نے لکھ ڈالا۔ میں تمہاری چوائس سے بخوبی واقف ہوں حمزہ! تمہاری جذباتیت بھی میری نگاہ میں ہے، میں جانتی ہوں، یہ کارڈ تمہاری selection ہے۔ کارڈ تم نے آپ خریدا اور لکھوایا منال سے یعنی ڈبل کراس اینڈ ڈبل کنکشن۔ کوشش اچھی ہے برادر! یُو جسٹ کیپ اِٹ اپ۔ لیکن یاد رکھنا، ایسی احمقانہ کوشش کسی دوسرے کے سامنے مت کرنا۔ کیونکہ کوئی دوسرا شاید تمہیں میری طرح معاف نہ کر سکے۔"

"واٹ دی ہیل....." حمزہ نے سر پیٹ لیا۔ آپا کی سوچ اور ان کی وضاحت، حمزہ کو بے حال کر گئی۔

ادھر آپا کی گہری نظر، بھائی کا ہر تاثر جانچ رہی تھی، اسے لال ہوتا دیکھ کر بولیں۔

"میرا خیال ہے، اب تم بیٹھ جاؤ اور اپنی حماقت پر غور کرو۔ اُمید ہے، میری ساری باتیں تمہارے پلّے پڑ جائیں گی۔ اور ہاں، کوئی اور ثبوت ملے تو ضرور لانا۔ میں اسے بھی اتنا ہی انجوائے کروں گی۔"

"فار گاڈ سیک، آپا!..... میری بات سنیے۔ آپ غلط فہمی کا شکار ہیں۔ یہ کارڈ میں نے نہیں خریدا، بلکہ....."

"اُف، بس کرو حمزہ.....!" انہوں نے ایک کھنکتے قہقہے کے ساتھ اسے روک دیا۔ "مجھے

کوئی غلط فہمی نہیں ہے، تم پریشان مت ہو اور جاؤ، اب سونے کی کوشش کرو۔ رات زیادہ ہو گئی ہے، تم بھی خاصا تھک گئے ہو گے۔ سو گڈ نائٹ۔ ہیوائے نائس ڈریم۔"

ان کی کہی ہر بات طنز سے بھرپور تھی۔ وہ آخر میں اسے سہانا سپنا دیکھنے کا طعنہ دے کر کمرے سے نکل گئی تھیں۔ ان کی ہنسی، حمزہ کا ضبط توڑ گئی۔ دماغ کا بوجھل پن جیسے پورے وجود کو گھیرے میں لے بیٹھا۔ اس نے پلٹ کر بے کسی سے سائیڈ ٹیبل پر پڑا نازک سا واز اٹھا کر دیوار پر دے مارا اور غصے سے بڑبڑایا۔

"جانے کیسی عورت ہے، میری کسی بات پر یقین ہی نہیں کرتی؟"

❁❁❁

تم کیا ہو میرے ، کچھ ہو یا کچھ بھی نہیں مگر
میری زندگی کے کاش میں اِک کاش تم بھی ہو

منال کی عیادت گلے پڑ گئی تھی۔ ہسپتال سے واپسی پر رات ہونے کو آئی تھی، مگر دائم کا ذہن اب تک بھنور کی سی کیفیت کے ساتھ چکرائے جا رہا تھا۔ کیا چیز تھی منال؟ اپنے انوکھے روّیے اور مبہم باتوں سے حمزہ اور دائم کو مسلسل ٹینشن دینے کی کوشش کر رہی تھی۔ شاید حمزہ کی ٹینشن، کارڈ ملنے کے بعد اس حد کو نہیں پھلانگی تھی، جس میں بندھ کر دائم ابھی تک سلگ رہا تھا۔ دل پر پڑا بوجھ اپنے آپ بڑھتا جا رہا تھا اور رات کے اس پہر جب اسے سکھ سے سو جانا چاہئے تھا، وہ رت جگے کے عذاب کو سہہ رہا تھا۔ بے قراری اور اضطراری کیفیت کسی طرح کم ہونے میں نہ آ رہی تھی۔ بستر پر کروٹیں بدل بدل کر بدن جیسے دُکھنے لگا تھا۔ ایسے میں اچانک موبائل کی تیز آواز، کانوں کے اندر نیزے کی انی بن کر چبھی تھی۔ وہ یک دم کرنٹ کھائے انداز میں پہلو بدل گیا۔ نگاہ بے ارادہ ٹیبل کلاک کی طرف اُٹھی تھی۔ رات کے گیارہ بج چکے تھے، اس نے بے زاری سے تکیے کے سہارے ٹِک کر موبائل اٹھایا اور نظروں کے سامنے کر لیا۔ اسکرین پر سندس کا نام جھلملا رہا تھا۔ دائم نے گہری سانس لے کر خود کو شانت کرنے کی کوشش کی اور لہجے کو دھیما رکھ کے ہیلو کہہ دیا۔

''ہائے، کیا کر رہے تھے دائم؟'' دوسری طرف سندس خوشگوار موڈ میں تھی۔

''ایک اچھی نیند لانے کی کوشش۔'' دائم کا جواب مختصر اور سنجیدہ تھا۔

سندس ٹھٹک سی گئی۔ ''کوشش کیوں؟..... تمہیں تو بستر پر لیٹتے ہی نیند آ جاتی ہے نا۔''

''پتہ نہیں، آج کیوں نہیں آ رہی۔''

''ارے، ایسی کیا افتاد پڑ گئی؟..... کیا منال یاد آ رہی ہے، دائم؟'' سندس کا لہجہ بدل گیا تھا۔

دائم جیسے انگاروں پر لوٹ گیا، تلملا کر بولا۔ ''تمہیں منال کے علاہ بھی کچھ سوجھتا ہے سونی؟ کیوں اس لڑکی کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئی ہو؟ کیوں اسے رقیب بنانے پر مُصر ہو؟''

''مُصر میں نہیں، تم ہو دائم!..... میں اب تمہاری نیت بھانپ گئی ہوں۔ وہ لڑکی تمہارے دل و دماغ کو hack کر رہی ہے اور تم بے بس ہوتے جا رہے ہو۔ ہسپتال جاتے ہو

اپنے علاج کے لئے اور مجھ سے چوری چھپ کر منال کی عیادت کر آتے ہو۔ میں جانتی ہوں دائم! اب تمہیں اس لڑکی کے سوا اور کچھ نہیں سوجھتا۔ تم بہانے بنانے پر اُتر آئے ہو۔''

''اونہہ، مجھے بہانے بنانے کی ضرورت کیا ہے؟ تم الزام تراشی مت کیا کرو، سندس! کم سے کم میری محبت کی توہین مت کرو۔ ایسی باتیں کر کے اپنے اور میرے رشتے کو آزمائش میں ڈالتی ہو یار!'' اس کی ناگواری حد سے سوا تھی۔

''آزمائش ابھی شروع کہاں ہوئی ہے دائم! آزمائش تب ہو گی، جب تم مجھے چھوڑ کر اس لڑکی سے رشتہ جوڑو گے۔ میں جان گئی ہوں، تم مجھے بھولنے کی فکر میں ہو۔ منال نے تمہارا دماغ خراب کر دیا ہے۔'' وہ جیسے پھٹ پڑی تھی۔ دائم بے بس ہو گیا۔

''تمہیں کیا ہو گیا ہے سندس! آخر کیوں میرا امتحان لینے پر تلی بیٹھی ہو؟ کیوں بدگمان ہو گئی ہو، منال سے؟..... مجھے سمجھ نہیں آ رہا، تم نے اس لڑکی کو ہوّا بنا کر سر پر سوار کیوں کر لیا ہے؟ رات کے اس پہر کیا تم نے یہی فضول بات کہنے کے لئے فون کیا ہے؟ کیوں شک کر رہی ہو مجھ پر؟..... پلیز، مجھے بتاؤ سونی! کیوں بھروسہ نہیں ہے تمہیں مجھ پر؟ کیا تمہارے اطمینان کے لئے مجھے بار بار اپنی چاہت کا اظہار کرنا پڑے گا؟''

''ہاں۔'' وہ سلگ اُٹھی۔ ''اقرار تمہیں کرنا ہی پڑے گا، دائم! منال سے چاہت کا اظہار اب تمہیں کر ہی دینا چاہئے۔ کتنی نیند اُڑاؤ گے؟''

''اوہ شٹ، وِل یو شٹ اپ، سندس؟'' وہ جیسے زِچ ہو کر چلایا۔ ''کیوں خود کو ڈی گریڈ کر رہی ہو؟ تم میری زندگی ہو یار! آخر یہ اہم بات کیوں فراموش کر دیتی ہو بار بار؟''

''اس لئے کہ زندگی اتنی بے وقعت نہیں ہوتی دائم! جو ایک نیا چہرہ دیکھ کر بدل جائے۔ پرانے جانے پہچانے چہرے ماضی اور حال دونوں کو جوڑے رکھتے ہیں اور وہ جوڑ، رشتوں کی افادیت کو زندگی کی اہمیت میں بدل دیتا ہے۔ میرا اور تمہارا رشتہ بھی بے حد اہم ہے، بشرطیکہ تم اس نازک رشتے کی نزاکت کو سمجھ سکو تو۔''

''دیکھو سندس! میرا اس وقت لڑنے جھگڑنے کا کوئی موڈ نہیں، سو پلیز، تم بھی اپنے دل کو اندیشوں سے پاک کر لو، تم میری ہو، صرف میری۔ اور زندگی کی آخری سانس تک میری رہو گی۔ مجھے تم سے محبت ہے سونی! I can't live without you.''

''چلو ٹھیک ہے، میں اعتبار کر لیتی ہوں۔ مگر سوچ لو، یہ دعوے داری تمہیں مہنگی نہ پڑ جائے۔'' وہ بے حد تلخ ہو رہی تھی۔ دائم نرم پڑ گیا۔

''یہ دعوے داری نہیں ہے، سونی! تم جانتی ہو، میں جو کہہ رہا ہوں، وہی سچ ہے۔''

''سچ تو یہ ہے۔ لیکن کیا کروں؟'' سندس کی آواز بھرا گئی۔ ''آج کل مجھے ہر سُو منال کا ڈنکا بجتا دکھائی دے رہا ہے، تم اس کی طرف کچھ زیادہ ہی ملتفت ہو، مجھے ایسا کیوں لگتا ہے دائم! تمہاری چپ سی تنہائی منال کی یاد سے جڑی ہے۔ تم مجھے دھوکا دے رہے ہو نا، وہ لڑکی

تمہارے دل کو گھائل کر گئی ہے اور تم کسی زخمی پرندے کی طرح تڑپ رہے ہو۔ چچ چچ چچ.....
تم نہ اِدھر کے رہے، نہ اُدھر کے۔ تمہارا برا حال ہے دائم! کیوں، ٹھیک کہہ رہی ہوں نا میں؟"

"بس کرو سندس! تمہارا یہ ٹھیک، دراصل تمہاری frustration کا اظہار ہے۔ خود کو اس طرح لُوز نہ چھوڑ دو، میری جان! کیا فون پر مجھ سے اس طور بات کرنا تمہیں اچھا لگ رہا ہے؟" دائم نے اسے منانے کی کوشش کی۔

وہ جیسے ٹوٹ سی گئی، اُداسی سے بولی۔ "مجھے اچھا کیا لگے گا، دراصل میں تم سے سچ کہنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ کیونکہ سچ کہہ دینے سے ذہنی خلفشار کم ہو جاتا ہے۔ میں نے سوچا تھا، دائم! فون پر تم سے ڈھیروں باتیں کروں گی۔ مگر یہاں تم اُلجھے بیٹھے ہو، منال کے چکر میں پڑ کر مجھے بھی نظر انداز کر رہے ہو۔"

"ایسا کچھ نہیں ہے سونی! میرا کسی سے کوئی چکر نہیں ہے۔ آئی سوئیر، تم آج بھی میرے دل میں آباد ہو۔ پلیز، اپنے دائم پر بھروسہ رکھو، مجھے اپنے رویّے سے اس طرح مت جلاؤ، مت ستاؤ پلیز!" وہ عاجز آ گیا۔

"ٹھیک ہے۔" سندس کی آواز رندھنے لگی۔ "پھر ایسا کرو، سو جاؤ۔ ہم صبح بات کریں گے۔"

"صبح کیوں؟ پلیز، ابھی کچھ کہو نا۔ تمہاری کومل آواز میرے من کو سکون سے بھر دے گی۔"
دائم نے جیسے منت کی تو سندس ہار سی گئی۔

"میں کیا کہوں، سوائے اس کے کہ مجھ سے بے وفائی مت کرنا، دائم! میں یہ ظلم سہہ نہیں پاؤں گی۔ میں مر جاؤں گی۔"

"تم ایسا کیوں سوچتی ہو سندس؟ تم میری چاہت ہو، میری پہلی اور آخری خواہش۔ اب یہ بات کبھی مت بھولنا۔ اوکے؟"

"میں کہاں بھولی ہوں؟ بس ایک یہی بات تو مجھے تم سے دور جانے نہیں دیتی۔ لیکن پھر بھی دل کو کھٹکا سا لگ گیا ہے، یوں لگتا ہے، منال تمہیں مجھ سے چھین لے گی۔ وہ میری زندگی برباد کر ڈالے گی۔"

"ایسا کبھی نہیں ہوگا، سندس! منال کو بھول جاؤ پلیز۔ وہ لڑکی ہم دونوں کے درمیان کبھی نہیں آئے گی۔"

"کیا میں اسے تمہارا وعدہ سمجھوں؟" وہ روہانسی ہو رہی تھی۔

"ہاں۔" دائم نے بے چارگی سے سانس بھری۔ "یہ میرا وعدہ ہی ہے۔ تم ہمیشہ میرے دل میں رہو گی۔"

"صرف دل میں؟" اس بار اس کا سوال جذباتیت سے بھرپور تھا۔

دائم مسکرا دیا۔ "نہیں..... میری زندگی میں بھی۔ یُو نو، سندس ذکاء الدین میری زندگی کا

عنوان ہے اور اسے کوئی بدل نہیں سکتا۔ کوئی بھی نہیں۔"

"تھینکس دائم!" وہ رو پڑی۔ اس کی جذباتی حالت دگرگوں تھی۔

دائم نے موضوع بدل دیا۔ "اب سو جاؤ جا کر۔ یوں جاگتی رہو گی تو آنکھیں نیند کے خمار سے سرخ پڑ جائیں گی اور میری بے قراری بڑھائیں گی۔"

"میں کوشش کرتی ہوں۔ پر جانے نیند کہاں کھو گئی ہے آج؟ پتہ ہے دائم! جب تمہارا چہرہ میری آنکھوں میں اُتر کر جاگتا ہے تو میری نیند جیسے لگا کر اُڑ جاتی ہے۔ تم مجھے ایک پل کو سونے نہیں دیتے۔"

"ہاؤ رومینٹک۔ بہت خوب صورت باتیں کرتی ہو سندس! کچھ اور بھی کہو نا۔" دائم کا موڈ بدل گیا۔

"کیا کہوں، کچھ اور کہنے بیٹھی تو رات صبح میں بدل جائے گی۔ بہتر ہو گا، ہم دونوں خیالات جھٹک کر سونے کی کوشش کریں۔ اپنے بستر پر لیٹیں گے تو نیند آ ہی جائے گی کہ نیند کانٹوں پر بھی آ جاتی ہے۔"

"سو تو ہے، چلو کوشش کرتے ہیں۔"

"اوکے، میں فون رکھتی ہوں۔" اس نے اجازت چاہی۔

"اوکے۔ لو یُو اینڈ گڈ نائٹ۔" دائم نے رابطہ منقطع کر دیا۔ اس کے دل میں درد اُتر آیا تھا۔ سندس کی بے چارگی اور اپنی بے کسی اسے اندر ہی اندر تڑپانے لگی۔ وہ اب پہلے سے زیادہ بے سکون تھا۔ اس نے بستر چھوڑ دیا۔ کمرے کی کھلی کھڑکی سے ٹک کر وہ اندھیرے میں ڈوبے گھر کی خاموشی کو کھوجنے لگا۔ مگر دل کی بے تابی عروج پر تھی۔ دائم ایک بار پھر بستر پر دراز ہو گیا۔ نیند ہنوز آنکھوں سے دُور تھی۔ اسے ایک کوفت نے آن گھیرا۔ وہ جانے کب تک بستر پر پڑا کروٹیں بدلتا رہا۔ پھر جب غنودگی نے اپنے پَر پھیلائے تو عین اسی وقت موبائل کے مخصوص ردھم نے کمرے کا سکوت توڑا تھا۔ کچی نیند میں جھولتے دائم کی آنکھ فوری کھلی تھی۔ اس نے مچی آنکھوں سے اپنے تکیے کے پاس پڑے سیل فون کو دیکھا، جو کسی message کا اشارہ دے رہا تھا۔

یقیناً سندس اب تک سوئی نہیں تھی۔ جانے وہ کیوں بے قرار تھی؟ اتنی رات گئے اس کا message آنا اس کے اضطراب کی نشان دہی کر رہا تھا۔ دائم نے موبائل اٹھا لیا۔ sender کا نام دیکھا تو بدک کر یوں بستر سے اٹھا، جیسے کوئی زہریلا بچھو گھس آیا ہو۔ پیغام منال کی طرف سے تھا۔ ایک ذو معنی سا شعر، جس کا ہر لفظ بصارت سے دل میں اُتر کر دھڑکنوں کو بے صدا کر رہا تھا۔ دائم کو لگا، وہ سانس لینا بھول گیا ہو۔ اس کی بے یقین نظریں اپنے موبائل کی اسکرین پر لکھے شعر پر ٹھہر گئی تھیں۔

تجھ سے پہنچ کے دُور یہ احساس اب ہوا
سب زندگی کے راستے تیرے آس پاس ہیں

منال کی دیدہ دلیری اس حد تک بڑھ جائے گی، دائم کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ ایک لمحے کی تاخیر کئے بغیر اس نے اس شعر کو delete کر دیا۔ ساری نیند رفو چکر ہو گئی تھی۔ بے یقینی اور بے قراری کے شدید احساس نے اسے اتنا مغلوب کیا کہ بے چارگی کے ساتھ دائم نے اپنا سر بیڈ کی کراؤن بیک سے ٹکا دیا۔ رات کے اس تاریک پہر، منال کو جانے کیا سوجھی تھی، جو ہسپتال کے کمرے میں رہ کر بھی اسے ایسا فضول sms بھیج رہی تھی؟ وہ اسے پریشان کرنے کی کوشش کیوں کر رہی تھی؟ وہ کیوں اسے اپنے ہونے کا احساس دلا رہی تھی؟ دائم کا ذہن شام کے واقعے کی طرف پلٹا تھا۔ آج ہسپتال میں منال کا التفات، حمزہ کے لئے تھا، وہ اس پر ضرورت سے زیادہ مہربان تھی اور یہ سچ تھا، اس لڑکی کی وہ مہربانی، دائم کے من میں انگارے بھر رہی تھی۔ حالانکہ وہ جانتا تھا، منال دانستہ اسے زِچ کرنے کی کوشش میں تھی، لیکن اس کی وہ کوشش دائم کے وجود میں دھواں بھرتی جا رہی تھی۔ وہ کیوں حمزہ سے جیلس ہو رہا تھا؟ شاید وہ جانتا تھا، لیکن پھر بھی اسے منال کا حمزہ کی طرف راغب ہونا ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔ حمزہ کی گاڑی سے منال کا لکھا کارڈ برآمد ہونے کے باوجود ایک بہت انوکھی چبھن، دل کو اذیت دے رہی تھی۔ وہ اپنے آپ سے شرمندہ تھا۔ مگر اب..... اب یہ سب کیا تھا؟ منال کا پیغام جو ایک شعر پر مشتمل تھا، اب کون سی کہانی سنا رہا تھا؟ دائم کا دماغ ماؤف ہونے لگا۔ منال کی وہ انوکھی اور غیر متوقع حرکت اسے گنگ کر گئی تھی۔ وہ سیل فون بستر پر پٹخ کر اٹھ بیٹھا۔ بے سکونی، اضطراب میں مل کر اس کے پورے وجود کا گھیراؤ کر رہی تھی۔ سینے میں ہر سانس اٹک رہی تھی۔ وہ کھل کر سانس لینا چاہتا تھا۔ لیکن اسی دم موبائل بج کر ایک نئے آنے والے پیغام کے اعلان سے باخبر کرنے لگا۔ دائم نے بے اختیار قدم بڑھا کر سیل فون کو دیکھا۔ اس بار بھی message منال کی طرف سے تھا، ایک خوب صورت سی نظم دائم کی نظروں کی اسیر تھی، جس کا ہر مصرع پہلے مصرعے سے زیادہ جذباتیت کا اظہار کر رہا تھا۔

تم نہیں ہو تو ایسا لگتا ہے
جیسے خوابوں کے رنگ پھیکے ہوں
جیسے سانسوں کے تار بکھرے ہوں
جیسے قسطوں میں عمر کٹتی ہو
جیسے رک رک کے سانس چلتی ہو
جیسے سُونا پڑا ہو شہرِ دل
جیسے اِک عمر کی رفاقت پر
کوئی آواز دے کے چھپ جائے
غم کی شدت سے آنکھ بھر آئے
تم نہیں ہو تو ایسا لگتا ہے..... تم نہیں ہو تو ایسا لگتا ہے

''واٹ ربش.....؟'' اس نے آخری سطروں کے فسوں سے گھبرا کر سر جھٹکا۔ ''یہ..... لڑکی اب کیا چاہتی ہے مجھ سے؟..... کیوں میرے صبر و ضبط کا امتحان لے رہی ہے؟..... کیوں بے وجہ تنگ کر رہی ہے مجھے؟..... حمزہ کی ہو کر بھی کیوں بار بار پلٹتی ہے میری طرف؟..... اُف یہ سب کیا ہے خدایا؟'' اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔

''اللہ! تُو گواہ رہنا، میں اس سے کوئی تعلق رکھنا نہیں چاہتا، مگر وہ..... وہ میرے دل کے تاروں کو کیوں چھیڑ رہی ہے؟ کیوں اس چنگاری کو ہوا دے رہی ہے، جو بھڑک کر سب کچھ جلا کے راکھ کر دے گی؟..... آخر کیوں کر رہی ہے وہ ایسا؟..... کیوں خدایا!''

دائم کی بے چینی اسے کمرے میں چکر کاٹنے پر مجبور کر گئی۔ وہ اٹھ کر اضطرابی انداز میں گھومنے لگا۔ ''میں کیا کروں اللہ! کیسے اس صورتِ حال سے نکلوں؟ کس طرح سمجھاؤں اس دیوانی لڑکی کو؟..... کیسے بتاؤں کہ میں اس کے لئے نہیں ہوں؟..... ہائے، اب حمزہ کیا سوچے گا میرے بارے میں؟ وہ مجھ سے دوبارہ بدظن ہو جائے گا۔ منال کی دیدہ دلیری کوئی رنگ ضرور لائے گی۔ اُف، مجھے ان حالات میں کیسے ری ایکٹ کرنا چاہئے؟ میں کیا کروں؟ کیا کروں خدایا!'' اس نے اپنے بال مٹھی میں جکڑ لئے۔

وہ حد درجہ بے قرار تھا۔ رات کے اس پہر منال کا ہر پیام دامنِ دل تھام رہا تھا۔ اس لڑکی کی جرأت اور بلند حوصلہ، دائم کے اعصاب بوجھل کرنے لگا۔ یہ کیسی محبت تھی اس لڑکی کی، جو دائم جیسے مضبوط شخص کو بھی گیلی لکڑی کی طرح سلگائے دے رہی تھی؟ یہ صورتِ حال بے حد کڑی تھی۔ اس نے خود کو سنبھالنے کے لئے سختی سے آنکھیں میچ لیں مگر جذبات میں اُبال اُٹھ رہا تھا۔ ایک نیا رنگین سا احساس دل میں جیسے انگڑائی لے کر بیدار ہو رہا تھا۔ اس نے زور سے سر کو کئی جھٹکے دیئے اور دل میں اُٹھتے گداز سے احساس کو رد کرنے کی کوشش کی۔ لیکن شاید منال اس بار دائم کو کوئی موقع دینا نہیں چاہتی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا، موبائل کی 'ٹوں ٹوں' اُس کے نئے message کا اعلان کرنے لگی۔ اس بار بھی منال نے ایک خوب صورت نظم send کی تھی۔ دائم کا ضبط پانی ہونے لگا۔ کیا قیامت کی شاعری تھی۔ وہ بے حال تھا مگر پڑھنے پر مجبور تھا۔

تم نہ جان پاؤ گے
تم نہ جان پاؤ گے
کوئی کیسے ملتا ہے
پھول کیسے کھلتا ہے
آنکھ کیسے جھکتی ہے
سانس کیسے رُکتی ہے
کیسے راہ تکتی ہے

کیسے بات چلتی ہے
وصل کا سکوں کیا ہے
ہجر کا جنوں کیا ہے
حُسن کا فسوں کیا ہے
عشق کا دروں کیا ہے
درد کیسے ہوتا ہے
کوئی کیسے روتا ہے
آہ کیا، فغاں کیا ہے
سود کیا، زیاں کیا ہے
تم نہ جان پاؤ گے
تم نہ جان پاؤ گے

کیسے جذب میں ڈوبے الفاظ تھے اس نظم کے، اپنے اندر گہرائی اور گیرائی سمیٹے ہوئے۔ من میں جیسے بھونچال سا آ گیا۔ اس کا تنفس اپنے آپ بے توازن ہو گیا تھا۔ دل کی اتھل پتھل ہوتی دھڑکن جیسے سینے میں شور مچانے لگی تھی۔ اس نے اسی جذباتی افتاد سے بچنے کی کوشش میں سر اٹھا کر اپنے اطراف کو دیکھا، کمرے میں نیم تاریکی تھی، ملگجا سا اندھیرا اس کے پورے وجود پر سایہ فگن تھا۔ وہ گھبرا کر سیدھا ہو گیا۔ کئی گہرے گہرے سانس لے کر اس نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی اور پھر دل کے خلاف جا کر منال کا نمبر ملایا تھا۔ پہلی ہی بیل پر کال ریسیو کر لی گئی۔

''کیا چاہتی ہو تم؟'' منال کی نحیف سی ہیلو سنتے ہی دائم نے انتہائی خشک لہجے میں سوال کیا تو وہ کمزوری کے باوجود ایک شوخ ہنسی ہنس دی۔

''کیا اتنا بھی نہیں جانتے، میں کیا چاہتی ہوں؟''

''بکواس بند کرو.....'' وہ جیسے بے کسی سے چلایا۔ ''جو تماشا تم لگا رہی ہو، وہ ٹھیک نہیں ہے۔ تمہیں اپنا ہر فعل پہلے آپ بھگتنا ہو گا، منال!''

''بھگت تو رہی ہوں۔'' اس کا اطمینان قابلِ داد تھا۔ ''ہسپتال کے بستر تک تو پہنچ گئی، اور کیا چاہتے ہیں آپ.....؟'' منال کی آواز میں نقاہت کے باوجود ایک طنز تھا۔ دائم بوکھلا سا گیا۔

''دیکھو، میں تمہیں warn کر رہا ہوں۔ اگر تم اپنی بے ہودہ حرکتوں سے باز نہیں آئیں تو میں حمزہ کو سب کچھ سچ سچ بتا دوں گا، میں اسے کہہ دوں گا، یہ لڑکی تمہیں دھوکا دے رہی ہے۔''

''اوکے، تو کہیے نا۔'' وہ اصرار کر رہی تھی۔ ''آپ کا کچھ کہنا میرا کام آسان کر دے گا۔ حمزہ صاحب، جو مجھ سے محبت کے دعوے دار ہیں، مجھ سے قطع تعلقی میں دیر نہیں کریں گے۔

اور یہی تو میں چاہتی ہوں۔ پلیز، نیکی کرنے میں تاخیر سے کام مت لیجیے، دائم جی!''

''منال، پلیز!.....ہوش کی دوا کرو۔ حمزہ بہت اچھا لڑکا ہے، بہت نیک اور سمجھ دار، اس سے بے وفائی مت کرو پلیز۔''

''ارے، آپ کو کس نے کہا، میں نے حمزہ سے وفاداری کی قسم کھائی ہے؟ ایسا نہیں ہے دائم جی!.....میری وفائیں آپ کے لئے ہیں۔''

''اوہ، پلیز ایسی باتیں مت کرو منال! اللہ کے واسطے، میرا پیچھا چھوڑ دو۔ میں سندس سے محبت کرتا ہوں اور میری شادی بھی اسی لڑکی سے ہو گی۔ پلیز، مجھے سندس کا وفادار رہنے دو۔ میں کہہ چکا ہوں، مجھے تمہاری طرف نہیں دیکھنا، پھر یہ چھوٹی سی بات تمہارے پلّے کیوں نہیں پڑتی؟''

''شاید میں کچھ سمجھنا نہیں چاہتی، اس لئے۔'' وہ اب بھی اپنی بات پر مُصر تھی۔ ''محبت سے دامن چھڑانا اتنا آسان نہیں ہے دائم جی! آپ سندس کا نام لے کر کم سے کم خود سے جھوٹ مت بولیے۔ سچ یہ ہے، اس گھڑی سندس آپ کے دل میں کہیں نہیں ہے۔ آپ کا دل صرف میرے لئے بے تاب ہے، آپ کے کان میری آواز سننا چاہتے ہیں۔ آپ مجھے چاہتے ہیں دائم جی! اب تو اقرار کر لیجیے نا۔''

''آئی سے، شٹ اپ۔'' وہ دھاڑا تھا۔ ''بے غیرتی کی حد کر چھوڑی ہے تم نے۔ حیا ایک لڑکی کے لئے کتنی ضروری ہے، تم یہ اہم بات بھول چکی ہو۔ کہا ہے نا، ہمارے راستے الگ الگ ہیں، پھر بار بار پلٹ کر میری طرف کیوں دیکھتی ہو؟ اتنی صاف اور کھری بات کیا تمہیں سنائی نہیں دیتی؟''

''نہیں۔'' وہ سنجیدہ تھی۔ ''وہ باتیں مجھے سنائی نہیں دیتیں، جو میرے مفاد میں نہ ہوں۔ آپ وہ انسان ہیں دائم جی! جسے میں نے پورے دل اور جذبے سے چاہا ہے۔ آپ لاکھ منہ موڑیں، مگر آپ کی خاموشی میرے دل کے شور پر غالب نہیں آ سکتی۔ آخر آپ میری چھوٹی سی خواہش کو کیوں نہیں سمجھتے؟ زندگی عارضی سہی، مگر کسی کے ہمراہ گزارنی پڑتی ہے اور آپ جانتے ہیں نا، محبت کی کوئی بھی منزل رفاقت کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ مجھے حمزہ کا نہیں، آپ کا ساتھ چاہیے۔ میں آپ کی رفاقت میں خوش رہوں گی۔''

''اور میری سندس.....واٹ اباؤٹ ہر؟.....اس کا کیا کروں منال؟'' دائم کی آواز جل رہی تھی۔

''اس کے لئے آپ کو کچھ کرنا نہیں پڑے گا، وہ بہت جلد آپ کو چھوڑ جائے گی، یہ میری forecast ہے۔ لکھ لیجیے۔''

''How dare you are?.....کیا سمجھتی ہو تم خود کو؟ کیا بہت قیافہ شناس ہو؟'' دائم جیسے پھٹ پڑا۔ ''جان لو منال! سندس میرا دل ہے، جس طرح دل کے بغیر جان معنی نہیں

رکھتی، اسی طرح سندس کے بنا میں بھی ادھورا ہوں۔ وہ لڑکی میرے لئے محبت کا درجہ رکھتی ہے، سنا تم نے؟ آئندہ اس کے لئے منہ کھولنے سے پہلے سو بار سوچنا۔ اور سنو، میں بہت جلد تمہارے بھائی عرفان سے اس بارے میں بات کروں گا۔ تم نے میرا جینا حرام کر دیا ہے، منال! اور میں اس بار تمہیں کوئی رعایت دینے کو تیار نہیں ہوں۔ ہسپتال کے کمرے میں زخمی حالت کے باوجود تم ایسی بے سرو پا باتیں کس طرح کر سکتی ہو، میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں۔ مجھے ایک بات بتاؤ منال! کیا کمرے میں اور کوئی نہیں ہے، جو تم اس آزادی سے مجھ سے اپنے دل کا حال شیئر کر رہی ہو؟ کیا سب کان لپیٹے بیٹھے ہیں؟''

جواب میں منال کی بے ساختہ ہنسی، دائم کا وجود سر سے پاؤں تک بھگو گئی۔ وہ بری طرح خجل ہوا لیکن اسے کچھ کہنے کا موقع نہ ملا۔

منال کی نرم آواز اس کی سماعت میں اُتری تھی۔

''ہائے، کتنی فکر ہے آپ کو میری۔ تھینکس دائم! دیکھا، آپ نے ثابت کر دیا کہ آپ مجھے کتنا چاہتے ہیں۔ بٹ یُو ڈونٹ وری، کمرے میں صرف امی ہیں اور وہ میری بہتر حالت پر مطمئن ہو کر آج سکھ کی نیند سو رہی ہیں۔ نرس صبح تک نہیں آئے گی، اس لئے مجھے فی الحال کوئی بھی ڈسٹرب نہیں کر سکتا، یہ سارا وقت صرف آپ کے لئے ہے۔''

''اوکے، یہ وقت تمہیں بھاری پڑے گا۔'' دائم نے پیچ و تاب کھا کر جواب دیا۔

''تمہارے تینوں message میں نے سنبھال لئے ہیں، بہت جلد تمہارا بھائی ان messages کے ذریعے تمہارے کرتوتوں سے واقف ہو جائے گا۔ مجھے تم سے کوئی ہمدردی نہ ہوگی، منال! عرفان تمہارا جو چاہے، حشر کرے، تم deserve کرتی ہو۔ اور ہاں، میری ایک بات یاد رکھنا، محبت میں زبردستی نہیں ہوتی۔ یکطرفہ چاہت ہمیشہ ناکام رہتی ہے کیونکہ وہ دوسرے کے دل میں جگہ بنانے میں اپنا آپ گنوا لیتی ہے۔ تم بھی بے شرمی اور بے غیرتی کے باوجود کچھ نہ پا سکو گی۔ محبت بہت اعلیٰ و ارفع جذبہ ہے، مگر اس کی پہچان نہیں ہے تمہیں۔ جب آ جائے گی تو اپنے کیے پر بہت پچھتاؤ گی۔ بند آنکھیں جب کھلتی ہیں تو ہر چیز بہت واضح نظر آتی ہے منال! پھر کوئی گوشۂ عافیت نہیں ملتا۔ رسوائی اور ذلت مقدر بن جاتی ہے۔ سمجھیں تم؟''

''بالکل سمجھ گئی۔'' وہ اس بار بے حد سنجیدہ تھی۔ ''مجھے بے غیرت کہنے پر آپ کا شکریہ۔ لیکن دائم جی! اظہار راستہ چاہتا ہے۔ اپنا دل کھول کر سامنے رکھنا اگر بے غیرتی ہے تو ہاں، میں ہوں بے غیرت۔ محبت میں انا کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ اگر میں کچھ کہوں گی تو جواباً سننے کا حوصلہ بھی رکھنا ہوگا۔ اور ہاں، ایک بات اور۔ آنکھیں جب کھلتی ہیں تو سب کچھ دیکھتی ہیں۔ مگر اپنے آپ کو نہیں دیکھتیں دائم جی! خود بین ہونے کے لئے کسی دوسرے کی نہیں، آئینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر آپ کے کمرے میں آئینہ ہے تو جا کر اس کے سامنے کھڑے ہو جایئے اور غور سے اپنی آنکھوں کو دیکھئے۔ میری شبیہ نہ ملے تو تھوک دیجئے گا مجھ پر آ کر۔ دل اور انا کی

جنگ میں فتح ہمیشہ دل کی ہوتی ہے، دائم جی! میرا دل آپ کا عکس اتار لایا ہے جبکہ آپ کی آنکھیں سب سے زیادہ سچ بولتی ہیں۔ میں اسی سچ پر یقین رکھتی ہوں اور جانتی ہوں، سندس کی جگہ پر بہت جلد مجھے ہی کھڑا ہونا ہے کیونکہ آپ کی چوائس بدل رہی ہے اور آپ یہ حقیقت جان کر بھی ماننا نہیں چاہتے۔ how ridiculous.''

''بھاڑ میں جاؤ تم.....'' دائم نے بے چارگی سے اسے ڈانٹا اور موبائل آف کر دیا۔ منال نے اسے کہیں کا نہ چھوڑا تھا۔

❁

تم مجھے چھوڑ کے جاؤ گے تو مر جاؤں گا
یوں کرو، جانے سے پہلے مجھے پاگل کر دو

آج پھر وہ ایک دوسرے کے روبرو تھے اور آج بھی شامیر کی نگاہِ شوق ایک وارفتگی سے اس کے سراپے پر نثار ہو رہی تھی۔

پہلی ملاقات کے بعد بہت دن تک دونوں کے درمیان کوئی رابطہ نہ ہوا تھا۔ ارما، منال کی وجہ سے یوں بھی بے حد مصروف تھی، لیکن اپنی مصروفیات میں اسے شامیر کا والہانہ پن اور دل کی بے تابی پل بھر کو نہ بھولی تھی۔ کتنا جذباتی انسان تھا وہ بھی۔ ارما کو سامنے دیکھ کر خود اپنے جذبات کی شدت سے ڈر گیا تھا۔ اس لڑکے سے اپنا اختیار بھی سنبھالا نہ جا سکا تھا، جب ہی تو اس نے ارما کو فوراً واپس بھیج دیا تھا۔ وہ خوب صورت سی ارما کو سامنے بیٹھا دیکھ کر کوئی ایسی جذباتی غلطی نہیں کرنا چاہتا تھا، جو بعد میں نادانی کی مہر بن کر زندگی بھر اس کے ماتھے پر چمکتی رہے۔ اسے کسی طرح یہ منظور نہ تھا کہ ارما اس کے بارے میں کوئی غلط رائے لے کر اُٹھے۔

شامیر محبت کا معاملہ ہر ملاقات کے ساتھ بہت صاف شفاف رکھتا تھا۔ اس کی کوشش تھی، وہ ارما کو اپنی ذات سے تحفظ اور اعتماد کا بھرپور احساس بخشے لیکن پہلی ہی ملاقات میں ارما کی من موہنی صورت اس کے حواس اُڑا لے گئی۔ اسے لگا، وہ پہلی نظر میں گھائل اور دوسری نظر میں دیوانہ ہو چکا ہے۔ ارما اتنی حسین، نازک اور دلکشی کا جیتا جاگتا وجود ہوگی، یہ بات اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔ سچ تو یہ تھا، وہ display پر لگی ارما کی تصویر کو فوٹو گرافر کی مہارت کا فنی کمال سمجھا تھا۔ لیکن وہ لڑکی اپنی تصویر سے کہیں بڑھ کر نکلی تھی۔ انجانے میں حُسن و نزاکت کا ایک خوب صورت مجسمہ، شامیر کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ وہ پہلی ملاقات میں نظروں کے سامنے آئی تو اس کی خوب صورتی نے شامیر کو اس قدر نروس کیا کہ وہ ارما سے حالِ دل کہنے کے بجائے بے قابو دل کو سنبھالنے میں لگ گیا۔ اسے ڈر تھا، وہ اپنے اختیار کو بھول کر بہک نہ جائے اور اس کا بہکنا ارما کے لئے یقیناً کوئی اچھا نتیجہ نکال کر نہ لاتا، سو شامیر نے اسے فوری واپسی کا کہہ کر خود کو سنبھالنے کی کوشش کی تھی اور اب کئی دن گزر جانے کے بعد دونوں کے درمیان فون کال سے رابطہ بحال ہوا تھا۔

ارما، منال کے پاس ہسپتال میں کچھ وقت گزارنے کے بعد عرفان بھائی کے ہمراہ جونہی گھر پہنچی، شامیر کی کال اس کے سیل فون پر اپنی آمد کی اطلاع دے رہی تھی۔ ارما نے اپنے کمرے میں آتے ہی موبائل آن کیا تھا۔

''ہیلو، کیسے ہیں آپ شامیر.....؟''

ادھر شامیر نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور جذباتی لہجے میں بولا۔ ''کیسا ہوں، یہ میں نہیں جانتا، بس جب سے تمہیں دیکھا ہے، ایک بے خودی سی طاری ہے مجھ پر۔ تم نے میرے ہوش اُڑا دیئے ہیں ارما!''

''اُف، اب تو بس کیجئے شامیر! آپ نے مجھے بہت شرمندہ کیا اس دن۔'' ارما کا لہجہ خفگی کا کھلا اظہار تھا۔ شامیر جھینپ سا گیا۔

''شرمندہ میں ہوں سویٹ ہارٹ! میں تمہارے حُسن کی تاب نہ لا سکا، تم میرے تصور سے کہیں بڑھ کر نکلیں۔ میں سچ کہتا ہوں ارما! میں نے اپنی زندگی میں تم سے زیادہ خوب صورت لڑکی نہیں دیکھی، اسی لئے اس دن اپنے ہوش گنوا بیٹھا تھا۔ لیکن یہ بھی سچ ہے، تمہارے جانے کے بعد بہت پچھتایا کہ میں نے اتنی جلدی تمہیں کیوں جانے دیا۔ پلیز، مجھ معاف کر دو۔ میں اپنی بے تکی حرکت پر شرمسار ہوں۔''

''بس، رہنے دیجئے، میں کیا کہوں آپ کو؟''

''تم کچھ مت کہو، بس آ جاؤ۔ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔'' اس کی فرمائش اس کے سامنے تھی۔

''میں نہیں آؤں گی۔'' ارما نے صاف انکار کر دیا۔ ''مجھے کوئی شوق نہیں ہے، اپنی انسلٹ کروانے کا۔''

''ارے نہیں ارما! میں نے کہا نا، سوری۔ آئی پرامس۔ میں خود کو سنبھالے رکھوں گا۔'' وہ یقین دہانی پر اُتر آیا۔

''پہلے پکا وعدہ کریں۔'' ارما اِٹھلائی۔

''پکا وعدہ ہے یار!..... بالکل پکا وعدہ۔ کہو تو اسٹیمپ پیپر لکھ دوں؟'' وہ جذباتی ہو گیا۔

''نہیں، اس کی ضرورت نہیں۔'' ارما ہنس پڑی۔ ''بولیے، کہاں آؤں؟''

''Beach پر۔'' وہ جیسے پہلے سے سوچ کر بیٹھا تھا۔ ارما دنگ رہ گئی۔

''Beach پر؟..... ارے نہیں نہیں، وہ بہت دور ہے۔ میں اتنی دور ساحل پر کیسے آ سکتی ہوں؟''

''بھئی، میں تمہیں پک کر لوں گا نا، تھوڑی لانگ ڈرائیو بھی ہو جائے گی اور کچھ بات چیت بھی۔''

''اچھا.....'' وہ سوچ میں پڑ گئی۔ ادھر شامیر کی بے تابی بڑھنے لگی۔ ''اب بولو نا یار! آ

رہی ہو یا نہیں؟''

''آ رہی ہوں، آپ پندرہ منٹ بعد میلینیم شاپنگ مال پر آ جایئے گا، میں وہاں ملوں گی آپ کو۔''

''ٹھیک ہے، میں آ رہا ہوں۔'' اس نے فون آف کر دیا۔

❁❁❁

اس وقت وہ دونوں ساحلِ سمندر کی ٹھنڈی ریت پر ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے تھے۔ شامیر نے اسے شاپنگ مال سے پک کر لیا تھا۔ ہیلو ہائے کرنے کے بعد ارما نے خاموشی برقرار رکھی تھی۔ لانگ ڈرائیو کے دوران دونوں وقتاً فوقتاً ایک دوسرے پر اچٹتی نظر ڈالتے اور دوستانہ مسکراہٹ پاس کرتے رہے تھے۔ شامیر آج خود کو کافی حد تک سنبھالے ہوئے تھا، اس کی آنکھیں بھی بے قرار نہیں تھیں۔ ارما خاصی مطمئن تھی۔ ساحل پر آتے ہی وہ ریت پر چہل قدمی کرتے کافی فاصلہ طے کر آئے۔ تب ایک جگہ رک کر شامیر نے ارما کو بیٹھ جانے کی درخواست کی، تب وہ سیر و تفریح کے لئے آئے لوگوں سے ذرا ہٹ کے ایک پُرسکون جگہ پر بیٹھ گئی۔ شامیر بھی اس کے سامنے ٹِک گیا۔

ان کے آس پاس لہروں کا شور تھا۔ کچھ دیر دونوں گم صم سے رہے، پھر اسی نے ارما کو مخاطب کیا تھا۔ ''اب بولو، کیا بات کریں؟ یہاں کوئی ڈسٹربنس نہیں ہے۔''

ارما کو ہنسی آ گئی۔ کاندھے اچکا کر بے نیازی سے بولی۔

''میں کیا بتاؤں، میں مہمان ہوں آپ کی، سو میزبانی کے فرائض نبھاتے ہوئے آپ کو چاہئے، آپ مجھ سے اچھی اچھی باتیں کریں۔''

شامیر کے لبوں پر بہت شوخ مسکراہٹ اُبھری۔ ''اگر میں نے اچھی باتیں شروع کیں تو تمہیں شکوہ ہوگا، میں بہک گیا ہوں۔ کیونکہ میرے نزدیک تمہاری مدح سرائی سے اچھی بات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔''

''جی نہیں۔'' ارما نے منہ بنا کر اسے دیکھا۔ ''مجھے کوئی شوق نہیں، اپنی مدح سرائی کا۔ آج آپ نے میرے لئے کوئی تعریفی جملہ یا حُسن کا قصیدہ پڑھا تو سچ کہتی ہوں، میں اٹھ کر چلی جاؤں گی۔''

''میں جانتا ہوں، لیکن کیا کروں؟ تمہیں دیکھتا ہوں تو میری آنکھیں پاگل ہو جاتی ہیں ارما! تمہارا معصوم چہرہ میرے ہوش اُڑا لے جاتا ہے۔ خود کو قابو میں رکھتا ہوں تو بات کرنا بھول جاتا ہوں۔ اب تم ہی کہو، اس میں میری کیا خطا ہے؟'' وہ اتنی معصومیت سے بولا کہ ارما بے اختیار ہنس پڑی۔

''اوکے، اگر ایسا ہے تو ایک کام کیجئے، اپنی آنکھیں موند لیں۔ بس اس طرح آپ ایزی فیل کریں گے۔''

''ارے نہیں یار!'' شامیر نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔ ''آج میں اپنی آنکھیں کھلی رکھنا چاہتا ہوں۔ پچھلی مرتبہ تمہیں گھر بھیج کر خود سے بھی شرمسار رہا۔ سو اب تمہاری موجودگی کا احساس پانا چاہتا ہوں اور اس کے لئے آنکھوں کا کھلا رکھنا ضروری ہے۔''

''ٹھیک ہے، پھر excited ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔''

''I shall try my best.'' لیکن بندہ بشر ہوں، خود پر قابو نہ رکھ سکا تو کوئی دوش مت دینا۔ ویسے بھی آج تم عام دنوں سے زیادہ اچھی لگ رہی ہو، تمہارا رائل بلیو ڈریس اور سمندر کا پانی بالکل ایک سا تاثر دے رہے ہیں، یوں لگتا ہے جیسے کوئی جل پری.....''

''خدا کے واسطے، شامیر!'' ارما نے بات کاٹ کر اپنے ہاتھ جوڑ دیئے۔ ''آپ پھر شروع ہو گئے ناں۔ پلیز، مجھ پر دھیان دیئے بغیر کوئی دوسری بات کیجئے۔''

''اوکے۔'' وہ ہنس دیا۔ ''چلو یہ بتاؤ، تمہیں سمندر کیسا لگتا ہے؟''

''سمندر.....'' ارما کی نظر بپھرتی موجوں کے ساتھ بہت دُور تک گئی۔ تاحدِ نگاہ پانی ہی پانی تھا، بے قرار اور گہرا سمندر جیسے ایک سرمستی کے ساتھ سر دھن رہا ہو۔ ''مجھے سمندر بہت متاثر کرتا ہے شامیر! ایسا لگتا ہے جیسے اَن گنت لہریں اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونے کو بے قرار ہوں۔ پارہ صفت سمندر کا زور دراصل خدا کا جاہ و جلال ہے۔ مجھے خوف بھی آتا ہے اس سے۔''

''ہاں.....'' شامیر نے فوراً تائید کی۔ ''خوف مجھے بھی آتا ہے ارما! میرے نزدیک ٹھاٹھیں مارتا سمندر، اللہ کا بہت بڑا معجزہ ہے۔ اس کے حکم سے ہلچل مچاتی ہزاروں لہریں اتنی بے قراری اور سرمستی کے باوجود اپنی مقررہ جگہ پر آتی جاتی ہیں۔ سوچو، اگر یہ سمندر اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو کیا ہو؟''

''کیا ہو؟ بھئی سونامی آ جائے، ساری دنیا تہس نہس ہو جائے۔ لیکن ہم اتنی ہولناک باتیں کیوں سوچیں؟ ہم وسیع تر سمندر اور اس پر جھکتا یہ روشن نیلا آسمان کیوں نہ دیکھیں، جس کی وسعتیں لامحدود ہیں۔'' وہ ہنس کر بات ٹال گئی۔

شامیر مسکرا دیا اور ارما کے صبیح چہرے پر پھیلی سنہری روشنی کو تکتا ہوا بولا۔

''تم کیا سمجھتی ہو ارما! سمندر لامحدود ہے؟''

''بالکل، وہ لامحدود ہے۔ جب ہی تو اس کا دوسرا کنارہ دکھائی نہیں دیتا۔''

''لیکن دکھائی نہ دینے سے کیا ہوتا ہے، دوسرا کنارہ موجود تو ہے نا، دِس از اے فیکٹ۔''

''جی نہیں۔ جس کے ہونے کا احساس نہ ہو، اس کا ہونا کیسا؟ میں سمندر کو لامحدود ہی سمجھتی ہوں۔'' وہ سنجیدہ ہو گئی۔

''نہیں، ایسا نہیں ہے ارما!'' شامیر نے اُس کی سنجیدگی کے باوجود اختلاف کیا۔ ''سمندر کی حدود ہوتی ہیں، لیکن ایک چیز ضرور ایسی ہے جو لامحدود ہے، اس کا کوئی کنارہ، کوئی حد نہیں ہے۔''

''اچھا..... وہ کیا ہے؟'' ارما پوری توجہ سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ شامیر کی گہری نگاہ اس کا گھیراؤ کر رہی تھی۔

''وہ ہے عشق..... جس کی نہ کوئی حد ہے، نہ سرحد۔ پوری کائنات کو اپنے گداز میں لینے والا عشق، جیسے اللہ کی چاہت اپنے بندے کے ساتھ یا بندے کی چاہت کسی دوسرے بندے کے ساتھ، محبتوں کا سلسلہ در سلسلہ دراصل عشق کہلاتا ہے اور عشق کو زوال نہیں، وہ بڑھتا ہے، کم نہیں ہوتا۔ کسی سمندر کی طرح پھیلتا جاتا ہے اور بے کنار ہو جاتا ہے۔ کیوں، ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟''

''ہوں، کہا تو سچ ہے آپ نے۔'' ارما نے سر ہلا کر فوراً سے پیشتر اتفاق کیا تو شامیر نہ چاہ کر بھی زور سے ہنس پڑا۔ بے ساختگی میں ڈوبا قہقہہ جیسے اطراف میں جلترنگ سی بجا گیا۔ اس کی شوخ ذومعنی ہنسی، ارما کا چہرہ لال کر گئی۔ وہ اس کا مفہوم اب سمجھ پائی تھی۔

''آپ بہت فضول بولتے ہیں، شامیر.....!''

''سو واٹ؟..... تم تو متفق ہو نا۔'' اس کی مسکراہٹ میں کئی رنگ تھے۔ ''تم سے میرا عشق بھی لامحدود ہے، سو آئی سویئر ارما! آئی لو یو۔''

''دیکھا، آپ پھر پٹڑی سے اُتر گئے۔ میں نے کہا تھا، اب کوئی فضول بات نہیں ہوگی، مگر آپ باز نہیں آئے، سو میں جا رہی ہوں۔'' وہ فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''ارے، ارے.....'' شامیر بھی بوکھلا کر اُٹھ گیا۔ ''میں مذاق کر رہا تھا یار! تم کیوں سیریس ہو گئیں؟''

''مجھے سیریس ہونا پڑے گا۔ آپ بات کو کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں۔''

''لو، یہ اچھا الزام ہے، میں مذاق بھی نہ کروں تم سے؟ ارے یار! تم باتوں میں سنجیدہ ہو گئیں تو میں نے سوچا، تھوڑا موڈ بدل دوں۔''

''یہ موڈ بدلا ہے آپ نے؟'' اس نے کڑی نظروں سے شامیر کو گھورا۔

''ہوں، بدلا تو ہے۔'' وہ لب دبا کر مسکرایا۔

ارما کے ماتھے پہ بل اُبھر آئے۔ ''آپ اب تک مذاق کے موڈ میں ہیں نا؟''

''ارے نہیں یار! تمہاری قسم.....'' اس نے تیزی سے اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر قسم اس کی کھائی تو وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

''اِٹس اوکے، میں نے مان لیا۔ لیکن اب کوئی شرارت نہیں ہوگی۔''

''ٹھیک ہے، مگر تم بیٹھ تو جاؤ، کھڑی کیوں ہو گئیں؟'' شامیر کا اصرار فوری تھا۔ ارما نے

دوبارہ اپنی جگہ سنبھال لی۔ کچھ پل خاموشی میں بیتے، پھر دفعتہً شامیر نے ارما کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ چونک اُٹھی۔ حیرت بھری نظر نے شامیر کی جھلملاتی نظر کو چھوا، ان میں چھپے ان کہے جذبوں کو دیکھ کر وہ نروس ہو گئی، نگاہ چرا کر بولی۔ ''اب میرا ہاتھ کیوں پکڑ لیا آپ نے؟''

''یونہی۔ آج مجھے ایک تحفہ دینا ہے۔'' وہ اسے ایک ٹک دیکھ رہا تھا۔ اس کی روشن آنکھوں میں ارما کو اپنا چہرہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔

وہ خجل سی ہو گئی، سر جھکا کر بولی۔ ''کیسا تحفہ؟''

''بس، ہے ایک خاص الخاص قسم کا۔'' شامیر نے پاکٹ میں ہاتھ ڈال کر چھوٹا سا سنہری باکس نکالا اور اس کے سامنے کر دیا۔

''یہ..... کیا ہے یہ.....؟'' وہ کچھ گھبرا گئی۔ جواب میں شامیر نے خود ہی باکس کھولا اور ایک دلکش posy ring نکال کر اس کی مخروطی انگلی میں ڈال دی۔ محبت کے اس بے یقین پل میں شامیر کی اس اچانک مہربانی نے ارما کو پریشان کر دیا۔ اس نے بے اختیار گھبراہٹ میں گھر کر اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے کھینچ لیا اور رخ موڑ کر انگوٹھی کو دیکھا تو جیسے جان نکل گئی۔ انگوٹھی کے سنہری کتبے پر شامیر کا نام لکھا تھا۔

''یہ..... یہ کیا ہے شامیر.....؟'' وہ پہلے سے زیادہ گھبرا گئی۔ اس کے نام کے capital letters دل کی دھڑکن کو بے توازن کر گئے۔

''یہ میری چوائس ہے، تمہارے لئے میرے پیار کا پہلا تحفہ۔''

''لل..... لیکن..... اس ring پر آپ کا نام لکھا ہے۔'' وہ بدحواس تھی۔

''ہاں، میں اپنا نام بالکل اسی طرح تمہارے حنائی ہاتھوں پر لکھا دیکھنا چاہتا ہوں، اس لئے۔'' اس کی آواز ایک جذب سے بھاری تھی۔ ارما کے چھکے چھوٹ گئے۔ سمندر کی سیلی ہوا بھی ان کے بدن کو نم ہونے سے روک نہ سکی۔ وہ یک دم حیا سے بھیگ گئی تھی۔

''مم..... میں..... میں یہ گفٹ نہیں لے سکتی، شامیر! پلیز، آپ..... آپ اسے واپس لے لیجئے۔''

''کیوں واپس لے لوں؟'' وہ برا مان گیا۔ ''کیا گفٹ دے کر واپس لیا جاتا ہے ارما؟''

''نن..... نہیں لیکن..... لیکن مجھے ایسا گفٹ نہیں چاہئے۔'' وہ بے حد پریشان تھی۔

''پھر کیسا چاہئے؟ چلو، اگلی بار بتا دینا، تمہاری چوائس کے مطابق خرید لاؤں گا۔'' اس کا جواب خفگی سمیٹ لایا تھا۔

''اوفو.....'' وہ حد سے زیادہ فکرمند تھی۔ ''یہ نہیں کہہ رہی شامیر! آپ میری بات سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ یہ تحفہ ٹھیک نہیں ہے، اس پر آپ کا نام لکھا ہے۔ اوہ گاڈ! مجھے آپ سے کچھ نہیں چاہئے، آپ سمجھتے کیوں نہیں؟''

''اچھے واہ، کیوں نہیں چاہئے؟ اپنا نام دے رہا ہوں تمہیں۔ کیا تم انکار کرو گی، ارما؟''

وہ بات کا رخ بدل گیا۔

ارما کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ ''یہ زیادتی ہے شامیر! آپ کو میری مجبوری کا اندازہ نہیں ہے، آپ نہیں سمجھ رہے، میں کیا کہنا چاہتی ہوں۔''

''تو تم سمجھا دو، سویٹ ہارٹ! میرے نام کی انگوٹھی اگر تمہارے ہاتھ میں جگمگائے تو اس میں مجبوری کیسی؟''

''ہائے..... میں کیا کروں اللہ! کسی نے دیکھ لیا تو میری شامت آ جائے گی۔'' وہ گھبراہٹ سے اُٹھ گئی۔ دل تھا کہ ساری حدیں بھول کر دھڑک رہا تھا۔

''کون دیکھے گا؟'' شامیر کا انداز بے نیازی سے پُر تھا۔ ''منال شاید دیکھ لے، بٹ یو ڈونٹ وری، وہ برا نہیں مانے گی۔''

''وہ..... وہ میرا خون پی جائے گی۔ پلیز شامیر! مجھے یہ انگوٹھی اتار لینے دیجئے۔'' اس نے تیزی سے رِنگ گھمائی مگر شامیر نے پھرتی سے ارما کا ہاتھ جکڑ لیا۔

''یہ رِنگ میں نے تمہاری انگلی میں خود ڈالی ہے، اسے تم اتار نہیں سکتیں، سمجھیں؟''

''اوہ نو.....'' وہ روہانسی ہو گئی۔ ''پلیز ٹرائے ٹو انڈر اسٹینڈ مائی پوزیشن۔ میں ایک گھر میں رہتی ہوں شامیر! اگر کسی کی نظر پڑ گئی تو؟ اور پھر منال، وہ کیا سوچے گی؟ وہ میری جان نکال دے گی۔ آئی سوئیر، وہ میرا خون پی جائے گی۔''

''ڈونٹ ٹاک ربش۔ منال ڈریکولا نہیں، جو خون پی جائے گی۔'' اس کا ہاتھ اب بھی شامیر کی گرفت میں تھا۔

وہ بے اختیار جھنجلائی۔ ''آپ..... آپ میرا ہاتھ تو چھوڑیئے۔ میں یہ انگوٹھی نہیں پہن سکتی۔ مجھے ابھی گھر بھی جانا ہے۔''

''تو جاؤ۔ لیکن انگوٹھی کے ساتھ جاؤ، یہ سوچ کر کہ تم اپنے ساتھ میری محبت کا احساس لے کر جا رہی ہو۔'' وہ جذباتی ہو گیا۔

ارما کی حالت غیر تھی۔ شامیر کی سرگوشی اس کا چہرہ گلابی کر گئی۔ اس نے حیا آمیز خفگی سے ایک نظر اسے دیکھا اور جواباً کچھ کہنے کو تھی کہ اچانک ساحل پر موجود لوگوں کو سواری کراتے گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا بدک کر بھاگ نکلا تھا۔ اس کی رفتار طوفانی تھی۔ وہ اپنے rider سمیت سرپٹ بھاگتا اسی طرف آیا تھا، جہاں لہروں کے قریب کھڑے شامیر اور ارما آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ گھوڑا اپنے سائیس سے لگام چھڑا کر بگٹٹ بھاگا تھا۔ فاصلہ کم ہونے کی وجہ سے وہ جاتے ہی شامیر سے ٹکرایا اور اسی ٹکر کے نتیجے میں شامیر کی لڑکھڑاہٹ کسی تیز دھکے کی صورت سامنے کھڑی ارما کو ایک تیز چھناکے کے ساتھ سمندر کی تیز و تند لہروں میں پھینک گئی۔ گھوڑے کے توانا جسم کا زوردار دھچکا، شامیر کے قدم اُکھاڑ گیا تھا۔ اس کی گرفت سے ارما کا ہاتھ چھوٹ گیا اور ارما اپنی جھونک میں آ کر ایک بے اختیاری سے چھپاک کی آواز کے ساتھ

سمندر کی سرپٹکتی موجوں میں ڈولتی نمکین پانی میں بہہ گئی۔ دوسری طرف بہاؤ بہت تیز تھا، اس اچانک افتاد نے ارما کے حواس چھین لئے۔ وہ خود کو بچانے کی تگ و دو میں ہاتھ پاؤں مارنے لگی۔ مگر بڑی اور سرکش لہروں نے پل بھر میں اس کا نازک وجود کسی بے بس تنکے کی طرح موجوں کی اونچائی کی طرف اچھال دیا۔ لہروں کی یہ شرارت، ارما کو بوکھلاہٹ میں مبتلا کر گئی۔ وہ ڈوبنے لگی، بدحواسی اور گھبراہٹ کے باعث بہت سا نمکین پانی اس کے منہ اور ناک کے ذریعے lungs میں اتر گیا۔ پورے وجود میں جیسے مرچیں سی بھر گئیں۔ ارما کا دم گھٹنے لگا اور وہ چیخنے چلانے کی صلاحیت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھی۔ ایک بھیانک موت کا احساس، رگ و پے پر جونہی حاوی ہوا، وہ کچھ اور گھبرا گئی۔ اس کے منہ سے اپنے آپ بے ربط صدائیں نکلنے لگیں۔ خود کو بچانے کی ہر کوشش ناکام ہو رہی تھی۔ لہروں کا زور اور بپھرے سمندر کا شور، ارما کے حواس مکمل طور پر چھین کر لے گیا تھا۔

ادھر شامیر تیز دھکے کے بعد گیلی ریت پر دھڑام سے گرا مگر چوٹ کچھ زیادہ نہ لگی۔ وہ بمشکل سنبھل کر اُٹھا اور گھوڑے والے کو اس کی لاپروائی پر سخت سست کہنے لگا۔ مگر جلد ہی ارما کی مدد کو پکارتی خوف زدہ آواز نے اسے اپنی جانب متوجہ کر لیا۔ وہ بہت تیزی سے سمندر کی طرف پلٹا تو جیسے روح فنا ہو گئی۔ ارما برق کی مانند چمکتی کوندتی لہروں میں بہہ کر بہت دُور نکل گئی تھی۔ فاصلے کی وجہ سے اب صرف اس کے فضا میں بلند ہوتے ہاتھ دکھائی دے رہے تھے، جو وہ اپنے بچاؤ کی کوشش میں اِدھر اُدھر مار رہی تھی۔

ارما کو ڈوبتے دیکھ کر شامیر کے حواس مختل ہو گئے۔ اس سے پہلے کہ وہ حواس باختگی کے ساتھ سمندر میں کود پڑتا، ساحل پر تعینات Rescue team کے چند تیراک فوری طور پر تیرتے ارما تک پہنچ گئے۔ انہوں نے خوف و ہراس میں ڈوبی ارما کو لہروں کی آغوش سے نکالا اور کنارے پر لے آئے۔ اس کی حالت ابتر تھی۔ وہ بے ہوش نہیں تھی، مگر اوسان کھو بیٹھی تھی۔ پانی خاصی مقدار میں پیٹ میں چلا گیا تھا۔ کان بند اور منہ کا ذائقہ کڑوا زہر ہو رہا تھا۔ مسلسل چیختے رہنے سے حلق میں بھی خراشیں پڑ گئی تھیں، وہ بری طرح کھانس رہی تھی۔ اسے اپنے آپ میں آنے اور سنبھلنے کے لئے تھوڑا وقت درکار تھا۔

اسے کنارے پر لاتا دیکھ کر شامیر کی جان میں جان آئی۔ وہ دوڑتا ہوا ارما کے پاس چلا آیا۔ شامیر کی پریشانی صورت ہی سے نہیں، آواز سے بھی ہویدا تھی۔

''تم ٹھیک ہو نا ارما؟'' اس کا سوال اس کی بے قراری اور اضطراب کا کھلا اظہار تھا۔ لیکن ارما فی الوقت جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں تھی، اسے سانس لینا بھی دوبھر ہو رہا تھا، چہرہ فق اور آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں۔ پیٹ میں بھرا سمندر کا نمکین پانی اسے ابکائیاں لینے پر مجبور کر رہا تھا۔ سانس کی آمد و رفت بحال نہ ہونے سے حالت بتدریج بگڑ رہی تھی۔ ارما کو خطرے میں دیکھ کر شامیر کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے۔ وہ اس کی محبت تھی، اس کے دل کے قریب تھی، پھر

وہ اس کی نازک حالت کو دیکھ کر کیسے ہٹتا؟ فوراً آنکھوں میں نمی اُتر آئی تھی۔ وہ تیزی سے ارما کے بھیگے بال سمیٹنے لگا۔ لیکن Rescue ٹیم نے ارما کو مستعدی سے ریت پر اوندھا لٹا دیا۔ ایک ٹرینڈ ورکر (Traind worker) اس کے پیٹ پر دباؤ ڈالنے لگا اور باقی دو اس کے ہاتھ پاؤں سہلانے لگے۔ ان کی مشترکہ حفاظتی کوشش چند منٹ میں ہی ارما کو زندگی کی طرف لے آئی۔ معدے میں اُترا سمندر کا کھارا پانی منہ کے راستے باہر نکل آیا۔ ارما کو لگا جیسے کسی بھاری بوجھ کو سینے سے ہٹا لیا گیا ہو۔ سانس کی آمدورفت بحال ہونے لگی تو ارما کے حواس ٹھکانے آئے۔ اس نے آنکھیں کھولتے ہی اطراف میں کھڑے بہت سے اجنبی لوگوں کو دیکھا اور پاس بیٹھے پریشان حال شامیر پر نگاہ ٹھہرتے ہی برق رفتاری سے اٹھ بیٹھی۔ لمحوں میں آنکھیں بھر آئیں۔ وہ بھیگے لباس کے ساتھ اب بری طرح کپکپا رہی تھی، ہونٹ نیلے پڑ گئے۔ شاید سمندر کی تیز ہوا اس کے شرابور بدن کو ٹھنڈک کا احساس بخش رہی تھی۔ شامیر نے گھٹنے ریت پر ٹیک دیئے، اکڑوں بیٹھ کر اس نے ارما کے سرد ہاتھ اپنے ہاتھوں میں بھر لئے۔ یہ حرکت دانستہ تھی، وہ اس کٹھن اور خوف ناک وقت میں ارما کو اپنی قربت کا احساس دینے کی کوشش کر رہا تھا اور یہ کوشش، ارما کو اندر تک پگھلا گئی۔ وہ موت کو چھو کر پلٹی تھی، ایسے کروشل ٹائم میں کسی اپنے کا شانہ اُس کی ڈھارس بندھا سکتا تھا اور شامیر اس وقت اس کے لئے سب سے بڑا سہارا تھا۔

اس کی اُڑی رنگت اور فکرمندی کا اظہار، ارما کو اس کی شدید محبت کا احساس بخش گیا۔ وہ بے اختیار اس کے کاندھے سے ٹِک کر رو پڑی۔ شامیر نے اس کے ہاتھ چھوڑ دیئے۔ اب اس کے بازو کسی پناہ گاہ کی طرح اس کے گرد حمائل ہو گئے۔ وہ ہوا ہی سے نہیں، لوگوں کی ٹٹولتی نظروں سے بھی ارما کو بچانا چاہتا تھا۔ ادھر وہ دل چھوڑ کر رو رہی تھی۔ دہشت نے اس کے اعصاب شل کر ڈالے تھے۔

''پلیز، حوصلہ کرو ارما! اب سب ٹھیک ہے۔'' وہ اسے شفقت سے تھپک رہا تھا، دلاسے دے رہا تھا۔

''ایکسکیوزمی سر! کیا آپ بتائیں گے، یہ آپ کی کون ہیں؟'' اچانک ریسکیو ٹیم کے سربراہ نے شامیر سے سوال کیا، وہ ارما کی ابتر حالت اور خوفزدگی پر خاصا فکرمند دکھائی دے رہا تھا۔

''جی..... یہ..... یہ ارما ہے۔'' وہ بوکھلا کر اس کا نام بتا بیٹھا۔ سوال کا جواب شاید اس کے پاس نہیں تھا۔ ارما اس کی کون تھی؟ یہ سوال شامیر کو کسی نئی مشکل میں ڈال سکتا تھا۔ وہ بھلا کیا جواب دیتا۔ بھرے مجمعے کے سامنے کس منہ سے کہتا کہ ارما سے اس کا دل کا رشتہ ہے اور دل کے رشتے انسان کو کون سا ناتہ دیتے ہیں، یہ کہنا آسان نہیں ہوتا۔ سو وہ محتاط انداز میں چیف کو دیکھنے لگا۔

''آئی تھنک، یُو آر اے نیو میریڈ کپل؟ سیر و تفریح کے لئے آئے ہوں گے beach پر۔'' اس نے آپ ہی اندازہ لگایا اور شامیر کا بازو تھپک کر بولا۔ فکر کی کوئی بات نہیں ہے، شی

وِل بی آل رائٹ۔ دراصل پانی میں ڈوب مرنے کا خوف انسان کو ہلا ڈالتا ہے، آپ کی مسز بھی ابھی شاکڈ کنڈیشن میں ہیں، کچھ دیر گزرے گی تو اپنے آپ خود کو سنبھال لیں گی۔ آپ کی محبت اور حوصلہ افزائی یقیناً ان کا نروس سسٹم بحال کر دے گی۔ آپ انہیں خود سے قریب رکھئے، پھر دیکھئے کتنی جلدی ٹھیک ہوتی ہے ان کی طبیعت۔'' اس کا شوخ لہجہ دونوں کی ٹینشن کم کرنے کے لئے تھا۔

شامیر مسکرا دیا، اس کی طرف مصافحے کا ہاتھ بڑھا کر بولا۔ ''آپ کے تعاون کا شکریہ، امدادی پارٹی کی بروقت کوشش نے ارما کی جان بچالی، ورنہ آج جانے کیا ہو جاتا۔ میں آپ کا احسان مند ہوں سر!''

''اوہ ڈونٹ بی سو فارمل، یہ ہماری ڈیوٹی ہے۔ لیکن مسٹر! آئندہ خیال رکھیے گا، رومانس کے لئے سمندر کا کنارہ خاصی رومینٹک جگہ ہے، مگر کبھی کبھار یہ خطرناک بھی ہو جاتی ہے۔ ساحل پر آئیں تو ہوشیار رہیں کہ کبھی بھی، کچھ بھی ہو سکتا ہے۔''

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں، آئندہ میں خیال رکھوں گا۔'' اس نے اقرار میں بہتری جانی۔

چیف مسکرا دیا۔ پھر پلٹ کر مجمع سے بولا۔ ''پلیز، آپ لوگ بھی جائیے۔ اپنی اپنی تفریح کیجئے۔ لیکن بہتر ہوگا، اپنی فیملیز کے ساتھ احتیاط برتیے کہ انسانی جان بہت قیمتی ہے۔ سمندر کا کنارہ آپ کو تفریح کے ساتھ امتحانی مراحل سے بھی گزار سکتا ہے۔ سو اپنی ذمے داری محسوس کرتے ہوئے آس پاس کا دھیان رکھیے، ورنہ کوئی معمولی غلطی بھی آپ کو نقصان پہنچانے میں دیر نہیں لگائے گی۔''

اطراف میں کھڑے لوگ اس بات پر تائیدی سر ہلاتے اپنی جگہوں پر لوٹ گئے۔ شامیر نے اب بھی ارما کو سنبھال رکھا تھا، وہ اسے مسلسل دلاسہ دے رہا تھا۔ مجمع کے چھٹتے ہی ریسکیو ٹیم بھی اپنے پوائنٹ پر پہنچ گئی۔ ایمرجنسی سے نمٹنے کے لئے ماہر تیراکوں کا وہ اقدام ارما اور شامیر کو آج نئی زندگی دے گیا تھا، ورنہ جو کچھ چند منٹ پہلے ہو چکا تھا، وہ ارما ہی نہیں، شامیر کی زندگی کے بھی بدترین لمحات تھے۔ ارما اب تلک خوف کے حصار میں تھی، اس کا بدن کپکپائے جا رہا تھا اور شامیر اسے اس پریشانی سے نکالنا چاہتا تھا۔

''ارما! میری جان.....!'' تنہائی پاتے ہی اس نے ارما کا چہرہ اپنی طرف موڑ لیا۔

''حوصلہ کرو، اب سب ٹھیک ہے۔''

''نہیں، کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ آپ مجھے ابھی گھر لے جائیے۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''اوکے، پہلے خود کو سنبھالو۔ تم جانتی ہو نا، اس ابتر حالت کے ساتھ تمہارا گھر جانا کسی طرح ممکن نہیں۔'' شامیر نے سمجھایا۔

''نہیں..... مجھے پھر بھی گھر جانا ہے۔'' وہ ایک ہی جملے کی تکرار کر رہی تھی۔

''ٹھیک ہے۔'' شامیر نے اس کے آنسو پونچھ دیئے۔ ''پہلے یہ رونا دھونا بند کرو اور کپڑے سوکھ جانے دو۔ میں تمہیں گھر چھوڑ آؤں گا۔ اس بھیگے حلیے کے ساتھ اپنے گھر لوٹو گی تو سب سوال کریں گے۔ کس کس کا جواب دو گی تم؟ کیا کوئی جواب ہے تمہارے پاس؟''

شامیر نے اسے اصل صورتِ حال سے آگاہی دی تو ارما کو جیسے غصہ آ گیا۔ اس کے ہاتھ جھٹک کر بولی۔ ''مجھے کسی سوال کا جواب نہیں دینا۔ آج جو کچھ ہوا، اس میں صرف آپ کی غلطی ہے۔ آپ نے زبردستی میرا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ اگر گھوڑا یوں اچانک نہ بدکتا تو میں کب کی پیچھے ہو گئی ہوتی۔ مگر آپ کی وجہ سے میں دھکا کھا کر پانی میں گری اور..... اور..... اُف اللہ.....!'' وہ پوری جان سے کانپ گئی۔ ''موت میرے کتنے قریب تھی۔ اگر میں سچ مچ مر جاتی تو.....؟''

''شٹ اپ یار! میں تمہیں یونہی مرنے دیتا؟ تم میری زندگی ہو ارما.....!'' شامیر نے ہنس کر اسے منانے کی کوشش کی۔

''اونہہ.....'' وہ دوبارہ اُلجھ پڑی۔ ''زندگی اتنی بے وقعت نہیں ہوتی، شامیر! کہ ایک دھکے سے سمندر برد کر دی جائے۔ آپ کی اس منہ دیکھے کی محبت سے کیا ہوتا ہے، میں تو لہروں میں بہہ گئی تھی نا۔ یہ آپ ہی کا اصرار تھا، جو مجھے اس منحوس ساحل تک لایا، ورنہ میں اچھی بھلی اپنے گھر میں بیٹھی تھی۔ یہ حادثہ آپ کا مرہونِ منت ہے۔ اب اس بری حالت کے ساتھ میں گھر بھی نہیں جا سکتی۔ ہائے، نہ جانے کب سوکھیں گے میرے کپڑے؟ کب میری حالت سدھرے گی؟..... اگر عرفان بھائی نے مجھے اس حال میں دیکھ لیا تو جان سے مار دیں گے۔ اور میرے ابو..... وہ مجھے گھر سے نکال دیں گے۔ ہائے..... میں کیا کروں؟ کیسے جاؤں اپنے گھر؟''

''Don't be so fool Erma!'' شامیر چڑ سا گیا۔ ''کوئی تمہیں کچھ نہیں کہے گا۔ آج میں خود بات کروں گا، تمہاری فیملی سے۔ تمہارے بھیا میری بات سن کر تم سے کوئی استفسار نہیں کریں گے۔ تم بے فکر رہو، میں انہیں بتاؤں گا کہ تم آج کس عذاب سے گزر کر.....''

''ارے.....'' وہ ایک جھٹکے سے سیدھی ہو گئی۔ ''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ بات کریں گے بھائی سے؟..... کیا آپ کو میری زندگی عزیز نہیں ہے؟ وہ آپ کی باتوں کو سن کر، آپ سے باز پرس نہیں کریں گے مگر آپ کے جاتے ہی مجھے پھانسی چڑھا دیں گے۔ آپ انہیں نہیں جانتے۔'' وہ رونے لگی۔ اس کی سسکیاں بہت تیز تھیں۔ شامیر کی گھبراہٹ میں اضافہ ہو گیا۔

ارما کا یوں با آواز بلند رونا اس کے اعصاب پر دباؤ ڈالنے لگا۔ اس نے بے طرح جھلاہٹ کے ساتھ ارما کا بازو جھنجوڑ ڈالا۔

''فار گاڈ سیک، ارما! جسٹ اسٹاپ ا۔ یہ رونا بند کرو یار! تمہاری آواز اتنی بلند ہے کہ

لوگ تماشہ دیکھنے ہمارے سر پر آ کھڑے ہوں گے۔ دیکھو، یہاں چھوٹی سی بات بھی بتنگڑ بن جاتی ہے۔ سو پلیز، ٹرائے ٹو انڈر اسٹینڈ۔ میں لوگوں کو بار بار مطمئن نہیں کر سکتا۔ یہ public place ہے، یہاں ہونے والی معمولی بات بھی اخبار کی شہ سرخی بن جاتی ہے۔ پلیز، تم تھوڑی سمجھ بوجھ سے کام لو، ورنہ ہم دونوں کسی نئی مصیبت میں پھنس جائیں گے۔''

''اوہ.....'' ارما کے آنسو فوری رک گئے، وہ گھبرا کر اطراف میں دیکھنے لگی۔ ساحل پر لوگوں کا رش بڑھ گیا تھا، مگر کوئی بھی ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ سکون کا گہرا سانس لے کر اس نے شامیر کے ستے چہرے کو دیکھا، پھر آنسو پونچھ کر خود کو سنبھالنے لگی۔ تب ہی اچانک اسے اپنے دوپٹے کے غائب ہونے کا احساس ہوا۔ وہ دھک رہ گئی۔

''شامیر!..... میرا دوپٹہ؟..... کہاں ہے میرا دوپٹہ؟''

''دوپٹہ.....؟'' شامیر کو پہلی بار اس کی بے پردگی کا احساس ہوا۔ ''شاید وہ لہروں میں بہہ گیا ہے۔''

''بہہ گیا؟'' وہ سٹپٹائی، پھر دھواں دھار رو پڑی۔ ''ہائے..... میرا دوپٹہ، میں ننگے سر گھر کیسے جاؤں گی؟ امی نے دیکھ لیا تو میرا کیا ہو گا؟ اور آپ..... آپ شامیر! کیسے دیکھ رہے ہیں مجھے؟ میرا دوپٹہ لا کر دیں۔ ابھی اور اسی وقت مجھے میرا دوپٹہ چاہئے، ورنہ میں..... آئی سوئیر، میں پانی میں دوبارہ کود جاؤں گی، میں مر جاؤں گی۔ خدایا! اتنی بے عزتی میں بالکل سہہ نہیں سکتی۔ جانے کب سے یوں بغیر دوپٹے کے بیٹھی ہوں اور آپ..... آپ مجھے.....'' وہ بے تحاشہ ہڑکنے لگی۔

یہ نئی سچویشن، شامیر کے طوطے اُڑا گئی۔ وہ اس کے ہذیان پر بوکھلا کر بولا۔ ''وِل یُو شٹ اپ، ارما؟..... یہ کیا کر رہی ہو تم؟..... خدا کے لئے، ہوش مندی کی باتیں کرو۔ اب کہاں سے لاؤں میں تمہارا دوپٹہ؟ کیا میں نے لہروں کو کہا تھا کہ بہا لے جائیں؟ ارے اللہ کی بندی! اس ساحل پر کون مجھے اپنا دوپٹہ دے گا؟ سوچو، کس سے مانگوں جا کر؟''

''مجھے کچھ پتہ نہیں، بس مجھے ایک دوپٹہ چاہئے۔ ابھی اور اسی وقت۔'' وہ زار و قطار روئے جا رہی تھی۔

''ٹھیک ہے یار!..... ٹھیک ہے۔'' اس نے ارما کے آنسو زبردستی پونچھے۔ ''اب ذرا میری بات دھیان سے سنو۔ دیکھو، تم ایک ایجوکیٹڈ لڑکی ہو، سو آئی بیگ ٹو سے، جسٹ کنٹرول یور سیلف۔ پلیز، خود کو تماشا مت بناؤ۔ یہ اشک باری کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھو۔ میں تمہیں گاڑی تک لے جاتا ہوں، بھیگے لباس کے ساتھ تنہا چلو گی تو بہت آک ورڈ لگے گا۔ سب کی نظریں تمہیں ٹٹولتی سی محسوس ہوں گی۔ اس لئے میرے پاس آ جاؤ پلیز! میں حفاظت سے تمہیں گاڑی میں بٹھا دوں گا۔ دیکھو، انکار مت کرنا۔ راستے میں جو بھی مارکیٹ پہلے آئے گی، میں دوپٹہ تو کیا، پورا ڈریس خرید کر تمہیں دے دوں گا۔ ناؤ یُو جسٹ کیپ کوائٹ۔ اب بغیر

مزید کوئی سوال کیے میرے ساتھ چل پڑو۔ پلیز ارما!"

شامیر نے تسلی دیتے ہی اسے اپنے بازو میں سمیٹا اور بڑی احتیاط سے گاڑی تک لے آیا۔ ارما کے آنسو اب بھی بہہ رہے تھے۔ دوپٹے کی غیر موجودگی اور اپنی بے پردگی کا احساس اسے مارے ڈال رہا تھا۔ وہ اپنی بدترین حالت کو فراموش کر بیٹھی تھی۔ موت کو چھو کر پلٹ آنے کا روح فرسا خیال کہیں پیچھے رہ گیا تھا۔ شامیر نے سہارا دے کر اسے گاڑی کی اگلی سیٹ پر بٹھا دیا۔

"ارما، پلیز! اب تو چپ ہو جاؤ، ورنہ میں گاڑی ڈرائیو نہیں کر سکوں گا۔" اس کی بے بسی نمایاں تھی۔

ارما نے خود کو سنبھالنے کی پوری کوشش کی اور دھیرے سے تر رخسار پونچھ ڈالے، آہستگی سے بولی۔ "میں ٹھیک ہوں، آپ گاڑی اسٹارٹ کیجیے، میں اب نہیں روؤں گی۔"

اس کی تسلی، شامیر کو سکھ کا سانس دلا گئی۔ اس نے بے اختیار سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا۔ "تھینکس گاڈ! اس لڑکی کو عقل آئی۔ پلیز، اب اسے ٹھیک رکھنا، ورنہ اس کی باتیں مجھے برین ہیمریج ضرور کرا دیں گی۔" اس نے دل ہی دل میں اللہ سے التجا کی اور لپکتے قدموں سے آ کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

ارما کو یکے بعد دیگرے کئی چھینکیں آئیں۔ شامیر کے ماتھے پر بل اُبھر آئے۔ وہ دوبارہ کپکپا رہی تھی۔ اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا تو جھینپ کر رہ گئی۔ "میں اب ٹھیک ہوں، پتہ نہیں کیوں یہ چھینکیں آ گئیں۔ ورنہ میں تو....."

"not to worry about this." وہ مسکرا دیا۔ "اپنی سائیڈ کا شیشہ چڑھا لو، ہوا سے بچی رہو گی تو چھینکیں نہیں آئیں گی۔"

"جی....." اس نے فوراً عمل کیا اور شیشہ چڑھا کر قدرے پُرسکون ہو کر بیٹھ گئی۔

"اب چلیں؟" شامیر کا سوال فوری تھا۔ ارما نے سرخ چہرے کے ساتھ کوئی لفظ منہ سے نکالے بغیر اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ دروازے سے لگ کر بیٹھی تھی، اس نے اپنے اور شامیر کے درمیان تقریباً ایک فٹ کا فاصلہ بنا رکھا تھا۔ وہ اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکا۔

"تم اتنی دُور کیوں بیٹھی ہو ارما؟ گاڑی نے اسپیڈ پکڑی تو باہر جا گرو گی۔"

"نہیں..... میں نہیں گروں گی۔" وہ لال ہو گئی مگر آگے نہ آئی۔ اس نے بازو سینے پر باندھ رکھے تھے۔ یہ کوشش خود کو ڈھانپنے کے لئے تھی یا سردی سے بچاؤ کے لئے، شامیر کو سمجھ نہیں آیا۔ مگر وہ اس کی حیا پر نثار ہو گیا۔ عورت کی شرم و حیا اس کا سب سے بڑا گہنا ہے۔ آج اسے اس بات پر اعتبار آ گیا تھا۔ اس نے گاڑی بھگا دی۔ پانچ منٹ کی مسافت کے بعد پہلا بوتیک نظر آتے ہی اس نے بریک لگا دیئے۔ وہ خود اُتر کر شوروم میں گیا تھا۔ ایک خوب صورت ہلکا پھلکا کڑھائی والا ڈریس خریدا اور لا کر ارما کے ہاتھ میں تھما دیا۔ وہ اس کے کہنے پر چپ

چاپ بوتیک کے ڈریسنگ روم میں جا کر کپڑے بدل آئی۔ بھیگا لباس اس نے شاپر میں ڈال لیا تھا۔ اس کے آتے ہی شامیر نے گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کر دی۔ وہ اب پہلے سے بہتر تھی، مگر بہت چپ تھی۔

"ارما! سچ کہو، تم ٹھیک ہو نا؟" شامیر نے دانستہ اسے متوجہ کرنے کی کوشش کی۔

"جی۔ میں ٹھیک ہوں۔ آپ مجھے جلدی سے گھر چھوڑ دیجیے۔" وہ کچھ شرمندہ سی تھی۔

"میں وہیں جا رہا ہوں۔ لیکن سنو، ایک کپ چائے پی لو۔ تمہاری طبیعت تھوڑی فریش ہو جائے گی۔" اس نے مشورہ دیا۔

ارما نے صاف انکار کر دیا۔ "نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے۔ بس میں اب گھر جانا چاہتی ہوں۔"

"اِٹس اوکے۔ چلو بتاؤ، گھر کہاں ہے تمہارا؟" شامیر کا سوال فوری تھا۔ ارما چونک کر اس کی صورت تکنے لگی۔ اس کا پوچھنا ارما کو بے حد عجیب لگا تھا۔ وہ شخص، جس کے ساتھ وہ پچھلے تین گھنٹے سے تھی، وہ اس کے گھر کے محل وقوع سے کوئی واقفیت نہیں رکھتا تھا۔ اگر سچ مچ اسے کچھ ہو جاتا تو؟ شامیر اس کے گھر تک کیسے پہنچتا؟ کیا وہ کسی لاش کی صورت لاوارثوں کی طرح ساحل پر پڑی رہتی؟ یہ وہ سوچ تھی، جس کے ذہن میں آتے ہی ارما، جی جان سے کپکپا اُٹھی، لیکن شامیر کو پھر بھی گھر کا پتہ بتانے سے قاصر رہی۔ وہ چھپ چھپا کر اس سے ملاقات کو آئی تھی، لیکن اب عرفان بھائی اور ابو کا خوف ہوّا بن کر اس کے اعصاب پر ناچ رہا تھا۔ اگر انہیں شامیر کے بارے میں کوئی سن گن مل جاتی تو؟..... اُف اللہ! ارما کا برا حال ہو گیا۔ تب میرا کیا حشر ہوتا، میں یقیناً مار دی جاتی۔

"شامیر.....!" چند ساعتوں کی چپ کے بعد وہ دھیرے سے بولی۔ "مجھے آپ وہیں، شاپنگ سینٹر کے پاس ڈراپ کر دیں۔ میں وہاں سے خود ہی گھر چلی جاؤں گی۔ میں نہیں چاہتی، ابو یا بھیا میں سے کوئی آپ کے بارے میں مجھ سے کوئی سوال کرے۔ فی الوقت میں آپ کی ذات سے کوئی پردہ ہٹانا نہیں چاہتی اور نہ ہی انہیں اپنی چاہت کے بارے میں کچھ بتانا چاہتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے، تمہاری مرضی۔" اس نے کسی اعتراض کے بغیر گاڑی بڑھا دی۔

ارما کی نظریں جھک گئی تھیں۔ اب اسے شامیر کا سامنا کرنے میں ایک ندامت سی محسوس ہو رہی تھی۔ کیا سوچتا ہو گا وہ؟..... یہی کہ میں ایک کرپٹ لڑکی ہوں، والدین کی اجازت کے بغیر ڈیٹ پر آئی ہوں، اس کی محبت کی دعویدار ہو کر بھی اسے گھر کا ایڈریس بتانے کی جرأت نہیں کر سکتی۔

ہائے، کیسی محبت ہے یہ جس میں پردہ داری پہلی شرط ٹھہری ہے۔ وہ بے حد بے قرار تھی۔ لیکن کیا کرتی، منال کی وجہ سے گھر کا موسم خاصا سرد چل رہا تھا۔ فی الحال ارما کو اس کی لپیٹ

میں نہیں آنا تھا۔ وہ چپ چاپ سر جھکائے اپنی سوچوں سے اُلجھتی رہی۔ دوسری طرف شامیر نے بھی چپ سادھ رکھی تھی۔ وہ نہ جانے کیا سوچ رہا تھا؟ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد اچانک وہ ارما کو پکار بیٹھا۔

''ارما!..... میں نے جو انگوٹھی تمہیں دی ہے، وہ مجھے لوٹا دو۔''

''جی.....؟'' ارما کا دل اُچھل کر حلق میں آ ٹکا۔ اس نے سہمی نگاہوں سے شامیر کو دیکھا۔ کیا وہ خفا تھا اس سے یا بدظن ہو گیا تھا؟..... کیا وہ اپنا تعلق توڑنا چاہتا تھا؟ لیکن کیوں؟.....وہ دم بخود سی ہو کر اس کی صورت تکتی رہی۔ آنکھیں ایک پل میں جھلملائی تھیں۔ وہ گھٹے گلے سے بمشکل بولی۔

''انگوٹھی کیوں واپس چاہیے آپ کو؟''

''بس یونہی۔'' شامیر کی آواز بھرا گئی۔ ارما کا دم ہوا ہو گیا۔

''یونہی کیوں.....؟ کیا تحفہ دے کر واپس لینا اچھی بات ہے؟'' وہ اس کی بات دہرا رہی تھی۔

شامیر نے بے اختیار گردن گھما کر اسے دیکھا اور اس کا تاثر بھانپ کر سنجیدگی سے بولا۔

''میں اسے واپس نہیں لے رہا۔ مجھے ایسا لگتا ہے ارما! آج کا اندوہناک حادثہ صرف اس انگوٹھی کی وجہ سے ہوا ہے، میں نہیں چاہتا، تم انگوٹھی پہن کر گھر جاؤ اور کسی دوسری پریشانی سے گزرو۔ فی الحال وہ رِنگ مجھے لوٹا دو۔ میں تمہیں وہ تب دوں گا، جب تم سب کچھ چھوڑ کر میرے پاس چلی آؤ گی، تاکہ کوئی ڈر خوف اس انگوٹھی کو تمہاری انگلی سے نہ اتار سکے۔ میرا نام تمہاری پہچان ہونا چاہیے نہ کہ تمہاری رُسوائی کا سبب۔ میں تم پر کوئی آنچ آتی نہیں دیکھ سکتا۔''

''اوہ.....'' ارما نے تشکر آمیز نظروں سے اسے دیکھا اور مسکرا کر بولی۔ ''آپ بہت اچھے ہیں شامیر!.....آپ واقعی بہت اچھے ہیں۔''

''نہیں، تم زیادہ اچھی ہو ارما! اسی لئے میں بہت possessive ہوں تمہارے لئے۔''

وہ دوبارہ اپنی چاہت کا اظہار کر رہا تھا۔ ارما مسکرا دی۔ اس نے اپنے ہاتھ سے انگوٹھی اتارنی چاہی تو بے حساب چونک اٹھی۔ دمکتے گولڈن رِنگ کا وہ حصہ، جو شامیر کے نام سے روشن تھا، اپنی جھلملاہٹ سمیت غائب تھا۔ شاید سمندر کے پانی میں بہہ گیا تھا۔ اتنے ہنگامے میں وہ کہاں ٹوٹ کر گرا تھا، ارما قطعاً نہیں جانتی تھی۔

''شامیر.....!'' ارما نے دھڑکتے دل سے اسے پکارا اور ہاتھ سامنے کر دیا۔ ''انگوٹھی ٹوٹ گئی ہے، وہ کتبہ جس پر آپ کا نام لکھا تھا، کسی لہر نے نگل لیا۔ اب وہ میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔''

''واٹ.....؟'' شامیر کے پاؤں تیزی سے بریک دبا گئے۔ گاڑی ایک تیز دھچکے سے ویران راستے پر رُک گئی۔ اس کی عقابی نظر، ارما کے ہاتھ پر جمی تھی، جہاں انگوٹھی کے رِنگ پر

ایک بدنما داغ موجود تھا۔ صاف لگ رہا تھا، وہاں سے کچھ اُکھڑ کر نکل گیا تھا۔

شامیر کا چہرہ لمحوں میں فق ہوا تھا۔ ''یہ..... یہ اچھا نہیں ہوا ارما! یہ اچھا شگون نہیں ہے۔ انگوٹھی کا یوں ٹوٹنا شاید ہمارے حق میں بہتر نہ ہو۔''

''کک.....کیا مطلب؟'' وہ دل تھام کر رہ گئی۔

''مطلب صاف ہے ارما! میرا نام تمہارے نام میں شامل ہونے سے پہلے ہی گم ہو گیا۔'' وہ بے حد پریشان تھا۔

ارما کے حواس اُڑ گئے۔ وہ گھبرا کر بولی۔ ''آپ.....آپ ایسا کیوں سوچ رہے ہیں شامیر! پانی کے تیز بہاؤ کے سامنے انسان کی وقعت کسی تنکے سے زیادہ نہیں تھی، پھر یہ تو ایک انگوٹھی ہے۔ اگر آپ کے نام والا حصہ ٹوٹ کر موجوں کی نذر ہو گیا تو آپ توہمات کا شکار کیوں ہو رہے ہیں؟ اتنے خوف ناک حادثے کا کوئی اچھا نتیجہ تو نکلنا نہیں تھا، سو انگوٹھی ٹوٹ گئی۔ پھر اس میں اتنا جذباتی ہونے کی کیا بات ہے؟''

''میں جذباتی نہیں ہو رہا۔'' شامیر کی آواز بوجھل تھی۔ ''مجھے اذیت ہو رہی ہے اپنے نام کے گم ہو جانے پر۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ ہم کبھی مل نہیں پائیں گے یا..... یا کوئی دُوری ہمارے درمیان آ ٹھہرے گی۔ ہم جدا ہو جائیں گے، ارما.....!''

''ہائے.....خدا نہ کرے۔'' ارما دھک سے رہ گئی۔ شامیر کے الفاظ اس پر بجلی بن کر گرے تھے۔

''اور..... اور اگر ایسا ہو گیا تو.....؟'' وہ اب تک اسی سوچ کا شکار تھا، اس کے چہرے پر سائے سے لہرانے لگے۔

''نہیں، ایسا کچھ نہیں ہو گا شامیر.....!'' ارما نے بے اختیار اسٹیئرنگ پر رکھا اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ''We are made for each other.....سو اللہ ہمیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کرے گا۔ آپ کوئی وہم دل میں مت لائیے۔ خدشات، خوف میں مبتلا کر دیتے ہیں، ان سے دور رہیے۔'' اس کی آواز لرز رہی تھی۔

لیکن شامیر بے حد نروس اور فکرمند دکھائی دے رہا تھا۔ اسے انگوٹھی ٹوٹنے کا غم نہیں تھا، بس اپنے نام کے گم ہو جانے پر تشویش ہو رہی تھی۔ جانے آج کیسا دن تھا، دونوں کا ملنا خوشی سے عبارت نہیں تھا۔

❋❋❋

جیتنے میں بھی جہاں جی کا زیاں پہلے سے ہے
ایسی بازی ہارنے میں کیا خسارہ دیکھنا
آئینے کی آنکھ ہی کچھ کم نہ تھی میرے لئے
جانے اب کیا کیا دکھائے گا، تمہارا دیکھنا

دائم پچھلی کئی راتوں سے سو نہیں پایا تھا۔ ایک بے چینی اور اضطراب تھا، جس نے زندگی کو زندگی نہ رہنے دیا تھا۔ سندس اور منال کے جذبات سے بندھ کر اس کی اپنی ہستی کچھ ایسی دبی کہ وہ اپنے احساسات میں تبدیلی اور جذبوں میں ناتوانی سی محسوس کرنے لگا تھا۔ آج بھی اس کی پہلی چوائس سندس تھی۔ اسے پانے کے لئے دائم نے ذکاء الدین جیسے ضدی باپ سے ٹکر لی تھی۔ ذکاء الدین، سندس کے ڈیڈی تھے، جن کے منہ سے نکلا ہر لفظ حرفِ آخر کی طرح کسی رد و بدل کی قید سے آزاد ہوتا تھا۔ وہ جو چاہتے، جیسا چاہتے سو کرتے تھے۔ کسی سے مشورہ لینا ان کی سرشت میں نہیں تھا۔ وہ اِک زعم سے سر اُٹھا کر جی رہے تھے۔ اپنی خود پسندی میں ان کے بیوی بچے بری طرح نظر انداز ہو رہے تھے۔ مگر انہوں نے اپنے ذاتی مفاد میں ان کی حیثیت کو کبھی حائل ہونے نہ دیا تھا۔ وہ ان کا بے حد خیال رکھتے مگر کسی بھی فیصلے کا اختیار صرف ان کے اپنے ہاتھ میں تھا۔ وہ ہر معاملے میں اپنی مرضی کو ترجیح دیتے اور اپنی پسند کا فیصلہ صادر کر ڈالتے۔ اسی لئے تمام عمر مسٹر ذکاء الدین کی بیوی سے نہ بن سکی۔ وہ ایک پڑھی لکھی مگر کم گو عورت تھیں۔ شوہر کے حاکمانہ مزاج سے اختلاف کے باوجود انہوں نے ان کے سامنے زبان نہیں کھولی تھی اور نہ ہی کبھی اپنے حقوق کے صحیح طور پر ادا نہ کرنے پر شور مچایا تھا۔ وہ ذکاء الدین کی فطرت سے سمجھوتہ کر چکی تھیں شاید اسی لئے اپنی زندگی اور جذبات کی اہمیت کو بھول بیٹھی تھیں۔ اللہ نے انہیں صاحبِ اولاد کیا تھا۔ شامیر ان کا بیٹا اور سندس بیٹی تھی۔ شوہر کی بے اعتنائی اور کم توجہی کے باوجود دونوں بچوں کی پرورش میں انہوں نے کوئی کمی نہ آنے دی تھی۔ ہر قسم کا دکھ سہہ کر بھی اپنی اولاد کی زندگی میں سکھ بھرنے کی حتی المقدور کوشش کی تھی۔ وہ سندس اور شامیر کو اپنی دو آنکھوں کی طرح بے حد عزیز رکھتی تھیں۔

دائم، ذکاء الدین کی ایک منہ بولی بہن کا بیٹا تھا۔ سندس پر دل و جان سے فریفتہ اور اس سے شادی کا خواہش مند تھا۔ لیکن سندس اپنے باپ کی طرح ایک انا پرست ضدی لڑکی تھی۔

دائم کی نظروں کے واضح پیغام کو پا کر بھی اسے اکثر نظر انداز کر دیا کرتی۔ دائم کی جذباتیت اس کے لئے معنی ضرور رکھتی تھی، مگر اپنی انا کی تسکین کے لئے وہ اس کے سامنے ایک طمطراق اور غرور سے رہا کرتی۔ اس کا وہ غرور اور نخرہ ہی دائم کو سب سے زیادہ پسند تھا کیونکہ وہ جانتا تھا، خوب صورتی ذہانت کے ساتھ مل کر ہی تمکنت اور غرور کے مرتبے پر فائز ہوتی ہے۔ سو سندس کا دانستہ گریز ہی اسے دائم کے قریب لے آیا تھا۔ اپنی چاہت کا اظہار، سندس کے حضور کرنے کے بجائے دائم نے براہِ راست ذکاء الدین سے بات کی تھی اور اپنے دلی جذبات سے آگاہ کرنے کے بعد مام کے ذریعے شادی کا پیغام بھجوایا تھا۔

ذکاء الدین اس پروپوزل پر بے حد خوش ہوئے تھے۔ انہوں نے بیوی اور بیٹی سے مشورہ کئے بغیر اپنی مرضی کے مطابق یہ رشتہ منظور کر لیا تھا۔ شامیر کو بھی اس پروپوزل کی اطلاع تب ملی تھی، جب منگنی کا فنکشن فائنل کیا گیا۔ یہ اس کے باپ کا فیصلہ تھا، جسے سندس سمیت گھر کے ہر فرد کو بے چوں چراں ماننا تھا۔ سو شامیر بھی باپ کی ہٹ دھرمی پر کوئی احتجاج نہ کر سکا۔

سندس سے منگنی کے بعد دائم کی خوشیاں پہلے سے بڑھ گئی تھیں۔ وہ لڑکی اس کی محبت کو قبول کر چکی تھی۔ گو کہ اپنی فطرت کے تحت کچھ زیادہ کھلی نہ تھی، مگر دائم جانتا تھا، وہ اسے پسند کرتی تھی۔ دائم نے اعلیٰ تعلیم پاکستان ہی میں حاصل کی اور اپنے بہترین اکیڈمک ریکارڈ کی وجہ سے امریکہ میں سافٹ ویئر انجینئر کے طور پر جاب حاصل کی۔ کچھ عرصہ غیر ملکی ماہرین کی نگرانی میں سافٹ ویئر انڈسٹری میں کام کیا اور بعد میں اپنے باس کے ساتھ مل کر اس بزنس میں پارٹنر شپ حاصل کر لی۔ دائم بے حد ذہین اور معاملہ فہم انسان تھا۔ بزنس کی اچھی سوجھ بوجھ رکھتا تھا، سو دن رات کی محنت اسے ایک اچھے بزنس مین کے طور پر سامنے لے آئی۔ وہ اپنے سرکل میں جانا پہچانا جانے لگا۔ اس کا ارادہ کاروبار کو وسعت دینے کا تھا۔ مگر والدین پاکستان آنے کے خواہش مند تھے۔ دائم ان کی اکلوتی اولاد تھا۔ اس کی فطرت میں بھی ضد اور ہٹیلا پن شامل تھا، مگر دل کی نرمی کسی کے ساتھ اسے زیادتی سے پیش آنے نہ دیتی۔ وہ بے حد مہذب اور خوش اخلاق نوجوان تھا۔ اس کی سادہ طبیعت دوسروں کو بہت جلد اس کا گرویدہ بنا لیتی۔ سو ذکاء الدین کو ایسا داماد چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہ ملتا۔ وہ سندس سے اس کا رشتہ کر کے بے حد مطمئن تھے اور اسے امریکہ میں سیٹل دیکھنا چاہتے تھے۔ لیکن امریکہ میں کچھ عرصہ گزارنے کے بعد دائم کو والدین کے اصرار پر واپس آنا پڑا۔ اس کی مام اس کی شادی کرنے کا پروگرام بنائے بیٹھی تھیں اور والد اپنے اکلوتے بیٹے کو پاکستان میں ایڈجسٹ کرنے کے خواہش مند تھے۔ وہ چاہتے تھے، دائم اب ان کی نظروں کے سامنے رہ کر اپنا بزنس ڈیویلپ کرے، سو اسے والدین کے اصرار پر اپنا بزنس وائنڈ اپ کر کے پاکستان آنا پڑا۔ یہاں آ کر ذکاء الدین نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور بزنس سیٹ کرنے میں بے حد مدد کی۔ دیکھتے ہی دیکھتے دائم کا نام سرکل میں پاپولر ہو گیا۔ مالی طور پر مستحکم ہونے کے بعد دائم نے مام کو شادی کے لئے

رضامندی دے دی۔ وہ ذکاء الدین کو اپنا محسن قرار دیتا تھا، سو سندس سے رشتہ جوڑ کر بے حد خوش تھا۔

❁

شادی ہونے میں کچھ ہی دن باقی تھے کہ دائم کے ایکسیڈنٹ نے ہر خوشی کا رخ موڑ دیا۔ وہ ایکسیڈنٹ منال کی دی ہوئی ٹینشن کا نتیجہ تھا۔ شادی کی تاریخ طے ہو جانے کے باوجود ملتوی کرنا پڑی۔ یہ التوا بھی منال کی مرہونِ منت تھا۔

منال کون تھی؟ کیا تھی اور کیا چاہتی تھی.....؟

دائم کو ان سوالات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی مگر اس لڑکی نے اس کی زندگی میں سکون ختم کر کے ایک ہلچل سی مچا دی۔ اس لڑکی نے سندس سے جڑے گہرے تعلق اور جذبات کو جاننے کے باوجود دائم کے وجود کو اپنے اظہارِ محبت سے ہلا کر رکھ دیا۔ اپنی یکطرفہ محبت کے طوفانی جذبے کی شدت کو جتانے میں اتنی بولڈنیس کا مظاہرہ کیا کہ امریکہ سے آنے والا دائم اپنی سنجیدہ مزاجی اور سندس سے چاہت کے باوجود ششدر رہ گیا۔ منال کے جذبے میں بہت آگ تھی۔ آگ جلا کر بھسم کر سکتی تھی۔

یہ آگ اپنی شدت سے سندس کو بری طرح بھڑکا گئی۔ منال کی دیدہ دلیری اسے ایک آنکھ نہ بھائی کیونکہ وہ لڑکی دو محبت بھرے دلوں میں دُوری بڑھانے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ دائم کے جذبات میں آگ لگا کر اسے یہ باور کرا رہی تھی کہ تم ہی میرے سب کچھ ہو۔ یہ انصاف نہیں تھا، یہ ڈاکہ زنی تھی اور منال اس قبیح فعل کی مرتکب ہوئی تھی۔ اس نے دائم کو اپنے رویّے اور ذومعنی باتوں سے زِچ کر ڈالا تھا اور جذبات کے اظہار میں اتنی بے باکی کا مظاہرہ کیا تھا کہ دائم بے بس ہو کر رہ گیا تھا۔ منال اس بار اسے کھلا چیلنج دے چکی تھی کہ وہ اسے جیت لے گی اور سندس کے ٹھکرانے کے بعد اسے اپنا بھی لے گی۔

وہ لڑکا، جو سندس کا دیوانہ تھا، اس کے لئے انتہائی جذباتی تھا۔ آج زندگی کے اس موڑ پر اُلجھا کھڑا تھا۔ منال، جو خود بھی حمزہ کی منگیتر تھی، نا حال اپنے رشتے کو نظرانداز کر کے دائم سے تعلق استوار کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کی وہ کوشش شاید کسی حد تک کامیاب ہو جاتی، اگر سندس عین وقت پر دائم کی لگام نہ کستی۔ دائم، سندس کا ہونے والا شوہر تھا۔ پھر بھلا وہ اسے ہاتھ سے نکلنے کا کوئی موقع کیسے دے سکتی تھی۔ سندس کا محتاط ہو جانا، دائم کو کافی حد تک Secure کر گیا مگر دوسری طرف منال نے ہمت ہارے بغیر دائم کے خیال میں تبدیلی کا عمل اتنی تیزی سے شروع کیا کہ اس بے چارے کو سنبھلنے کا موقع نہ مل سکا۔ دائم کی اپنے بچاؤ کی ہر کوشش منال اپنی ایک جھلک سے مٹی میں یوں ملاتی کہ وہ ہاتھ ملتا رہ جاتا۔

وہ منال.....دائم جسے اپنے دوست عرفان کی بہن سمجھ کر کبھی اہمیت دینا نہیں چاہتا تھا، وہی دائم اب اس کی جانب توجہ دینے پر مجبور ہو گیا تھا۔ بظاہر خود پر مضبوطی کا خول چڑھائے وہ

نہ چاہ کر بھی اندر ہی اندر بکھرتا جا رہا تھا۔ منال کے سلگتے جذبات کی شدت نے اسے اس حد تک پاگل کر ڈالا تھا کہ وہ لمحہ بھر کو پلٹ کر ایک نظر منال کو دیکھنے پر مجبور تھا اور یہ مجبوری سندس سے برداشت نہیں ہوتی تھی۔

ادھر منال کی تقدیر نے ایک زبردست کروٹ بدلی۔ وہ اچانک ایک روڈ ایکسیڈنٹ کا شکار ہوئی تھی۔ دائم اتفاقاً حمزہ سے باتوں میں مصروف تھا، جب اس نے فٹ پاتھ کے دوسری طرف ایک لڑکی کو زخمی ہو کر سڑک پر گرتے دیکھا، لڑکی ہوش و حواس سے بے گانہ تھی لیکن اس پل اس لڑکی کی ایک جھلک، دائم کے ہوش اُڑا گئی۔ وہ لڑکی جس نے اپنے جذبوں کے اظہار میں کسی منافقت سے کام نہیں لیا تھا، آج بے ہوشی کی حالت میں دائم کو ایک ایسی جذباتی شکست دے گئی، جس میں اُلجھ کر وہ خود کو سنبھال نہ سکا۔ وہ لمحے منال کو اس کے دل میں اتار گئے تھے۔

وہ شاید دائم کی زندگی کے سب سے کمزور لمحے تھے۔ اسی کمزوری کے زیرِ اثر وہ حمزہ کو ڈھمکی دے بیٹھا کہ منال کو کچھ ہو گیا تو وہ اسے چھوڑے گا نہیں۔ اپنے منہ سے نکلے حیرت انگیز الفاظ خود دائم کو بھی حیرت میں ڈال گئے تھے۔ وہ جو منال کو ہر بار رد کرتا آیا تھا، ان الفاظ کی روشنی میں کیا کہنے کی کوشش کر رہا تھا؟

کیا وہ لڑکی اُس کا سندس سے جذباتی تعلق توڑنے میں کامیاب ٹھہری تھی؟

کیا وہ دائم کو اس کی جگہ سے ہلا کر ایک نئی جگہ پر کھڑا کر گئی تھی؟ یا وہ خود بے ایمان ہو گیا تھا؟ اس تبدیلی پر دائم اس دن اتنا گھبرایا کہ اپنے دوست حمزہ سے نظر نہ ملا سکا تھا۔ اسے یوں محسوس ہوا، جیسے وہ چوری کرتے پکڑا گیا ہو۔

یہ چوری نہیں، بے ایمانی تھی، دوست کے ساتھ صریحاً دھوکا تھا۔ اگر وہ سندس سے منہ موڑ کر حمزہ کی منگیتر کو اپنے دل میں جگہ دیتا تو یہ خود سے ہارنے والی بات ہوتی۔ ایک ناممکن بات ہوتی۔ لیکن دل کا حال عجب تھا کہ وہ کسی ضدی بچے کی طرح منال کے لئے مچل رہا تھا اور نہ چاہ کر بھی منال کی آرزو کر رہا تھا اور وہ آرزو، دائم کا جینا حرام کر گئی تھی۔

دائم اس بار خود اپنے آپ سے خوف زدہ تھا۔ وہ حالات جو اس کے سامنے تھے، اب اس کی بے بسی کا جیسے جال بُن رہے تھے۔ اس کی پُرسکون راتیں، عذاب ناک رتجگوں میں بدلنے لگیں، وہ پوری نیند لینا بھول گیا۔ اِک تڑپ اور وحشت تھی، جو من میں بھانبھڑ دہکائے رکھتی۔ اسے اپنی رگ رگ سے شعلے نکلتے محسوس ہوتے۔ اس کی زندگی میں سندس کی جگہ ثانوی ہو گئی تھی۔ لاکھ کوششوں کے باوجود وہ منال جیسی لڑکی کو نظرانداز کرنے میں ناکام رہا تھا۔ وہ لڑکی اپنی باتوں اور جذبات کے شفاف اور کھرے اظہار سے جیت رہی تھی اور وہ جیت، دائم کی ہار تھی۔

❁

وہ ہارنا نہیں چاہتا تھا، لیکن ہارنے پر مجبور تھا۔ وہ سندس کو کھونا نہیں چاہتا تھا، مگر کھونے پر مجبور تھا۔ وہ اپنے جذبات میں تبدیلی اور ہمت میں شکستگی نہیں چاہتا تھا مگر اس کی جذباتی حالت اس کی شکست کی ذمہ دار تھی۔ منال کی شدت پسندی اپنی یکطرفہ چاہت کے ساتھ اسے ایک نئی راہ کا راہی بنا گئی تھی۔ وہ راہ برائی اور جگ ہنسائی کی منزل تک پہنچاتی تھی اور اس منزل کے اختتام پر ہی منال کھڑی تھی۔ وہ منال، جس کے لئے دائم کی دھڑکن اپنی ردھم بدل چکی تھی۔ جو اس کے دل میں جگہ بنا گئی تھی۔ حمزہ سے دوستی محدود کرنے اور اپنی اپنی زندگی من چاہے ڈھب سے جینے کی بات کرنے والا دائم اس دن سچ مچ جذباتی شکست کھا گیا، جس دن منال کو ہسپتال سے ڈسچارج کیا جا رہا تھا۔ وہ قسمت کی خرابی تھی یا تقدیر کی گردش۔ اسی دن ڈاکٹر مبارک نے دائم کے زخمی پاؤں کے رِستے ناسور کو دیکھ کر فوری ایکسرے کروانے کی ہدایت کی تھی۔ ڈاکٹر کا خیال تھا، بے آرامی کے باعث بڑھتا زخم ہڈی کو چھو گیا تھا۔

دائم چلنے پھرنے میں بہت اذیت محسوس کر رہا تھا اور اسی تکلیف کے ازالے کے لئے ڈاکٹر مبارک کے پاس آ رہا تھا۔ اب ان کی ہدایت پر ایکسرے کروانے کے لئے جونہی کمرے سے باہر نکلا تو اتفاقاً عرفان سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ دائم کو لنگڑاتا دیکھ کر وہ رک گئے۔

''کیا ہوا دائم؟..... آج ہاسپٹل کیسے آ گئے؟ خیریت تو ہے نا؟'' عرفان نے تشویش سے پوچھا۔

''خیریت کہاں یار! پاؤں کا زخم ٹھیک ہو کے نہیں دے رہا۔ ڈاکٹر مبارک کہتے ہیں، یہ زخم ہڈی کو چھو گیا ہے، اس لئے ایکسرے کروا کر لاؤ تاکہ صحیح طور پر علاج ہو سکے، سو میں ایکسرے کے لئے لیبارٹری جا رہا ہوں۔'' دائم نے تفصیل بتائی۔

''اپنا خیال رکھو دائم! شادی سے پہلے تمہیں مکمل طور پر فٹ ہونا چاہئے۔ تکلیف بڑھ گئی تو تمہارے ساتھ تمہاری فیملی کو بھی پرابلم کا سامنا کرنا پڑے گا۔'' وہ فکرمند ہو گئے تھے۔

''میں خود بھی اس صورتِ حال سے بیزار ہوں، عرفان! مگر اللہ جانے سے زخم مندمل کیوں نہیں ہو رہا۔ شاید اس لئے کہ میں منال کا کیا دھرا بھگت رہا ہوں۔ صرف اس لڑکی کی وجہ سے میں اتنی اذیت سہنے پر مجبور ہوں۔'' وہ اُداسی سے بولا۔

''کیا مطلب؟'' عرفان چلتے سے رک گئے۔ ''منال تمہارے ایکسیڈنٹ میں کہاں انوالو ہو گئی یار! وہ تو خود ہسپتال کے بستر پر ہے۔''

وہ ہسپتال کے بیڈ پر اب آئی ہے اور میں..... میں یہ تکلیف پچھلے ایک مہینے سے سہہ رہا ہوں، یُو نو۔'' وہ جل کر بولا۔

''تمہارا مطلب کیا ہے دائم! میں کچھ سمجھا نہیں۔'' عرفان حیرانی سے اس کا چہرہ دیکھ رہے تھے۔

''دیکھو عرفان! میں دہری جنگ لڑتے لڑتے تھک چکا ہوں۔ اس لئے آج خود کو کہنے

سے روک نہیں سکتا۔ دراصل بات یہ ہے کہ.....''

دائم نے کسی جھجک کے بغیر وہ ساری روداد کہہ ڈالی، جب منال اور ارما اس کے بلانے پر سارا ریسٹورنٹ آئی تھیں اور منال نے بات چیت کے دوران دائم کو اتنا Over strain کر دیا کہ گھر واپسی پر وہ اپنے حواس پر کنٹرول کھو بیٹھا۔ نتیجے میں اسے شدید ایکسیڈنٹ کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ مرتے مرتے بچا اور اب تلک زخمی حالت کے ساتھ ان کے سامنے کھڑا تھا۔

''عرفان!'' دائم نے گہری سانس خارج کر کے اسے دیکھا۔ ''میرا یقین کرو، اس دن سے آج تک میں ایک پل کے لئے سکون سے سو نہیں سکا۔ منال نے میرے وجود کو جیسے ڈائنامائٹ لگا کر دھماکے سے اُڑا دیا ہے۔ میرا اختیار چھن گیا ہے۔ عرفان نے ہاسپٹل آ کر سندس سے بھی منہ ماری کی اور ہمارے تعلقات میں دراڑ ڈالنے کی کوشش کی۔ میں یہ بات تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں۔ منال کی وہ باتیں، سندس کا اعتبار ختم کر گئی ہیں۔ میں آج تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں یار! کہ وہ لڑکی اب ہر بات پر مجھے منال کا طعنہ دیتی ہے۔ میں چپ رہوں تو میری خاموشی کو منال کی یاد سے تعبیر کرتی ہے۔ میری خوشی کو منال سے ملاقات کا شاخسانہ قرار دیتی ہے۔ میں کیا بتاؤں، عرفان! سندس کا رویہ کس قدر بدل گیا ہے۔ لگتا ہے، زندگی میں سوائے اذیت کے کچھ نہیں بچا۔ میری سندس بے چاری، منال کی باتوں کے پریشر میں اس قدر آ گئی ہے کہ مجھ سے بھی خوف کھانے لگی ہے۔ وہ سمجھتی ہے، میں اسے اپنی زندگی سے نکال باہر کروں گا۔'' وہ ایک لمحے کے لئے سانس لینے کو رکا اور پھر بولتا چلا گیا۔

''وہ اپنے خدشات میں اُلجھ کر علاج کے لئے ہسپتال بھی آنے نہیں دیتی کہ کہیں اس سے چھپ کر میں منال کی عیادت کو نہ چل پڑوں۔ وہ ہر لمحہ مجھ پر نگاہ رکھنے لگی ہے۔ اسے مجھ پر ذرا سا بھروسہ نہیں رہا۔ وہ سائیکک ہو گئی ہے شاید۔'' دائم نے بے چارگی سے دوست کا ہاتھ پکڑا۔ ''ذرا سوچو، مجھ جیسا بندہ کس طرح بندھ کر رہ گیا ہے۔ میں سندس کو اپنی وفاداری کا یقین دلا سکتا ہوں۔ وہ برملا کہتی ہے، میں اب منگنی کا بندھن توڑ کر منال سے رشتہ جوڑ لوں گا۔ میں کبھی اس سے شادی نہیں کروں گا۔ مجھے بتاؤ، میں کیا کروں عرفان! میں بہت پریشان ہوں۔ تمہاری بہن نے میری زندگی کی ہر خوشی چھین لی ہے۔ میری زندگی کا سُکھ چین لوٹ لیا ہے۔ میں سندس کے طعنے سہہ سکتا ہوں اور نہ منال کی کوئی زیادتی۔ میں اس قدر دباؤ کا شکار ہوں کہ دل چاہتا ہے مر جاؤں یا پھر امریکہ لوٹ جاؤں۔ میرے اندر باہر اذیت کا احساس ہے، جو مجھے بے موت مار رہا ہے۔ تم دیکھنا، وہ مجھے کہیں کا نہیں چھوڑے گا۔ میں مر جاؤں گا، عرفان! میں جان سے گزر جاؤں گا۔'' دائم روہانسا ہو گیا۔

اور عرفان..... وہ یوں کھڑے تھے، جیسے ان کے جود سے روح نکل گئی ہو۔ وہ دائم کو اس کے کہے کا کیا جواب دیتے؟ ان کی چھوٹی بہن نے دوست کے سامنے نظریں ہی نہیں، ان کا سر بھی جھکا دیا تھا۔ پریشان حال دائم کی باتیں سن کر عرفان کا دل چاہا، زمین پھٹے اور وہ اس

میں سما جائیں۔ لیکن ایسا ہوتا ہی کب ہے؟ بندہ بے عزتی سہنے کو زندہ رہتا ہے۔ سانسوں کی آمدورفت اسی طرح جاری و ساری رہتی ہے، جیسے عام حالات میں۔ شاید دکھ اور ذلت سہنے کے لئے زندہ رہنا ضروری ہوتا ہے۔ کم سے کم عرفان کو ایسا ہی لگا تھا۔

وہ سانس لینے کے باوجود جانکنی سی کیفیت میں مبتلا تھے۔ ان کی چپ طویل ہوئی تو دائم نے انہیں پکار لیا۔ ''میں جانتا ہوں عرفان! میری باتیں سن کر تم کیسا محسوس کر رہے ہو گے۔ تمہارے دل پر جو گزری ہے، میں اس اذیت کو جان سکتا ہوں۔ لیکن کیا کروں، یہ سب کہنا ضروری تھا۔ تم میری نیچر جانتے ہو۔ میں خود کو صبر و ضبط سے کبھی دور نہیں رکھتا، نہ مجھے شکایت کے پلندے کھول کر دوسرے کی ذات پر کیچڑ اچھالنے کی عادت ہے۔ میں بدترین حالات کو فیس کرنے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ میں جانتا ہوں، مجھے خود پر کیسے کنٹرول رکھنا ہے۔ مگر وہ کنٹرول میں سندس کے لئے استعمال نہیں کر سکتا۔ وہ ایک نازک سی لڑکی ہے یار! وہ میری محبت ہے اور یہ بات تم اچھی طرح جانتے ہو۔ سندس میرے لئے بہت جذباتی ہے۔ میں اس کے جذبات کو ٹھیس لگانا نہیں چاہتا۔ میں اس کا دل توڑنا نہیں چاہتا۔ اللہ کے واسطے عرفان!..... یہ میری زندگی کے کٹھن لمحات ہیں۔ اس مشکل گھڑی میں میری مدد کرو۔ پلیز، مجھے منال کی آندھی طوفان جیسی محبت سے بچالو۔ ورنہ میں..... میں.....'' وہ بات پوری نہ کر سکا۔ اس کی آواز بھیگ چکی تھی۔

عرفان کی جھکی گردن مزید جھک گئی۔ وہ دائم کی طرف دیکھنے کی جرأت نہ کر سکا۔ ان کی سماعت میں آگ جل رہی تھی۔

''عرفان.....!'' دائم نے بہ مشکل خود پر قابو پا کر ان کا کاندھا ہلایا۔ ''فار گاڈ سیک! یُو ڈُوسم تھنگ فارمی۔ مجھے منال کی یکطرفہ چاہت سے بچالو۔ مجھے خود سے ڈر لگنے لگا ہے۔ ایسا نہ ہو، میں سندس کے ساتھ ساتھ حمزہ کا گناہ گار بھی ہو جاؤں۔ وہ تمہاری بہن سے بہت پیار کرتا ہے۔ منال پر دل و جان سے نثار ہے۔ مجھے گناہ گار نہیں ہونا، عرفان! خدا کی قسم، اپنے مزاج کی بدلتی رُت، آنے والے وقت سے مجھے خوف زدہ کر رہی ہے۔ اگر منال باز نہ آئی تو اپنے ساتھ مجھے بھی لے ڈوبے گی۔ میں ایک محبت کھو کر دوسری محبت پانے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ میں تمہاری بہن کی طرف جھکنا نہیں چاہتا۔ میں حمزہ اور سندس کی نظروں میں مجرم بننا نہیں چاہتا۔ عرفان! پلیز میری بات سنو۔'' دائم نے ان کے سامنے آ کر دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔ ''اس سے پہلے کہ میں کسی غلطی کا مرتکب ہو جاؤں، منال کو مجھ سے دور لے جاؤ۔ اسے میری نظروں سے دور کر دو پلیز۔ میں ہاتھ جوڑتا ہوں عرفان! منال کو مجھ سے دُور کر دو، ورنہ قیامت آ جائے گی۔ وہ ہو جائے گا، جو ہونا نہیں چاہئے۔ تم سمجھ رہے ہو نا میری بات؟''

وہ انہیں جھٹکے دے بیٹھا۔ اس کی آواز رندھ رہی تھی۔ ''تمہیں پتہ ہے نا، میں کیا کہہ رہا ہوں؟ تم میرے دوست ہو۔ منال کے بڑے بھائی ہو۔ شاید اسی لئے آج یہ اقرار میں

تمہارے سامنے کر بیٹھا ہوں۔ منال اگر اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئی تو وہ ہر بازی جیت جائے گی۔ تب سارا خسارہ میرے حصے آئے گا، عرفان! منال نے میرا دل جیت لینے کے لئے جو بساط بچھائی ہے، میں اس بساط پر کھیلے بغیر اپنی ہار تسلیم کر لوں گا۔ یہ سچ ہے عرفان! تمہاری بہن مجھے پاگل کر دے گی۔ میرا دل..... میری روح اور..... اور میرے سانس کا ردھم، سندس کی جگہ منال کا نام گنگنانے لگا ہے۔ لیکن میں یہ سچ تسلیم کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ عرفان! یہ سچ بہت کڑوا ہے اور اس سے بچ کر نکلنا میرے لئے ممکن نہیں رہا۔ شاید میرے یہ جملے تمہاری نظر میں قابلِ اعتراض ہوں گے میرے دوست! مگر میں مجبور ہو گیا ہوں عرفان! حالانکہ میں..... میں جانتا ہوں یہ غلط ہے۔ یہ سب کچھ بہت غلط ہے۔ میرے جذبات، میرے اختیار سے باہر ہو رہے ہیں۔ اگر میں نے ان کا اظہار منال کے سامنے کر دیا تو میں سب کی نظر میں مجرم بن جاؤں گا۔ مگر میں کیا کروں؟ شاید عشق کے کھیل کا انجام اتنا ہی حیرت انگیز ہوتا ہے۔ شاید اس میں کبھی ہار نہیں ہوتی۔ ایک فریق اگر جیتتا ہے تو دوسرا لازمی ہارتا ہے۔ اور جو ہارتا ہے، جیت درحقیقت اسی کی ہوتی ہے۔ میں جیتنا نہیں چاہتا، عرفان! میں اس بازی میں جیتنا نہیں چاہتا۔''

وہ جیسے آج سب کچھ کہہ دینے کی ٹھانے بیٹھا تھا۔

''پلیز، بس کرو دائم!..... خدا کے لئے بس کرو۔'' عرفان ہسپتال کے کاریڈور میں کھڑے ہونے کے باوجود چیخ اٹھے۔

خاموش ماحول میں ان کی تیز آواز صور اسرافیل کی طرح گونجی تھی۔ ہسپتال کا باوردی اسٹاف حیرتوں میں گھر کر انہیں دیکھنے لگا۔ راہداری کی بینچوں پر بیٹھے مریض ایک تحیر سے عرفان کی صورت تک رہے تھے، جو قیامت کی اس گھڑی میں خود کو سنبھالنے کی جدوجہد میں بار بار ناکام ہو رہے تھے۔ تب سامنے سے آتے دو سینئر ڈاکٹرز، عرفان بھائی کے قریب آ رکے۔ ان کے چہروں پر خفگی اور آنکھوں میں اُلجھن کے آثار تھے۔ ان میں ایک نے ڈانٹ کر کہا۔

''یہ ہاسپٹل ہے مسٹر! اپنا غصہ باہر جا کر نکالو تو زیادہ اچھا رہے گا۔ یہاں مریضوں کو ڈسٹرب کرنے کی اجازت کسی کو نہیں دی جاتی۔''

عرفان بھائی مٹھیاں بھینچ کر رہ گئے۔ دائم نے ان کی جو انسلٹ کی تھی، یہ بے عزتی اس کے مقابلے میں بھی بہت کم تھی۔ پھر بھی ان کا وجود لرزنے لگا تھا۔

دائم نے سر اٹھا کر دوست کا چہرہ دیکھا اور فوراً اپنی غلطی کا ڈنٹ کرتے ہوئے ان کا سرد ہاتھ دبوچا اور زخمی دُکھتے پاؤں کے باوجود تیز قدمی سے انہیں ہسپتال کے سرسبز گارڈن میں لے آیا، جہاں آتے ہی عرفان نے آزاد فضا میں گہری سانس لے کر اندر کی گھٹن کو کم کرنے کی ناکام کوشش کی، مگر دل پر پڑا بوجھ بڑھتا چلا گیا۔ آنکھیں دھندلانے لگیں۔ بدن میں جیسے ناتوانی سی اُتر آئی اور وہ ایک بے کسی و لاچاری سے سر پکڑ کر سنگی بینچ پر بیٹھ گئے۔ وہ سب کیا تھا؟ کیسی انہونی باتیں تھیں جو نہ صرف انہوں نے سنیں بلکہ بے غیرتی سے سہہ بھی لی تھیں۔

لاچاری اور بے کسی کا احساس ان کے حواس پر اس قدر غالب تھا کہ اس میں پڑ کر انہیں منال پر غصہ آیا، نہ دائم کے یوں دل ہلکا کرنے پر۔

ہاں، ایک خواہش نے دل میں سر ضرور اٹھایا تھا اور وہ خواہش تھی کہ کسی سمندر میں جا کر ڈوب مرنے کی، منال کا بھائی ہونے کے ناتے وہ اپنے آپ کو بس یہی سزا دے سکتے تھے۔ انہیں فی الفور دوست کے پہلو سے اٹھ کر اپنی غیرت سمیت کسی سمندر میں کود جانا چاہئے تھا۔ ان کے بدن کی رگ رگ ایک انجانی تپش سے پگھل رہی تھی، جسم کے ہر مسام میں جیسے کوئی لاوا پھٹ رہا تھا۔

دائم ان سے کچھ فاصلے پر بیٹھا تھا۔ اس کی خاموشی، عرفان کو سنبھلنے کا موقع دے رہی تھی۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا، اس کی صاف گوئی اور دیدہ دلیری سے منال کے بارے میں اتنا کچھ کہہ جانا عرفان کی سماعت پر بہت بھاری پڑا تھا۔ وہ بہرحال، منال کے بھائی تھے۔ اپنے دوست کے منہ سے بہن کے لئے ایسے جذبات اور اظہار کو سن کر سہہ جانا آسان نہیں تھا۔ وہ دائم کی باتوں کو سننے کے بعد اپنے پیروں پر کھڑے نہیں رہ سکتے تھے، بلکہ طیش سے آگ بگولا ہو کر کچھ بھی کر سکتے تھے۔ وہ دائم کو مار سکتے تھے یا منال کو جا کر شوٹ کر سکتے تھے۔ لیکن دائم کی گہری نگاہ بھانپ گئی تھی، عرفان اتنے شاکڈ تھے کہ اپنا غصہ بھی بھول بیٹھے تھے۔ وہ اس پل کسی تھکے ہارے مسافر کی طرح سر دونوں ہاتھوں پر ڈالے سنگی بینچ پر یوں لاچار بیٹھے تھے، جیسے منزل کوسوں دُور ہو اور وہ دُوری مسافر کی ہمت و حوصلے کو آزمانے پر تل گئی ہو۔ ان کی اندرونی ہی نہیں، بیرونی حالت بھی بہت خستہ تھی۔ شکستگی اور خجالت نے ان کے کاندھے جھکا دیئے تھے۔ شرم اور غیرت کے احساس نے سانسوں میں دھواں سا بھر دیا تھا۔ وہ واقعی بے بس تھے۔ انہیں منال کی جرأت و ہمت پر رشک آ رہا تھا۔ ایک لڑکی ہو کر بھی کس دیدہ دلیری سے اس نے ان کی دوست کو اپنی جانب مولڈ کرنے کی کوشش کی تھی..... وہ جیت گئی تھی۔ محبت کی بساط پر کھیلی جانے والی بازی اس کے حق میں پلٹ گئی تھی۔ اس کی فتح، دائم کی شکست تھی اور وہ شکست بہت جلد ان تمام لوگوں کا امتحان بننے والی تھی۔

سندس بے چاری کا کیا قصور تھا۔ کس چیز کی سزا ملی تھی اس معصوم سی لڑکی کو۔ عرفان چپ چاپ سوچ رہے تھے۔ ان حالات کے ہوتے اب انہیں حمزہ کو کیا کہنا تھا۔ ابو اور امی کو کس طرح سمجھانا تھا اور منال کی دائم سے محبت کو کوئی کنارہ دینے میں کیا کردار ادا کرنا تھا۔ وہ خاموش بیٹھے اس اُلجھی گتھی کو سلجھا رہے تھے۔

منال کا بھائی بن کر فیصلہ کرنا آسان تھا؟ یا دائم و حمزہ کا دوست بن کر کوئی قدم اٹھانا سہل تھا؟

وہ کیا کر سکتے تھے؟ انہیں کیا کرنا چاہئے؟..... دماغ جیسے سُن ہونے پر آ گیا تھا۔ سوچیں ہر طرف سے یلغار کرتی لگ رہی تھیں۔ انہیں ایک پل کو اپنے حواس جواب دیتے محسوس

ہوئے۔ اسی پل درد کی ایک تیز لہر، سر کے درمیانی حصے سے اٹھی اور آناً فاناً اندھیرا بن کر آنکھوں میں اُتر گئی۔ عرفان بے اختیار بینچ کی پشت سے ٹِک گئے۔ سر کو کئی بار جھٹکا دے کر انہوں نے سنبھلنے کی کوشش کی، مگر آنکھوں کا اندھیرا سناٹا ہٹ میں بدل گیا۔ جلتی آنکھیں سمندر کی طغیانی سمیٹ لائی تھیں۔ زندگی میں پہلی بار بے بس و مجبور ہو کر انہوں نے صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ وہ حوصلہ ہار بیٹھے تھے۔ اب دائم کے مضبوط بازوؤں کا حصار تھا اور عرفان کے بہتے اشکوں کا طوفان۔ وہ سنبھالے نہ سنبھل رہے تھے۔

ان کے اندر جیسے کوئی طوفان گرج رہا تھا۔ بے بسی اور بے کسی کا طوفان۔ آج وہ زندگی کے کس دوراہے پر آ کھڑے ہوئے تھے۔ جس راستے کا انتخاب کرتے وہ انہیں ہر بار وہیں لا سکتا تھا، جہاں سے وہ چلنا شروع کرتے۔ ان کی آنکھیں برسات ہو گئیں۔ دائم نے انہیں سمیٹ لیا اور تھپکتے ہوئے بولا۔

''عرفان! بس کرو یار! سنبھالو خود کو۔ میں جانتا ہوں تم اس وقت کس آگ میں جل رہے ہو اور کس عذاب کو سہہ رہے ہو۔ لیکن میں کیا کرتا، یہ سب تمہیں نہ کہتا تو کسے بتاتا؟ تم منال کے بھائی ہو تو میرے دوست بھی ہو۔ میں اپنے دل کی بات صرف تم سے شیئر کر سکتا ہوں لیکن یہ سب کہہ دینے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ تم اپنے اندر کوئی الاؤ دہکا کر جلتے رہو۔ نہیں عرفان! تمہیں سنبھلنا ہوگا۔ یہ صورتِ حال بے حد سنگین ہے۔ اگر ہم دونوں نے مل کر اس کا حل نہ نکالا تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ ہم سب اپنی اپنی جگہ یونہی بے کسی کی آگ میں جلتے رہ جائیں گے۔ پلیز عرفان! اپنے آنسو پونچھ لو۔ مجھے اس طرح شرمندہ مت کرو۔ میں تمہیں یہ ساری باتیں کہہ کر جیسے اپنی نظر سے گر گیا ہوں۔ میں نے صرف تمہیں اپنا دوست سمجھ کر دل کا حال شیئر کیا ہے۔ میں کوئی غلطی کرنا نہیں چاہتا۔ عرفان! میں تمہاری اور حمزہ کی نگاہ میں خود کو بے وقعت کرنا نہیں چاہتا۔ لیکن میں کیا کروں؟ منال نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔ میں اعتراف کر رہا ہوں عرفان! پھر بھی میں کوئی غلطی کرنا نہیں چاہتا۔ تم ایسا کرو، منال کو منظر سے ہٹا دو۔ اسے کہیں دُور بھیج دو، یہی اس مصیبت کا حل ہے۔ منال کو فی الفور کہیں چلے جانا چاہئے۔ اسے میری نظروں سے دُور ہو جانا چاہئے۔''

''لیکن کہاں؟ کہاں بھیجوں میں اسے؟'' عرفان نے متورم آنکھوں کے ساتھ دائم کو سر اٹھا کر دیکھا۔ ''کیا میں مار ڈالوں اپنی بہن کو؟''

''اوشٹ اپ یار!'' دائم نے اُلجھ کر انہیں ڈپٹا۔ ''ایسا کب کہا ہے میں نے؟ مار ڈالنے سے مسائل حل ہو جاتے ہیں کیا؟''

''تو تو کیا کروں؟'' وہ جیسے ہتھے سے اکھڑ گئے۔ ''میری غیرت کا جنازہ تو تم نے نکال ہی دیا ہے دائم! اب منال کو کیا سزا دو گے؟''

''ایسی بات نہیں عرفان!'' دائم نے شرمساری سے فوراً ان کا ہاتھ تھام لیا۔ ''مجھے غلط مت

سمجھو یار! میں نے اپنا سچ تمہارے سامنے رکھ دیا ہے۔ میں جانتا ہوں، تم منال کے بھائی ہونے کے ناتے اس سچ کو سن نہیں سکتے مگر ایک دوست کے ناتے میری مشکل کا احساس کر سکتے ہو۔ اللہ کا واسطہ، مجھے کوئی راہ دکھاؤ۔ کوئی ایسا حل دو جو میری اور تمہاری اُلجھن کو سلجھا سکے۔ پلیز مجھ سے ایک دوست کی حیثیت سے بات کرو۔''

''کیا بات کروں.....؟'' عرفان کے اشک آڑھی ترچھی لکیروں میں بدل گئے۔ ''دوست بن کر بات کرنے سے کیا میرے سر پر ٹھہرا عذاب کم ہو جائے گا؟ کیا منال میری بہن نہیں رہے گی، یا میں اپنی غیرت کو بھول کر تمہارے مسئلے کے حل کے لئے اِدھر اُدھر بھاگتا پھروں گا؟''

''کوشش شرط ہے عرفان! میری خاطر تمہیں کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا۔ تم ایک پڑھے لکھے انسان ہو یار! دل چاہے تو مجرم سمجھ کر کوئی سزا دے لو۔ قتل کرنا چاہتے ہو تو مار ڈالو مجھے۔ اپنی غیرت کو میرے خون سے ٹھنڈا کر لو، مگر سوچو، کیا آنے والی قیامت کا یہی حل ہونا چاہئے؟..... بولو عرفان!''

''لیکن میں کیا کروں دائم؟..... میں کیا کروں؟'' انہوں نے بے قراری سے اپنے سینے کو مسلا۔ ''میرے اندر آگ دہک رہی ہے، کیسے ٹھنڈا کروں اسے؟ کیسے نظر ملا کر بات کروں تم سے؟ کہاں جا کر اپنی بہن کو دفن کر آؤں؟ یہ لڑکی ہم سب کو سزا کیوں دے رہی ہے؟''

''پلیز، تم منال کے لئے اس طرح بات مت کرو، عرفان!'' دائم کا لہجہ بے حد متوازن تھا۔ ''وہ لڑکی اگر ہم سب کو سزا دے رہی ہے تو خود کون سا سکون سے ہے؟ اس نے خود کو آندھیوں کی نذر کر ڈالا ہے۔ وہ اپنے جذبات میں اندھی ہو کر میرا اور سندس کا رشتہ توڑنے پر تُل گئی ہے۔ ہمیں اسے روکنا ہوگا۔ اس سے پہلے کہ اس لڑکی کی جذباتیت میرے قدم اُکھاڑ دے، تم اسے منظر سے ہٹا دو۔ شادی کر دو اس کی۔ اسے حمزہ کے ساتھ رخصت کر دو، پلیز!'' وہ بے چارگی سے اسے مشورہ دے رہا تھا۔

عرفان چونک اُٹھے۔ ''شادی کر دوں.....؟ لیکن..... لیکن یہ پاسیبل نہیں ہے۔ منال ہسپتال میں ہے، زخمی حالت میں..... اس کی شادی کیسے ہو سکتی ہے؟ اور پھر حمزہ؟..... اسے کیا کہوں گا میں؟ تم جانتے ہو، وہ اس ماہ کے آخر میں ایک ضروری آفیشل کورس کے لئے جاپان جا رہا ہے۔ یہ آفیشل کورس اس کی پروموشن کی راہیں کھول سکتا ہے۔ وہ شادی کے لئے کبھی رضامند نہیں ہوگا۔ منگنی سے پہلے ہی وہ مجھ سے یہ ساری باتیں ڈسکس کر چکا ہے۔ میں جانتا ہوں، یہ ٹیکنیکل کورس حمزہ کو اپنی جاب میں کس قدر آگے لے جائے گا۔ وہ جاپان سے آنے کے بعد ہی شادی کا خواہش مند ہے، دائم! وہ اس وقت میری بات نہیں مانے گا۔''

''تو پھر..... پھر ہم کیا کریں؟'' دائم کی اُلجھن برقرار تھی۔ وہ بے حد پریشان تھا، اسی پریشانی میں پڑ کر بے دھیانی سے اپنے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔

''دائم.....!'' انہوں نے بے اختیار سا ہو کر پکارا۔ ''سنو، تم خود سندس سے شادی کیوں نہیں کر لیتے؟'' عرفان کو اس پر ترس بھی آ رہا تھا۔

''کیسے کروں سندس سے شادی؟ وہ میری کچھ سنے گی تب نا، اس وقت وہ میری صورت دیکھنے کی روادار بھی نہیں ہے، اسے صرف منال کی پڑی ہے۔ کہتی ہے، منال کے پاس جاؤ، وہی تمہارے لائق ہے۔ میں کسی بے وفا سے شادی نہیں کر سکتی۔''

''نہیں دائم! اسے کوئی الزام مت دو۔ وہ اس وقت خود سے اُلجھ رہی ہے۔ تم ایسا کرو، اس کے ڈیڈی سے بات کرو، شاید وہی کچھ کر سکیں۔ میرا خیال ہے، تم جا کر اصل بات انہیں کہہ دو۔ وہ تمہاری مشکل کو، تمہارے جذبات کو سمجھ لیں گے۔''

''میرے جذبات.....؟'' دائم نے تیزی سے سر اٹھا کر عرفان کو دیکھا۔ ''آر یو کریزی؟ کیا میں اصل بات، سندس کے ڈیڈی کو بتا سکتا ہوں؟''

''نہیں عرفان! اگر میرے دل کا احوال، مسٹر ذکاء الدین کو پتہ چل گیا تو پھر ہماری شادی کبھی نہیں ہو سکے گی۔ سندس ان کی لاڈلی بیٹی ہے۔ وہ اسے کبھی دکھ دینا نہیں چاہیں گے۔ میرے منہ سے اصل بات سن کر وہ کوئی دوسرا فیصلہ کریں گے۔ تم نہیں جانتے، بہت ضدی انسان ہیں وہ۔ جو فیصلہ کر لیں، اس سے پیچھے نہیں ہٹتے۔ سندس کو دوسری طرح ہینڈل کرنا پڑے گا۔ اسے سمجھانے میں، منانے میں تھوڑا وقت لگے گا عرفان! وہ اپنے باپ کی کاربن کاپی ہے۔ ضدی اور من مانی کرنے والی۔ ابھی بدظن ہے مجھ سے۔ اتنی جلدی نہیں مانے گی۔''

''تو.....؟'' عرفان کا چہرہ فق تھا۔ ''اس مسئلے کا کیا حل ہوگا، دائم؟''

''پتہ نہیں یار! میں خود اُلجھ کر رہ گیا ہوں۔ سوچتا ہوں، حمزہ کو جا کر سب کچھ سچ سچ بتا دوں۔'' وہ سخت بے زار تھا۔

''یہ غلطی مت کرنا، دائم! ان باتوں کی بھنک حمزہ کو نہیں پڑنی چاہئے، ورنہ منال کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ وہ عمر بھر میری بہن سے بدگمان رہے گا۔ تم یہ ساری پریشانی مجھ پر چھوڑ دو۔ میں کوئی نہ کوئی راہ ضرور تلاش کر لوں گا، لیکن پہلے..... دائم! تمہیں پہلے مجھ سے ایک وعدہ کرنا ہوگا۔ پلیز، وعدہ کرو، تم دل کی بدلتی رُت کے باوجود منال کی طرف پلٹ کر نہیں دیکھو گے۔ تم سندس سے شادی کرو گے، صرف سندس سے۔ تم صرف اسی کے وفادار رہو گے دائم!'' عرفان اس کا بازو تھام کر سختی سے بولے۔

''ہاں، میں وعدہ کرتا ہوں۔'' دائم نے ان کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔ ''میری شادی سندس سے ہو گی، منال سے ہرگز نہیں اور اس کے لئے تمہیں مجھ پر بھروسہ کرنا ہوگا عرفان! میں منال سے دور رہوں گا۔ اتنی دور کہ وہ میری پرچھائیں کو بھی نہ پہنچ سکے۔''

''ہزار میل دُور جانے کے لئے پہلا قدم شرط ہوتا ہے دائم!'' عرفان کا لہجہ بے حد گرم تھا۔

''میں پہلا قدم اٹھا چکا ہوں عرفان! اور یقین کرو کہ اپنی زبان سے نہیں پھروں گا۔ منال میری گرد بھی پا نہ سکے گی، تم دیکھ لینا۔'' وہ بے ساختہ مسکرایا۔

''اوکے، ایسا ہے تو پھر ایک قسم اور کھاؤ۔ اپنی دوستی کی قسم کہ تم اپنے کہے کے پابند رہو گے۔'' عرفان نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

''میں پابند رہوں گا۔ میں اپنی دوستی کی قسم کھاتا ہوں، اب منال ہمارے درمیان کبھی وجہِ تنازعہ نہیں بنے گی۔ میں زندگی بھر سندس سے وفادار رہوں گا۔''

اس کی سنجیدگی اس بار عرفان کے دل میں کسک سی جگا گئی۔ آنکھیں دوبارہ جلنے لگی تھیں۔ وہ نظریں چرا کر بولے۔

''ہاں اب ٹھیک ہے۔ میں اب سکون سے کوئی ایک فیصلہ کر سکوں گا۔ تم سندس کو مناؤ اور ادھر میں ابو سے مشورے کے بعد کوئی فائنل قدم اٹھاؤں گا۔ اللہ نے چاہا تو اس مشکل گھڑی میں کوئی پیش رفت ضرور ہو گی۔ کوئی نہ کوئی حل ضرور سامنے آئے گا، اِن شاء اللہ۔'' دائم نے پورے دل سے کہا مگر اس کا دل بے تحاشا دھڑک رہا تھا۔

❁

تمہارا میرا تعلق
کسی کتاب میں درج نہیں
کوئی بھی نامعلوم رشتہ
ہمارے درمیان نہیں
مگر پھر بھی
ہم ایک دوسرے کے لئے
لازم و ملزوم ہیں

شام سے پہلے ارما کو تیز بخار نے آلیا۔ سر درد سے چکرانے لگا تھا۔ زکام نے علیحدہ برا حال کر ڈالا تھا۔ اتنی خراب حالت کے باوجود وہ متفکر تھی، کوئی اسے دیکھ کر شک میں نہ پڑ جائے۔ وہ اتنی دیر گھر سے باہر کب رہی تھی مگر آج..... شامیر کے ساتھ وہ تقریباً تین گھنٹہ ساحل پر گزار آئی تھی۔ یہ وہ لمحات تھے، جو گھر والوں سے چھپ کر اس نے صرف اپنے لئے جئے تھے۔

کل ہسپتال سے واپسی پر امی نے ارما کو کہہ دیا تھا کہ وہ کل منال کے ساتھ سارا دن گزاریں گی، سو ارما کو ہسپتال جانے کی ٹینشن نہیں تھی۔ ابو اور عرفان بھائی کو آفس بھیج کر وہ گھر پر تنہا تھی، جب شامیر نے اچانک فون پر اسے آنے کے لئے کہا تھا۔

عرفان بھائی اور ابو کی واپسی شام سے پہلے ممکن نہ تھی۔ اسی لئے وہ بے فکر ہو کر شامیر سے ملاقات کو چلی آئی تھی، مگر وہ ملاقات زندگی کی ناقابلِ فراموش ملاقات بن گئی تھی۔ ساحل

پر ناگہانی حادثے سے دوچار ہونے کے بعد جب وہ گھر پہنچی تو گھر پر کوئی نہیں آیا تھا۔ اس نے اطمینان کا سانس لے کر سمندری ریت کو خود سے الگ کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔ لہروں میں بہہ جانے کی وجہ سے ریت، بالوں کے اندر تک اُتر گئی تھی۔ ارما کو بہت دیر تک شاور لینا پڑا۔ اس نے شامیر کا خریدا وہ سوٹ، جو اس نے راستے میں پڑنے والے ایک شاپنگ مال سے خرید کر اسے دیا تھا، اتار کر بڑی احتیاط سے الماری میں چھپا دیا تھا۔ وہ دوپٹے کے بغیر تھی اور لباس بھیگ کر بدن سے چپک گیا تھا، سو اُس کی بے پردگی کی خاطر شامیر نے سب سے پہلے اسے بھیگے کپڑوں سے نجات دلائی تھی۔ پریشانی کے باوجود اس نے ارما کو تحفظ اور عزت کا پورا احساس دیا تھا۔ ارما نے اسی بوتیک کے ڈریسنگ روم میں جا کر اپنے کپڑے تبدیل کر لئے تھے اور بھیگے لباس کو شاپر میں ڈال کر ساتھ لے آئی تھی۔

گھر آتے ہی اس نے گیلے کپڑے دھو ڈالے تھے۔ ارما نے ہر وہ نشانی مٹا ڈالی تھی، جو گھر پر کسی بھی فرد کو شامیر سے ملاقات کی کوئی گواہی دیتی۔ وہ سارے تھکا دینے والے کام کر کے بے حد نڈھال ہو گئی تھی۔ سمندر میں ڈوبنے کا خوف اب تک سر چڑھ کر ناچ رہا تھا، بدن الگ دُکھ رہا تھا اور اب نہانے کے بعد ہلکی سی ٹھنڈ نے اس کے وجود کو بخار کی حدت بخش دی تھی اور وہ بخار آہستہ آہستہ بڑھتا جا رہا تھا۔ ابو کے گھر لوٹنے تک وہ تیز بخار میں پھنک رہی تھی۔

اس کی بگڑتی حالت دیکھ کر ابو بے حد گھبرائے، اسے لے کر ڈاکٹر کے پاس جانے ہی والے تھے کہ عرفان بھائی چلے آئے۔ صورتِ حال کا اندازہ ہوتے ہی انہوں نے ابو کو گھر ٹھہرنے کی صلاح دی اور خود ارما کو ڈاکٹر کے پاس لے آئے۔

ڈاکٹر نے چیک اپ کرتے ہی اسے ٹھنڈ لگ جانے کی اطلاع دی۔ ساتھ ہی ارما کو احتیاطی تدبیر اختیار کرنے کو کہا کہ بے احتیاطی نمونیے میں بدل سکتی تھی۔ عرفان بھائی یہ سن کر گھبرا گئے۔

ادھر ارما کا دل حلق میں آ ٹکا۔ شامیر سے ملاقات مصیبت بننے جا رہی تھی۔ وہ سر جھکا کر بیٹھ گئی۔ ڈاکٹر نے نسخہ لکھ کر عرفان بھائی کو دیا اور وہ دونوں دوا خرید کر گھر لوٹ آئے۔ گھر آتے ہی بھیا نے اپنی نگرانی میں اسے دوا کھلائی۔

''اب تم اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو۔ ابو کی فکر مت کرنا، رات کا کھانا انہیں میں کھلا دوں گا۔'' وہ تحکم سے بولے۔

''نہیں عرفان بھائی! میں اب ٹھیک ہوں۔'' وہ انہیں یقین دلاتی کچن کی طرف آئی تو عرفان بھائی نے اسے تھام لیا۔

''تم نے سنا نہیں، میں نے کیا کہا ہے۔ اب تم کوئی کام نہیں کرو گی۔ سیدھی کمرے میں جاؤ اور سو جاؤ۔ صبح تمہیں فریش ہونا چاہئے۔''

ارما ان کی صورت تکنے لگی۔ وہ کتنے محبت بھرے استحقاق سے اسے کمرے میں جانے کا کہہ رہے تھے، مگر اگلے ہی لمحے وہ بری طرح چونکی۔ بھیا کی آنکھیں نہ صرف متورم تھیں، بلکہ بے حد سرخ بھی ہو رہی تھیں۔ یوں محسوس ہوتا تھا، جیسے وہ دیر تلک روتے رہے ہوں۔

''عرفان بھائی! آپ ٹھیک تو ہیں نا؟'' ارما کی پریشانی اس کے لہجے میں بھی اُتر آئی تھی۔

''ہاں، میں بالکل ٹھیک ہوں۔ مجھے کیا ہونا ہے؟'' وہ ہنس دیئے۔

''خدا نہ کرے، آپ کو کچھ ہو۔ مگر..... مگر آپ کی آنکھیں.....'' وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

''کیوں، کیا ہوا میری آنکھوں کو؟'' انہوں نے تیزی سے نگاہ چرالی۔ ارما کا ماتھا ٹھنکا۔ شاید عرفان بھائی اس سے کچھ چھپا رہے تھے۔ ''آپ کی آنکھیں سوج رہی ہیں عرفان بھائی! یوں لگتا ہے، جیسے آپ بہت روئے ہوں۔''

''ارے پاگل ہوگئی ہو بھلا میں کیوں روؤں گا؟'' وہ بوکھلا کر رخ بدل گئے اور چولہے پر دھری ہنڈیا سے سالن نکالنے لگے۔

ان کی وہ حرکت ان کے غیر معمولی ردِعمل کو ظاہر کر رہی تھی۔ ارما نے قدم بڑھا کر انہیں اپنی طرف موڑ لیا اور گھبراہٹ سے بولی۔

''آخر بات کیا ہے بھیا؟ آپ کچھ عجیب ساری ایکٹ کر رہے ہیں۔ منال تو ٹھیک ہے نا؟ وہاں کوئی پریشانی تو نہیں؟''

''ارے نہیں یار! پریشانی کیسی؟'' وہ مسکرا دیئے۔ ''تمہارے لئے ایک خوش خبری ضرور ہے۔'' انہوں نے اس کا دھیان بٹانے کی کوشش کی۔ ارما چونک پڑی۔

''کیسی خوش خبری، بھیا؟''

''ڈاکٹر نے منال کو ہسپتال سے ڈسچارج کرنے کا کہہ دیا ہے۔ بس کچھ فارمیلٹی باقی تھی، جسے پورا کرنے کے لئے میں حمزہ کو وہاں چھوڑ آیا ہوں، تم گھر پر اکیلی تھیں تو میں نے حمزہ کو کہہ دیا کہ وہ منال اور امی کو ساتھ لے کر گھر چلا آئے۔ بس کچھ ہی دیر میں وہ سب آتے ہی ہوں گے۔''

''اوہ، ویٹس گریٹ نیوز۔'' ارما بے اختیار خوش ہوگئی۔ ''یہ بے حد اچھی خبر ہے۔ میں ابھی جا کر منال کے لئے کمرہ سیٹ کر دیتی ہوں۔ ایکسیڈنٹ کے بعد وہ اتنی کمزور ہوگئی ہے کہ کچھ کر نہیں سکتی۔ میں ضرورت کی ساری چیزیں اس کی ٹیبل پر رکھ دیتی ہوں، اسے آسانی ہو جائے گی۔''

''کوئی ضرورت نہیں ہے ارما! تمہاری اپنی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ جا کر آرام کرو، منال کو امی دیکھ لیں گی۔'' انہوں نے ہاتھ پکڑ کر اسے کچن سے باہر نکال دیا۔

''لیکن ابو کو کھانا تو دے دوں نا؟'' اس نے لاڈ سے پوچھا۔

''نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم جاؤ، کھانا میں دے دوں گا۔'' انہوں نے اس بار سختی برتی تو ارما سعادت مندی سے اپنے کمرے کی طرف پلٹ گئی۔

منال گھر آ رہی ہے۔ یہ خبر اس کی حالت کو لمحوں میں بدل گئی تھی۔ ارما بستر پر دراز ہونے کو تھی کہ تکیے کے نیچے پڑے موبائل کی ٹون نے اسے اپنی جانب متوجہ کر لیا۔ شامیر آن لائن تھا۔ وہ بے ساختہ مسکرا دی۔ یقیناً وہ اس کے لئے پریشان تھا۔

''کیسی ہو؟'' اس کا پہلا سوال اس کی بے تابی کا کھلا اظہار تھا۔

''تیز بخار میں مبتلا ہوں۔ آج کے حادثے کا کوئی توری ایکشن ہونا ہی تھا۔'' ارما نے جیسے جتانے کی کوشش کی۔

''اوہ.....'' وہ کچھ اور فکرمند ہوگیا۔ ''دوا لی ہے تم نے؟''

''ہاں، لے بھی لی اور پی بھی لی ہے۔ اور آپ نے.....؟'' اس نے دانستہ پوچھا۔

''میں نے.....؟'' وہ چونکا۔ ''ہاں، میں نے بھی ٹیبلٹ لی ہے۔ اب ٹھیک ہوں۔''

''یعنی میرا اندازہ صحیح نکلا، حرارت آپ کو بھی ہے؟''

''ہاں، میرے کپڑے بھی بھیگ گئے تھے، گھر آنے تک اس بھیگے لباس کی وجہ سے تھوڑی حرارت مجھے بھی ہوگئی تھی۔''

''اس کا مطلب یہ ہے، آج کا حادثہ ہم دونوں کو بیمار کر گیا۔'' ارما نے جتایا۔

''ہاں۔ لیکن تم ٹھیک رہو، میرے لئے یہی کافی ہے۔'' وہ جذباتی ہوگیا۔

ارما مسکرا دی۔ بات بدل کر بولی۔ ''آپ کو پتہ ہے، شامیر! منال کو ہسپتال سے ڈسچارج کر دیا گیا ہے۔ ابھی کچھ دیر بعد وہ گھر آ جائے گی۔''

''اوہ ریئلی، ویٹس گریٹ سرپرائز۔ تمہیں خوش ہونا چاہئے اس خبر پر۔''

''میں بہت خوش ہوں، شامیر! سچ کہوں، منال کے بغیر مجھے اپنا کمرہ اچھا نہیں لگتا۔ ایک اُداسی سی رہتی ہے یہاں۔''

''جانتا ہوں۔'' اس کی شوخ ہنسی میں کئی رنگ تھے۔ ''میرا کمرہ بھی تنہائی کا شکار ہے، جانے اس کی اُداسی کب دور ہوگی؟''

''ہو جائے گی۔'' وہ گہرا سانس لے کر رہ گئی۔ ''لیکن ایک طویل سفر کے بعد۔ اور ہمارا سفر ابھی شروع ہوا ہے شامیر!''

''چلو، شروع تو ہوگیا نا۔ منزل تک بھی ضرور پہنچے گا۔ ورنہ آج انگوٹھی کا ٹوٹنا مجھے بہت سے وہموں میں مبتلا کر گیا ہے۔''

''ارے نہیں شامیر!..... آپ بہت ڈرپوک ہیں ایسے فضول وہم کیوں پال کر بیٹھ گئے؟ یہ سوچئے، جو ہوتا ہے، وہ ہماری بہتری کے لئے ہوتا ہے۔''

''ہاں، اللہ کرے ہمارے لئے بھی اچھا ہو۔'' وہ بے حد سنجیدہ تھا۔ ''کہیں میرے نام کا کھو

جانا ہمارے راستے کا امتحان نہ بن جائے، ارما!"

"نہیں شامیر! امتحان اور بھی بہت سے ہیں۔ سب سے بڑھ کر مجھے امی ابو کو آپ کے بارے میں سب کچھ سچ سچ بتانا ہے، لیکن اتنی ہمت کہاں سے لاؤں گی؟"

"تمہیں ہمت کرنی پڑے گی ارما! ایسا کرو، منال سے کہہ ڈالو۔ وہ ابو سے بات کر لے گی یا پھر اپنی امی کو راز دار بنا لو۔" شامیر نے مشورہ دیا۔

"امی کو راز دار بنا لوں؟" وہ جیسے بے اختیار بول اُٹھی۔ "ایسا ہو ہی نہ جائے..... شامیر! آپ میری امی کو نہیں جانتے۔ وہ بہت سخت گیر اور روایات کی پابند ہیں۔ اگر انہیں پتہ چل گیا تو انہیں اپنے قاتل ہونے پر کوئی افسوس نہیں ہوگا۔"

"کیا مطلب؟" وہ ششدر رہ گیا۔

"مطلب واضح ہے۔ امی مجھے جان سے مار دیں گی کیونکہ میں جس گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں۔ وہاں محبت کو جرم سمجھا جاتا ہے اور ایسے جرم کی سزا صرف موت ہے۔ ہمارے گھرانے میں لڑکیاں ماں باپ کے طے کردہ رشتوں پر سر جھکاتی ہیں۔ ان کے پاس کوئی دوسری چوائس نہیں ہوتی۔"

"اوہ مائی گاڈ.....!" وہ پریشان تھا۔ "پھر تم کیا کرو گی، ارما! کیسے فیس کرو گی ان بدلتے حالات کو؟ تم کہو تو میں ماما کو بھیجوں؟ دیکھو، لڑکیوں کے رشتے تو آتے جاتے رہتے ہیں۔ ماما آئیں گی تو تمہارے پیرنٹس کو عجیب نہیں لگے گا۔ ماما انہیں کنونس کر لیں گی۔"

"ابھی نہیں شامیر!..... اتنی جلد بازی کی ضرورت نہیں۔ میں پہلے منال سے مشورہ کروں گی۔ وہ بے حد سمجھ دار ہے۔ بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کرتی ہے۔ اسے میری ذات کو Defend کرنا آتا ہے۔" ارما نے سمجھایا۔

"شرم کرو۔" شامیر نے اس کا مذاق اُڑایا۔ "وہ تمہیں Defend کر سکتی ہے، مگر تم خود کو تحفظ نہیں دے سکتیں۔ کتنی بزدل ہو ارما! کچھ پانے کے لئے ہمت اور ارادہ مضبوط کرنا پڑتا ہے۔ کیا یہ بھی نہیں جانتیں؟"

"میں جانتی ہوں۔ مگر آپ سے محبت کرنا میری زندگی کی پہلی بھول ہے۔ اس بھول پر میں سزا کی مستحق ہوں، لیکن نہیں جانتی کہ معاف بھی کر دی جاؤں گی۔ ڈر لگتا ہے، شامیر! کہیں امی ابو کے بھروسے کو توڑ کر جو فیصلہ میں نے کیا ہے، وہ اسے رد نہ کر دیں۔"

"نہیں کریں گے۔" شامیر کا لہجہ اعتماد سے پُر تھا۔ "مایوسی انسان کے پورے وجود کو کسی آکاس بیل کی طرح گھیر لیتی ہے۔ پھر اندھیرا دور کرنے کے لئے ایک چراغ تو جلانا ہی پڑتا ہے، نہ کہ جذبے اُمید کے سہارے پنپتے ہیں اور اُمید پر دنیا قائم ہے۔"

"وہ تو ہے۔ میں امید کی کرن تھام کر ہی آپ کے قریب آئی ہوں۔ آپ میرے حق میں دعا کرنا، شامیر!"

"صرف دعا..... ارے یار! میں پوری کوشش بھی کروں گا کہ یہ کوشش ہماری زندگی کو من چاہی خوشی میں بدل سکتی ہے۔ تم فکر مت کرو، میں ہوں نا تمہارے ساتھ۔"

"ہاں۔ ایک آپ ہی تو ہیں، جس کی خاطر مجھے یہ جوکھم پار کرنا ہے لیکن آپ..... آپ مجھے نہ ملے تو.....؟" وہ خوف زدہ بھی تھی۔

"تو کیا اتنا Superstitious ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم ایک دوسرے کے لئے بنے ہیں یار! یہ بات دھیان میں رکھا کرو۔" وہ اس کی ہمت بڑھا رہا تھا۔

اس سے پہلے کہ ارما جواباً کچھ کہتی، عرفان بھائی کی صدا نے اسے چونکایا تھا۔ وہ کمرے کے دروازے پر کھڑے تھے۔ ارما نے تیزی سے موبائل آف کیا اور ان کی طرف پلٹ گئی۔

"جی بھائی.....؟" اس کا بدن لرز رہا تھا۔

"کس کا فون تھا ارما؟" ان کا انداز بہت عام سا تھا۔

"کک..... کسی کا نہیں۔ رانگ نمبر تھا بھیا!" وہ ہکلائی تو عرفان کچھ آگے بڑھ آئے۔ انہوں نے ارما پر دھیان نہیں دیا، اپنی ہی دھن میں بولے۔

"سنو، حمزہ کا فون آیا ہے ابھی۔ وہ کہہ رہا ہے، منال کو آج نہیں، کل ڈسچارج کیا جائے گا۔ دراصل اس کے کچھ ضروری ٹیسٹ رہتے ہیں۔ بلڈ رپورٹ آنے کے بعد ہی اسے رخصت دی جائے گی۔ اس لئے تم بے فکر ہو کر سو جاؤ۔"

"جی بھائی!" اس نے فوراً سر ہلا دیا۔ دل ابھی تک دھک دھک دھڑک رہا تھا۔

"اور ہاں، بخار کم ہو گیا تمہارا؟" انہوں نے ہاتھ بڑھا کر اس کی کلائی تھام لی۔

"جج..... جی..... اُتر گیا ہے شاید۔" وہ گھبرا کر بولی۔

"ہاں، اب تو بالکل ٹھنڈی ہو رہی ہو۔" وہ پلٹ گئے۔ ارما سانس بھر کر رہ گئی۔ خوف نے اسے واقعی ٹھنڈا کر دیا تھا۔ "اور سنو!" وہ دروازے پر دوبارہ رک گئے۔ "کچھ اوڑھ کے سونا۔ موسم بدل گیا ہے۔"

"جی بھائی!" اس کا جواب وہی پرانا تھا۔ عرفان بھائی، شب بخیر کہہ کر کمرے سے نکل گئے۔

شامیر نے دوبارہ کال نہ کی، ورنہ رابطہ اچانک منقطع ہونے پر وہ ری ڈائل کر سکتا تھا۔ عرفان بھائی کی موجودگی میں اگر اس کا فون آ جاتا تو.....؟ ارما کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ مارے گھبراہٹ کے اس نے میز پر پڑا پانی اٹھایا اور ایک ہی سانس میں پی گئی۔

❁❁❁

کرے جب تذکرہ کوئی
کرے جب تبصرہ کوئی
تمہاری ذات کو سوچے
تمہاری بات کو کھوجے
مجھے اچھا نہیں لگتا
تمہاری ایک آہٹ پر
ہزاروں لوگ مرتے ہیں
تمہاری مسکراہٹ پر
ہزاروں دل دھڑکتے ہیں
کسی کا تم پہ یوں مرنا
مجھے اچھا نہیں لگتا

فون دائم نے ہی اٹھایا تھا۔ ''جی بولئے۔ کس سے بات کرنی ہے آپ کو؟''

''آپ سے۔'' دوسری طرف جو بھی تھی، بہت مہذب انداز میں بات کر رہی تھی۔

''سوری جی، میں آپ کو پہچان نہیں پایا۔'' دائم نے معذرت کے سے انداز میں کہا۔

''کیسے پہچانیں گے؟ آج فون پر میں پہلی بار بات کر رہی ہوں آپ سے۔'' بڑے سکون سے وضاحت کی گئی۔

''پہلی بار.....'' دائم کچھ الرٹ ہو گیا۔ ''لیکن آپ ہیں کون، محترمہ؟''

''میں حمزہ کی آپا بات کر رہی ہوں۔ آئی مین تحریم کمال۔'' ادھر سے تعارف کروایا گیا تو دائم کا دل ہوا کے دوش پر سوار ہو گیا۔ دائم کے ذہن میں جو خیال سب سے پہلے آیا تھا، وہ اپنی شامت کا تھا۔ گویا خاتون اس پر جال ڈالنے کو بے قرار تھیں، تاکہ اس میں پھانس کر دائم سے منال کے بارے میں ساری انفارمیشن وصول کی جاتی۔ اس کا حالِ دل پوچھا جاتا اور منال کے کرتوتوں سے بھی واقفیت حاصل کی جاتی۔ ایک پل میں اس کا وجود پسینے میں بھیگا تھا۔ دائم نے گھبرا کر گلا صاف کیا، پھر بھی اس کی آواز صاف نہیں تھی۔

''السلام علیکم تحریم صاحبہ!''

''وعلیکم السلام!'' وہ بے ساختہ ہنس پڑیں۔ ''یہ تحریم صاحبہ کیا ہوتا ہے، دائم! کل تک تو تم مجھے آپا کہہ کر بات کر رہے تھے۔''

''سوری آپا!.....کیسی ہیں آپ؟'' وہ ہڑبڑا کر رہ گیا۔

حمزہ نے بتایا تھا، اس کی بڑی بہن نے صاف لفظوں میں دائم پر منال سے محبت کا الزام لگایا تھا اور آج کل وہ اس کے خلاف ثبوت ڈھونڈ رہی تھیں۔

''اوہ مائی گاڈ!.....کیا آج ثبوت کی تلاش میں انہوں نے اس کے یہاں فون کیا ہے؟'' دائم کی حیرت اس کی فکرمندی سے منسوب تھی۔ ادھر آپا بیگم کی نرم آواز اس کی سماعت میں اتر رہی تھی۔

''میں ٹھیک ہوں، تمہاری طبیعت کیسی ہے؟.....سنا ہے، زخم مندمل نہیں ہوئے اب تک۔''

''جی آپا! پاؤں کی تکلیف ابھی باقی ہے۔ زخم ہڈی کو لگ گیا ہے۔''

''اوہ.....'' انہوں نے تاسف کا اظہار کیا۔ ''اپنا خیال رکھو بیٹا! چھوٹی سی خراش بھی معمولی نہیں ہوتی۔ ایسی چوٹیں لاپروائی کے نتیجے میں گھاؤ بن جایا کرتی ہیں۔''

''جی۔'' اس نے سعادت مندی دکھائی۔

''دائم!.....میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔'' وہ لمحہ بھر توقف سے بولیں۔

''جی.....؟'' وہ اس پار واضح طور پر بوکھلا گیا۔ ''آ.....آپ.....آپ مجھ سے ملنا چاہتی ہیں؟''

''ہاں، اگر فرصت سے ہو تو کہو۔ میں آ جاؤں تمہارے پاس؟''

''مم.....میرے پاس.....؟'' اس کے دل و دماغ پر بجلی گر پڑی۔ ''نن.....نہیں آپا! آپ تکلیف مت کریں، میں آ جاتا ہوں۔'' اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے بمشکل انہیں مثبت جواب دیا۔

''نہیں دائم!.....تمہیں میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔ میں گھر پر رہ کر تم سے ملاقات کرنا نہیں چاہتی۔ یہاں کوئی بھی ہماری گفتگو میں شامل ہو سکتا ہے اور میں ان حالات میں حمزہ کو بھی اس ملاقات کے بارے میں کچھ بتانا نہیں چاہتی۔'' وہ عجلت سے بولیں۔

''لیکن کیوں؟.....وہ میرا دوست ہے آپا! اور اس کی موجودگی میں.....''

''نہیں دائم!'' انہوں نے فوراً بات کاٹ ڈالی۔ ''میں جانتی ہوں، حمزہ تمہارا دوست ہے اور یہ دوستی بہت پرانی ہے۔ اسی دوستی کے سبب میں تھوڑی احتیاط برتنا چاہتی ہوں۔ حمزہ کو اس بارے میں کچھ بتانا قبل از وقت ہو گا۔''

''اِٹس اوکے۔ آپ آ جایئے میرے غریب خانے پر۔ مام اور ڈیڈ آج رات ڈنر پر مدعو ہیں۔ دونوں ابھی کچھ دیر پہلے ہی گھر سے نکلے ہیں۔ ان کی واپسی دو ڈھائی گھنٹے سے پہلے نہیں

ہوگی۔ سو آپ کو من چاہی پرائیویسی مل سکتی ہے۔"

"اوہ تھینکس دائم! میں آرہی ہوں۔" انہوں نے اپنی بات کہتے ہی فون رکھ دیا۔

ادھر دائم کے دل کو جیسے پنکھے لگ گئے۔ وہ بے شک مضبوط اعصاب کا مالک تھا، مگر حمزہ کی زبانی آپا کے شکوک کے بارے میں جان کر کسی نئی مصیبت میں پھنسنا نہیں چاہتا تھا۔ دائم جانتا تھا، آپا جیسی جہاندیدہ عورت کو دھوکا دینا آسان نہیں تھا۔ اللہ جانے وہ آکر اس سے کون سے سوال کرنے والی تھیں۔ دائم نے فون آف کر کے کچن کی راہ لی۔ فریج سے پانی کی ٹھنڈی بوتل نکال کر منہ سے لگائی اور تب ہٹائی، جب وہ خالی ہوگئی۔

آپا کی آمد اسے سچ مچ ایک ڈپریشن میں ڈال گئی تھی۔ وہ خود کو سنبھالنے کے باوجود ایک ٹینشن میں مبتلا تھا۔ خالی بوتل کاؤنٹر پر رکھ کر وہ گھر کے بیرونی لان میں چلا آیا۔

شام کے سات بجنے کو تھے۔ ہر سُو سرمئی جھٹپٹے کا راج تھا۔ گرمیوں کی شام طویل ہوتی ہے، سو دن پوری طرح ڈھلا نہیں تھا۔ اس نے وقت سے پہلے مرکزی لائٹس آن کیں اور ان کی چمکتی دودھیا روشنی میں لان کی نرم سبز گھاس پر ٹہلتا رہتا۔ اس کی بے قراری ہر گزرتے پل کے ساتھ بڑھ رہی تھی مگر انتظار طویل نہیں تھا۔ پندرہ بیس منٹ کی مختصر سی مدت بعد سرخ مہران گیٹ میں [illegible]، جسے تحریم خود ڈرائیو کر رہی تھیں۔

دائم لپک کر ڈرائیوے پر آگیا۔ وہاں آنے سے پہلے گلاب کی ادھ کھلی نازک کلی توڑ کر اس نے ہاتھ میں پکڑ لی تھی۔ تحریم نیلی ساڑھی میں ملبوس تھیں، جس کا بارڈر سرخ جگمگاتی کڑھائی سے مزین تھا۔ کانوں میں نازک سی بالیاں تھیں اور ہونٹوں پر سرخ لپ اسٹک کا چمکیلا شیڈ..... وہ آج بھی بہار کے کسی معطر جھونکے کی طرح خوشگواری کا احساس دلا رہی تھیں۔

"ویلکم آپا!" دائم نے ایک دلکش مسکراہٹ کے ساتھ ان کا خیر مقدم کیا اور آگے بڑھ کر پیلے گلاب کی نرم و نازک کلی ان کی طرف بڑھا دی۔

آپا کا چہرہ کِھل اُٹھا۔ بشاشت سے بولیں۔ "تھینک یُو، آئی لائیک یور اسٹائل۔ لیکن ایک بات بتاؤ دائم! تمہاری پیش کردہ یہ پیلے گلاب کی کلی، محبت کی علامت ہے یا نفرت کی؟"

"آپ کیا سمجھتی ہیں؟" اس کا جواب برجستہ تھا۔ وہ بے اختیار ہنس پڑیں۔

"خود سے پہلے میرا جواب چاہتے ہو۔ بھئی مان گئے کہ یہ ہنر بھی کسی کسی کو آتا ہے۔ اگر جواب نہ دینا ہو تو سوال کرو۔"

"میں نے آپ کو جواب ہی دیا ہے آپا! یہ اور بات کہ لہجہ سوالیہ ہے۔" وہ مسکرا دیا۔

"ہوں۔" انہوں نے سر ہلایا۔ "تو تمہارے اس سوالیہ لہجے کا جواب یہ ہے کہ مغرب میں پیلا گلاب محبت کی نشانی مانا جاتا ہے، جبکہ اِدھر مشرق میں اسے نفرت سے تعبیر کرتے ہیں۔ میں بنیادی طور پر مشرقی عورت ہوں، اس لئے تمہاری عنایت کا راز معلوم کرنا ضروری سمجھتی ہوں۔"

"ہاہاہا۔" دائم اس بار اپنا قہقہہ روک نہ سکا۔ "میری عنایت صرف اور صرف محبت کو ظاہر کرتی ہے آپا! آج حمزہ کی طرح میں بھی آپ کو دل کی گہرائی سے آئی لو یُو کہنا چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے، آپ کے نزدیک مجھ میں اور حمزہ میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہوگا۔"

"نہیں، بالکل نہیں۔" وہ یک دم کچھ سنجیدہ ہوگئیں۔ "لیکن آج کل تمہارا دوست مجھے آئی لو یُو نہیں کہتا۔ وہ بدظن ہے مجھ سے۔"

"کیوں آپا؟" دائم بے ساختہ پوچھ بیٹھا۔

آپا نے گہری نظروں سے اسے تاکا، پھر اسی سنجیدگی سے بولیں۔ "کیونکہ میں اسے سچ کا آئینہ دکھا رہی ہوں۔ اینڈ یُو نو، وہ خود کو اس آئینے میں دیکھنے سے گریزاں ہے۔"

"بٹ وائے؟ وہ ایسا کون سا انوکھا سچ ہے، جو حمزہ جیسا بولڈ بندہ سہہ نہیں پا رہا۔"

"کیوں..... کیا تم نہیں جانتے؟" ان کا انداز بے حد کٹیلا تھا۔ دائم ٹھٹک کر ان کا چہرہ تکنے لگا، پھر سنبھل کر قدم بڑھاتے ہوئے بولا۔ "ہم بیچ راستے میں کھڑے ہیں آپا! کیا یہ بہتر نہیں، میں آپ کے سوال کا جواب اندر بیٹھ کر آرام سے دوں؟"

"ہاں..... یہ ٹھیک رہے گا۔ آج ویسے بھی میں تم سے بہت ساری باتیں کرنے آئی ہوں۔" وہ اس کے پیچھے چل پڑیں، تب دائم انہیں لے کر سیدھا ہال میں چلا آیا۔ کمرہ اے سی کی نرم ٹھنڈک کے گداز سے بھرپور تھا۔ وہ دائم کے اشارے پر صوفے پر بیٹھ گئیں۔

"کافی، ٹھنڈا یا چائے؟" دائم نے میزبانی نبھائی۔

"شام ہو چلی ہے، سو بلیک کافی ٹھیک ہوگی۔ مجھے چائے کچھ زیادہ اچھی نہیں لگتی۔" انہوں نے بلا تکلف فرمائش کر ڈالی۔

"اوکے۔" دائم نے ملازم کو کافی کا آرڈر دیا اور ان کے مقابل پڑے صوفے پر براجمان ہوگیا۔

آپا کی طائر نگاہ کمرے کی قیمتی ڈیکوریشن پر گردش کر رہی تھی۔ دائم کے بیٹھتے ہی وہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہیں، پھر اپنے لیدر بیگ سے ایک کارڈ نکال کر بولیں۔

"اسے پہچانتے ہو دائم؟"

دائم کا رنگ واضح طور پر اُڑا، جسے آپا کی عقابی نظر فوراً بھانپ گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا، انہوں نے کارڈ کھول کر منال کی تحریر اس کے سامنے کر دی۔

"ذرا پڑھنا تو اسے۔"

"میں..... میں پڑھوں؟" دائم نے بھونچکا ہو کر انہیں دیکھا۔

"ہاں..... میں بھی تو سنوں، منال نے اتنی خوب صورت لکھائی میں کیا لکھا ہے؟"

"کیا مطلب؟" وہ ان کے انجان بننے پر ناگواری سے بولا۔ "کیا آپ نے یہ کارڈ اب تک نہیں پڑھا؟"

''نو مائی ڈیئر! اس قسم کی Joint writing پڑھنا میرے لئے ممکن نہیں۔ میں بہت وقت لگاتی ہوں، لفظوں کو سمجھنے میں۔ کیا یہ بہتر نہیں، تم یہ تحریر سنا کر میرا وقت برباد ہونے سے بچالو۔'' وہ صاف جھوٹ بول رہی تھیں۔

''اگر ایسا ہے آپا! تو حمزہ سے پڑھوالیا ہوتا۔'' اس بار دائم کا لہجہ خار زدہ تھا۔ آپا کے لبوں پر بڑی شوخ مسکراہٹ اُبھری۔

''نہیں دائم!..... حمزہ پڑھ کر سناتا تو بالکل لطف نہ آتا۔ میں اس کارڈ پر لکھی عبارت کو اس کے اصل مفہوم کے ساتھ سمجھنا چاہتی ہوں اور ایسا تب ممکن ہے، جب تم اسے پڑھ کر سناؤ۔''

''جی.....؟'' وہ بوکھلا کر رہ گیا۔ ''میں کچھ سمجھا نہیں۔''

''سمجھی تو میں بھی نہیں ہوں دائم! اسی لئے تمہارے پاس آئی ہوں۔ کیا تم مجھے سمجھا سکتے ہو؟''

''واٹ ڈو یو مین؟'' وہ جیسے بدک گیا۔ ''آپ یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں، آپا! آپ کا رویہ بے حد حیرت انگیز ہے۔ میں اب تک ٹھیک طور پر کچھ سمجھ نہیں پایا ہوں۔''

''اوہ.....'' انہوں نے ابرو تان کر اسے دیکھا۔ ''تمہارے اس آخری جملے پر مجھے حمزہ یاد آ گیا۔ وہ بھی کل کچھ ایسی ہی بات کر رہا تھا۔ جانتے ہو، میں نے جواب میں اسے کیا کہا تھا؟''

''جی نہیں۔'' دائم جل کر رہ گیا۔ ''مجھے الہام نہیں ہوتے۔''

''جانتی ہوں۔'' ان کی مسکراہٹ میں تضحیک چھپی تھی۔ ''الہام ہونے کے لئے من اور نیت کا صاف ہونا ضروری ہے، مگر افسوس مسٹر دائم! تمہارا من صاف ہے، نہ ہی نیت۔ پلیز مجھ سے جھوٹ بولنے کی کوشش مت کرنا۔ صرف ایک بات بتاؤ، تم منال کو چاہتے ہو؟ جواب ایک لفظ میں چاہئے۔ ہاں یا ناں۔''

''اوہ خدایا.....!'' دائم کا دل جیسے ہچکولے لے رہا تھا۔ بڑا کٹھن لمحہ تھا وہ۔

اس کی سانس دھونکنی کی طرح چلنے لگی۔ آپا کی گہری نظر اسے احاطے میں لئے ہوئے تھی۔ وہ پوری توجہ سے اس کی کیفیت کو بھانپ رہی تھیں۔ دائم کے ہونٹ سوکھنے لگے۔

''ٹیل می دائم! ڈو یو لو منال؟'' ان کا سوال دائم کے وجود میں انگارے بھرنے لگا۔

''یس، آئی ڈو۔'' اس کی آواز کمزور نہیں تھی۔ ''آئی لو ویری مچ۔ وہ لڑکی مجھے پاگل کر گئی ہے آپا!''

''دینس گڈ۔'' آپا نے تالی بجائی۔ ''تمہاری ایمان داری پر مجھے خوشی ہوئی دائم! سچ بولتے ہو، مطلب صاحب کردار بھی ہو۔ اب لگے ہاتھ ایک اور سوال کا جواب دے دو۔ یہ کارڈ کس نے لکھا ہے؟ تم نے یا تمہاری منال نے؟''

''یہ منال نے لکھا ہے۔''

''رئیلی؟'' انہیں اس بار دائم کا جواب سچ مچ حیرتوں میں ڈبو گیا۔ ''کیا یہ تحریر منال کی ہے؟ آر یو شیور؟''

''آئی تھنک سو..... میں اس لڑکی کی ہینڈ رائٹنگ سے واقف نہیں ہوں۔''

''چلو کوئی بات نہیں، اب تو واقف ہو گئے نا۔'' انہوں نے کارڈ بند کر کے دوبارہ بیگ میں ڈال دیا۔ ''اچھا ایک بات اور بتاؤ، جب یہ کارڈ لکھا گیا تو کیا حمزہ وہیں موجود تھا؟ یا تم نے منال کو ایسا لکھنے پر مجبور کیا؟''

''کیا مطلب؟'' دائم بری طرح چونکا۔ آپا بڑی توجہ سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔

''میں نے پوچھا ہے، منال نے جب یہ کارڈ لکھا، تب حمزہ کہاں تھا؟ کمرے میں ہی تھا نا؟ تم اس سوال کا جواب بھی ہاں یا ناں میں دے سکتے ہو۔''

دائم کی تیوری چڑھ گئی۔ ''دیکھئے، اس سوال کا جواب ہاں ہے اور نہ ہی ناں..... یہ کارڈ کب لکھا گیا، میں نہیں جانتا۔ مگر اتنا ضرور جانتا ہوں کہ کارڈ منال ہی نے لکھا ہے اور حمزہ کے لئے لکھا ہے۔ مگر یہ بھی سچ ہے کہ وہ لڑکی حمزہ کو نہیں، مجھے چاہتی ہے۔''

''واؤ.....'' آپا مارے حیرت کے سیدھی ہو بیٹھیں۔ ''آئی کانٹ بلیو دِس..... دائم! جو بات مجھے ایک ٹیکٹ سے پوچھنی تھی، وہی بات تم نے اتنے آرام سے کہہ دی۔ آئی رئیلی امپریسڈ..... مجھے واقعی حیرت ہو رہی ہے۔ تم میں Moral integrity بھی ہے۔''

''سوری آپا!'' دائم نے ہاتھ اٹھا کر انہیں کچھ اور کہنے سے روکا۔ ''آپ کو اتنا حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں جانتا ہوں، آپ یہی بات پوچھنے یہاں میرے پاس آئی ہیں۔ جب یہ طے ہے تو پھر میں کسی Hesitation سے کام لے کر آپ کا وقت برباد کیوں کروں؟ وہی بات کیوں نہ کروں جو آپ سننا چاہتی ہیں؟ میرے انکار کرنے سے حقیقت بدل نہیں جائے گی۔ کہتے ہیں، بندہ جب کلام کرتا ہے تو اپنی گفتگو سے دل میں چھپے راز کو بھی کھول دیتا ہے یا بہت زیادہ ٹال مٹول کی صورت میں پکڑا جاتا ہے کہ دل میں کوئی چور چھپائے بیٹھا ہے اور میں چور نہیں ہوں آپا!..... آپ بھی سن لیجئے، میری پہلی اور آخری چوائس سندس ہے۔ میں اس لڑکی سے بے پناہ محبت کرتا ہوں، لیکن.....'' وہ لمحہ بھر کو چپ سا ہوا، پھر نظریں چرا کر بولا۔ ''لیکن منال کی محبت اس پہلی اور آخری چوائس کے بیچ آ گئی ہے۔ ایسا کیوں ہوا؟ میں جانتا ہوں مگر وضاحت نہیں کر سکتا۔ آپ چاہیں تو اس معاملے میں مجھے قصوروار کہہ سکتی ہیں۔''

آپا کی بولتی زبان ایک لمحے کو بند ہو گئی تھی۔ اس کے منہ سے نکلا کھرا سچ نہ صرف ان کی حیرت بڑھا گیا تھا بلکہ وہ سکتے کی سی حالت میں بیٹھی رہ گئی تھیں۔ کتنی خاموشی اُتر آئی تھی کمرے میں۔ ان ہی خاموش ساعتوں میں اچانک بند دروازہ ہلکی سی چرچراہٹ کے ساتھ کھلا تھا اور گھر کا ملازم لوازمات سے بھری ٹرالی گھسیٹتا اندر داخل ہوا تھا۔ بلک کافی کی خوشبو کمرے کی مخدوش

فضا کو سیکنڈوں میں معطر کر گئی۔ وہ دونوں چونک کر ملازم کو دیکھنے لگے، جو ٹرالی میں پڑے کپ اٹھا کر میز پر رکھ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ کافی کی کیتلی کی طرف بڑھے ہی تھے کہ آپا کی آواز نے اسے ٹوک دیا۔

''تمہیں سرو کرنے کی ضرورت نہیں، یو کین گو ناؤ۔''

''او کے میڈم!'' اس نے جھک کر تعظیم دی اور پلٹ کر کمرے سے نکل گیا۔ اس کے جانے کے ٹھیک بیس سیکنڈ بعد آپا کی آواز نے کمرے میں چھائے سکوت کو توڑا۔

''دائم! یُو کین نیور واک اوے فرام می۔ تم نے جھوٹ نہیں بولا، میں جانتی ہوں۔ لیکن تم خود کو مجرم نہیں سمجھتے، یہ بات بے حد حیرت انگیز ہے۔ ایک یرینہ دوست کی منگیتر کو کراس لائن دینا اور دے کر یہ کہنا کہ وہ تمہارے اور سندس کے بیچ آ گئی، کہاں کا انصاف ہے؟ کیا تمہیں حمزہ پر ایک لمحے کے لئے بھی ترس نہیں آیا؟ بولو دائم! کیا دوست سے غداری کرتے ہوئے تمہارے ضمیر نے تمہیں کوئی ملامت نہیں کی؟''

''نہیں کی آپا!'' دائم کی سنجیدگی حد سے سوا تھی۔ ''میرے ضمیر نے کوئی ملامت نہیں کی۔''

''کیوں..... کیا ساری غیرت آپ ہی گھول کر پی گئے؟'' ان کا لہجہ زہر خند تھا۔

خلافِ توقع دائم برا ماننے کے بجائے ہنس پڑا۔ ''آپ کا کہنا بجا ہے آپا! میں واقعی غیرت گھول کر پی گیا ہوں۔ اگر بے غیرتی کے گھونٹ بھرتا تو شاید شیطان سے بدتر ہوتا۔''

''ہونہہ..... تم کہنا کیا چاہتے ہو؟'' وہ اُس کی بے وقت کی مسکراہٹ پر سلگ اُٹھیں۔

''میں جو کہنا چاہتا ہوں، اسے سننے کے لئے آپ کو خاموش رہنا ہوگا۔ پوری بات جان لینے کے بعد ہی آپ مجھ سے سوال و جواب کا کوئی سلسلہ شروع کریں گی۔ اگر یہ منظور ہے تو بولیے۔ میں ہر سچ کہنے کو تیار ہوں۔''

تحریم اسے گھورنے لگیں۔ اس بار دائم نے نظر چرانے کی کوشش نہ کی۔ وہ ان کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔ تب وہ کچھ مضطرب سی ہو کر پہلو بدل گئیں۔ چند لمحوں کی چپ کے بعد بے قراری سے بولیں۔

''او کے، مجھے تمہاری شرط منظور ہے۔ بولو، کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''ابھی ٹھہریئے، ایک شرط اور بھی ہے آپا!'' اس کی آواز میں کوئی لچک نہیں تھی۔ ''میری کہی کوئی بات بھی اس کمرے سے باہر نہیں جائے گی۔ یہ مجھ سے زیادہ میرے دوست حمزہ کی عزت کا سوال ہے، میں حمزہ اور اس کی دوستی کے لئے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔''

''کچھ بھی آپا.....؟'' اس نے انگلی اٹھائی۔ ''اینڈ آئی مین اِٹ۔''

جواب میں گہرا سانس بھر کے انہوں نے نظر پھیر لی، تب دائم نے بغیر کسی جھجک کے منال سے پہلی ملاقات کا ذکر شروع کیا اور ایک گھنٹے کے اندر اندر آپا کو آخری ملاقات تک کا احوال سنا ڈالا۔ اس نے وہ ساری داستان کہہ سنائی، جو منال کی یکطرفہ محبت کے فسانے کو سمیٹے ہوئے

تھے۔ منال کی دیدہ دلیری، اس کی جرأت، اس کی بولڈنیس آپا کے سامنے کسی کھلی کتاب کی صورت رکھ دی۔ وہ سب کچھ انہیں سنا ڈالا، جو وہ لڑکی اسے زِچ کرنے کی خاطر اب تک کرتی چلی آئی تھی۔ اس کی جذباتیت اور اس کی محبت کا جنونی اظہار دائم کے دل کو بالآخر موم کرنے میں کامیاب رہا تھا۔ وہ بندہ جو سندس کی موہنی صورت، آنکھوں میں سجائے وفا کے گیت گا رہا تھا، سب کچھ بھول کر لمحوں میں بکھر کر رہ گیا تھا۔ سندس، دائم کے دل میں تھی، مگر آنکھوں نے منال کا چہرہ محفوظ کر لیا تھا۔ دل کی دھڑکن جو سندس کے دم سے آباد تھی، اب منال کی اندھی محبت کا راگ الاپ رہی تھی۔ وہ خود کو اس دیوانگی سے، منال کے طوفانی جذبے کی آزمائش سے کیسے دُور رکھتا؟ تھا تو ایک مرد ہی۔ اتنی چاہت، وقعت، حیثیت اور اتنی زیادہ توجہ اسے ایک ایسی لڑکی سے مل رہی تھی، جو کسی اور کی ہونے کے باوجود اس کی محبت میں گھائل ہو رہی تھی۔ پھر وہ کیسے نہ قائل ہوتا، کیسے نہ گھائل ہوتا؟ لیکن گھائل ہو کر بھی دائم نے اپنے جذبات پر بند باندھے رکھا۔ اس نے منال کی جذباتیت کو اس کے بھائی عرفان سے شیئر کر لیا۔ وہ اسے کہہ چکا تھا، منال کی شادی جلد از جلد حمزہ سے کر دے، تاکہ کوئی بھی گناہ اس کے کھاتے میں نہ لکھا جائے۔ وہ دوستی کے نام پر کلنک بننا نہیں چاہتا تھا۔ نہ ہی حمزہ کی نظر میں اپنا مقامِ دوستی بدنام کرنے کو تیار تھا۔ اسے کوئی خواہش نہیں تھی کہ وہ من چاہی محبت پانے کے بعد کسی دوسری چاہت کو گلے کا ہار بنائے۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا، منال اس کے لئے شجرِ ممنوعہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ وہ امانت تھی حمزہ کی اور اس کے ان جذبات کی، جو اس کا دوست منال سے منسوب کر چکا تھا۔

پھر دائم دوست کے جذبات سے کیونکر کھیلتا؟ کیونکر حمزہ کی زندگی برباد کرتا؟ اس نے اپنے لئے صحیح راستہ چنا تھا، اس کی منزل سندس تھی اور وہ اس کا اقرار بھی کرتا تھا۔ لیکن پھر بھی..... پھر بھی ڈرتا تھا، خود اپنے آپ منال کی جذباتیت سے۔ اس کی دیوانگی، دائم کو بربادی کی طرف گھسیٹ سکتی تھی۔ وہ اگر اپنے جذبوں سے ہار جاتا تو پھر شاید کچھ نہ بچتا۔ ایک فریق کی یکطرفہ محبت تین گھروں کو اُجاڑ دیتی، تماشہ بنا دیتی ان سب کا۔ دائم نے اس لئے کوئی پردے داری نہ رکھی، ہر وہ بات کہہ سنائی، جس کا وہ عینی شاہد تھا۔

آپا دم بخود بیٹھی تھیں، ان کی آنکھیں فرطِ حیرت سے کھلی تھیں۔ کیسی لڑکی تھی منال، کیسی عجیب محبت تھی اس کی، وہ کیسے سوختہ جذبات تھے، جو اسے اپنی عزت کی پاسداری کرنے سے روک رہے تھے، جو اس کی ذات پر کلنک لگا بیٹھے۔ پھر بھی وہ اپنی ضد پر اڑی تھی؟

وہ بے غیرتی تھی یا محبت کی انتہا، آپا کوئی فیصلہ نہ کر سکیں۔ ان کی نظریں بس سامنے بیٹھے دائم پر مرکوز تھیں، جس کے لئے دل کے اندر یکدم ممتا کا سوتا پھوٹ نکلا تھا۔ کتنا نیک فطرت اور سمجھ دار انسان تھا وہ، جسے ایک لڑکی نے اتنا رجھانے کی کوشش کی مگر وہ اپنی نیت اور دوستانہ خلوص داؤ پر نہ لگا سکا۔ جس نے اپنی ذات کو کھرا ثابت کر کے منال کی محبت کو کھوٹا کر دیا تھا۔

حمزہ خوش قسمت تھا، جسے دائم جیسے سچے دوست کی رفاقت ملی تھی۔ جو دوستی کے اصل مفہوم اور اپنی ذمے داریوں کو پہچانتا تھا۔

اس کے خاموش ہونے کے بعد کئی منٹ تک آپا کچھ نہ بول سکی تھیں، انہیں گہری سوچوں میں گم دیکھ کر دائم اٹھ گیا۔ اس نے آرام سے دو کپ کافی تیار کی اور آپا کے سامنے رکھتے ہوئے نرمی سے بولا۔

''فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے آپا! جو چاہے سزا دیجئے لیکن کوئی بھی سزا دینے سے پہلے مجھے میرا قصور ضرور بتائیے گا۔ آپ کو وہ غلطی کاؤنٹ کرنی ہوگی، جسے لے کر آج آپ میرے گھر پر مجھے بے عزت کرنے آئی ہیں، آپ کو میری توہین کرنے کا کوئی ایک جواز تو دینا ہی ہو گا۔ کیونکہ یہ..... یہ میری غیرت وحمیت کا سوال ہے۔''

تحریم ایک جھٹکے سے اپنی جگہ چھوڑ کر اُٹھ گئیں۔ انہوں نے قدم بڑھائے اور دائم کے مقابل آ گئیں۔ ان کی بڑی بڑی سنہری آنکھوں میں اشکوں کی دُھند بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ چند پل خود کو سنبھالنے کی تگ و دو کرتی رہیں، پھر دھیرے سے بولیں۔

''دائم! میں تمہیں پیار کرنا چاہتی ہوں کہ یہ میری عزت کا سوال ہے۔ کیا تم مجھے اس کی اجازت دو گے؟''

دائم کے چہرے پر گلاب سے کھِل اُٹھے۔ وہ اس بار پورے دل سے مسکرایا۔ ''وائے ناٹ آپا! آپ کی محبت میرے لئے بڑی بہن کا اعزاز رہے گی، آپ کی عزت کو بڑھانا میرے لئے باعثِ فخر ہوگا۔''

''نہیں بیٹا!'' آپا نے اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں بھر لیا۔ ''یہ اعزاز آج میرے لئے ہے کہ حمزہ جیسا ایک اور بھائی تقدیر نے مجھے عطا کیا ہے۔ وہ بھائی، جسے بیٹا کہتے میں فخر محسوس کر رہی ہوں۔'' انہوں نے دائم کے ماتھے پر مہرِ محبت ثبت کی اور جذباتی ہو کر بولیں۔

''میں جب ادھر آئی تھی تو تم نے مجھے پیلے گلاب کی نوخیز کلی دی تھی اور ساتھ ہی آئی لو یُو کہہ کر میرا مان بڑھایا تھا۔ لیکن دائم! سچ کہوں، تمہاری وہ حرکت مجھے اپنی توہین محسوس ہوئی تھی، میں سمجھی تھی، تم نے پیلا پھول دے کر اپنی نفرت کا اظہار کیا ہے۔ کیونکہ تم جانتے تھے، میرا یہاں آنے کا کیا مقصد تھا؟ میں سمجھی تھی، تم نے مجھے زِچ کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اب میں تمہارے خلوص و ایمان کو جان چکی ہوں۔ تم ایک نیک اور سعادت مند لڑکے ہو۔ عزت کرنا اور محبت نبھانا جانتے ہو۔ رئیلی آئی ایم پراؤڈ آف یُو آج سے تم میرے لئے Respectable Person ہو۔ مجھے خوشی ہے، آج کا دن میں نے ایک خوب صورت دل والے انسان کے ساتھ گزارا اور وہ..... وہ انسان تم ہو دائم!''

''تھینکس اے لاٹ، آپا!..... آپ نے مجھے کچھ کہنے لائق چھوڑا ہی نہیں۔ لیکن ایک بات تو بتائیے، منال کا لکھا یہ کارڈ آپ کو ملا کہاں سے؟'' وہ ان کی جذباتی کیفیت بھانپ کر

بات بدل بیٹھا۔

آپا مسکرا دیں، اسے دیکھتے ہوئے بولیں۔ ''میں نے کارڈ حمزہ کے کمرے سے چرایا ہے، صرف اس کی حقیقت جاننے کے لئے۔ لیکن حقیقت کھلی تو میں دم بخود رہ گئی۔ میں سوچتی ہوں، اس منگنی کا کیا انجام ہوگا؟ کیا منال، حمزہ کے ساتھ عمر بھر کا بندھن نبھا پائے گی؟''

''کیوں نہیں آپا! وہ ابھی غلطیاں کر رہی ہے، شاید اس لئے کہ اس کی جذباتیت کو سمجھ کر سمجھانے والا نہیں ہے۔ جب کوئی اس پر اپنی پوری توجہ مرکوز کرے گا تو منال اپنے لئے اور اپنی فیملی کے لئے پرابلم create نہیں کرے گی۔ منال کی جذباتی غلطیوں کا اثر سب سے زیادہ عرفان پر پڑ رہا ہے۔ وہ دل کا بہت اچھا لڑکا ہے۔ آج منال کی وجہ سے جو حال میں نے اس کا دیکھا، وہ بہت قابلِ رحم ہے آپا! آپ کو کچھ کرنا ہوگا۔ منال اور حمزہ کی منگنی برقرار رہنی چاہئے کیونکہ حمزہ، منال سے دُوری کو سہہ نہیں پائے گا۔ اس کے جذبات سے میں خوب واقف ہوں۔ وہ منال پر اندھا اعتماد کرتا ہے اور اسے دیکھ کر جیتا ہے۔ پلیز آپا! اس لڑکے کو منال سے الگ کرنے کی کوشش مت کیجئے گا۔ آپ صرف منال کو راہِ راست پر لانے کے لئے کوئی راستہ نکالیے۔ ہمیں حمزہ کا گھر آباد کرنے کی کوشش پورے دل سے کرنی ہوگی۔''

''ہاں، تم ٹھیک کہتے ہو دائم!'' آپا نے سر ہلایا۔ ''میں بہت جلد کوئی راہ تلاش کر لوں گی، تم فکر مت کرو۔''

''فکر تو رہے گی آپا! کہیں یہ منگنی ٹوٹ نہ جائے۔'' دائم کا ڈر زبان پر آ گیا۔

''نہیں، اب یہ رشتہ بن رہے گا اور وہ بھی محبت کے ساتھ۔'' آپا کا لہجہ پُرعزم تھا۔

''اِن شاء اللہ!'' دائم نے بے ساختہ کہا اور ساتھ ہی دل سے دعا کی کہ کاش منال کو عقل آ جائے تھوڑی سی۔

❋

دل بڑا سخت ہے، ہر سنگ بلا جھیل گیا
ورنہ ہم شدتِ احساس سے ٹوٹے ہوتے

منال، ہسپتال سے گھر آ چکی تھی اور پہلے سے کافی بہتر تھی۔ زخم مندمل ہو رہے تھے، مگر جسمانی کمزوری حد سے زیادہ تھی۔ اس کا بی پی بھی مستقل Low تھا۔ سوامی اور ارما بڑی دلجمعی سے اس کی دیکھ ریکھ میں مصروف تھیں۔ منال نہ چاہ کر بھی بستر پر رہنے پر مجبور تھی۔ اب کالج سے لی جانے والی چھٹی بھی اختتامی مراحل پر تھی۔ ادھر منال کو پڑھائی کی فکر ستانے لگی تھی۔ فائنل ٹرم ہونے کے باوجود تیاری صفر تھی۔ سو وہ اسی پریشانی کو لے کر سوچوں میں غرق تھی، جب ارما برق رفتاری سے کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کا چہرہ سرخ اور سانس اُلجھی ہوئی تھی۔

''منال!..... منال! میرا رزلٹ آ گیا۔'' اس کی اطلاع بے حد غیر متوقع تھی۔

''اوہ مائی گاڈ!'' منال اُچھل پڑی۔ ''پاس ہو گئیں، ارما؟''

''ہاں یار! میرا اے گریڈ آیا ہے۔ پیپرز اچھے ہونے کے باوجود ایک ٹینشن سی تھی کہ جانے میرا کیا بنے گا۔ مگر اللہ نے بڑا کرم کیا۔ کوئی اُونچ نیچ نہیں ہوئی۔ رزلٹ ویسا ہی رہا، جیسا آنا چاہئے تھا۔ سچ منال! ایک بوجھ میرے سر سے اُتر گیا ہے۔''

وہ ایک سانس میں بولتی دھپ سے بستر پر اس کے قریب بیٹھ گئی۔ تب منال نے آگے بڑھ کر اس کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے اسے مبارک باد دی۔

''مبارک ہو..... اب سب فکریں جھٹک کر ایک اچھی سی ٹریٹ دینے کی تیاری کرو، بہت دنوں سے اس گھر میں کوئی ہلا گلا نہیں ہوا۔ اس بہانے گھر کی رونق بھی لوٹ آئے گی۔''

''وہ تو ہے۔ میں تم سب کو بہت کمال کی ٹریٹ دوں گی۔ آنرز میں اے گریڈ لانا آسان نہیں ہے منال! اور مجھ جیسی لڑکی کے لئے تو بالکل بھی نہیں کہ اتنی بہت سی کتابیں اور نوٹس رٹنا میرے لئے کسی عذاب سے کم نہیں تھا۔ اُف، اب لگتا ہے، کوئی مشکل نہیں رہی۔ زندگی میں چین وسکون اُتر آیا ہے۔'' وہ بہت خوش تھی۔

''مگر یہاں میرا سکون کھونے والا ہے ارما! میں بھی اپنے فائنل ٹرم کا سوچ رہی ہوں۔ حادثے کے باعث اتنی چھٹیاں ہو گئی ہیں کہ ریکور کرنا ممکن نہیں رہا۔ جانے میں کس طرح امتحان دوں گی۔'' وہ فکرمند تھی۔

''اوہ، یُو ڈونٹ وری۔ میں ہوں نا..... تمہاری مدد کر دوں گی۔ بس تم جلدی سے بستر چھوڑ دو۔ سچ منال! تمہارے ناز نخرے اُٹھا اُٹھا کر میں بھی بے زار ہو گئی ہوں۔ بس یار! آرام بہت ہو چکا۔ اب تھوڑا حوصلہ پکڑو۔'' ارما نے منہ بنا کر اسے ڈپٹا تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

''میں بڑے حوصلے والی لڑکی ہوں ارما! مگر کیا کروں، جہاں تم جیسے محبت کرنے والے اور نخرے اٹھانے والے ہوں، وہاں بستر چھوڑنے کو کس کا دل چاہے گا؟..... میں سمجھتی ہوں، ایسے موقعوں سے فائدہ ضرور اٹھانا چاہئے کہ زندگی میں ایسے آرام بھرے دن کہاں ملتے ہیں۔''

''ارے واہ!'' ارما نے مسکرا کر چھوٹی بہن کو دیکھا۔ ''کمزوری بھرے یہ دن تمہیں آرام کے دن لگ رہے ہیں؟''

''ارے یار! ایسے دنوں سے تو دشمن بھی پناہ مانگتا ہے اور تم موقع سے فائدہ اٹھانے کی بات کر رہی ہو۔ آئی تھنک، حادثے کے وقت سڑک پر گرنے سے تمہارے دماغ میں بھی اندرونی چوٹ آئی ہے۔ جب ہی ہاسپٹل سے گھر آ کر بہکی بہکی باتوں پر اُتر آئی ہو۔ تمہیں علاج کی ضرورت ہے منال!''

''اچھا!'' منال نے شوخی سے آنکھیں نچائیں۔ ''پھر تو میرے دماغ کا علاج بھی ہونا چاہئے۔ کیا خیال ہے، میں دوبارہ ہسپتال میں بھرتی نہ ہو جاؤں؟ ڈاکٹرز مجھ پر احسان کرتے ہوئے میرا علاج دوبارہ کریں۔ ورنہ دنیا کی رونق بحال نہ رہ سکے گی۔ پھر کون محظوظ ہو سکے گا میری برجستہ گفتگو سے؟''

''بھئی واہ، کیا بات ہے تمہاری۔ یعنی بہت ہی خوش فہم ہو، جو اپنی گفتگو سے رونقِ دنیا بننے کی دعویداری کر رہی ہو۔ بہرحال، اسے چھوڑو اور یہ بتاؤ، ابو کو کیسے بتاؤں کہ میں پاس ہو گئی ہوں؟'' ارما نے بات دوبارہ وہیں سے شروع کی، جہاں سے ختم ہوئی تھی۔ منال ہنس پڑی۔

''کیوں بھئی! ابو کو اطلاع دینے کے لئے کیا ہاتھی گھوڑے جوتنے پڑیں گے، جو تم فکرمند ہو رہی ہو؟ ارے یار! اپنی امی ہیں نا، اب تک پڑوس میں ہی نہیں، محلے کے سبھی گھروں میں یہ اطلاع گردش کر رہی ہو گی کہ محترمہ ارما بصیر، بی ایس سی آنرز کلیئر کر چکی ہیں۔ لہٰذا اے گریڈ میں پاس ہونے پر انہیں فی الفور مبارک باد دی جائے اور اچھی سی مٹھائی بھی کھلائی جائے۔''

''حد ہے منال!'' اس کی برجستہ شوخی، ارما کو بھی قہقہہ لگانے پر مجبور کر گئی۔

اسی لمحے عرفان بھائی کمرے میں چلے آئے۔ نقرئی گھنٹیوں کی سی کھنکتی ہنسی پر چونک کر بہنوں کے کھلکھلاتے چہرے دیکھتے وہ آگے بڑھ آئے اور ارما کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولے۔

''مبارک ہو ارما!..... بہت عمدہ گریڈ حاصل کیا ہے تم نے۔ اور یہ سب تمہاری محنت کا نتیجہ ہے۔ اب فٹافٹ یہ بتاؤ کہ تمہیں تحفہ کیا دیا جائے؟''

''ارے نہیں بھیا! تحفے کی کیا ضرورت ہے؟'' وہ کچھ نروس ہو گئی۔

عرفان ہنس دیئے۔ اس کے سر پر چپت لگا کر بولے۔ ''ضرورت کیوں نہیں؟ کیا اتنی زبردست کامیابی پر ہم سب کو یونہی چھوڑ دو گی؟ ارے بھائی، کوئی پارٹی دے کر ہمیں تھوڑا کنگال کرو نا، تحفے کے نام پر۔ مزہ تو تب آئے گا، جب ہمیں تمہاری پسند کا کوئی مہنگا گفٹ دینا پڑے گا۔''

''اوہ، اچھا.....'' وہ بے اختیار مسکرائی۔ ''اگر ایسی بات ہے تو پھر سوچ کر بتاؤں گی آپ کو۔''

''لو جی۔ بھلا اس میں سوچنے کی کیا بات ہے؟ یہ وقت تمہارا ہے ارما! کچھ بھی مانگ لو بھیا سے، وہ انکار نہیں کریں گے۔'' منال نے اسے اکسایا تو عرفان بھائی کی مسکراہٹ معدوم ہوئی۔ ایک اچٹتی سی نظر چھوٹی بہن پر ڈال کر رسان سے بولے۔

''ساری چیزیں مقدر کا حصہ نہیں ہوتیں منال! اور نہ ہی وقت کی مرہون منت۔ مانگنے سے پہلے اگر سوچ سمجھ لیا جائے تو دینے والا بھی شرمندہ نہیں ہوتا۔ تم ارما جیسا صبر سیکھ لو، تمہارے بہت کام آئے گا۔''

''جی!'' منال منہ کھول کر بھیا کی صورت تکنے لگی۔ جب کہ ارما کچھ محتاط ہو گئی۔ عرفان بھائی کی بات اپنے معنی میں بہت گہرائی لئے ہوئے تھی۔ وہ جانے منال کو کیا جتانے کی کوشش کر رہے تھے اور اس سے پہلے کہ منال ان سے وضاحت مانگتی، عرفان بھائی ارما کے سر کو دھیرے سے تھپک کر باہر نکل گئے اور وہ دونوں تعجب سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔ دونوں کے چہرے اُترے ہوئے تھے۔ بھیا کی بات نے جیسے دل توڑ ڈالا تھا۔

''ارما.....!'' منال نے لمحہ بھر کی خاموشی کے بعد دھیرے سے اسے پکارا۔ ''عرفان بھائی کا رویہ دن بہ دن سرد ہوتا جا رہا ہے۔ میں پہلے اسے وہم سمجھ کر ٹالتی رہی، مگر آج..... آج ان کی بات سے صاف لگتا ہے، جیسے وہ مجھ سے بدظن ہیں۔ سوچتی ہوں، ایسا کیا قصور کیا ہے میں نے جو عرفان بھائی خفا ہو بیٹھے ہیں مجھ سے۔''

''ہاں، وہ خفا تو ہیں۔'' ارما نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ ''لیکن کیوں ہیں؟ یہ میں نہیں جانتی۔ تم ایسا کرو منال! اس بارے میں بات کرو ان سے۔ کوئی غلط فہمی ہوئی تو خود ہی دُور ہو جائے گی۔''

''نہیں ارما! میں جانتی ہوں، ایسا کیوں ہے۔ مجھے لگتا ہے، حمزہ نے ان کے کان بھرے ہیں۔''

''کیا مطلب.....؟'' وہ چونک کر منال کو دیکھنے لگی۔ ''بھلا حمزہ کو کیا ضرورت ہے، عرفان بھائی کے کان بھرنے کی؟ وہ بے چارہ آج کل ویسے بھی بہت کم اِدھر آتا ہے۔ جاپان جانے کی تیاریوں میں اُلجھا ہوا ہے۔ اسے سر اٹھانے کی فرصت نہیں تو کان بھرنے کی گنجائش کہاں سے نکالے گا؟''

''گنجائش وہ نکال چکا ہے ارما! اس لڑکے نے عرفان بھائی سے ضرور میری کوئی شکایت کی ہے۔ ذرا میرا سیل فون اٹھانا، پہلے میں حمزہ سے بات کروں گی۔'' وہ بے حد سنجیدہ تھی۔

ارما کچھ خوف زدہ ہو گئی۔ ''کوئی ضرورت نہیں ہے تمہیں فون کرنے کی۔ حمزہ آئے گا، تب بات کر لینا۔ فون پر ایسی بے تکی گفتگو کر کے اسے پریشان کرنے سے کیا حاصل ہو گا؟ کیا وہ آ کر عرفان بھائی کے سامنے تمہاری صفائی دے گا؟ ارے یار! اس طرح معاملہ کچھ اور بگڑ سکتا ہے۔'' وہ عجلت سے بولی۔

''نہیں بگڑے گا۔ تم فٹافٹ میرا موبائل اٹھاؤ۔'' اس نے حسبِ عادت ضد کی تو ارما نے نہ چاہ کر بھی اس کا سیل فون اٹھا کے اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ منال نے حمزہ کا نمبر ملایا اور موبائل کان سے لگا لیا۔

''ہیلو.....!'' دوسری طرف تحریم تھیں۔ منال نے برا سا منہ بنا کر سلام کر ڈالا۔

''وعلیکم السلام! کیسی ہو منال؟'' ان کا انداز خاصا خشک تھا۔

''اچھی ہوں اور آپ کو یاد کر رہی ہوں۔ بہت دن ہو گئے، آپ آئی ہی نہیں ہماری طرف؟''

''ہاں، دل ہی نہیں چاہا تمہاری صورت دیکھنے کو۔'' ان کی صاف گوئی ناقابلِ یقین تھی۔ منال ہکا بکا رہ گئی۔ ''بہرحال، آؤں گی۔'' اِدھر آپا نے جیسے بات کا رخ بدلا۔ ''دراصل میں کچھ مصروف تھی۔ آج پروگرام بنایا ہے تمہاری طرف آنے کا۔ دیکھو کب موقع ملتا ہے گھر سے نکلنے کا۔ حمزہ بھی آج کل بہت دیر سے گھر لوٹتا ہے۔ وہ آئے گا تو چکر لگاؤں گی۔''

منال اب تک سُن سی ہو کر بیٹھی تھی۔ آپا نے دانستہ بات بدلی تھی، وہ جانتی تھی۔ مگر ان کا پہلا جملہ اس کے دل کے آر پار ہوا تھا۔ کیا مطلب تھا ان کی بات کا؟ وہ کیوں اس کی صورت دیکھنے کی روادار نہیں تھیں؟ کیا، کیا تھا اس نے؟

''ارے ہاں، زخم کیسے ہیں تمہارے؟ اب تک بستر پر ہو یا کچھ ریکوری بھی کی ہے تم نے؟'' ان کا سوال طنز سے بھرپور تھا۔

منال کو برا لگا، بجھے دل سے بولی۔ ''ریکوری ہو رہی ہے آپا! بہت جلد میں بستر بھی چھوڑ دوں گی۔''

''بھئی یہ اچھا کرو گی۔ دوسری صورت میں تیمارداری مہنگی پڑے گی۔ موٹی ہو جاؤ گی، لیٹ لیٹ کر۔''

''جی.....؟'' اسے کوئی جواب نہ سوجھا۔

مگر انہوں نے توجہ نہ دی اور اپنی ہی دُھن میں بولیں۔ ''اوکے، پھر ملتے ہیں شام کو بشرطیکہ حمزہ جلدی آ گیا تو۔'' انہوں نے فون بند کر دیا۔ منال کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

''کیا ہوا منال؟'' ارما نے اس کی بدلتی کیفیت کو محسوس کیا۔

''پتہ نہیں، مگر کچھ ہوا ضرور ہے ارما! سب کے سب آخر مجھ سے خار کیوں کھائے بیٹھے ہیں؟'' اس کا انداز پُرسوچ تھا۔

ارما ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ کچھ شرمندہ سی تھی۔ ''کیا بات ہے منال! کیا آپا بیگم سے بھی تم نے.....؟''

''ہاں۔'' منال نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور اس کی بات کاٹ کر بولی۔ ''خاصی بدتہذیبی کی ہے، انہوں نے مجھ سے۔ کورے لہجے میں بولیں، دل نہیں چاہا تمہاری صورت دیکھنے کو۔ حد ہے یار! کوئی یوں بھی منہ بھر کر کہتا ہے کسی کو؟''

''ارے کیا انہوں نے واقعی ایسا کہا ہے منال؟'' ارما کی بے یقینی واضح تھی۔

''ہاں..... کہا اور کہہ کر بات بھی بدل دی۔''

''ہائے، یہ تو بہت بری بات ہے۔ آپا بیگم کو ایسا ہرگز نہیں کہنا چاہئے تھا۔'' ارما کی ناگواری منال نے فوراً بھانپ لی، سر جھکا کر بولی۔

''میں نے نوٹ کیا ہے ارما! جب سے میں گھر آئی ہوں، اس دن سے سب کے رویے میں خاصا فرق ہے۔ حمزہ کو دیکھو تو وہ بہت چپ سا لگتا ہے۔ عرفان بھائی ہیں تو واضح طور پر خفا ہیں مجھ سے، ابو رسمی باتیں کرنے لگے ہیں اور آج..... آج آپا نے بھی دل توڑنے والی بات کہہ دی۔ آخر سب کو ہو کیا گیا ہے؟ میں نے کسی کو کچھ نہیں کہا، پھر وہ سب اُکھڑے اُکھڑے سے کیوں ہیں؟ کھل کر اپنی ناراضگی کا اظہار کیوں نہیں کرتے؟''

''نہیں منال! ایسا کچھ نہیں ہے۔ تم کچھ Extra Sensitive ہو رہی ہو۔ دراصل

بیماری میں انسان حساس ہو جاتا ہے۔ وہ چھوٹی بات کو بھی بہت زیادہ محسوس کرتا ہے۔ بس ایسا ہی ہے تمہارے ساتھ بھی، ورنہ مجھے کسی کا رویہ تلخ نہیں لگتا۔''

''آج عرفان بھائی کی مثال سامنے ہے، ارما!'' منال نے دل گرفتہ سی ہو کر اسے دیکھا۔

''کچھ تو ہے جو سب کو مجھ سے بدظن کر رہا ہے۔ آخر کیا ہے وہ؟ میں اس کا پتہ لگا کر ہی رہوں گی۔''

''چلو ٹھیک ہے۔'' ارما نے موبائل اس کے ہاتھ سے لے کر سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور اسے کاندھوں سے پکڑ کر لٹاتے ہوئے بولی۔ ''اب ایسا کرو، تھوڑا لیٹ کر آرام کرو۔ جب تک میں تمہارے لئے اچھا سا سوپ بنا کر لاتی ہوں۔''

''ہونہہ، آرام کرنے کا مشورہ مت دو ارما! آج یہ طعنہ بھی سن لیا میں نے کہ بستر پر رہ کر موٹی ہو جاؤں گی۔''

''ہیں..... کیا مطلب؟'' وہ منال کے جل کر بولنے پر حیرت زدہ رہ گئی۔ منال نے سر جھٹک کر اسے دیکھا اور تلخی سے بولی۔

''حمزہ کی آپا بیگم کو میرے موٹے ہو جانے کی فکر ستانے لگی ہے۔ خاتون مجھے بستر سے دور رہنے کا مشورہ بھی دے رہی تھیں۔''

''ارے کیا ہو گیا ان کو؟ طبیعت تو ٹھیک ہے نا ان کی؟'' ارما پریشان ہو گئی۔

''کیا پتہ؟'' منال نے کاندھے اچکائے۔ ''ویسے طبیعت بگڑتی کب ہے ان کی، سدا کی ہشاش بشاش ہیں، کسی ماڈل کی طرح۔''

''وہ تو ہے، جانے کیا سمجھتی ہیں خود کو۔'' ارما نے بھی ناگواری سے سر جھٹکا۔

اگلے ہی لمحے اس کی توجہ اپنے موبائل کی طرف مبذول ہو گئی۔ اسکرین پر شامیر کا نام روشن تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ فون اٹھاتی، منال نے ہاتھ بڑھا کر موبائل اٹھا لیا۔ شامیر کا نام دیکھتے ہی پہلے کچھ چونکی، پھر ذومعنی سے انداز سے بولی۔

''آج کل شامیر کے فون کچھ زیادہ ہی آنے لگے ہیں۔ کیوں ارما؟''

''پتہ نہیں، شاید تمہیں ایسا لگتا ہے۔'' اس نے ہاتھ بڑھا کر منال سے موبائل لیا اور دریچے کی طرف پلٹ آئی۔

وہ منال کی موجودگی میں شامیر کی کال سننا نہیں چاہتی تھی، مگر اب مجبوری تھی۔ اس نے دھیمی آواز میں ''ہیلو'' کہہ دیا۔

''ارے کہاں ہو یار! کون سے سات سمندر پار ہو، جو تمہاری خبر بھی نہیں آتی؟'' وہ چھوٹتے ہی بولا۔

''ارے واہ، میری خیر خبر کے لئے بہت بے قرار ہیں آپ۔ کیوں بھئی، خیریت ہے نا؟''

''خیریت کہاں ہے؟ میں حد درجہ پریشان ہوں۔'' اس کی آواز بھاری ہو رہی تھی۔ ارما کو محسوس ہوا تو گھبرا گئی۔

''کیوں، کیا ہوا شامیر! کوئی پرابلم ہے آپ کے ساتھ؟''

''میرا پرابلم یہ ہے کہ میں تیز بخار میں مبتلا ہوں۔ مگر تمہیں کیا، تم اپنی منال کی فکر کرو، جو تمہارے لئے بہت اہم ہے۔'' وہ شکوہ کناں تھا۔

ارما مسکرا دی۔ ''آپ بھی میرے لئے بہت اہم ہیں شامیر!..... میرے دل میں آپ کا مقام بہت خاص ہے۔ آئی سویئر، منال سے بھی زیادہ۔''

''اونہہ، یہ سب کہنے کی بات ہے۔ ورنہ پچھلے چار دن سے تم نے فون نہ کر کے میری اہمیت خوب جتا دی ہے۔ کیا تمہارا فرض نہیں کہ تم ایک کال کر کے میرا حال چال ہی پوچھ لیا کرو؟ آواز تک کو ترس گیا ہوں تمہاری۔ مگر تمہیں صرف تیمارداری کرنی آتی ہے، منال کی۔'' وہ بے حد خفا تھا۔

ارما کو لحظہ بھر کے لئے خود پر فخر سا ہوا کہ کوئی تو تھا جو اس کے لئے اس قدر Possessive تھا۔

وہ ایک جذب سے بولی۔ ''میں جانتی ہوں شامیر! آپ مجھ سے خفا ہیں لیکن سچ بات یہی ہے کہ میں مصروف تھی۔ بہرحال ایک خوش خبری سن کر اپنا موڈ بحال کر لیجئے، میں نے آنرز، اے گریڈ میں پاس کر لیا ہے۔''

''اوہ، ویٹس اے گریٹ نیوز۔ بہت اچھی خبر ہے۔ پھر تو تم مبارک باد کی مستحق ہو ئیں۔ لیکن سویٹ ہارٹ! میں تمہیں یہ مبارک باد دوں گا نہیں۔''

''کیوں نہیں؟'' وہ ہنس دی۔ ''خفا ہیں اب تلک مجھ سے؟''

''ارے نہیں، خفگی کی بات نہیں ہے۔ تم ایک Honourable ہو، سو تمہارے آنرز کی مبارک باد ایسے نہیں دینا چاہتا تھا۔''

اس کا شوخ لہجہ خاصا ذومعنی تھا۔ ارما کا دل اپنے آپ بے تال دھڑکنے لگا۔ ''تو پھر کیسے دیں گے؟''

''ذرا سامنے آؤ تو بتاؤں۔'' وہ جذباتی ہو گیا۔ ارما مسکرا دی۔

''ہوں..... ارادے خطرناک ہیں۔ پھر تو بچ کر رہنا پڑے گا آپ سے۔''

''اونہوں.....'' وہ ہنس پڑا۔ ''ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ جب تک تم سے کوئی تعلق بن نہیں جاتا، ارادے نیک رہیں گے، پرامس۔''

''ویٹس گڈ۔'' ارما خود بھی ہنس دی۔ ''اس کا مطلب ہے، آپ خاصے شریف انسان ہیں۔''

''صرف شریف؟'' وہ خاصا محظوظ ہوا۔ ''ارے شریف نہیں، اشرف المخلوقات میں سے

ہوں۔ مارجن تو ملنا چاہئے نا۔''

''وہ بھی ضرور ملے گا۔ ویسے میں نے آپ کو سر آنکھوں پر بٹھا رکھا ہے، کیا یہ ٹھیک نہیں؟'' وہ اٹھلائی۔

''ہوں ٹھیک ہے۔ اب ذرا جلدی سے بتاؤ، کہاں ملو گی؟'' اس کی بے تابی بڑھنے لگی۔ ارما سنجیدہ ہو گئی۔

''ابھی ملنا پاسیبل نہیں ہے شامیر! گھر پر سبھی منال کی خیریت پوچھنے کے لئے آ رہے ہیں۔ ان حالات میں گھر سے باہر نکلنا ممکن نہیں ہو گا۔''

''اوہ گاڈ، تم نخرے بہت کرتی ہو۔ ابھی کہہ رہی تھیں، تمہارے دل میں میرا بہت خاص مقام ہے۔ کیا خاص لوگوں کو اس طرح اس طریقے سے ٹالا جاتا ہے؟''

''میں ٹال نہیں رہی، مجبوری بتا رہی ہوں۔ آج ہمارا ملنا پاسیبل نہیں ہے۔ پلیز آپ سمجھنے کی کوشش کیجئے۔''

''اوکے..... پھر آج نہ سہی، کل پر رکھ لو، تحفہ تو لو گی نا پاس ہونے کا۔'' وہ پھر پٹری بدل گیا۔

''نہیں، مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ آپ تحفہ دے کر وہم میں پڑ جاتے ہیں۔ انگوٹھی کا واقعہ کیا بھول گئے؟''

''اوہ لیو اِٹ یار! وہ بات یاد مت دلاؤ۔ میرا موڈ آف ہو جاتا ہے۔''

''ٹھیک ہے، پھر میں فون بند کرتی ہوں۔'' ارما نے اجازت چاہی۔

''ارے ارے..... ایسی بھی کیا جلدی؟ پہلے ملنے کا وعدہ تو کرو۔'' اس نے فوراً ٹوکا۔

''وعدہ نہیں، کوشش کروں گی۔ شکوہ مت کیجئے گا۔ کل آؤں گی، مگر کچھ دیر کے لئے، اوکے.....؟''

''اوکے، میں شکوے گلے کے بغیر راضی بہ رضا ہوں۔ تمہیں دیکھے دن ہو گئے، سو کچھ دیر کی ملاقات بھی نظروں کو ٹھنڈا کر دے گی۔ تمہاری ایک جھلک میرے دل کا اطمینان ہے ارما!''

''اچھا..... پھر کوشش لازمی کرنی پڑے گی۔'' وہ کھلکھلا کے ہنس دی۔

''تمہاری اس کوشش پر تھینکس۔ اور سنو! مجھے کسی بھی ایک ضروری بات کرنی ہے تم سے۔''

''ضروری بات۔'' ارما چونکی۔ ''ایسی کون سی بات ہے شامیر؟''

''بس ہے ایک..... ملو گی، تب بتاؤں گا۔''

''ارے۔'' وہ حیرت میں پڑ گئی۔ ''ایسی کون سی بات ہے؟ پلیز کہئے نا، ورنہ میرا وقت آسان نہیں گزرے گا۔''

''گزر جائے گا۔ تم جلدی ملاقات کو آ جاؤ گی تو بات بھی جلدی پتہ چل جائے گی۔ یہ تمہارے اختیار میں ہے۔''

''اوکے، میں اپنے اختیار کو کام میں لانے کی پوری کوشش کروں گی۔''

''میں تمہارا انتظار کروں گا، بائے۔'' اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔

منال کی گہری نظر مسلسل ارما کے وجود پر منڈلا رہی تھی۔ شامیر سے بات کرتے ہوئے اس کے چہرے کا رنگ پل پل بدل رہا تھا، یوں جیسے کوئی دھنک پھوٹ پڑی ہو۔ کتنی خوش اور مطمئن تھی وہ۔ شاید محبت انسان میں ایک نور سا بھر دیتی ہے۔ یہ جذبہ دل میں اتر کر بندے کو اپنا بھی رہنے نہیں دیتا۔ شاید ارما بھی خود کو کھو بیٹھی ہے۔ منال نے بے اختیار سوچا تھا۔

ادھر ایک میں ہوں، دو کشتیوں کی سوار۔ نہ حمزہ کو دل کی بات بتا سکتی ہوں اور نہ ہی دائم سے دستبردار ہو سکتی ہوں۔ کتنی بے بس ہوں میں، میری زندگی میں فیصلے کی گھڑی آئی تو میں حادثے کا شکار ہو گئی۔ میری بدحواسی مجھے لے ڈوبی۔ میں یہی سمجھتی رہی، حمزہ نے دائم کو بھی وہاں بلا رکھا ہے، تاکہ میری مجبوری اور جذبات کو سامنے رکھ کر کوئی فیصلہ کر سکے مگر بات کچھ اور نکلی، دائم اتفاقاً حمزہ سے ملنے چلا آیا تھا اس دن۔ وہ درحقیقت اپنی سالگرہ کے لئے کچھ خریدنے نکلا تھا۔ اور میں..... میں اسے حمزہ کے پاس دیکھ کر گھبرا گئی۔

اُف، جانے اب یہ معاملہ کس طرف کو جا نکلا ہے۔ آج حمزہ کی آپا نے اپنی بات سے دل میں اذیت سی اتار دی ہے۔ شاید وہ دائم سے میری جذباتی وابستگی سے باخبر ہو گئی ہیں، جب ہی تو ایسا ری ایکٹ کرنے پر مجبور ہیں۔

آہ، کیا قسمت ہے میری۔ محبت میں سکون کا ذرا سا احساس بھی نہیں رہا۔ ایک تشنگی ہے، جو روح کو اندر باہر سے جلا رہی ہے۔ میں کیا کروں؟ کیسے کم کروں اپنی اس بے مائیگی کے احساس کو..... لیکن احساسِ تشنگی تو برقرار رہنا چاہئے نا، تاکہ کچھ نیا کرنے کی جستجو باقی رہے۔ مجھے بھی بہت سوچ سمجھ کر اگلا قدم اٹھانا ہو گا۔ مجھے ہمت نہیں ہارنی چاہئے، کوئی آنسو بہانا نہیں چاہئے۔ راہِ محبت میں میرے لئے کوئی آسانی ہو یا نہ ہو، مجھے پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ بس دل کو سکون مل جائے، یہی دعا ہے میری۔ اب ارما کو دیکھ کر مجھے بھی حالات سے لڑنے کا حوصلہ پیدا کرنا ہو گا۔ اُف، کتنی بزدل اور کم آمیز تھی ارما۔ مگر اب شامیر کی چاہت پا کر کس قدر بولڈ ہو گئی ہے۔ اتنی بولڈ کہ اسے خبر ہی نہیں وہ کون سا قدم صحیح اٹھا رہی ہے یا غلط۔ یہ ٹیلی فون کالز..... یہ میل ملاقاتیں..... آخر کیا رنگ لائیں گی؟ ارما کو نتیجے کی فکر کرنی چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ ابو یا عرفان بھائی اسے میری طرح...

نہیں، نہیں..... منال نے بے اختیار سی ہو کر سر جھٹکا۔ میں اسے سپورٹ کروں گی۔ میں ارما کو اس کی منزل پر ضرور پہنچاؤں گی، اس کی محبت کا انجام ملنا چاہئے۔ اے اللہ! تُو کاتب تقدیر ہے۔ تُو ہم دونوں بہنوں کی تقدیر میں ناکامی مت لکھنا، اے کاش! تُو مہربان ہو جائے مجھ پر اور ارما پر۔ کاش، مجھے بھی دائم کا ساتھ مل جائے۔ اس نے بڑی حسرت سے سوچا اور ارما کے سراپے سے نظر ہٹا کر بستر پر دراز ہو گئی۔ جانے کیوں دل بھر آیا تھا۔ رونے کی

خواہش من میں جاگی تو اس نے چادر اوپر کھینچ کر تکیے میں منہ چھپالیا۔ آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر روانی سے بہہ نکلے۔ منال کی بے بسی اس لمحے عروج پر تھی۔ وہ یہ بھی بھول گئی تھی کہ رونا بزدلی کی علامت ہے۔

❁❁❁

کسی احساس کی شمع جلا کر
ان اندھیروں میں
کوئی دم روشنی کرلیں
چلو، ہم دوستی کرلیں

چاروں طرف نیلی پیلی فائلز اور ڈھیر سارے کاغذات کا پھیلاؤ تھا اور حمزہ بے انتہا مصروف۔ اسے کاغذات سے الجھتا دیکھ کر تحریم نے محبت بھری نظر بھائی کے سراپے پر ڈالی اور اندر آ کر اس کے اطراف میں بکھرے ڈاکومنٹس سمیٹنے لگیں۔ ان کی موجودگی کا احساس پاتے ہی حمزہ بری طرح چونکا اور قدرے حیرانی سے پوچھا۔

''یہ..... یہ کیا کر رہی ہیں آپ؟'' وہ الجھ گیا تھا۔

''کچھ خاص نہیں، صرف گندگی سمیٹ رہی ہوں۔'' وہ اسی انداز میں بولیں اور کاغذات اٹھانے میں مگن رہیں۔

''گندگی!'' حمزہ نے تعجب سے ان کا لفظ دہرایا۔ ''یہ گندگی نہیں ہے آپا! وہ کاغذات ہیں، جو مجھے پاسپورٹ کے ساتھ اٹیچ کرنے ہیں تاکہ Immigration والوں کو جانچ پڑتال میں آسانی ہو۔''

''اوہ، آئی سی۔'' وہ رک گئیں۔ ''کیا اتنے بہت سے کاغذات چیکنگ کے مراحل سے گزریں گے؟''

''نہیں آپا! سب نہیں، صرف کچھ امپورٹنٹ پیپرز ہیں۔ دراصل ایک جگہ رکھنے سے سارے مکس اپ ہو گئے ہیں، اب انہیں ڈھونڈنا کارِ محال ہے۔ کبھی اور بینجل گم ہو جاتے ہیں اور کبھی ان کی فوٹو اسٹیٹ۔ میں تنگ آ گیا ہوں انہیں تلاشتے۔ کوئی مشکل سی شکل ہے۔'' وہ حد درجہ بیزار تھا۔

آپا مسکرا دیں۔ ''ڈونٹ وری، میں ہیلپ کر دیتی ہوں تمہاری۔ مجھے بتاؤ، کون سے پیپرز چاہئیں تمہیں؟''

وہ نزدیک آ گئیں۔ حمزہ نے اس بار سر اٹھا کر انہیں دیکھا، اس کی آنکھوں میں خفگی تھی اور شکایت بھی۔ انداز میں بے رخی کا اظہار واضح تھا۔

''مجھے آپ کی کوئی ہیلپ نہیں چاہئے، آپ جا سکتی ہیں۔''

''آں ہاں.....'' آپا نے ذومعنی انداز میں سر ہلایا اور لبوں پر مچلتی مسکراہٹ دبا کر اس کے سامنے بیٹھ گئیں۔

''مجھ سے اب تک ناراض ہو، حمزہ؟''

''پتہ نہیں۔'' اس نے نظریں چرائیں اور بلیک فائل اٹھا کر چہرے کے آگے کر لی۔

آپا نے فائل کھینچ لی۔

''میں نے کچھ پوچھا ہے تم سے۔''

''میں جواب دے چکا ہوں۔'' اس نے دوسری فائل اٹھائی اور ورق گردانی شروع کر دی۔

آپا اس کی بے اعتنائی پر ہنس دیں۔ ''کیا یہ جواب ہوتا ہے، پتہ نہیں۔''

''ہاں، پتہ نہیں۔'' حمزہ نے بے ساختگی سے وہی لفظ دہرا دیئے، جسے محسوس کرتے ہی ہنسی کی ایک لہر اپنے آپ ہونٹوں پر اُتر آئی۔ وہ تحریم کی طرف دیکھ کر نہ چاہتے ہوئے بھی زور سے ہنس پڑا۔

''پلیز، آپ جایئے یہاں سے۔ مجھے کوئی جواب نہیں دینا۔'' خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے کہا۔

''چلی جاؤں گی۔ مگر ایسے نہیں۔'' وہ ہٹ دھرم بن گئیں۔ ''تم ایکسکیوز کرو گے تو ہی جاؤں گی۔''

''اوفوہ.....'' وہ جھلا کر رہ گیا۔ ''یہ کوئی بات ہے آپا؟ میرے پاس ویسے ہی وقت کم ہے۔ آج تین بجے تک مجھے یہ فائل اپنے تمام ڈاکومنٹس سمیت جاپان قونصلیٹ میں جمع کرانی ہے۔ آپ سے بحث کروں گا تو تین یہیں بج جائیں گے۔''

''آئی ڈونٹ کیئر۔'' آپا نے زبردستی اس کے ہاتھ تھام لئے۔ ''جاپان جانا اتنا ضروری نہیں ہے، جتنا اپنی آپا کو منانا۔ حمزہ! منال کی وجہ سے مجھے ایسی سزا مت دو کہ وہ لڑکی میرے دل سے اُترتی چلی جائے۔''

''اوہ.....'' وہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہوا۔ ''آپ آ گئیں نا پھر انہی بے سر و پا باتوں پہ..... اللہ کے واسطے، چلی جایئے، ادھر سے۔ میں نے کہا نا، بے وجہ کی بحث میں پڑ کر مجھے اپنا دماغ خراب نہیں کرنا۔''

''لیکن مجھے تم سے بات کرنی ہے۔'' وہ بضد تھیں۔ حمزہ کچھ ساعت انہیں گھورتا رہا، پھر ٹھنڈی سانس بھر کے بولا۔

''ٹھیک ہے، آپ یہ باتیں رات تک اٹھا رکھیے، میں اپنے کام سے فراغت پا لوں تو بیٹھ جاؤں گا آپ کے حضور سر جھکا کر۔ تب جی بھر کے سنا دیجئے گا۔ منال کے خلاف جتنا زہر اُگلنا

ہے، اُگل دیجئے گا، میں چپ چاپ سہہ جاؤں گا۔''

''اوہ گاڈ.....!'' انہوں نے تاسف سے اپنے چھوٹے بھائی کو دیکھا۔ ''اتنے بدظن ہو حمزہ! اس قدر خفا ہو مجھ سے؟ اچھا، ذرا میری قسم کھا کر کہو، میں یونہی بے نقط سناتی ہوں اور تم یونہی سنتے رہتے ہو ہر بار۔ بولو بیٹا! یہ سلسلہ آج سے پہلے اور کتنی بار میرے اور تمہارے درمیان بنا ہے؟ یوں کہ تم چپ سادھے بیٹھے رہو اور میں تمہیں سناتی رہوں۔''

''اب یہ کہانی ہر روز کی ہے آپا!..... کوئی کیا بھولے اور کیا یاد رکھے؟'' وہ جیسے ہار گیا، ٹوٹتے لہجے میں بولا۔ ''منال آپ کو پسند نہیں، میں یہ بات بہت اچھی طرح جانتا ہوں مگر آپا! سن لیجئے، صرف آپ کی خاطر میں اپنی محبت کو قربان نہیں کر سکتا۔ وہ لڑکی میرے جذبات سے بندھی ہے۔ وہ میرے لئے بہت معنی رکھتی ہے۔ میرے لئے زندگی بھر کی خوشی ہے آپا! اب آپ ہی بتایئے، کیا ہم خوشیوں سے منہ موڑ کر جی سکتے ہیں؟ کیا بے معنی زندگی گزار سکتے ہیں؟''

''بالکل نہیں گزار سکتے حمزہ! خوشی سے منہ موڑ کر جینا انتہائی حماقت ہے اور وہ شخص جو ہمارے لئے خوشی کا روپ دھار لے، اسے ہر قیمت پر حاصل کر لینا چاہئے، چاہے کوئی مانے یا نہ مانے۔'' ان کا انداز ذومعنی تھا۔

''جی!'' وہ بری طرح چونک کر پلٹا۔ ''کیا کہا آپ نے؟ آپ کہنا کیا چاہتی ہیں آپا؟''

''صرف اتنا کہ میں جان گئی ہوں، تمہارا ثبوت جھوٹ نہیں تھا۔ وہ کارڈ جو تم لے کر آئے تھے، درحقیقت منال ہی نے لکھا تھا، سو حمزہ! تم نے ثابت کر دیا کہ وہ لڑکی تمہارے لئے جذباتی ہے اور اس کی محبت تمہاری چاہت سے بندھی ہوئی ہے۔ اس لئے اسے تمہاری زندگی میں آنا چاہئے۔''

وہ آج اسے حیران کرنے پر تلی بیٹھی تھی۔ حمزہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔ وہ بے یقینی سے منہ کھول کر آپا کی صورت تکنے لگا، جو اس وقت وہ الفاظ بول رہی تھیں، جنہیں سننے کی توقع حمزہ کو قطعاً نہیں تھی۔ شاید وہ اب بھی اس کا امتحان لے رہی تھیں۔

''آ..... آپ..... آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟'' حمزہ نے شاکی نظروں سے انہیں دیکھا۔ ''آپ ایسی باتیں کیسے کر سکتی ہیں؟..... منال کا وہ کارڈ آپ کو ڈھکوسلہ ٹائپ چیز لگا تھا۔ پھر اتنی جلدی خیالات میں تبدیلی کیسے آ گئی؟ کیسے قائل ہو گئیں اس احمقانہ ثبوت سے؟ آخر کیسے مان لیا آپ نے کہ منال کی محبت میرے لئے ہی ہے؟ اوہ نو آپا!..... دِس اِز ایب سلیوٹلی امپاسیبل۔ میں اعتبار نہیں کر سکتا۔''

''تمہیں اعتبار کرنا ہی پڑے گا، حمزہ! بی کاز ایوری تھنگ اِز اِمپاسیبل۔'' وہ بے حد سنجیدہ تھیں۔ ''اور ہاں، ایک بات یاد رکھنا، کبھی کبھار کھلی آنکھوں کے ساتھ دل سے دیکھنا بھی ضروری ہو جاتا ہے اور آج اس دل نے گواہی دی ہے، منال تمہاری ہے اور تمہارے ہی لئے

بنی ہے۔"

"اوہ، آئی کانٹ بلیو اِٹ۔ پلیز آپا! ذرا آہستہ شاک لگائیے۔ کم سے کم مجھے سنبھلنے میں آسانی تو ہو۔ آپ کی باتیں میرا دم نکال دیں گی۔"

حمزہ نے ہاتھ جوڑے تو وہ کھلکھلا کے ہنس پڑیں۔

"میں جانتی تھی، تم ایسا ہی ری ایکٹ کرو گے۔ مگر دیکھو، اللہ اپنے بندوں کو دولتِ یقین سے محروم ہونے نہیں دیتا۔ تمہارے جذبوں کی سچائی آج میرے دل کو چھو گئی ہے حمزہ! تمہارا اپنی محبت پر یقین، تمہاری چاہت کے پختہ ہونے کی نشانی ہے۔" انہوں نے آگے ہو کر حمزہ کے جڑے ہاتھ اپنے نرم ہاتھوں کی گرمجوش گرفت میں جکڑ لئے۔ "حمزہ! میں نے تمہیں بہت ستایا، بہت تنگ کیا، اس لئے تم بد دل ہو کر مجھ سے گریز کرنے لگے۔ ہاں تمہیں ایسا ہی ری ایکٹ کرنا چاہئے۔ مگر اب سارا معاملہ کلیئر ہو چکا ہے۔ میں اور امی ہر بات سے باخبر ہیں اور آج تمہیں یہ خوشخبری سنانا چاہتے ہیں کہ جاپان جانے سے پہلے تمہاری اور منال کی دُوری کو کچھ کم کرنا چاہتے ہیں۔ یُو نو، انسان کی قدر و قیمت وہ چیز واضح کرتی ہے، جس کے لئے وہ تڑپے۔ سو مائی ڈیئر! تمہاری جذباتی تڑپ نے ہمیں مجبور کر دیا ہے کہ ہم منال سے نکاح کے بعد تمہیں ملک سے باہر جانے کی اجازت دیں۔ تم ہمارے لئے نہ سہی، منال کے لئے ضرور پاؤ آگے اور یہی ہمارے لئے کافی ہوگا۔"

"او مائی گاڈ!" حمزہ نے پھرتی سے اپنے ہاتھ ان کی گرفت سے چھڑائے۔ "ویٹ اے منٹ۔ آپا! میں تھوڑا پانی پی لوں، ورنہ آپ کی باتیں میرے حواس اُڑا لے جائیں گی اور میں اتنی جلدی پاگل ہونا نہیں چاہتا۔"

"اوہ ڈونٹ بی سو اسٹوپڈ حمزہ!..... میں کوئی انہونی باتیں نہیں کر رہی۔ تمہیں اتنی جلدی خود کو لُوز نہیں کرنا چاہئے۔" وہ اس کے تاثرات سے جی بھر کے محظوظ ہو رہی تھیں۔

حمزہ نے جھرجھری سی لی اور تمتماتے لہجے میں بولا۔ "میں یقین نہیں کر سکتا آپا! کیا یہ انہونی نہیں؟ جو کچھ آپ نے کہا، وہ کسی انہونی سے زیادہ حیرت انگیز ہے۔ آپ منال سے میرا نکاح کرنے کی بات کر رہی ہیں۔ واؤ! بٹ آئی کانٹ انڈر اسٹینڈ، وہ کیا ہوا آپ کا دائم پر شک کا اظہار کرنا۔ دائم، منال کے پیچھے خوار ہو رہا ہے اور منال بھی اس لڑکے پر جان وارتی ہے۔ ایسا ہی کچھ کہا تھا نا آپ نے؟" حمزہ دوبارہ ان کے سامنے آ کھڑا ہوا، بے قراری سے انہیں تھام کر بولا۔ "مجھے بتائیے آپا! اب وہ دونوں کیسے بدل گئے؟ ان کی نام نہاد محبت کی کہانی کس انجام کو پہنچی؟ کیا راتوں رات دائم بدل گیا یا منال نے غداری کر ڈالی اس کی محبت سے؟ آخر ہوا کیا ہے؟ پلیز ٹیل می۔" وہ جیسے چیخ اٹھا۔

آپا نے ناگواری سے اس کی صورت دیکھی اور بے زاری سے بولیں۔ "اتنے جذباتی ہو کر چیخنے کی ضرورت نہیں، میں نے کہا ہے نا، خود کو سنبھالو۔ اپنا ٹمپرامنٹ لُوز مت کرو۔ مگر تم بچپنے

پر اُتر آئے ہو۔ میرا اعتبار کرو حمزہ! مجھے تمہاری محبت کی سچائی پر یقین آ گیا ہے۔ دیٹس اِٹ، اور کوئی بات نہیں ہے۔"

"نہیں۔" اس نے تیزی سے سر ہلایا۔ "یہ ممکن نہیں ہے آپا! جس بات کو لے کر آپ اڑی بیٹھی تھیں، اس بات کو اتنی آسانی سے کیسے قبول کر سکتی ہیں؟ ضرور اس کے پیچھے کوئی راز ہے، کوئی خاص بات۔ پلیز مجھے وہ بات بتائیے۔ پلیز آپا!"

"او کے..... یُو جسٹ ریلیکس۔" انہوں نے بھائی کی پریشانی دیکھ کر بالآخر ہتھیار ڈال دیئے۔

"اِدھر آؤ..... یہاں میرے پاس آ کر بیٹھو۔ میں تمہیں اصل کہانی سناتی ہوں۔" انہوں نے ہاتھ پکڑ کر اسے صوفے پر گھسیٹ لیا۔ حمزہ ان کے مقابل جا بیٹھا۔

اس کی توجہ پوری طرح آپا کی جانب تھی۔ اسے یوں بغور دیکھتا پا کر تحریم نے لحظہ بھر کے لئے اس کی آنکھوں میں جھانکا، پھر نگاہ چرا کر بولیں۔ "میں..... میں کل شام دائم سے ملی تھی..... اس کے گھر پر۔"

"دائم.....؟" حمزہ اُچھل پڑا۔ "او مائی گاڈ! کیا حشر کیا آپ نے میرے دوست کا۔ کیا کیا سنا ڈالا اس بے چارے کو۔ اب کیا الزام عائد کر آئی ہیں اس پر؟ اوہ آپا! میں کیا کہوں آپ کو؟ کیوں کیا آپ نے ایسا؟"

"میں نے ایسا کچھ نہیں کیا بیٹا! کوئی الزام نہیں لگایا اس پر۔ پلیز حمزہ! تم تھوڑا صبر سے کام لو، تسلی سے پہلے میری بات سن لو، میں نے تمہارے دوست سے کوئی بدتمیزی نہیں کی اور نہ ہی جا کر زچ کرنے کی کوشش کی ہے۔"

"کوشش اور کس طرح کی جاتی ہے آپا! آج آپ میرا دم نکال کر رہیں گی۔ کچھ ہی دیر میں آپ نے میرا حشر کر ڈالا ہے۔" اس نے سر پکڑ لیا۔

"حمزہ! پلیز آئی ایم سوری۔ لیکن دائم سے ملنا میرے لئے ضروری تھا۔ کل شام میں نے اسے کارڈ دکھا کر صرف اتنا پوچھا تھا کہ وہ کارڈ کس نے لکھا تھا۔ تم نے، منال نے یا خود دائم نے؟" اس نے منال کا نام لیا تھا۔

"جسٹ اے منٹ آپا!" حمزہ نے بہ عجلت تمام انہیں روکا۔ "وہ کارڈ آپ کے پاس کیسے آیا؟ پہلے یہ تو بتائیے؟"

"میں اسے تمہارے کمرے سے اٹھا لائی تھی۔ مجھے تمہارے لائے ہوئے ثبوت سے پردہ ہٹانا تھا، اس لئے۔ اپنی اس حرکت پر میں معافی چاہتی ہوں، مگر کارڈ کے توسط ہی سے ساری بات کھولی جا سکتی تھی، سو دائم نے کھل کر ہر بات کہہ دی، اس نے مجھے بتایا کہ وہ منال کو ہرگز نہیں چاہتا۔ سندس ہی اس کے لئے سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ باتوں باتوں میں دائم نے انکشاف کیا کہ عرفان تمہارے جاپان جانے سے پہلے منال کا نکاح کرنے کا خواہش مند

ہے، مگر یہ بات کہتے ڈرتا ہے۔ دراصل یہ اس کے ابو کی خواہش ہے۔ شاید وہ تمہیں پابند کرنا چاہتے ہیں، ان کا ارادہ تمہاری واپسی پر منال کی رخصتی کرنے کا ہے۔'' انہوں نے ساری صورتِ حال سے اسے جلدی جلدی سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''دیکھو حمزہ!'' آپا کی سنجیدگی ان کی صورت پر لکھی تھی۔ ''اگر یہ منال کے والد کی خواہش ہے تو ہمیں اس کا احترام کرنا چاہیے۔ منال تمہیں چاہتی ہے اور تم اسے اپنی زندگی میں شامل کرنے کے خواہاں ہو تو پھر کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ تمہیں ان کی بات مان لینی چاہیے۔ میں جانتی ہوں، تم جاپان سے لوٹ کر شادی کرنا چاہتے ہو تاکہ فنانشلی طور پر مستحکم ہو جاؤ۔ بے شک یہ اچھا آئیڈیا ہے، مگر نکاح میں کوئی حرج نہیں۔ اگر وہ اس طرح خوش ہوتے ہیں تو یونہی سہی۔''

''لیکن آپا.....! یہ نکاح اتنی جلدی کیسے ہوگا؟'' وہ بے قرار تھا اور خوش بھی۔

آپا مسکرا دیں۔ ''وہ ہمارا دردسر ہے۔ ڈونٹ وری، میں اور امی مل کر سارا انتظام کر لیں گے۔ بس تم ہاں کہہ دو۔''

''مم..... مجھے کیا اعتراض ہوگا؟ لیکن میں اس بارے میں عرفان سے کچھ بات کرنا چاہوں گا۔''

''نہیں حمزہ!'' آپا نے فوراً منع کر دیا۔ ''تم کوئی بات نہیں کرو گے۔ ایسی باتیں بڑوں کے درمیان ہونی چاہئیں۔ ویسے ہی منال کی والدہ پرانے خیالات کی ہیں، انہیں شادی بیاہ کے معاملے میں لڑکے کی بے جا مداخلت پسند نہیں آئے گی۔ پہلے بھی انہوں نے تمہاری کچھ باتوں پر اعتراض اٹھایا تھا۔ وہ تم سے کچھ ناخوش ہیں۔''

''ہائیں۔'' وہ سیدھا ہو بیٹھا۔ ''وہ کیوں ناخوش ہیں؟ میں نے کیا کہا ہے انہیں؟''

''کہا کچھ نہیں، بس یہ جو تم ہار پھول لے کر روز منال کی عیادت کو چل پڑتے ہو نا تو انہیں زہر لگتے ہو۔ بیٹی کی ماں ہونے کے باوجود انہیں تمہاری منال سے ایسی بے تکلفی ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ اور ہاں، آج سے تم منال کو فون بھی نہیں کرو گے۔ جب تک نکاح نہیں ہو جاتا، چین سے بیٹھو گے اور اسے بھی ڈسٹرب نہیں کرو گے، اوکے؟'' انہوں نے تنبیہی انداز اختیار کیا تو وہ فوراً مان گیا۔

''اِٹس اوکے۔ میں احتیاط برتوں گا۔''

''اور ہاں..... عرفان سے بھی کچھ مت کہنا۔ میں ہوں نا، میں خود بات کر لوں گی نکاح کی۔ کہہ دوں گی، یہ تمہاری خواہش ہے۔ اس طرح عرفان بھی اپنی پریشانی سے نکل آئے گا اور اس کے والد کی بات بھی رہ جائے گی۔''

''ٹھیک ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' اس نے مکمل رضامندی ظاہر کر دی۔

''اب ذرا ادھر دیکھو۔'' آپا نے اپنی بات کہنے کے بعد اس کا چہرہ مقابل کیا۔ ''اور ایک بات سچ سچ بتاؤ حمزہ!''

''جی کہیے۔'' حمزہ محتاط ہو کر انہیں دیکھنے لگا۔ ان کی خاموشی معنی خیز تھی، وہ ایک نظر بھائی کا چہرہ دیکھ کے سر جھکائے بیٹھی تھیں۔ ''اب بولیے نا، کیا بتاؤں سچ سچ؟..... پلیز، کہیے نا آپا!'' اس کا اصرار پُرزور تھا۔

''حمزہ.....!'' آپا کی آواز لرزیدہ تھی۔ ''تم..... تم نے مجھے معاف تو کر دیا ہے نا، اب کوئی ناراضگی تو نہیں رہی دل میں؟''

حمزہ کے ہونٹوں پر بڑی شوخ مسکراہٹ کھِل اُٹھی۔ اس نے بڑی محبت سے ان کا ہاتھ مضبوط ہاتھوں میں بھر لیا۔

''میں آپ کی بات کے جواب میں دنیا کا سب سے بڑا سچ کہنا چاہتا ہوں آپا! اور وہ یہ کہ کوئی بھی ماں زیادہ دیر تک اپنے بچے سے دور نہیں رہ سکتی۔ وہ بڑا ہی بدنصیب ہے، جو ماں کی ناراضگی مول لے کر اس سے الگ رہنا پسند کرے۔ سو آئی ایم رئیلی سوری آپا! آپ نے میری وجہ سے کتنا دکھ اٹھایا، کتنا زچ کیا میں نے اپنے رویّے سے آپ کو۔ مگر شاید..... میں اس کے لئے پوری طرح قصوروار نہیں ہوں۔ آپ نے بھی منال کو لے کر بہت ستایا ہے مجھے۔ منال پر شک کرنا مجھے آپ سے بدظن کر گیا تھا، مگر اب ایسی کوئی بات نہیں ہے، سو معافی مجھے مانگنی ہے آپ سے۔ آپ اعلیٰ ظرفی دکھایئے کہ آج کے بعد ہم دونوں اس موضوع پر دوبارہ بات نہیں کریں گے۔''

''نہیں، ایک بات ضرور ہو گی۔'' آپا نے اپنی جذباتیت کو پرے کرتے ہوئے بہتی آنکھوں کو پونچھا۔ ''وہ یہ کہ شادی کے بعد اگر تم نے منال کو مجھ پر فوقیت دی تو میں تمہارا حشر کر ڈالوں گی۔ کیونکہ میں تمہاری بے اعتنائی کو.....''

''نہیں..... ایسا کبھی نہیں ہوگا، آپا!'' حمزہ نے تیزی سے ان کی بات کاٹ دی۔ ''ایسا کبھی نہیں ہوگا، یہ میرا وعدہ ہے آپ سے۔''

''اوکے۔'' وہ سُتے چہرے اور بھیگی آنکھوں کے ساتھ مسکرائیں۔ ''پھر تم دوستی کا ہاتھ بڑھاؤ کہ ہاتھ ملانے سے دل کا کینہ جاتا رہتا ہے۔ میں چاہتی ہوں، آج تم اپنا دل صاف کر لو۔''

''اونہوں۔'' حمزہ ہنس کر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ ''اگر ایسی بات ہے تو پھر گلے لگ جایئے کہ معانقہ کرنے سے دل میں گداز پیدا ہوتا ہے اور رنجش دُور ہو جاتی ہے۔ ویسے بھی ایک بچے کو ماں کے گداز کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے، جیسا کہ مجھے۔''

''پگلا کہیں کا۔'' آپا کا چہرہ لال ہو گیا۔ مگر حمزہ نے انہیں محبت سے بانہوں میں بھر لیا۔

''آئی لو یُو آپا! رئیلی لو یُو۔''

''بٹ آئی ڈونٹ۔'' انہوں نے ایک نخوت سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ ''تم مجھے بہت ستاتے ہو حمزہ! بہت جلاتے ہو۔ اس لئے میں صرف اتنا کہوں گی، آئی ہیٹ یُو۔''

''اوہ آپا!..... آپ کا یہ اظہار میرے لئے جنت کا در کھول رہا ہے۔ کیونکہ یہ نفرت

درحقیقت آپ کی خاص محبت ہے۔ سو اِٹس مائی پلیژر۔'' اس نے ہنستے ہوئے ان کے اطراف اپنی گرفت بڑھائی تو آپا زور سے ہنس دیں۔ اس وقت خوشی کا لمحہ اپنے بھرپور تاثر کے ساتھ ان کی آنکھوں میں روشن تھا۔ حمزہ نے شوخی سے بہن کو دیکھا، تب وہ دونوں ایک ساتھ مسکرائے تھے۔ اس پل دونوں کے دلوں میں کوئی کدورت باقی نہ بچی تھی۔

زندگی کے دامن میں
جس قدر بھی خوشیاں ہیں
سب ہی ہاتھ آتی ہیں
سب ہی مل بھی جاتی ہیں
وقت پر نہیں آتیں
وقت پر نہیں ملتیں

شامیر کو آتا دیکھ کر دائم نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ وہ پوری توجہ سے شامیر کا چہرہ دیکھنے لگا، جس پر ٹھہری سنجیدگی اور آنکھوں سے جھلکتی بدگمانی اب ناراضگی میں بدل رہی تھی۔ دائم کو دل کی دھڑکن رُکتی محسوس ہوئی۔ آپا بیگم کے بعد یہ دوسرا گمبھیر مسئلہ تھا، جس کا اسے اب سامنا کرنا تھا۔ وہ کچھ محتاط ہو گیا۔

''آیئے میر! کیسے مزاج ہیں آپ کے؟'' اس نے خوش دلی کا اظہار کرتے ہوئے مصافحے کو ہاتھ بڑھایا۔

شامیر نے سرد نگاہ اس کے سراپے پر ڈالی اور ایک لمحے کی تاخیر کے ساتھ اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ''میرے مزاج آشنا تو تم خوب ہو دائم! یہ بھی جانتے ہو گے کہ میری آمد کس سلسلے میں ہے۔''

''ارے نہیں، آپ آگئے تو آمد کا سلسلہ بھی پتہ چل جائے گا، پہلے تشریف تو رکھیے۔''

شامیر اس کے انداز پر خاصا جز بز ہوا، کچھ دیر اسے گھورتے رہنے کے بعد بے حد ناراضگی سے بولا۔

''کیا ہو گیا ہے تمہیں دائم؟ کیوں کر رہے ہو ایسا؟ کیا ملے گا تمہیں یہ سب کر کے؟''

دائم مسکرا دیا۔ شامیر کے سوالات اس کے لئے نئے نہیں تھے۔ اسے توقع تھی، وہ آج سندس کے بھائی کی حیثیت سے بات کرے گا، سو وہ گھڑی سر پر آ کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے شامیر کا تاثر جانچ لینے کے باوجود اپنے لہجے کو بگڑنے نہ دیا۔

''میر! آپ بیٹھ جایئے پلیز۔ یہ باتیں اطمینان سے بھی کی جا سکتی ہیں۔''

''اطمینان؟'' وہ جل کر رہ گیا۔ ''ان حالات میں کیا تمہیں میرے چہرے پر اطمینان کی کوئی جھلک دکھائی دے رہی ہے؟''

''نہیں۔ لیکن یہ آپ کی اپنی Frustration ہے۔ آخر آپ کیوں اتنے بے سکون ہیں میر؟'' اس کا سوال، شامیر کو سلگا گیا۔

''اس سوال کے لئے میں تمہیں داد دیتا ہوں دائم!..... سکون تمہارے پاس بھی نہیں ہے، پھر بھی تم خاصے مطمئن نظر آ رہے ہو..... کیوں؟''

''رئیلی آئی ڈونٹ نو۔'' دائم کو ہنسی آ گئی۔ ''لیکن میرا قصور کیا ہے؟ کیا پوچھ سکتا ہوں آپ سے؟''

شامیر بل کھا کر رہ گیا۔ ''کون ہے وہ لڑکی، جو سندس کی جگہ لینا چاہتی ہے؟''

''کون لڑکی؟'' دائم کا سکون ہنوز برقرار تھا۔ ''ابھی ایسی کوئی لڑکی پیدا نہیں ہوئی، میر صاحب! آپ اطمینان رکھئے۔''

''اوہ.....'' شامیر نے چونک کر اسے دیکھا۔ ''پھر سندس کو اتنا شکوہ کیوں ہے تم سے؟ وہ کیوں بدظن ہوئی بیٹھی ہے؟''

''یہ آپ سندس سے پوچھئے۔''

''اس کا مطلب ہے، تم نہیں بتاؤ گے۔'' وہ اسے جانچ رہا تھا۔

''نہیں۔'' دائم کی بے نیازی واضح تھی۔ ''تکلیف جس کو ہو، وہی اظہار بھی کرے تو اچھا لگتا ہے۔''

''لیکن اس کا اصرار ہے، میں یہ بات تم سے پوچھوں۔''

''پوچھنے سے کیا ہو گا؟'' دائم نے کاندھے اچکائے۔ ''خدشات، سندس کو لاحق ہیں، جواب بھی وہی دے گی آپ کو۔''

''ٹھیک ہے۔'' شامیر پلٹ گیا۔ ''آؤ، اسی سے بات کرتے ہیں۔ وہ باہر گاڑی میں بیٹھی ہے۔''

''کیوں، گاڑی میں کیوں؟ اندر آنے کے لئے اسے کون سے دریا پار کرنے تھے؟ آخر میں باہر جا کر بات چیت کیوں کروں اس سے؟'' دائم کا موڈ آف ہو گیا۔ جینز کی پاکٹ میں ہاتھ ڈال کر وہ دریچے کی طرف پلٹ گیا۔ اس کی بے رُخی، اُس کا انداز اُس کی ضد کو ظاہر کر رہا تھا۔

شامیر کے اُٹھتے قدم رک گئے۔ وہ اس بار سچ مچ زِچ ہو گیا تھا۔ ''دیکھو دائم! میں اس وقت تمہارے نخرے اُٹھانے کے موڈ میں نہیں ہوں، یہ تمہارا اور سندس کا معاملہ ہے۔ بہتر ہو گا، مل بیٹھ کر نمٹا لیا جائے۔ ورنہ تم جانتے ہو، وہ کس قدر ہٹیلی ہے۔ اب ڈیڈی کے پاس جانے کی ضد لگائے بیٹھی ہے۔ اگر وہ چلی گئی تو اسے واپس لانا دشوار ہو جائے گا۔ وہ ڈیڈی کی سر چڑھی اولاد ہے، سو ڈیڈی بھی اس کا ساتھ دیں گے۔ آئی بیگ ٹو سے، دائم! اسے منا لو یا پھر خود مان جاؤ۔ ورنہ اس مسئلے کا کوئی حل نہیں نکلے گا۔''

دائم نے مڑ کر اسے دیکھا، پھر اس کے پاس آ کر نرمی سے بولا۔ ''دیکھئے، میر! جب میں نے کوئی خطا نہیں کی تو سندس کو منانا میرا فرض نہیں بنتا۔ آپ کی بہن غلط فہمی کا شکار ہے۔ اسے میرے گھر میں آ کر اپنی غلط فہمی کو دور کر لینا چاہئے، نہ کہ باہر گاڑی میں بیٹھ کر مجھے نیچا دکھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ وہ یہاں آ کر جو سوال پوچھے گی، میں اس کا جواب پوری سچائی اور ایمانداری سے دوں گا۔ میں حیران ہوں سندس! میری محبت کو ذلیل کیوں کر رہی ہے؟ وہ میری زندگی کی رفیق بننے جا رہی ہے، مگر مجھ پر اعتبار تک نہیں کرتی۔''

''ارے نہیں کرتی تو کوئی وجہ ہو گی۔ یہ اعتبار تم دلا دو اسے باہر جا کر۔ ذرا سی غلط فہمی کو دُور کرنے میں آخر کتنی دیر لگے گی دائم؟ اپنی محبت کی خاطر تم جا کر ساری بات کلیئر کر سکتے ہو، تمہیں باہر جانا چاہئے۔''

''نہیں، میں باہر نہیں جاؤں گا۔ یہ میری محبت کی توہین ہو گی شامیر! اسے کوئی شکوہ ہے تو یہاں آ کر بات کرے مجھ سے۔''

''دیکھو، اب تم زیادتی کر رہے ہو دائم!'' شامیر نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ ''میں یہ نہیں کہتا، تم باہر جا کر اس کے ناز نخرے اٹھاؤ یا اس سے معذرت چاہو، میں کہہ چکا ہوں، یہ تمہارا اور سندس کا پرسنل معاملہ ہے۔ مگر دیکھو یار! سندس کی نسبت تم زیادہ سمجھ دار ہو، بگڑے معاملے کو ہینڈل کر سکتے ہو۔ مگر سندس، وہ ایک جذباتی لڑکی ہے۔ اس کی ضد مان لو گے تو فائدہ درحقیقت تمہیں ہی ہو گا۔ فی الوقت کچھ باتیں نظر انداز کر کے سندس سے تھوڑی بات چیت کرنا ضروری ہے۔ صرف ایک قدم آگے بڑھانے کی بات ہے دائم! وہ نرم پڑ جائے گی۔ پلیز دائم! میری خاطر جاؤ۔''

شامیر کا انداز ملتجی تھا۔ دائم چپ چاپ اس کی صورت دیکھتا رہا۔ کچھ لمحے چپ چاپ گزر گئے، پھر اس نے گہری سانس لے کر خود کو سنبھالا۔

''اِٹس اوکے..... میں آپ کا کہا مان کر سندس سے بات کرنے کو تیار ہوں مگر میری ایک شرط ہو گی، چونکہ یہ ہمارا معاملہ ہے، اس لئے آپ درمیان میں کوئی مداخلت نہیں کریں گے اور نہ اسے سمجھانے کی کوشش کریں گے، بلکہ جب تک میں اس سے بات کروں گا، آپ باہر نہیں آئیں گے۔''

''مجھے منظور ہے۔'' شامیر نے فوراً اتفاق کیا۔ ''تمہارے پرسنل معاملات میں مجھے بولنے کا کوئی حق نہیں۔ سندس میری بہن ضرور ہے، مگر اس کی غلطی پر میں اسے کبھی سپورٹ نہیں کروں گا۔ مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے دائم! تم خاصا سلجھا ہوا مزاج رکھتے ہو، اس معاملے کو یقیناً اُلجھنے نہیں دو گے۔''

''میں پوری کوشش کروں گا، میر!'' دائم نے اچٹتی نظر اس پر ڈالی اور کمرے سے نکل گیا۔ دائم کا رخ پورچ کی طرف تھا، جہاں سندس گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر پلکیں موندے بیٹھی تھی۔

گاڑی میں لگا میوزک سسٹم، راحت فتح علی خان کی پُرسوز آواز کو فضا میں بکھیر رہا تھا۔ سندس کے رخسار بھیگ رہے تھے۔ شاید وہ گانے کے بول سن کر جذباتی ہو رہی تھی، جو بہت حسب حال تھے۔

میں جہاں رہوں
میں کہیں بھی ہوں
تیری یاد ساتھ ہے

''ہائے سندس!'' دائم نے اے سی کی نم ہوا سے بھیگے شیشے کو بجا کر اسے متوجہ کیا۔ وہ ایک ہی پل میں سیدھی ہو گئی، دائم کی طرف دیکھے بنا اس نے تیزی سے دوپٹے سے اپنے اشک پونچھے اور ہاتھ بڑھا کر اسٹریو کا سوئچ آف کر دیا۔ دائم دروازہ کھول چکا تھا۔ اس کی دل گرفتگی دیکھ کر ہولے سے بولا۔

''بے کار کا غم پالنے سے کیا ہو گا سندس! سوائے اس کے کہ تم اپنا نقصان آپ کرو گی۔ میری باتوں پر اعتبار کرنا سیکھو، میں صرف تمہیں چاہتا ہوں، تم میرے لئے سب کچھ ہو سونی!'' اس نے ہاتھ بڑھا کر سندس کا کومل سپید ہاتھ اپنی گرفت میں جکڑنے کی کوشش کی تو سندس نے ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑا لیا۔

''بھیا کدھر ہیں؟'' اس کی آواز کپکپا رہی تھی، جب کہ گلا رندھا ہوا تھا۔

''وہ اندر ہیں اور اس وقت تک باہر نہیں آئیں گے جب تک ہمارے درمیان یہ محاذ آرائی ختم نہیں ہو جاتی۔ اب تم بتاؤ، انہیں اور کتنی دیر تک انتظار کرنا پڑے گا؟''

''میں انہیں بلا کر لاتی ہوں۔'' وہ سیٹ سے اُٹھ گئی۔ گاڑی سے باہر نکلی تو دائم نے بازو پکڑ کر اسے گاڑی سے لگا دیا۔

''کیوں ضد کر رہی ہو سندس! اس تماشے کا فائدہ کیا ہے؟ جو بات کہیں نہیں ہے، اسی کو زبردستی سچ مان کر اس پر اڑے رہنا حماقت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟ فار گاڈ سیک، سندس! خود پر ترس کھاؤ۔ دیکھو ذرا، کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے اپنی۔''

''سو واٹ..... تمہیں میری بنتی بگڑتی حالت سے کوئی دلچسپی نہیں ہونی چاہئے۔ تم صرف اس لڑکی کو خصوصی اہمیت دو، جو اپنی محبت سے آشنا کرانے کی سرتوڑ کوشش کر رہی ہے۔ تم جیسے جذباتی مردوں کو ایسی دل پھینک عورتوں کی ہی ضرورت ہوتی ہے، دائم! پلیز تم منال کے پاس جاؤ۔''

اس کا جواب اچھی خاصی گرمی لئے ہوئے تھا۔ دائم کا ماتھا سکڑ گیا، وہ جواباً بہت کچھ کہہ سکتا تھا، مگر سنبھل کر بولا۔

''سونی پلیز! ڈونٹ بی ہیو لائیک اے فول۔ کتنی چیپ زبان استعمال کی ہے تم نے۔ یہ سب کہتے ہوئے کم سے کم خود کو بے وقعت مت بناؤ۔ مجھے بتاؤ، کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ کیوں

میری محبت پر ذرا سا بھروسہ نہیں رہا؟ یار! تم میری زندگی ہو، پھر کیوں مجھے زبردستی منال سے جوڑ رہی ہو؟ دیکھو، وہ لڑکی چاہے جتنا زور لگا لے، مجھے تم سے دُور نہیں کر پائے گی۔ یہ سچ ہے سندس! یہی سچ ہے۔ جسٹ بلیومی۔''

''ہونہہ، بلیومی..... یہ صرف تم کہتے ہو۔'' سندس نے براہِ راست اس کی آنکھوں میں جھانک کر تندی سے کہا۔

''یُو اسٹوپڈ۔ کیوں بدگمانی میں مبتلا ہو گئی ہو، تم اچھی طرح جانتی ہو، منال میرے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔'' دائم سر پیٹ کر رہ گیا۔

''نہیں، وہ تمہارے لئے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں، وہ تمہارے دل میں اپنی جگہ بنا چکی ہے۔ تم اس حقیقت سے بار بار انکار کرو گے، تب بھی میرا اعتبار جیت نہیں پاؤ گے۔ محبت گلے کا ہار بن جائے تو اسے کون اُتارنا پسند کرتا ہے دائم؟ تم ایک وقت میں دو دلوں کا گداز پانا چاہتے ہو، لیکن یہ..... یہ نہیں ہو سکتا۔ میں آج منال کے حق میں دستبردار ہوتی ہوں۔ تم بصد خوشی اسے اپنی زندگی میں لے آؤ۔ شادی کر لو اس لڑکی سے۔ میں تمہارے اور اس کے بیچ آنے کی کوشش نہیں کروں گی۔'' اس نے تیزی سے بہتے اشکوں کو پونچھا۔ ''میں یہ بات جانتی ہوں دائم! اس لڑکی کا اظہار بہت پاور فل ہے۔ وہ اپنے دل کی کوئی بھی بات تم سے کہتے نہیں جھجکتی۔ مگر میں ایک ماڈرن لڑکی ہونے کے باوجود اپنے جذبات تم سے شیئر کرتے گھبراتی ہوں۔ میں دل کی بات کہنے میں بالکل بولڈ نہیں ہوں، مگر منال..... اس کی بولڈنیس تمہارے ہوش اُڑا گئی ہے، دائم!..... تم مجھے پہلی سے دوسری پوزیشن پر لے آئے ہو۔ لیکن یاد رکھنا کہ میں خود کو اس دوسری پوزیشن کا اہل نہیں سمجھتی کیونکہ مجھ جیسی عورت صرف ایک پوزیشن مانگتی ہے، برابری کی پوزیشن۔ مگر افسوس! تم نے مجھ سے کبھی مجھ جیسی محبت نہیں کی..... اگر کرتے تو میری محبت کی لاج رکھتے۔ مگر تم.....'' سندس نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے گھورا۔ ''تم بے وفا ہو دائم! یُو نو، تم میری چاہت کے قابل نہیں رہے۔ میں اس محبت اور وفاداری کی بے حرمتی نہیں کروا سکتی، جو میں نے تم سے کی۔ یاد رکھنا، اپنے جذبات و احساسات کی تذلیل مجھے کسی قیمت پر گوارہ نہیں ہے۔ اس لئے آج سے اپنا اور میرا تعلق ختم سمجھو۔''

''ارے، کیا پاگل ہو گئی ہو؟'' دائم نے زچ ہو کر اسے جھٹکا دے ڈالا۔ ''اگر تم نے محبت کی ہے تو کیا میں بھاڑ جھونکتا رہا ہوں؟..... خدا کے لئے، عقل سے کام لو سندس! ہم دونوں کا تعلق اتنی معمولی نوعیت کا نہیں ہے جو جذباتیت میں ڈوب کر ایک جھٹکے سے توڑ دیا جائے۔ تم اچھی طرح جانتی ہو، تم صرف منگیتر نہیں ہو، میرے لئے۔ آئی رئیلی لو یُو..... آخر تم سمجھتی کیوں نہیں ہو؟

''تو کیا سمجھوں میں؟'' اس نے غصے سے دائم کو پرے دھکیلا۔ ''ہم منگیتر نہیں ہیں تو پھر کیا

ہیں؟ تم نے اپنی محبت کو ثابت کب کیا ہے، دائم! جس کا اظہار یوں دانت پیس کر کر رہے ہو؟ ارے میں اللہ کی شکر گزار ہوں، جو شادی کے بندھن میں بندھنے سے بچ گئی۔ ورنہ تمہاری اس دوسری چاہت کی وجہ سے طلاق کا کلنک بھی میرے ماتھے پر لگ جاتا، تب کتنی بے عزتی ہوتی میری۔''

''آئی سے شٹ اپ سندس!'' وہ جیسے ہتھے سے اُکھڑ گیا۔ ''بہت بول لیا تم نے۔ تمہارا دماغ اپنے اندر بسی ہوئی گندگی کو اُگل رہا ہے۔ کیوں بدگمانی کی عینک لگا کر دیکھ رہی ہو مجھے؟ جانتی ہو، تمہاری یہ فضول بکواس تمہارے لئے اذیت کا ایسا سمندر بن جائے گی، جو آہستہ آہستہ تمہیں اپنے اندر نگل لے گا۔ کیوں بے وجہ اپنی زندگی کو دکھ کی بھٹی میں جھونک رہی ہو؟ جب میں کہہ رہا ہوں میرا اعتبار کرو تو کیوں نہیں کرتیں؟ کیوں بلاوجہ ہنگامہ اٹھائے کھڑی ہو؟..... دیکھو سندس!'' دائم نے بے بسی سے آگے ہو کر اس کا شانہ تھام لیا۔ ''مجھ پر اعتبار کرو۔ میں نے زندگی میں صرف اور صرف تم سے محبت کی ہے۔ منال ایک غیر اہم اور اجنبی لڑکی ہے۔ اتنی ہی جتنی کہ تمہارے لئے ہو گی۔ وہ مجھے کبھی متاثر نہیں کر سکتی۔ اس کی باتیں، اس کا اظہار میرے لئے بے معنی ہے۔ تمہاری قسم سونی! میں اس لڑکی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ اور نہ کچھ جاننا چاہتا ہوں۔''

''تم اگر کچھ نہیں جانتے تو جان لو گے دائم! اسے صرف ایک موقع دے کر دیکھو، پھر تمہیں کوئی سوال کرنا ہی نہیں پڑے گا۔ وہ لڑکی اتنی بولڈ اور بے حیا ہے کہ آسانی سے تمہیں خود سے آشنا کرا دے گی۔ بہت جلد تم اس کے بارے میں سب کچھ جان جاؤ گے۔ سن رہے ہو نا میری بات؟'' اس نے انگلی اٹھا کر خشمگیں انداز سے گھورا۔ ''سب کچھ کا مطلب سب ہی کچھ ہے، تم جان لو گے سب کچھ۔''

وہ اتنے زہر خند لہجے میں بولی کہ دائم ہکا بکا ہو کر اسے دیکھتا رہ گیا۔

کتنی گھٹیا بات کہی تھی سندس نے، اسے بے انتہا کوفت ہوئی۔ اس کی خاموشی کو بھانپ کر سندس کا پارہ کچھ اور چڑھ گیا۔ بے مروتی سے بولی۔

''اور ہاں، تمہاری طرف میں خود چل کر نہیں آئی۔ یہ میرے بھیا کا اصرار تھا۔ انہیں تم سے بہت ہی نام نہاد امیدیں ہیں، مگر میں جانتی ہوں، تم خاصے خوش فہم ہو، سو اپنی خوش فہمی دور کر لو، میں تم سے اپنے حق میں کوئی بھیک مانگنے نہیں آئی۔ بلکہ تمہیں چھوڑ جانے کے لئے آئی ہوں اور یاد رکھنا، سندس ایک انا پرست لڑکی کا نام ہے، اسے بھیک دینے کی عادت ہے، لینے کی نہیں۔ اس لئے جاؤ دائم! میں نے آزاد کیا تمہیں اپنی محبت سے، اب منال کو لے کر جہاں دل چاہے چلے جاؤ، اب تمہارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں رہی۔ تم آج سے مکمل طور پر آزاد ہو اور خود مختار بھی۔

''شٹ اپ، سندس!..... تم جانتی ہو، مجھے بھی فضول بکواس سننے کی عادت نہیں ہے۔

کیوں منہ کھول کر متواتر بولے جا رہی ہو؟ دیکھو، ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے، وہ نہ رہے تو سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ آج تم نے وہی حد کراس کرنے کی کوشش کی ہے، سو آئی وارن یُو..... یہ آخری موقع ہے تمہارے لئے، وہ بھی تمہارے بھائی کے اصرار پر، جس کے کہنے پر میں تمہیں باہر منانے چلا آیا ہوں۔ سوچا تھا، تم سے بات کر کے حالات سدھار لوں گا، مگر تم سدھارنے کے بجائے مزید بگاڑنے پر تلی بیٹھی ہو۔ پھر بھی یہ آخری چانس ہے تمہارے لئے، اپنی پراگندہ سوچ کو بدل ڈالو، سندس! آئی سویئر، منال میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اس کی محبت اور اس کا اظہار، اسی کا دردِ سر ہے۔ مجھے اس کی جذباتیت سے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔ میں کل بھی تمہیں چاہتا تھا اور آج بھی صرف اور صرف تم سے پیار کرتا ہوں۔ اگر تمہیں مجھ پر بھروسہ ہے تو شادی کر کے میرے پاس چلی آؤ۔ اگر نہیں تو بے شک اپنے ڈیڈی کے پاس لوٹ جاؤ۔ میں تمہارے پیچھے آنے کی کوشش نہیں کروں گا، نہ ہی تمہیں کوئی آواز دوں گا۔ فیصلہ اب تمہارے اختیار میں ہے۔ چاہو تو شامیر سے صلاح مشورہ کر سکتی ہو۔ مجھے بالکل برا نہیں لگے گا۔"

اس نے کاندھے اچکائے اور بے نیازی کا اظہار کرتے ہوئے رخ موڑ لیا۔ سندس کا چہرہ یک دم سرخ ہوا تھا۔ اس کی اضطراری حالت اتنی غیر ہوئی کہ وہ وہیں کھڑے کھڑے شامیر کو باآواز بلند صدائیں دینے لگی۔ اس کے چیخنے چلانے پر شامیر تقریباً بھاگتا ہوا باہر آیا تھا۔

"واٹ از دا میٹر؟..... کیوں چلا رہی ہو، سندس؟"

"مجھے آپ سے ایک سوال کرنا ہے، بھیا!" وہ اس کی کوفت کو نظر انداز کر گئی۔ شامیر نے ایک نظر دائم کے سراپے پر ڈالی، پھر مڑ کر سنجیدگی سے بولا۔

"ہاں بولو..... کیا سوال ہے تمہارا؟"

"آپ نے..... کیا آپ نے دائم کے حضور یہ سفارش کی تھی کہ وہ آ کر مجھ سے بات چیت کرے؟" اس کا سوال اتنا اچانک تھا کہ شامیر گھبرا گیا، ہچکچا کر بولا۔

"تم غلط سمجھ رہی ہو سندس! میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ تمہارے اور دائم کے درمیان جو Difference ہیں، انہیں ختم کر دیا جائے۔ اس لئے میری بہن! اب اس قصے کو ختم کرو اور اختلافات بھلا کر پھر سے ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لو۔ دیکھو، دائم آج بھی تم سے محبت کرتا ہے۔ وہ آج بھی تم سے اپنا رشتہ برقرار رکھنا چاہتا ہے۔ کیونکہ اسے تم سے....."

"پلیز، بس کیجئے بھیا!..... بس کیجئے۔" اس نے چیخ کر بھائی کی بات کاٹ دی۔ "یہ شخص جو آپ کے سامنے کھڑا ہے، جھوٹ بول رہا ہے۔ منافق ہے یہ۔ اس کے دل میں کچھ اور زبان پر کچھ اور ہے۔ یہ محبت منال سے کرتا ہے اور شادی مجھ سے کرنا چاہتا ہے۔ میں ایسے شخص سے کوئی تعلق واسطہ نہیں رکھ سکتی، جس کا ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ ہی از اے بگ لائیر۔ اس کی ہر بات جھوٹی ہے۔"

"میں جھوٹا نہیں ہوں، سونی!" دائم تڑپ کر آگے آ گیا۔ "میں نے تم سے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ میں آج بھی تم سے کی جانے والی محبت کا اقرار کرتا ہوں۔ جسٹ بلیو می سندس! آئی لو یُو ود مائی ہول ہارٹ اینڈ سول۔"

"تو....." وہ حلق کے بل چیخی۔ "You don't have a heart. You don't feel anything. تم..... تم جھوٹے ہو، تمہارے قول و قرار جھوٹے ہیں۔ میں تم پر بھروسہ نہیں کر سکتی۔" اس نے دائم کی بات کو فوری طور پر رد کر دیا۔

اس کی بدتمیزی حد سے سوا تھی شامیر کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ جب کہ دائم کا پارہ آسمان چھونے لگا۔ سندس اتنی تکرار کے باوجود اپنی ضد پر قائم تھی۔ غصے نے اس کی عقل سلب کر ڈالی تھی، اس لئے اسے کچھ سجھائی نہ دے رہا تھا۔ تب وہ بھی اپنا ضبط کھو بیٹھا، چیخ کر بولا۔

"اِٹس آل رائٹ، تم جو چاہو سمجھو، اب مجھے تمہاری کسی بات کا کوئی جواب نہیں دینا۔"

"ہونہہ..... کیسے دے سکتے ہو؟" سندس کی تمسخرانہ ہنسی اس کی آنکھوں میں اُتر آئی۔ "جن کے دل میں چور ہوتا ہے نا دائم! وہ لوگ کچھ بھی کہنے سے ڈرتے ہیں۔ کیونکہ انہیں یہ خوف ہوتا ہے کہ جہاں منہ کھولا، دل کی بات زبان پر آ جائے گی۔"

"میرے دل میں تم ہو، اسٹوپڈ!" دائم نے طیش سے سر جھٹکا۔ "لیکن تم باز نہیں آؤ گی۔ ہے نا؟ مجھے لگتا ہے، تمہاری برین واشنگ کرنے میں شامیر کو بہت عرصہ لگے گا۔ بٹ ہو کیئر؟..... تم یہ بتاؤ، میرے دل میں تمہیں کون سا چور چھپا دکھائی دے رہا ہے، جس کے سامنے آنے کا خوف میرے رگ و پے پر طاری لگ رہا ہے تمہیں.....؟" اس کا لہجہ جل رہا تھا۔

"وہی چور دائم! جسے دکھانے سے تم ڈرتے ہو۔" وہ اب بھی باز نہیں آئی۔

"میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ یونو۔" دائم کا منہ بن گیا۔

"اوہ، آئی سی۔" سندس اچانک قدم بڑھا کر اس کے سامنے آ گئی۔ "اگر سچ مچ نہیں ڈرتے تو ایک کام کرو، میرے بھائی کے سامنے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر قسم کھاؤ، تمہارا منال سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی اس کی چاہت تمہارے دل میں ہے، میں جو کچھ سمجھ رہی ہوں، وہ سب میرا وہم ہے۔ کہو دائم! اگر تم نے یہ قسم کھا لی تو باخدا میں ابھی کے ابھی ساری بات ختم کر کے تم پر بھروسہ کر لوں گی۔ میں مان لوں گی کہ میں غلط تھی۔ مگر یاد رکھنا، اگر تم نے میری جھوٹی قسم کھائی تو شام سے پہلے میرا مرا منہ دیکھو گے۔"

"واٹ نان سینس؟" دائم کا رنگ سیکنڈوں میں اُڑا تھا۔ وہ سندس کا ہاتھ جھٹک کر دو قدم پیچھے ہو گیا اور بوکھلا کر بولا۔ "آر یُو کریزی؟..... میں کیوں قسم کھاؤں تمہاری؟ جب میں نے کہہ دیا، منال اور اس کی محبت میرے لئے بے معنی ہے تو تم یقین کیوں نہیں کرتیں؟ میں کیوں تمہیں اعتبار دلانے کے لئے قسمیں کھاتا پھروں؟ سونی! فار گاڈ سیک۔ ختم کرو یہ قصہ۔

اب مجھ سے اور سہا نہیں جائے گا۔"

"یہ تو میں بھی کہہ رہی ہوں۔ مجھ میں اب صبر نہیں رہا، دائم!" اس نے ایک گہرے سانس کے ساتھ خود کو سنبھالا۔ "فار گاڈ سیک، صرف میرے دل کے اطمینان کے لئے یہ قصہ آج سچ مچ ختم کر ڈالو۔ رکھو میرے سر پر ہاتھ اور قسم کھا کر میرا اعتبار بحال کر دو۔ اب ہمارے درمیان یہ رنجش دور ہو جانی چاہئے۔ میں اپنی انسلٹ مزید سہہ نہیں سکتی۔ میری محبت کو اتنا ذلیل مت کرو، دائم!"

"میں نے محبت کو ذلیل نہیں کیا، سندس! بات تم نے خود بگاڑی ہے۔ اسے مزید اُلجھنے سے روک لو۔ میں تمہاری قسم نہیں کھا سکتا۔ ایک فضول بے تکی سی بات کے لئے میں تمہیں اس حد تک جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ تم یوں بھی مجھ پر اعتبار کر سکتی ہو۔ اپنی محبت ثابت کرنے کے لئے میں تمہاری دیگر شرائط ماننے کو تیار ہوں۔ مگر تمہارے سر پر ہاتھ رکھ کر قسم نہیں کھاؤں گا۔ یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔"

دائم کا لہجہ بے حد نرم تھا، اس نے محبت سے سندس کو سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر شامیر کی مداخلت نے اسے گنگ کر ڈالا۔ "ضد مت کرو دائم! بات اگر اس طور سمٹ سکتی ہے تو ہمیں فی الفور سمیٹ لینی چاہئے۔ تم سندس کی بات رد مت کرو، صرف ایک چھوٹی سی قسم اٹھانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ جب تم سچے ہو تو تمہاری قسم، سندس کی زندگی کو داؤ پر نہیں لگا سکتی۔ اس لئے پلیز رکھو اپنا ہاتھ سندس کے سر پر اور اٹھا لو وہ قسم جس کے کھانے سے اس پگلی کا بھروسہ بنا رہے گا۔"

اپنے بھائی کی محبت پر سندس کی آنکھیں لمحوں میں ڈبڈبائیں۔ دائم اس کا قرار تھا۔ اس کی محبت دل کے نہاں خانے میں ہلچل مچاتی تھی۔ وہ شخص اسے زندگی سے بڑھ کر عزیز تھا۔ مگر اس لمحے وہ ساکت کھڑی تھی۔ کانپتے لبوں پر گریہ زاری کا غلبہ تھا۔ وہ جیسے بے بس ہو گئی تھی۔ آج منال کی حماقتوں نے ان دونوں کو ایک دوسرے کے خلاف کھڑا کر ڈالا تھا۔ اگر وہ لڑکی درمیان میں نہ کُودی ہوتی تو آج سندس کی دائم سے شادی ہو چکی ہوتی۔

شامیر نے دائم کو تذبذب میں دیکھا تو آگے بڑھ کر دائم کا ہاتھ خود سندس کے سر پر رکھ دیا۔ اس کی وہ حرکت، دائم کو بھونچکا کر گئی۔ وہ جواب تلک مارے بندھے کسی بت کی طرح جامد کھڑا تھا، خشک ہونٹوں کو تر کرنے کی کوشش میں سوچ کر رہ گیا۔ کیا ان حالات میں اس کا یوں قسم کھانا صحیح ہوگا؟ منال وہ لڑکی تھی، جس نے اپنی محبت کے شدید اظہار سے دائم جیسے محتاط اور سنجیدہ بندے کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ وہ عرفان کے سامنے اپنے دل کا راز کھول چکا تھا۔ اس نے حمزہ کی آپا کے سامنے بھی یہ اعترافِ محبت کھل کر کیا تھا۔ اس نے انہیں برملا یہ کہا تھا کہ وہ لڑکی اسے پاگل کر گئی تھی۔ وہ اس کے اظہار کے بعد اس کی محبت میں گرفتار ہو چکا تھا۔

لیکن اب..... اب ان حالات میں وہ بھلا سندس کے سر پر ہاتھ رکھ کے جھوٹی قسم کیسے

کھا لیتا؟ منال کی انٹرفیرنس کے باوجود وہ آج بھی سندس کو پسند کرتا تھا، اس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ مگر جھوٹی قسم کھا کر اس کی زندگی کو خطرے میں ڈالنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے حواس منتشر تھے، ٹینشن تھی کہ بڑھتی جا رہی تھی۔ گزرتا ہوا وقت اسے ایک نئی مصیبت میں گرفتار کر رہا تھا۔

ادھر شامیر اور سندس بڑی منتظر نگاہی سے اس کا چہرہ تک رہے تھے۔ وہ اس قسم کے منتظر تھے، جو اس غیر یقینی صورتِ حال کو ختم کر کے زندگی میں خوشیوں کا احساس دوگنا کر سکتی تھی۔ جو شک و شبے سے اُٹھنے والے غلط فہمی کے شعلوں کو بجھا سکتی تھی۔ مگر ان کا انتظار، انتظار ہی رہا۔ دائم کے لب وا نہ ہوئے۔ وہ ایک لب بستگی کے ساتھ ان کے سامنے کھڑا تھا۔

"کچھ بولو دائم.....!" شامیر نے اس کا شانہ ہلا کر اسے متوجہ کیا۔ "اس طرح چپ سادھے کیوں کھڑے ہو؟"

"ہاہ.....!" دائم نے ایک گہری سانس خارج کی۔ "میں کیا کہوں میر؟..... میں کیسے کہوں، میں یہ قسم نہیں کھا سکتا....." اس کی مدھم آواز میں جیسے بارود چھپا تھا۔ اس نے اپنی بات کہہ کر سندس کے سر سے ہاتھ اٹھا لیا۔ ادھر وہ بہن بھائی بے حساب چونکے تھے۔ شامیر کی ذومعنی نگاہ، سندس کی خجالت بھری نظروں سے ٹکرائی۔ اس نے دیکھا، پلکوں پر ٹکے ستارے اشکوں کی صورت اس کی بہن کے عارض پر بہہ نکلے تھے۔ وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر سسک اُٹھی۔ اُس کی ہر سسکی میں ایک عذاب چھلک رہا تھا۔

شامیر کا چہرہ لہو رنگ سمیٹ لایا۔ اس نے تیزی سے سندس کو اپنے بازو میں سمیٹ کر پہلو سے لگایا اور دائم کو دیکھ کر غصے سے بولا۔

"سچ کہنا دائم! کیا وہ ساری باتیں صحیح ہیں، جو میری بہن نے اپنے دل کا ڈر اور وہم جان کر مجھ سے شیئر کی ہیں؟..... پلیز جواب دو دائم! کیا یہ بات سچ ہے، وہ لڑکی تمہارے دل سے سندس کی محبت کو ختم کر چکی ہے اور تمہیں اپنا بنانے میں کامیاب رہی ہے؟"

"نہیں، ایسا نہیں ہے میر!" دائم نے تیزی سے اس کی بات کو رد کر دیا اور بہ عجلت تمام اپنی صفائی میں بولا۔ "سندس کی محبت میرے لئے آج بھی محترم ہے۔ میں دل کی گہرائی سے اسے چاہتا ہوں اور اپنے جذبۂ محبت کی قسم کھا سکتا ہوں..... یہ دیکھئے۔" اس نے روتی ہوئی سندس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ "میں سندس کی قسم کھاتا ہوں، مجھے اس سے آج بھی وہی محبت ہے، جس کا اظہار میں اس سے پہلے بھی کرتا رہا ہوں۔ سندس میری زندگی ہے۔ اگر میں جھوٹ بولوں تو کل کا سورج مجھ پر طلوع نہ ہو۔ بس میں اس سے زیادہ اپنی صفائی میں اور کچھ کہنا نہیں چاہتا۔" اس کی آواز بھرا گئی۔ شامیر ششدر کھڑا تھا۔ اس کا دل جیسے فراٹے بھرنے لگا، جبکہ دائم کا حلفیہ بیان، سندس کے چہرے کو بھی ہاتھوں کی اوٹ سے نکال لایا تھا۔ وہ اب ایک ٹک اسے گھور رہی تھی۔ کتنے مان اور محبت سے دائم نے سندس کی قسم کھائی تھی، مگر اب بھی نظریں

چرائے ہوئے تھا۔ اب بھی ایک ہچکچاہٹ تھی، جو اسے باندھے ہوئے تھی۔ تب شامیر نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی، اس کا کاندھا تھپک کر بولا۔

''مجھے خوشی ہے دائم! تم نے سندس کا غرور چکنا چور ہونے نہ دیا۔ تم اب بھی اسے چاہتے ہو۔ تمہارا اقرار میرے دل کو اطمینان دلا گیا ہے۔ سچ، مجھے تمہاری قسم نے بہت پُرسکون کر دیا ہے۔ لیکن یار! بات پوری طرح ختم نہیں ہوئی۔ سندس کے خدشات اب بھی اپنی جگہ برقرار ہیں۔ سو تمہاری طرف سے تھوڑی وضاحت میری بہن کے اطمینان کے لئے ضروری ہے۔ بولو دائم! وہ لڑکی جو سندس کی رقیب بننے کی کوشش کر رہی ہے، کیا واقعی تم سے محبت کرتی ہے؟''

''ہاں۔'' دائم نے قدرے ہچکچاہٹ کے ساتھ اقرار کیا۔ ''وہ محبت کرتی ہے اور بے حساب کرتی ہے مجھ سے۔''

''اور تم.....؟'' شامیر سے پہلے سندس نے بے قراری سے پوچھا تو دائم بے بسی سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

''جواب دو، دائم!..... تمہاری ہاں یا نہ ہمارے لئے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ پلیز بولو!''

شامیر کی بے تابی حد سے سوا تھی۔

دائم نظریں چرا گیا۔ رخ موڑ کے دھیرے سے بولا۔

''شاید، میر!..... شاید میں اسے چاہتا ہوں۔ لیکن یہ محبت وہ نہیں ہے، جو سندس سے وابستہ ہے۔ شاید یہ میرے اندر کا وقتی ابال ہے، جو اس لڑکی کے بے باکانہ اظہارِ جرأت نے میرے لہو میں اٹھا دیا ہے۔ اس کی آندھی طوفان جیسی محبت مجھ پر حاوی ہو گئی ہے۔ میں نہ چاہ کر بھی اسے دیکھنے پر مجبور ہوں۔ میں اس کی طرف کھنچ رہا ہوں، لیکن..... لیکن شامیر! میں یہ بھی جانتا ہوں، وہ میرے لئے شجرِ ممنوعہ ہے۔ وہ لڑکی محبت کے اظہار کے باوجود میری چاہت سے محروم رہے گی، میری محبت پر صرف اور صرف سندس کا حق ہے۔ میں اس لڑکی کی طرف کوئی قدم نہیں بڑھاؤں گا، میں اسے پلٹ کر نہیں دیکھوں گا۔''

''بکواس بند کرو دائم!'' سندس کا ضبط جیسے جواب دے گیا۔ ''دوسری عورت کی محبت کا اعتراف کر کے تم مجھے مزید بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔ میں جان چکی ہوں، تمہاری نیت میں فتور آ گیا ہے۔ دراصل تم اس لڑکی کو مجھ پر فوقیت دینے کی کوشش کر رہے ہو، جو میں ہونے نہیں دوں گی..... بھیا!..... وہ روتے ہوئے شامیر کی طرف پلٹ گئی۔ دیکھا آپ نے، یہ شخص آپ کی موجودگی میں اپنے گناہ کا اعتراف کر رہا ہے، اسے اپنی کوتاہی سے انکار نہیں۔ یہ اس لڑکی کی محبت میں ہار چکا ہے۔ اب آپ بتائیے، میں دائم سے شادی کیوں کروں؟''

''ڈونٹ بی ہیو لائیک ہے فول، سندس!'' شامیر نے دُکھے دل سے اسے دوبارہ اپنے بازو میں لپیٹ لیا۔ ''تم ضرورت سے زیادہ جذباتی ہو رہی ہو۔ یہ وقت خود پر قابو رکھنے کا ہے۔

دیکھو، ہمیں حقائق کا سامنا کھلے ذہن سے کرنا ہوگا۔ میں دائم کے اعتراف اور اس کے جذبات کی وقتی تبدیلی کو اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ میرے نزدیک وہ مجرم ہو کر بھی گناہ گار نہیں ہے۔ وہ کہہ رہا ہے نا، یہ سب وقتی اُبال ہے، گزرتے وقت کے ساتھ اس لڑکی کی اُڑائی دھول کا غبار اپنے آپ چھٹ جائے گا۔ پھر تم دائم کی محبت میں وہی بے قراری دیکھو گی سندس! جو وہ تمہارے لئے اپنے من میں رکھتا ہے۔ بلیومی، سندس! وہ اب بھی تم سے مخلص ہے۔ قدر کرو اس کی، اسے سمجھنے کی کوشش کرو پلیز!..... دائم کو اس وقت تمہارے سہارے کی ضرورت ہے۔ تم چاہو تو اس کا ساتھ دے کر اسے اس لڑکی کی اندھی محبت سے دُور لے جا سکتی ہو۔ دائم اپنے دل میں صرف تمہارے لئے نرم گوشہ رکھتا ہے۔ تم اپنے بھائی پر اعتبار کرو سندس!''

''اوہ گاڈ.....!'' سندس نے ایک جھلاہٹ آمیز خفگی کے ساتھ شامیر کا بازو جھٹکا۔ ''دِس از ٹو مچ۔ اب آپ بھی دائم کے رنگ میں رنگ گئے بھیا! یہ کیسا سحر پھونک ڈالا ہے دائم نے آپ پر کہ آپ سب کچھ بھول کر اسی کی زبان بولنے لگے، اس کے اقرار کے باوجود اسے مجرم ماننے سے انکاری ہیں۔ وہ معصوم نہیں ہے بھیا! وہ اپنے جرم کا اعتراف کر رہا ہے۔ آپ ذرا پوچھئے دائم سے، آخر وہ کیوں منال کی محبت پر دل ہار بیٹھا؟..... کیا دائم کے لئے میرے جذبات کافی نہیں تھے؟ میں اس کے لئے کتنی Possessive، کتنی ایموشنل ہوں، کیا وہ یہ نہیں جانتا؟ پھر کیوں اس نے اس لڑکی کو اپنے قریب آنے کی اجازت دی؟''

''ایسا نہیں ہے، سندس! میں نے اسے قریب نہیں کیا۔ تم غلط کہہ رہی ہو۔'' دائم نے تیزی سے صفائی دی۔ ''میں نے منال کی کبھی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ لیکن وہ لڑکی اپنے جذبات کی شدت میں اُلجھ کر مجھے بھی اُلجھائے بیٹھی ہے۔ میں اس کی چاہت سے متاثر ہوا ہوں، مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مجھے اس سے محبت ہو گئی ہے۔ جسٹ ٹرائے ٹو انڈر اسٹینڈ می، سندس! پلیز میرا اعتبار کرو..... پتہ نہیں، یہ کیسے احساسات ہیں، کیسے جذبات ہیں جن کی لپیٹ میں آ کر میں خود کو کمزور محسوس کرنے لگا ہوں۔ میں منال کو نظرانداز کرتا ہوں تو وہ پوری شدت سے میری کوششوں پر پانی پھیر کے میرے سامنے آ کھڑی ہوتی ہے۔ میں اس سے نگاہ چرانے کی ہمت نہیں کر پا رہا..... میں جانتا ہوں، یہ غلط ہے۔ مگر سندس! میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ میرے دھتکارنے پر بھی وہ لڑکی میرے حواس پر چھا گئی ہے۔ وہ اپنے اظہار سے مجھے اس قدر ڈسٹرب کر گئی ہے کہ تم فاصلے پر محسوس ہونے لگی ہو۔ بٹ آئی پرامس، میں یہ دُوری ختم کر دوں گا، سونی! مجھے تھوڑا وقت دو..... پلیز، مجھے تھوڑی مہلت اور دے دو۔ آئی سویئر، میں سب حالات بدل دوں گا۔ بس تم میرا ساتھ دو اور میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔''

''آئی تھنک، دائم بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے سندس! تمہیں اس کی بے کسی کو سمجھنا چاہئے، وہ غلط نہیں ہے۔'' شامیر نے اصرار کیا تو سندس ہتھے سے اُکھڑ گئی۔ اس نے ایک قہر آلود نگاہ بڑے بھائی کے چہرے پر ڈالی اور پلٹ کر گاڑی میں جا بیٹھی۔ غصے سے اس تیزی سے گاڑی کو

ریورس کیا کہ گاڑی اپنے زور پر گھوم کر بیرونی گیٹ سے ملحق دیوار سے ٹکراتے بچی۔ وہ دونوں دل تھام کر رہ گئے۔ سندس کسی تیز رفتار آندھی کی طرح وہاں سے گزر گئی۔ دائم نے ایک طویل سانس کے ساتھ جیسے خود کو سنبھالنے کی سعی کی، مگر شامیر کی گہری سوچ اسے جانے کہاں بھٹکا رہی تھی۔ سندس یا دائم کے بجائے وہ اب اس لڑکی کے بارے میں سوچ رہا تھا، جس نے اپنی جرأتِ اظہار سے دو محبت بھرے دلوں میں عداوت و کدورت کا بیج بو دیا تھا، جس نے ان کی راتوں کی نیند اُڑا دی تھی۔

''اب کیا ہوگا شامیر؟'' دائم کی گمبھیر آواز نے اسے سوچوں سے نکالا۔

وہ چونک کر خالی نظروں سے دائم کی صورت دیکھنے لگا۔ دائم مجرم تھا، مگر اس کا جرم ثابت نہیں ہو رہا تھا اور یہی بات اس کی بہن سندس سمجھنے سے قاصر تھی۔ وہ گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔

''ہونا کیا ہے دائم! سندس کو سمجھانا پڑے گا اور میں کوشش کروں گا کہ وہ سمجھ جائے۔'' اس کا دلاسہ دائم کو کچھ ہلکا کر گیا۔

''آئی ایم سوری شامیر!'' دائم کی آواز میں خجالت کا احساس نمایاں تھا۔ ''پر تم ہی بتاؤ، کیا میں غلط ہوں؟''

''ہوں، غلط تو ہو۔'' اس نے فوری اقرار کیا۔ ''لیکن میں پھر بھی سندس کو کنوینس کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔ وہ تم سے بہت زیادہ اٹیچ ہے دائم! وہ اظہار نہیں کرتی، مگر میں جانتا ہوں، تمہارے بغیر وہ رہ نہیں پائے گی، وہ مر جائے گی۔''

''پلیز دائم!'' شامیر کا لہجہ تھوڑا بھیگ سا گیا۔ ''اس اذیت بھری صورتِ حال سے خود کو باہر نکالنے کی سچی کوشش کرو، ورنہ سندس اور تمہارے درمیان فاصلہ کم ہونے کے بجائے بڑھتا چلا جائے گا اور بڑھتا فاصلہ دلوں کو دُور کر دیتا ہے۔''

''میں جانتا ہوں۔ لیکن کیا کروں میں؟ کیسے حالات کا رخ موڑوں؟ مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔'' وہ پریشانی سے اپنا ماتھا رگڑنے لگا۔

شامیر نے دیکھا، اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے اور چہرہ دُکھ کے غبار سے بجھ رہا تھا۔ اُسے جیسے بے پناہ ترس آیا۔ ''یُو ڈونٹ وری۔'' اس نے آگے بڑھ کر دائم کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔ ''سب ٹھیک ہو جائے گا، دائم! بس تمہیں ہمت نہیں ہارنی، صرف اپنے بدلتے جذبات کو غلط بہاؤ میں بہنے سے روکنا ہے۔ اگر تمہارے جذبات واقعی محبت نہیں ہیں تو تمہیں اس لڑکی سے دُور رہنا چاہئے۔ تم اس سے اب نہیں ملو گے دائم! میں سندس کی زندگی تباہ ہوتے نہیں دیکھ سکوں گا۔ سندس میری چھوٹی بہن ہے، وہ میری کمزوری ہے دائم! اور میں اپنی کمزوری کو کسی بھی ہاتھ کا کھلونا نہیں بننے دوں گا، یہ میرا وعدہ ہے تم سے۔''

دائم نے چونک کر اسے دیکھا۔ شامیر کے لفظوں میں دھمکی چھپی تھی۔ وہ الفاظ کے پردے میں جیسے کچھ اور باور کرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ دائم دنگ رہ گیا۔

''آ..... آپ کا مطلب کیا ہے میر؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ.....''

''میں کچھ نہیں سمجھتا۔'' اس نے رسان سے دائم کی بات کاٹ دی۔ ''اگر تمہیں سندس کا خیال ہے تو تم اس لڑکی سے کبھی نہیں ملو گے۔ نہ آج اور نہ ہی کل۔ کبھی بھی نہیں۔ یہ بات تم مجھ سے طے کر لو تو اچھا رہے گا۔''

''آپ کو مجھ پر بھروسہ کرنا ہوگا، میر! میں نے منال کی صورت ایک عرصے سے نہیں دیکھی اور نہ میں خود اس کا سامنا کرنا چاہتا ہوں۔ میں سندس کی غلط فہمی بہت جلد دُور کر دوں گا۔ میں جانتا ہوں، غلط فہمی دور نہ ہو تو نفرت میں بدل جاتی ہے اور میں سندس کی نفرت قطعاً افورڈ نہیں کر سکتا۔ وہ میری زندگی ہے میر! کم سے کم آپ میری بات کا یقین کریں۔''

''مجھے یقین ہے تم پر۔'' شامیر نے جیسے دلاسہ دیا۔ ''لیکن سندس کی آنکھوں سے بہتے اشک، ڈیڈی کو جذباتی کرنے میں دیر نہیں لگائیں گے۔ وہ لڑکی اپنے دن رات کی خبر ڈیڈی کو دیتی رہتی ہے۔ اگر اس نے تمہاری بے وفائی کا غم پال لیا تو میں اسے انگلینڈ جانے سے روک نہیں پاؤں گا۔ وہ آج نہیں تو کل دلبرداشتہ ہو کر ڈیڈی کے پاس چلی جائے گی۔ اور اگر وہ چلی گئی تو اسے واپس لانا کارِ محال ہوگا۔ بٹ یُو ڈونٹ وری۔ آئی وِل ٹرائے مائی بیسٹ۔ میں اسے تمہارے حق میں مولڈ کرنے کی دل سے کوشش کروں گا۔ مجھے تمہاری باتوں سے سچائی کی مہک آ رہی ہے دائم! میں جانتا ہوں، تم سندس کو بہت چاہتے ہو اور یہ بھی کہ تم اس کی جگہ کسی اور کو لینے نہیں دو گے۔''

''سوال ہی نہیں اُٹھتا میر!..... سندس میری پہلی چوائس رہے گی اور شکریہ آپ کے بھروسے کا، آپ کا اعتبار میرے لئے سب سے اہم بات ہے۔ پلیز، اسے بنائے رکھیے گا۔'' دائم نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

شامیر نے پھیکی مسکراہٹ سے اس کے ہاتھ پر گرفت بڑھائی اور اپنے تعاون کا یقین دلا کر باہر نکل گیا۔ گھر جا کر ابھی سندس کو سمجھانے بجھانے کا کڑا مرحلہ سر کرنا تھا، سو وہ گھر کی طرف چل پڑا تھا۔

❁❁❁

زندگی کے چہرے کا
نقش جب بگڑ جائے
دوستوں کی آنکھوں میں
دُشمنی اُبھر آئے
کانچ کی سنہری بات
زیرِ لب بکھر جائے
لفظ بے یقینی کے
جنگلوں میں گھر جائیں
سخت بے ثباتی ہو
بات بات ذاتی ہو
اس طرح کے موسم میں
آئینہ ضروری ہے

تحریم آپا کے آنے کی اطلاع اسے ارما کی زبانی مل چکی تھی مگر پھر بھی وہ بستر پر بیٹھی رسالے کے اوراق پلٹتی رہی۔ جب سے فون پر انہوں نے وہ سخت بات کہی تھی، منال چپ چپ سی تھی، کتنی سہولت سے وہ منہ بھر کے کہہ گئیں، تمہاری صورت دیکھنے کو دل نہیں چاہتا۔

اُف اللہ.....! آپا کتنی نفرت کرتی ہوں گی مجھ سے۔'' منال نے بے اختیار سوچا تھا۔

دل کے اندر پھانس سی چبھ گئی تھی اور یہ اس کی چبھن ہی تھی، جو اندر ہی اندر منال کو بے قراری میں مبتلا کئے ہوئے تھی۔ وہ خود میں گم بیٹھی تھی، جب ارما ہوا کے تیز جھونکے کی طرح کمرے میں داخل ہوئی۔

''یار منال! بہت ہی خاص خبر کے ساتھ آئی ہوں۔ سچ، زینہ پھلانگتے سانس پھولنے لگا۔ ہائے، میرا تو برا حال ہو گیا یہ خبر سنتے ہی۔'' وہ ''ڑ ہو کر لمبے لمبے سانس لینے لگی۔ اس کی حالت واقعی ایسی تھی، جیسے میلوں بھاگ کر آئی ہو۔

منال نے نگاہ اٹھا کر اس کا جائزہ لیا، پر تکیے سے کمر ٹکا کر جھلاہٹ سے بولی۔ ''کیوں، ایسی کون سی شاکنگ نیوز ہے تمہارے پاس، جو تمہیں بے حال کر گئی؟''

''منال! آپا بیگم، حمزہ کے پیام کے ساتھ ابو امی کے پاس بیٹھی ہیں اور وہ پیام بے حد sensational ہے۔''

''کیوں؟..... کیا حمزہ نے منگنی توڑنے کا اعلان کیا ہے؟'' منال کا لہجہ جل رہا تھا۔

ارما کچھ چپ سی ہو گئی، پھر سنبھل کر بولی۔

''خدا نہ کرے، منال! کیوں فضول بکواس کر رہی ہو؟ بھلا اسے کیا ضرورت ہے، منگنی توڑنے کی؟ تم جانتی ہو، کتنا جذباتی ہے وہ تمہارے لئے، محبت کرتا ہے تم سے۔''

''شٹ اپ، ارما! اس کی جذباتیت میرے لئے بے کار سی بات ہے، تم صرف وہ اطلاع دو، جو بہت remarkable ہے اور جسے کہہ کر تمہارا دل ہلکا ہو جائے۔'' اس کا طنزیہ لہجہ اب بھی برقرار تھا۔

''سنو، حمزہ چاہتا ہے، جاپان جانے سے پہلے تمہارا اور اس کا نکاح کر دیا جائے۔'' ارما نے ایک ہی سانس میں اصل بات بتائی۔

منال اپنی جگہ سے یوں اٹھی، جیسے پورے سرکٹ کا کرنٹ چھو گیا ہو۔ ''یہ کیا بکواس کر رہی ہو تم؟ پاگل تو نہیں ہو گئیں؟''

''پاگل میں نہیں، تمہاری آپا ہو گئی ہیں، محترمہ! دل و جان سے قصیدے پڑھ رہی ہیں تمہارے۔ ابو سے کہہ رہی ہیں، تاریخ طے کر دیں۔ وہ اپنی امانت لے کر ہی جائیں گی کیونکہ ان کے لئے شارجہ سے بار بار آتے رہنا ممکن نہیں ہے۔ اب آئی ہیں تو بھائی کے سر پر سہرا سجانا چاہتی ہیں۔ رخصتی حمزہ کی واپسی سے مشروط ہو گی اور جانتی ہو منال! اس نیوز پر ابو سے زیادہ عرفان بھائی خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں، یہ تاریخ آج ہی کے دن فائنل کر دی جائے۔''

منال کے چہرے پر جیسے ہلدیاں کھنڈ گئیں، وہ بے قراری سے بولی۔ ''ایسا نہیں ہو سکتا، ارما! میں نے یہ منگنی اپنے گلے کا طوق سمجھی تھی۔ سوچا تھا، مناسب وقت دیکھ کر یہ طوق اُتار پھینکوں گی۔ مگر حمزہ کچھ زیادہ ہی سیریس ہو گیا۔ نہیں، میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ ابو یا عرفان بھائی کی کوئی کوشش اس بندھن کو مضبوط نہیں کر سکتی۔''

''تمہارے اعتراض سے کیا ہو گا منال! جو طے پا چکا ہے، وہی ہو گا۔'' ارما نے اسے دلاسہ دیا۔

وہ تو جیسے ہتھے سے اُکھڑ گئی۔ ''ارے، ایسے کیسے ہو جائے گا؟ جب میں رضامند ہی نہیں تو کوئی بھی شخص مجھے اس نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا۔ میری طرف سے صاف انکار ہے۔ کہہ دو سب کو جا کر۔ بعد میں مجھ سے کوئی سوال و جواب نہ کیا جائے۔ میں نے کہہ دیا، سو کہہ دیا۔ مجھے حمزہ سے شادی نہیں کرنی۔''

''یہ تم کیا بول رہی ہو منال؟ جانتی ہو نا، یہ ممکن نہیں ہے؟'' ارما کا سانس رکنے لگا۔ وہ

منال کے تنتے چہرے کو دیکھنے لگی، جو غصے سے سرخ ہو رہا تھا اور اپنی پریشانی میں اُلجھ کر وہ ناخن کترنے لگی تھی۔

''دیکھو منال! آپا تاریخ فائنل کرنے آئی ہیں کیونکہ حمزہ کے ملک سے باہر جانے میں بہت کم دن رہ گئے ہیں، شاید اسی ویک اینڈ پر وہ جاپان روانہ ہو جائے۔ اس لئے جانے سے پہلے وہ تمہارا نکاح حمزہ سے.....''

''چپ ہو جاؤ ارما! میں کہتی ہوں، چپ ہو جاؤ۔'' منال نے چیخ کر اسے خاموش کروا دیا۔ ''یہ جو حمزہ کی آپا ہیں نا، یہی سارے فساد کی جڑ ہیں۔ دوپہر کو فون پر کہتی ہیں، تمہاری صورت دیکھنے کو دل نہیں چاہتا اور اب آ گئی ہیں صدقے واری ہونے۔ ارے، بہت دوغلی عورت ہے وہ۔ دل میں کچھ ہے اور زبان پر کچھ اور۔ یہ ضرور کوئی سازش کر رہی ہیں۔ کس قدر بے وقوف ہے حمزہ، یہ تک نہیں جانتا کہ بہن، ماں بن کر اسے کیسا تگنی کا ناچ نچا رہی ہے۔ اندھا ہو گیا ہے وہ، کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ میں نے ہزار بار اس کی موجودگی میں دائم سے اُلفت جتائی ہے، مگر وہ ہے کہ بے نیاز بنا بیٹھا ہے، کاٹھ کا اُلو..... کچھ پتہ ہی نہیں چلتا اس بے وقوف کو، بس ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گیا ہے، احمق انسان.....''

منال نے حد کر ڈالی۔ ارما ٹکر ٹکر اس کی صورت دیکھ رہی تھی۔ وہ سچ مچ آپے سے باہر تھی۔ اس قدر طیش میں مبتلا تھی کہ اپنے اوپر اوڑھی گرم چادر اٹھا کر اس نے زمین پر پٹخ دی تھی اور تکیہ دروازے کو کھینچ مارا تھا۔

''ارما، پلیز! میری مدد کرو۔ تم نے وعدہ کیا تھا مجھ سے کہ تم میرا ساتھ دو گی۔ کچھ ایسا کرو کہ معاملہ آر پار ہو جائے۔ تم ایسا کرو، نیچے جا کر سبھی سے کہہ دو، میں نکاح سے انکاری ہو گئی ہوں۔ دیکھو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میں.....'' اس نے گردن گھما کر اِدھر اُدھر دیکھا، پھر سرہانے پڑی فروٹ باسکٹ میں دھرا چاقو اٹھا کر بولی۔ ''ورنہ میں یہ چاقو اپنے پیٹ میں اتار لوں گی۔''

ارما کا دم نکل گیا۔ وہ ایک ہی پل میں سفید پڑ گئی۔ منال کے تیور خطرناک تھے، وہ چاقو سر سے بلند کئے کھڑی تھی۔ ارما کی آنکھیں چاقو کی تیز دھار کو دیکھ دیکھ کر پوری کھل گئی تھیں۔ وہ دہشت زدہ تھی۔ اس کے منہ سے کوئی لفظ نہیں نکل رہا تھا۔

''ارما.....! میں نے کہا ہے جاؤ، جا کے سب کو میرے دل کی بات بتا دو۔ اگر تم نہ گئیں تو اچھا نہیں ہو گا۔'' منال نے اسے دوبارہ دھمکایا تو ارما نے اپنے کانپتے وجود کو سنبھالنے کی ناکام کوشش کی۔ سوکھتے گلے میں پڑتے کانٹوں کے باوجود اس نے منال کو مخاطب کرنے کی ہمت کر ڈالی۔

''منال! میں تمہارا پیغام سب تک پہنچا دوں گی، مگر تم مجھے ایک بات بتاؤ، جس شخص کے لئے تم اتنا بڑا قدم اٹھا رہی ہو، کیا وہ تمہیں قبول کرنے کو تیار ہو جائے گا؟''

''کیا مطلب؟'' منال نے ترچھی نگاہ سے اسے گھورا۔

''مطلب صاف ہے، منال!..... کیا دائم تمہیں قبول کر لے گا؟''

''ہاں، کیوں نہیں کرے گا۔ وہ جانتا ہے، میں اسے کتنا چاہتی ہوں، مرتی ہوں اس پر۔'' اس کی ڈھٹائی حیرت انگیز تھی۔

ارما خوف زدہ ہونے کے باوجود تڑپ اٹھی، بل کھا کر بولی۔ ''ہاں، وہ جانتا ہے، تم مرتی ہو اس پر۔ مگر وہ شخص تمہیں ایک ذرّہ برابر بھی اہمیت نہیں دیتا۔ ہاسپٹل میں ہونے والی ساری باتیں بھول گئی ہو منال؟ یاد ہے، اس دن کتنے غصے سے وہ تمہیں یہ باور کرا رہا تھا کہ وہ تم سے ملنے خود نہیں آیا بلکہ حمزہ کا اصرار اسے وہاں تک کھینچ لایا ہے۔ یاد کرو، دائم نے وہاں آ کر بھی تمہارا حال احوال نہیں پوچھا تھا، وہ تم ہی تھیں، جس نے بے شرمی کی حد توڑ کر کہا تھا کہ وہ تمہاری خیریت دریافت کرے۔ اور منال! تمہاری بات کا جواب اس لڑکے نے کیسا منہ توڑ دیا تھا۔ اس نے کہا تھا، ہاں بتا دو، کیسی ہو تم؟ اُف..... کس قدر توہین آمیز لہجہ تھا اس کا، کتنی تذلیل تھی تمہاری۔ اور اب اتنے کورے بندے کے لئے تم حمزہ جیسے پُرخلوص انسان کی محبت ٹھکرا رہی ہو؟ کتنا نیک اور اچھا لڑکا ہے حمزہ، اس کا دل توڑ کر کیا تم اچھا کرو گی منال؟''

''اور جو تم سب مل کر میرا دل توڑ رہے ہو، وہ کیا ہے ارما؟ کیا وہ اچھا کام ہے؟ تم سب کے لئے کتنا آسان ہے میرے جذبات پر پانی پھیر دینا۔ ابو سے لے کر تم تک سب ہی کو اس حُسنِ کارکردگی پر ایک ایک تمغہ ملنا چاہئے اور شاباشی کا سرٹیفکیٹ اس کے علاوہ ہونا چاہئے، جس پر میرے دستخط خصوصی اہمیت کے حامل ہوں گے۔ میں دل کے ہزار ٹکڑے ہونے کے باوجود تم سب کو ہار پھول پہناؤں گی اور کہوں گی، شکریہ! ایسی اوچھی اور ظالمانہ حرکت صرف اسی گھر کے لوگ کر سکتے ہیں، مبارک ہو۔'' وہ اپنی بات کہتے ہوئے رو دی۔

ارما کا دل بری طرح تڑپا، ایک ہوک سی اُٹھی اور وہ منال کے بستر پر آ بیٹھی۔ ''ہم تمہارا برا نہیں چاہتے منال! ہم سب وہی کرنا چاہتے ہیں، جو تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اللہ کے واسطے، تم دائم کا پیچھا چھوڑ دو، اسے سندس کا رہنے دو۔ وہ اس کا منگیتر ہے اور اس کی شادی بھی سندس ہی سے ہو گی۔ تمہارا اس لڑکے سے کوئی بھی تعلق نہیں بن پائے گا، منال! پلیز، سمجھ داری سے کام لو، ابو کا نام مٹی میں مت ملاؤ۔ تمہارا یہ انکار انہیں توڑ ڈالے گا۔ یاد کرو منال! تم نے ابو کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر یہ قسم اٹھائی تھی کہ تم ان کی خاطر سب کچھ بھول جاؤ گی۔ حضور پاک ﷺ کے دربار میں ان کے پہنچنے کا وسیلہ بن جاؤ گی۔ پھر اتنے بڑے وعدے کو فراموش کیوں کر رہی ہو منال؟ ابو کو نہ سہی، اللہ کی گناہ گار تو مت بنو۔ یہ وعدہ تمہیں بھگتنا پڑ جائے گا اور اس کی سزا ایسی ہو گی منال! جو دنیا کے لئے عبرت بن جائے گی۔ کیونکہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کے نام پر کیا جانے والا وعدہ، عہد بن جاتا ہے۔ تم وہ عہد مت توڑو منال! اللہ کے واسطے، ہوش کرو۔ ورنہ تم پر قہرِ الٰہی ٹوٹ پڑے گا۔''

ارما نے روتے ہوئے اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔ مگر منال پر جیسے سرکشی کا کوئی بھوت سوار تھا۔ اس نے نفرت سے اس کے بندھے ہاتھوں کو ایک جھٹکے سے اپنے سامنے سے ہٹایا اور جھلاہٹ سے بولی۔

''مجھے تمہارے وعظ کی ضرورت نہیں ہے ارما! یہ میری زندگی اور اس کی خوشیوں کا سوال ہے، میں اسے کسی بھی قیمت پر داؤ پر نہیں لگاؤں گی۔ ابو سے میں نے وعدہ محض بات ٹالنے کے لئے کیا تھا، دل سے کسی عہد کی پاسداری نہیں کی۔ میں جانتی ہوں، میرا دل میرے بس میں نہیں ہے۔ وہ صرف دائم کے لئے دھڑکتا ہے، اس کی چاہت میرا یقین ہے ارما! میں اس کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ میں بے بس ہوں، اب میرے ہاتھ کچھ نہیں رہا، اپنی حیثیت، وقار، ابو اور عرفان بھائی کی عزت، امی کی گریہ زاری، مجھے اب کسی بات کی پروا نہیں ہے۔ پلیز، تم جا کر ابھی کے ابھی سب کو بتا دو۔ میں حمزہ سے نکاح پر تیار نہیں ہوں۔ اگر انہیں تعلق جوڑنا ہی ہے تو دائم سے جوڑ دیں، وہ بھی عرفان بھائی کا دوست ہے۔ حمزہ نہ ہوا، دائم ہو گیا۔ کیا فرق پڑتا ہے؟''

''منال.....!'' ارما اس کی بے عزتی پر چیخ اٹھی۔ ''کیا واقعی کوئی فرق نہیں پڑتا، منال؟''

''نہیں..... مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

''لیکن ہمیں پڑتا ہے منال!'' ارما نے غصے سے اس کی بات کاٹی۔ ''یہ فرق اس گھر کے ہر فرد کو پڑتا ہے۔ کیونکہ حمزہ کی والدہ کو زبان دی گئی ہے۔ تمہاری منگنی بہت دھوم دھام سے ہوئی ہے منال! اسے توڑنے کی بابت سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ ابو کے کئے گئے فیصلے میں کسی ردّوبدل کی گنجائش نہیں۔ تم چاہے خودکشی کرو یا ڈوب مرنے کا سوچو، ہمیں فرق نہیں پڑے گا۔ لیکن حمزہ سے شادی کرنے پر انکار کرو گی تو بہت فرق پڑ جائے گا۔''

''اپنی بکواس بند کرو ارما!'' منال نے ہاتھ میں پکڑا چاقو زمین پر پٹخ دیا۔ اس کا پارہ آسمان کو چھو رہا تھا۔ بستر سے کود کر وہ تیزی سے نیچے آئی اور ارما کے عین سامنے کھڑی ہو کر اسے گھورتے ہوئے بولی۔ ''یہ ساری باتیں تم اس وقت کہنا، جب خود تمہارا دامن صاف ہو۔ میرے انکار پر فرق تمہیں تب پڑے گا، جب تمہارے اکاؤنٹ میں شامیر کی محبت نہ ہو۔ ابو اور عرفان بھائی کی آنکھوں میں دھول جھونک کر تم اس لڑکے سے میل ملاقات کو جاتی ہو، یہ dating کیا گھر کے ہر فرد کی عزت کو چار چاند نہیں لگاتی؟ کیا اس وقت تمہیں فرق نہیں پڑتا؟ تمہارے اسٹوپڈ پند و نصائح کے باب اس وقت کیوں نہیں کھلتے؟ یہ ساری برائیاں اور جگ ہنسائیاں دیکھ کر بھی تمہاری آنکھیں بند کیوں ہیں ارما؟ شامیر کی ہمراہی میں ایک سرخوشی کے ساتھ محبت کی شاہراہ پر گامزن ہوتے ہوئے تمہیں میرا، عرفان بھائی یا ابو امی کا خیال آیا ہے؟ نہیں نا؟'' اس نے ارما کو جھنجوڑ ڈالا۔ ''تو شرم کرو ارما! ساری برائی میرے کھاتے میں ڈال کر

خود کو عام معافی دے ڈالی، ایسا کیوں؟ جواب دو۔''

ارما پہ گھڑوں پانی آ گرا۔ اس کی نظر فوری طور پر زمیں بوس ہوئی۔ وہ خود محبت کے معاملے میں چور تھی، پھر منال سے نظر کیسے ملاتی؟ اس سے پہلے کہ وہ اپنے دفاع میں کوئی جملہ کہتی، کمرے کے اَدھ کھلے دروازے پر دستک ہوئی اور ساتھ ہی آپا کا کھلتا چہرہ نمودار ہوا۔ ان کے پیچھے امی بھی تھیں، جن کی مسکراہٹ لبوں پر چمک رہی تھی۔

دونوں نے آتے ہی کمرے کی سرد فضا کو بہت جلدی محسوس کر لیا۔ دروازے کے سامنے پڑا تکیہ ان کے اندازے کو درست ثابت کر رہا تھا۔ منال اور ارما کے سرخ چہرے اور آمنے سامنے کھڑے ہونا، مخدوش سی صورتِ حال کو واضح کر رہا تھا۔ بستر کی چادر فرش کی دھول چاٹ رہی تھی اور کچھ فاصلے پر چاقو اپنے چمکتے پھل سمیت ان کی توجہ حاصل کر رہا تھا۔ امی کی مسکراہٹ، فکر اور گھبراہٹ میں بدل گئی۔ انہوں نے آپا بیگم کی موجودگی کے باوجود بے اختیار سی ہو کر کہا۔

''یہ کیا ہو رہا ہے ارما؟''

''کک..... کچھ نہیں۔'' وہ یوں بولی کہ ان کی سماعت، اس کی آواز نہ سن سکی۔ البتہ آنکھیں اس کے ہلتے لب دیکھ رہی تھی۔

''سم تھنگ رانگ وِد یُو؟'' تحریم نے آگے بڑھ کر منال کا ہاتھ نرمی سے تھام لیا۔

وہ گردن نفی میں ہلا کر سر جھکا گئی۔ اس کے چہرے پر پھیلا غصے اور ناگواری کا تاثر ان کی گہری نظر سے چھپ نہ سکا تھا۔

''آئی تھنک، میں شاید غلط وقت پر تمہارے کمرے میں آ گئی ہوں۔ سوری منال! تم دونوں بہنیں اپنا معاملہ سلجھا لو تو نیچے چلی آنا، مجھے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔'' انہوں نے منال کی ٹھوڑی پکڑ کر محبت سے کہا اور امی سے کچھ کہے بنا کمرے سے باہر نکل گئیں۔ ان کے جاتے ہی امی کو جیسے کسی اَن دیکھی آگ نے چھوا۔

''یہ کیا ہو رہا ہے منال؟..... ایسا منظر میری آنکھوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ کیا تم دونوں لڑ رہی تھیں؟''

''نہیں امی! صرف آئینہ دیکھ رہے تھے ہم دونوں۔'' منال کا ذومعنی جواب بے چاری امی کے سر سے گزر گیا۔ ارما کے ہاتھ پاؤں برف ہو گئے۔ اگر منال نے غصے میں اندھی ہو کر ان کے روبرو شامیر کی محبت کا راز کھول ڈالا تو؟''

''یہ تم کیا بکواس کر رہی ہو منال؟'' امی کی آواز میں تلخی سے زیادہ جھلاہٹ تھی۔ ''آئینہ دیکھنے کے لئے کیا اس طرح آمنے سامنے کھڑا ہوا جاتا ہے؟ آخر کون سا آئینہ ہے، جو ایک دوسرے کے روبرو آ کر دیکھ رہی ہو؟''

''ضمیر کا آئینہ امی! اس آئینے کو دیکھنے کے لئے ایک دوسرے کے مقابل آنا بہت ضروری

ہے۔'' منال کا جواب اس بار بھی ارما کے ہوش اُڑا رہا تھا۔ وہ بے طرح گھبرا کر بولی۔

''یہ..... یہ مذاق کر رہی ہے امی! دراصل منال یہ..... یہ کہنا چاہتی ہے کہ..... کہ وہ.....''

''ارما! تم اتنا اٹک کیوں رہی ہو؟ کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟'' اس بار وہ محتاط ہو کر بولی تھیں۔ ان کی گہری ٹٹولتی نظر ارما پر کم اور منال پر زیادہ تھی۔ کیونکہ ارما کا انداز انہیں ٹھٹکا سا گیا تھا۔

''امی! مسئلہ ارما کے ساتھ نہیں، میرے ساتھ ہے۔ میں حمزہ سے شادی نہیں کروں گی۔'' منال نے انہیں دیکھتے ہوئے بے حد سہولت سے انکار کیا۔

''کک..... کیا کہا تم نے؟ تمہاری جرأت کیسے ہوئی یہ کہنے کی؟'' امی کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔ وہ ایک ہی پل میں بوکھلا گئیں۔

''جرأت ضروری ہے امی! انکار کے لئے جرأت ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ ارما جیسی بزدل لڑکی آپ سب تک میرا انکار زندگی بھر نہ پہنچا سکے گی۔ سو مجھے خود یہ انکار کرنا پڑ رہا ہے۔ آپ ابو اور عرفان بھائی کو بھی میرا یہ.....''

''منال!..... میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گی، اگر تم نے کچھ اور کہا تو۔'' وہ جیسے بھاگ کر اس کے پاس آ گئیں۔ بھول گئی ہو بے حیا! تم کس شریف آدمی کی بیٹی ہو؟ کس غیرت مند بھائی کی بہن ہو؟ ارے ذرا شرم نہ آئی تمہیں انکار کرتے؟''

''مجھے کسی غیرت و شرم سے کوئی سروکار نہیں ہے امی! زندگی میری ہے، اسے کیسے اور کس کے ساتھ گزارنا ہے، میں آپ سے بہتر جانتی ہوں۔ اگر مجھ سے زبردستی کریں گی تو میں حمزہ سے جا کر خود ساری بات کہہ سناؤں گی۔ بلکہ حمزہ کو چھوڑیئے، وہ آئی بیٹھی ہیں نا، اس کی آپا تحریم..... وہ ہی آج یہ میسج لے کر جائیں گی۔''

''منال.....!'' امی نے ہاتھ اٹھا کر پوری قوت سے اس کا رخسار سرخ کر ڈالا۔ ''تم..... تم مر کیوں نہ گئیں؟ یہ اتنے دن ہسپتال میں زخمی ہو کر جو تم نے گزارے ہیں، کیا تھا اگر سڑک پر ہی مر جاتیں۔ ہم کم سے کم تمہیں رو پیٹ لیتے۔ آج کا دن تو نہ دیکھتے۔ کیوں اُتر آئی ہو منہ زوری پر؟ ایک ذرا لحاظ مروّت نہیں رہی تم میں۔ بے غیرت..... ساری شرم و حیا بھول بیٹھی ہو؟''

''شرم و لحاظ سے کیا ہو گا امی! مار پیٹ کر کے آپ مجھے میرے حق سے محروم نہیں کر سکتیں۔'' وہ اب بھی زبان درازی کر رہی تھی۔

ارما کا دل پھڑ پھڑانے لگا۔ وہ سر پکڑ کر بستر پر بیٹھ گئی جبکہ امی سر سے پاؤں تک کانپ رہی تھیں۔ غصے نے ان کی حالت بگاڑ دی تھی۔ سب سے چھوٹی بیٹی آج پھر ان کے سامنے کھڑی اپنی ڈھٹائی کا ثبوت دے رہی تھی۔

''منال!..... یہ پاگل پن سوائے برائی اور ذلت کے، تمہیں اور کچھ نہیں دے گا بیٹا! اپنے عمر رسیدہ والدین پر ترس کھاؤ۔ دیکھو، ہم جو کریں گے، اس میں صرف تمہارا ہی فائدہ ہے۔ کیوں کر رہی ہو وہ کام، جو بدنامی کی کالک بن کر تمہارے وجود کو کالا کر دے؟ ہم پر ترس کھاؤ منال! ایسا مت کرو۔ تمہارا انکار سن کر تمہارے ابو مر جائیں گے۔ وہ زندہ درگور ہو جائیں گے بیٹا!'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑیں۔

منال نے ان کی فریاد پر منہ موڑ لیا۔ وہ اب بھی سر اٹھائے اور شعلے اُگلتی آنکھوں کے ساتھ ایک بے اعتنائی کے ساتھ کھڑی تھی۔ اس کے بگڑے تیور آنے والے وقت کی سنگینی کا اعلان کر رہے تھے۔ اس گھر کی تقدیر میں اب کون سا فیصلہ لکھا جانے والا تھا؟

❁

فاصلے نہیں ہوتے ، فاصلے محبت کے
دُور تک نکل آئے ، سلسلے محبت کے
رابطے محبت کے ، حادثے محبت کے
گھیر گھیر لیتے ہیں ، دائرے محبت کے

آج حمزہ گھر پر تنہا تھا اور اب اسے امی اور آپا کی واپسی کا شدت سے انتظار تھا۔ اس کی رضامندی جاننے کے بعد وہ دونوں کچھ دیر پہلے ہی منال کی طرف گئی تھیں، جہاں اس کے والدین سے نکاح کی تاریخ فائنل کرنے کی بات چیت ہونا تھی۔ بصیر صاحب کی ہاں سب کے لئے اہم تھی۔ کیونکہ وہی تھے، جو عرفان اور اپنی اہلیہ کے مشورے کے بعد نکاح کے بارے میں حتمی فیصلہ صادر کر سکتے تھے۔

تحریم آپا اور امی کو رخصت ہوئے دو گھنٹے سے زیادہ کا وقت ہو چکا تھا، ایسے میں اچانک فون کی بیل نے چونکایا تھا۔

حمزہ نے موبائل کی اسکرین پر چمکتے نام کو دیکھے بغیر ہیلو کہہ دیا، دوسری طرف دائم تھا، جس نے فوری سوال کیا۔

''کہاں ہو حمزہ!..... مصروف تو نہیں ہو؟''

''ارے نہیں یار! فراغت سے بیٹھا ہوں۔ سچ پوچھو تو بور ہو رہا ہوں، گھر پر بیٹھ کر۔''

''اوکے، بور ہو رہے ہو تو چلے آؤ میرے پاس، مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔''

''ضروری بات؟'' حمزہ کچھ چونک اٹھا۔ ''کس بارے میں دائم؟''

''ہے ایک خاص بات۔ میں فون پر ڈسکس نہیں کر سکتا۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا، تم مجھے تھوڑا وقت دے دو؟'' اس کا انداز التجائی تھا۔

حمزہ فوراً مان گیا۔ ''کیوں نہیں یار! تمہارے لئے زندگی حاضر ہے۔ بولو، کہاں آؤں؟''

''تم کافی ہاؤس آ جاؤ۔ میں دس منٹ میں وہیں پہنچ رہا ہوں۔'' دائم نے جگہ بتائی تو حمزہ

نے لبیک کہہ دیا۔

موبائل آف کرتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا، آخر وہ کون سی بات تھی، جو فون پر نہیں ہو سکتی تھی؟ ضرور دائم کچھ پریشان تھا۔ اس نے سر جھٹک کر اپنے خیال کو پرے دھکیلا اور بائیک کی چابی اٹھا کر کافی ہاؤس روانہ ہو گیا۔ گھر سے نکلتے ہوئے اس نے پرانے ملازم کو دائم کی طرف جانے کی اطلاع دی۔ اس کا خیال تھا، آپا، منال کے گھر سے واپسی پر اسے ضرور کانٹیکٹ کریں گی، سو انہیں مشکل نہ ہوتی۔ ادھر دائم کی پریشانی، تفکرات میں ڈھل کر اسے پہلے سے زیادہ بدحواس کر گئی تھی۔ سندس کا منال سے یوں خار کھانا اور دائم کی محبت سے دامن چھڑا کر ڈیڈی کے پاس لندن چلے جانے پر بضد رہنا اب دائم کی برداشت کی حدود پھلانگنے لگا تھا۔ تحریم آپا کے بعد شامیر کو اپنے دل کی بدلتی کیفیت اور سندس سے وفادار رہنے کی یقین دہانی کرانا جیسے کسی بڑے امتحان سے کم نہیں تھا۔ مگر وہ کیا کرتا؟ اس دن وہ حمزہ کی آپا کے سامنے دل نہ کھولتا تو اور کیا کرتا؟ عرفان کے بعد تحریم آپا سے کھل کر بات کرنے ہی میں بھلائی تھی، سو کسی ہچکچاہٹ کے بغیر وہ اصل سچ سے پردہ اٹھاتا چلا گیا۔ آپا کا حیرت سے دمکتا چہرہ اسے بھولا نہیں تھا اور وہ پل پل بدلتے تاثرات جو دائم کی اس بات پر ان کے اختیار سے باہر ہو رہے تھے کہ منال کی محبت کو نہ چاہ کر بھی وہ اپنے دل میں جگہ دے بیٹھا تھا۔ حالانکہ وہ جانتا تھا، منال نہ صرف اس کے دوست حمزہ کی منگیتر تھی، بلکہ حمزہ کے جذبات کی شدت سے بھی آگاہ تھی، پھر بھی جانے کیوں، دائم پر دل ہارے بیٹھی تھی اور یہ ہار دائم کی عزت پر بنا گئی تھی۔ اس دن جب آپا اچانک اس سے روبرو ملاقات کو آئی بیٹھیں، دائم نے ان کے ذومعنی سوالات کے جواب میں اس بات کا برملا اعتراف کیا تھا کہ سندس اس کی پہلی اور آخری چوائس تھی۔ مگر منال کی اندھی محبت اس پہلی اور آخری چوائس کے بیچ آ گئی تھی۔ اس نے اقرار کیا تھا کہ وہ اس معاملے میں قصوروار ہے۔ مگر کیوں؟ شاید اس کی وضاحت ممکن نہ تھی۔

مگر دائم اب مطمئن تھا۔ آپا نے منال کو حمزہ کی زندگی میں شامل کرنے کی نوید سنا دی تھی۔ لیکن دوسری طرف سندس نے دائم کی پُرسکون زندگی کو تماشا بنا ڈالا تھا۔ بدگمانی اور بدظنی نے سندس کے بھروسے کو مجروح کر دیا تھا۔ اسے دائم پر اب ایک فی صد بھی اعتبار نہیں رہا تھا۔ وہ اسے کسی طور معاف کرنے پر آمادہ نہ تھی۔ شامیر کے سمجھانے بجھانے کا بھی اس پر کوئی اثر نہ ہوا تھا، سو بات اس قدر اُلجھ چکی تھی کہ دائم پریشانی میں گھر کر حمزہ سے مدد لینے کو چل پڑا تھا۔ اب وہی اس کا آخری سہارا تھا۔ شاید سندس کی ضد، حمزہ کی مداخلت پر کچھ کم ہو جاتی۔ دائم دل سے خواہش مند تھا کہ اب حمزہ اس سلسلے میں اس کی تھوڑی مدد کرے، اس کی مدد کافی حد تک سندس کو لندن جانے سے باز رکھ سکتی تھی۔ چنانچہ امید و آس کا دامن تھامے اب وہ کافی ہاؤس کے باہر کھڑا اپنے دوست کا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔ ادھر کافی ہاؤس سے کچھ فاصلے پر حمزہ نے دائم کو گاڑی سے ٹیک لگائے دیکھ لیا تھا۔ وہ عین اس کے سامنے جا رکا۔

''ہائے دائم!..... کیسے ہو یار؟'' اس کی خوش مزاجی حسبِ معمول تھی۔

''میں ٹھیک ہوں، تم اتنی دیر سے کیوں آئے ہو؟'' اس نے گھڑی دیکھ کر فوراً شکوہ کر ڈالا۔

''دیر کا کیا مطلب؟ تم نے کہا اور میں کوئی لمحہ ضائع کیے بغیر ادھر چلا آیا۔ میرا خیال ہے، کچھ ڈسٹرب ہو، ورنہ انتظار کی یہ گھڑیاں تمہیں اتنی طویل نہ لگتیں۔'' حمزہ نے حیران ہو کے کہا۔

''ہاں.....'' دائم نے ایک گہرا سانس لیا۔ ''شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں ہی کچھ ڈسٹرب ہوں۔''

حمزہ کچھ اُلجھ سا گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ دوست کی پریشانی کی وجہ پوچھتا، دائم نے حمزہ کو پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور خود لمبے لمبے ڈگ بھرتا اپنے مخصوص ٹیبل پر جا بیٹھا۔ کافی ہاؤس کا یہ کارنر ان تینوں دوستوں کے لئے گوشۂ عافیت تھا۔ وہ، عرفان اور حمزہ اکثر و بیشتر اپنا فارغ وقت اسی کافی ہاؤس میں گزارا کرتے تھے۔ آج بہت دن بعد یہ موقع آیا تھا۔

حمزہ نے آ کر اپنی سیٹ سنبھال لی۔ جب تک ویٹر دائم کا اشارہ بھانپ کر کافی کے دو بڑے مگ ان کے سامنے رکھ چکا تھا۔ گرما گرم کافی کی خوشبو دار بھاپ، موسم کی بدلتی رُت کو انجوائے کرنے میں ان کا ساتھ دینے لگی۔ وہ دونوں اپنے اپنے مگ ہاتھوں میں تھام کر ایک دوسرے کی صورت تکنے لگے۔ خاموشی کے کچھ پل گزرے تو حمزہ مسکرا دیا۔

''کیا بات ہے دائم! اتنی دُور، کافی ہاؤس کے اس مخصوص گوشے میں بیٹھ کر کیا ہم کافی کی مہک سے لطف اندوز ہونے آئے ہیں؟''

دائم ہنس دیا۔ کپ میز پر رکھ کر قدرے جھک کر بولا۔ ''پرانے دنوں کو یاد کرنے میں کیا برائی ہے؟ کیا ہم کافی سمیت اس کارنر میں بیٹھ کر گپ شپ نہیں کر سکتے؟''

''کر سکتے ہیں۔ مگر ہمارا کورم پورا نہیں ہوا۔ عرفان کو بھی بلا لیتے تو لطف اور بڑھ جاتا۔''

''نہیں، آج عرفان کی موجودگی ضروری نہیں ہے۔ آج مجھے تم سے کچھ پرائیویٹ بات کرنی ہے۔'' دائم سنجیدہ ہو گیا۔

حمزہ کے ماتھے پر شکنیں اُبھر آئیں۔ ''پرائیویٹ بات سے کیا مطلب ہے تمہارا؟ سم تھنگ رانگ دائم؟ مجھے لگتا ہے، تم کچھ اُلجھے ہوئے ہو۔''

''ہاں۔ کیونکہ سم تھنگ نہیں، ایوری تھنگ رانگ ہے میری زندگی میں۔ حمزہ! آج میں بہت پریشان ہوں۔''

''کیوں..... کیا پریشانی ہے تمہیں؟ مجھے بتاؤ، شاید میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں۔'' وہ فوراً ہمہ تن گوش ہو گیا۔

دائم نے لمحہ بھر رک کر حمزہ کی سنجیدگی کو محسوس کیا، پھر دھیرے سے بولا۔ ''تم جانتے ہو، سندس انگلینڈ جا رہی ہے؟''

''انگلینڈ؟'' وہ چونکا۔ ''لیکن کیوں؟ اُسے بیٹھے بٹھائے انگلینڈ کی یاد کیوں ستانے لگی؟''

''یاد نہیں ستا رہی، وہ روٹھ کر جا رہی ہے مجھ سے۔''

''روٹھ کر.....؟'' حمزہ کو شاک لگا۔ ''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ لڑکی تمہیں چھوڑ کر کیسے جا سکتی ہے؟''

''چھوڑ کے جانا معمولی بات ہے حمزہ! وہ مجھ سے شادی بھی نہیں کرنا چاہتی۔''

''کیا مطلب؟'' دائم کے الفاظ، حمزہ کا دم ہوا کر گئے۔ ''اسے کیا پرابلم ہے، جو شادی نہیں کرنا چاہتی؟''

''بہت بڑی پرابلم ہے میرے دوست! اور میں تمہیں بتاؤں، اس کی پرابلم کا تعلق براہِ راست تم سے ہے۔''

''مجھ سے.....؟'' حمزہ کی حیرت پہلے سے دوگنا زیادہ ہوگئی۔ ''یہ کیا فضول بول رہے ہو دائم؟ کہیں کافی کے چکر میں کچھ اور پینے تو نہیں بیٹھ گئے؟ بھلا میرا کیا تعلق تمہاری اور سندس کی شادی سے، جس کے نہ ہونے کا الزام مجھ غریب پر آ گیا؟''

''تعلق بہت گہرا ہے حمزہ.....!'' دائم نے نظریں چرالیں۔ ''تم منال سے شادی کیے بنا جاپان جا رہے ہو۔ اگر تم اس وقت نکاح ہی کر لیتے تو میری زندگی سہل ہو جاتی۔ اور سندس کو جو پرابلم ہے، اس کا خاتمہ ہو جاتا۔''

''ہیں؟.....مطلب کیا ہے یار؟'' حمزہ پہلے سے زیادہ ہونق ہو گیا۔ ''اب میرے نکاح کا کیا تعلق نکل آیا سندس کی پرابلم سے؟..... یار! تمہارے حواس کام تو کر رہے ہیں نا؟ یہ کیسی اُلٹی سیدھی ہانک رہے ہو؟'' وہ پریشان ہو رہا تھا۔

''یہ اُلٹی سیدھی نہیں ہے حمزہ! میری زندگی کو وبال بنا دینے والی باتیں ہیں۔ سندس کا خیال ہے، میں تمہاری منال پر دل ہارے بیٹھا ہوں اور منال بھی دل و جان سے فدا ہے مجھ پر۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے حمزہ؟''

دائم نے ڈھکے چھپے انداز میں اصل بات کو کھولا تو حمزہ کا چہرہ تاریک سا ہو گیا۔ پھر وہی دلگیر موضوع سامنے تھا۔ منال کے لکھے کارڈ نے جہاں سچویشن کو کلیئر کیا تھا، وہیں یہ ایک نئی صورتِ حال سامنے چلی آئی تھی۔ اب سندس کو کیا تحفظات تھے، منال کو لے کر؟ وہ کیوں دائم پر الزام رکھ رہی تھی؟ آخر منال کو کیوں بے وجہ اس کی محبت سے نتھی کر رہی تھی؟

اسے لگا، جیسے اس کے دماغ سے دھواں نکلنے لگا ہو۔ دائم نے اس کی خاموشی پر نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ بے حد پریشانی میں مبتلا تھا۔ کافی کا مگ دونوں ہاتھوں میں تھامے اپنے لب کاٹ رہا تھا، یوں جیسے اپنی اذیت کو اس طور کم کرنا چاہتا ہو۔

دائم سنبھل کر بیٹھ گیا۔ چند لمحے چپ رہنے کے بعد بولا۔ ''میری سمجھ میں نہیں آ رہا، میں کیا کروں؟ اپنی صفائی میں کچھ کہتا ہوں تو جھوٹا کہلاتا ہوں۔ سندس کو منانے کی کوشش کرتا ہوں

تو وہ کچھ کہنے نہیں دیتی، اُلٹا اور خفا ہوتی ہے۔ ابھی کچھ دیر پہلے اپنے بھائی کے ساتھ آئی تھی اور بات سلجھانے کے بجائے مزید اُلجھا کر چلی گئی۔ اس نے شامیر کا بھی خیال نہیں کیا۔ وہ بے چارہ بہن کو سمجھانے کی سرتوڑ کوشش کرتا رہا مگر اسے کچھ پلّے نہ پڑا۔ وہ ہر بار یہ کہتی رہی کہ میں اسے چھوڑ کر منال کے پاس چلا جاؤں گا اور یہ کہ حمزہ کی منگنی صرف ایک ڈرامہ ہے۔ منال درحقیقت میری چاہ میں بیٹھی ہے، سندس کے منظر سے ہٹتے ہی وہ موقع سے فائدہ اٹھائے گی اور.....''

''اوہ گاڈ!'' دائم نے دونوں ہاتھوں میں سر ڈال لیا۔ ''آگے اتنی خرافات ہے کہ بس دل جیسے دنیا سے اچاٹ ہو گیا ہو۔ خدا جانے، سندس کے دماغ میں یہ خناس کیوں گھس گیا ہے، وہ تمہارے اور منال کے تعلق پر بھی یقین نہیں کرتی۔''

حمزہ کا دل پہلو میں شور مچانے لگا۔ سر میں درد کا احساس کروٹیں لے رہا تھا، اس کی زخمی نگاہ سامنے بیٹھے دائم کا جائزہ لے رہی تھی۔ وہ بند گلے کی ٹی شرٹ پہنے ہوئے تھا، اس کی جینز بھی ملگجی سی تھی۔ شیو بڑھی ہوئی اور بال بکھرے ہوئے تھے۔ خود کو ہمہ وقت اپ ٹو ڈیٹ رکھنے والا بندہ اس سمے خود سے غافل بیٹھا تھا۔ گویا وہ سچ مچ پریشان تھا اور جو کہہ رہا تھا، وہ سچ تھا۔

حمزہ نے دوست کی ظاہری حالت دیکھ کر خود کو بمشکل سنبھالا، پھر کافی کا کپ پرے کر کے میز پر جھکتے ہوئے بولا۔

''تم کیا چاہتے ہو دائم! میں کیا کروں؟ سندس کے گھر جا کر کیا اسے کنوِنس کروں یا اسے ثبوت دوں کہ باہر جانے سے پہلے میں واقعی منال سے نکاح کر کے جا رہا ہوں؟''

''واٹ.....؟'' دائم اُچھل پڑا۔ ''کیا تم منال سے شادی کر رہے ہو؟''

''شادی نہیں، صرف نکاح۔ رخصتی جاپان سے واپسی پر ہو گی۔ آج امی اور آپا ڈیٹ فائنل کرنے گئی ہیں عرفان کے گھر۔ آپا کا مشورہ تھا کہ مجھے نکاح کے بعد ہی باہر جانا چاہئے۔ سوار کی صلاح میں نے مان لی۔ مجھے پتہ ہوتا کہ سندس، منال کو لے کر خدشات کا شکار ہے تو میں منگنی کی جگہ پہلے ہی نکاح کو ترجیح دیتا۔ مگر دائم! اب بولو، کیا کرنا ہے مجھے؟ کیا میں جا کر سندس کو اپنے نکاح کی اطلاع دوں؟''

''نہیں۔'' دائم کو جیسے کاندھوں پر پڑا بوجھ کم ہوتا محسوس ہوا۔ ''تم اسے نکاح پر انوائٹ کرو۔ موبائل ہے تمہارے پاس؟''

''موبائل تو ہے، مگر نکاح کس دن ہے، میں نہیں جانتا۔ میں نے بتایا ہے نا، امی اور آپا منال کے یہاں گئی ہیں تاریخ طے کرنے۔ ان کی واپسی پر ہی حتمی بات سامنے آئے گی۔ جانے منال کے ابو اس وقت اس نکاح پر رضامند ہوں گے کہ نہیں؟ سب کچھ انہی کی مرضی پر depend کرتا ہے۔ وہ چاہیں گے تو ڈیٹ آج ہی فائنل کر دی جائے گی، ورنہ پھر میری واپسی تک یہ شادی ملتوی کر دی جائے گی۔'' حمزہ نے تفصیل سنائی۔

دائم کی مایوسی میں اضافہ ہو گیا۔ ''اوشٹ.....اگر ایسا ہو گیا تو یہ تاخیر سندس کو انگلینڈ جانے سے روک نہیں سکے گی۔ حمزہ! اگر وہ چلی گئی تو ہمارے تعلق میں دراڑ پڑ جائے گی۔ ایسی دُوری آئے گی، جس کا کوئی انت نہ ہو گا۔''

''ڈونٹ ٹاک رلبش یار! اتنا جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔'' حمزہ نے اسے ڈانٹ دیا۔

''میں جذباتی نہیں ہو رہا حمزہ! بلکہ آنے والے وقت سے خوف زدہ ہوں۔ زندگی کے نشیب و فراز طے کرنے میں انسان ہانپنے لگتا ہے۔ ضروری نہیں کہ ہر موڑ پر ہمارے قدموں تلے زمین سپاٹ اور سیدھی ہو، یہ اونچے نیچے ناہموار رویّے کسی پتھریلی زمین کی طرح ہمارے قدموں تلے زمین کھینچ لیتے ہیں۔ زمین کھنچ جائے تو کون کھڑا رہ سکتا ہے یار؟ مجھے ڈر ہے، سندس کے دماغ سے شک کا پردہ نہ ہٹا تو وہ مجھے ایسی سزا دے گی، جس کا میں اہل نہیں حمزہ! آخر وہ میری محبت کی اصل کو کیوں نہیں سمجھ پاتی؟''

حمزہ چپ سا ہو کر دائم کو تکنے لگا۔ اس کے ماتھے کی سلوٹیں گہری اور آنکھوں میں سوچ کی پرچھائیں تھیں۔ وہ پُرسوچ انداز لئے کچھ دیر دوست کو گھورتا رہا، پھر اچانک اس کے قریب ہو کر بولا۔ ''سندس کو یہ شک کیسے ہوا کہ تم منال سے.....''

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ دائم کے چہرے سے کئی رنگ ایک پل میں گزرے۔ وہ قدرے گھبرا کر بولا۔

''بے کار کی بات مت کرو حمزہ!.....شک کا کیا ہے، وہ کسی کو بھی ہو سکتا ہے۔ سندس مجھ میں حد درجہ انوالو ہے، وہ منال کیا، کسی بھی لڑکے کو لے کر کسی بھی بات پر کھٹک سکتی ہے۔ اور ویسے بھی یہ سوال مجھے پوچھنا چاہئے تم سے، اس دن پٹرول پمپ پر تم بھی شک کا اظہار کر رہے تھے کہ میں منال کو چاہتا ہوں یا نہیں؟ اب تم ہی کہو حمزہ! یہ سوال تم نے مجھ سے کیوں پوچھا تھا؟''

''وہ سوال دراصل آپا کی فضول باتوں کی وجہ سے میرے دماغ میں آیا تھا۔ وہ سمجھتی تھیں، منال تم سے.....اوہ گاڈ!'' حمزہ نے بات پھر ادھوری چھوڑ دی، جھلا کر بولا۔ ''فار گیٹ اِٹ یار! یہ عورتیں جانے کیوں اس قدر ہلکی ہوتی ہیں، دماغ سے کام نہیں لیتیں۔''

''وہ تو ہے، پر میرا کیا قصور تھا حمزہ؟ اپنی آپا کی باتوں پر بھروسہ کر کے تم اپنے ہی دوست سے بدظن ہو گئے اور منہ در منہ اس لڑکی کے بارے میں سوال کرنے لگے جو میرے لئے ایک دوست کی بہن ہے اور دوسرے کی منگیتر ہے۔ بھلا میرا اس لڑکی سے کیا واسطہ ہو سکتا ہے؟ تم نے بھی شک کیا ہے مجھ پر، یہ یاد رکھنا۔'' دائم نے شاکی انداز سے اسے دیکھا۔

''اوفوہ.....!'' حمزہ نے دائم کی آخری بات پر سر جھٹکا۔ ''میں بھی یہی کہہ رہا ہوں یار! کہ میرا قصور بھی نہیں تھا۔ مگر سوال یہ اُٹھتا ہے، آخر سندس کو کیا چیز محتاط کر گئی، جو وہ منال کو لے

کر پریشان ہے؟ تم بتاؤ دائم! آخر سب لوگ تمہاری طرف ہی انگلی اٹھا کر اشارہ کیوں کر رہے ہیں؟ آپا کے بعد سندس دوسرا فریق ہے، جو تم پر اپنے شکوک کا اظہار کر رہی ہے۔ کوئی بات تو ہو گی دائم! there is something in the wind. کوئی بھید تو ہو گا نا، اس اظہار میں؟''

''اوہ تھنگ یار! تم کیوں بے وجہ شک و شبہے میں پڑنے لگے؟ چھوڑو اسے، یہ ایک لمبی بحث ہے۔ فی الحال تم اپنی تحریم آپا کو فون کر کے پوچھو، تمہارے نکاح کی کون سی تاریخ طے ہوئی ہے؟ تاکہ اصل تاریخ معلوم ہوتے ہی تم سندس کو نکاح پر انوائٹ کر سکو۔ دیکھو، مجھے یقین ہے، منال کے جملہ حقوق تمہارے نام لکھے جانے کی یہ خبر سندس کے خدشات کو کم کر دے گی اور شاید دل کا اطمینان اسے انگلینڈ جانے سے روک دے۔'' دائم نے بات کا رخ موڑنے کی حتی الامکان کوشش کی اور خاصی حد تک کامیاب بھی رہا۔

حمزہ، عرفان کے گھر کا نمبر ملانے لگا۔ موبائل کی دوسری ہی بیل پر ارما نے کال ریسیو کر لی۔

''ہیلو.....!'' اس کی آواز حد درجہ کپکپا رہی تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا، جیسے وہ کسی دباؤ کا شکار ہو۔

''کیا بات ہے ارما! سب خیریت تو ہے نا؟'' حمزہ سب بھول کر اس کی خیریت پوچھ بیٹھا۔

''خیریت نہیں ہے، حمزہ بھائی! پلیز، کچھ دیر بعد فون کیجئے گا۔'' وہ رونے لگی۔ حمزہ کی گھبراہٹ عروج پر پہنچ گئی۔

''ارما، پلیز! بات سنو۔ کیا ہوا ہے، مجھے بتاؤ؟''

''میں ابھی کچھ نہیں بتا سکتی۔'' وہ اب کھل کر رو رہی تھی۔

حمزہ کا ماتھا ٹھنکا، کچھ نہ کچھ ضرور تھا، جو ٹھیک نہیں تھا۔ ''سنو ارما! میری بات سنو۔ امی اور آپا گھر پر ہیں یا چلی گئیں؟''

''وہ ادھر ہی ہیں، پلیز! آپ بعد میں بات کیجئے گا۔'' اس نے فون بند کر دیا۔

''اوہ مائی گاڈ.....!'' حمزہ نے موبائل میز پر پٹخ دیا اور دائم کے پوچھنے سے پہلے ہی بولا۔ ''کچھ سیریس بات ہے، دائم؟ ارما رو رہی تھی۔ آپا اور امی اب تلک عرفان کے گھر میں ہیں۔ جانے نکاح کی بات کس رخ پر جا پہنچی ہے؟ ہمیں وہاں جا کر دیکھنا ہو گا۔ مجھے لگتا ہے، کوئی بڑی اُلجھن آ گئی ہے اس بیچ۔ بہتر ہو گا، ہم عرفان کے گھر جا کر اصل صورتِ حال معلوم کریں۔'' حمزہ نے کرسی چھوڑ دی۔

دائم بھی ہڑبڑا کر کھڑا ہو گیا، ہچکچا کر بولا۔ ''ٹھہرو حمزہ! میرا خیال ہے، اس نازک موقع پر میرا وہاں جانا ٹھیک نہیں ہو گا۔ یہ تم لوگوں کا فیملی میٹر ہے، اس طرح کے نجی معاملات میں کسی غیر کا عمل دخل.....''

''اوہ، جسٹ لیو اِٹ یار! عرفان ہم دونوں کا دوست ہے اور دوستی میں سب کچھ نجی ہی

ہوا کرتا ہے۔ سو ہری اپ، ہمیں کسی تاخیر کے بغیر عرفان کے گھر پہنچنا چاہئے۔ کہیں کچھ غلط نہ ہو جائے۔ اب میرا دل گھبرانے لگا ہے یار!'' وہ یہ کہہ کر کافی ہاؤس کے دروازے کی طرف لپکا۔ تب دائم نے مجبور ہو کر اپنی جگہ چھوڑ دی۔ آنے سے پہلے وہ کچھ روپے کافی کے کپ تلے دبانا نہ بھولا تھا۔ اسے اب حمزہ کا ساتھ دینا تھا۔

❁

تہمتیں مجھ پہ آتی رہی ہیں کئی
ایک سے اِک نئی
خوب صورت مگر وہ جو الزام تھا،
وہ ترا نام تھا
دوست جتنے بھی تھے،
آشنا ہو گئے، پارسا ہو گئے
ساتھ میرے جو رُسوا سرِ عام تھا،
وہ ترا نام تھا

آپا کو بے چینی و اضطراب کے ساتھ بار بار پہلو بدلتے دیکھ کر عرفان سے صبر نہ ہو سکا۔ وہ معذرت کر کے اُٹھے اور ارما کے کمرے کی طرف چلے آئے۔ دروازہ کھلا تھا اور امی کی بلند ہوتی سسکیاں ان کے قدموں کو برق رفتاری دے گئیں۔ وہ تقریباً دوڑتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے، جہاں سامنے پلنگ پر امی، ارما سمیت سر پکڑے بیٹھی تھیں اور منال ان کے سامنے بگڑے تیوروں کے ساتھ کھڑی تھی۔ چہرے کا تاثر غصیلا ہونے کے باوجود وہ ہاتھ مسل رہی تھی۔ عرفان کے پلّے نہ پڑا کہ وہ پچھتاوے کا شکار تھی یا بوکھلاہٹ کا؟ وہ کوئی فیصلہ نہ کر سکے۔

''کیا ہوا امی؟'' انہوں نے پہلا سوال ماں سے پوچھا، جو بیٹے کی صورت دیکھتے ہی دھواں دھار رو پڑیں۔

''اوفوہ.....!'' عرفان زِچ ہو گئے۔ ''آخر بات کیا ہے ارما؟ امی کیوں روئے جا رہی ہیں؟'' وہ سوال ارما سے کر رہے تھے مگر ان کی نگاہ منال کا گھیراؤ کر رہی تھی۔ انہیں کچھ کچھ صورتِ حال کا اندازہ ہو چلا تھا، مگر وہ یقین کرتے ڈر رہے تھے۔

''بھائی.....!'' ارما اٹھ کر ان کے پاس آ گئی۔ ''منال آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔''

''کیا.... کیا کہنا چاہتی ہے؟'' انہوں نے مڑ کر منال کو دیکھا۔ ''بولو منال! کیا بات ہے؟''

''تم یہ بات مجھ سے سن لو عرفان! ورنہ جو لفظ تمہاری بہن منہ سے نکالے گی، اسے سن کر تم بے موت مر جاؤ گے۔ ایسی باتیں غیرت مند بھائیوں کے لئے ڈوب مرنے کے مترادف ہوتی ہیں۔'' امی ہلکان ہو رہی تھیں۔

عرفان کا چہرہ ایک پل میں پھیکا پڑ گیا۔ ''ایسی کیا بات ہے امی؟..... اب کیا کہہ دیا

منال نے؟''

''تمہاری بہن شادی کرنے سے انکار کر رہی ہے۔ کہتی ہے، نکاح ہی کرنا ہے تو دائم سے کر دو، حمزہ کا نام بھی مت لینا۔''

''کیا؟'' عرفان کے سر پر جیسے بم پھوٹا۔ وہ بے اختیار منال کی صورت تکنے لگا۔ ''یہ بکواس تم نے کی ہے منال؟'' ان کا انداز پھاڑ کھانے والا تھا۔

منال کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں میچ لیں، زبان کوئی جملہ ادا کرنے کے قابل نہ تھی، وہ کیا جواب دیتی بھائی کو؟

منال ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر سسک اُٹھی۔ جواب میں ایک بھی لفظ نہیں تھا اس کے پاس، بھلا وہ کیا کہتی؟

''ہائے..... یہ کم بخت پیدا ہوتے مر جاتی تو دکھ نہ ہوتا۔ کیوں بوڑھے ماں باپ کے چہروں پر کالک تھوپ رہی ہے؟ اری، کیوں جان جلا رہی ہے ہماری؟ آگ لگے اس محبت کو، تمہاری اس بے غیرتی کو منال۔ ذرا سوچ، کس بے چارے کو پھانس رہی ہے تُو؟ وہ لڑکا منہ بھی نہیں کرتا تمہاری طرف اور تم چلی ہو اس سے شادی کرنے..... ذرا بلاؤ اور کہو کہ آ کر آج بیاہ کر لے تم سے..... دیکھو منال! اگر اس نے انکار کا پتھر تمہارے سر پر نہ مارا تو مجھے اپنی ماں مت کہنا۔'' امی جیسے بین ڈال رہی تھیں، ان کی آہ و زاری بے حد بلند تھی اور وہ سسکیاں ہچکیاں حمزہ کی آپا اور امی تک با آسانی پہنچ سکتی تھیں۔

عرفان نے آگے بڑھ کر ماں کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ ''اللہ کے واسطے، آہستہ بولیے امی! یہ بات اس کمرے کے اندر ہی رہنی چاہئے۔ اگر ان دو عورتوں کے کانوں میں پڑ گئی تو ہم کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہیں رہیں گے۔ پلیز، کچھ تو سمجھ داری کا مظاہرہ کیجئے۔''

''ارے، کیا خاک سمجھ داری برتوں؟ یہ ہے نا، ہمارے گھر کی مہا سمجھ دار۔ آج اس کی سمجھ داری اس گھر کے ہر فرد کو خون کے آنسو رُلا رہی ہے۔ ہائے، میں کیسے صبر کروں عرفان! میرا کلیجہ جل رہا ہے۔''

''امی! پلیز، چپ ہو جائیے۔ میں منال کو سمجھاتی ہوں۔'' ارما نے ماں کے اشک پونچھتے ہوئے انہیں بمشکل سنبھالا دیا۔

لیکن امی کے سنبھلنے سے پہلے ہی منال جیسے جھرجھری لے کر بیدار ہوئی تھی، اس نے نیچے جھک کر تیزی سے فرش پر پڑا پھل کاٹنے والا چاقو اٹھایا اور اپنے اوپر تان کر بے تاثر آواز سے بولی۔

''بند کرو یہ تماشا..... بہت دیکھ لیا میں نے آپ سب کو۔ بہت سن لیں میں نے عزت داری کی باتیں، نہیں ماننا مجھے آپ کا کوئی کہنا۔ میں وہی کروں گی، جو میرا دل کہتا ہے۔ میں دائم کے علاوہ کسی دوسرے سے شادی نہیں کروں گی۔ اگر آپ لوگ میری بات ماننے سے انکار

کریں گے تو میں یہ چاقو اپنے پیٹ میں اتار لوں گی، میں مر جاؤں گی امی!..... مگر آپ کی یا عرفان بھائی کی کسی بات پر ہاں نہیں کہوں گی۔"

"شاباش، منال!" اچانک دروازے کی اوٹ سے ابو کی دھڑکتی آواز سنائی دی۔ سب چونک کر ادھر مُڑ گئے۔ ابو کا بدن کپکپا رہا تھا، آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر رہی تھیں۔ وہ دروازے کی چوکھٹ پکڑے جانے کس حوصلے سے کھڑے تھے۔

"شاباش بیٹا!..... دل خوش کر دیا تم نے..... کیا محبت ہے اور کیا حوصلہ ہے تمہارا۔"

ان کی آواز میں ایسی تڑپ اور بے بسی تھی کہ عرفان بھک کر رو پڑے۔ ادھر امی اور ارما نے بھی چہرے چھپا لئے تھے۔ کمرے میں گونجتی آوازیں نیچے ڈرائنگ روم تک جا پہنچی تھیں اور انہی آوازوں سے گھبرا کر ابو اوپر آئے تھے اور آتے ہی جس صورتِ حال سے واسطہ پڑا تھا، وہ ان کی ہمت و برداشت سے کہیں زیادہ تھی۔ جس بات کا خوف منال کی منگنی نے دُور کر دیا تھا، آج وہی ڈر دوبارہ عود کر آیا تھا اور اس شدت سے سامنے آیا تھا کہ دل و دماغ ہائی ریختر زلزلے کے جھٹکے محسوس کر رہے تھے۔

"ابو! میں کیا کروں؟" منال کی پست روتی آواز ان کے ضبط کا کڑا امتحان لے رہی تھی۔

"تم وہ کرو، جو تمہارا دل چاہتا ہے۔" وہ ٹوٹتے قدموں سے اندر کمرے میں چلے آئے۔ "منال! تم وہی کرو جو تمہیں اپنے لئے بہتر لگتا ہے۔ تم بڑی ہو گئی ہو، خود مختار ہو بیٹا! تمہارے معاملات میں ہم نہیں بولیں گے۔"

"ابو! یہ..... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ابو؟" عرفان بھائی نے بے یقینی سے ان کی طرف دیکھا۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں عرفان!..... منال اس گھر میں سب سے سمجھ دار ہے، وہ اپنا فیصلہ خود کر سکتی ہے۔ اگر اسے حمزہ پسند نہیں تو ٹھیک ہے، وہ انکار کا حق رکھتی ہے بیٹا!"

"ارے..... بڑھاپے میں سٹھیا گئے ہیں کیا؟..... آپ خود ہی لڑکی کو شہہ دینے لگے؟" امی رونا دھونا بھول کر ابو پر چڑھ دوڑیں۔

انہوں نے ہاتھ اٹھا کر انہیں مزید کچھ کہنے سے روک دیا۔ "میں قطعاً شہہ نہیں دے رہا بلکہ حق اور شرع کی بات کہہ رہا ہوں۔ منال اپنے فیصلے میں آزاد ہے۔"

"ابو.....!" منال کے ہاتھ سے چاقو گر گیا۔ وہ بھاگ کر ان کے قدموں میں آ بیٹھی۔ "مجھے معاف کر دیجئے ابو!..... لیکن میں..... میں کیا کروں؟ میرا دل، میرے اختیار میں نہیں رہا۔ میں حمزہ سے شادی نہیں کر سکتی۔ یہ دل اس شادی کے لئے راضی نہیں ہوتا۔ لیکن یہ سب میری کوئی بات سننے کو تیار نہیں ہیں۔ ان کو میرے دل، میرے جذبات کا کوئی احساس نہیں ہے۔ لیکن ابو!..... آپ نے مجھے سمجھ لیا ہے ابو! آپ جان گئے، میری خواہش کیا ہے۔ تھینکس گاڈ! کہ آپ ان سب کی طرح نہیں سوچتے، آپ کا دل ان کی طرح پتھر نہیں ہے۔

آپ کو میری پروا ہے ابو!..... آپ کو میری خواہش، میری آرزو کا احترام ہے۔ آپ میری پروا کرتے ہیں نا؟"

"ہاں..... مجھے بہت پروا ہے تمہاری۔" ابو نے جھک کر اسے اٹھایا اور اپنے مقابل کھڑا کر لیا۔ "میں تمہارے جذبات اور خواہش کی شدت کا اندازہ کر رہا ہوں بیٹا!..... لیکن مجھے پہلے تم سے ایک بات کا جواب چاہئے۔ تم نے ایک وعدہ کیا تھا مجھ سے منال! کیا تمہیں اپنا وعدہ یاد ہے بیٹا؟" ابو کی شفقت اب بھی وہی تھی۔

منال کا رنگ اُڑ گیا۔ "کک..... کون..... کون سا وعدہ.....؟"

"وہی بیٹا! نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں عزت دلانے کا وعدہ۔ تم نے کہا تھا، تم حضور ﷺ تک پہنچنے میں میرا وسیلہ بنو گی؟" وہ رونے لگے۔

منال کا پورا وجود خوف و ہراس میں ڈوب گیا۔ اس کی آنکھوں سے برسات پھر سے شروع ہو گئی۔ "ابو! وہ..... وہ وعدہ نہیں تھا..... مم..... میں نے..... میں نے جھوٹ کہا تھا آپ سے۔ میں نے دھوکا دیا تھا آپ کو۔"

"دھوکا.....؟" ابو کا بدن پوری شدت سے کانپا۔ "نبی آخر الزماں ﷺ کا نام لے کر تم نے مجھے دھوکا دیا تھا منال؟"

"جج..... جی ابو! میں گناہ گار ہوں آپ کی۔ مجھے معاف کر دیجئے۔ پلیز ابو!" وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

"ٹھیک ہے۔" ابو کی آنکھیں شدتِ ضبط سے بند ہو گئیں۔ "میں نے تمہیں معاف کیا منال!"

کمرے میں جیسے سناٹا چھا گیا۔ گھڑی کی ٹک ٹک سبھی کے دلوں کی دھڑکن میں اُترنے لگی۔ وہ سب فق چہرے لئے ابو کا زرد ہوتا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ وہ پل سب کے دلوں میں خوف سا بھرنے لگے تھے۔ جانے وہ ضبط کی کس منزل سے گزر رہے تھے؟

ارما نے سب سے پہلے ہمت مجتمع کی، لپک کر آگے بڑھی اور ان کا بازو تھام کر لرزتی آواز سے بولی۔ "آپ ٹھیک تو ہیں نا ابو؟"

"ہاں..... میں ٹھیک ہوں بیٹا!..... میں بالکل ٹھیک ہوں۔" انہوں نے اپنی آنکھیں کھول کر زخمی نگاہوں سے منال کو دیکھا۔ "منال بیٹا! میں نے اپنے حق کے لئے تمہیں معاف کیا۔ مگر..... مگر تم نے حضور پاک ﷺ کا نام لے کر جو دھوکا دہی کی، اس کی سزا واجب ہے۔ اور وہ سزا میں تمہیں نہیں، خود کو دینا چاہتا ہوں۔ کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے تم سے اتنا ضرور کہوں گا کہ جذبات محبت کے ہوں یا نفرت کے، اگر اعتدال میں ہوں تب ہی کام بنتا ہے۔ جہاں اعتدال نہ ہو، وہاں زوال آ جاتا ہے، تباہی آ جاتی ہے۔ اور ہاں، ایک حقیقت اور ہے منال! سانسوں کا رک جانا موت نہیں ہے بیٹا! انسان کا دل سے اُتر جانا موت ہوتی ہے۔

زندگی سانسوں کے تواتر کا نام نہیں، کسی کے دل میں اُتر جانا زندگی ہے۔ مگر تم.....'' انہوں نے اس بار کڑی نگاہ سے اسے دیکھا۔ ''آج تم میرے دل سے اُتر گئی ہو منال! آج میرے لئے تم مر چکی ہو.....اور جو مر جاتا ہے، اس سے ہر تعلق، واسطہ خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔'' انہوں نے ایک گہرا سانس لیا اور بے بسی سے منال کی طرف دیکھا۔ ''میں نے تم سے بہت محبت کی ہے بیٹا! اسی محبت کی قسم، میں تمہاری محبت پر آج خود کو ٹوٹنے سے روک نہیں سکتا۔ لیکن میں اپنے حضور ﷺ کے سامنے، اُنؐ کی بارگاہ میں جا کر شرمندہ ہونا بھی نہیں چاہتا۔ میں نہیں چاہتا، تمہاری وعدہ خلافی اور دھوکا دہی میرے پاک نبیؐ کے سامنے مجھ سے جواب دہی مانگے۔ مجھ میں اتنا حوصلہ نہیں ہے منال! اس لئے وہ کام جو تم نہیں کر سکیں، میں تمہیں کر کے دکھاتا ہوں۔ شاید تمہاری محبت، تمہارے جذبات کی شدت سے میری محبت زیادہ افضل ہے، جو مجھے پیارے حضور کریم ﷺ سے ہے۔ میں اُنؐ کے نام پر خود کو قربان کرتا ہوں تا کہ روزِ حشر تمہاری کوتاہی کے عوض مجھے کسی کٹہرے میں کھڑا نہ ہونا پڑے۔''

انہوں نے دھیرے سے ارما کی گرفت سے اپنا بازو نکالا اور فروٹ کاٹنے کی چھری اپنے ہاتھ میں لے لی۔ سب کے چہروں کا رنگ ایک ساعت میں بدلا۔ عرفان اور ارما ایک ساتھ ان کی طرف لپکے۔

''نہیں ابو!.....پلیز نہیں، ایسا مت کیجئے۔''

لیکن ابو نے کسی پل کی تاخیر کے بغیر چھری کی تیز دھار سے بائیں کلائی کی رگیں اتنی تیزی سے کاٹیں کہ فرش خون سے سرخ ہو گیا۔ امی کے حواسوں پر بجلی گری، وہ تیورا کر بستر پر اوندھی گر گئیں جبکہ منال سکتے کی سی حالت میں اپنے ابو کی کلائی سے بھل بھل بہتا خون دیکھ رہی تھی۔ اور ادھر ارما اور عرفان روتے ہوئے ان کی کلائی کو دوپٹہ باندھ کر خون بہنے سے روکنے کی ناکام کوشش میں تھے۔ لیکن ان کی وہ کوشش بے سود تھی، خون رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

اسی دم دائم اور حمزہ تیزی سے کمرے میں داخل ہوئے اور وہاں کی مخدوش صورتِ حال نے انہیں فوری طور پر ہراساں کر ڈالا۔ وہ بھاگتے قدموں سے آئے تھے۔ ان کے پیچھے تحریم آپا اور امی بھی تھیں۔

''یہ.....یہ کیا ہو رہا ہے عرفان؟'' دائم کی آواز لرز رہی تھی۔ وہ فوری طور پر ابو کو ٹٹولنے لگا۔

حمزہ کا رنگ فق تھا۔ ابو ٹھنڈے ہو رہے تھے۔ ان کے وجود پر بے ہوشی حاوی ہوتی جا رہی تھی۔ عرفان نے سر اٹھا کر اپنے دوستوں کے پریشان چہرے دیکھے اور کسی پینا ٹائز مریض کی طرح انگلی اٹھا کر منال کی طرف اشارہ کیا۔ یوں جیسے ا ـــ مم گردان رہے ہوں۔

حمزہ اور دائم کی حیران نظریں بیک وقت اس کی طرف اٹھیں۔ وہ اب تلک ابو کے سفید پڑتے چہرے کو دیکھ رہی تھی اور یوں کھڑی تھی، جیسے مر چکی ہو۔

حمزہ کی آنکھیں جلنے لگیں۔ منال کا جامد سراپا اس کے ہر اس سوال کا کھلا جواب تھا جو خدشات کا روپ دھار کر مختلف وقتوں میں اسے کسی سانپ کی طرح ڈسا کرتے تھے۔ آج بھی کافی ہاؤس میں وہ دائم سے ان خدشات کی وضاحت چاہتا تھا، مگر دوست کی آئیں بائیں شائیں نے بات کا رخ بدل ڈالا تھا اور یہ بدلا رخ جس طوفان کو سامنے لے آیا تھا، اسے سہنے کی ہمت کسی میں نہ تھی۔ آپا اور حمزہ کی والدہ خوف میں گھری کھڑی تھیں۔ ان کی نظریں بھی سوالیہ نشان بن کر منال کو گھور رہی تھیں، جبکہ دائم کی نظر قہر بن کر منال پر ٹوٹی تھی۔ اس لڑکی کی جرأت اور انداز نے آج اسے اپنی ہی نظروں میں گرا دیا تھا۔

کتنی بے دید اور بے حیا تھی منال۔ ضد اور ہٹ دھرمی کا انجام نظر کے سامنے تھا، مگر وہ اب تلک اپنے قدموں پر کھڑی تھی۔ صرف اس کی وجہ سے سندس اسے چھوڑ کر جا چکی تھی۔ وہ شامیر کی نگاہ میں مجرم بن بیٹھا تھا۔ حمزہ جیسے پُرخلوص دوست کے سامنے اس کا کردار مشکوک ہو گیا تھا اور عرفان.....وہ نہ جانے کس قطار میں شمار کر رہا تھا؟ دائم کا ضبط کانچ کے نازک ٹکڑوں کی صورت چکنا چور ہو کر بکھرا۔ وہ آگے بڑھا اور اس نے منال کے چہرے پر پوری قوت سے ہاتھ رسید کیا۔ تھپڑ کی گونج ہر دل کو سہما کر رکھ گئی۔ دائم کے ہاتھ میں سنسناہٹ اُتر آئی۔

''آئی ہیٹ یُو.....'' اس کی نفرت حد سے سوا تھی۔ ''آئی ایکسٹریملی ہیٹ یُو۔''

منال کی ہستی ریت کے بھربھرے ڈھیر کی صورت اپنے آپ ڈھے گئی۔ وہ جو ابو کا خون دیکھ کر بھی ساکت و جامد کھڑی تھی، اب اپنے قدموں پر توازن برقرار نہ رکھ پائی تھی، پورے قد سے وہ زمین پر آ گری۔

اس بار اس کا گرنا ویسا ہی تھا، جیسا ابو نے کہا تھا۔ ''کسی کے دل میں اُترنا بندے کی زندگی اور دل سے اُتر جانا موت ہوتا ہے۔'' ان کی وہ بات شاید اب بہتر طور پر سمجھ آئی تھی۔ منال زندہ تھی، مگر سب کے لئے مر چکی تھی!

❀❀❀

پیچھے کتنا رستہ چھوڑا؟
آگے کتنا رستہ ہے؟
سمے کے ساتھ ہی بہتے آئے
سمے کے ساتھ ہی بہنا ہے

حمزہ اور دائم، عرفان کے ہمراہ ابو کو لے کر ہسپتال جا چکے تھے۔ ادھر امی تھیں کہ ہوش میں آنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ حمزہ کی والدہ اور آپا بیگم انہیں ہوش میں لانے کی تدبیریں کر رہی تھیں اور ہر بار ناکام ہو رہی تھیں۔ منال کو البتہ جلدی ہوش آ گیا تھا۔ اب وہ بستر پر پڑی روئے چلے جا رہی تھی۔ دائم نے سب کے درمیان آ کر اس طرح اسے زوردار تھپڑ سے نوازا تھا اور جن لفظوں سے اپنی نفرت کا اظہار کیا تھا، وہ منال کے لئے ڈوب مرنے کو کافی تھے۔ اب بھی دائم سے یکطرفہ محبت کا روگ اگر وہ دل سے لگائے رکھتی تو یہ صریحاً پاگل پن ہوتا۔ وہ لڑکا اسے عبرت ناک جذباتی شکست دے چکا تھا۔ حالانکہ وہ خود منال کی خود ساختہ چاہت کے اظہار سے مات کھائے بیٹھا تھا اور اس بے بسی کا اقرار آپا اور عرفان کے سامنے برملا کر چکا تھا، لیکن آج بننے والی سنگین صورت میں اس کی نفرت، منال کا مزاج ٹھکانے لگا سکتی تھی۔ دائم نے اسی صورتِ حال کی ابتری کا فائدہ اٹھا کر اس لڑکی کے جذبات چکنا چُور کر ڈالے تھے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو منال شاید اس کے راستے سے پھر کبھی نہ پلٹتی۔ اسے یقین تھا، اس کا منال کو سب کی موجودگی میں مارنا اور دھتکارنا اسے خود اس کی نظروں سے گرا دے گا، سو وہ کوشش کامیاب ٹھہری تھی۔ لیکن اس کوشش سے نبرد آزما ہونے میں دائم کا اپنا دل لہولہان ہو گیا تھا۔

وہ اچھی طرح جانتا تھا، منال کی محبت یکطرفہ سہی، مگر اپنی حیثیت میں مضبوط تھی۔ وہ اس کی چاہت دل میں چھپائے ان بھول بھلیوں میں نکل آئی تھی، جن میں پڑ کر کبھی منزل نہیں ملتی۔ منال پانی کا وہ ریلہ بن گئی تھی، جو پتھریلی زمین پر بہہ نکلے تو کسی ایک رستے پر نہیں بلکہ کئی سمتوں پر بہتا ہے اور وہ تمام رخ راستے کی درست سمت کھو دیا کرتے ہیں، سو وہ بھی راستہ بھول بیٹھی تھی۔

دائم اس کی منزل نہیں تھا، پھر بھی وہ اپنے جذبات میں اُلجھ کر کئی بار اس کی طرف بڑھی تھی

اور اب نتیجہ سب کے سامنے تھا۔ وہ دائم ہی نہیں، حمزہ کی چاہت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھی تھی۔ اسے اپنی دیوانگی کا کچھ خمیازہ تو بھگتنا ہی تھا۔

ادھر حمزہ ساری صورتِ حال ہر زاویے سے جانچ چکا تھا۔ منال کی یکطرفہ محبت کی کہانی میں اسے دائم کی اصل پوزیشن کا احساس ہو گیا تھا۔ وہ یہ بھی جان گیا تھا کہ سب کے درمیان منال کے رخسار پر چانٹا مارنے والا درحقیقت اپنی خفت کو کم کر رہا تھا۔ اس نے منال کو سبق دینے کی بظاہر کامیاب کوشش کی تھی مگر پھر بھی یہ طے تھا، منال اپنی محبت کے سمندر میں تنہا ڈوبی تھی، سو بچانے کی ہمت کون کرتا؟ چاہت کا یکطرفہ سمندر اپنے آپ اسے نگل چکا تھا۔ اگر وہ اُبھر کر سطح پر آ بھی جاتی تو کسی کو کیا پروا تھی؟ کم سے کم حمزہ کو تو بالکل نہیں تھی۔ آج کے واقعے کے بعد اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ منال سے اپنا راستہ الگ کر لے گا کہ ایسی بے وفا لڑکی سے محبت کی توقع رکھنا عبث تھا۔

❁

ڈاکٹرز کی توجہ اور انتھک کوشش کے بعد بالآخر ابو کو ہوش آ گیا۔ انہیں مکمل طور پر طبّی امداد دی جا چکی تھی، پھر بھی خون بہہ جانے کی وجہ سے وہ بے حد کمزوری محسوس کر رہے تھے۔ ڈاکٹرز نے عرفان کو فوری طور پر خون کا بندوبست کرنے کے لئے کہا، تب پہلا Blood Bag دائم کے خون سے بھرا تھا، جس کا بلڈ گروپ، ان کے خون سے میچ کر گیا تھا۔ جس لڑکی نے اپنے باپ کو اس حالت میں مبتلا کیا تھا، اسی لڑکی کی چاہت ان کی جان بچانے میں مدد دے رہی تھی۔ یہ بہت انوکھی بات تھی۔ عرفان نہ چاہ کر بھی اس خیال سے پیچھا چھڑا نہیں پا رہے تھے۔ وہ دائم کے شکر گزار تھے، مگر اشکوں کی بہتات انہیں کچھ بھی کہنے نہ دے رہی تھی۔ دکھ، ملال اور شرمندگی کے عذاب نے انہیں بے حال کر رکھا تھا۔ وہ اپنے آپ میں نہ رہے تھے۔

''حوصلہ کرو عرفان! سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' دائم دوستانہ گرمجوشی سے انہیں بازو میں سمیٹے دلاسہ دے رہا تھا۔

حمزہ پر خاموشی طاری تھی۔ اتنا کچھ ہو جانے کے بعد بھی وہ اب تک شاکڈ کنڈیشن میں تھا۔ منال کسی قدر معنی رکھتی تھی اس کی زندگی میں..... لیکن آج وہ اپنی ساری اہمیت کھو چکی تھی۔ حمزہ کو اپنے جذبات پر شرمندگی محسوس ہو رہی تھی، جو دل کی گہرائی سے وہ منال کے لئے محسوس کرتا تھا۔ کیا اس کی چاہت اتنی بے وقعت تھی کہ اس کی نگاہوں میں دھول جھونکنے کا سبب بنتی رہی؟ کیا اس لڑکی کو ایک بار بھی اس پر ترس نہ آیا تھا، جو اس کے نام کی انگوٹھی اپنے ہاتھ میں سجا کر بھی اسی ہاتھ کی ریکھاؤں میں دائم کا نام تلاش کرتی رہی؟ اور لطف یہ تھا کہ دائم اس تلاش سے باخبر بھی تھا۔

''او گاڈ! کیا میری [illegible] سے پہلے ہی دائم کو پتہ تھا کہ منال اس کی [illegible]

کیا دائم اس جذباتی کیفیت سے واقف تھا، جو منال کے دل میں طوفان اٹھائے رکھتی تھی؟.....کیا وہ لڑکا، وہ نگاہیں پہچانتا تھا، جن میں ہر لمحہ اسی کا عکس جھلملایا کرتا تھا؟

کیا تحریم آپا کے سارے خدشات درست تھے؟

کیا واقعی منال کی محبت بلاشرکت غیرے دائم کے لئے تھی؟

حمزہ کو گزرے وقت کی بازگشت اپنے ہر سوال کا جواب دے رہی تھی۔ اسے اب احساس ہو رہا تھا کہ منال کا رویہ پل پل بدلتا کیوں رہتا تھا؟ منگنی کے دن دائم کے دُور کھڑے ہونے پر چوٹ کرنا اور اسے حمزہ کی دوستی کا واسطہ دے کر قریب آنے پر مجبور کرنا، منال کی دیدہ دلیری کی واضح مثال تھی۔ آپا یونہی تو نہیں کھٹکی تھیں اس سے۔

''اللہ!.....میری بہن، مجھے اندھی کھائی میں گرنے سے روکتی رہی، مگر میں.....میں نے انہیں ہی جھوٹا قرار دیا تھا۔ میں نے منال کی بے وفائی کو مانے بغیر ہی اپنی آپا سے انتہا درجے کی بدتمیزی کی۔ کیا کچھ نہ کہا تھا انہیں۔ لیکن وہ مجھے پھر بھی سمجھاتی رہیں، میری محبت کی سچائی دیکھ کر وہ منال کی غلطیوں کو معاف کر کے مجھے اس کے قریب کرنے کی کوشش کرتی رہیں۔

''اوہ میرے خدا.....!'' حمزہ نے اپنا سر پکڑ لیا۔ ''میں اپنی بہن سے نظر ملانے کے قابل بھی نہ رہا۔ ''کتنا درست کہتی تھیں آپا۔ منال، دائم کو چاہتی ہے، حمزہ! دال میں کچھ کالا ہے۔ وہ لڑکی تمہیں دھوکا دے رہی ہے، وہ تمہیں نہیں، دائم کو پسند کرتی ہے، یہ یاد رکھنا۔''

آپا کی صدائیں جیسے ذہن کی دیواروں سے ٹکرا کر اس کے اندر شور اُٹھا رہی تھیں۔ وہ یکدم بے چین ہو کر اٹھ گیا۔ اس کی بے قراری اس قدر اضطراری اور اذیت بھری تھی کہ عرفان، دائم سے ہاتھ چھڑا کر اس کے قریب آ گئے۔

''کیا ہوا حمزہ.....؟''

''میں کیا بتاؤں، عرفان.....؟'' حمزہ کی آنکھیں بھر آئیں۔ ''منال نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا، اس لڑکی نے میرے وجود کو آگ لگا دی ہے۔''

عرفان کی نظریں جھک گئیں، ان کے پاس دوست کے شکووں کا کوئی جواب نہیں تھا۔ سچ ہی تو کہہ رہا تھا حمزہ۔ منال نے اس کی محبت کو، اس سے جڑے اپنے نازک سے رشتے کو تماشا بنا ڈالا تھا۔ اس نے سب سے زیادہ دشمنی ابو کے ساتھ نبھائی تھی، جو اپنے حضور ﷺ سے شرمندہ ہونے کی خاطر ایک بڑا قدم اٹھانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ ان کی بیٹی نے وعدہ خلافی کی تھی۔ یہ وہ جرم تھا، جس پر منال کو پھانسی دے دی جاتی تو وہ بھی کم تھا۔ وہ حضور ﷺ کی گناہگار تھی۔ مر جاتی تو اچھا ہوتا۔

''ٹیک اِٹ ایزی، حمزہ!'' دائم اس کی فق رنگت دیکھ کر خود بھی قریب آ گیا۔ ''خود کو سنبھالو میرے دوست! یہ وقت بہت جلد گزر جائے گا۔ پھر دیکھنا، ہر رشتہ اپنی جگہ واضح اور مضبوط نظر

آئے گا، پھر زندگی میں کوئی مشکل نہیں رہے گی۔''

''آئی سے، شٹ اپ، یُو آر۔'' حمزہ نے زہرخند انداز میں چلّا کر اس کا ہاتھ جھٹکا۔ ''دوستی کے نام پر دھوکا دیا ہے تم نے دائم! مجھے ان ساری باتوں کی سچائی سے دُور رکھا ہے، جو میرے سوا ہر شخص جانتا تھا۔ تم نے اپنے دل کی بات مجھ سے چھپائے رکھی ہے دائم! تم نے اور عرفان نے مل کر ایک گھناؤنا کھیل کھیلا ہے۔ زندگی کی مشکلات وہ نہیں ہیں، دائم! جو منال نے اپنے رویّے سے مجھ پر تھوپی ہیں بلکہ وہ ہیں، جنہیں تم دونوں دوستوں نے دانستہ چھپائے رکھا۔ اس معاملے میں شاید میں عرفان کو معاف کر دوں کہ وہ منال کا بھائی ہے اور ایک بھائی ہونے کے ناتے بہن کی عزت اچھالنے سے ڈرتا رہا۔ وہ بے غیرت بن کر مجھ سے یہ سب نہیں کہہ سکتا تھا، مگر تم.....'' حمزہ نے نفرت سے انگلی اٹھا کر دائم کو Point out کیا۔ ''تم نے کیا سلوک کیا مجھ سے؟.....میرے بار بار پوچھنے پر بھی تم نے منفی جواب دے کر منال کے اصل کو مجھ سے چھپانے کی کوشش کی۔ تم نے خود اپنے آپ کو مجرم بنا کر کبھی میرے سامنے پیش نہیں کیا، اُلٹا اپنی چرب زبانی سے ہر معاملے سے بری الذمہ ہوتے رہے۔ دائم! تم قصوروار ہو، تم مجرم ہو دوست کے۔ خطاوار ہو اور سزا کے حقدار بھی ہو۔ اچھا ہوا سندس تمہیں چھوڑ کر چلی گئی۔ اچھا ہوا وہ تمہارے دل کے اندر چھپی گندگی کو پہچان گئی۔ تم اسی رویّے کے مستحق ہو دائم! منال کی محبت سے ہار کر بھی تم نے اس کے منہ پر چانٹا مارا اور سب کے درمیان آئی ہیٹ یُو کا نعرہ لگا کے خود کو صاف بچا لے گئے۔ کتنے قابلِ نفرت ہو تم، شیم آن یُو دائم! اینڈ ناؤ آئی ہیٹ یُو۔''

حمزہ کا غصہ حد سے سوا تھا۔ وہ بے دریغ بول رہا تھا۔ ''تم سے اچھی منال ہے دائم! لڑکی ہو کر بھی جس نے اپنے جذبات چھپانے کی کوشش نہیں کی۔ مجرم ہو کر بھی اس نے برملا اپنے جرم کا اقرار کیا، مگر تم.....تم سب کے سامنے اسے مار پیٹ کر خود کو چھپا لے گئے۔ مگر نہیں، تم چھپ نہیں سکو گے دائم! تم میری نظر سے چھپ نہیں سکو گے۔'' حمزہ نے طیش میں آ کر اس کا گریبان پکڑ لیا۔ ''تم نے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا؟ بتاؤ دائم! کیوں چھپنے کی کوشش کی مجھ سے؟ جب سب تمہارے بارے میں سب کچھ جانتے تھے تو پھر تم نے مجھے اندھیرے میں کیوں رکھا؟ کسی بزدل بھگوڑے دشمن کی طرح میری پیٹھ پیچھے وار کیا۔ میرے دل میں خنجر گھونپا تم نے۔ کیوں دائم! جواب دو.....؟'' وہ جیسے دانت پیس کر پوچھ رہا تھا۔

دائم کی حالت ابتر تھی۔ حمزہ کی بدگمانی اس کا چہرہ لٹھے کی طرح سفید کر گئی۔ اس نے بپھرے ہوئے دوست سے اپنا گریبان چھڑانے کی کوشش نہ کی۔ وہ بس نظریں جھکائے کھڑا تھا، صرف اس کے لب کانپ رہے تھے۔ شاید وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر بے بسی کا احساس اسے کچھ بولنے نہ دے رہا تھا۔ ایسے میں عرفان نے آگے آ کر حمزہ کے ہاتھ سے اس کا گریبان کھینچا اور اسے گھسیٹ کر پرے کرتے ہوئے بولے۔

''تمہارے سوالوں کا جواب میں دوں گا حمزہ!.....دائم گناہ گار نہیں ہے، وہ سچا اور کھرا

آدمی ہے، میں تمہارے سامنے اس کی سچائی کی قسم کھاتا ہوں، اس نے منال کو چاہنے کی غلطی نہیں کی، نہ اس لڑکی کا حوصلہ بڑھانے کے لئے اس کی کسی کمزوری سے فائدہ اٹھایا ہے۔ منال کے سر پر دائم کی محبت کا یکطرفہ بھوت سوار تھا۔ وہ گھر کے ہر فرد کو ٹینشن دے رہی تھی۔ مگر دائم میرے گھر کی صورتِ حال سے بے خبر تھا حمزہ! وہ صرف ان باتوں سے آگہی رکھتا تھا، جو منال نے اپنی بے اختیاری میں اس کے سامنے کہیں یا اپنے رویّے کی نادانی سے اس پر جتائیں۔ یہ دائم کی بڑائی ہے کہ اس نے منال کے معاملے کو مجھ پر کھول دیا۔ اس نے ایسا صرف تمہاری خاطر کیا تھا حمزہ! کیونکہ وہ تمہیں دھوکا دینا نہیں چاہتا تھا اور نہ ہی سندس کے ساتھ کسی بے وفائی کا مرتکب ہونا چاہتا تھا۔ حمزہ! یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ دائم، سندس کو کتنا چاہتا ہے۔ اس کی شادی نہ ہونے کی اصل وجہ منال تھی، جس نے اپنی باتوں کے اظہار سے دائم کو اتنا پریشرائز کیا کہ وہ ڈپریسڈ ہو کر ایکسیڈنٹ کروا بیٹھا۔ میں تمہیں کیسے بتاؤں حمزہ! میری چھوٹی بہن نے ہمارے دوست کا جینا حرام کر دیا تھا۔ وہ اسے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں دے رہی تھی۔"

"یہ سب بکواس ہے عرفان! تم بلاوجہ دائم کی سائیڈ لے رہے ہو۔ یہ مجھ سے برداشت نہیں ہوگا۔ کیونکہ اب میری آنکھوں سے سارے پردے ہٹ چکے ہیں۔" حمزہ نے عرفان کی ساری صفائی کو لمحوں میں رد کر ڈالا۔

لیکن عرفان نے سختی سے اسے جھٹکا دے کر اپنی طرف موڑ لیا اور درشتگی سے بولے۔

"تمہاری آنکھیں ابھی وہ نہیں دیکھ رہی ہیں، جو سچ ہے۔ تم اصل کہانی سے باخبر نہیں ہو حمزہ! بہتر ہوگا، پہلے یہ کہانی سن لو۔ گو کہ یہ داستان سنانا میرے لئے ڈوب مرنے کے مترادف ہوگا، مگر میں دائم کی پوزیشن کو خراب نہیں ہونے دوں گا۔ میری بہن کی غلطی اس کے کھاتے میں نہیں لکھی جائے گی۔ دائم درحقیقت کہاں قصوروار ہے، یہ فیصلہ تم کرو گے حمزہ! ساری باتیں جان لینے کے بعد تم دائم کو گناہ گار ثابت کر دو گے تو ہم اسے قبول کر لیں گے۔ مگر خدارا، پہلے اصل حقائق جان لو، میں نہیں چاہتا، ہماری پُرخلوص دوستی شک اور نفرت کی آگ میں جل کر راکھ ہو جائے۔ پلیز حمزہ! تمہیں یہ ساری باتیں کڑوا گھونٹ سمجھ کر پینی ہی پڑیں گی۔ تمہیں وہ سب سننا پڑے گا، جو اصل سچ ہے۔"

حمزہ ساکت کھڑا تھا۔ تب عرفان نے پگھلتی آواز میں اوّل تا آخر ساری حقیقت کہہ سنائی۔ منال کے جذبات، دائم کا جوابی ردعمل، آپا کا کھٹکنا، سندس کی بے قراری اور شک کا اظہار، دائم کی ظاہری حالت اور فکرمندی، انہوں نے من وعن کہہ ڈالا۔ منال کی پُرجوش محبت کے جواب میں دائم کی موجودہ بدلتی حالت کو بھی حمزہ سے چھپانے کی کوئی کوشش نہ کی۔ وہ پوری ایمانداری سے اسے ہر سچ سے باخبر کر دینا چاہتے تھے۔ حمزہ دم بخود کھڑا تھا۔ عرفان کی باتیں اس کی آنکھوں سے بدظنی کی چادر اُتار گئی تھیں۔ اب ہر حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح تھی۔ وہ بے حال ہو کر ہسپتال کے کاریڈور میں پڑے بنچ پر سر پکڑ کر بیٹھ چکا تھا۔ عرفان اس کے برابر جا

بیٹھے جبکہ دائم اب تلک کسی مجرم کی طرح دیوار سے لگا کھڑا تھا۔ اس کی نگاہ اب تلک زمیں بوس تھی۔ وہ یوں کھڑا تھا، جیسے حمزہ کی طرف سے سنائی جانے والی سزا کا منتظر ہو۔

دائم کو اپنی غلطی کا احساس تھا۔ وہ سچ مچ منال کی اندھی محبت سے ہار گیا تھا۔ یہ غلطی بے شک بہت بڑی تھی، مگر اس نے اس غلطی سے کوئی فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی تھی کیونکہ وہ سندس ہی کا نہیں، حمزہ کا بھی وفادار تھا۔ اسے عرفان سے دوستی اور اس کی عزت و آبرو کا بھی پاس تھا۔ وہ کسی کمزور لمحے کا اسیر بننا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے خود کو حمزہ کی آپا اور اپنے دوست عرفان کے سامنے کسی کھلی کتاب کی صورت رکھ دیا تھا تاکہ آنے والا وقت اسے مجرم ثابت نہ کر سکے۔

ادھر حمزہ کا معاملہ یکسر جدا تھا۔ منال اس کی منگیتر تھی، اس کے جذبوں کی امین تھی، اس کے باوجود اس سے وفادار نہیں تھی۔ جبکہ دائم نے دوستی میں تھوڑی بے وفائی سے کام لیا تھا اور اس تھوڑی سی بے وفائی پر حمزہ اسے سزا دینے کا پورا اختیار رکھتا تھا اور یہی حق فی الوقت اسے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر رہا تھا۔

عرفان کی نظر حمزہ کے چہرے پر لگی تھی۔ ساری کہانی کہہ سنانے کے بعد بھی وہ بے سکون تھے۔ حمزہ کی خاموشی انہیں بے حد گراں گزر رہی تھی۔ پھر جانے کتنے لمحے بیت گئے۔ ہسپتال کے گھڑیال نے اپنے پنڈولم کے ذریعے رات کے گیارہ بجنے کا اعلان کیا تو حمزہ نے چونک کر سر اُٹھایا۔ اس کی نظر فوری طور پر دیوار سے ٹیک لگائے دائم پر پڑی، جس کا چہرہ ستا ہوا اور وجود مضمحل تھا۔ تب دوسری نظر اس نے اپنے پہلو میں بیٹھے عرفان پر ڈالی، جو سر جھکائے پشیمان حالت میں کسی بت کی طرح ساکت بیٹھے تھے۔ حمزہ کے لبوں پر خود بخود مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"عرفان! تم نے کہا تھا، ساری بات سننے کے بعد میں جو بھی فیصلہ کروں، وہ ٹھنڈے دل و دماغ سے کروں۔ سو میرے دوست! میں وہ فیصلہ کر چکا ہوں۔ دائم سے یکطرفہ محبت اور اس کے نتیجے میں بے وفائی کرنے پر میں منال کو اپنا مجرم قرار دیتا ہوں اور آج تمہارے روبرو بیٹھ کر منال سے اپنی منگنی کو توڑتا ہوں۔ مجھے یہ کچا بندھن قبول نہیں ہے۔"

عرفان کا رنگ زرد پڑ گیا۔ ادھر دائم نے چونک کر حمزہ کو دیکھا۔ وہ حد درجہ سنجیدہ نظر آ رہا تھا اور اس کی توجہ مکمل طور پر عرفان کی طرف تھی، جو بجھے دل سے کہہ رہے تھے۔

"تمہارا فیصلہ صائب ہے حمزہ! منال اس کی حق دار ہے۔ اس کی یہی سزا ہونی چاہئے۔"

"ٹھہرو عرفان!..... ابھی میری بات ختم نہیں ہوئی۔" حمزہ نے ہاتھ اٹھا کر انہیں مزید کہنے سے روکا۔ "منال اس سے زیادہ کی حق دار ہے۔ میں اسے کسی قیمت پر معاف نہیں کر سکتا۔ وہ تمہاری بہن ہے، یہ حقیقت اپنی جگہ سہی لیکن میں منال کو اس کی بے وفائی کی سزا ضرور دوں گا۔"

''تم اس کے لئے آزاد ہو حمزہ! میں تمہیں کسی سزا سے نہیں روکوں گا۔'' عرفان کی آواز لرز رہی تھی۔

''تھینکس۔ تم واقعی بے مثال دوست ہو۔'' حمزہ نے ان کے تعاون پر فوراً شکریہ ادا کیا۔

''اور سنو، منال کے لئے میری سزا یہ ہے کہ وہ لڑکی اگر چاہے تو اب بھی اپنا رشتہ مجھ سے جوڑ سکتی ہے۔ مگر اس بار وہ رشتہ منگنی کا نہیں، نکاح کا ہونا چاہئے۔ میں اب عمر قید کی سزا دینا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے، میری محبت کا عملی مظاہرہ منال کو میرا بنا کر رہے گا۔ وہ یقیناً مجھ سے محبت کرے گی۔''

''واٹ؟'' عرفان اپنی جگہ سے یوں اٹھے جیسے کسی بچھو نے ڈنک مارا ہو۔ ''یہ..... یہ تم..... یہ تم کیا کہہ رہے ہو حمزہ؟'' ان کی حیرت انتہا پر تھی۔

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں یار! اگر تمہاری بہن، دائم کی محبت سے دستبردار ہو کر میری ہونے پر راضی ہے تو میں فوری طور پر نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ ہاں، دائم کو اجازت ہے وہ جب چاہے سندس کے پاس جا سکتا ہے۔ میں اسے اپنے معاملات سے باعزت بری کرتا ہوں۔ وہ مجرم ضرور ہے، مگر اس کا جرم اس کے اختیار کو بے اختیاری میں بدل گیا تھا۔ پھر بھی وہ ثابت قدم رہا، اس نے منال کی کسی جذباتی کوتاہی کو اس کی رسوائی کا سبب بننے نہ دیا اور یہی بات میری نظر میں دائم کو معتبر کر دیتی ہے۔ ہماری دوستی آج کے بعد کسی شک کی آگ میں نہیں جلے گی اور نہ ہی میں تمہیں کوئی دکھ دینا چاہوں گا۔ عرفان! منال کی حماقتوں میں تمہارا کوئی دوش نہیں۔ تم دونوں اس کی خاطر بہت اذیت اٹھا چکے ہو۔ سو اب یہ باب بند کر کے ہمیں اس خلوص اور اتفاق پر لوٹ آنا چاہئے، جو ہماری دوستی کا خاصا ہے۔ مجھے تم دونوں اپنی دوستی سمیت عزیز ہو اور میں اس دوستی کی تجدید چاہتا ہوں۔''

''او حمزہ! یو آر ریئلی گریٹ۔'' دائم لپک کر آگے بڑھ آیا۔ اس نے پُرجوش انداز میں حمزہ کو اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا۔ ''تمہاری عظمت نے اس دل کو اپنا غلام بنا لیا ہے یار!''

کتنا عالی ظرف تھا حمزہ۔ کتنا بڑا دل تھا اس کے پاس۔ منال کی حماقت اور بے وفائی کے باوجود اس نے کسی کو دکھ دینا گوارہ نہ کیا، بلکہ سارے اُلجھے معاملات کو نہایت بردباری سے سلجھا دیا تھا۔ عرفان بے حد خوش تھے اور شاید بے تحاشا شرمسار بھی۔ ان کی جذباتی حالت حد درجہ مضروب تھی، جسے بھانپ کر دائم نے انہیں بھی حمزہ سمیت سینے سے لگا لیا۔ وہ خود بھی آبدیدہ تھا۔ ہاسپٹل میں تعینات نائٹ اسٹاف ان کی اس جذباتیت پر چپکے چپکے مسکرا رہا تھا۔ مگر کوئی نہیں جانتا تھا، آج ان تینوں دوستوں کی دوستی نے ایک طویل خلیج پار کی تھی۔

❁

عرصۂ خواب میں رہنا ہے کہ لوٹ آنا ہے
فیصلہ کرنے کی اس بار ہے باری اس کی

کچھ دن گزرنے کے بعد گھر کے حالات اپنے روٹین کے مطابق چل نکلے تھے۔ منال سے ناراضگی کا سلسلہ جاری تھا۔ امی، ارما اور عرفان تینوں ہی اس سے بات چیت سے گریز کر رہے تھے۔ یہ قطع تعلقی ابو کے کڑے ردعمل کا نتیجہ تھی۔ وہ منال کی بے حیائی، خودغرضی اور ہٹ دھرمی سے زیادہ وعدے کی پاسداری نہ کرنے پر ٹوٹے تھے۔ انہیں منال سے اس گناہ کی توقع ہرگز نہ تھی۔ لیکن منال نے انہیں بے حد مایوس کیا تھا۔ ان جیسا تہجد گزار اور صاحبِ ایمان بندہ، بیٹی کی اس بے ایمانی کو سہہ نہ پایا تھا۔ سو انہوں نے آخرت کی رسوائی سے بچنے کے لئے دنیا کی رسوائی مول لے لی تھی۔ وہ حضور پاک ﷺ کی عظمت اور نام کی پاسداری پر جان لٹا دینے کو فوقیت دے بیٹھے تھے کہ یہی آسرا انہیں آخرت میں سرخرو اور کامیاب کر سکتا تھا۔ ان کا انتہائی قدم گھر کے ہر فرد پر قیامت بن کے ٹوٹا تھا۔ منال کی گستاخی کی سزا وہ خود اپنے آپ کو دے بیٹھیں گے، ایسا کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ ان کا وہ غیر متوقع عمل سب سے زیادہ ارما کے حواس لے اُڑا تھا۔ اس گھر میں صرف منال غلطی پر نہیں تھی، وہ خود بھی بدنامی کے راستے پر گامزن تھی۔ اس نے شامیر سے محبت کا جرم کیا تھا، وہ بھی کسی کے علم میں لائے بغیر۔ یہ محبت اس گھر میں گناہ تھی، وبال تھی بلکہ قیامت کے مترادف تھی۔

منال کی چاہت گو کہ یکطرفہ تھی اور دائم بظاہر کہیں انوالو دکھائی نہیں دیتا تھا مگر درحقیقت آگ دونوں طرف برابر لگی ہوئی تھی۔ ادھر ارما، شامیر کے لئے جس قدر جذباتی تھی، شامیر اپنے تئیں اس سے کہیں زیادہ ارما کے لئے ایموشنل تھا۔ محبت کا طویل راستہ بے حد رازداری سے طے کرنے والی ارما اب ابو کے انتہائی قدم اٹھا لینے کے بعد جیسے اوسان کھو بیٹھی تھی۔ ابو اپنی اولاد اور اس کے عمل کے نتیجے میں اس قدر دل برداشتہ تھے کہ خود کو سزا دینے بیٹھ گئے تھے۔ ارما جیسے کسی بلاخیز طوفان میں گھر گئی تھی۔ اب دھڑکتے دل کے ساتھ وہ زندگی میں آنے والے دنوں کی بابت غور و خوض کرنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ اسے خود سے زیادہ شامیر کی فکر تھی۔ وہ اس کے لئے جتنا سنجیدہ تھا، وہ سنجیدگی ارما کو کوئی بھی فائنل فیصلہ کرنے نہیں دے رہی تھی۔ محبت کی شاہراہ پر ساتھ چلتے وہ دونوں بہت دُور تک نکل آئے تھے۔ اب واپسی کا رِمحال تھی۔ لیکن ابو کی عزت، ان کی انا اور ان کی پدرانہ شفقت، ارما کے بڑھتے قدموں کو روک رہی تھی۔ اسے اپنے اور شامیر کے لئے نہیں صرف اور صرف اپنے ابو کے لئے کوئی فیصلہ کرنا تھا۔

وہ اچھی طرح جانتی تھی، منال کی ضد اور اس کا ہر فیصلہ اس گھر کے لوگوں نے ماننے سے صاف انکار کر دیا تھا کیونکہ وہ حمزہ کی امانت تھی۔ اس کی ماں اور بہن کو زبان دی گئی تھی مگر اب منال، حمزہ کی رہی بھی تھی کہ نہیں، وہ بالکل نہیں جانتی تھی۔ اس دن امی کے ہوش میں آنے کے بعد، ان کی حالت کے سنبھلتے ہی آپا اور اس کی والدہ مزید کوئی بات کیے بنا اپنے گھر لوٹ گئی تھیں۔ ان کی موجودگی میں گھر کے اندر جو ڈرامہ رچا تھا، وہ اپنے انجام میں بے حد سنجیدہ اور قابلِ غور ہو گیا تھا۔ ابو منال کی باتوں سن دل برداشتہ ہو کر جان کی بازی لگا دیں گے، ایسی

ہولناک بات کسی کے ذہن میں کہاں آسکتی تھی؟ وہ دونوں ماں بیٹی خوف زدہ ہی نہیں، بے حد پریشان بھی تھیں۔ وہ جو منال اور حمزہ کے نکاح کی تاریخ فائنل کرنے آئی تھیں، اپنی عزت و وقار کو بمشکل سنبھال کر گھر لوٹی تھیں، منال نے انہیں اپنی برادری میں منہ دکھانے لائق کہاں چھوڑا تھا۔ حمزہ کی منگیتر اس کے دیرینہ دوست کو چاہتی تھی۔ یہ خبر ان کے خاندانی وقار کو مٹی میں ملانے کے لئے کافی تھی۔ اور حمزہ کی والدہ ایسی کسی خبر کا حصہ بننا نہیں چاہتی تھیں۔ انہوں نے منال سے حمزہ کی منگنی توڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ انہیں گھر کی بہو کے طور پر ایسی کسی لڑکی کی ضرورت نہیں تھی، جو لوگوں کی اُٹھتی اُنگلیوں کی زد پر ہو۔ جس کے لئے کسی کی نگاہ میں کوئی احترام نہ بچا ہو۔ ایسی لڑکی، جو باپ کی زندگی داؤ پر لگا چکی ہو، ان کے خاندان کے لئے بھی کلنک ثابت ہو سکتی تھی۔

ارما، منال بننا نہیں چاہتی تھی۔ ایسی بے غیرتی اور بے عزتی سے موت بہتر تھی۔ اس نے بڑی سوچ بچار کے بعد ایک حتمی فیصلہ کیا تھا اور اس فیصلے کو کرنے کے بعد دل میں اُٹھتے درد کے باوجود بے حد ہلکی پھلکی ہو گئی تھی۔ اب اسے شامیر سے ملنا تھا، آخری بار تاکہ اسے اپنا حتمی فیصلہ سنا کر اس کی راہوں سے اپنے راستے کو جدا کر لے، اسے محبت کا الزام منظور نہیں تھا۔

بیل مسلسل ہو رہی تھی مگر دوسری طرف کوئی فون اٹھانے نہیں آیا تھا۔ ارما کا دم خشک ہو رہا تھا۔ وہ یہ سارا کام منال کی غیر موجودگی میں کرنے کی خواہش مند تھی۔ سو یہ وقت بہترین تھا۔ منال واش روم میں تھی۔ غسل کرنے میں اسے خاصا وقت لگتا تھا، سو موقع غنیمت جان کر ارما نے شامیر کا نمبر ملایا تھا مگر شامیر جانے کیوں اس کی کال ریسیو نہیں کر رہا تھا۔

''اُف، کہاں چلے گئے آپ؟'' اس نے جھنجلا کر دوبارہ، سہ بارہ ری ڈائل کیا، مگر ہر بار ایک سی صورتِ حال سے واسطہ پڑا تھا۔ ارما نے اس بار آخری کال کہہ کر نمبر دوبارہ ملایا تو خوش قسمتی سے فون اٹھا لیا گیا۔ دوسری طرف کوئی لڑکی تھی، جس کی کوئل کی کوک جیسی آواز نے ارما کو تھوڑا نروس کر دیا۔

''شامیر صاحب سے بات ہو سکتی ہے؟''

''جی.....لیکن آپ کون؟'' دوسری طرف فوری سوال کیا گیا۔ مخاطب کا لہجہ تجسس سے بھرپور تھا۔

''میں.....ان کی دوست ہوں۔'' ارما کا انداز محتاط تھا۔

دوسری طرف نقرئی گھنٹیوں جیسی ہنسی اُبھری۔ ''یہ دوست بے نام ہے کیا؟ اپنا نام تو بتائیے میڈم! میں بھیا کو جا کر کیا کہوں؟''

''اوہ.....'' ارما کو جیسے جھٹکا لگا۔ ''آپ شامیر کی سسٹر بول رہی ہیں؟''

''جی، میں سندس ہوں۔ سندس ذکاء الدین۔'' اس نے پورا نام بتایا تو ارما پر جیسے پہاڑ ٹوٹ پڑا۔

''کک.....کیا کہا آپ نے؟''

''میں نے کہا، میں سندس ہوں۔ آپ کے دوست کی چھوٹی اور اکلوتی بہن۔'' اِدھر سے وضاحت کی گئی۔

''اوہ مائی گاڈ.....!'' ارما کا وجود سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں سرتاپا شرابور ہو گیا۔ ''کیا آپ عمارہ کی کزن ہیں؟''

''عمارہ۔ اوہ نو، شی از مائی فرینڈ۔ لیکن آپ عمارہ کو کیسے جانتی ہیں؟'' وہ کچھ ٹھٹکی۔

ارما نے بہ مشکل اوسان سنبھالے۔ ''میں عمارہ سے مل چکی ہوں، آپ کے بھائی کے توسط سے۔''

''اوہ! پھر تو بہت کچھ جانتی ہوں گی آپ ہماری فیملی کے بارے میں۔ بائے داوے، بھیا سے آپ کی دوستی کس حوالے سے کاؤنٹ کی جا سکتی ہے؟ صرف دوست یا پھر.....'' اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

ارما کی سٹی گم ہو گئی۔ گھبرا کر بولی۔ ''آپ کسی حوالے سے مجھے مت لیجئے، شامیر میرے بڑے بھائی کے دوست ہیں۔ میں بھیا کا میسج پاس آن کرنا چاہتی تھی۔''

''بھیا کا میسج؟'' اس بار حیران ہونے کی باری سندس کی تھی۔ ''لیکن ابھی آپ نے کہا کہ آپ خود میر بھائی کی دوست ہیں۔ پھر اپنا بیان کیوں بدل رہی ہیں؟''

''کس کا فون ہے سندس؟'' بیک گراؤنڈ سے ارما نے شامیر کو کہتے سنا تو ارما نے کھٹ سے موبائل آف کر دیا۔

سندس کے سامنے اس کا نام شامیر کے منہ سے نکل جاتا تو وہ لڑکی اسے پہچان سکتی تھی۔ اور اب ارما کو اس پہچان سے دُور رہنا تھا۔ سندس شامیر کی چھوٹی بہن ہے؟.....او میرے خدا! یہ کیا ہو گیا؟.....ابھی اور کتنے امتحان باقی ہیں؟'' وہ سر پکڑے بیٹھی تھی۔ سندس، دائم کی منگیتر ہے اور دائم کا منال کے ساتھ افیئر ہے.....اُف اللہ! اب میں کیا کروں؟ اگر شامیر کو پتہ چل گیا کہ اس کی چہیتی بہن کی زندگی کو تباہ و برباد کرنے والی میری بہن منال ہے تو.....اوہ.....وہ میرا کیا حشر کرے گا؟

ارما کا دل بند ہونے لگا تھا۔ ہاتھ پاؤں لرزنے لگے اور بدن یوں ٹھنڈا پڑ گیا، جیسے وہ ننگے پاؤں گلیشیر پر کھڑی ہو۔ یہ کیسی قیامت آ گئی میری زندگی میں۔ یہ کیسے رشتے بن گئے اچانک۔ شامیر اور میں، منال اور دائم.....اور.....اور سندس.....اسے کون سی پارٹی میں شامل کروں؟ وہ لڑکی تو دونوں طرف اپنی حیثیت مسلّم رکھتی ہے۔ وہ شامیر کی بہن اور دائم کی منگیتر ہے۔ ہائے میرے اللہ! اس سے پہلے کہ کوئی تباہی مزید اس گھر کی طرف بڑھے، مجھے اپنے فیصلے پر جلد از جلد عمل پیرا ہو جانا چاہئے۔ ورنہ.....ورنہ لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ میں کیا کروں خدایا! تُو ہی کوئی راستہ سمجھا دے۔ تُو ہی مدد کر اللہ!'' وہ بے آواز رونے لگی۔

مارے پریشانی کے اس کی حالت غیر تھی۔ ٹھنڈے پسینے آ رہے تھے۔ دل تھا کہ آج ہوا کے دوش پر سوار ہو گیا تھا۔ پھر بھی تیز ترین دھڑکن بند ہونے کی تمنائی تھی۔ ہر لمحہ اسے جیسے سولی پر لٹکائے دے رہا تھا۔

ہاں، مجھے کچھ کرنا ہوگا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ شامیر کو کسی نئے جھوٹ میں اُلجھانا ہوگا۔ اور وہ جھوٹ ہوگا۔ محبت کا کھیل، جو میں اس سے کھیلتے رہنے کا بہانہ کرتی رہی ہوں۔ مجھے اس لڑکے کے روبرو یہ جھوٹا اقرار کرنا ہوگا کہ میں اسے نہیں چاہتی۔ اس سے گفتگو، میل جول اور گھنٹوں فون پر گپ شپ کرنا سب کا سب اس کھیل کا حصہ ہے۔ اور اب اس کھیل سے میں اُکتا چکی ہوں۔ سو شامیر کو بھی اپنا وقت برباد نہیں کرنا چاہئے۔

''ہاں، یہ ٹھیک ہے۔ مجھے ایسا ہی ڈرامہ رچانا ہوگا۔'' ارما کی آنکھیں جل تھل ہو گئیں۔ وہ دل کے خلاف جا کر فیصلہ کر رہی تھی اور یہ فیصلہ بدلتا وقت اور ابو کی زندگی کروا رہی تھی۔ وہ منال کی طرح انہیں خود سے بدظن کرنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ ابو کی نظروں سے گر جاتی تو یقیناً مر جاتی۔ ارما کو ایسی ذلت بھری موت کسی طور گوارہ نہ تھی۔ اس سے بہتر شامیر سے تعلق توڑ لینا تھا۔

منال، باتھ روم سے نکل آئی تھی۔ اب وہ اپنے گیلے بال سلجھانے میں مصروف تھی۔ ارما فوراً کمرے سے نکل آئی۔ سیل فون اب تلک اس کی مٹھی میں دبا تھا۔ وہ سیدھی ٹیرس پر چلی آئی۔ دھوپ میں شدت آ گئی تھی۔ ابو کو ہسپتال کھانا بھجوانا تھا، سو امی کچن میں مصروف تھیں۔ منال کے ٹیرس پر آنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ سو اس نے احتیاطاً اِدھر اُدھر دیکھ کر اطمینان کیا، پھر شامیر کا نمبر ملا ڈالا۔ بیل ہونے لگی اور اگلے ہی پل اس نے رابطہ بحال کر دیا۔

''ہیلو، کیا بات ہے ارما! کال ملا کر بھی بات نہیں کی تم نے؟''

''ہائے، میں کیا کہوں؟'' وہ اس کی بھاری آواز کان میں پڑتے ہی اُچھل پڑی۔ دل جیسے سینے سے باہر آنے کو بے تاب ہو گیا۔ اس نے گھبرا کر موبائل دوبارہ آف کر دیا۔ پہلے مجھے خود کو سنبھالنا ہوگا۔ مجھے شامیر کے سامنے کمزور ثابت نہیں ہونا ہے۔ وہ لمبے لمبے سانس لینے لگی۔ جب ہی موبائل کی اسکرین، شامیر کے نام سے روشن ہو گئی۔ اس بار کال اس کی طرف سے آئی تھی۔ ارما نے بے حد احتیاط سے موبائل آن کیا اور خاصے خشک لہجے میں ہیلو کہہ کر اپنے ہونے کی اطلاع دی۔ وہ اس کی آواز سنتے ہی شکوے پر اُتر آیا۔

''یہ کیا ہے ارما!..... مین نے ہیلو کہا تو تم نے فون ڈس کنکٹ کر دیا۔ یہ کیا آنکھ مچولی کھیل رہی ہو یار؟''

''آنکھ مچولی آپ کھیل رہے ہیں شامیر! آنے کا کہا اور آئے نہیں۔'' اس نے بات بدل دی۔

''سوری ارما!..... دراصل گھر میں کافی ٹینشن چل رہی ہے۔ سو دھیان تمہاری طرف ہونے کے باوجود نہ نکال سکا۔ سمجھو زندگی کا ہر پل آج کل انگاروں پر گزر رہا ہے۔'' اس کے

لہجے میں تھکاوٹ تھی۔

ارما کا دل مچل اٹھا۔ دانستہ بولی۔ ''کیوں، کیا ہوا؟''

''کیا بتاؤں یار! میری بہن کی جھڑپ ہو گئی ہے اپنے منگیتر کے ساتھ۔ اب وہ روٹھ کر انگلینڈ جانا چاہتی ہے۔ اس کا وہ فیصلہ کسی کے مفاد میں نہیں، سو میں اسے مناتے تھک چکا ہوں مگر وہ باز نہیں آ رہی۔ بے چارہ دائم..... میرا مطلب ہے، سندس کا منگیتر الگ پریشان ہے۔ وہ فون پر سندس سے مسلسل رابطہ کرنے کی کوشش میں ہے مگر سندس کی وہی ضد ہے۔ اس سے بات کرتی ہے نہ اسے کچھ کہنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔ سچ کہوں تو مجھے بے چارے دائم پر ترس آ رہا ہے۔ بے چارہ ایک دوسری لڑکی کی ڈھٹائی پر اپنی من چاہی منگیتر سے بے نقط سن رہا ہے۔ وہ بے وفا نہیں ہے، مگر میری بہن اُسے اپنی محبت کا مجرم گردان رہی ہے۔''

''اوہ!..... کیا آپ کی بہن کے منگیتر کا نام دائم مصطفیٰ ہے؟'' ارما نے دبے لفظوں سے پوچھ کر گویا دل کا ڈر نکالنا چاہا، جسے شامیر کی ہاں نے پہلے سے کئی گنا بڑھا دیا۔

''ہاں۔ وہ دائم مصطفیٰ ہے۔ میں نے تمہیں بتایا تھا نا، وہ میرے ڈیڈی کے دوست کا بیٹا ہے۔''

''اوہ!'' ارما کا وجود آگ میں جھلسنے لگا۔ شامیر نے اس کے خدشے کی تصدیق کر دی تھی۔ اب اسے آپ بھی منال کی محبت کا کچھ خراج ادا کرنا تھا۔ سو بے دلی کے ساتھ اس نے شامیر سے ملاقات پر اصرار کیا، جسے فوری مان لیا گیا۔

''میں وقت پر پہنچ جاؤں گا، ارما! آج میں بھی چند باتیں تم سے کرنا چاہتا ہوں۔ تم تھوڑا وقت نکال کر آنا۔ واپسی میں دیر ہو سکتی ہے۔'' وہ اس کا خیال کر رہا تھا۔ ارما کے دل میں کانٹے چبھ گئے۔ وہ آنکھوں کی نمی پلکوں پر روک کر بولی۔

''میں جلدی آ جاؤں گی۔ آپ فکر مت کیجئے۔''

''اور ہاں، تم ٹھیک تو ہو نا؟'' اس بار وہ اُس کی رندھی آواز پر کچھ چونکا تھا۔ ارما کے اشک اپنے آپ بہہ نکلے مگر قدرے مضبوطی سے بولی۔

''میں ہشاش بشاش ہوں۔ آپ نے یہ سوال کیوں کیا شامیر؟''

''یونہی، مجھے لگا جیسے دل کا درد چھپا کر تم روٹین کی بات کر رہی ہو۔ جیسے کچھ چھپا رہی ہو مجھ سے۔'' وہ جان گیا تھا۔

''نہیں..... بالکل غلط لگا آپ کو۔ میں بھلا کیا چھپاؤں گی آپ سے۔'' اس نے بمشکل اپنی سسکی کو روکا۔

''اوکے، پھر ملتے ہیں۔'' شامیر نے فون بند کر دیا۔

ارما ضبط نہ کر سکی۔ اب وہ ٹیرس کی دیوار سے لگ کر رو رہی تھی۔

سفر تنہا نہیں کرتے
سنو، ایسا نہیں کرتے
جسے شفاف رکھنا ہو
اسے میلا نہیں کرتے

حمزہ اپنی امی اور آپا کی زبانی عرفان کے گھر والی حیرت انگیز صورتِ حال کی کہانی سن چکا تھا۔ منال کی دیدہ دلیری اور دائم سے شادی کی خواہش کا سن کر شرم سے اس کا سر بھی جھک گیا تھا، مگر عرفان کی خاطر اسے وہ فیصلہ کرنا تھا، جو دائم کی مشکلات کا بھی حل ٹھہرتا۔

اگر حمزہ، منال سے تعلق جوڑے رکھتا تو سندس، دائم کی طرف پلٹ سکتی تھی اور عرفان کے گھر کی خوشیاں بھی سلامت رہتیں۔ لیکن دوسری طرف منگنی ٹوٹ جانے سے کتنے افسانے لوگوں کی زبان پر آسکتے تھے، جن کی وضاحت کرنا نہ حمزہ کی فیملی کے لئے ممکن ہوتا اور نہ ہی منال کے گھر والے کوئی سولڈ ریزن دے پاتے۔ صرف ایک لڑکی کے کیے کی سزا سب کو بھگتنی پڑتی جو کہ اچھی بات نہیں تھی۔ حمزہ کو حوصلہ اور ظرف بڑا کر کے فیصلہ کرنا تھا۔ وہ انہی سوچوں میں اُلجھا خاموش بیٹھا تھا، جب ماں کی جھنجلائی آواز نے اسے ٹوکا تھا۔

''حمزہ! اب تم کیا سوچنے لگے؟ میں جو کہہ رہی ہوں، تم سن رہے ہو ناں؟ میں تمہاری اور منال کی منگنی توڑنے کی بات کر رہی ہوں۔ اگر تمہیں کوئی اعتراض ہے تو ابھی کہہ دو۔ بعد میں اس موضوع کو لے کر میں تمہیں ایک لفظ کہنے کی اجازت نہیں دوں گی۔''

''اجازت کی بات تب آئے گی، جب آپ اپنے فیصلے پر عملدرآمد کریں گی۔ اور میرا خیال ہے، امی! شاید اس کی نوبت نہ آئے۔''

وہ ہنس کے بولا تو آپا چونک کر اس کی جانب متوجہ ہوگئیں جبکہ امی کا ماتھا سلوٹوں سے بھر گیا۔

''تمہارا مطلب کیا ہے حمزہ؟ میں کچھ سمجھی نہیں۔''

''میں آپ کو سمجھانے ہی بیٹھا ہوں امی! اصل بات یہ ہے کہ میں منال سے منگنی توڑنا نہیں چاہتا۔ یہ رشتہ برقرار رہنا چاہئے۔''

''کیا مطلب؟'' وہ تڑپ کر اُٹھ گئیں۔ ''تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے نا؟ جو لڑکی سرے سے وفادار ہی نہیں، وہ تم سے شادی کیا نبھائے گی؟ اور اگر نبھا بھی لے تو کیا ضمانت تمہیں خوش بھی رکھ سکے گی؟ ارے وہ لڑکی بہت خودغرض ہے حمزہ! ایسی لڑکیاں منہ کالا کرتی ہیں، ان سے شادی کر کے گھر نہیں بسائے جاتے۔''

''امی پلیز!'' حمزہ نے بے حد ناگواری سے انہیں ٹوکا۔ ''منال کے لئے اتنے گندے لفظ استعمال مت کیجئے۔ مجھ سے سہا نہیں جائے گا۔ آپ جانتی ہیں، وہ اس گھر کی عزت ہے۔''

''ارے بھاڑ میں گئی عزت۔ جو خود کسی تعظیم کے لائق نہ ہو، وہ کسی کی عزت کیا بنے گی؟

تمہیں بہت ہمدردی ہو رہی ہے منال سے۔ وہ ایک کرپٹ لڑکی ہے، کیا تم اپنے دوست کی محبوبہ سے شادی کر سکتے ہو حمزہ؟''

''وہ دائم کی محبوبہ نہیں ہے امی! یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔'' اس کا لہجہ گرم تھا۔

امی نے پروا نہیں کی، کلس کر بولیں۔ ''کچھ تو شرم کرو حمزہ! وہ لڑکی کسی لحاظ مروّت کے بغیر بھائی کے سامنے دائم سے شادی کی خواہش کا اظہار کر رہی تھی۔ تمہاری منگیتر ہو کر بھی اس نے پرائے مرد کا خواب دیکھا اور اسے حاصل کرنے کے لئے اتنی بے شرمی کا مظاہرہ کیا کہ باپ تک سے سہا نہ جا سکا۔ انہوں نے اپنے ہی ہاتھ سے اپنی جان لینے کی کوشش کی۔ ایسی بے غیرت اور آوارہ لڑکی کو تم ہماری بہو بنانا چاہتے ہو؟''

''فار گاڈ سیک، امی!..... میں ایک لفظ بھی مزید سن نہیں پاؤں گا۔ آپ اپنی زبان خراب مت کیجئے اور پلیز موضوع بدل ڈالئے۔''

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ اس کا لہجہ اتنا درشت اور کاٹ دار تھا کہ امی کے لبوں پر تالے پڑ گئے۔ لیکن تحریم بلبلا اُٹھیں۔ ''بس، بہت ہو گیا حمزہ! بہت سن لی تمہاری بکواس۔ کیوں موضوع بدلیں ہم؟ پہلے وہ زبانیں بند کرواؤ جو زہر اُگلنے پر آمادہ ہیں۔ جو منال کی شان میں وہ کہانیاں گھڑ رہی ہیں، جنہیں سننے کے لئے ایک نئی ساعت لانی پڑے گی۔ خبردار، امی سے اس لہجے میں۔ میں تمہاری بدتمیزی اور اس طور کی گئی بدتہذیبی کو بالکل برداشت نہیں کروں گی۔''

''ریلیکس ڈاؤن، آپا! میں نے امی سے کوئی بدتمیزی نہیں کی بلکہ انہیں منال کے لئے غلط زبان بولنے سے روکا ہے۔ کیا یہ بدتہذیبی نہیں ہے؟ کیا کسی شریف لڑکی کے لئے ایسی رکیک زبان بولنا اچھا لگتا ہے آپ کو؟''

''آئی سے شٹ اپ حمزہ! سال کو شریف کہہ کر خود کو گالی مت دو۔ وہ جو کر چکی ہے اور آئندہ کرنے والی ہے، وہ کام ایک عام سی گھریلو لڑکی کے بس کی بات نہیں ہے۔ بے غیرتی اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑی ہوتی ہے۔''

''اوہ جسٹ اسٹاپ اِٹ آپا!'' وہ اس بار حلق کے بل پر چیخا تھا۔ انگلی اٹھا کر بولا۔ ''بس اب ایک لفظ اور نہیں۔ میں منال کے لئے اچھی یا بری کوئی بات نہیں سنوں گا۔ اور آپ یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجئے آپا!''

''تم..... تم یہ مجھ سے کہہ رہے ہو حمزہ؟ وہ بھی اس لہجے میں؟''

''ہاں!'' وہ منہ بنا کر بولا۔ ''اور آپ کو کہے دے رہا ہوں، منال سے شادی کرنے پر جب مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے تو آپ دونوں اس کے خلاف محاذ کھولے کیوں بیٹھی ہیں۔ میں نے مانا، وہ دائم میں Intrested تھی، مگر اب نہیں ہے۔ جو بات ہو چکی، اسے سانپ کی لکیر سمجھ کر پیٹنے سے فائدہ؟ جو ہو چکا، وہ ہو چکا آپا! ہمیں اب آگے کی طرف دیکھنا چاہئے۔ آنے والے وقت میں منال کی وفاداری کس کے ساتھ ہوگی، یہ امی کے ساتھ آپ بھی اپنی آنکھوں

سے دیکھیں گی۔ وہ لڑکی میری محبت کا دم بھرے گی۔ یہ میرا وعدہ ہے آپ سے۔'' وہ جیسے Insist کر رہا تھا۔

'' بکواس بند کرو حمزہ! تم اتنے گستاخ کب سے ہو گئے؟ یہ..... یہ تم نہیں ہو۔ پتہ نہیں تمہیں اندھی کھائی میں گرنے کا کیوں شوق ہو رہا ہے۔ ارے بیٹا! آنکھوں دیکھی مکھی کون نگلتا ہے؟'' امی کے آنسو نکل آئے۔ وہ حمزہ کی ضد پر سچ مچ پریشان ہو گئی تھیں۔

''امی!'' حمزہ نے ان کی بگڑتی حالت اور لرزتے وجود کو دیکھ کر خود کو سنبھالا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر صوفے پر بٹھاتا ہوا بولا۔ ''میں جو کہہ رہا ہوں، بہت سوچ سمجھ کر کہہ رہا ہوں۔ یہ فیصلہ جلد بازی کا نتیجہ ہے، نہ میں جذباتیت سے کام لے رہا ہوں۔ مجھ سے منال نے بے وفائی کی۔ میں اس امر سے منکر نہیں، مگر اس لڑکی کی حماقت کی سزا اس کی فیملی کو کیوں دی جائے؟ آپ ذرا اس کے ابو کا حال دیکھئے، وہ اپنی جان دینے پر تل گئے تھے۔ اس کی امی کو دیکھئے، جنہیں ہوش نہیں آ رہا اور خود منال..... دیکھا تھا نا آپ نے اس لڑکی کو۔ کس قدر خوف زدہ اور بے یقین تھی وہ۔ کیا آپ کو اس پر ذرا ترس نہیں آیا امی؟ حالانکہ وہ قابلِ رحم ہے۔ پلیز امی! اسے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ اسے صرف ایک اچھے ساتھی کی ضرورت ہے، جو اسے محبت سے زندگی کی اونچ نیچ سکھا سکے، جو اس کے جذبات کو سمجھے، اس سے محبت کرے اور اسے خود پر اعتبار کرنا سکھائے۔ میں یہ کام کروں گا امی! منال مجھ سے منسوب ہے تو میرا فرض بنتا ہے کہ میں اس کی غلطی پر سزا دینے کے بجائے اسے سمجھاؤں، کھرے کھوٹے کا فرق بتاؤں۔ اسے یہ احساس دلاؤں کہ درحقیقت محبت ہوتی کیا ہے اور یہ کہ محبت کسی بھی رشتے میں ڈھل کر کتنی مقدس اور اہم ہو جاتی ہے۔ میں اس سے نکاح کرنا چاہتا ہوں امی! وہ بھی کل شام سے پہلے۔ آپ کو میری خاطر یہ فریضہ انجام دینا ہو گا۔ پلیز امی.....!''

''تم..... تم یقیناً پاگل ہو گئے ہو حمزہ! منال کے گندے کرتوت معلوم ہو جانے کے بعد بھی خدا جانے وہ کون سا جادو ہے، جو تمہارے سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ تم اتنے بے غیرت کیسے ہو سکتے ہو حمزہ! کہ اس لڑکی کو اب بھی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتے ہو، جو تمہاری محبت کو ذرا سی اہمیت نہیں دیتی۔ جس نے منگنی تم سے کی اور شادی کسی دوسرے سے کرنے کی خواہش مند ہے۔ حد ہے بے حیائی کی، مگر تم..... تم آنکھوں پر پٹی باندھے بیٹھے ہو اور اب بھی اسی لڑکی پر فدا ہو۔''

امی نے سر پکڑ کے رونا شروع کر دیا۔ تب آیا اس کے پاس آ گئیں۔ اسے تھام کر بے حد نرمی سے بولیں۔ ''دیکھو حمزہ!..... یہ فیصلہ اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہے ہو۔ منال کی حیثیت اب وہ نہیں ہے، جو تم سے منگنی کے بعد تھی۔ اپنے برے کرموں کے نتیجے میں اب وہ ایک الگ حیثیت رکھتی ہے۔ وہ اس مقام پر کھڑی ہے، جہاں لوگوں کی لعن طعن اور نفرت بھری نظر انسان کو جینے نہیں دیتی۔ منال کو اس کا محبوب سب کی موجودگی میں دھتکار گیا ہے۔ دائم کا

بھرپور تھپڑ یہ بات ثابت کر چکا ہے کہ اسے منال جیسی بے غیرت لڑکی سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا۔ وہ اسے اپنانے سے قاصر ہے۔ کیا تمہیں دائم کے فیصلے سے کوئی سبق حاصل نہیں ہوا۔ حمزہ! وہ لڑکی جو تمہارے دوست سے محبت کی دعویدار تھی، وہی دوست سب کے سامنے کیسے ٹھوکر مار کر ایک نفرت کے ساتھ وہاں سے چلا آیا۔ کیا تمہیں اس لڑکی سے تعلق بنانا اچھا لگتا ہے؟ حمزہ جو تمہارے دوست کی نفرت سہہ کر زندوں میں رہے نہ مُردوں میں۔'' وہ ایک لمحے کو رک کر پھر بولیں۔

''بولو حمزہ!..... خدا کے لئے سوچو، کیا تمہارا یہ فیصلہ ٹھیک ہے؟ کیا وہ درست ہے جو تم کرنے جا رہے ہو؟''

''میں نے سب سوچ لیا ہے آپا! زندگی میری ہے اور مجھے جینی ہے، اس لئے آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ شادی کے بعد بھی اگر منال ہ سدھری تو سارا خسارہ میرے حصے میں آئے گا اور اس کے لئے میں آپ کو یا امی کو کوئی دوش نہیں دوں گا، یہ نکاح ہو کر رہے گا۔''

''ٹھیک ہے۔'' امی نے چمکتی آنکھوں سے اسے گھورا۔ ''اگر یہ تمہارا فیصلہ ہے تو اب میرا فیصلہ بھی سن لو حمزہ! میں تمہارے نکاح میں شریک نہیں ہوؤں گی۔ کیونکہ منال کو بہو ماننا میری توہین ہو گی۔''

''او کے!'' حمزہ نے بڑے سکون سے ماں کو دیکھا۔ ''مجھے آپ کا فیصلہ منظور ہے۔ میں آپ کو ناراض کر کے یہ شادی نہیں کروں گا۔ لیکن اگر میں جاپان چلا گیا تو لوٹ کر واپس نہیں آؤں گا۔ یہ دھمکی نہیں ہے امی! اور نہ ہی آپ کو ایموشنل بلیک میل کر رہا ہوں۔ یہ میرے دل کی صدا ہے، جسے سننے اور ماننے کا میں حق رکھتا ہوں اور اس کے لئے مجبور ہوں۔''

''حمزہ.....!'' آپا نے گھبرا کر اسے دیکھا۔ ''بیٹا! کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ کیوں اپنی ماں کی بد دعا لینا چاہتے ہو؟''

''میں کیا کروں آپا؟..... جب آپ دونوں کو میری کوئی بات سمجھ نہیں آ رہی تو میں کیا کروں؟ میری شادی صرف منال سے ہو گی، یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔ اور اگر شادی ناکام ہو گئی تو قصوروار میں ہوں گا اور اگر نبھ گئی تو تب بھی فائدہ میری ذات کو ہے۔ میں آپ سے کوئی شکوہ شکایت کرنے نہیں آؤں گا، آپا!..... یہ شادی ایک جواء ہے۔ پلیز آپا! مجھے اس بازی کو کھیل لینے دیجئے۔ میں کسی لڑکی کو اپنا نام دے کر چھیننا نہیں چاہتا۔ منال نے جو کیا، وہ اس کا فعل تھا لیکن اب وہ ایسا کچھ نہیں کرے گی، یہ میرا یقین ہے۔ آپ میرے یقین کو آزما کر دیکھ لیجئے۔ ایک بار بھروسہ کر لیجئے مجھ پر۔ میں عمر بھر آپ کا احسان مند رہوں گا آپا! میں دوبارہ کوئی ضد نہیں کروں گا۔'' وہ زچ ہو کر رہ گیا۔

آپا گم صم ہو کر ایک ٹک اسے گھورنے لگیں۔ امی کی غصیلی نظر حمزہ پر منڈلا رہی تھی۔ وہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہی تھیں، لیکن مجبور تھیں۔ چھوٹے بیٹے کی ضد کے آگے ہتھیار ڈالنے

کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ آنسو پونچھنے لگیں۔ تب آپا نے ایک گہری سانس لے کر خود کو سنبھالا اور حمزہ کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

''میرے لئے کل شام کی فلائٹ بک کرا دینا۔ میں واپس شارجہ جا رہی ہوں کیونکہ جو ذلت تم اٹھانے کے خواہش مند ہو، وہ مجھ سے سہی نہیں جائے گی۔''

حمزہ نے کاندھے اچکا دیئے اور انہیں دیکھے بنا کمرے سے نکلنے کو تھا کہ ماں کی ڈولتی صدا نے اسے رکنے پر مجبور کیا تھا۔ ''حمزہ! تحریم اگر خفا ہو کر اس گھر سے چلی گئی تو میں بھی اس کے ساتھ جاؤں گی۔ شادی کروانی ہے تو بہن کو روٹھنے مت دینا، یہ تمہیں میری نصیحت ہے۔''

''کیا کروں میں آپ کی نصیحت کا، آپا!..... سمجھ دار ہو کر بھی بچوں جیسی ضد کریں گی تو میں کیا کر سکتا ہوں؟ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ میں اس گھر سے چلا جاؤں۔ بولیے امی! یہ منظور ہے تو میں اپنا سامان باندھوں؟''

''فضول مت بولو۔'' امی نے اسے جھڑک دیا۔ ''بہن کو منانے کے بجائے تم گھر چھوڑنے پر تل گئے۔ شاباش حمزہ! وہ لڑکی ابھی اس گھر میں آئی نہیں اور تم نے اپنے رنگ ڈھنگ دکھانے شروع کر دیئے۔ واقعی بیٹا! بیوی آتی ہے تو لڑکے یونہی بدل جایا کرتے ہیں۔ لیکن تم..... تم اس کے آنے سے پہلے ہی تیور دکھانے لگے ہو۔''

''How Disgusting'' اُس نے جھلا کر کشن اٹھا کر فرش پر پٹخ دیا۔ ''یہاں ہر بات میں ایک نیا فساد پڑ جاتا ہے۔ آخر کس سے کہوں میں اپنے دل کی بات؟ جب میری ماں بہن ہی مجھے سمجھ نہیں پا رہیں تو باہر سے کون میرے دکھ بانٹنے آئے گا؟ اس گھر کو چھوڑوں تو مشکل ہے، نہ چھوڑوں تو آپ کی خفگی میری زندگی بوجھل کر رہی ہے۔ آخر کروں کیا؟ کیا اس گھر میں مجھے سانس لینے کی آزادی دیں گی آپ دونوں؟''

''ہاں۔'' آپا کا انداز طنز سے بھرپور تھا۔ ''تمہیں سانس کھل کر آتی رہے، اسی لئے میں شارجہ جا رہی ہوں۔ میں نے کہا تھا نا، حمزہ! منال کے لئے میرا بھرم مت توڑنا۔ اسے فوقیت مت دینا، مجھ پر۔ مگر تم اس لڑکی کو وقت سے بہت پہلے ہی میرے سر پر مسلط کر رہے ہو۔ تمہیں اپنے کہے لفظوں کا پاس بھی نہیں رہا، حالانکہ تم نے کہا تھا ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ کہا تھا نا تم نے؟''

''ہاں، کہا تھا میں نے۔'' حمزہ نے تھوڑا خود کو نرم کر لیا۔ ''یہ کہا تھا آپا! کہ ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ میں اپنے الفاظ پر آج بھی قائم ہوں۔ مگر آپ بھی میری مجبوری سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ منال سے شادی کرنے کا فیصلہ کھلے دل و دماغ سے کیا ہے میں نے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں، میں ایک ایسی لڑکی سے شادی کی بات کر رہا ہوں، جو نہ صرف بے وفا ہے بلکہ اس کی بے وفائی اس کے گھر کے لوگوں کے ساتھ ساتھ میرے حصے میں بھی آئی ہے۔ لیکن آپا!..... وہ جیسی بھی ہے، مجھے اس کا رشتہ منظور ہے۔ اسے اپنے سانچے میں ڈھالنا اب میرا کام ہے۔ اسے اپنے قریب لانا میرا عمل ہوگا۔ آپ فکر مت کیجئے، میں ہمیشہ اس کی رفاقت میں خوش رہوں گا اور

آپ کو بھی اس لڑکی کے کسی رویے سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ میں ایسا موقع آنے نہیں دوں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے، آپا!''

''مجھے تم پر اعتبار ہے حمزہ! مگر منال پر ہرگز نہیں۔ آخر ایسا کیا دیکھا ہے اس میں تم نے، جو اب بھی اسی سے شادی کی ضد باندھے بیٹھے ہو۔ مجھے بتاؤ حمزہ! وہ کون سی وجہ ہے جو تمہیں ایسا انوکھا فیصلہ کرنے پر مجبور کر رہی ہے۔''

''آپا!'' حمزہ نے بہن کے بگڑے موڈ اور اُکھڑے لہجے کے باوجود اپنی آواز کو نرم رکھا۔ ''دراصل یہ فیصلہ مجھ سے میری دوستی نے کروایا ہے۔ عرفان اور دائم میرے بہت اچھے دوست ہیں۔ یہ مراسم کئی سال پرانے ہیں آپا! وہ اپنی دوستی میں کتنے مخلص اور مہربان ہیں، یہ آپ نے بھی دیکھا ہوگا۔ وہ دونوں میرے دل کے بہت قریب ہیں۔ منال، عرفان کی بہن ہے، یہی سوچ کر میں نے دوستی کو نئے معنی دینے کی کوشش کی تھی۔ مگر منال نے میری نیت کی سچائی دیکھے بغیر دائم کی طرف قدم بڑھا دیا۔ اپنی یکطرفہ چاہت کو لے کر اس نے جو قدم بھی اٹھایا وہ عرفان کی فیملی کے لئے تازیانہ بنتا رہا ہے۔ لیکن اب حد ہو چکی۔ منال کی جذباتیت اس کے گھر کے ہر فرد کو ان دیکھی آگ میں جھلسا گئی ہے اور وہ لڑکی محبت کی شاہراہ پر تن تنہا چلتے چلتے اتنی دور نکل آئی ہے کہ اس مقام پر آ کر اس کا ہاتھ چھوڑ دینا اسے اندھیرے میں دھکیلنے کے مترادف ہوگا۔ منال بری لڑکی نہیں ہے آپا! میں نے کہا ہے نا، اسے تھوڑی توجہ کی ضرورت ہے۔'' اس نے ایک گہرا سانس لیا۔ ''میں ان حالات میں اگر منگنی کا بندھن بھی توڑ دوں تو سوچئے اسے تباہی کی طرف موڑنے میں کیا میں پہل نہیں کروں گا؟ سوچئے آپا! میرا انکار اس کے گھر والوں کے لئے کس قدر شرمندگی کا باعث ہوگا۔ کیا قصور ہے ان کا۔ انہوں نے مجھ سے تو کوئی بھی برائی نہیں کی، پھر منال کے کیے کی سزا میں اس کے گھر کے لوگوں کو کیوں دوں؟ کیا ایک دوست اپنے فیصلے سے دوسرے دوست کا دل توڑ سکتا ہے؟ نہیں آپا!..... ہرگز نہیں۔ میں عرفان کو بیچ منجدھار میں چھوڑ سکتا ہوں اور نہ دائم کو قصوروار مانتا ہوں۔ وہ بے چارہ منال کے ہاتھوں پہلے ہی بہت پریشانی اٹھا چکا ہے۔ اس کی اپنی زندگی نت نئی آزمائشوں کی آماجگاہ بن گئی ہے۔ سندس اسے چھوڑ کر جا رہی ہے اور وہ قریب اسے روکنے سے قاصر ہے۔

وہ ان کے قریب آیا۔ ''آپا.....!'' حمزہ نے آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں جکڑ لیا۔ ''منال سے اگر میرا رشتہ بنا رہا تو وقت گزرنے کے ساتھ سارے معاملات اپنے آپ درست ہوتے جائیں گے۔ میں نے کہا ہے نا، یہ ایک جواء ہے اور آپ مجھے یہ جواء کھیلنے دیجئے۔ اگر کامیاب رہا تو زندگی سہل گزرے گی اور ناکام رہا تو خدا کی قسم، آپ یا امی سے کوئی شکایت نہیں کروں گا۔ میں منال کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ لڑکی میرے لئے بدل جائے گی۔ یہ میرا دعویٰ ہے آپا! میں اسے دائم کی محبت سے موڑ لاؤں گا۔ کیونکہ مجھے اپنی چاہت پر بھروسہ ہے۔ میں منال سے محبت کرتا ہوں اور میری محبت [illegible] کے دل میں اُتر کر رہے گی۔''

''ٹھیک ہے۔'' آپا کا انداز ہارنے کا سا تھا۔ ''تم اپنے معاملات کے آپ ذمہ دار ہو۔ کل کو کوئی انہونی سامنے آئی تو میں اور امی تمہاری مشکل سلجھانے نہیں آئیں گے۔''

''مجھے منظور ہے آپا! مجھے آپ دونوں سے کوئی گلہ نہ ہوگا۔'' وہ فوراً مان گیا۔ ''آپ امی کے ہمراہ جا کر نکاح کی تاریخ فائنل کر لیں، میں باہر جانے سے پہلے منال کو اپنا دیکھنا چاہتا ہوں۔ رخصتی بے شک میری واپسی پر اُٹھا رکھیے، مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ ہاں اس دوران امی آپ کے ساتھ شارجہ میں رہیں گی۔ آٹھ ماہ کا آفیشل کورس کرنے کے بعد میں شارجہ آؤں گا اور آپ کو امی سمیت پاکستان لے آؤں گا۔ تب آپ منال کو گھر لے آیئے گا۔ ان آٹھ مہینوں میں دُور رہ کر بھی میں منال کا ذہن بدل دوں گا آپا! میری نیک نیتی اور پُرخلوص چاہت منال کو میری طرف جھکنے پر مجبور کر دے گی۔ میں سمجھتا ہوں آپا! نکاح کے بعد کی کچھ آزادی منال کے دل میں میرا احساس ضرور جگائے گی۔ مجھے یقین ہے، ایک دن وہ لڑکی میرے لئے سوچے گی اور میرے لئے جیے گی۔ تب اس کے دل میں دائم سے محبت کا شائبہ تک نہ ہوگا۔''

''اللہ کرے، ایسا ہی ہو۔ میری دعا تمہارے ساتھ ہے بیٹا!'' آپا کا انداز فکرمندی لئے ہوئے تھا۔

❁❁❁

کبھی ساگر کنارے پر
کسی مچھلی کو دیکھا ہے
کہ جس کو لہریں پانی کی
کنارے تک تو لاتی ہیں
مگر پھر چھوڑ جاتی ہیں
میرے حالات ایسے ہیں
میرے دن رات ایسے ہیں

شامیر کی صورت دیکھتے ہی اسے جھٹکا لگا تھا۔ اُترا ہوا چہرہ، پھیکا رنگ، بڑھی ہوئی شیو اور تھکا سا انداز۔ وہ اتنا شکستہ کیوں تھا؟ ارما کو پریشانی نے گھیر لیا۔ ابھی اس نے شامیر کو اپنی آمد کا اصل مقصد بھی نہیں بتایا تھا اور ادھر وہ پہلے ہی کسی لٹے پٹے مسافر کی طرح دل گرفتہ اور چُور چُور دکھائی دے رہا تھا۔

ارما کو پوچھنا ہی پڑا۔ ''کیا بات ہے، شامیر؟''

''کچھ نہیں۔'' اس نے مختصر جواب کے ساتھ ارما کے بیٹھتے ہی گاڑی بھگا دی۔

وہ چپ سی ہو گئی۔ اس نے شامیر سے یہ بھی نہ پوچھا کہ وہ اسے کہاں لے جا رہا تھا۔ گاڑی کے اے سی کی مدھم آواز کے سوا دونوں کے درمیان اور کوئی نہ تھا، پھر بھی وہ اپنی اپنی سوچوں میں گم، سنگی مجسموں کا روپ دھارے بیٹھے تھے۔

ارما کی بے قرار نظریں ونڈ اسکرین کے پار بھاگتی سڑک اور اطراف سے گزرتی عمارتوں پر تھیں۔ اسے جلد ہی اندازہ ہو گیا۔ شامیر کا رخ شہر سے باہر بننے والے نیو سٹی پارک کی طرف تھا۔ دوپہر کے ان تپتے سلگتے لمحوں میں وہاں بہت کم لوگوں کے ہونے کی اُمید کی جا سکتی تھی۔ اسے کچھ سکون سا محسوس ہوا، ورنہ پرائے لوگوں کا خوف آج کل ہمہ وقت حواس پر سوار رہا کرتا تھا۔

سٹی پارک کے پارکنگ لاٹ میں گاڑی کھڑی کرنے کے بعد شامیر اس کی ہمراہی میں ذرا فاصلے پر بنے دیدہ زیب ہٹ نما برآمدے کی طرف آ گیا، جس کی چھت پر انگور کی بیلوں نے چھایا کر رکھی تھی۔ دھوپ کے اس پہر وہ ٹھنڈی چھاؤں کسی ابرِ رحمت کی طرح ان دونوں پر

سایہ فگن ہو گئی۔ دن روشن اور ہوا تیز تھی۔ وہ دونوں برآمدے کی سیڑھیوں پر آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ ارما نے اطراف پر نظر ڈال کر آس پاس کی خاموشی کو محسوس کیا، پھر اپنی توجہ شامیر کی طرف مرکوز کر دی۔ وہ اب بھی بہت چپ تھا۔

"کیا ہوا ہے شامیر! اتنے گم صم اور اداس کیوں ہیں آپ؟"

شامیر نے نظر اٹھا کر اس کے خوب صورت چہرے کو دیکھا، پھر دھیرے سے بولا۔ "میں آج بہت پریشان ہوں ارما!"

"کیوں ـــــ کیا کوئی سیریس بات ہو گئی؟" اس کا دل دھڑکنے لگا۔

"ہاں، سندس کی ضد نے سب کا موڈ آف کر رکھا ہے۔ وہ کوئی بات سننے اور ماننے کو تیار نہیں۔ اس کی ہٹ دھرمی، ممی کے ساتھ ساتھ مجھ پر بھی بری طرح اثر انداز ہو رہی ہے۔ ہم دونوں ماں بیٹا اسے سمجھا سمجھا کر تھک چکے ہیں مگر وہ مان کے نہیں دے رہی۔"

"آخر پریشانی کیا ہے سندس کے ساتھ ـــ؟" ارما سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے بھی پوچھ رہی تھی۔

شامیر اپنی دھن میں بولا۔ "میں نے بتایا تھا نا، وہ دائم سے خفا ہے اور اسی ناراضگی کو بنیاد بنا کر ڈیڈی کے پاس انگلینڈ جانا چاہتی ہے۔ مگر میں نہیں چاہتا، وہ یہاں سے جائے۔ اس کا جانا اور اصل دائم اور اس کے رشتے کو توڑنے کے مترادف ہو گا۔ دائم بہت اچھا لڑکا ہے۔ محبت کرتا ہے سندس سے۔ مگر ایک ذرا سی غلط فہمی نے سندس کے دل میں شک کا بیج بو دیا ہے۔ دائم جتنی صفائی دیتا ہے۔ سندس اتنا ہی Attitude دکھا رہی ہے۔ وہ شریف لڑکا ہے، سندس کی ہٹ دھرمی سہے جا رہا ہے۔ لیکن اگر اس کا ضبط ٹوٹ گیا تو کچھ باقی نہیں رہے گا۔ میں بہت پریشان ہوں ارما! مجھے سمجھ نہیں آتا، میں اپنی بہن کی ضد کو کس طرح توڑوں؟ کیسے سمجھاؤں اس لڑکی کو؟"

ارما نے محتاط نگاہی سے شامیر کو دیکھا، پھر ہولے سے بولی۔ "یہ آپ کا پرسنل اور گھریلو معاملہ ہے شامیر! اگر آپ کو برا نہ لگے تو ایک سوال پوچھوں؟"

"ہاں پوچھو۔ تمہاری کوئی بھی بات مجھے بری نہیں لگتی۔" وہ ہمہ تن گوش تھا۔

"آپ مجھے بتائیے، سندس کو کیا غلط فہمی ہے؟ وہ کیوں دائم اور اپنے رشتے کو اہمیت نہیں دے رہی؟ اگر دائم اچھا لڑکا ہے تو آپ کی بہن کو تھوڑا Patience سے کام لینا چاہیے۔ کیونکہ اس طرح کے جذباتی بندھن میں معمولی بات بھی غلط نتیجہ نکال لاتی ہے۔"

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو ارما! اور ہم بھی سندس کو یہی باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر سارا فساد اس لڑکی کا ہے جو دائم کو اپنی محبت کے اظہار سے اُلجھا رہی ہے۔ میں اس کا نام نہیں جانتا، لیکن وہ جو بھی ہے، بہت چالاک اور خود غرض لڑکی ہے۔ اس نے دائم سے اپنے جذبات کے اظہار میں اتنی بے باکی کا مظاہرہ کیا ہے کہ اس لڑکے کا ذہن تھوڑا بدل گیا ہے۔ وہ

جو اس لڑکی کی طرف دیکھنا نہیں چاہتا، اب اسے سوچتے رہنے پر مجبور ہے۔ ادھر دائم کے مزاج کی یہ تبدیلی سندس سے سہی نہیں جا رہی۔ وہ اپنے منگیتر کو کسی دوسری لڑکی کی جانب مائل ڈھتا نہیں دیکھ سکتی۔ وہ جانتی ہے، دائم آج بھی صرف اسی سے محبت کرتا ہے اور سندس ہی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ مگر اس لڑکی کی مداخلت دونوں کے درمیان ایک دیوار سی کھڑی کر گئی ہے۔ سندس کا موقف ہے، دائم چونکہ اس لڑکی کے جذبات و احساسات سے متاثر ہے، لہٰذا سندس کو چھوڑ کر اس لڑکی سے شادی کرے گا۔ مگر دائم ہر بار میری بہن کو اپنی وفاداری کا یقین دلا رہا ہے۔ وہ برملا کہتا ہے اگر وہ لڑکی اپنی جان پر بھی کھیل جائے تو تب بھی وہ اسے پلٹ کر نہیں دیکھے گا کیونکہ سندس ہی اس کی اصل منزل ہے۔ مگر سندس کچھ سننا ہی نہیں چاہتی۔ وہ الزام عائد کرتی ہے کہ دائم کا دل بدل گیا ہے۔ اس کی روح پر اس کی سوچ اور جذبات پر اس لڑکی کا جادو اثر کر گیا ہے۔ سو وہ ایک بدلے ہوئے دائم کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی۔ اب وہ اپنے منگیتر کو یہ مشورہ دے رہی ہے کہ وہ منگنی کا بندھن توڑ کر اس لڑکی سے تعلق جوڑ لے۔ حالانکہ ایسا کہہ کر وہ درحقیقت اپنی کمزوری کا اعتراف کرتی ہے۔ وہ دائم کو بے پناہ چاہتی ہے ارما! وہ اس کے بغیر ایک پل نہیں رہ سکتی۔ مگر اپنے دل کی سچائی کو چھپا کر ٹوٹے دل کے ساتھ ڈیڈی کے پاس چلی جانا چاہتی ہے۔ وہ اپنے طور پر قربانی دینے کی کوشش کر رہی ہے۔ دائم سب سمجھتا ہے ارما! اسی لئے اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ مگر سندس کو بے وفائی کا گلہ ہے، اسے شک ہے کہ دائم محبت کا دعویدار ہو کر بھی اس لڑکی پر دل ہار بیٹھا ہے۔ اور اب جب میں سندس کو کچھ سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ مجھے جانب دار ہونے کا طعنہ دیتی ہے۔ اس کا خیال ہے، میں دائم کی ہمدردی میں بہتا ہو کر اسے ایک غلط فیصلہ کرنے پر اُکسا رہا ہوں۔ سندس، دائم کی قدر نہیں کر رہی ارما! وہ بے حد سمجھ دار، ذمہ دار اور مہذب لڑکا ہے۔ اگر یہ منگنی ٹوٹ گئی تو سندس کے حصے میں صرف خسارہ آئے گا۔ اور میں چاہتا ہوں، میری بہن اس خسارے کو برداشت نہیں کر پائے گی کیونکہ وہ انکار کے باوجود دائم کو چاہتی ہے۔" شامیر بولتا چلا گیا۔

ارما کا وجود لرزنے لگا۔ میں کیا کروں خدایا! اگر شامیر کو یہ حقیقت پتہ چل گئی کہ وہ لڑکی جو اس کے گھر میں فساد کا باعث ہے، دراصل میری بہن مہتاب ہے تو وہ کیسا ری ایکٹ کرے گا۔ شاید وہ پلٹ کر میری طرف کبھی نہ دیکھے۔ جس لڑکی نے سندس کی زندگی میں زہر گھول دیا، اسی لڑکی کی بڑی بہن خود شامیر ذکاء الدین کی محبت میں مبتلا ہے۔ ارما کو اچھی طرح اندازہ تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں برف ہونے لگے، چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

وہ یک دم بوکھلا کر بولی۔ "خاصی ٹینشن ہے آپ کے گھر میں۔ لیکن سندس کو پھر بھی ایک موقع دائم کو ضرور دینا چاہیے۔ ہو سکتا ہے، وہ لڑکا جو کہہ رہا ہے، وہی سچ ہو۔"

"یہ مسئلہ ٹیڑھی کھیر ہے۔ جانے کب اور کیسے سلجھے گا۔ تم اسے چھوڑو اور اپنی کہو۔ آج اتنے

دن بعد یوں روبرو بیٹھی ہو تو میں تم پر توجہ دینے کے بجائے اپنی پریشانی شیئر کرنے لگا۔ سوری ارما! میں نے تمہیں بور کر دیا، اپنے گھر کی روداد سنا کر۔"

"ارے نہیں، ایسا مت کہئے۔ آپ کی پریشانی میں سمجھتی ہوں شامیر! کاش میں آپ کے لئے کچھ کر سکتی۔"

"وہ تم اب بھی کر سکتی ہو۔" اس نے موڈ بدل کر شوخی سے اسے دیکھا۔ "میرے اس بے تاب دل پر ہاتھ رکھ کر یہ اقرار کر سکتی ہو کہ تم ہمیشہ میری رہو گی اور صرف میرے لئے جیو گی۔ پلیز ارما! آج ذرا میری محبت کا اعتراف کرو، تاکہ دل کو قرار آئے اور تھوڑی ٹینشن کم ہو جائے۔"

ارما پر جیسے بجلی ٹوٹ کر گری۔ وہ موضوع جسے آج ختم کرنے کا ارادہ باندھ کر آئی تھی، اب پھر ایک نئی جذباتیت کے ساتھ سامنے تھا۔ شامیر اپنی محبت کا اقرار چاہتا تھا اور وہ اس کی محبت سے دستبردار ہونے کی خواہش مند تھی۔ منال گھر پر بھی آگ لگا آئی تھی اور یہاں بھی انجانے میں ان دونوں کے درمیان دُوری اور فاصلے کی فصیل باندھ رہی تھی۔ ارما کو اپنی بے بسی کا شدت سے احساس ہوا۔

شامیر جواب کا منتظر تھا۔ ارما کے حلق میں کانٹے اُگنے لگے۔ دھڑکن پہلے ہی بے اعتدال تھی، اب اس کے اصرار نے پورے وجود کو بھگو کر رکھ دیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی، شامیر نے جذبات کی رو میں بہہ کر اس کا نرم ملائم ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں بھر لیا اور پُرشوق انداز میں اس کا صبیح چہرہ تاکتے ہوئے بولا۔

"ارما! کچھ بولو نا یار!" شامیر کا اصرار بڑھ رہا تھا۔

ارما نے بے چارگی سے اسے دیکھا اور نظریں چرا لیں۔ "کیا میں سچ بول سکتی ہوں شامیر؟"

"ہوں..... لیکن سچ بولنے کے لئے اتنا سوچا نہیں جاتا۔" اس کی بھرپور نگاہ ارما کے چہرے کے ترشے نقوش ازبر کر رہی تھی۔

"ٹھیک کہتے ہیں آپ۔ سچ بولنے کے لئے سوچ بچار کی نہیں، ہمت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور میں..... میں بہت کم ہمت لڑکی ہوں۔"

"تمہاری ہمت میں ہوں سویٹ ہارٹ! پھر ڈر کیسا؟" وہ اسے حوصلہ دے رہا تھا۔

"ڈر تو لگتا ہے نا..... آپ اس طرح میرا ہاتھ تھام کر بیٹھیں گے تو میں کیسے کچھ کہہ پاؤں گی؟"

"اوہ....." وہ زور سے ہنس دیا۔ "یہ لو، چھوڑ دیا ہاتھ۔ اب بولو، کون سا سچ بولنا چاہتی ہو مجھ سے؟"

"شامیر.....!" ارما نے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ خود کو ہمت دلائی۔ "میں جو

بھی کہوں گی، آپ کو اس پر یقین کرنا ہوگا۔"

"میں سو فیصد یقین کروں گا۔ تمہاری کہی ہر خوب صورت بات میرے دل میں اتر جاتی ہے۔ یُو ڈونٹ وری۔"

"ہر کہی بات خوب صورت نہیں ہوتی شامیر! کچھ باتیں دل توڑ دیا کرتی ہیں۔"

"کیا مطلب.....؟" وہ چونکا اور پھر سیدھا ہو بیٹھا۔ "کیا میرا دل توڑنے کا پلان بنائے بیٹھی ہو؟"

"ہاں شاید۔" اس کا انداز ذومعنی تھا۔

شامیر کو اس کے لہجے میں اشکوں کی نمی فوراً محسوس ہو گئی۔ وہ تڑپ اُٹھا۔ ہاتھ بڑھا کر اس کا کومل چہرہ اپنے مقابل کرتے ہوئے بولا۔

"کیا بات ہے ارما! ذرا میری طرف دیکھو..... اِدھر، میری آنکھوں میں۔"

ارما بے بس ہو گئی۔ وہ ایک لمحہ..... کتنا گراں بار تھا وہ ایک لمحہ۔ ضبط کے باوجود کتنے ہی اشک پلکوں کے کناروں سے لپٹ گئے۔ وہ نظر نہ اُٹھا سکی۔ پلکیں اُٹھتیں تو بادل ہونے والی برسات کا راز فاش ہو جاتا اور وہ اتنی جلد اپنی کمزوری کو آشکار کرنا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن شامیر بے قرار تھا۔

"میں نے کچھ کہا ہے ارما!..... پلیز، ادھر دیکھو میری طرف۔" اس بار محبت سے اس کی ٹھوڑی کو چھو کر جیسے منت کی۔ "مجھ سے اپنے دل کی بات کہہ دو ارما!..... مجھ سے کچھ مت چھپاؤ۔ میں جانتا ہوں، تم ڈپریسڈ ہو۔ کم آن سویٹ ہارٹ، میں نے بھی ابھی تم سے اپنا دُکھ شیئر کیا ہے نا، اب تم بھی اپنی اُلجھن کہہ ڈالو۔ اس طرح دل کا بوجھ تھوڑا ہلکا ہو جائے گا۔ شاید تمہاری مشکل کا کوئی حل میں تلاش کر سکوں۔ اپنی محبت کے مرہم سے میں تمہارے درد کا مداوا کر سکتا ہوں۔ میں تمہاری مدد کروں گا، ارما! آئی پرامس۔" وہ بے چین ہو رہا تھا۔

ارما کی بھری آنکھیں چھلک اٹھیں۔ وہ چہرہ دوسری جانب موڑ کر رندھی آواز میں بولی۔

"آپ میرے لئے کچھ نہیں کر سکتے شامیر! کیونکہ میری مشکل کا حل کسی کے پاس نہیں ہے۔ میری پریشانی دراصل وہ خفت ہے جو آج میں آپ سے شیئر کرنا چاہتی ہوں۔"

"واٹ.....؟" وہ بے طرح چونکا۔ "واٹ ڈُو یُو مین؟..... خفت سے تمہاری مراد کیا ہے ارما! تم کس شرمندگی کی بات کر رہی ہو؟ کون سی خطا کر ڈالی تم نے، جس پر تمہیں پشیمانی کا احساس ستا رہا ہے؟" اس کی نظر ارما کے بہتے اشکوں پر تھی۔

"ہے ایک بات۔ میں آپ سے معافی مانگنا چاہتی ہوں شامیر!" بالآخر وہ دل کی بات زبان پر لے آئی۔

"معافی.....؟ لیکن کیوں؟" شامیر کی حیرت واضح تھی۔ "تم مجھ سے معافی کیوں مانگنا چاہتی ہو؟"

''اس لئے کہ میں نے آپ جیسے اچھے اور مخلص انسان کو دھوکا دیا ہے۔''

''دھوکا.....؟'' وہ حد درجہ حیران تھا۔ ''کون سا دھوکا، ارما؟''

''بات یہ ہے شامیر.....!'' ارما نے گھبرا کر بے اختیار اپنے سوکھے ہونٹوں کو تر کرنے کی کوشش کی۔

دل کے اندر باہر دھڑکنوں نے بغاوت کر دی۔ وہ کچھ کہنے کے بجائے بے وجہ اپنے ننھے سے گلابی رومال کے ساتھ چہرہ پونچھنے لگی۔ انگور کی بیلوں کی نرم ٹھنڈی چھاؤں اور تیز چلتی ہوا میں پسینہ آنے کا سوال ہی نہیں اُٹھتا تھا مگر وہ بار بار چہرہ تھپتھپا رہی تھی۔ شامیر نے جھنجلا کر رومال اس کے ہاتھ سے کھینچ لیا۔

''آخر بات کیا ہے ارما؟..... I am worried about you.....: پلیز، کہہ ڈالو۔ اتنی حیل و حجت سے کام کیوں لے رہی ہو؟ بخدا، جس قسم کا رسپانس تم دے رہی ہو، وہ میری سمجھ سے بالاتر ہے۔''

''شش.....شا.....شامیر! میں.....میں آپ سے.....''

''ہاں بولو، کیا مجھ سے؟'' وہ پوری توجہ سے ارما کو دیکھ رہا تھا۔

ارما کے جیسے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ کتنا مشکل تھا، جھوٹ کہہ کر اس لڑکے کا دل توڑنا اور کس قدر اذیت ناک تھا، اپنے نازک دل اور جذبات کی نفی کرنا۔ وہ کس حوصلے سے ایک غلط بات کو صحیح ثابت کرتی۔ مگر مجبوری کچھ دیکھا نہیں کرتی۔ اسے ابو کی خاطر اپنے گھر کے ہر فرد کی عزت کی خاطر اور سب سے بڑھ کر سندس کی خاطر یہ قدم اٹھانا ہی تھا۔ مگر اس کی ہمت جواب دے رہی تھی۔

''ارما! یوں میرا امتحان مت لو۔ آج تم نے سندس سے زیادہ پریشان کر ڈالا ہے۔ سو پلیز، اسپیک آؤٹ۔'' وہ بے حد بے چین تھا۔ ''تمہارا یہ متذبذب انداز مجھے ہراساں کر رہا ہے۔ جو کہنا ہے، کہہ ڈالو۔ اب یہ سسپنس مجھ سے سہا نہیں جائے گا۔''

ارما کا دم ہوا ہونے لگا۔ وہ پھنسے گلے سے بولی۔ ''شامیر! میں.....میں آپ سے..... شرمندہ ہوں۔''

''اوہ گاڈ!'' اس نے جیسے سر پیٹ لیا۔ ''یہ تم کہہ چکی ہو یار!.....اب آگے کہو نا۔''

''مم.....میں.....میں آپ کی محبت کا اعتراف نہیں کر سکتی۔ کیونکہ میں..... میں آپ سے محبت نہیں کرتی۔'' ارما نے آنکھیں بند کر لیں۔

''کیا.....!'' شامیر سکتے میں آ گیا۔ اسے لگا، سینے میں دھڑکتا دل تھم سا گیا ہو۔ مگر یہ کیفیت پل بھر کی تھی۔ وہ سنبھل کر تیزی سے بولا۔ ''یہ کون سا وقت ہے مذاق کرنے کا؟ تم جانتی ہو، آج میں بہت پریشان ہوں۔ تمہاری یہ شوخی مجھے بالکل اچھی نہیں لگ رہی، ارما!''

''جی!'' ارما نے دھڑکتے دل کے ساتھ بے چارگی سے اسے دیکھا۔ ''میں نے کوئی شوخی

نہیں کی آپ سے۔''

''واٹ؟'' اس کی سنجیدگی شامیر کی آنکھیں کھول گئی۔ ''واٹ ڈو یو مین؟.....اگر یہ شرارت نہیں تو پھر کیا ہے ارما؟''

''یہ سچ ہے شامیر!.....آپ کی حد سے زیادہ بڑھتی جذباتیت نے مجھے مجبور کیا ہے کہ میں اصل بات کہہ ڈالوں۔ دیکھئے، کسی کے دل و جذبات سے کھیلنا اچھی بات نہیں ہے، مگر آپ.....'' ارما کو کہنے میں دشواری ہونے لگی۔ نظریں چرا کر بولی۔ ''آپ کچھ زیادہ ہی سیریس ہو گئے ہیں شامیر! اور محبت کے کھیل میں سنجیدگی کچھ اچھا نتیجہ برآمد نہیں کرتی۔ میں نہیں چاہتی میری کوئی شرارت آپ کے لئے کسی نقصان کا باعث بنے۔ اس لئے آج آپ کو یہ سچائی بتا دینا چاہتی ہوں کہ میں آپ سے.....''

''اوہ پلیز!..... پاگل پن کی باتیں مت کرو ارما!'' اس نے انتہائی بیزاری سے اس کی بات کاٹی۔ ''اگر مجھ سے محبت نہیں کرتیں تو وہ سب کیا تھا جو گزرے دنوں میں ہم دونوں کے درمیان رابطے کا باعث بنتا رہا؟ وہ فون کالز، وہ چیٹنگ، وہ میل ملاقات اور.....اور آج یہاں تمہاری موجودگی۔ اسے کیا کہو گی تم؟ کیا یہ بھی مذاق ہے، ارما؟.....دیکھو، آج تم پہلی بار مجھ سے ملنے نہیں آئیں۔ اب یہ ملاقاتیں معمول کی بات ہیں۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی لڑکی محض کھیل کھیل میں اس حد پر چلی آئے کہ ہر ملاقات میں اپنائیت کا احساس دے کر خوش فہمی میں مبتلا کر جائے اور جو بھی باتیں کہے، وہ جھوٹ کا پلندہ ہوں۔ مجھے بتاؤ، تم اور تمہارے جذبات جھوٹ کیسے ہو سکتے ہیں؟ کیا محبت کا انمول جذبہ جھوٹ موٹ نبھایا جا سکتا ہے؟''

''ہاں۔'' اس نے سر جھکا لیا۔ ''سب کچھ جھوٹ ہے شامیر!..... میں، میرے جذبے، میری باتیں سب کچھ جھوٹ ہیں۔'' اس کی آواز بھرانے لگی۔ ''میں آج سچ بولنے آئی ہوں آپ کے پاس۔ میں غلط تھی شامیر! میں نے اپنی بہن سے شرط لگا کر آپ کو بے وقوف بنانے کی کوشش کی۔ ہمارا خیال تھا، اس طرح کے معاملات میں کوئی سنجیدہ نہیں ہوتا۔ مگر نہیں جانتی تھی کہ یہ شرط مجھے مہنگی پڑ جائے گی۔ مجھے منال نے یہ مشورہ دیا تھا۔ میں آپ کو اپنے جذبات کے جال میں اس طرح اُلجھاؤں کہ آپ کو میرے سوا کچھ یاد نہ رہے۔ آپ کی سنجیدگی اور بھروسہ وہ کڑی شرائط تھیں، جنہیں پورا کرنے کے بعد میں اپنی بہن کو یہ یقین دلا سکتی تھی کہ میں عام سی بزدل اور دبو لڑکی نہیں ہوں۔ میں ہر وہ کام کر سکتی ہوں، جو مجھے چیلنج بنا کر سونپا جائے۔ سو مجھے خود کو ثابت کرنے کے لئے یہ چیلنج قبول کرنا پڑا۔ محبت کا یہ کھیل، یہ میل ملاقات اور جذباتی گفتگو سب شرط جیتنے کا بہانہ تھیں۔ آئی سویئر، شامیر! میرے دل میں آپ کے لئے کوئی نرم گوشہ نہیں ہے۔ میں نے آج تک آپ سے جو بھی کہا، وہ سب مذاق تھا، صرف ہم بہنوں کی شرارت تھی۔ مگر آج کے سوال نے مجھے آپ کی سنجیدگی سے خبردار کیا ہے۔ مجھے آج پہلی بار احساس ہوا کہ بات میرے ہاتھ سے نکل رہی ہے۔ آپ کی محبت، آپ کی جذباتی گفتگو اور

آپ کے بدلتے انداز اس امر کی وضاحت کر رہے ہیں کہ آپ مجھ سے کس حد تک.....''

ارما نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ وہ اضطراری انداز میں کچھ پل اپنے ہاتھ مسلتی رہی، پھر شرمساری سے بولی۔ ''میں بہت شرمندہ ہوں شامیر! اسی لئے آج سارا معاملہ ختم کرنے آئی ہوں۔ میں جانتی ہوں، میں نے آپ کو ہرٹ کیا ہے، آپ کا محبت بھرا دل توڑا ہے۔ میں گناہ گار ہوں آپ کی۔ لیکن وہ سب ہم بہنوں کی شرارت تھی۔ آپ ہمیں معاف کر دیجئے۔''

''بس کرو ارما!'' شامیر نے اس کے جڑے ہاتھوں کو بے یقینی سے دیکھا۔ ''مجھے سمجھ نہیں آ رہا، تم کیا کہہ رہی ہو۔ دیکھو، میں اس شرارت کو نہیں مانتا۔ ہاں، اگر شرارت پر بضد ہی ہو تو وہ تم اب کر رہی ہو مجھ سے۔ شاید تم مجھے آزمانا چاہتی ہو۔ اِٹس اوکے، تمہارا جو دل چاہے وہ کہہ گزرو، آزما لو میرے جذبات کو۔ لیکن یہ طے ہے، ہر بار میں تمہارے اس امتحان اور آزمائش میں پورا اُتروں گا اور جو جو توقعات تم نے مجھ سے وابستہ کی ہیں، اِن شاء اللہ میں انہیں بھی پوری طرح نبھاؤں گا۔ میں اپنے دل کی گہرائی سے تمہیں چاہتا ہوں ارما! میری چاہت سچی اور گہری ہے۔ تم میری زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی ہو، جسے میں نے اپنے جذبات سونپے ہیں، جسے اپنے دل پر حکمرانی کی اجازت دی ہے۔ تم اتنی آسانی سے نہ مجھے بے وقوف بنا سکتی ہو، نہ پیچھا چھڑا سکتی ہو۔''

''اوفوہ.....!'' ارما نے جھنجلا کر اس کی صورت دیکھی۔ ''بات پیچھا چھڑانے کی نہیں ہے شامیر! آپ میری بات سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟ میں آپ کے سامنے بیٹھ کر جب اپنی کوتاہی کا اعتراف کر رہی ہوں تو آپ کو یقین کیوں نہیں آ رہا؟ میں قسم کھاتی ہوں شامیر! ہمارے درمیان جو کچھ بھی تھا، وہ محض ایک شرارت تھی۔''

''نہیں۔'' شامیر کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ ''ایسا نہیں ہو سکتا ارما! تمہارا یہ خوب صورت چہرہ، تمہاری یہ بولتی آنکھیں جھوٹ نہیں کہہ سکتیں۔ تمہارے سچے لہجے اور محبت کے گداز سے بھیگے الفاظ نے میرے دل کو دھڑکنا سکھایا ہے۔ پلیز، اسے شرارت کا نام مت دو۔ یہ تذلیل، یہ ہتک میری برداشت سے باہر ہے۔ سنڈس کی وجہ سے میں ویسے ہی بہت اپ سیٹ ہوں۔ پلیز ارما! اس کڑے لمحات میں تم میری آزمائش اس طرح مت لو۔ تمہاری یہ شوخی و شرارت میرے صبر و برداشت سے کہیں زیادہ ہے۔ میں تمہاری محبت کو، تمہارے احساسات اور انداز کو شرارت نہیں مان سکتا۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا، ارما!''

''لیکن آپ کو برداشت کرنا ہو گا شامیر! کیونکہ یہی سچ ہے۔ اور یہی سب سے بڑی حقیقت بھی ہے۔''

''تمہارے کہنے پر میں اس سچ کو تسلیم نہیں کروں گا۔ میں کیسے مان لوں کہ وہ وقت، جو ہم نے اکٹھے گزارا ہے، ایک دوسرے کو سمجھنے کے لئے جو اتنی بے تحاشا کالز کی ہیں اور اتنا بہت سا وقت کمپیوٹر پر باتیں کرنے میں بتایا ہے، وہ سب.....وہ سب جھوٹ ہے، شرارت ہے۔

مجھے ثبوت دو ارما! کہ جو کچھ تم کہہ رہی ہو، وہ سچ ہے۔ مجھے ثبوت چاہئے ارما!'' وہ حد درجہ بے تاب تھا۔

''ثبوت ہے میرے پاس۔'' ارما نے اس کی آنکھوں میں تانک کر دھڑکتے دل سے اعتراف کیا۔ اپنی اس جرأت پر وہ گھبرا رہی تھی۔ کسی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنا بندے کو بے نقاب بھی کر جاتا ہے۔ شامیر اسے اس کے کسی بدلتے تاثر کے حوالے سے اپنی گرفت میں لے سکتا تھا کہ جھوٹ بولنا آسان کب ہوتا ہے۔ مگر وہ بے قراری سے بولا۔

''ہاں بتاؤ، کیا ثبوت ہے تمہارے پاس؟''

''وہ ثبوت ہے میرے اصل سے آپ کی لاعلمی۔'' ارما نے اس بار نظریں چرا لیں۔ ''اتنی قربت اور میل جول کے باوجود میں نے آج تک آپ کو اپنے گھر کے بارے میں کچھ نہیں بتایا اور نہ کبھی اپنے کسی ذاتی معاملے کی خبر ہونے دی۔ ورنہ جس سے محبت کی جاتی ہے، اس سے کچھ چھپانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نہ ہی اسے اپنی ذات کے حوالوں سے دُور رکھا جاتا ہے۔'' اس نے ایک گہرا لمبا سانس لیا اور پھر بولی۔

''شامیر! اگر مجھے آپ سے واقعی محبت ہوتی تو میں آپ کو اپنے گھر بلاتی، اپنے والدین سے ملواتی۔ آپ کبھی مجھے گھر سے دُور پک اینڈ ڈراپ نہ کرتے۔ میں نے ہمیشہ ملاقات سے پہلے آپ کو کسی مخصوص جگہ پر آنے کو کہا تاکہ آپ میرے بیک گراؤنڈ سے بے خبر رہیں۔ میرا سیل نمبر بھی آپ کو میرے اصل پتے سے آگاہی نہ دے سکے۔ کیونکہ میں سم بدل لوں تو آپ میری آواز کو بھی ترس جائیں گے۔ اس لئے میں نے ہمیشہ آپ کی نظروں سے خود کو چھپائے رکھا ہے۔ یہ سب باتیں پری پلان تھیں اور ہماری شرارت کا حصہ تھیں۔ سو یہی سب سے بڑا ثبوت ہے اور یہی میری سچائی کو ثابت بھی کرتا ہے۔''

''اوہ گاڈ.....!'' وہ زلزلوں کی زد میں تھا۔

اس کے دل و دماغ میں جیسے دھواں سا بھر گیا۔ آنکھوں میں مرچیں لگنے لگیں اور نمکین پانی بہہ نکلنے کو تیار ہو گیا۔ اس کے جبڑے بھنچ گئے تھے۔ وہ پلک جھپکائے بغیر ایک ٹک ارما کو گھور رہا تھا۔

وہ آج بھی کتنی سادہ اور معصوم سی دکھائی دے رہی تھی۔ سرخ پرنٹ کے سوٹ پر ہم رنگ دوپٹہ اوڑھے کسی خواب کی تعبیر کی صورت وہ سامنے بیٹھی تھی۔ لیکن آج اس کا دلکش چہرہ فراڈ کی دُھند میں ڈوب رہا تھا۔ وہ لڑکی اس کی محبت کو ایک پل میں ذلیل کر کے ہاتھ جھاڑتی اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ یہ کہہ کر کہ دل میں نرم گوشہ نہیں، شرارت کی تھی، سو شرارت ختم اور پیسہ ہضم۔ کیا وہ واقعی ایسا کر رہی تھی؟

شامیر کا دل اعتبار کرنے سے قاصر تھا۔ دل خوش فہم کو اس کی کہی ہر بات میں اب بھی جھوٹ کی آمیزش محسوس ہوئی تھی۔ وہ جو کہہ رہی تھی، جو کر رہی تھی، شاید اس کی مجبوری تھی۔

شاید کسی اُلجھن کا سبب تھی۔ وہ کیوں کر رہی تھی ایسا؟ شامیر کا ذہن بند ہونے لگا۔ آنکھوں میں اُترتی اشکوں کی دُھند کو ہاتھ کی پشت سے صاف کرتے ہوئے وہ گلوگیر انداز میں بولی۔

''تمہارا یہ فیصلہ، تمہارا یہ انداز۔ میں بہت ہرٹ ہوا ہوں۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تم مجھے چھوڑ کر چلی جاؤ گی۔''

''جی۔'' ارما نے سر جھکا لیا۔ ''مجھے جانا ہوگا، شامیر! کیونکہ میں نے جھوٹ سے پردہ اُٹھا دیا ہے۔ اب ہمارے درمیان کسی رابطے کا ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔''

''نہیں ارما!'' اس نے اُمید کی جوت جلا کر بڑی زخمی نظروں سے اسے دیکھا۔ ''کیا تم واقعی مجھ سے محبت نہیں کرتیں؟''

''نہیں۔'' ارما کا دل کرچیوں میں بٹ گیا۔ ضبط کی کڑی منزل پر رُک کر اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ''میں نے کبھی اس نظر سے آپ کو نہیں دیکھا شامیر! محبت بہت پاکیزہ جذبہ ہے۔ وہ شوخی و شرارت پر Base نہیں کرتا۔''

''لیکن وہ شرارت ختم ہوگئی ہے ارما! آج تم نے سچ بول دیا ہے۔ تو کیا اب بھی تم.....'' شامیر کی آواز رندھ گئی۔ اسے کچھ لمحے خود کو سنبھالنے میں لگے۔ ''بولو ارما! کیا اب بھی تم مجھے اس نظر سے نہیں دیکھ سکتی؟ میں اتنا بُرا نہیں ہوں یار!''

''نہیں، آپ بالکل برے نہیں ہیں شامیر!'' ارما رو پڑی۔ ''میں بہت شرمندہ ہوں آپ سے۔ میں اس شرارت کی وجہ سے اپنی نظر سے آپ گر چکی ہوں۔ اب خود کو مزید ذلیل ہوتا نہ دیکھ سکوں گی۔ میں جانتی ہوں، محبت بہت پاک اور معتبر تعلق ہے، بہت آفاقی جذبہ ہے۔ اس تعلق کو دل کی گہرائی سے بندھنا چاہئے۔ شاید وہ گہرائی میرے دل میں کبھی پیدا نہ ہو سکے۔ کیونکہ محبت کے نام پر میں آپ کو پہلے ہی دھوکا دے چکی ہوں۔ شرارت و شرائط کے پردے میں آپ کی توہین بھی کر چکی ہوں، اب یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔''

''پلیز ارما.....!'' شامیر منت پر اُتر آیا۔ ''میری محبت کو اتنا بے وقعت مت کرو، میرے جذبات کا اس طور مذاق مت اُڑاؤ۔ میں تمہیں اس شرارت پر معاف کر سکتا ہوں۔ یہ شرارت ہے ارما! بے وفائی نہیں کہ جسے سہا نہ جا سکے۔ دیکھو، میں تمہیں چاہتا ہوں اور اسی چاہت کے صدقے تمہاری اس توہین کو، اس دھوکا دہی کو معاف کر سکتا ہوں۔ پلیز، تم پھر سے میری طرف پلٹ آؤ۔ میں جانتا ہوں، شرارت کے باوجود تم نے مجھ سے ایک ناتہ ضرور جوڑا ہے۔ سچی محبت کا ناتہ۔ اور میں اسے.....''

''نہیں شامیر!'' ارما نے تیزی سے اس کی بات قطع کی۔ ''میں نے آپ کے ساتھ کوئی رشتہ ناتہ نہیں جوڑا۔ میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔ یہ سب میری بہن کا کیا دھرا ہے۔ نہ وہ شرط کی پابندی عائد کرتی اور نہ میں اس کھیل میں اتنا آگے بڑھتی۔ میں نے دانستہ آپ کا دل توڑنے کی جسارت کی ہے شامیر! یہ بہت فاش غلطی ہے۔ میں اپنی حرکت پر دل سے معافی کی طلب گار

ہوں۔ پلیز، مجھے معاف کر دیجئے یا جو دل چاہے وہ سزا دے دیجئے۔ میں آپ کو منع نہیں کروں گی۔'' وہ رو رہی تھی۔

''ٹھیک ہے۔'' شامیر کا انداز ذومعنی تھا۔ اس نے ارما کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ ''تمہاری سزا یہ ہے کہ میرا ہاتھ دوبارہ تھام لو۔''

''نن.....نہیں شامیر!'' وہ زرد چہرے کے ساتھ یکدم اُٹھ کھڑی ہوئی۔ ''اب یہ..... یہ ممکن نہیں ہے۔''

''کیوں ارما؟'' وہ بھی اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ ''تم نے سزا دینے کی بات خود ہی تو کی ہے۔ محبت میں دی جانے والی سزا محبت کا اصل اظہار ہوتی ہے۔ پلیز، ایک بار.....صرف ایک بار خود کو میری اس محبت کا احساس دلا کر دیکھو، تمہارا دل بے تال نہ دھڑکا تو کہنا۔ اس بار وہ دھڑکن تمہیں چاہت کا نیا مفہوم سمجھائے گی۔ میری بات مان لو ارما! صرف ایک بار میرے بارے میں دل سے سوچو، میرے جذبات کی گہرائی کو محسوس تو کرو۔ تم دیکھنا، تمہارے قدم خود بخود میری طرف.....''

''نہیں۔'' وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گئی۔ ''ایسا کبھی نہیں ہوگا شامیر! یہ بات آج یہیں ختم ہو جائے تو اچھا ہوگا۔ میں ایک لڑکی ہوں شامیر! ایک شریف لڑکی۔ کسی بھی لڑکی کی ایسی شرارت زندگی کے کئی موقعوں پر اسے سبق سکھانے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ میں اپنی غلطی تسلیم کرتی ہوں۔ آپ اسے میری خطا سمجھ کر معاف کر دیجئے۔ آپ چلے جائیے شامیر! اب یہ تعلق نہیں بن سکتا۔''

''ایسا مت کہو ارما!.....اگر میں چلا گیا تو پلٹ کر نہیں دیکھوں گا۔'' اس کا انداز وارننگ دینے کا سا تھا۔

ارما اندر ہی اندر بری طرح ٹوٹ کر بکھری۔ ''ٹھیک ہے، میں بھی ایسا ہی چاہتی ہوں۔''

''پھر بھی، ایک بار اور سوچ لو، ارما! کہتے ہیں، گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا۔ وقت کو گزرنے مت دو ارما! ایسے موقعے زندگی میں بار بار نہیں آتے۔ محبت کو دھتکارنے والے ساری عمر کسی کی چاہت کو ترستے ہیں۔ تم بھی ترسو گی، ارما! خود پر ظلم مت کرو، تم میرے بغیر نہیں رہ سکتیں۔''

''میں رہ لوں گی، شامیر! کیونکہ یہ ظلم نہیں ہے۔ اصل ظلم وہ شرارت تھی، جس کے تحت میں نے آپ کو پابند کر رکھا تھا۔ مگر آپ آج آزاد ہیں۔''

''نہیں..... تمہیں میری آزادی مہنگی پڑے گی، ارما! تم جانتی ہو سندس، دائم سے خفا ہو کر انگلینڈ جا رہی ہے، میں بھی اس کے ساتھ اگر انگلینڈ چلا گیا تو پھر..... پھر کبھی نہ لوٹوں گا۔ تم مجھے صدا بھی دو گی نا تو میں واپس پلٹ کر نہیں آؤں گا۔''

''ٹھیک ہے یہ..... یہی بہتر رہے گا۔'' ارما نے اشک چھپانے کے لئے رخ موڑ لیا۔

''میں آپ کی صحت اور خوش حالی کے لئے دعا گو رہوں گی۔ آپ زندگی کی خوشی سے اپنا حصہ ضرور پائیں گے شامیر! لیکن اس سے پہلے مجھے معاف ضرور کر دیجئے گا، خدا حافظ!'' اس نے قدم آگے بڑھا دیئے۔

شامیر کی صدا نے اسے روکنے کی کوشش کی۔ ''ٹھہرو ارما! میں تمہیں گھر چھوڑ دوں گا۔ آج کم سے کم یہ آخری کام تو مجھے کرنے دو۔''

''نہیں، میرا اور آپ کا ساتھ بس یہیں تک کا تھا۔ آج مجھے خود واپس لوٹنا ہوگا۔''

وہ بھاگتے قدموں کے ساتھ سٹی پارک کا آہنی پھاٹک کراس کر گئی۔ شامیر کی آنکھوں سے کئی آنسو ٹوٹ کر گرے۔ وہ ساکت کھڑا اس کے نقشِ پا دیکھتا رہ گیا۔ یہ سب کیا ہوا تھا؟ اس کی سوچیں منجمد تھیں۔ نظریں ہاتھ میں پکڑے ارما کے اس گلابی رومال پر لگی تھیں، جو وہ آخری نشانی کے طور پر اس کے پاس بھول گئی تھی۔ اشکوں کی برسات کے باوجود زیرِ لب مسکرایا تھا۔ وہ لڑکی، جو اس کی محبت سے انکاری تھی، آج ایک رومال کی صورت اپنی یادیں ہمیشہ کے لئے اس کے پاس چھوڑ گئی تھی۔ شامیر کا ٹوٹا دل اس یاد کے سہارے زندگی کاٹ سکتا تھا؟..... شاید نہیں۔ کیا ہونے والا ہے، یہ وقت ہی جانتا تھا۔

❋❋❋

شامِ فرقت ڈھلے، ہم نہیں چاہتے
غم سے فرصت ملے، ہم نہیں چاہتے
آج آنسو بہانے سے مت روکیے
آج بارش تھمے، ہم نہیں چاہتے

اس دن گھر پہنچتے ہی وہ منال کے سامنے جی بھر کے روئی تھی۔ آنکھوں کا سمندر کیسی طغیانی سمیٹ لایا تھا۔ منال کو حیرت ہو رہی تھی۔ اس نے ارما کے اس طرح دلگیر انداز میں رونے کی وجہ جاننے کی پوری کوشش کی، مگر وہ منہ سے ایک لفظ کہے بغیر دھواں دھار روتی رہی۔ جب دل کا غبار نکل گیا اور من کچھ شانت ہوا تو وہ اٹھ کر منہ دھونے چل دی۔ واش روم سے لوٹی تو منال نے ہاتھ پکڑ کر اپنے سامنے بٹھا لیا۔

''کیا ہوا ہے ارما؟ ایسی کون سی بات ہے جو تمہاری آنکھوں کو اس طرح پگھلنے پر مجبور کر گئی ہے؟ اتنا رو چکی ہو کہ دل کی بھڑکتی آگ کچھ سرد ہوئی ہوگی۔ چلو کہہ ڈالو، کیا بات ہے؟''

''کچھ نہ پوچھو، منال! دل میں دہکتی آگ ابھی سرد نہیں ہوتی۔ وہ اندر ہی اندر مجھے جلائے دے رہی ہے۔ کیسے بتاؤں، کیسا گناہِ عظیم کر ڈالا ہے میں نے۔ میں نے دل توڑا ہے منال! اور دل توڑنے کی سزا خدا کی ناراضگی ہوتی ہے نا'' وہ جواب دیتے دیتے پھر اشکبار تھی۔

منال نے دھیرے سے اس کا ہاتھ تھام لیا اور محبت سے سہلا کر بولی۔ ''کس کا دل توڑا ہے تم نے؟''

''شامیر کا۔'' وہ بے آواز رو رہی تھی۔

''شامیر کا.....؟'' منال اچھل پڑی۔ ''لیکن کیوں؟''

ارما نے آنسو بھری آنکھوں سے اسے دیکھا۔ ''اس کیوں کا جواب مجھ سے زیادہ تمہیں معلوم ہونا چاہئے منال! کیونکہ میرے اس گناہ کے پیچھے صرف تمہاری ذات ہے۔ تمہاری وجہ سے میں نے آج محبت بھرے دل کے ہزار ٹکڑے کر ڈالے ہیں۔ آج میں شامیر کو بے موت مار آئی ہوں۔''

منال پر جیسے کوئی بجلی گری۔ وہ حیرت و استعجاب اور دکھ کے ملے جلے احساس سے مغلوب

ہو کر کچھ نہ کہہ سکی۔ البتہ اس کا سر اپنے آپ جھک گیا تھا۔

ارما کی دھیمی آواز پھر سے کمرے کی خاموش فضا میں اُبھری۔

''ابو تمہاری وجہ سے موت کی سرحد چھو آئے منال! ہمارا بھائی، دوستوں میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔ امی تم جیسی بیٹی کی ہٹ دھرمی کے بعد موت سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئی ہیں۔ اور رہ گئی میں..... تو میں وہ کام نہیں کر سکتی، جس کی ہمت تم نے کی ہے۔ تمہاری جرأت دیکھ کر میں خود اپنے آپ سے ڈرنے لگی ہوں۔'' وہ بے بسی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ''دیکھو منال!'' ارما کی آواز اشکوں کی بہتات سے ڈوب گئی۔ ''میں محبت کا جرم صرف اس لئے کر بیٹھی کہ میرا دل، میری دسترس سے باہر ہو گیا تھا۔ کسی کمزور لمحے کی گرفت میں آ کر میں نے بھی شامیر کی محبت کو دل میں جگہ دے ڈالی، مگر اس وقت میں یہ بات بھول بیٹھی تھی کہ کچھ محبتیں ہماری اپنی محبت سے کہیں زیادہ گہری اور بامعنی ہوتی ہیں، جن کے سائے میں ہم خوشیاں کشید کرتے، زندگی گزارتے اور آپس کے دُکھ سکھ بانٹتے ہیں۔ یہ لوگ ہمارے اپنے ہوتے ہیں، ان اپنوں کو تمہاری طرح دکھی کرنا میرے بس سے باہر ہے منال!..... میں ابو کی جان لینے کی ہمت رکھتی ہوں اور نہ ہی عرفان بھائی کو دوسروں کی نظر میں ذلیل ہوتا دیکھ سکتی ہوں۔ اپنی ماں کی ناراضگی مجھے اس لئے قبول نہیں کہ ماں کی ناراضگی، اللہ کی ناراضگی ہے۔ ذرا سوچو، جس بندے سے اس کا رب روٹھ جائے، اس کا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟''

شکستہ اور زرد رو ارما کی اب ہچکیاں بندھ گئیں۔ وہ منہ ڈھانپ کر روتے ہوئے بولی۔

''ایسے بدنصیب بندے کا ٹھکانہ جہنم ہے، منال!..... آگ سے دہکتا سلگتا جہنم..... بھلا وہ کون ہے، جو جانتے بوجھتے ایسا جہنم قبول کرے؟ کم سے کم میں ایسے عذاب کو جھیل نہیں سکتی، اس لئے آج شامیر سے اپنا ہر تعلق توڑ آئی ہوں اور اب یہ تعلق کبھی استوار نہ ہو سکے گا۔''

''نہیں ارما! تم غلط کہہ رہی ہو۔'' شرمساری منال نے آہستگی سے بہن کی بات رد کر دی۔

''ترکِ محبت کرنے سے محبت ختم نہیں ہو جاتی۔ دل جب دل سے بندھ جاتا ہے تو اس بندھن کو صرف موت کھولتی ہے۔ ہماری زندگی کا ہر پل اور ہماری سانس کا ہر دھڑکتا لمحہ اس محبت کو امر کرتا چلا جاتا ہے۔ یہ بات مجھ سے زیادہ بھلا کون سمجھے گا؟ اتنا کچھ ہو جانے کے بعد بھی اتنی لعن طعن اور مار پیٹ کے بعد بھی میری روح کے تار، دائم کی محبت سے بندھے ہوئے ہیں۔ وہ اب بھی میرے دل میں رہتا ہے ارما!''

''اوہ.....!'' ارما کی نفرت بھری نظر منال کے سراپا پر ٹھہر گئی۔ ''کیا مطلب ہے تمہارا؟ کتنی ڈھیٹ اور سرکش ہو تم۔ کیا اب بھی اپنی ڈھٹائی سے باز نہیں آئیں منال؟'' اس نے آنسوؤں سے بھیگے لہجے میں حیرت سے پوچھا۔

''سنو ارما! اگر ڈھیٹ کہہ کر تمہاری تسلی ہوتی ہے تو تم بے شک مجھے ایسا کہہ لو، مگر یہ طے ہے، دل کی دنیا اتنی آسانی سے نہیں بدلتی۔'' وہ پوری سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔ ''ابو، امی اور

عرفان بھائی کی خاطر میں ہر طرح کی پابندی سہہ سکتی ہوں مگر اپنے جذبوں کو زنجیر نہیں پہنا سکتی۔ میں ابو کی ضد اور بھائی کے حکم پر حمزہ سے شادی کر سکتی ہوں مگر اس شادی کو نبھانے میں مجھے ہر پل، ہر لمحہ اپنی ذات اور جذبات کو کچلنا ہوگا۔ کیونکہ میری ذات اور جذبات دونوں دائم کی امانت ہیں۔ اس کی نفرت اپنی جگہ سہی، بے شک مجھے چاہے یا نہ چاہے، میرے لئے بس اتنا کافی ہے کہ میں اسے دل سے چاہتی ہوں۔ میری محبت یکطرفہ سہی، مگر تم ایک بات بتاؤ ارما! کیا یکطرفہ محبت شدت نہیں رکھتی؟..... کیا وہ اپنی اہمیت اور وقعت میں کسی دوسری چاہت سے کم ہوتی ہے؟..... نہیں، ایسا نہیں ہے ارما! یکطرفہ چاہت بھی بے پناہ شدت رکھتی ہے۔ اس کی اہمیت اور وقعت بھی بے حساب ہے۔ کم سے کم میری محبت، میرے لئے بہت اہم ہے۔ اور میں اس سے دستبردار نہیں ہو سکتی۔ کبھی نہیں ہو سکتی۔''

''واہ!'' ارما نے سلگتی مسکراہٹ سے طنزیہ انداز میں زور دار تالی پیٹی۔ ''کیا بات ہے تمہاری محبت کی اور کیا ادا ہے تمہارے دل کے جذبوں کے اظہار کی۔ بالکل ٹھیک کہتی ہو تم۔ تمہاری محبت صرف تمہارے لئے نہیں ہے، میرے لئے بھی خاصی اہمیت رکھتی ہے۔ کیونکہ تمہاری اس نام نہاد محبت کی خاطر میں نے اپنی چاہت کا گلا گھونٹا ہے۔ تمہاری وجہ سے منال! صرف تمہاری وجہ سے میں نے شامیر کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس فیصلے کی وجہ جانتی ہو تم؟..... نہیں جانتی نا؟'' ارما کا لہجہ خار زدہ ہو گیا۔ ''چلو، میں بتاتی ہوں۔ وہ لڑکی، جو شامیر کی لاڈلی بہن ہے، اس کے ہوتے میں شامیر سے چاہوں بھی تو کوئی رشتہ، کوئی تعلق استوار نہیں کر سکتی۔ کیونکہ وہ لڑکی میرے اور شامیر کے درمیان ایک ایسی زنجیر ہے، جس کا کوئی سرا بھی ہم دونوں کی گرفت میں کبھی نہیں آ سکتا۔ ہمارا ناتہ اگر جڑ بھی گیا تو وہ لڑکی تمہاری وجہ سے اس رشتے کو کبھی Accept نہیں کرے گی۔ وہ تھوک دے گی مجھ پر..... وہ برملا میری ذات پر کیچڑ اُچھالے گی۔''

''کیا مطلب؟'' منال نے بے پناہ حیرت سے اسے دیکھا۔ ''کون ہے وہ لڑکی، جو تمہیں اور شامیر کو ایک ہونے سے روک سکتی ہے؟ اور بھلا میرا کیا تعلق ہے اس لڑکی سے، جو میری وجہ سے وہ تم پر تھوکنے کی جرأت کر سکے؟ تم غلط کہہ رہی ہو ارما! اس لڑکی سے مجھے کیا لینا دینا، جب کہ میں اسے جانتی تک نہیں۔''

''جانتی ہو تم اسے اچھی طرح۔'' ارما کی آنکھیں پھر سے بھر آئیں۔ ''وہ لڑکی شامیر کی کمزوری ہے، اس کی چھوٹی بہن، جس کی ہر ضد اور مان کو وہ سر آنکھوں پر رکھتا ہے۔ تم نے منال!..... تم نے اس لڑکی کے دل کو ایسا چرکا لگایا ہے کہ اس چرکے کی ہر ٹیس میری محبت کو بھی اذیت کے حصار میں جکڑ رہی ہے۔ تم نے اس لڑکی کے ساتھ میری دنیا بھی اندھیر کر ڈالی ہے۔''

''کیا مطلب.....؟'' منال اس بار پریشان ہو گئی۔ ''یہ تم کیا بول رہی ہو ارما؟ ذرا کھل

کر کہو نا پلیز۔"

"کھل کر؟" ارما نے اپنے بہتے اشکوں کو ہاتھ کی پشت سے پونچھا۔ "تم کھل کر سننا چاہتی ہو تو سنو، آج شامیر سے میں ترکِ تعلق کر آئی تو اس کی وجہ تم ہو۔ تمہارا وہ غلط رویہ ہے جس کی بدولت امی، ابو اور بھائی ناکردہ گناہ کی سزا بھگت رہے ہیں، میں تمہاری طرح انہیں دکھ دینے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ سو شامیر کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دینے کا فیصلہ کرنے کے بعد جب میں اس کے پاس پہنچی تو اسے خود سے زیادہ پریشان پایا۔ شامیر کی پریشانی اس کی بہن تھی، جسے وہ بے پناہ چاہتا ہے۔ میں نے اس لڑکے کی پریشانی بانٹنا چاہی تو انکشاف ہوا کہ وہ لڑکی جو شامیر کے روکنے کے باوجود انگلینڈ جانے کو پَر تول رہی ہے، وہ کوئی اور نہیں، تمہارے جبر کا شکار ایک مظلوم لڑکی ہے۔ تمہاری لگائی ہوئی آگ کے طفیل اپنے معاملات ختم کر کے وہ لڑکی یہاں سے چلی جانا چاہتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنے منگیتر کو کسی دوسری عورت سے شیئر نہیں کر سکتی۔ اس کا منگیتر دائم تمہاری زلف کا اسیر رہے، ایسا اسے منظور نہیں ہے۔ منال کیونکہ شامیر کی بہن سندس ہے، سندس ذکاء الدین۔ جس کی زندگی میں تمہاری یکطرفہ محبت نے زہر گھول دیا ہے۔"

"اوہ نو....." منال بے اختیار اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کا چہرہ لمحوں میں سفید پڑ گیا۔ وہ ایک پل میں کچھ اس طرح بکھری کہ ارما کو اپنے اندر کچھ ٹوٹتا محسوس ہوا لیکن منال کا سکون غارت ہو چکا تھا۔ وہ تیزی سے ارما کے پاس آ کر بولی۔

"یہ..... یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں منال!" ارما نے نظریں چرا کر رخ موڑ لیا۔ "سندس ہی وہ لڑکی ہے، جسے تمہاری اندھی محبت لے ڈوبی۔ وہ دائم کی منگیتر اور شامیر کی چھوٹی بہن ہے۔ وہ لڑکی جو دائم کی پسند، اس کا عشق ہے، آج تمہاری وجہ سے دائم کو چھوڑ کر ملک سے باہر جا رہی ہے۔ وہ اپنے ہونے والے شوہر کو اس لڑکی کے لئے آزاد چھوڑنا چاہتی ہے، جس نے اپنی محبت پانے کے لئے گھر کے ہر فرد کو داؤ پر لگا دیا۔ جس نے باپ کے وعدے سے منکر ہو کر اسے جان سے مارنے کی کوشش کی۔ جس نے بھائی کو اس کے دوستوں میں منہ دکھانے کے قابل نہ چھوڑا اور جس نے شامیر کی محبت کو مجھ سے چھین لیا۔"

"منال.....!" ارما نے بلکتے ہوئے مڑ کر اسے دیکھا۔ "تم نے ان بہن بھائی کی چاہتوں پر نقب لگائی ہے۔ تم سندس کے ساتھ ساتھ شامیر کی گناہ گار بھی ہو، تمہاری دائم سے محبت نے مجبور کر دیا کہ میں بھی شامیر کے ہم قدم نہ چلوں۔ سو میں اسے ہمیشہ کے لئے چھوڑ آئی ہوں۔ اب تم جشن مناؤ منال! موقع اچھا ہے۔ اب تم چاہو تو دائم پر قبضہ کر کے اس کی چاہت پر حق جما سکتی ہو۔ اسے رجھا کر اپنی طرف مولڈ کرنے کی کوشش کر سکتی ہو۔ کیا ہوا اگر اس نے سب کے بیچ رہ کر تمہیں تھپڑ مار دیا۔ کیا ہوا، منال! اگر دائم نے نفرت کا اظہار کر کے تمہیں ذلت کی پستی میں پھینک دیا۔ مگر تم تو اسے چاہتی ہو نا۔ تمہاری ذات اور جذبات ویسے

بھی دائم کی امانت ہیں اور پھر تمہاری یکطرفہ محبت اپنی شدت و وقعت میں کسی دوسری چاہت سے کم نہیں۔ پھر کیا برا ہے کہ تم سندس کے جانے کے بعد دائم کو اپنے بس میں کر لو۔ سارے راستے کھلے ہیں منال! تمہیں اپنی قسمت کے اس سنہری پل کا پورا فائدہ اٹھانا چاہئے۔ جاؤ اور جا کر دائم سے کھل کر اظہارِ محبت کرو۔ تمہاری یکطرفہ چاہت اب یکطرفہ نہیں رہنی چاہئے۔ اور ہاں، تمہیں یہ سوچنے کی بھی ضرورت نہیں کہ شامیر سچائی کھل جانے کے بعد کیا سوچے گا؟ اس لڑکے کو جب یہ پتہ چلے گا کہ اس کی بہن کی زندگی برباد کرنے والی لڑکی دراصل میری بہن ہے تو وہ میرا کیا حشر کرے گا، کتنی نفرت کرے گا مجھ سے۔"

"نہ..... نہ منال! تم اس بارے میں بالکل مت سوچنا۔ اس کی لعن طعن کی ذمہ دار میں ہوں گی۔ مگر منال! مجھ سے یہ سب سہا نہیں جائے گا۔ شامیر کی بدظنی اور ملامتی نظروں کو سہنے سے بہتر ہے کہ میں اُسے بھول جاؤں۔ اس کی بے لوث محبت کو فراموش کر دوں۔ تمہاری یکطرفہ غلطی نے ہم دونوں کی زندگی برباد کر دی ہے منال! تمہارے کرموں کا خسارہ اب تاحیات مجھے بھی بھگتنا ہوگا۔ اب زندگی کے باقی ماہ و سال نہ تم خوش رہ سکو گی اور نہ ہی میں۔ ہمیں خالی ہاتھ رہنا ہوگا منال! کیونکہ مثل مشہور ہے Do good and have good. مگر تم نے اچھا کیا ہے، نہ اچھا پایا ہے اور اس ناکردہ گناہ کی سزا مجھے بھی برابر ملے گی۔"

"اُف..... بس کرو ارما!" منال کا رُواں رُواں کپکپا اُٹھا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی۔ "میں نے ایسا کچھ نہیں چاہا۔ میں نے ایسا سوچا تک نہیں۔ پھر یہ کیا ہو رہا ہے خدایا! میں کیا کروں؟ مجھے کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا ارما! مجھے کچھ بھی سجھائی نہیں دے رہا۔"

"کیوں؟" ارما کا انداز زہر خند تھا۔ "کیوں سجھائی نہیں دے رہا منال؟ یہ سب ویسا ہی ہو رہا ہے، جیسا تم نے چاہا تھا۔ دائم آزاد ہے منال! تمہارا راستہ خالی ہے۔ تم اس کی طرف جانا چاہتی ہو تو جاؤ، اب تمہیں روکنے کوئی نہیں آئے گا۔ کیونکہ ابو بستر پر پڑے موت سے لڑ رہے ہیں، امی کو چپ لگ گئی ہے اور بے چارے عرفان بھائی اپنی غیرت کے سمندر میں ڈوب ڈوب کر اُبھر رہے ہیں۔ رہ گئی میں تو مجھے بھی تم نے شامیر کو منہ دکھانے لائق نہیں چھوڑا۔ یہ حقیقت کھل جانے پر میں شامیر کا سامنا نہیں کر سکتی۔ میں ذلت و تضحیک کا عذاب سہہ نہیں سکتی۔ تمہارے ہوتے میں نہ سندس کو فیس کر سکتی ہوں اور نہ ہی شامیر کی محبت کو حاصل کر سکتی ہوں۔ میرے لئے ہر حال میں آزمائش لکھ دی گئی ہے۔ مگر تم آزاد ہو منال! اپنے لئے جو چاہو وہ فیصلہ کر سکتی ہو۔ کیونکہ تمہاری لگائی آگ اتنی جلدی کہاں ٹھنڈی ہوگی۔"

"بس کرو ارما! پلیز اب اور کچھ مت کہو۔ ہاں، اتنا بتا دو، میں کیا کروں؟ میں نے تمہارے راستے میں کانٹے نہیں بوئے، میں نے تمہیں اذیت دینے کا کبھی نہیں سوچا، پھر یہ سب کیا ہے ارما؟ ایسا کیوں ہو گیا؟ میں کیا کروں خدایا! اب میں کیا کروں؟" وہ رو رہی تھی۔ اس کا وجود ہواؤں کی زد پر تھا اور یہ انکشاف کسی ایٹم بم کی طرح تھا کہ سندس، شامیر کی چھوٹی

بہن ہے۔

وہ دائم مصطفیٰ جو دل بن کر سینے میں دھڑک رہا تھا، اب وہی دل آناً فاناً جیسے ہر جذبے سے خالی ہو گیا تھا۔ محبت کی وہ کیفیت جو منال کے سر پر وجد طاری کئے ہوئے تھی، اب ہوا بن کے حواسوں پر ناچ رہی تھی۔ بس ایک لمحہ لگا تھا..... صرف ایک لمحہ، اس ادراک کے لئے کہ محبت خدا کا وردان ہوتی ہے۔ وہ جسے چاہے اسے نواز دے۔ زبردستی کی محبت نہ اپنے حاصل حصول میں آسان ہے اور نہ ہی دل کو آباد کرتی ہے۔ وہ صرف پشیمانی ہے، بدنامی ہے اور ذلت کی وہ اتھاہ گہرائی ہے، جہاں گر کر کوئی بھی اپنے قدموں پر کھڑا نہیں رہ سکتا بلکہ زندگی بسر کرنے کے لئے اس کا وجود ایک ایسی کیچڑ سے لتھڑ جاتا ہے جسے سات سمندر بھی دھو نہیں سکتے۔ آنکھیں شرمساری سے جھکی رہنے پر مجبور ہو جاتی ہیں اور آنسو ان میں جگہ بنا لیتے ہیں۔ مگر تب رونے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ رونے سے زندگی بھلا کہاں بدلتی ہے؟ یہ تو کسی جلاد کے ہاتھوں سُولی پر لٹکتی لاش کی طرح لٹک جاتی ہے۔

❋❋❋

آگہی نام ہے کنارے کا
عشق دریا ہے تیز دھارے کا

منال چاہتی تو اب بھی اپنی محبت پانے کے لئے انتہا سے گزر سکتی تھی۔ مگر ارما کو ذلت کی پستی میں دھکیل کر وہ خود چاہتوں کے سائبان تلے کھڑی نہیں رہ سکتی تھی۔ آج خدا نے ابو کی شاید کوئی فریاد سن لی تھی یا امی کی آنکھوں سے برستی رم جھم برسات نے اللہ کے دربار میں رسائی حاصل کر لی تھی کہ آج کا دن منال کی زندگی میں ایک نئی سوچ کے ساتھ طلوع ہوا تھا۔ اس سوچ نے سچائی کی روشنی کا لبادہ اوڑھ کر اس کے وجود میں اُترے خودغرضی کے اندھیرے کو دھیرے دھیرے نگلنا شروع کر دیا تھا۔

دائم سے کی جانے والی یکطرفہ محبت کا اُبال آہستہ آہستہ بیٹھ رہا تھا۔ اب اس کی جگہ پچھتاوے سر اُٹھا رہے تھے، جو منال کو ہر طرف سے گھیر رہے تھے۔ دل کے اندر جیسے بے چینی سی بھر گئی تھی۔ روح تڑپ رہی تھی اور دل..... دل کی ہر دھڑکن اسے خطاکار ہونے کا طعنہ دے رہی تھی۔ وہ چپ تھی، مگر ذہن مسلسل بول رہا تھا۔ اس کے ضمیر کی آواز اس کے اندر باہر گونج رہی تھی۔ وہ مجرم تھی اور اپنا جرم بخوبی جانتی تھی۔ شاید اب وقت آ گیا تھا کہ منال کوئی فائنل فیصلہ کرتی۔ وہ مفاد پرست بن کر دائم کی طرف قدم بڑھا سکتی تھی یا پھر اپنے بجائے ارما کی خوشیوں کو چُن سکتی تھی۔ ارما نے زندگی کے ہر کٹھن وقت پر منال کا ساتھ دیا تھا۔ بڑی بہن ہونے کا فرض نبھایا تھا اور اسے غلط ہونے کے باوجود سپورٹ کیا تھا، سو اب منال کی باری تھی۔ چھوٹی بہن ہونے کے ناتے جو فرائض اس کے تھے، ان کی انجام دہی اب منال ہی کو کرنا تھی۔

یہ آرزو ہے کہ دیکھیں گے صبح کا منظر
کہ ہم نے زیست نہیں، رات ہی گزاری ہے

دو دن بڑی خاموشی سے گزرے تھے۔ گزرے ان دو دنوں میں شامیر نے کئی بار ارما سے رابطہ بحال کرنے کی کوشش کی تھی، مگر اس کی ہر کوشش کو ارما نے خود ناکام بنا دیا تھا۔ اس نے سم کے کئی ٹکڑے کر ڈالے، جس کا نمبر شامیر کے پاس تھا۔ اس نے اپنے طور پر ہر دروازہ بند کر دیا تھا کہ جس منزل کو جانا نہیں تھا، اس کے راستوں سے گزرنا بے کار تھا۔ سو ارما نے یہ سوچ کر دل پر پتھر رکھ لیا تھا کہ.....

عشق کے سلسلے سلامت ہوں
ہم نے حصے میں بس زیاں رکھا

ارما نے احتیاط کے طور پر کمپیوٹر سے بھی اپنا نام ونشان مٹانے کے لئے اپنی اور منال کی آئی ڈی ختم کر ڈالی تھی۔ اور اسی پر بس نہ کی بلکہ اپنے کمپیوٹر کو کور چڑھا کر ایک کونے میں رکھ دیا کہ نہ وہ کھلتا اور نہ شامیر کا کوئی میسج یا Mail نظروں سے گزرتی۔ اس نے ہر اس رابطے کو مٹانے کی کوشش کر ڈالی، جس کے تحت شامیر سے ایک ذرا سا تعلق جڑنے کا بھی امکان ہو سکتا تھا۔

اب وہ رات دن اپنے صبر کے لئے دعا کیا کرتی کہ ذہن و دل میں بسی شامیر کی تصویر کسی طور دھندلی نہ پڑ رہی تھی۔ وہ اسے بھلانے کی کوشش میں کچھ اور یاد کرنے بیٹھ جاتی۔ اس کی بہت سی باتیں، بہت سی شوخیاں دل میں برچھی سی اتار دیتیں۔ روح کے اندر ملال اتر آیا تھا۔ دل خوشی بھول کر بس افسردگی کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھا۔ ارما کی آنکھیں نم رہنے لگی تھیں۔

دوسری طرف منال کی دنیا بدل چکی تھی۔ ابو کے ہاسپٹل سے گھر آتے ہی اس نے پاؤں پکڑ کر آنسوؤں کے دریا بہا دیئے تھے۔ اس بار اس نے پورے دل سے معافی مانگی تھی۔ امی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر سر ان کے گھٹنوں پر رکھ دیا تھا۔ عرفان بھائی کو منانے کی اتنی منتیں کی تھیں کہ ان کے قدموں سے اٹھنے کو تیار نہ تھی۔ وہ ان کی بے گانگی سہنے کا اب حوصلہ نہ رکھتی تھی۔

وہ سب اس کے اپنے تھے، کب تک روٹھتے، سو نہ چاہ کر بھی بھاری دل کے ساتھ انہیں منال کو معاف کرنا پڑا تھا۔ سب کی نظروں میں سرخروئی حاصل کرنے کے بعد منال نے جو فائنل قدم اٹھایا تھا، وہ ایسی انہونی تھا، جس کی توقع گھر کے کسی فرد کو نہ تھی۔ اس نے فون پر حمزہ سے ملاقات کرنے کی خواہش کی تھی، جسے حمزہ نے کسی حیل و حجت کے بغیر تسلیم کر لیا تھا۔

منال دوسرے دن ہی حمزہ سے جا کر ملی تھی۔ اس نے صدقِ دل سے اپنی خطا کو تسلیم کر کے معافی مانگی تھی۔ حمزہ کے پاس جواب میں کچھ کہنے کو نہ تھا۔ گمشدہ محبت اب دامن پکڑے آمادۂ منت تھی، وہ نظریں کیسے چراتا؟ ویسے بھی محبت کے لئے دلوں میں گداز نہ ہو تو عاشق کہلانے کا مزہ نہیں آتا۔

تُو پاگل ہے، پاگل بنایا ہے تُو نے
ستایا ہے تُو نے، جلایا ہے تُو نے
مگر آج ایسے منایا ہے تُو نے
کہ پھر روٹھ جانے کو دل چاہتا ہے

مگر اب رُوٹھنا حمزہ کے لئے سودمند نہ ہوتا۔ وہ منال کو اس کی خطاؤں کے باوجود دل سے چاہتا تھا۔ سو وہی چاہت منال کو ہر لحاظ سے محفوظ کر رہی تھی، فائدہ پہنچا رہی تھی۔ اس موقع کو غنیمت جان کر حمزہ نے نکاح کی درخواست کی تھی، جسے منال نے کسی ردوکد کے بغیر مان لیا

تھا۔ اب اس رشتے سے اسے کوئی انکار نہیں تھا۔ یہی وہ ٹرننگ پوائنٹ تھا، جو سب کی نگاہ میں منال کو معتبر اور ہر معاملے میں سنجیدہ ثابت کر سکتا تھا۔

حمزہ کو منا لینے کے بعد وہ شامیر کی طرف پلٹی تھی۔ اب اسے شامیر اور سندس کا دل صاف کرنا تھا تاکہ وہ ارما کی محبت میں چوٹ کھا کر بہن کے ساتھ انگلینڈ نہ جا سکے۔ منال کو اپنی معصوم بہن پر لگا بے وفائی کا الزام کسی قیمت پر منظور نہ تھا۔ وہ سیدھی شامیر کے گھر آئی تھی لیکن وہاں بدقسمتی اس کا منہ چڑانے کو کھڑی تھی۔ گھر کے ملازم نے بتایا، صبح کی فلائٹ سے شامیر اپنی والدہ اور بہن کی ہمراہی میں لندن کو روانہ ہو چکا تھا۔ اس کی واپسی کب ممکن تھی؟ وہ بے چارہ اس بارے میں قطعی لاعلم تھا۔ شامیر پلٹ کر دوبارہ وطن لوٹتا یا نہیں، منال کوئی اندازہ لگانے سے قاصر تھی۔ اب اسے بھی ارما کی طرح انتظار کے کڑے لمحات سے گزرنا تھا۔

ادھر دائم مصطفیٰ، سندس کے ملک چھوڑ جانے پر خود کو تہی دست محسوس کر رہا تھا۔ اس لڑکی کا یوں خاموشی سے چلے جانا، دائم کی محبت کی شکست تھا۔ سندس اسے معاف نہ کر سکی تھی۔ دائم کا معافی مانگنا بھی بے معانی رہا تھا۔ اب صرف زیاں تھا، جو اس کے حصے میں آیا تھا۔ وہ چاہت جو اس کی منزل تھی، اس سے روٹھ کر ہزاروں میل دور جا بسی تھی۔ دائم اپنی ذات میں بکھر کر رہ گیا تھا۔ زندگی جیسے کانٹوں کا بستر ہو گئی تھی۔

یوں جدائی میں سانس لیتا ہوں
بامشقت کوئی سزا جیسے.....

سندس کی یادوں کو بھلانے کے لئے اب دل کو کسی دوسرے رخ پر موڑنے کی ضرورت تھی، سو دائم ایک نئی سمت کی تلاش میں سرگرداں ہو گیا۔ اس نے خود کو سوفٹ ویئر بزنس کی Establishment میں مصروف کر لیا تھا۔ جبکہ حمزہ نے منال کی رضامندی پاتے ہی اس کے والدین کے روبرو نکاح کی بات دوبارہ چھیڑ دی تھی۔ اس کی والدہ تاریخ طے کرنے کی بابت منال کے گھر آئیں تو اس بار ابو نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ تب سارا فیصلہ عرفان بھائی کو آپ ہی کرنا تھا۔ انہوں نے منال کی رضامندی جان کر امی سے مشورہ کیا اور ان کی منظوری کے ساتھ فوری طور پر حمزہ سے منال کا نکاح کر دیا تھا۔ یہ خوشی کی گھڑی بہت انتظار کے بعد اس گھر کی تقدیر میں لکھی گئی تھی مگر اب تلک سہمی سی تھی، بے یقینی کی فضا لئے۔ اس دن منال نے پورے دل اور نیت کی سچائی کے ساتھ نکاح نامے پر دستخط کئے تھے۔ اب اسے دائم کو بھلا کر حمزہ کی وفادار رہنا تھا اور یہ وفاداری منال نے صرف اور صرف ارما کے محفوظ مستقبل کی خاطر نبھائی تھی۔ اسے یقین تھا، ارما پر دل ہارنے والا شامیر ایک دن ضرور پلٹ کر آئے گا۔ وہ جب بھی آتا، منال اسے ارما سے جوڑنے کی پوری کوشش کرنے والی تھی۔ خواہ اس مقصد کے حصول کے لئے اسے سندس کے سامنے ذلیل و خوار ہی کیوں نہ ہونا پڑتا۔ اس بار منال نے حمزہ کی زندگی میں شمولیت کا فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر کیا تھا۔ نکاح کے بعد اگلے ہی ہفتے حمزہ جاپان کے لئے

روانہ ہو گیا تھا۔ اسے وہاں ایک آفیشل کورس کے سلسلے میں آٹھ ماہ قیام کرنا تھا۔ اس کی وطن واپسی پر منال کی رخصتی فائنل کر دی گئی تھی۔

دن پَر لگا کر اُڑتے چلے گئے۔ زندگی ایک روٹین کے ساتھ گردش کر رہی تھی۔ ارما نے خود کو گھر داری میں مصروف کر لیا تھا۔ ابو نے اُسے M.sc کرنے پر زور دیا تھا، مگر ارما کا دل پڑھائی سے اچاٹ ہو گیا تھا۔ جب دل اپنے ہاتھوں گنوا دیا تھا تو پھر کسی جگہ لگانے کے لئے وہ اسے کہاں ڈھونڈتی؟ اس نے گھر رہ کر امی کا ہاتھ بٹانے کو زیادہ مناسب جانا تھا۔ ادھر منال، فائنلز کی تیاری میں تھی۔ اس سال اسے بی ایس سی کلیئر کرنا تھا۔ وہ حمزہ کے ساتھ رخصت ہونے سے قبل اپنی ایجوکیشن مکمل کر لینے کی خواہش مند تھی۔ نکاح کے بعد بھی اس نے کالج سے ناتہ جوڑے رکھا تھا۔

وقت کا دھارا گزرتے لمحوں کے ساتھ ایک توازن سے بہتا رہا۔ دن رات میں بدلے اور راتیں دنوں میں۔ یوں پلک جھپکتے چھ ماہ گزر گئے۔ ان چھ مہینوں میں منال اور حمزہ میں ایک اچھی انڈر اسٹینڈنگ قائم ہو گئی تھی۔ وہ دونوں فون پر ایک دوسرے سے ڈھیروں باتیں کرتے۔ حمزہ کا فون آتا تو منال پر ارما کی توجہ خود بخود مرکوز ہو جاتی۔ اس لڑکی کے چہرے پر نکھرتا گلابی رنگ، ارما کو حیرت زدہ کر دیا کرتا تھا۔ یہ وہی منال تھی، جو کبھی حمزہ کا نام سننا بھی گوارا نہ کرتی تھی اور اب وہی منال، دائم کی محبت کو بھول کر حمزہ سے چاہت کا نیا سبق پڑھ رہی تھی۔ اب وہ ان ذومعنی باتوں پر سرخ ہو جایا کرتی جو حمزہ فون پر اس کے کانوں میں سرگوشیوں کی صورت کرتا۔ نکاح کے بعد حمزہ کی محبت کا اظہار بہت کھل کر سامنے آیا تھا۔ اس کی محبت، منال کو مسرور و شاداں رکھتی۔ حمزہ کا نام آتے ہی اس کی آنکھیں لو دینے لگتیں اور پلکیں یوں سرنگوں ہو جاتیں، جیسے بارِ حیا سے اُٹھ نہ پائیں گی۔ اُس کا وہ لجایا، گھبرایا انداز ارما کو بہت بھلا لگتا۔ اور تب وہ اس کے سدا سکھی رہنے کی دعا کیا کرتی تھی۔

نکاح کے بعد منال نے دائم کا نام لینا چھوڑ دیا تھا۔ وہ جیسے اس شخص کو اپنی زندگی سے یکسر نکال چکی تھی۔ ایسا سب ہی کو لگتا تھا۔ مگر محبت کی کسک ہمیشہ دل کے ساتھ رہتی ہے۔ منال یہ بات بہ خوبی جانتی تھی، پھر بھی اسے سنبھلنا آ گیا تھا۔ اس کا سلجھا انداز گھر کے ہر فرد کے لئے سکون اور اطمینان کی علامت تھا۔ اب سب منال سے راضی تھے اور اس کی خوشی میں خوش تھے۔

منال کے لئے انہی خوشیوں بھرے وقت کے دھارے میں ایک دن جیسے کوئی پتھر آ گرا۔ زندگی کی گردش میں یادوں کے کئی دائرے بننے اور مٹنے لگے۔ حمزہ نے فون پر منال کو یہ خوشخبری دی تھی کہ دائم کی سندس سے خوب دھوم دھام سے شادی ہو گئی تھی۔ کئی ماہ گزرنے کے بعد بالآخر سندس نے اسے معاف کر دیا تھا۔ اس نے حمزہ کا نکاح، منال سے ہو جانے کی تصدیق کے بعد ہی دائم سے شادی کے لئے حامی بھری تھی۔ سوڈیڈی کے حکم پر سندس سے بیاہ رچانے کو اسے انگلینڈ آنا پڑا تھا۔ دائم اپنی فیملی کے ساتھ زندگی کی خوشیاں سمیٹنے آ گیا تھا اور اب سندس

کی ہمراہی میں اسپین جیسی خوب صورت جگہ پر ہنی مون کی رنگین گھڑیاں گزار رہا تھا۔ سندس اب بہت پُرسکون تھی۔ وطن سے دُور اس پُر رونق اسپاٹ پر اسے کسی منال کی آمد اور مداخلت کا خوف نہ رہا تھا۔ اب اسے دائم پر پورا بھروسہ تھا اور وہ کامل بھروسہ ہی اس کی محبت کی ضمانت بن گیا تھا۔

❁

دائم کی شادی کی خبر سن کر گھر میں جیسے سبھی نے سکھ کا سانس لیا تھا۔ وہ خلش اور پچھتاوا جو منال کی ضد اور ہٹ دھرمی کے نتیجے میں سبھی کا دل دھڑکائے ہوئے تھا، اب ایک حد تک دُور ہو گیا تھا۔ دائم نے بالآخر اپنے حصے کا سکھ پا لیا تھا۔ منال کی یکطرفہ محبت کے ایک ذرا سے فتنے نے کتنی بڑی کہانی کو ایک طویل عرصے میں سمٹنے کا موقع فراہم کیا تھا اور وہ موقع دائم کے لئے من چاہی خوشیوں کے در کھول گیا تھا کہ سندس کے روپ میں اسے اس کی چاہت مل گئی تھی۔ اور اب وہ اس کی رفاقت میں خوشگوار زندگی گزار رہا تھا۔

گزرتے وقت نے پھر تھوڑی اور جست لگائی تو حمزہ کی وطن واپسی کی اطلاع نے گھر میں خوشیوں کے لاتعداد دیپ جلا دیئے۔ وہ پاکستان آ رہا تھا۔ اس نے عرفان کو ابھی سے رخصتی کی تیاری کرنے کا کہہ دیا تھا کہ اب اسے بھی زندگی کو بھرپور انداز میں جینا تھا۔

ادھر امی کو ارما کی فکر لاحق تھی۔ وہ چاہتی تھیں، کوئی اچھا رشتہ مل جاتا تو وہ دونوں بہنوں کو اپنے گھر کی دہلیز سے اکٹھے ہی رخصت کر دیتیں۔ مگر فی الحال کوئی لڑکا نظروں میں نہ جچ کے نہ دے رہا تھا۔ ابو، عرفان بھائی کی شادی پر زور دے رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ارما کی رخصتی سے پہلے بہو گھر آ جاتی تو ان کے گھر کی رونق بھی ماند نہ پڑتی۔ مگر عرفان بھائی نے انکار کر دیا۔ وہ بہنوں کو رخصت کرنے کے بعد اپنے سر پر سہرا سجانا چاہتے تھے۔ انہیں اپنے والدین کا بوجھ کم کرنے کی فکر لاحق تھی۔ وہ بڑا بیٹا ہونے کا فرض نبھانے کے خواہش مند تھے۔

دن ایسے ہی پُرکیف گزر رہے تھے، جب ایک دن منال نے اچانک ارما کو نیکسٹ ڈور نیبر (Next door neighbor) آ جانے کی اطلاع دی۔ برابر والا گھر جانے کتنی مدت سے خالی پڑا تھا اور اب کئی روز سے اس گھر کی چہل پہل سے نئے لوگوں کی آمد کا اندازہ ہو گیا تھا۔ امی بہت خوش تھیں۔ پڑوس ویران ہو تو اپنا گھر بھی سُونا سُونا سا لگتا ہے۔ سو امی نے موقع غنیمت جان کر نئے پڑوسیوں کی خوب آؤ بھگت کی تھی اور دو تین دن مستقل بڑے اہتمام سے کھانا بھجوایا تھا، تاکہ اچھے تعلقات استوار ہو سکیں۔

پھر وہ دن بھی یادگار ثابت ہوا تھا، جب منال کالج سے لوٹی تھی اور ڈرائنگ روم کے سامنے سے گزرتے ہوئے شامیر کی جھلک پا کر ششدر رہ گئی تھی۔ وہ اچھل پڑی تھی۔ لمحے کا ہزارواں حصہ اسے شامیر سے روشناس کرا گیا تھا۔ حالانکہ وہ اسے صرف کمپیوٹر پر لگی ایک تصویر کے حوالے سے جانتی تھی۔ اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ پلٹ کر دوبارہ تصدیقی نظر ڈالی تھی۔

ہاں.....وہ وہی تھا.....شامیر ذکاء الدین.....جسے ارما سے محبت تھی۔ اور وہ اب تلک اس لڑکی کی بے وفائی کو دل سے لگائے اُداسی کے دن رات گزار رہا تھا۔

منال کا دل دھڑکنا بھول گیا۔ شامیر؟.....اور ان کے گھر پر؟..... یہ بات ناممکنات میں سے تھی۔ یہ کیسی انہونی تھی، یارب! وہ صبر نہ کر سکی اور بھاگم بھاگ، ارما تک پہنچی تھی، جسے یہ خبر سنتے ہی اختلاج سا ہونے لگا تھا۔ شامیر کو بھول جانا کون سا آسان تھا۔ وہ اب بھی اس کی دھڑکنوں میں بستا تھا۔ مگر یہ دھڑکنیں صرف ارما کے دل کا راز چھپائے ہوئے تھیں۔ پچھلے چھ ماہ سکون سے کہاں گزرے تھے، جو اب طوفان کی صورت شامیہ لوٹ آیا تھا۔ اگر گھر میں کچھ سکون اور اطمینان اُترا تھا تو وہ محض منال کی وجہ سے تھا، جس نے حمزہ کے ساتھ سچے دل سے رشتہ جوڑ کر گھر بھر کی خوشیاں لوٹا دی تھیں۔ مگر اب شامیر وہی خوشیاں لوٹنے چلا آیا تھا۔

ارما بصیر۔ وہ لڑکی تھی، جس کی بے وفائی کا داغ لے کر وہ سندس کے ساتھ ہی چلا گیا تھا۔ ارما دراصل عرفان کی بہن تھی اور ان بدلتے حالات میں شامیر کی پڑوسی بھی۔ یہ انکشاف خود شامیر کے لئے بہت بڑا سرپرائز تھا۔ وہ ماما کے ساتھ پہلی بار پڑوسیوں کے یہاں ہیلو ہائے کرنے آیا تو وہاں ارما کو دیکھ کر اس بری طرح چونکا کہ خود عرفان بھائی بھی شک میں پڑ گئے۔

شامیر نے قدرت کی طرف سے عطا کردہ موقع غنیمت جان کر ارما سے شناسائی کا ڈھول پیٹنا شروع کر دیا۔ اس نے اپنے طور پر اسے آزمائش میں مبتلا کرنے کی کوشش بھی کی۔ اس بار وہ نئے سرے سے تیاری کر کے میدانِ وفا میں کودا تھا۔ اب اسے ارما جیسی نازک لڑکی سے کوئی شکست نہیں کھانی تھی۔ اسے ارما کو نہ صرف اس کی بے وفائی پر سزا سنانی تھی بلکہ اس کے سارے وسوسوں کو رد کر کے اپنا بھی بنانا تھا۔ ایسا کرنے کے لئے شامیر کو سب سے پہلے ارما کے گھر والوں کا دل جیتنا تھا تاکہ اپنی محبت کو باعزت طور پر حاصل کرنے میں کسی دوسری مخالفت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اب وہ انہی کوششوں میں اُلجھ گیا تھا۔ اس نے صاف گوئی سے کام لے کر ارما کو اپنی واپسی کا مقصد سمجھا دیا تھا۔ یہی کہ وہ لڑکی، جو اسے محبت کے بیچ راستے میں حیران پریشان چھوڑ گئی تھی، اب انگلینڈ واپسی پر اس طور سامنے آئی تھی کہ وہ اللہ کی مہربانی پر دنگ رہ گیا تھا۔

وہ لڑکی، جو اس کی دعاؤں کا حاصل تھی۔ جو اچانک پڑوسی بن کر نظروں کے سامنے آ گئی تھی، اب اسے نظرانداز کرنا ممکن نہ تھا۔ شاید خدا خود اس ملاپ کے حق میں تھا، جب ہی تو شامیر کے جذبے رنگ لائے تھے۔ ارما کا حصول اس کے ارادے مضبوط کر چکا تھا۔ وہ کئی بہانوں سے اسے زِچ کرتا، دھمکاتا اور حظ اٹھاتا رہتا تھا اور اس کی ہر حرکت ارما کا خون خشک کر جاتی۔ وہ آج بھی ابو کو دھوکا دینا نہیں چاہتی تھی۔ نہ ہی شامیر سے وابستگی کا اقرار کرنا چاہتی تھی۔ مگر منال اس بار وہ سارے کام کرنے کو تیار تھی۔

اسے ہر قیمت پر شامیر اور ارما کے درمیان وہی یگانگت جگانی تھی، جو اس کی وجہ سے

آزمائش کا شکار ہو چکی تھی۔ ارما کو شامیر سے جوڑنے میں جس قدر بھی پاپڑ بیلنے تھے، منال کو خود بیلنے تھے۔ ایسا کر کے وہ اپنی غلطیوں کا تدارک کرنا چاہتی تھی۔ اسے یقین تھا، شامیر اپنی بہن کی زندگی میں زہر گھولنے والی لڑکی کو معاف کر کے ارما کی طرف قدم ضرور بڑھائے گا اور اس کے اس طور قدم بڑھانے میں منال اس کا ساتھ دینا چاہتی تھی۔ کیونکہ وہ ارما سے بے پناہ محبت کرتی تھی۔

رات بھر کھل کر برس جانے والی بارش ایک جگمگاتے سورج کے ساتھ طلوع ہوئی تھی۔ سویرا ہوتے ہی ارما یادوں کے دھندلکے سے نکل کر روشن صبح کا حصہ بن گئی۔ وہ خیالوں کی دنیا میں اپنے ماضی کا سفر کر کے لوٹ آئی تھی۔ رات بھر کے رتجگے اور برستی بارش کی بوچھاڑ میں بھیگتے رہنے کی وجہ سے بدن جیسے ٹوٹ رہا تھا۔ اسے خود کو سمیٹنے میں مشکل ہوئی۔ خوف، پریشانی اور آنے والے کل کے احساس نے ڈپریشن کی صورت اختیار کر لی، جو سر درد بن کر تیز بخار کو بھی کھینچ لایا تھا۔ وہ یادیں، جو رات بھر کسی طوفان کی طرح گرجتی برستی رہی تھیں، اب اس طوفان سے ارما کو بہت ڈر لگ رہا تھا کیونکہ شامیر نام کا طوفان سب کچھ تہس نہس کرنے کے ارادے سے اس کی طرف بڑھ رہا تھا اور وہ بے بس تھی۔

اس نے جلتے بدن کے ساتھ بستر چھوڑ دیا۔ منال اب تک بے خبری کی نیند سو رہی تھی۔ ارما نے اٹھ کر اسے کمبل سے ڈھانپا اور خود کھڑکی کے بند پٹ کھولنے لگی۔ باہر چاروں اور پانی ہی پانی تھا۔ بادل خوب کھل کر برسے تھے۔ شاید اسی لئے سردی میں خاصا اضافہ ہو گیا تھا۔ بخار سے جلتے بدن پر نرم ہوا کی ٹھنڈک جیسے ارما کو شانتی کا احساس دلا گئی۔ وہ کچھ دیر کھڑکی میں کھڑی لمبے لمبے سانس لیتی رہی۔ فجر کی نماز قضا ہو چکی تھی۔ ارما نے وضو کر کے پہلے وہ فریضہ پورا کیا پھر ابو کو ناشتہ دینے کے لئے کمرے سے نکل آئی۔ کچن تک کا فاصلہ طے کرنے میں ارما کو کمزوری سی محسوس ہوئی مگر ابو اور عرفان بھائی اپنے کام پر وقت سے نکل جائیں، یہی سوچ اسے ناشتہ بنانے کچن میں لے آئی تھی۔

اب تیرگی میں روشنی در آنی چاہئے
شب ہو گئی تمام، سحر آنی چاہئے
ہر مرتبہ خزاں نظر آتی ہے باغ میں
اس مرتبہ بہار نظر آنی چاہئے
ہم جس کے خواب دیکھتے ہیں رات رات بھر
آتی نہیں وہ صبح مگر آنی چاہئے

ناشتے کی میز پر عرفان بھائی اور ابو۔ دونوں ہی موجود تھے۔ ارما نے دونوں کے آگے ناشتہ چن دیا اور جب وہ چائے کا تھرماس لئے پلٹی تو ابو کی نرم آواز نے اسے متوجہ کیا۔

''آج بہت سست لگ رہی ہو ارما! کیا بات ہے؟''

''تھوڑا بخار ہے ابو! شاید اسی لئے کچھ سستی سی طاری ہے۔'' اس کی آواز میں نقاہت تھی۔

''ارے، تمہیں بخار ہے ارما!'' عرفان بھائی کھانے سے رک گئے۔ ان کی گہری نگاہ ارما کے چہرے پر ٹھہر گئی۔

''جی بھائی!'' اس نے بات کا رخ موڑنے کو جیسے ہلکا پھلکا انداز اختیار کیا۔ ''رات نیند ہی نہ آئی، تب میں کافی دیر تک کھڑکی سے موسم انجوائے کرتی رہی۔ اب بارش اور ہوا کے تیز جھونکوں کا کچھ اثر تو ہونا ہی تھا، سو بخار ہونا فطری عمل ہے۔''

''نہیں ارما! تمہارا چہرہ بہت سرخ ہو رہا ہے۔'' وہ فوراً میز سے اُٹھ گئے۔ پاس آ کر ماتھا چھوا تو وہ جل رہی تھی۔ عرفان فکر مند ہو گئے۔ ''خاصا تیز بخار ہے یہ تو..... تمہیں فوراً ڈاکٹر کے پاس جانا چاہئے۔ دوا نہیں لوگی تو ٹمپریچر بڑھ جائے گا ارما!''

''نہیں عرفان بھائی!..... دوا کی ضرورت نہیں ہے، میں کچھ دیر آرام کروں گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ فکر مت کریں۔''

''ارے فکر کی بات تو ہے بیٹا!..... بدلتے موسم کی تبدیلی، انسانی وجود پر بہت جلد اثرات مرتب کرتی ہے، اس لئے احتیاط ضروری ہے۔ ورنہ یہی بخار کچھ بڑھ گیا تو کسی دوسری بیماری کو کھینچ لائے گا۔'' ابو نے سمجھایا تو وہ چپ کر گئی۔

عرفان بولے۔ ''تم تیار ہو جاؤ، ارما! جب تک میں بھی ناشتہ کر لیتا ہوں۔ تمہیں ڈاکٹر کو دکھانے کے بعد میں آفس چلا جاؤں گا۔''

''ارے نہیں بھیا! آپ آفس سے لیٹ ہو جائیں گے۔ آج منال کالج سے جلد لوٹ آئے گی، تب اس کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس چلی جاؤں گی۔ مجھے کچھ پرابلم نہ ہوگی۔'' اس نے فوراً منع کر دیا۔

''چلو ٹھیک ہے۔'' وہ فوراً مان بھی گئے۔ ''لیکن دوا وقت پر کھانا۔ شام تک تمہاری طبیعت بحال ہونی چاہئے۔''

''جی بھائی!'' اس نے سر جھکا لیا۔ جب ہی امی کمرے میں آئی تھیں۔ ان کے ہمراہ شامیر کو دیکھ کر ارما کا سانس وہیں رک گیا۔ جس شخص کی یادوں نے رات بھر سونے نہ دیا تھا، وہ صبح سویرے پھر نظر کے سامنے تھا اور خاصا تر و تازہ دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے آتے ہی بے حد فریش موڈ کے ساتھ ''ہیلو عرفان!'' کہہ کر ان کی طرف قدم بڑھائے تو عرفان اسے بے وقت آتا دیکھ کر فوراً اٹھ گئے۔

''خیریت تو ہے شامیر!..... یہ صبح صبح دیرے کیسے چلے آئے؟''

''سب خیریت ہے یار! کچھ کام ہاتھ سے، سو چلا آیا۔'' وہ بے تکلفی سے کرسی گھسیٹ کر

ان کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ ابو کی توجہ بھی اس کی جانب مرکوز ہو گئی۔ وہ جاگنگ کرنے کے بعد آیا تھا۔ اس کا ٹریک سوٹ خنکی کے باوجود پسینے سے بھیگ رہا تھا۔

''چائے پیو گے بیٹا؟'' ابو نے عرفان کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی اپنا کپ اس کے آگے دھر دیا۔ وہ کچھ خجل سا ہو گیا۔

''ارے نہیں انکل! شکریہ..... میں ابھی ایکسرسائز کر کے لوٹا ہوں۔ نہاؤں گا، تب ہی کچھ کھاؤں گا۔ غسل کے بغیر مجھ سے کچھ کھایا پیا نہیں جاتا۔''

''ارے یہ عادت ہمارے عرفان کی بھی ہے۔ وہ بھی نہائے بنا کسی چیز کو منہ نہیں لگاتا۔ سردی ہو یا گرمی، عرفان کا روٹین کبھی نہیں بدلتا۔'' امی نے محبت سے اپنے بیٹے کو دیکھا تو شامیر کو جانے کیوں ہنسی آ گئی۔

''اس کا مطلب ہے، عرفان مجھ پر پڑا ہے آنٹی؟''

''ارے تم پر کیوں؟..... اپنے باپ پر پڑا ہے۔ عرفان کے ابو بھی ساری عمر اسی روٹین پر کاربند رہے ہیں۔'' امی نے جلدی سے کہا تو سب ہی بے ساختہ ہنس پڑے۔

''امی!..... میری پیاری امی!'' عرفان نے آگے ہو کر انہیں بازو میں سمیٹ لیا۔ ''یہ روٹین سارے مردوں کا ہوتا ہے، بشرطیکہ وہ ہماری طرح صاف ستھرا رہنے کے عادی ہوں تو۔''

''ارے عادت کی بات مت کرنا عرفان! اگر بات صفائی کی ہے تو وہ کسی بھی مرد کے کمرے کو دیکھ کر صاف پتہ چل جاتی ہے۔ اور تم جانتے ہو، تمہارا کمرہ کس حال میں ہوتا ہے۔ سچ کہوں تو تمہاری بہنوں کی ہمت ہے جو روز سنوارتی ہے۔ ورنہ اس کمرے کی صفائی مجھ اکیلی کے بس کا روگ نہیں۔ کاغذات کا ایسا کاٹھ کباڑ بھر رکھا ہے تم نے کہ میرا دم گھٹنے لگتا ہے۔'' وہ بلا لحاظ کہہ گئیں۔

''کیوں بھئی عرفان! یہ اتنے کاغذات کا کیا راز ہے؟ کیا بہت Love letters آتے ہیں تمہارے پاس؟'' شامیر نے شوخی سے آنکھ میچ کر انہیں دیکھا تو وہ ہنس دیئے۔

''ہاں یار! روزانہ ہزاروں کی تعداد میں آتی ہے، یہ آفیشل پوسٹیج (Official Postage) اور اگر انہیں پڑھا نہ جائے تو یہی لو لیٹرز میری جاب کو داؤ پر لگانے میں دیر نہیں کریں گے۔ بہر حال، تم ادھر لاؤنج میں آ جاؤ۔ ہم وہاں ذرا ایزی ہو کر بات کرتے ہیں۔''

''ارے نہیں عرفان! میں تمہارا زیادہ ٹائم نہیں لوں گا۔ مجھے تم سے کسی اچھے ڈاکٹر کا پتہ چاہئے۔ ہماری فیملی ڈاکٹر دراصل ملک سے باہر کسی سیمینار میں شرکت کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ وہ ہوتے تو گھر آ کر ماما کو دیکھ لیتے۔ مگر مجھے چونکہ اس ایریا سے کچھ زیادہ واقفیت نہیں ہے، سمجھ نہیں آ رہا، ماما کو کہاں لے کر جاؤں۔ میں کسی نیم حکیم کے چکر میں پھنسنا نہیں چاہتا۔ ویسے بھی ماما کڈنی پیشنٹ ہیں، انہیں کسی ہوشیار ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔'' اس نے فوراً ڈالا۔ اس کی پریشانی اب سب کے سامنے تھی۔

''کیوں، کیا ہوا تمہاری ماما کو؟'' امی نے فوراً پوچھ لیا۔

''انہیں رات سے تیز بخار ہے آنٹی! سردی کی شکایت بھی ہے۔ دراصل ماما کے ٹانسلو Septic ہو جاتے ہیں۔ گلا خراب ہو جائے تو بخار بہت شدت کا آتا ہے اور ماما کمزور ہو جاتی ہیں۔ سو اس بار میں نہیں چاہتا، وہ ایسی کسی پریشانی میں مبتلا ہوں۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو۔ انہیں فوراً کسی اچھے ڈاکٹر سے کنسلٹ کرنا چاہئے۔'' ابو نے فوراً ہی فکرمندی کا اظہار کر دیا۔ پھر کچھ سوچ کر بولے۔ ''ایسا کرو، ارما کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ آج اسے بھی خاصی حرارت ہے۔ ڈاکٹر اطہر ہمارے فیملی ڈاکٹر ہیں، بے حد تجربہ کار اور قابل ہیں۔ ارما تمہیں ان کے پاس لے جائے گی۔ وہ تمہاری ماما کو دیکھ لیں گے تو اچھا رہے گا۔''

ابو نے جیسے اس کا مسئلہ حل کر دیا تھا۔ مگر وہ سب کچھ بھلا کر ارما کو دیکھنے لگا، جو ابو کی بات سن کر اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہی تھی۔ بظاہر اس کے ہاتھ میز کی صفائی کر رہے تھے، مگر چہرہ شامیر کی گہری نگاہ کی حدت سے مزید جلنے لگا تھا۔ وہ جتنا اس لڑکے کو Ignore کرنے کی کوشش کر رہی تھی، اتنا ہی وہ قریب آتا جا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ لرزنے لگے۔

''ارما.....!'' شامیر کی فکر میں ڈوبی آواز سماعت میں جیسے بے قراری بن کے اُتری۔

''کیا ہوا ہے تمہیں؟'' اس نے اتنی بے ساختگی سے پوچھا کہ ارما تو کیا، وہ سب ہی حیران سے ہو کر شامیر کی صورت تکنے لگے۔ ارما کا رنگ سفید پڑ گیا۔ وہ گھٹے گلے سے ہڑبڑا کر بولی۔

''بب.....بخار ہے.....تھوڑا سا.....اور کچھ نہیں۔''

''کچھ نہیں کا کیا مطلب؟ تھوڑے زیادہ سے فرق کہاں پڑتا ہے ارما!..... بخار، بخار ہوتا ہے۔ بڑھ جائے تو جلدی نہیں اُترتا۔''

''یہی تو۔'' عرفان بھائی نے جیسے اس کی بات کو رکھا۔ ''ہم نے بھی اسے دوا لانے کو کہا ہے۔ ورنہ طبیعت کچھ اور بگڑ جائے گی۔''

''ہاں بیٹا!'' بابا نے فوری مداخلت کی۔ ''تمہاری ماما کے ہمراہ چلی جائے گی تو اپنا حالِ دل بتا کر دوا بھی لے آئے گی۔ ورنہ یہ لڑکی خود اپنے لئے بہت کیئرلیس ہے، صرف دوسروں کی فکر کرنی آتی ہے اسے۔''

''نہیں، وہ بھی نہیں آتی انکل! ارما سچ مچ کیئرلیس ہے۔'' اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا تو وہ سب ایک بار پھر چونکے تھے۔ مگر امی کو ارما کی فکر لگ گئی۔ پریشان ہو کر بولیں۔

''تم نے اپنی طبیعت کی خرابی کا مجھے کیوں نہیں بتایا بیٹا؟ آج ناشتہ میں بنا لیتی۔ خوامخواہ اتنی خراب حالت کے ساتھ بستر سے اُٹھ آئی ہو۔ تھوڑا آرام کر لیا ہوتا۔''

''اب میں ٹھیک ہوں، امی! آپ فکر مت کریں۔'' وہ شامیر کے سامنے خود کو انڈر لائن ہوتا دیکھ کر تھوڑا بدک گئی۔ مگر امی کی ممتا جاگ اُٹھی، اس کا ماتھا چھو کر گھبراہٹ سے بولیں۔

''ہائے، کیسے جل رہی ہے میری بچی۔ جاؤ، فوراً تیار ہو جاؤ۔ تمہیں ڈاکٹر کے پاس جانا

چاہئے۔ باقی کے کام کی فکر مت کرنا۔ میں وہ سب کچھ کر لوں گی۔ تمہیں آج بس آرام کرنا ہے۔''

''چلو ارما.....!'' شامیر آگے بڑھ آیا۔ ''ماما کے ساتھ تم بھی چلو، تمہیں ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔''

''جی، لیکن.....لیکن اتنی جلدی کیسے؟'' وہ گھبرا گئی۔ ''ابھی کلینک کہاں کھلا ہوگا؟''

''نو بج چکے ہیں بیٹا! ساری دنیا اپنے کام دھندوں پر لگ چکی ہے۔ ڈاکٹر بھی آ گیا ہوگا۔ تم جاؤ۔'' ابو نے ہدایت دی تو ارما سے انکار نہ ہو سکا۔ وہ شامیر کو کچھ دیر ٹھہرنے کا کہہ کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔

منال اٹھ چکی تھی اور غالباً منہ ہاتھ دھو کر آئی تھی۔ ٹاول اب تلک اس کے ہاتھوں میں تھا۔ ارما کے اُترے چہرے کو دیکھتے ہی خوش دلی سے بولی۔

''کیا ہوا جانا!..... یہ صبح صبح منہ کیوں لٹکا رکھا ہے تم نے؟..... کسی سے ڈانٹ کھا کر آئی ہو کیا؟''

''مجھے کس نے ڈانٹنا ہے؟'' وہ بستر پر بیٹھ گئی۔

''تو پھر.....؟'' منال اس کے پاس آ گئی۔ ''موڈ کیوں آف ہے تمہارا؟''

''نہیں، موڈ آف نہیں منال! مجھے بخار ہو رہا ہے۔''

''ارے بخار کیسے ہو گیا؟'' منال نے فوراً اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر حرارت محسوس کی۔ مگر ارما نے ہاتھ جھٹک دیا۔

''ہمارے گھر میں ہر چیز نرالی ہے منال! تھوڑا سا بخار کیا ہو گیا، ہر شخص فکرمندی جتانے پر تُلا بیٹھا ہے۔ ڈاکٹر کو دکھاؤ، ڈاکٹر کو دکھاؤ..... ہونہہ۔'' اس نے سر جھٹکا۔ ''یہاں اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ اب مجھے نہ چاہ کر بھی اس کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس جانا پڑے گا۔''

''ہائیں.....کس کے ساتھ؟'' وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

''شامیر کے ساتھ۔'' ارما کی آواز دھیمی تھی۔

منال نے بے ساختہ دہرایا۔ ''شامیر کے ساتھ؟.....لیکن وہ اتنی صبح سویرے یہاں کیا کر رہا ہے؟''

''ڈاکٹر کا پتہ پوچھنے آیا ہے۔ اس کی ماما، رات سے بخار میں مبتلا ہیں۔ ان کا گلا خراب ہے اور وہ بے چینی محسوس کر رہی ہیں۔''

''اوہ.....تو یہ بات ہے۔'' منال کی نظر اس کے مضمحل وجود پر منڈلانے لگی۔ ''کیا تم شامیر کے ساتھ جانا نہیں چاہتیں؟''

ارما نے بڑی زخمی نظروں سے اسے گھورا۔ وہ کچھ نروس سی ہو گئی، اسے منانے کو بولی۔

''ڈاکٹر سے دوا لے آؤ گی تو جلد ٹھیک ہو جاؤ گی، ارما! ورنہ دو چار دن بستر پر لیٹنا پڑ گیا تو تم سے یہ بھی سہا نہیں جائے گا۔''

''مگر وہ شامیر.....'' ارما کی بے قراری واضح تھی۔

''وہ تمہیں کچھ نہیں کہے گا۔'' منال نے جیسے دلاسہ دیا، پھر اُلجھ کر بولی۔ ''بائے دی وے، تمہیں شامیر کے ساتھ جانے کی اجازت کس نے دی؟''

''ابو نے۔ جانے وہ کس موڈ میں بیٹھے ہیں۔'' ارما کا انداز پُرسوچ تھا۔

وہ اس کی صورت تکنے لگی، جو بے حد اپ سیٹ لگ رہی تھی۔

شامیر سے تعلق کی ڈور ٹوٹ چکی تھی، مگر اب بار بار اسے فیس کرنا، ارما کے لئے بے حد مشکل تھا۔ منال اس کی حالت سمجھتی تھی، مگر کیا کرتی؟ اسے جو بھی قدم اٹھانا تھا، سوچ سمجھ کر اٹھانا تھا۔

فی الحال ارما کو واقعی ڈاکٹر کی ضرورت تھی۔ بخار کی حدت اس کا چہرہ لال کر گئی تھی۔ وہ خاصی تکلیف میں تھی، سو منال نے اس کا ہاتھ تھام لیا، محبت سے بولی۔

''دیکھو ارما! جانا تو پڑے گا۔ ابو اور عرفان بھائی تمہاری ذرا سی خراب حالت کو بھی سہہ نہیں سکتے۔ اس لئے بہتر ہوگا، کسی چوں چراں کے بغیر تیار ہو جاؤ۔ میں تمہارے کپڑے پریس کر دیتی ہوں۔ جب تک تم منہ ہاتھ دھو آؤ۔''

''ہوں..... چلو ٹھیک ہے۔'' ارما نے مجبوراً سر ہلایا اور اٹھ کر واش روم میں آ گئی۔ گرم پانی سے غسل کر کے وہ کمرے میں آئی تو منال اس کے انتظار میں بیٹھی تھی۔ اس کے بھیگے بالوں کو دیکھ کر غصے سے بولی۔

''بخار میں نہانے کی کیا ضرورت تھی؟ لگتا ہے، اب تم بھی نخرے اُٹھوانے کے موڈ میں ہو تاکہ تمہاری خدمت کی جائے۔''

''نہیں، مجھے کسی سے کوئی خدمت نہیں کروانی منال! میں بالکل ٹھیک ہوں۔ میں نے کہا بھی ہے، ڈاکٹر کی ضرورت نہیں ہے مجھے مگر ابو کو کون سمجھائے؟'' وہ بے زار تھی۔

اس نے اُلجھ کر آئرن اسٹینڈ سے کپڑے اٹھانے چاہے تو یک دم ٹھٹک کر رہ گئی۔ منال نے جو ڈریس پریس کیا تھا، وہ وہی تھا جو شامیر نے اس دن خریدا تھا، جب وہ سمندر کی لہروں میں بہہ کر اپنا دوپٹہ گم کر بیٹھی تھی۔

ارما کا رنگ فق ہو گیا۔ وہ سوٹ اس نے شاپر میں لپیٹ کر کپڑوں کے بالکل نیچے دبا کر رکھا تھا۔ پھر وہ منال کے ہاتھ کیسے لگ گیا؟

اس نے مڑ کر بہن کو دیکھا اور بوکھلا کر پوچھا۔ ''یہ..... یہ ڈریس تمہیں کہاں سے ملا؟''

''الماری سے۔'' منال کا انداز بے حد عام سا تھا۔ ''شاپر میں رکھا تھا، میں نے سوچا، تم اپنے لئے خرید لائی ہو گی۔''

''نن..... نہیں تو۔ میں تمہارے بغیر کب شاپنگ کرتی ہوں؟ یہ ڈریس میرا نہیں ہے۔'' وہ خوف زدہ ہو گئی۔

''تو.....'' منال کی حیرت واضح تھی۔ ''پھر کس کا ہے یہ ڈریس؟''

''پپ..... پتہ نہیں..... شاید تمہارا ہو گا۔'' وہ تھوک نگل کر بمشکل بولی تو منال ہکا بکا سی ہو کر اسے گھورنے لگی۔

''میرا.....؟ ارے نہیں یار! میرا کہاں ہے؟..... میں اتنے برائٹ کلرز کب پہنتی ہوں؟ ایسے شوخ رنگ تم پر ہی جچتے ہیں۔ تم نہیں لائیں تو یقیناً امی نے خرید کر رکھا ہو گا۔ تم پہنو گی تو وہ اسے دیکھ کر تمہیں ضرور بتائیں گی۔ بہرحال، دیر ہو رہی ہے، اب تیار ہو جاؤ، ورنہ.....''

''نن..... نہیں منال! میں یہ نہیں پہن سکتی۔ ہو سکتا ہے، یہ کسی دوسرے کے لئے ہو۔'' اس نے بات کاٹ ڈالی۔

''کس کے لئے ارما؟'' منال بری طرح جھنجلا اُٹھی۔ ''یہ ڈریس تمہارا ہے یا کسی اور کا، ہمیں اس سے کیا مطلب۔ یہ ہماری الماری سے نکلا ہے تو یقیناً ہم دونوں میں سے کسی ایک کے لئے تو ضرور ہو گا نا۔ میں کہہ رہی ہوں تو پہن لو نا یار! اس میں اتنی بحث کرنے کی کیا ضرورت ہے؟''

منال اس کے پیچھے پڑ گئی تو ارما کو وہ سوٹ اٹھانا پڑا۔ پتہ نہیں، آج کیا ہونے جا رہا تھا۔ وہ شامیر کے سامنے کسی بھولی بسری یاد کی طرح اس ڈریس کو پہننا نہیں چاہتی تھی، مگر منال کا اصرار لب سی گیا۔ وہ چور سی ہو کر کپڑے پہن آئی۔ منال نے اس کی چوٹی بنائی اور اسے لے کر نیچے چلی آئی۔ عرفان آفس کے لئے جا چکے تھے، جبکہ ابو اب تلک اخبار بینی میں مصروف تھے اور شامیر، ارما کے انتظار کی گھڑیاں گن رہا تھا۔

اب منال کے ہمراہ آتا دیکھ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا مگر دوسرے ہی لمحے وہ بری طرح چونکا تھا۔ ارما کا ڈریس من میں ایک ہوک سی اُٹھا گیا۔ ایک بے کلی سی تھی، جو تیزی سے پورے وجود پر طاری ہو گئی۔ دل اپنے آپ دھڑکنے لگا اور ہر دھڑکن میں خلش سی جاگ اُٹھی، جس نے شامیر کی بے قراری کو کچھ اور بڑھا دیا۔ ارما نظریں چراتی سیدھی ماں کے پاس چلی آئی۔ وہ واضح طور پر گھبرائی ہوئی تھی۔

''امی! کیا میں جاؤں؟'' اس کی دھیمی آواز امی کو چونکا گئی۔

ابو بھی اخبار ہٹا کر اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ان کی نظر اس کو اپنے لباس کی جانب اُٹھتی محسوس ہوئی۔ دل میں چور تھا، سو وہ بے حد بے چین اور نادم سی نظر آ رہی تھی۔ اسے بخار بڑھتا ہوا محسوس ہوا۔

''ہاں، ہاں..... جاؤ بیٹا!'' امی نے سر ہلا کر فوراً اجازت دے ڈالی۔ ''ڈاکٹر کو اچھی طرح احوال بتانا۔ اور ہاں، پرہیزی غذا کا بھی پوچھ لینا۔''

''جی امی!'' اس نے اثبات میں گردن ہلائی۔

امی کی اچٹتی نظر بھی اب اس کے کپڑوں پر سرسرانے لگی تھی۔ ہلکی سی خوش نما کڑھائی والا

سوٹ خاصا قیمتی تھا اور ارما پر خوب جچ بھی رہا تھا۔ وہ منہ سے کچھ نہ بولیں، مگر ان کی آنکھوں میں پسندیدگی کا تاثر واضح تھا۔

''چلیں.....؟'' شامیر کے سوال پر ارما سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں نمی سی تھی۔

ارما پہلے سے زیادہ نروس ہوگئی۔ اسے لگا، لباس کی جگہ بدن پر کانٹے اُگ آئے ہیں۔ اُف، کیا مصیبت مول لے بیٹھی تھی وہ۔ ارما نے جی کہہ کر نظریں پھیر لیں۔ شامیر کی طرف مزید دیکھنا اس کے بس سے باہر تھا۔ اس کے چہرے پر لکھی تحریر میں بہت سے شکوے تھے۔

ارما کو ہمراہ لئے وہ گھر سے نکل آیا۔ گیٹ کراس کرتے ہی اس نے بڑی بھرپور نگاہ، ارما پر ڈالی اور ذومعنی سنجیدگی سے بولا۔ ''یو آر لکنگ ویری بیوٹی فل۔ بے حد اچھا ڈریس پہنا ہے تم نے۔ لگتا ہے، کسی نے بہت دل سے خریدا ہے تمہارے لئے۔''

ارما کا وجود پسینے میں بھیگ گیا۔ اس کے لفظوں میں بہت آگ تھی، سٹپٹا کر بولی۔ ''ہاں، خریدا تو دل ہی سے ہے کسی نے۔''

''اوہ.....'' شامیر کے اُٹھتے قدم وہیں تھم گئے۔ اسے ارما سے ایسے جواب کی توقع نہیں تھی۔ بے اختیار بولا۔ ''کس نے خریدا ہے یہ ڈریس؟''

''میرے منگیتر نے۔'' ارما کا جواب ہچکچاہٹ لئے ہوئے تھا۔ ''یہ اس کی پرسنل چوائس ہے۔ مطلب عاصم کی طرف سے پہلا تحفہ۔''

''واؤ.....!'' شامیر کے لبوں پر بڑی چمکیلی مسکراہٹ اُتری۔ ''تمہارے منگیتر کا پہلا تحفہ۔ ویری انٹرسٹنگ لگتا ہے۔ بہت محبت ہے اسے تم سے۔''

''ہاں.....وہ مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔'' ارما نے نروس ہو کر وہ کہہ ڈالا، جو اسے نہیں کہنا چاہئے تھا۔

شامیر کی بے ساختہ ہنسی میں کئی رنگ کھل اُٹھے۔ ''سچ کہا تم نے۔'' اس بار اس کا لہجہ خاصا ومانی تھا۔ ''وہ واقعی بہت محبت کرتا ہے تم سے، کبھی اس کی آنکھوں میں دیکھنا، ارما!.....ان آنکھوں میں جلتی آتشِ شوق تمہارے دل کو ضرور روشن کرے گی۔ ایسی بولتی آنکھیں جھوٹ نہیں کہتیں۔ بس اظہار کرتی ہیں چپکے چپکے۔''

ارما کا چہرہ گلابی ہوگیا۔ وہ نظر نہ اٹھا سکی۔ شامیر کو رد کرنے کی کوشش میں اس نے بات کا رخ بدلنے کی جو کوشش کی تھی، وہ ایک نئے پہلو کو سامنے لے آئی تھی۔ شامیر درپردہ اپنے دل کی بات کہہ گیا تھا۔ ارما کو دل سنبھالنا مشکل ہوگیا۔ دھک دھک کا ردھم ایک میٹھی سی چبھن بن کر پورے وجود میں گونج رہا تھا۔ وہ روہانسی ہوگئی۔ کاش! میں یہ کپڑے پہن کر نہ آئی ہوتی۔ کاش! آج مجھے بخار نہ ہوتا۔

''سنو ارما.....اور کیا دیا ہے تمہارے منگیتر نے؟'' شامیر اب اسے واضح طور پر زچ کر

رہا تھا۔ ''کوئی نازک سی Ring بھی دی ہوگی؟''

''جی.....انگیج منٹ رنگ دی ہے۔'' وہ کہنے پر مجبور تھی۔

''رئیلی؟.....ویٹس گریٹ۔ سنبھال کر رکھنا۔ تم اکثر انگوٹھیاں توڑ ڈالتی ہو نا۔'' وہ اتنی روانی سے بولا کہ ارما بھونچکی رہ گئی۔

اب کی بار اس کی نگاہ شامیر کی چمکتی آنکھوں سے ٹکرا کر جھک گئی۔ وہ مسکرا رہا تھا اور ارما خجالت سے چہرہ موڑ گئی۔

''ارما یار! سوری۔ میرا وہ مطلب نہیں تھا، جو تم سمجھی ہو۔ میں تمہاری بے بسی سے لطف نہیں لینا چاہتا۔'' اس کی بھاری آواز سرگوشی کی صورت اُبھری۔ ''میں صرف یہ کہنا چاہتا تھا، یادوں کو بھی سنبھال کر رکھنا چاہئے۔ جانتی ہو، اپنے اس لباس کے ساتھ تم کتنی بہت سی یادوں کو کھینچ لائی ہو۔ اب جانے، آج کا یہ دن کیسے گزرے گا۔ میرے جذبات ہرٹ کر کے تم نے اچھا نہیں کیا ارما! تم بہت سنگ دل ہو۔''

ارما کا دل پھڑپھڑانے لگا۔ آنکھیں اتنی تیزی سے بھیگیں کہ وہ خود حیران رہ گئی۔ دل اپنی رفتار پھر سے بھول رہا تھا۔ اس نے سہمی نظروں سے شامیر کو سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ بے حد افسردہ تھا۔ چند ساعتیں لب بھینچے وہ اسے چپ چاپ گھورتا رہا، پھر اس کے قریب آ کر بولا۔

''تم واقعی مجھ سے محبت نہیں کرتیں ارما؟.....کیا واقعی؟.....پلیز، جواب تو دو نا۔''

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔'' ارما کے اشک، رخساروں پر ڈھلک آئے۔ ''میں عاصم کے سوا کسی سے محبت نہیں کرتی۔''

''لیکن یہ آنسو.....؟'' اس نے انگلی کی پور سے ایک چمکتا قطرہ اس کے رخسار سے اٹھا کر ارما کو دکھایا۔

''انہیں بہنے کی عادت ہے۔'' وہ کٹھور بن گئی۔

''یہ عادت نہیں ہے، ارما! یہ اظہارِ بے بسی ہے۔ تم ثبوت دے کر بھی جھوٹ بول رہی ہو۔ یوں بے ایمانی کرنا اچھی بات ہے کیا؟''

وہ نہ چاہ کر بھی شکوہ کر بیٹھا۔ ارما نے ایک نگاہ اس پر ڈالی اور تیز قدموں سے اس کے گھر میں داخل ہوگئی، جہاں لان کی سبز مخملی گھاس پر اس کی ماما اس کے انتظار میں ٹہل رہی تھیں۔ ارما نے آنسو پونچھ ڈالے اور ان کے پاس چلی آئی۔ شامیر اب تک وہیں کھڑا تھا۔

❁

میرے ہمدم!
ذرا دیکھو
یہاں کچھ خواب بھی ہوں گے
جو مل کر ہم نے دیکھے تھے

انہیں تقسیم کرنا ہے
سو یوں کرلو
سہانے خواب تم رکھ لو
ادھورے سب مجھے دے دو
کہ باقی خواب میرے ہیں

دوا لانے کے باوجود ارما کا بخار شدت اختیار کر گیا تھا۔ بدلتے موسم کی پہلی بارش میں بھیگنے کا یہی انجام ہونا تھا۔ اس رات بیتی یادوں کا غبار اس کے وجود کو ڈھانپے ہوئے تھا۔ وہ یادوں سے نکل تو آئی تھی، مگر حال اب ماضی سے زیادہ اذیت بھرا محسوس ہو رہا تھا۔

شامیر دن رات اس کی نظروں کے سامنے تھا۔ اس کی بھرپور ٹٹولتی نظر، ارما کو ہر لمحہ دہلائے رکھتی۔ ایک نامعلوم سا خوف دل کو دبوچے رکھتا کہ جانے وہ کب، کہاں اور کس وقت اپنے منہ سے کیا نکال بیٹھے۔ منال کی یکطرفہ محبت کے ہنگامے کے بعد گھر بھر کے لئے ارما کی محبت کو قبول کرنا کسی طور ممکن نہ تھا۔ وہ سب ارما کو اس جذباتیت بھرے جرم میں ملوث دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ وہ جرم جو گھر کی تاریخ میں ایک بار پہلے بھی ہو چکا تھا اور اس کے نتیجے میں ابو موت کی سرحد چھو کر پلٹ آئے تھے۔ بس اللہ نے کرم کیا تھا کہ کوئی انہونی ہوتے ہوتے رہ گئی تھی۔ اس بار ارما کے بہانے یہ فساد دوبارہ اُٹھتا تو ابو یقیناً جان ہار دیتے۔ بس یہی وہ واحد نکتہ تھا، جو ارما کو جھوٹ بولنے پر مجبور کر رہا تھا۔ وہ دل کی گہرائی سے کی جانے والی محبت کو شامیر سے چھپانے پر مجبور تھی۔ اسے اپنے جذبات کا اظہار نہیں کرنا تھا۔ اگر وہ اظہار ہو جاتا تو ابو اور عرفان بھائی اسے جان سے مار دیتے۔

لڑکی بالیاں گھروں کی عزت ہوتی ہیں۔ وہ اپنی کوتاہی سے بے عزتی کا سبب نہیں بنا کرتیں۔ بس یہی سوچ ارما کو شامیر کی محبت پر گھر کی عزت کو ترجیح دینے کا سبق سکھا گئی تھی۔ اسی لئے اس نے اس لڑکے کو رد کرنے کی ٹھان لی تھی۔ مگر اس دن معمولی سے ریشمی جوڑے نے پیار بھرے دو دلوں کے زخم تازہ کر ڈالے۔ شامیر کی ہنسی گم ہو گئی اور ارما کی آنکھیں سرخ رہنے لگیں۔ وہ گم صم اور خاموش ہو کر رہ گئی۔ خالی ذہن اور خالی آنکھیں اس کی پہچان بننے لگیں۔ وہ اس طرح بیٹھی ہوتی، جیسے ہر احساس سے بے بہرہ ہو۔

اس دن بھی وہ بستر پر گھٹنوں پر ماتھا ٹیکے بیٹھی تھی، جب منال مسکراہٹوں میں ڈوبی، نہال سی اندر داخل ہوئی۔ ارما کی خاموشی کو جانچے بغیر اس کا ہاتھ پکڑ کر خوش دلی سے بولی۔ ''ارما! ٹیکسٹ فرائی ڈے کو حمزہ پاکستان آ رہا ہے۔ وہ آج بہت خوش ہے۔''

''اچھا۔'' ارما نے تیزی سے خود کو سنبھالا اور پھیکی مسکراہٹ سے منال کو دیکھ کر بولی۔ ''مبارک ہو تمہیں۔''

''ارے؟'' اس بار منال چونکی۔ ''تمہیں پھر بخار ہے۔ یہ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟''

وہ اس کے قریب پلنگ کی پٹی سے ٹِک گئی۔ ارما نے ہاتھ اس کی گرفت سے نکالا اور کراؤن بیک سے ٹکتے ہوئے ہولے سے بولی۔

''مجھے کیا ہونا ہے منال! اچھی بھلی بیٹھی تو ہوں تمہارے سامنے۔''

''خاک اچھی بھلی ہو؟'' اس نے ہاتھ بڑھا کر ارما کا ماتھا چھوا۔ ''کتنا زیادہ ٹمپریچر ہے، لگتا ہے پورے بدن میں آگ دہک رہی ہے۔''

''ہاں، آگ تو دہک رہی ہے مگر بدن میں نہیں، دل میں۔ یہ بہت اذیت ناک ہے منال!''

''کک..... کیا مطلب؟'' وہ چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگی۔

''مطلب بہت سیدھا ہے میری بہن! میں خود سے لڑتے لڑتے اب تھک چکی ہوں۔'' ارما نے چہرہ چھپا لیا۔

منال کا دل کٹ کر رہ گیا۔ ''پھر کیوں لڑ رہی ہو خود سے؟..... ہتھیار ڈال دو ارما! محبت میں جنگ نہیں ہوتی، نہ جذبات سے اور نہ اپنے آپ سے..... محبت بہت طاقت ور جذبہ ہے، اپنے سوا کسی کو مقابل ٹھہرنے نہیں دیتا۔ جیت ہمیشہ اسی کی ہوتی ہے، یہ بات یاد رکھنا۔''

''میں نہیں مانتی منال! جیت ہمیشہ اسی کی ہوتی تو تم بھی یوں نہ ہارتیں مجھے لگتا ہے، تم نے دائم کی محبت سے ہار مان لی ہے۔ دیکھو ذرا، تمہارا چہرہ اس خبر سے کتنا روشن ہے کہ حمزہ پاکستان آ رہا ہے، یہ اچھی بات ہے منال! مجھے خوشی ہوئی، تم Adjust کر گئی ہو۔ میری دعا ہے، تم یونہی خوش رہو۔'' وہ بے حد بے قرار تھی، اس کا لہجہ بھی ہموار تھا۔ منال دنگ رہ گئی۔ ارما کا انداز ناقابلِ فہم تھا۔

وہ یہ کیسی باتیں کر رہی تھی۔ دل آزاری کی، سوکھے زخم کھرچنے کی۔ کیا وہ یہ سب دانستہ کہہ رہی تھی؟ منال کو اعتبار نہ آیا۔ پھر بھی خود پر قابو پا کر وہ ارما کا بازو تھپک کر بولی۔

''خود کو سنبھالو ارما! میں نہیں چاہتی، تم خود کو اس طرح لُوز کر دو۔ خود کو کھونا ہماری کمزوری کو ظاہر کرتا ہے اور تم جانتی ہو نا، محبت ہارا نہیں کرتی۔ نہ ہی وہ رشتوں کی آڑ میں بھلائی جا سکتی ہے۔ آج کے بعد تم مجھے دائم کے نام کا طعنہ پھر کبھی مت دینا، میں یہ سہہ نہیں پاؤں گی۔''

''ارے.....'' ارما جیسے بے تحاشا چونکی۔ ''میں کیوں دوں گی دائم کے نام کا طعنہ؟ مجھے یہ حق بالکل نہیں ہے منال! میری بات کا مطلب صرف اتنا ہے کہ حمزہ کے آنے کی اطلاع تمہاری خوشیوں کو بڑھا گئی ہے۔ ایک شادمانی سی تمہارے اس نمکین چہرے پر کھل اُٹھی ہے اور جانتی ہو یہ شادمانی دراصل محبت کے جذبے کے تحت ہی اُمڈتی ہے۔ میں بہت خوش ہوں منال! تمہارے دل میں اب حمزہ کے لئے نرم گوشہ موجود ہے۔''

''تمہیں اس طرح صفائی دینے کی ضرورت نہیں ہے ارما! میں جانتی ہوں، تمہاری بات کا کیا مطلب تھا۔''

''اوہ سوری منال!'' ارما نے گھبرا کر اسے دیکھا۔ ''لگتا ہے، تمہیں میری بات کچھ اچھی

نہیں لگی۔ بائی گاڈ، میں صرف اتنا کہنا چاہتی تھی کہ حمزہ نے فون پر اپنے پاکستان آنے کی جو اطلاع دی ہے، وہ....."

"فار گاڈ سیک، ارما!" منال نے اس کی بات کاٹتے ہوئے ہاتھ جوڑے۔ "میں نے کہا نا، مجھے صفائی نہیں چاہئے۔ میں خوب جانتی ہوں، تم کیا کہنے کی کوشش کر رہی ہو۔ بٹ آئی وانٹ ٹُو سے سم تھنگ، ارما! وقت انسان سے وہ فیصلے کرواتا ہے، جس میں اس کی اپنی مرضی کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ حمزہ سے نکاح وقت کا فیصلہ تھا، جسے قبول کرنا میری مجبوری تھی۔ مگر اب وہ فیصلہ میری خوشی سے منسلک ہے۔ میں واقعی خوش ہوں کہ میں نے دائم کو بھلا کر حمزہ کا ہاتھ تھاما کیونکہ حمزہ سے تعلق جوڑ کر میں نے تمہیں Safe کر دیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" ارما یک دم سیدھی ہو گئی۔ اس کے چہرے کا رنگ فوری بدلا تھا کہ منال کی بات ذو معنی تھی اور ارما کو وہی معنویت اپنے مفہوم سمیت بری طرح کھلی تھی۔

منال نے ایک گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔ "مطلب یہ ہے، میں تمہیں شامیر سے دور جانے نہیں دوں گی ارما! تمہارے راستے کی ہر رکاوٹ چُنی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ امی ابو کو اعتماد میں لے لیا جائے۔ یہ خبر کہ شامیر تمہیں چاہتا ہے، کسی شاکڈ نیوز کی صورت ان تک نہیں پہنچنی چاہئے۔ اب ان کے دل کو دھچکہ نہیں لگنا چاہئے، ہمیں ہر قدم پھُونک کر رکھنا ہوگا۔"

"یہ..... یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟" ارما نے پریشانی سے اسے دیکھا۔ "تم جانتی ہو نا، میرا اب شامیر سے کوئی تعلق نہیں رہا۔"

"تعلق ہے ارما!..... اور وہ تعلق اتنی آسانی سے نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ دل میں لگی آگ بجھا نہیں کرتی اور سنو، تمہیں اس آگ کو بجھانا بھی نہیں ہے کہ وہ جلتی رہے گی تو جذبے لو دیتے رہیں گے، محبت کا جادو یونہی سر چڑھ کر بولنا چاہئے۔"

"اوفوہ!" ارما کا بدن شرابور ہو گیا۔ "پاگل ہو گئی ہو تم، یہ کیسی فضول باتیں کئے جا رہی ہو؟ مجھے شامیر سے اب کوئی تعلق واسطہ نہیں رکھنا کہ ہمارے درمیان ہر بات، ہر جذبہ ختم ہو چکا ہے، نہ کوئی آگ ہے، نہ چنگاری۔ راکھ کے اس ڈھیر کو کرید کے اب تمہیں کیا ملے گا منال؟"

"بجھی راکھ کے ڈھیر سے ایک چنگاری اُٹھ جائے تو وہی سب کچھ ہوا کرتی ہے ارما! اس چنگاری سے آگ بھڑکانا ناممکن نہیں۔ تمہاری حالت بتا رہی ہے، ابھی دل پوری طرح بجھا نہیں ہے۔ آگ ہے پر دھواں زیادہ تنگ کر رہا ہے۔ ہے نا؟"

اس کا مسکراتا لہجہ اور ذو معنی الفاظ ارما کو پل بھر میں حواس باختہ کر گئے۔ وہ نظریں چرا کر بولی۔ "کیا فائدہ ان ڈائیلاگز کا؟ زندگی میں لفاظی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ منال! ہمیں حقیقت کی طرف بہرحال دیکھنا پڑتا ہے اور اکثر حقیقت وہ نہیں ہوتی، جیسا ہم چاہتے ہیں۔"

"تمہاری حقیقت وہی ہو گی ارما! جیسا تم سوچتی ہو، جیسا دیکھنا چاہتی ہو۔ اِٹس مائی پرامس ٹُو یُو۔" منال نے اس کا ہاتھ بڑی گرم جوشی سے اپنے دونوں ہاتھوں میں دبا لیا اور بے حد

نرمی سے بولی۔ "جو خسارہ میں نے اپنے پلّے باندھا ہے ارما! وہ خسارہ میں تمہارے حصے آنے نہیں دوں گی۔ شامیر کی جگہ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو شاید میں ایسا کبھی نہ کرتی۔ لیکن ارما!..... آج یہ سچائی جان لو، میں نے صرف اور صرف شامیر کے لئے دائم سے منہ موڑا ہے۔ اس لئے میری بہن! کہ دائم مصطفیٰ، شامیر کی بہن سندس کا منگیتر تھا اور سندس کی ازدواجی زندگی میری وجہ سے اگر ڈسٹرب رہتی تو اس گھر میں تمہاری جگہ کبھی نہ بن پاتی..... سو میں نے....."

منال کی آواز بری طرح بھرّا گئی، اس کی کالی بھور آنکھیں نمکین پانیوں سے لبریز تھیں۔ وہ لمحہ بھر رک کر بولی۔ "میں نے خود کو تمہارے راستے سے الگ کر لیا ہے ارما! اس جذبے کو خود ہی مار ڈالا جو مجھے دائم کی طرف کھینچتا تھا اور جس کے نتیجے میں سندس کی خوشیاں اور زندگی متاثر ہو رہی تھی۔"

"ارما.....!" منال نے اس کا چہرہ اپنے مقابل کر لیا۔ "تم شامیر کے ساتھ محبت کے اس راستے پر ہم قدم نہ ہوتیں تو باخدا میں اپنی منزل کو پانے کی ہر ممکن کوشش کرتی، چاہے اس کوشش کو پورا کرنے میں مجھے کسی بھی خود غرضی سے کام لینا پڑتا شاید میں ابو امی کی پروا بھی نہ کرتی اور نہ ہی عرفان بھائی کی دوستی کا خیال کرتی۔ کیونکہ میں جانتی ہوں، دل میں لگی آگ کبھی نہیں بجھتی، ہمارا دل جس سے بندھ جاتا ہے، پھر باقی رشتے مل کر بھی اس نازک احساس کو ختم نہیں کر سکتے۔ وہ آگ اپنی پوری توانائی سے فروزاں رہتی ہے۔ میں جانتی ہوں ارما! ہمارے اپنے روٹھ کر بھی ہمارے ہی رہتے ہیں، انہیں منانا مشکل نہیں مگر تم..... تم سے میرا رشتہ کچھ زیادہ ہی جذباتی نکلا۔ ارما! وہ تم ہو، جس کی خاطر میں نے اپنے سارے ارادے اور عزائم توڑ ڈالے، جس کی خاطر اپنے دل کا خون کیا اور اپنا ہر فیصلہ بدل ڈالا۔ وہ صرف تم ہو ارما! جسے میں اپنی زندگی میں کوئی دکھ نہیں دے سکتی۔ میرے دل میں تمہاری چاہت، ابو امی اور عرفان بھائی کی محبت سے کہیں زیادہ گہری ہے۔ میری بہن میری وجہ سے دکھی رہے، یہ مجھ سے دیکھا نہ جاتا، ارما! اس لئے میں نے....."

منال نے ادھوری بات چھوڑ کر بہتی آنکھوں سے ارما کی طرف دیکھا جو پتھر کی مورت بنی حق دق بیٹھی تھی۔ اس نے ارما کے رخسار پر محبت سے ہاتھ پھیر کر اسے متوجہ کیا۔ "پتہ ہے ارما! اسی لئے میں نے حمزہ کا ہاتھ تھام لیا تاکہ کل جب شامیر پر یہ راز کھلے کہ دائم اور سندس کے درمیان وجہِ تنازعہ بنی وہ لڑکی میں ہوں یعنی تمہاری بہن منال، تو وہ لڑکا تم سے بدظن نہ ہو سکے۔ اسے یہ اطمینان ہو کہ وہ لڑکی جو دائم کو ٹوٹ کر چاہنے کا دعویٰ کرتی تھی، اب وہ دعویٰ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے بلکہ اس کی پوزیشن یکسر بدل گئی ہے۔ اب وہ حمزہ کی منکوحہ ہے۔ اس کی بیوی، جو صرف اسی کو چاہتی ہے، صرف اسے دیکھ کر جیتی ہے۔ میں شامیر کو یقین دلاؤں گی ارما! کہ میرا ماضی جذباتیت تھا۔ میری وہ غلطی تھا، جو ایک عام سطحی لڑکی سے کبھی بھی سرزد ہو سکتی ہے۔ ایسی لڑکی جو محبت کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہوتی۔" اس نے ایک لمبا گہرا

سانس لیا اور بولی۔ ''آئی سویئر، ارما! میں تمہاری خاطر ہر الزام اپنے سر لے لوں گی، مگر یہ حقیقت جان لو کہ دائم سے کی جانے والی محبت آج بھی میرے دل کو روشن رکھتی ہے۔ میں آج بھی اپنی ذات سے بڑھ کر اسے چاہتی ہوں۔ وہ میرا جنون ہے ارما! اور جنون ہارتا نہیں، فنا کر ڈالتا ہے۔ شاید دائم کی محبت کا یہ جنون میری جان لے کر ٹلے گا۔ لیکن ارما! یہ طے ہے، میں تمہارے منہ سے دائم کے نام کا طعنہ سن نہیں پاؤں گی۔ اسی لئے میں نے تمہیں آج اپنے دل کی ہر بات کہہ ڈالی ہے۔'' وہ جیسے ٹوٹ گئی تھی۔ اس بار منال خود پر زبردستی نہ کر سکی۔ اب وہ پھوٹ پھوٹ کے رو رہی تھی۔ اس کے ہر آنسو میں جیسے ٹوٹے دل کا لہو بہہ رہا تھا۔

ارما پاگلوں کی طرح اس کی صورت تک رہی تھی۔ کتنی بے قرار تھی وہ۔ اتنی بڑی قربانی دے دی تھی اس نے ارما کے لئے۔ صرف اس کی خاطر محبت کے طویل راستے کو طے کر کے بھی واپسی کا ارادہ کر لیا تھا۔ اوہ خدایا!..... ارما کا دل بے حساب دھڑک رہا تھا۔ یہ کیا کیا تھا منال نے۔ صرف اس کی خاطر دائم سے دُوری اختیار کر لی تھی۔ وہ اب بھی بے یقین تھی مگر منال کی ظاہری حالت اتنی شکستہ تھی کہ وہ خود کو سنبھال نہ سکی۔ اس نے آگے بڑھ کر بے اختیار اسے تھام لیا۔

''یہ..... یہ کیا کیا تم نے منال؟ میری خاطر تم نے..... اوہ گاڈ! کس دل سے یہ قربانی دی ہے تم نے۔'' وہ رونے لگی۔

''ارما.....!'' منال نے بمشکل سنبھل کر اس کے آنسو پونچھنے کی کوشش کی۔ ''میں تمہارے لئے اور تمہاری خوشی کے لئے بس اتنا ہی کر سکتی ہوں۔ کیونکہ تمہیں دکھی دیکھنا میرے لئے ناممکن ہے۔ شامیر تمہیں ضرور ملے گا۔ یہ میرا وعدہ ہے تم سے۔ اس سچ پر تمہیں بھی پُر اُمید رہنا چاہئے۔ میں اپنی ہر کوشش کر ڈالوں گی ارما! کہ کامیابی تمہارا مقدر بنے۔ اس لئے میں نے سوچ سمجھ کر ناکامی کو اپنا نصیب بنایا ہے۔ شامیر تمہاری زندگی میں ضرور شامل ہو گا ارما! یہ تم سے تمہاری بہن کا وعدہ ہے، تم بس بھروسہ رکھنا۔''

''اوہ منال!..... میں کیا کہوں تمہیں؟..... کیسے کہوں؟..... پلیز، آئی ایم سوری۔'' ارما بلکتے ہوئے منال سے لپٹ گئی۔ ''میں نہیں جانتی تھی، تم مجھ سے اتنا پیار کرتی ہو منال! میں کب جانتی تھی، دل میں کتنا بڑا طوفان چھپائے بیٹھی ہو تم۔ تمہارے بدلے تیوروں سے کوئی اندازہ لگانا میرے لئے بہت مشکل تھا۔ مجھے رتی بھر احساس نہ تھا کہ تمہارے دل میں کیا ہے، مگر آج.....'' ارما نے اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے۔ ''آج میں شرمندہ ہوں منال! تم نے زندگی کی خوشی میرے نام کر دی اور خود میرے لئے تہی دست ہو کر بیٹھ گئیں۔ تم نے مجھے اپنے احسان سے زیر بار کر دیا ہے منال! میں تمہاری قربانی کا صلہ کیسے دے پاؤں گی؟ کیسے اتار پاؤں گی تمہارا یہ احسان؟''

''تمہیں احسان اتارنے کی ضرورت کیا ہے ارما؟ مجھے کوئی صلہ نہیں چاہئے۔ ہاں تم خوش

رہو، یہ میرے لئے سب سے اہم ہے۔'' وہ اپنے اشکوں کو بھول کر ارما کے آنسو پونچھ رہی تھی۔ ایسا کرتے ہوئے اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔

''منال.....!'' ارما نے اس کے کانپتے ہاتھوں کو چوما۔ ''مجھے معاف کر دو میری بہن! میں بہت شرمندہ ہوں۔''

''پاگل ہو بالکل۔'' منال نے آنسو بھری مسکراہٹ کے ساتھ اپنے ہاتھ کھینچ لئے۔ ''میں نے کہا ہے نا، مجھے تم سے کوئی گلہ شکوہ نہیں ہے۔ ہاں صرف اتنی التجا ہے، مجھے دائم کے نام کا طعنہ اب کبھی مت دینا، میں یہ سہہ نہیں پاؤں گی۔ وہ شخص آج بھی دل کے بہت قریب ہے۔ وہ میرے خوابوں میں بستا ہے ارما! میں آج بھی اس سے بہت محبت کرتی ہوں۔ آئی اسٹل لو ہم، کہ محبت کبھی ختم نہیں ہوتی ارما! وہ دل کے دھڑکنے کا سبب ہوتی ہے اور مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ میں اور میرا دل آج بھی دائم کے لئے بے قرار ہے۔ لیکن کیا کروں، وقت کی بدلتی رُت مجھے اب حمزہ کے سامنے کھڑا کر گئی ہے۔ اگر دل میں دائم کی یادوں کو زندہ رکھوں تو حمزہ کے ساتھ ساتھ اللہ کی بھی گناہ گار ہو جاؤں گی۔ سو اللہ کی خاطر مجھے حمزہ سے وفاداری نبھانی ہو گی۔ زندگی کٹ ہی جاتی ہے، وہ حمزہ ہو یا دائم، مجھے کوئی فرق نہیں پڑنا چاہئے۔ کیونکہ دل اور جذبات کے بغیر کسی شخص سے محبت کرنا اداکاری ہی سہی، لیکن یہ مشکل کام مجھے کرنا ہی ہو گا۔ ابو امی کی خاطر، عرفان بھائی کی خاطر اور سب سے بڑھ کر تمہاری خاطر ارما! یہ بندھن مجھے نبھانا ہے۔ اور اس تعلق کو نبھانے میں ابو امی کی دعائیں اور بھیا کی کوشش رائیگاں نہیں جائے گی۔ مجھے کسی شکوے شکایت کے بغیر زندگی گزارنی ہے اور یہ ضرور گزرے گی ارما! تم مطمئن رہنا۔''

منال نے بات پوری کر کے اپنے اشک دوپٹے کے پلّو میں سمیٹے اور ارما کے سامنے سے اُٹھ کر کمرے سے نکل گئی۔ ارما کا چہرہ زرد تھا، وہ منال کو ہر بار غلط کہتی آئی تھی۔ وہی لڑکی اتنی شدت پسند نکلی کہ سارے فیصلے خود ہی کر بیٹھی، سب کچھ بھلا کر اصل فیصلہ ارما کے حق میں دے دیا۔ کتنی حساس اور بولڈ تھی منال۔ شاید یہی بولڈنیس اسے اس کے جذبات میں تنہا کر گئی تھی۔

❋❋❋

اس بدلتے موسم میں
میری جلتی آنکھوں میں
دُوریوں کے آنسو ہیں
ہجر کے الاؤ ہیں
سوچے جا رہی ہوں میں
دل میں میرے جلتا ہوا
ہجر میں نہایا ہوا
پہلے پیار کا یہ غم
ٹھہر سا گیا ہے کیوں؟

فون شامیر کی ماما کا تھا، جسے امی نے ریسیو کیا مگر وہ ان کی آواز پہچان نہ سکیں۔ بے حد سپاٹ انداز میں انہوں نے پوچھا۔

''آپ کون بول رہی ہیں؟''

''میں مسز ذکاء الدین بات کر رہی ہوں۔'' دوسری طرف سے بڑے سکون سے جواب دیا گیا۔

''کون مسز ذکاء الدین؟ میں اس نام کی کسی خاتون کو نہیں جانتی۔'' امی کا انکار فوری تھا۔

شامیر کی ماما حد درجہ خجالت کا شکار ہو گئیں۔ ''کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ خدیجہ بہن؟ آپ شامیر کو جانتی ہیں نا، میں اس کی ماما بات کر رہی ہوں۔''

''اوہ.....'' امی کو جیسے جھٹکا لگا۔ ''معاف کیجئے گا، میں اپنے دھیان میں تھی۔ آپ برا مت مانیے گا، مسٹر ذکاء!''

''نہیں..... مجھے برا نہیں لگا، صرف حیرت ہوئی۔'' وہ ہنس دیں۔

''میں شرمندہ ہوں۔'' انہوں نے فوراً معذرت کی اور ساتھ ہی بات بدل دی۔ ''کیسی ہیں آپ؟ سب خیریت تو ہے نا؟''

''جی، الحمد للہ!..... میں بالکل ٹھیک ہوں۔ ارما کا سنایئے، کیا حال ہے؟'' امی کا سوال

امی کو جذباتی کر گیا۔

''بہت کمزور ہو گئی ہے میری بچی۔ بخار نے ساری جان نچوڑ لی ہے اس کی۔ کیا بتاؤں، کتنی فکر ہے مجھے ارما کی۔''

''بھئی، آپ کو فکر کرنی بھی چاہئے، بے حد نازک سی بیٹی ہے آپ کی۔ دراصل نظر لگ جاتی ہے خدیجہ بہن! صدقہ زیادہ دیا کیجئے اس کا۔''

''ہاں، بس صدقہ خیرات کا سلسلہ چلتا ہی رہتا ہے، اللہ سب کو امان میں رکھے۔''

''آمین! ویسے مجھے آپ کی ارما بہت پسند ہے۔'' ان کا انداز ذومعنی تھا۔

امی بے ساختہ ہنس دیں۔ ''اچھا! یہ بات اکثر سب ہی کہتے ہیں ارما کے لئے۔ میری بیٹی ہے ہی بہت اچھی۔''

''وہ تو ہے۔ آپ کہئے، فراغت سے ہیں یا مصروفیات کا بہانہ بنائے بیٹھی ہیں؟'' انہوں نے دانستہ بات بدل ڈالی۔

''بھئی، بیٹیوں کی ماں ہوں، سو کام کاج سے فراغت ہی سمجھئے۔ ہاں، آپ کہئے، کوئی کام ہے مجھ سے؟''

''جی، خدیجہ بہن! مجھے..... مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔'' ان کا انداز ہچکچاہٹ آمیز تھا۔

امی ہمہ تن گوش ہوتے ہوئے بولیں۔ ''جی کہئے، میں سن رہی ہوں۔''

''ارے نہیں، فون پر نہیں، یہ بات روبرو بیٹھ کر کی جائے تو بہتر ہو گا۔ کیا آپ میرے گھر آ سکتی ہیں؟''

''آپ کے گھر؟'' امی کی حیرت فوری تھی۔ ''کیوں مسز ذکاء! آپ کے گھر کیوں؟''

''کیونکہ میں چاہتی ہوں یہ بات صرف ہم دونوں تک محدود رہے۔''

''جی.....؟'' امی کچھ محتاط ہو گئیں۔ ''ایسی کون سی خصوصی بات ہے مسز ذکاء! جو اتنے خفیہ انداز میں کہنا چاہتی ہیں؟''

''بات بہت خاص ہے، خدیجہ بہن! پلیز، مجھے کچھ وقت چاہئے۔'' وہ بے حد سنجیدہ تھیں۔

امی فکرمند ہو گئیں، فوراً بولیں۔ ''ٹھیک ہے، میں آتی ہوں۔ آپ انتظار کیجئے۔''

ارما، امی کے پاس ہی بیٹھی تھی۔ ان کی یکطرفہ گفتگو نے اسے چوکنا کر دیا۔ ماں کو فون رکھتا دیکھ کر فوراً پوچھا۔

''کس کا فون تھا؟''

''شامیر کی ماما کا۔'' امی کی آنکھوں میں سوچ کی پرچھائیں تھیں۔ ''مجھے اپنے گھر بلا رہی ہیں۔''

''اپنے گھر؟'' ارما کی روح فنا ہو گئی۔ ''لیکن کیوں امی؟''

''پتہ نہیں۔ کہتی ہیں، کچھ خاص بات ہے۔ اِدھر آ کر نہیں کر سکتی۔'' وہ حیرت سے ماں کا چہرہ تکنے لگی۔

''اب یہ جا کر ہی پتہ چلے گا۔'' انہوں نے پلٹ کر چادر اٹھائی اور اپنے اطراف لپیٹتے ہوئے بولیں۔ ''میں جاتی ہوں ارما! تمہارے ابو آئیں تو بتا دینا، میں شامیر کی طرف ہوں۔ خدا جانے کیا کہنا ہے، مسز ذکاء کو۔''

''جی۔'' ارما کا دل دھک دھک دھڑک رہا تھا۔ آخر کیا خاص بات تھی، جو آنٹی نے امی کو یوں بلا بھیجا تھا۔ وہ ان کے تیز اُٹھتے قدموں سے نظریں ہٹا کر بھاگتی دوڑتی اندر کمرے میں چلی آئی۔ منال پلنگ پر نیم دراز حالت میں رسالہ منہ پر دھرے اونگھ رہی تھی۔ کالج سے آ کر کھانا کھانے کے بعد وہ کچھ دیر کمر ٹکانے کو لیٹی تو میگزین کی ورق گردانی کرنے لگی اور اب جانے کب سے نیند کی آغوش میں جھول رہی تھی۔ ارما نے اندر آتے ہی اسے جھنجوڑ کر رکھ دیا۔

''منال! اُٹھو..... اللہ کے واسطے اُٹھ جاؤ، ورنہ آج قیامت آ جائے گی۔''

''اوفوہ.....! کیا افتاد پڑ گئی تم پر۔ آخر میری بازو کے پیچھے کیوں پڑ گئیں، ارما! کاندھے سے الگ کر کے دم لو گی کیا؟'' اس نے اپنی کلائی اس کی گرفت سے چھڑائی اور تیزی سے اٹھ بیٹھی۔ ادھر ارما کے اوسان خطا تھے۔

''منال! امی، شامیر کے گھر گئی ہیں۔'' اس نے چھوٹتے ہی اطلاع دی۔

''تو.....؟'' منال نے سوالیہ نظروں سے اسے گھورا۔ ''میں کیا کروں، کیا ان کے پیچھے جاؤں؟''

''ہاں۔'' ارما نے تیزی سے اثبات میں سر ہلا کر منال کو ششدر کر ڈالا۔ ''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ دال میں کچھ کالا ہے منال! شامیر کی ماما نے فون پر امی کو اپنے یہاں آنے پر اصرار کیا ہے۔ وہ کوئی خاص بات کہنا چاہتی ہیں۔ اور وہ کون سی خاص بات ہے، تم جا کر پتہ لگاؤ نا، پلیز۔''

''کیا؟'' منال کو جیسے جھٹکا لگا۔ ''تم کیا پاگل ہو ارما؟..... میں بھلا منہ اٹھا کر ان کے پیچھے کیسے جا سکتی ہوں؟ امی برا مان گئیں تو؟..... اور شامیر کی ماما نے مجھے باہر دروازے سے ہی ٹال دیا تو؟''

''اُف، میں کچھ نہیں جانتی..... پلیز منال! تم بس چلی جاؤ۔'' وہ اس کو دھکیل بیٹھی۔

''ارے، ایسے کیسے چلی جاؤں؟'' منال نے حیرت سے ارما کو دیکھا۔ ''کیا زبردستی ان کے گھر گھس جاؤں؟''

''پتہ نہیں منال! بس تم اُٹھ جاؤ۔ اُف، میں کیا کروں؟ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ کیا پتہ، وہ شامیر اور میرے بارے میں امی سے کچھ بتانا چاہتی ہوں۔ اوہ میرے اللہ! اگر یہ بات کھل گئی تو ابو کی نظروں سے میں گر جاؤں گی اور اگر..... اگر شامیر نے امی کو میری منگنی کے

بارے میں کچھ کہہ دیا تو وہ آتے ہی میرے پیچھے پڑ جائیں گی کہ بولو، کون ہے عاصم؟ کہاں سے آیا اور کب مجھ سے منگنی کر کے چلتا بنا؟'' ارما کا برا حال تھا۔ وہ باقاعدہ کانپ رہی تھی۔ بے قراری اس قدر تھی کہ کبھی بیٹھتی تو کبھی اٹھتی تھی۔

منال نے اس کی بے سکونی کو نظر بھر کے دیکھا، پھر اسے اپنے پاس گھسیٹتے ہوئے ڈانٹ کر بولی۔ ''خدا کے لئے ارما! پہلے ذرا ٹک کر یہاں بیٹھو، بے وجہ مجھے ٹینشن میں ڈال رہی ہو۔ دیکھو، کوئی بھی عام بات ہو سکتی ہے لیکن تم اپنی بدحواسی میں کیا سے کیا بنائے جا رہی ہو۔ پلیز، پہلے مجھے کچھ سمجھنے کا موقع تو دو۔''

''ارے اس سمجھنے سمجھانے میں ہی سارا وقت نکل جائے گا۔ پلیز، تم آ کر ایسی باتیں کر لینا۔ ابھی میرا کہا مان کر چلی جاؤ، ورنہ خدا کی قسم! مجھے ہارٹ اٹیک ہو جائے گا۔'' وہ روہانسی ہو گئی۔

منال کو چار و ناچار اُٹھنا پڑا۔ بیڈ پر پڑا دوپٹہ اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور چپل پاؤں میں گھسیٹتی وہ فوراً باہر کو چل دی۔

اس نے تیز رفتاری سے شامیر کے گھر کا گیٹ کراس کیا تھا۔ پورچ سے ہو کر وہ اندرونی کاریڈور کی طرف آ گئی۔ صدر دروازے پر رک کر اس نے پہلے خود کا جائزہ لیا اور پھر دروازہ کھولتے ہی جس شخص سے ٹکرائی، وہ اپنی دھن میں باہر نکلنے کو تھا۔ ٹکراؤ زوردار ہوا۔ اتنا شدید کہ وہ لمبا چوڑا وجود ایک لڑکھڑاہٹ کے ساتھ الٹ کر دیوار سے جا لگا، اس کا مضبوط کاندھا منال کے سر پر اس زور سے لگا کہ وہ ''ہائے امی!'' کہتی فرش پر بیٹھ گئی۔ آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا اور ترمرے سے ناچنے لگے۔ اس کی نحیف آواز نے مقابل کھڑے مرد کو بے حساب چونکنے پر مجبور کر دیا۔ وہ جو دیوار کا سہارا لے کر سنبھلنے کی کوشش میں تھا، اب ٹھٹک کر اس لڑکی کو گھورنے لگا، جو فرش پر اکڑوں بیٹھی دونوں ہاتھوں میں سر پکڑے ایک اذیت سے کراہ رہی تھی۔ اس کی تکلیف شاید حد سے سوا تھی۔ مگر دائم کو لگا، جیسے دل سینے سے باہر آ جائے گا۔

''کیا ہوا دائم؟'' اچانک قریبی کمرے سے ایک لڑکی لپکتے قدموں سے نکل کر اس مرد کے قریب آ کھڑی ہوئی۔ وہ سندس تھی، جس کے پیچھے شامیر بھی تیزی سے دوڑتا چلا آیا تھا۔

''دائم؟'' منال کے سر پر جیسے آسمان ٹوٹ پڑا۔ لڑکی کا سوال اس کے حواس کو منتشر کر گیا۔ ادھر سندس کا چہرہ بھی تاریک ہو گیا تھا۔ اس کی حیرت بھری نظر سامنے زمین پر بیٹھی لڑکی کو اپنے حصار میں مقید کر چکی تھی۔ وہ یہاں اس وقت کیا کر رہی تھی؟ سندس کو کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر لہراتے سائے دیکھ کر شامیر اُلجھ سا گیا۔

''کیا ہوا سندس؟''

اس کا سوال پہلے کیے گئے سوال کا عکس تھا۔ مگر سندس گم صم کھڑی تھی، اس سے جواباً کچھ بھی کہا نہ جا سکا۔

ادھر منال نے سنبھل کر سر اٹھایا اور اپنے سامنے کھڑے تین لوگوں کے چہروں کا تاثر بھانپ کر جیسے سانپ سونگھ گیا۔ وہ سکوت کے ساتھ Slow motion اسٹائل میں اٹھ کھڑی ہوئی۔ دل آخری حد پر جا کر دھڑک رہا تھا۔ اس کی بے تاب نگاہوں کے سامنے وہ چہرہ تھا، جسے بھولنے کی کوشش میں وہ خود کو بھلائے بیٹھی تھی۔ آہ! کتنا اچانک سامنے آیا تھا وہ۔ دل اور نگاہ دونوں ہی بے یقین تھے۔

''منال! تم.....؟'' سب سے پہلا اظہارِ جرأت دائم کی طرف سے تھا۔ ''تم یہاں کیا کر رہی ہو؟''

''مم.....میں.....میں امی کو بلانے آئی تھی۔''

اس کا جواب مختصر تھا۔ مگر پیاسی آنکھوں میں دید کی تڑپ لہرا رہی تھی۔ ایک سمندر تھا بے چینی کا، جو ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ وہ نظریں چرانا چاہتی تھی، مگر چرا نہ پا رہی تھی۔ ایک بے بسی تھی، جس میں گھر کر وہ دائم کا چہرہ دیکھے جا رہی تھی۔ وہ چہرہ اپنے خدوخال میں اسے ازبر تھا۔ ہاں فرق تھا تو اس کی صحت میں، جو اب پہلے سے زیادہ بہتر تھی۔ شاید اسی لئے دائم کا چہرہ پہلے کی نسبت بھرا بھرا سا محسوس ہو رہا تھا۔ وہی کالی بھنورا سی آنکھیں، وہی اُٹھی ناک اور وہی لب بستہ انداز لئے ہونٹ اس کی سنجیدہ صورت کو کچھ اور گمبھیر بنا رہے تھے۔ اس کی دلکشی آج بھی سحر انگیز تھی۔

ہاں، وہ اب بھی وہی تھا۔ دل میں بس کر گہرائی میں اُتر جانے والا۔ منال کی نگاہ اس کے ہر نقش پر منڈلا رہی تھی اور ذہن اتنی ڈرامائی صورتِ حال میں بھی یہ شعر دہرا رہا تھا۔

نہیں ہے اس سے تعلق تو مضطرب کیوں ہو
بھلا چکے ہو تو پلکوں تلے یہ نم کیسا

منال نے آنکھوں میں بھرے نمکین پانی کو چھپانے کے لئے سر جھکا لیا۔ تب ہی شامیر نے دائم سے پوچھا تھا۔

''کیا تم دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہو؟''

شامیر کا پُرتجسس سوال سندس کا ضبط توڑ گیا۔ وہ کڑوے لہجے میں بولی۔ ''جی بھیا! صرف یہی دونوں ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ بٹ لسن، آپ کو اس اسٹوپڈ سوال سے گریز کرنا چاہئے تھا، وہ بھی اس موقع پر۔''

''تمہارا مطلب کیا ہے سندس؟'' شامیر کے چہرے پر ناگواری اُمڈ آئی۔

''مطلب یہ ہے بھیا! یہ منال ہے۔'' سندس کا لہجہ آگ برسا رہا تھا۔

''تو؟.....یہ منال ہے، میں جانتا ہوں۔'' اس کا انداز بے حد عام تھا۔

''اوفوہ بھیا!'' سندس نے دانت کچکچائے۔ ''یہ وہ منال ہے جس نے دائم کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کی تھی۔ یُو انڈراسٹینڈ؟''

''واٹ.....؟'' وہ یوں اُچھلا جیسے کسی ننگے تار پر پاؤں رکھ بیٹھا ہو۔ اس کا رنگ لمحوں میں فق ہوا۔ ''What are you saying?''

''میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔'' سندس کا لہجہ آگ برسا رہا تھا۔ ''یہ محترمہ منال ہیں۔ منال بصیر، جو دائم کو پانے کا خواب دیکھ رہی تھیں۔''

''تم.....تم غلط کہہ رہی ہو سندس!'' منال نے پل پل بدلتی صورتِ حال کے تحت جسم میں اُٹھتی کپکپی کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ ''میں وہ منال نہیں ہوں۔ اب میں منال حمزہ ہوں۔ حمزہ ابراہیم کی منکوحہ۔ میرے شوہر اس وقت جاپان میں ہیں، یُو نو۔''

''اوہ.....'' سندس نے طنزیہ مسکراہٹ سے سرتاپا اسے گھورا۔ ''نائس ٹُو میٹ یُو، مسز حمزہ! شوہر کو سات سمندر پار بھیج کر خود اِدھر کیا کر رہی ہو؟ کیا دائم کی راہ دیکھ رہی تھیں؟''

''نہیں، دائم کی راہ اب تمہیں دیکھنی چاہئے۔ وہ تمہارا شوہر ہے۔'' منال کا جواب اس کے ضبط کی طرح ٹھنڈا تھا۔ وہ سندس کی بدتمیزی کے باوجود خود کو شانت رکھنے پر مجبور تھی۔

''ہاں.....وہ میرا شوہر ہے، اسی لئے میں اس کے ساتھ ہوں۔ بٹ یُو نو مسز حمزہ! کسی کی راہ دیکھنے کے لئے دُوری ضروری ہے۔ اور یہ دُوری تمہارے حصے میں آئی ہے۔ سو تم یہ فاصلہ مت بھولنا۔ دائم صرف میرا ہے۔ تمہاری پیدا کردہ کوئی دُوری ہمارے بیچ نہیں آئے گی۔''

منال مسکرا دی۔ ''ایسا ہے سندس! تو پلیز شک مت کرو دائم پر۔ کیونکہ شک کی بنا پر تم آج بھی اس سے دُور ہو۔''

''اونہہ۔'' سندس نے سلگ کر سر جھٹکا۔ ''اگر شک کرتی تو کبھی شادی نہ کرتی دائم سے۔ وہ صرف میرا ہے۔ تم یہ بات مان لو۔''

''چلو مان لیا۔'' منال کی ہنسی میں تضحیک کا احساس نمایاں تھا۔ ''دائم تمہارا ہے، یہ اچھی بات ہے۔ تم دائم سے شادی نہ کرتیں تو عمر بھر پچھتاووں میں گھری رہتیں۔ کیونکہ جو شخص میرا نہیں تھا، تم بہت پہلے اسے میرا مان چکی تھیں۔ ہے نا؟''

''اوہ یُو شٹ اپ منال! مجھے تمہاری بے ہودہ بکواس نہیں سننی۔ فوراً چلی جاؤ یہاں سے۔'' وہ چنگھاڑی۔

''اوہ کم آن سونی! کیوں بات بڑھا رہی ہو جان؟ جو وقت بیت گیا، اسے مڑ کر دیکھا نہیں کرتے۔'' دائم نے اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی تو وہ اسی پر اُلٹ پڑی۔

''گزرا وقت سامنے کھڑا ہو تو نظریں کیسے چرائی جا سکتی ہیں دائم! کیا تم منال کی صورت دیکھ کر بھی آنکھوں پر پٹی باندھ لو گے؟ دیکھو دائم! میں تمہیں وارن کرتی ہوں، اس بار کوئی تماشا ہونا نہیں چاہئے۔ میں صبر نہیں کر پاؤں گی۔ گزری رات ہم پاکستان آئے ہیں اور آج یہ لڑکی کسی کتے کی طرح تمہاری بُو سونگھتی اِدھر آ پہنچی ہے.....جسٹ ری ممبر، اس بار اگر کوئی کوتاہی ہوئی تو لمحہ بھر کی تاخیر کے بغیر میں تمہاری زندگی سے نکل جاؤں گی۔ اینڈ آئی مین اِٹ

دائم.....او کے؟''

''ڈونٹ ری ایکٹ لائیک اے اسٹوپڈ سندس! آخر یہ کیا ہو رہا ہے؟'' شامیر نے فوراً مداخلت کی تو وہ جیسے ہتھے سے اُکھڑ گئی۔ ''مطلب کیا ہے آپ کا؟ میں اس سے، اس لڑکی سے.....'' اس نے جملہ ادھورا چھوڑ کر اسے گھورا۔

''اس لئے سندس! کہ تم Over react کر رہی ہو۔ منال کو موقع دیئے بغیر اپنی ہانک رہی ہو۔ حالانکہ وہ بتا چکی ہے کہ وہ اب کون ہے اور اس کی کیا پوزیشن ہے، ناؤ شی از میریڈ۔''

''آئی ڈونٹ کیئر، میر بھائی!'' اس نے نخوت سے ناک سکوڑی۔ ''اس دو ٹکے کی لڑکی سے بھلا میں کیوں ڈروں گی، جو بے چاری کل تک سب کچھ گنوا کر بھی دائم کو پا نہ سکی وہ اب بھلا میرا کیا بگاڑ لے گی؟''

''سوری سندس! میں دائم کو پا چکی ہوں۔ وہ میرا ہو چکا۔ مگر اس لڑکے کو تمہارے لئے میں نے صرف ارما کی خاطر چھوڑا ہے۔ کیونکہ تمہارا بھائی میری بہن ارما سے محبت کرتا ہے اور میرا خیال ہے، یہ انکشاف تمہیں ساری صورتِ حال آسانی سے سمجھا دے گا۔'' منال کا لہجہ بے حد گرم تھا۔

دائم اور سندس کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ ادھر شامیر پر جیسے برق لہرا کر گری تھی۔ وہ بے اختیار سا ہو کر بولا۔

''کیا مطلب؟ یہ..... یہ تم کیا کہہ رہی ہو منال؟ کیا واقعی تم نے دائم کو ارما کی خاطر.....اوہ نو۔'' اس سے جملہ پورا نہ کیا جا سکا۔ چند لمحے وہ بوکھلاہٹ کا شکار رہا، پھر بے یقینی سے منال کو گھورتے ہوئے بولا۔ ''پلیز، سچ کہو۔ تم نے ارما کی خاطر دائم سے کنارہ کشی کی تھی؟''

''ہاں۔'' اس نے ہولے سے اثبات میں سر ہلایا۔ ''یہی سچ ہے شاہ میر صاحب! میں آج وہی کہہ رہی ہوں، جو وقت کی ضرورت ہے۔ اللہ کا شکر ہے جو آج میں ادھر چلی آئی۔ ورنہ جانے یہ سچائی کب جا کر کھلتی۔ آئی سویئر شامیر صاحب! میں نے اپنی بہن کی خاطر دائم کو سندس کے لئے آزاد چھوڑ دیا۔ کیونکہ میں آپ کی بہن کا گھر برباد کرنا نہیں چاہتی تھی۔ میں کسی پر زیادتی نہیں کرنا چاہتی تھی، اسی لئے آج آپ کی موجودگی میں سندس سے ایک بات کہنا چاہوں گی۔'' اس نے رخ موڑ کر حق دق کھڑی سندس پر نظر ڈالی۔ ''میری ایک بات یاد رکھنا سندس! محبت بھول جانے کے لئے نہیں کی جاتی بلکہ مٹ جانے کے لئے کی جاتی ہے۔ میں جانتی ہوں، دائم جیسا کھرا بندہ تمہاری خاطر یہ جھوٹ بول سکتا ہے کہ وہ مجھ میں کبھی انوالو نہیں رہا۔ مگر یہ سچ نہیں ہے سندس! سچائی یہ ہے کہ دائم مصطفیٰ نے میری محبت کی شدت سے ہار مان کر میرے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے تھے۔ ہاں، اس نے اقرار نہیں کیا۔ مجھ سے اپنی محبت کا اظہار نہیں کیا۔ وہ دل ہار جانے کے باوجود محبت کی بساط پر اپنی شکست ماننے سے گریزاں رہا۔ میرے جذبات سے مات کھا کر بھی ثابت قدم رہا۔ دائم نے تمہارے لئے.....صرف تمہاری

خاطر میرے دل اور جذبات کی پروا نہیں کی۔ وہ شخص ہمیشہ تم سے مخلص رہا اور ان باتوں کا مطلب یہی ہے سندس! کہ یہ لڑکا تمہیں چاہتا ہے لیکن اس کی چاہت مکمل نہیں کیونکہ اسے میری ذات نے نامکمل کیا ہے۔ تم لاکھ چاہو مگر اپنے شوہر کی خالص محبت کبھی حاصل نہ کر پاؤ گی۔ یہ میرا دعویٰ ہے۔ چاہو تو دائم سے تصدیق کرا سکتی ہو۔''

''اوہ پلیز منال!'' دائم نے ناگواری سے اسے دیکھا۔ ''تم جانتی ہو، میرا تم سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ نہ آج ہے اور نہ ہی کل تک تھا۔ میں نے کہا ہے نا، جو گزر گیا اسے بھول جانا بہتر عمل ہے۔ زندگی کے اس موڑ پر تم اور تمہاری محبت میری اور سونی کی گھریلو زندگی متاثر کر رہی ہے۔ ہمیں بخش دو منال! آج اگر میں ایک خوش و خرم انسان کی طرح زندگی گزار رہا ہوں تو پلیز ایسی باتیں کر کے میری گرہستی کو آگ مت لگاؤ، مجھے مت تڑپاؤ، مجھے جلانا بند کر دو منال!''

''ایک دل جلے کو میں کیا جلاؤں گی، دائم! لیکن سچ سے انحراف نہیں کروں گی۔ اس سچ سے، جسے کہتے آپ کی زبان سوکھتی ہے۔'' منال نے دل کے درد کو سنبھال کر ایک گہری سانس بھری۔ ''آپ بضد ہیں تو یونہی سہی۔ میں اگر خوش فہم ہوں، تب بھی کیا برا ہے۔ بھلا کیا فرق پڑے گا، مجھے آپ کی طرف سے اقرار ہو نہ ہو۔ آپ میری محبت میں ہارے ہوں یا نہ ہارے ہوں۔ سچ یہی ہے کہ میں نے بساط خود ہی اُلٹ دی تھی اور یہ بات بہت اہم ہے کہ میں نے خود کو آزاد کیا ہے۔ آپ کو اپنی محبت سے، سندس اور اپنی بہن ارما کی محبت کی خاطر دانستہ تہی دست کیا ہے اپنے آپ کو۔ آپ احسان مانیں یا نہ مانیں، مگر میرا کیا جائے گا۔ مگر یہ بات طے ہے دائم.....

وہ چاہے راستہ بدلے، وہ چاہے رابطہ بدلے
اسے مجھ سے محبت ہے، میرا ایمان باقی ہے

منال کی نگاہ میں ٹھہرا یقین، دائم کے ماتھے کو عرقِ خجالت سے بھگو گیا۔ وہ ساکت و جامد کھڑا چپ چاپ، منال کو ایک ٹک گھور رہا تھا، جو اس پل اس قدر سنجیدہ تھی کہ اس کی سنجیدگی ڈبڈبائی آنکھوں کے ساتھ سبھی کا دل دہلائے دے رہی تھی۔

وہ کچھ دیر دائم کا چہرہ تکتی رہی، پھر پلٹ کر بت بنے شامیر سے بولی۔ ''ارما خود کو اور اپنے جذبات کو چھپانے پر مجبور ہے شامیر صاحب! پلیز، اس لڑکی کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ وہ میری دائم سے محبت کو لے کر بہت خوف زدہ تھی اور اسی خوف نے اسے آپ سے تعلق توڑنے پر مجبور کیا ہے۔ وہ ابو اور عرفان بھائی کو اپنی چاہت کے سبب کسی نئے امتحان میں ڈالنا نہیں چاہتی تھی کیونکہ میری ضد ابو کو موت کے منہ میں دھکیل آئی تھی۔ انہوں نے دائم سے میری محبت کے جنون کو دیکھ کر اپنی کلائی کی رگیں کاٹ ڈالی تھیں، تاکہ وہ دنیا کی ذلت و رسوائی سے محفوظ رہیں۔ ابو کو اب تک شکایت ہے مجھ سے۔ میں ان کی نظر سے گر چکی ہوں، لیکن ارما..... شامیر صاحب! بہت اچھی لڑکی ہے۔ وہ یہ سب نہیں چاہتی۔ اسے اپنی محبت سے زیادہ گھر اور

گھر کے لوگوں کی عزت عزیز ہے۔ آپ تک آنے کے لئے وہ اپنے والدین کی عزت داؤ پر نہیں لگائے گی۔ یہ سچ ہے شامیر صاحب! ارما کو آپ سے زیادہ ابو اور عرفان بھائی عزیز ہیں۔ ان کی وہ شفقت عزیز ہے، جو آپ کے جذبۂ محبت کے ہر احساس پر بھاری ہے۔ وہ ان دونوں کی خاطر آپ کی بے لوث محبت کو نہ چاہ کر بھی فراموش کر دے گی۔ پلیز شامیر صاحب! اب قدم آپ کو بڑھانا پڑے گا۔ باقی کا سارا راستہ صرف آپ کو طے کرنا ہوگا۔ ارما بہت بزدل اور کم ہمت لڑکی ہے۔ وہ خالص مشرقی لڑکی ہے۔ اس کی مجبوری کو سمجھئے۔ وہ آج بھی آپ کو چاہتی ہے، مگر اظہار نہیں کر سکتی۔ حالات کی زنجیر اسے جکڑ چکی ہے، مگر اس زنجیر کو توڑ کر وہ کبھی آپ کی طرف ہاتھ نہیں بڑھا سکتی۔ وہ..... وہ صرف آپ کو چاہتی ہے۔ اب آپ کو ہی سب کچھ کرنا ہوگا۔'' منال کا اصرار گم صم سے شامیر کا چہرہ گلنار کر رہا تھا۔

یہ وہ لمحہ تھا، جب وہ اپنے جذبات و احساسات کو خود بھی سمجھنے سے قاصر تھا۔ اس کے چہرے کے جلتے بجھتے تاثرات، سندس کو جیسے کسی عذاب میں دھکیل رہے تھے۔ منال کی بات سنتے ہی وہ جیسے کسی ناگن کی طرح پھنکاری تھی۔

''کیا خوب بے غیرتی ہے ان دونوں بہنوں کی۔ واقعی کوئی مثال نہ ملے گی۔ ایک میرے شوہر کے پیچھے خوار ہے اور دوسری نے میرے بھائی کو پھانس لیا۔ How third rate mintalty of middle class..... اونچے گھرانوں کے لڑکے دیکھ کر محلوں کا خواب دیکھنے والی غریب لڑکیاں۔ بے چاری اور بھلا کیا کر سکتی ہیں؟''

''پلیز بس کرو سندس! تمہیں کسی پر کیچڑ اچھالنے کا کوئی حق نہیں ہے۔'' شامیر نے اسے ڈپٹا۔

''مجھے کیچڑ اچھالنے کی ضرورت کیا ہے میر بھائی! یہ دونوں لڑکیاں، راستے کی وہ گندگی ہیں، جو راہ چلتوں کو بھی داغ دار کرتی ہیں۔ ان دونوں کی ذہنیت اس گندگی سے مختلف کیسے ہو سکتی ہے؟''

منال بلبلا اٹھی۔ ''بس کرو سندس! برداشت کی ایک حد ہوتی ہے۔ تم میری خاموشی کو کچھ اور ہی سمجھ رہی ہو۔ تمہاری اس گری ہوئی بات کا جواب میرے پاس بھی ہے، مگر تمہیں میری بے بسی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے شرم آنی چاہئے۔''

''ناجائز فائدہ؟'' وہ منال کو گھورتے ہوئے ایک تمسخر سے ہنسی۔ ''تم جیسی لڑکی، ناجائز کا مطلب سمجھتی ہے منال؟..... اگر جواب ہاں ہے تو آئی ایم مچ سرپرائزڈ..... میرے شوہر سے ناجائز تعلقات رکھنے والی لڑکی اپنی بہن کی طرف داری کرے تو اس کا صرف ایک مطلب ہے، شی از آل سوائے لوزر۔ ہاری ہوئی شکستہ عورت۔ کیوں، ٹھیک ہے نا؟''

''اوہ، یو جسٹ شٹ اپ سندس!'' منال کا ضبط ایک پل میں ٹوٹا اور تھپڑ کی زوردار گونج کے ساتھ سندس کا چہرہ لال کر گیا۔ ''میرا یہ تھپڑ تمہاری بے ہودگی کا جواب ہے۔ میری پاکیزہ

محبت کو کسی ناجائز تعلق کی تہمت مت دو۔ اگر میری عزت نہیں کر سکتیں تو کم از کم اپنے محبوب شوہر کی حیثیت داؤ پر مت لگاؤ۔ مت رکھو اس پر اتنا رکیک الزام۔ دائم ایک شریف اور اچھا انسان ہے۔ مجھے افسوس ہے، شادی ہو جانے کے بعد بھی تمہیں اپنے شوہر پر بھروسہ نہیں۔ کم از کم اس کو مان اور عزت دینا سیکھو، بے وقوف عورت!''

''ہاؤ ڈیئر یو.....'' سندس پھٹ پڑی۔ اس کی آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ جواباً منال پر ہاتھ اٹھاتی، دائم اسے قابو کر چکا تھا۔

''یہ سب کیا ہے سندس؟ تم ایک لڑکی ہو، پلیز اپنے وقار کا خیال رکھو۔ یہ ہاتھا پائی تمہیں زیب نہیں دیتی۔''

''یہ تم کہہ رہے ہو دائم؟'' وہ اس کے بازوؤں کے حلقے سے نکلنے کو بے قرار تھی۔ ''تم اس لڑکی کی سائیڈ لے رہے ہو، جس نے تمہارے سامنے مجھے تھپڑ مارا ہے۔ اس کی ہمت کیسے ہوئی، مجھ پر ہاتھ اٹھانے کی؟''

وہ دائم کی گرفت سے نکلنے کو بری طرح مچل رہی تھی۔ اس کی زبان بھی قابلِ اعتراض الفاظ سے آلودہ ہو رہی تھی۔ شامیر نے اس بدلتی صورتِ حال اور بہن کے تیور دیکھ کر منال کو فوراً اپنی طرف موڑ لیا۔ ''منال! تم جاؤ یہاں سے۔ اگر تم کچھ پل اور ٹھہر گئیں تو شاید سندس تمہیں نقصان پہنچا دے۔ دیکھو میں ایسا کوئی سین Create ہوتا نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے پلیز تم جاؤ۔ فوراً چلی جاؤ یہاں سے۔'' منال نے بھری ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھا اور بنا کچھ کہے پلٹ گئی۔ صدر دروازے سے باہر نکلنے سے پہلے اس نے زخمی نگاہوں سے مڑ کر دائم کو دیکھا۔ بھیگی پلکوں پر ٹھہرے اشکوں کے جگنو اور نمکین پانی سے بھری وہ سمندر آنکھیں ہائی وولٹ کرنٹ کی صورت دائم کا دل خاکستر کر گئیں۔ اس نے دفعتہً سندس کو از خود پرے دھکیل دیا اور شکن آلود پیشانی کے ساتھ کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ دائم نے اندر جا کر دروازے کو زوردار آواز سے بند کیا تھا۔ ادھر روتی بلکتی سندس، شوہر کی بدلتی حالت سے بے خبر اپنے بھائی شامیر کا ہاتھ تھام کر سسکتے ہوئے بولی۔

''میر بھائی! آپ نے اگر منال کی بہن سے شادی کی تو خدا کی قسم میں خودکشی کر لوں گی۔ ارما ہمارے گھر کی چوکھٹ نہیں الانگے گی۔ وہ آپ کی دلہن بن کر اس گھر میں آئی تو..... آئی پرامس، آئی ول کل مائی سیلف..... میں خود کو ختم کر لوں گی بھائی!''

''بس کرو سندس!'' شامیر کا بدن بے جان ہو گیا۔ ''کیوں فضول باتوں پر اُتر آئی ہو؟''

''یہ فضول بات نہیں ہے میر بھائی! میں سچ کہہ رہی ہوں۔ وہ دونوں بہنیں میرا گھر اُجاڑنا چاہتی ہیں۔ وہ بہت بے شرم اور ڈھیٹ ہیں۔ میں آپ کو بتاؤں، مجھے دائم سے شادی کرنے میں یہی ڈر تھا۔ آپ نے منال کی ہمت دیکھی ہے نا بھیا! وہ حمزہ سے نکاح کے باوجود دائم سے محبت کا اظہار دوبارہ کر گئی ہے۔ وہ مجھے جتا گئی ہے کہ اس نے ارما کی خاطر دائم کی محبت کو میری

جھولی میں پھینکا ہے، اس نے مجھے بھیک دی ہے، لیکن مجھے....." وہ یکدم پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی۔ اس نے شامیر کے کاندھے پر سر رکھ دیا۔ "نہیں بھائی!..... مجھے یہ بھیک نہیں چاہئے۔ دائم میرا ہے تو وہ لڑکیاں اس گھر میں اب کبھی نہیں آئیں گی۔ میں اپنے آپ کے یا دائم کے حوالے سے ان دونوں سے کوئی رشتہ ناتہ رکھنا نہیں چاہتی۔ سنا آپ نے؟ مجھے ان سے کوئی تعلق واسطہ نہیں رکھنا۔"

وہ چیخ رہی تھی۔ اس کا انداز کسی ہسٹریائی مریضہ جیسا تھا، جسے دورہ پڑ جائے تو سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ وہ دل چھوڑ کر با آواز بلند رو رہی تھی۔ شامیر نے گھبرا کر بے اختیار بہن کو اپنی بانہوں میں بھر لیا۔ "جسٹ ریلیکس سندس! پلیز کنٹرول یور سیلف۔ تم میری جان ہو، میری چھوٹی بہن ہو، سو پلیز سنبھالو خود کو۔ دیکھو، میں جو بھی فیصلہ کروں گا، وہ تمہاری منشا کے مطابق ہو گا۔ میں کوئی زیادتی نہیں کروں گا، سندس! خدارا چپ ہو جاؤ۔ یوں رو رو کے ہلکان ہونے سے کچھ نہیں ہو گا۔ اُلٹا تمہاری طبیعت خراب ہو جائے گی۔"

سندس دھاڑیں مار کر رونے لگی۔ اس نے شامیر کے بازو کو سختی سے تھام رکھا تھا۔ یوں جیسے بھائی کو ارما کی پہنچ سے دُور لے جانا چاہتی ہو۔ اُس کے دھواں دھار رونے اور ہذیانی انداز میں چیخنے چلّانے سے ایک ہنگامے کا احساس ہونے لگا تھا۔ شور کی آواز سن کر امی اور شامیر کی ماما بھی کمرے سے باہر آ گئیں۔ دونوں گھبرائی ہوئی تھیں، ان کے چہرے دھواں دھواں تھے۔ سندس کی چیخ و پکار نے لمحے میں جیسے سب کچھ واضح کر دیا۔ امی کو جیسے اصل بات کی فوری خبر ہوئی تھی۔ وہ یک دم بے زار نظر آنے لگیں۔ ان کی ملامتی نظر، سندس کو دیکھتی رہی، پھر سر جھٹک کر وہ اپنے گھر کی طرف چل دیں۔ انہوں نے اپنے پیچھے آتی شامیر کی ماما کی صداؤں کو بھی نظر انداز کر ڈالا تھا۔ فی الوقت وہاں ٹھہرنا ان کے بس سے باہر تھا۔

❁

کیسی قاتل نظر تھی وہ..... پل بھر میں دل کے آر پار ہوئی تھی۔ اس قدر زخمی تھا دل کہ دائم کو کسی کل چین نہیں آ رہا تھا۔ بے قراری حد سے سوا تھی اور من اتنا بوجھل، اتنا بے کل کہ اندر باہر گہرا سناٹا بھائیں بھائیں کرتا محسوس ہو رہا تھا۔ سندس کے احتجاجی آنسو، دائم کو زہر لگ رہے تھے۔ وہ چلّا رہی تھی، زار و قطار رو رہی تھی اور منال کے خلاف ایک محاذ گرم کئے بیٹھی تھی۔ مگر اس ساعت میں دائم کو اس کی بالکل پروا نہیں تھی۔ وہ آج پھر دل کے ہاتھوں مجبور تھا۔ منال وہ لڑکی تھی، جو اس کا سکھ چین چھین کر لے گئی تھی۔

"آہ.....!" دائم نے بہت گہری سانس لے کر ڈوبتے دل کو سہارا دیا۔ کتنے دن بعد دیکھا تھا آج منال کو۔ وہ اب بھی وہی تھی۔ نازک اور دھان پان سی۔ وہی لاپروا انداز لئے، وہی شعلہ فشاں گفتگو اور اپنی جلتی بجھتی سنہری آنکھوں میں انگارے لئے کھڑی تھی۔ کچھ بھی تو نہ بگاڑا تھا اس گزرتے وقت نے اس کا۔ حد یہ تھی کہ دل بھی وہی تھا اور دل مین قید دائم کی محبت

بھی وہی تھی۔ کتنا کھٹا میٹھا مزاج تھا، منال کا۔ نکاح کے بعد بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی اس کی سوچ میں۔ وہی چوٹ کرتا انداز تھا اور وہی زہر میں بجھی شرارہ باتیں، جن کی چبھن دائم کو تسکین دیا کرتی تھی۔ آہ! آخر کیا تھی منال؟ دائم اب بھی سمجھ نہیں پایا تھا۔ بس لحظہ بھر کے لئے اس کے دماغ میں یہ شعر گونجا تھا۔

مزاج اپنے بہت مختلف سہی پھر بھی
ہمارے بیچ محبت کا پاس رہتا ہے

"اوہ مائی گاڈ.....!" دائم خجل سا ہو کر پہلو بدل گیا۔ "کیا کروں میں؟..... کیسے بھلاؤں اس لڑکی کو؟ صنف نازک ہو کر بھی کتنی دیدہ دلیری ہے اس میں۔ وہ آج بھی ایک شادی شدہ شخص کو اس کی بیوی کے سامنے اپنا کہنے کی جرأت کر رہی ہے۔ کتنا زعم ہے اس کے دعوے میں، کتنا بھروسہ اور مان ہے اسے اپنے الفاظ پر۔ کتنی مضبوطی ہے اس کی آواز میں، یہ کہتے ہوئے کہ دائم اس کی محبت میں ہار چکا ہے۔

ہاں! وہ غلط کب کہہ رہی ہے؟..... دائم اچھی طرح اپنے جذبات سے آشنا تھا۔ دل کا چور اس کی نظروں سے چھپا نہیں تھا۔ شاید اسی لئے آج سندس کا شور وغل کرنا اور منال کو دھتکارتے انداز میں بے نقط سنانا اسے بے حد ناگوار گزرا تھا۔ اس کی خواہش تھی، سندس چپ ہو جائے۔ وہ خاموش رہتی تو شاید بات اتنی آگے نہ بڑھتی۔ مگر اب لگتا تھا، جیسے کوئی طوفان آنے کو تھا۔ ایک ایسا طوفان، جس کی پُرشور اور پُرزور آمد ہر چیز تہس نہس کر ڈالتی ہے۔ پھر باقی کچھ نہیں بچتا۔

دائم سات ماہ بعد اسپین میں ہنی مون منانے اور انگلینڈ میں ایک نیا گھر سیٹ کرنے کے بعد وطن لوٹا تھا۔ اس کی زندگی مکمل پُرسکون انداز میں گزر رہی تھی۔ وہ بے حد مطمئن تھا، جسے دل نے چاہا تھا وہ ہمراہ تھی اور اس کی ہمراہی میں گزرتے دن، پُرکیف اور خوشیوں سے بھرے تھے۔ وہ اپنی میریڈ لائف کی خوشیوں میں گم تھا، جب اچانک ایک دن سندس نے وطن لوٹنے کی فرمائش کی تھی۔ اُسے میر بھیا اور ماما کی یاد ستانے لگی تھی۔ انہیں ایک نظر دیکھنے کی آرزو نے اسے بے حال کر رکھا تھا۔ دائم خود بھی پاکستان آنا چاہتا تھا۔ شادی سے پہلے اس نے پاکستان میں پھیلے سافٹ ویئر بزنس کو مکمل طور پر سمیٹا نہیں تھا۔ وہ بزنس پاپا کی زیرِ نگرانی آج بھی پھل پھول رہا تھا۔ سو حالات کا جائزہ لینے کے لئے اسے وطن واپس آنا ہی تھا۔ سو ہنی مون ٹرپ کے خاتمے پر وہ پاپا کو اس بات پر آمادہ کرنے آیا تھا کہ وہ بزنس سمیٹ کر اس کے ہمراہ انگلینڈ کی کھلی فضا میں ایک چھت تلے زندگی بسر کریں۔ وہ والدین کے ساتھ زندگی کی خوشیاں بانٹنے کا خواہش مند تھا۔ اس کی خواہش تھی اس کی اولاد، دادا دادی کے زیرِ سایہ پروان چڑھے تاکہ دونوں آنے والی نسل کو اپنی اقدار و روایات سے روشناس کرانے میں اہم کردار ادا کریں۔ دائم اپنا مستقبل محفوظ بنانا چاہتا تھا۔ مگر ادھر حال بھی محفوظ نہ رہا تھا۔

منال جسے وہ سات ماہ دُور رہ کر دل سے بھلانے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہا تھا، وطن لوٹتے ہی اپنی تمام تر حشر سامانیوں سمیت آج پھر اچانک اس سے آ ٹکرائی تھی۔ ساری یادیں جیسے کسی پنڈورا باکس کی طرح کھل گئی تھیں۔ یہ تقدیر کی کون سی ادا تھی، جو کم سے کم دائم سے سہی نہیں جا رہی تھی۔ وہ منال کے جذبات سے بے حد خوف زدہ تھا اور اب کسی قیمت پر اس لڑکی کا سامنا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ مگر وطن لوٹے بہ مشکل کچھ گھنٹے ہی بیتے تھے اور وہ نظروں کے سامنے تھی۔

اس سے دامن چھڑا کر کمرے میں آنے کے بعد بھی وہ اپنے آپ سے اُلجھ رہا تھا۔ اندرونی کشمکش شدید تر تھی۔ دائم کو اپنی بے بسی پر بے پناہ غصہ آ رہا تھا۔ عرفان کا گھر شامیر کے پڑوس میں ہوگا، یہ بات اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔ وہ صرف اس وقت چونکا تھا، جب ماما نے کھانے کے فوراً بعد اسے اور سندس کو منال کی امی سے ملوایا تھا۔ انہیں روبرو دیکھ کر وہ دنگ رہ گیا تھا۔

''مسز ذکاء!..... کیا سندس آپ کی بیٹی ہے؟'' امی نے بے حساب حیرتوں میں گھر کر پوچھا تھا۔

''جی!'' ماما نے فخر سے سندس کو اپنے بازو میں سمیٹ کر انہیں دیکھا۔ ''سندس میری اکلوتی بیٹی ہے اور یہ دائم ہے، میرا داماد۔ دونوں آج صبح چار بجے کی فلائٹ سے انگلینڈ سے لوٹے ہیں۔ انہوں نے تو سچ مچ ہمیں سرپرائز دے ڈالا ہے۔''

''میں آپ کے داماد سے واقف ہوں۔ دائم، عرفان کا قریبی دوست ہے۔'' امی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

''اوہ..... اِٹس اے پلیزنٹ سرپرائز۔ دائم، عرفان کا دوست ہے، میں یہ بات نہیں جانتی تھی۔'' ماما کی حیرت میں خوشی نمایاں تھی۔ پھر مڑ کر دائم سے بولیں۔ ''عرفان تمہارا کلوز فرینڈ ہے، تم نے کبھی بتایا نہیں۔ ویسے وہ بے حد ویل مینرڈ اور کلچرڈ لڑکا ہے۔''

''جی ماما!'' دائم مسکرا دیا۔ ''ہم بہت پرانے دوست ہیں۔ صرف عرفان ہی نہیں، حمزہ سے بھی کئی برس پرانے دوستانہ مراسم ہیں میرے۔ ہم نے ایک طویل عرصہ ساتھ رہ کر گزارا ہے۔ آفٹر ایجوکیشن میں امریکہ چلا گیا، پھر بھی ہزاروں میل کی دُوری ہماری دوستی پر اثر انداز نہ ہو سکی۔ آج اتنا وقت گزرنے کے باوجود وہ دونوں میرے بہترین دوست ہیں۔''

''دیٹس گڈ۔'' ماما نے داد دیتی نگاہوں سے دائم کو دیکھا۔ ''یہ بہت بڑی بات ہے بیٹا! ورنہ آج کے مشینی دور میں دوستی نبھانے کی فرصت کسے ملتی ہے۔ سب اپنے کام دھندوں اور دیگر مصروفیات میں ہی گم ہیں۔ پرانی شناسائی بھی یوں ٹوٹتی ہے، جیسے کبھی ملے ہی نہ ہوں۔ تم تین دوستوں کے درمیان دوستی کا قائم رہنا قابلِ ستائش ہے۔ یقیناً یہ فرینڈ شپ تم سب کی باہمی محبت اور بہتر انڈر اسٹینڈنگ کا نتیجہ ہوگی۔ میری دعا ہے، تم سب ہمیشہ ساتھ رہو۔''

ماما کی وہ دعا اس لمحے دائم کو بہت اچھی لگی تھی۔ مگر اب وہ سوچ رہا تھا، کیا ان سب

دوستوں کا اکٹھے رہنا ان حالات میں ممکن تھا؟ کیا عرفان اور حمزہ اس کی واپسی پر سکون و اطمینان سے رہ سکیں گے؟ صرف منال کی موجودگی ان سب کی دوستی میں دراڑ ڈال سکتی تھی۔ وہ لڑکی، جو کبھی دائم سے اُلفت کا دم بھرتی تھی، وہ نہ صرف عرفان کی بہن تھی بلکہ دوسری طرف حمزہ کی منکوحہ بھی تھی۔ اس لڑکی کی معمولی سی لغزش اور جذباتیت ان دوستوں کے لئے خطرے کا سگنل بن سکتی تھی۔ مگر اس مرحلے پر دائم دوستی سے زیادہ اپنی ذاتی گھریلو زندگی اور سندس سے باہمی تعلق کی بقاء کے لئے منال کی کسی جذباتی غلطی سے سمجھوتہ نہیں کر سکتا تھا۔ اب ان بدلتے حالات میں کسی قسم کا Risk ممکن نہ رہا تھا۔

اس بار پاکستان آ کر دائم کی پریشانی کم ہونے کے بجائے بڑھ گئی تھی۔ منال نے آج اچانک ایک اور جان لیوا انکشاف کر ڈالا تھا۔ یہی کہ شامیر اور ارما کے بیچ ایک خصوصی رشتہ تھا، جو محبت کے نازک احساس سے بندھا ہوا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو چاہتے تھے اور ان کی محبت کے درمیان منال کی حیثیت بے حد اہمیت کی حامل تھی۔ اور وہ اہمیت سندس کی برداشت سے باہر تھی۔ وہ اپنی نفرت اور منال سے جیلس ہونے کو شامیر کے ذاتی معاملے میں ملوث کر رہی تھی۔ اس نے بھائی سے پُرزور مطالبہ کیا تھا کہ وہ ارما سے شادی نہیں کرے گا۔ وہ ڈرتی تھی کیونکہ ارما سے شادی کا مطلب، منال سے بھی تعلق داری تھا۔ منال، شامیر کی سالی کہلاتی اور ارما کی بہن ہونے کے ناتے اس گھر میں اس کی آمدورفت بھی یقیناً بڑھ جاتی۔ اور یہ بڑھتی ہوئی آمدورفت، دائم کی وجہ سے سندس کو کسی قیمت پر گوارا نہ تھی۔ آج سب کے سامنے منال نے ایک بار پھر دائم سے اپنی چاہت کا اظہار کیا تھا۔ اس کا اعترافِ محبت اتنا برملا تھا کہ شامیر بھی ششدر سا ہو کر اسے تکتا رہ گیا تھا۔

منال کی محبت کا اُونٹ اب کس کروٹ بیٹھنے والا تھا؟ یہ خبر شامیر کو تھی اور نہ ہی دائم کو۔ وہ دونوں آنے والے وقت سے خوف زدہ تھے۔ بدلتا وقت ان سب کے دامن میں خوشیاں ڈالتا یا پھر بے حساب اُلجھنیں بھر دیتا، یہ طے نہیں تھا۔ مگر ابھی سے پریشانی ہر دو کے حصے میں آ چکی تھی۔

ادھر دائم کو ہر گزرتے لمحے کی فکر تھی۔ وہ سندس کو اب کسی نئی ٹینشن میں ڈالنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لڑکی سے شادی جن حالات میں ہوئی تھی، وہ کم سے کم دائم بھولنے والے نہیں تھے۔ ہٹ دھرم سندس نے منال کے نکاح کو Base بنا کر شادی پر رضامندی ظاہر کی تھی۔ اسے یقین تھا، اب منال کالی بلی بن کر ان کا راستہ نہیں کاٹے گی۔ مگر وہ بلی آج نہ جانے کہاں سے کود پڑی تھی، اس نے نہ صرف سندس کو ہراساں کر ڈالا بلکہ شامیر کی خواہش کو مہمیز کرنے کی کوشش بھی کر ڈالی تھی۔

ادھر منال کی اچانک آمد، دائم کے سارے ارادے ملیامیٹ کر گئی تھی۔ وہ دل جو سات ماہ کے ازدواجی تعلق کے بعد وفادار سندس کے نام پر دھڑکنے لگا تھا، آج ایک بار پھر اپنی تال

بدلنے پر مُصر تھا اور دائم اس بار کوئی خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہ تھا۔

✻

یہ جو اضطراب رچا ہوا ہے، وجود پر
تو یہ کیوں بھلا؟
یہ جو سنگ سا گرا ہے آ کر جمود پر
تو یہ کس لئے؟
یہ جو دل میں درد چھڑا ہوا ہے، لطیف سا
تو یہ کب سے ہے؟
یہ جو لوگ پیچھے پڑے ہوئے ہیں، فضول سے
انہیں کیا پتہ، انہیں کیا خبر؟
کسی راہ کے کسی موڑ پر جو انہیں ذرا
کبھی عشق ہو تو پتہ چلے.....

کمرے میں بیٹھا دائم اپنی بے کراں سوچوں میں گم تھا، جب شامیر کی آمد نے اس کی بے خودی کو توڑا تھا۔ وہ خاموشی سے آ کر اس کے قریب بیٹھ گیا۔ چہرہ اُترا ہوا اور لب بھنچے ہوئے تھے۔ وہ پریشانی میں گھر کر سر جھکائے اپنے ہاتھوں کو ایک دوسرے میں پھنسائے بیٹھا تھا۔ اس کا سراپا ایک انجانی خلش کے حصار میں تھا۔ دائم کی توجہ اس کی جانب مرکوز ہو گئی۔

''سندس کہاں ہے؟'' اس کی آواز نے جیسے شامیر کو جگایا تھا۔ وہ ہڑبڑا کر سیدھا ہو گیا۔

''سندس، ماما کے پاس ہے۔ وہ بہت رو رہی ہے دائم! آنکھیں سُجا لی ہیں اس نے اپنی۔''

''ہاں، بہت پاگل ہے وہ۔'' دائم نے اُداسی سے سر ہلایا۔ ''دراصل منال سے ڈر لگتا ہے اس لڑکی کو۔''

''نہیں۔'' شامیر کی سنجیدگی بڑھ گئی۔ سر اٹھا کر دائم کو بغور دیکھتا ہوا بولا۔ ''اسے منال سے نہیں، تم سے ڈر لگتا ہے دائم! کیونکہ کوئی بھی لڑکی شادی کے چند ماہ خوشیوں میں گزار کر اپنے گھر کو اُجڑتا نہیں دیکھ سکتی۔ اسے تم پر بھروسہ نہیں ہے دائم! کیونکہ کسی دوسری عورت کا برملا اظہارِ محبت تمہیں کب تک پتھر کا بنائے رکھ سکتا ہے۔ کبھی نہ کبھی تم بھی منال کی طرف پلٹنے پر مجبور ہو جاؤ گے، اس لڑکی کی محبت تمہارا دل گداز کر سکتی ہے۔ کر سکتی ہے نا؟''

''شاید ٹھیک کہتے ہیں آپ۔'' دائم کی آواز بے حد دھیمی تھی۔ ''میں پتھر کا انسان نہیں ہوں شامیر! نہ ہی میرے سینے میں دل کی جگہ لوہے کا ٹکڑا لگا ہے۔ میں گوشت پوست کا جیتا جاگتا وجود ہوں۔ میرے بھی جذبات و احساسات ہیں اور ان کی شدت کبھی نہ کبھی مجھے بھی زیر کر سکتی ہے۔ مگر یہ طے ہے، مجھے اپنے جذبات کے خلاف جانا ہے۔ میں ان بدلتے احساسات سے لڑتا رہوں گا کیونکہ میں اپنی میرڈ لائف کسی خطرے میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ میں سندس کو دکھ دینا

نہیں چاہتا اور وہ بھی تب، جب وہ ماں بننے والی ہے۔''

''اوہ رئیلی.....؟'' شامیر کا سوالیہ لہجہ جیسے خوشی و اطمینان سے مہک اٹھا۔ ''کیا تم سچ کہہ رہے ہو دائم؟''

''ہاں۔'' دائم نے آنکھیں بند کر کے گہرا سانس لیا۔ ''میں سندس سے محبت کرتا ہوں اور یہ محبت کسی دوسری محبت سے کبھی آلودہ نہیں ہو گی، یہ میرا وعدہ ہے آپ سے۔ میں سندس کو اس نازک حالت میں کوئی نئی ٹینشن دینا نہیں چاہتا۔''

''اوہ تھینکس دائم!'' شامیر کا انداز ممنونیت سے پُر تھا۔ ''مجھے تمہاری سوچ پر فخر ہے۔ اس لئے نہیں کہ سندس میری بہن ہے، بلکہ اس لئے کہ اس کروشل ٹائم میں بھی تم بہت مثبت انداز میں سوچ رہے ہو۔''

''میں ایسا سوچنے پر مجبور ہوں میر! آپ نہیں جانتے، یہ میری زندگی کی خوشیوں سے زیادہ عرفان کے گھر کی عزت کا سوال ہے۔ یہ حمزہ کی اس زندگی کا سوال ہے، جو آفٹر میرج نئے سرے سے شروع ہونے والی ہے۔ جانے وہ کب پاکستان لوٹے گا؟''

''اس کے لوٹ آنے سے کیا ہو گا دائم! منال کی محبت تمہارے لئے کم نہیں ہو گی۔ وہ لڑکی آج بھی بہت چاہتی ہے تمہیں۔''

''ہاں، میں جانتا ہوں۔'' دائم کے لہجے میں اُداسی نمایاں تھی۔ ''وہ لڑکی جب بھی سامنے آتی ہے، میرے دن رات کا سکون غارت کر جاتی ہے، اپنی ایک جھلک دکھا کر اس دل کا وہ حال کر جاتی ہے کہ میں بے بس ہو کر بہت دیر تک خود کو سنبھال نہیں پاتا۔ میں کیا کروں میر؟''

''کیا مطلب، کیا کروں؟'' وہ چونک کر دائم کی صورت تکنے لگا۔ ''تم کیا کر سکتے ہو دائم؟ تم کچھ نہیں کر سکتے۔ سو بھول جاؤ منال کو۔''

''لیکن یہ..... یہ میرے بس میں نہیں ہے میر!'' وہ بے اختیار بول اٹھا۔ ''وہ لڑکی آسیب بن کر مسلط ہو گئی ہے مجھ پر۔''

''واٹ.....؟'' شامیر نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ ''بٹ دِس از دی رانگ وے۔ تمہیں سمجھ داری سے کام لینا ہو گا۔''

''ہونہہ، سمجھ داری..... کہاں سے لاؤں سمجھ داری۔ میں ہمت ہار چکا ہوں میر! اس بار وہ لڑکی کچھ نہ کچھ کر کے دم لے گی اور میں اسے روک نہیں پاؤں گا۔'' اس کی بے بسی دیکھ کر شامیر کا دل اتھل پتھل سا ہونے لگا۔

''لیکن یہ..... یہ غلط ہو گا دائم! مجھے بتاؤ، سندس کا کیا قصور ہے؟ میری بہن بے وجہ یہ عذاب کیوں بھگت رہی ہے؟..... کس بات کی سزا مل رہی ہے اس بے چاری کو؟''

''میں کچھ نہیں جانتا میر!..... جانتا ہوں تو بس اتنا کہ منال میرے اور سندس کے بیچ آ کھڑی ہوئی ہے۔ وہ اس بار سندس کو میرے قریب آنے سے روک دے گی۔ اور مجھے بھی اس

کی طرف بڑھنے کا راستہ نہیں دے گی۔ اس لڑکی نے آتے ہی میرا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ میں اس اذیت کو نئے سرے سے نہیں جھیل سکتا۔ میں واپس چلا جاؤں گا۔ مجھے انگلینڈ جانا ہے میر! منال کی موجودگی مجھے کھل کر سانس لینے نہیں دے گی۔ میں ہر وقت، ہر لمحہ سندس کے حضور اپنی صفائی نہیں دے سکتا۔ پتہ نہیں، کس مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہوں۔ جانے کوئی حل ہے اس عذاب کا یا نہیں۔"

"ابھی ایک حل ہے، دائم!" شامیر کا انداز ذومعنی تھا۔ "وہی، جو تم نے کہا یعنی واپس انگلینڈ لوٹ جانا۔ تم سندس کے ساتھ اگر تھوڑے سے مخلص بھی ہو تو اس کی خاطر یہ فیصلہ ابھی کر ڈالو، ورنہ وہ طوفان آئے گا، جو تم دونوں کو چین سے بیٹھنے نہیں دے گا اور نہ ہی حمزہ کی زندگی کو زندگی رہنے دے گا۔ تمہاری دوستی اب حمزہ اور عرفان سے قائم نہیں رہ سکتی۔ تمہیں اس دوستی سے اپنا تعلق توڑنا ہو گا۔ اب تم حمزہ سے واسطہ رکھو گے نہ عرفان سے۔ کیونکہ دونوں طرف منال کی موجودگی بہر حال رہے گی۔ تم میری بات سن رہے ہو نا دائم؟ تمہیں دوستی کی اس تکون سے باہر آنا ہو گا۔ اپنے بچے کے لئے، سندس کی محبت اور خوشیوں کے لئے۔ پلیز، اسے میری خود غرضی مت سمجھنا۔ یہ وقت کی مصلحت ہے دائم! یہی صائب فیصلہ رہے گا۔ تمہیں یہ فیصلہ کرنا ہو گا۔ اپنے لئے، اپنے ہونے والے بچے کے لئے۔"

شامیر کا التجائی انداز دائم کے لئے حیران کن تھا۔ اپنی چھوٹی بہن کے لئے وہ کس طرح اُس کی منت سماجت پر اُتر آیا تھا۔ یہ واقعی مصلحت تھی یا مصالحت آمیز رویہ۔ شاید دنیا کا کوئی بھی بھائی اپنی نازوں پلی بہن کو شوہر کے گھر میں ناخوش نہیں دیکھ سکتا۔ وہ کبھی نہ کبھی اسی مصالحت آمیز رویے پر اُتر آتا ہے، جس کا مظاہرہ اس وقت شامیر کر رہا تھا۔ دائم کی نظروں میں چھپی حیرت نے شامیر کا چہرہ لال کر دیا۔

"میں نے کہا ہے نا، تم اسے میری خود غرضی مت سمجھنا، صرف سندس کی خاطر تمہیں انگلینڈ واپس جانا ہو گا۔ کیونکہ یہی وہ واحد حل ہے، جو تمہیں منال کی دیوانگی سے بچا سکتا ہے۔ میں نے آج پہلی بار اس لڑکی کی بولڈنیس دیکھی ہے۔ اس کی بولڈنیس جو نتیجہ نکالے گی، وہ ہم میں سے کسی کو بھی قبول نہیں ہو گا۔ تم اور منال اپنی عادات و فطرت میں ایک دوسرے سے بہت مختلف ہو دائم! مگر پھر بھی یہ طے ہے، محبت دل سے دل تک کسی پُل کی طرح رابطے بحال کر دیتی ہے۔ اس سے پہلے کہ تم دونوں میں وہ رابطہ دوبارہ بحال ہو، تم واپس لوٹ جاؤ۔ تمہارا جانا ہم سب کی فیملیز کے لئے بہت سُود مند ہو گا دائم! تمہیں سنجیدگی سے اس مسئلے کا حل اپنی واپسی کی صورت طے کر لینا چاہئے۔" وہ نظریں چرائے آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔

"ڈونٹ وری، میں ایسا ہی کروں گا میر!..... میرا لوٹنا صرف سندس کے اطمینان کے لئے اہمیت نہیں رکھتا بلکہ آپ کی ارما سے شادی میں بھی خاصی سہولت فراہم کر سکتا ہے۔ میں جانتا ہوں، سندس اپنے ہوتے یہ رشتہ کبھی طے ہونے نہیں دے گی۔ وہ منال کے خوف سے

ارما کو آپ سے دور کرنے کی حتی الامکان کوشش کرے گی۔ کیونکہ ارما سے شادی کے بعد منال سے آپ کا جو رشتہ بنے گا، وہ رشتہ سندس کے لئے کبھی بھی قابلِ قبول نہیں ہو گا۔ اس لئے شامیر!" دائم نے بے حد محبت سے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔ "مجھے لگتا ہے آپ کا اور آپ کی بہن کا رشتہ وقتی طور پر ضرور ٹوٹے گا۔ آپ کی ارما سے شادی، سندس کی مخالفت کی وجہ سے ممکن نہیں، لیکن وہ تب ممکن ہے، جب سندس کو منظر سے ہٹا دیا جائے اور اس کے لئے مجھے سندس کے ہمراہ انگلینڈ واپس جانا ہو گا۔ میں اسے منظر سے ہٹا دوں گا۔"

"نہیں دائم!" شامیر نے بے چین ہو کر اس کا ہاتھ اپنے کاندھے سے ہٹایا۔ "سچ یہ ہے، میں اب ارما سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔ شاید ڈیڈی بھی اس شادی کے لئے راضی نہ ہوں۔ وہ اپنی بہو کو ہر لحاظ سے پرفیکٹ دیکھنا چاہیں گے۔ انہیں کسی مڈل کلاس لڑکی سے رشتہ جوڑنا کبھی نہیں بھائے گا۔ ارما اپنی شکل و صورت اور نیک سیرتی کے باوجود ڈیڈی کے لئے قابلِ قبول نہ ہو گی۔ ادھر سندس بھی ڈیڈی کو خوب بڑھا چڑھا کر ارما کے خلاف کرنے کی کوشش کرے گی۔ ایسی صورت میں میرا کوئی بھی فیصلہ، کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ مجھے وہی کرنا پڑے گا، جو سندس چاہتی ہے۔ اس کے اطمینان کے لئے میں ارما سے شادی نہیں کروں گا، تاکہ منال، اس کی خوشگوار ازدواجی زندگی میں رخنہ ڈالنے کی کوشش نہ کرے۔ مجھے اپنی بہن کی خاطر اپنی محبت کو بھلانا ہو گا۔"

"افوہ.....!" دائم نے جھنجلا کر اسے دیکھا۔ "آپ یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں میر؟ آپ کو قربانی دینے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ سندس میری ذمے داری ہے؛ وہ میری زندگی میں کیا حیثیت رکھتی ہے اور کتنی خوش ہے، یہ دردِ سر میرا ہے۔ آپ کو اپنی زندگی برباد کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ کی شادی ارما سے ضرور ہو گی۔ آپ کو میرے کہے پر بھروسہ کرنا چاہئے۔"

"نہیں دائم!..... جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ شادی اب نہیں ہو سکتی۔ میں سندس کو نکال کر، وقتی طور پر سہی، اس سے رشتہ توڑ کر ارما سے کوئی تعلق نہیں جوڑ سکتا۔ پلیز دائم! میری پوزیشن سمجھنے کی کوشش کرو یار! سندس کے سوا میرا اور کوئی بہن بھائی نہیں ہے۔ میں اس سے دور ہو گیا تو پھر یہ ویران زندگی میرے کس کام کی۔ سندس مجھے جی جان سے پیاری ہے دائم! میں اس کے بغیر جی نہیں سکتا۔ میں اس کے بنا مر جاؤں گا۔" شامیر نے روہانسا ہو کر اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا۔ شاید وہ اپنے آنسو چھپا رہا تھا۔

یہ کیسا عجب موڑ آیا تھا زندگی میں کہ ہر چیز اُلجھ کر رہ گئی تھی۔ منال کی محبت نے سب ہی کا سکھ چین چھین لیا تھا۔ شامیر ہی نہیں، سندس اور ارما بھی اپنی اپنی جگہ بے بسی کے ساتھ وقت کی اس بے مہری کو بھگت رہی تھیں اور ٹھنڈی سانسیں بھر رہی تھیں۔ شامیر کی بے بسی، دائم کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر گئی۔ وہ آگے بڑھ آیا۔ اس کے چہرے سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے بولا۔

"آپ نے یہ کیسے سوچ لیا کہ سندس سے رشتہ توڑنا پڑے گا؟ میرے ہوتے یہ ممکن نہیں

ہے شامیر! آپ کے اور سندس کے خونی رشتے میں دراڑ پڑ بھی گئی تو عارضی ہو گی۔ اس کے لئے آپ کو فکرمند ہونا نہیں چاہئے۔ دیکھئے، گزرتا وقت سارے مسائل حل کر دیا کرتا تھا۔ ٹرسٹ می شامیر! بس کچھ سال لگیں گے، ایڈجسٹمنٹ میں، پھر سب کچھ اپنے آپ سیٹ ہو جائے گا اور تمام رشتے پھر سے قریب ہو جائیں گے۔ سندس کو میرے ہاتھوں میں سونپ کر آپ بالکل بے فکر ہو جائیے۔ وہ زیادہ دیر آپ سے دُور نہیں رہے گی۔ فی الحال آپ کو ساری توجہ اس اُلجھے معاملے پر صرف کرنی چاہئے۔ اگر آپ واقعی ارما کو چاہتے ہیں تو منال کے کیے کی سزا اسے نہیں ملنی چاہئے۔ سندس کی طرح اس بے چاری کا بھی کوئی قصور نہیں ہے۔ منال کی بہن ہونے کے ناطے کیا وہ اپنی محبت حاصل نہیں کر سکتی؟ کیا آپ اسے بیچ راستے میں جوڑ کر اس کا دل توڑ دیں گے؟ کیا آپ اتنی آسانی سے ارما کو، اپنی محبت کو فراموش کر سکتے ہیں، شامیر؟''

''نہیں۔'' وہ بے حد اُداس تھا۔ ''ارما کو فراموش کرنا کون چاہتا ہے، دائم! لیکن وقت بہت ظالم ہے۔ وہ کچھ نہیں دیکھتا۔'' اس کے لہجے میں اس قدر درد تھا کہ گہری سنجیدگی کے باوجود دائم کو جانے کیوں ہنسی آ گئی۔ وہ اپنی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے بولا۔

''شامیر! ایٹ دِس ٹائم، یُو جسٹ لک لائیک اے ہیرو۔ اور اس جذباتی ہیرو سے میرا وعدہ ہے کہ اسے اس کی ہیروئن ضرور ملے گی۔ میں خود بات کروں گا، عرفان سے۔ میں جانتا ہوں، میرا دوست میری بات کبھی نہیں ٹالے گا۔ ارما کو منال کے کیے کی سزا نہیں ملے گی۔ وہ کسی آگ میں نہیں جلے گی، میں اسے سندس بننے نہیں دوں گا، یہ میرا آپ سے وعدہ ہے۔''

''لیکن یہ..... یہ سب کیسے ہو گا دائم؟'' شامیر کی پریشانی حد سے سوا تھی۔ ''ارما ایک بزدل لڑکی ہے، اسے اپنے ابو اور بھائی سے بہت خوف آتا ہے۔ وہ ان کی عزت و رتبے کی خاطر ہی مجھ سے ہر ناتا توڑے بیٹھی ہے، وہ اتنی خائف ہے کہ برملا کہتی ہے، اسے مجھ سے محبت نہیں ہے۔''

''ارے اس کے کہنے سے کیا ہوتا ہے بھائی! کیا آپ اس کے کہے پر اعتبار کرتے ہیں؟'' وہ ہنس دیا۔ ''ارے میر صاحب! اگر وہ محبت نہ ہونے کا اعلان کر رہی ہے تو یہ طے ہے، اسے آپ سے محبت ہے۔ جب کوئی لڑکی انکار کرے تو اس میں اس کا اقرار چھپا ہوتا ہے اور آگے کا سارا راستہ منزل پر پہنچنے تک اس انکار سے نکلتا چلا آتا ہے۔ ہاں، آپ کا معاملہ تھوڑا پیچیدہ ضرور ہے، مگر آپ یہ ساری اُلجھن مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ اب کیا کرنا ہے، کیا نہیں۔ یہ میرا دردِ سر ہو گا۔ میں آپ کا پروپوزل خود لے جاؤں گا ارما کے گھر۔ اس کے ابو، امی اور عرفان سے خود بات کروں گا۔ آپ دیکھئے گا، کوئی بھی انکار نہیں کر پائے گا۔ ویسے بھی دوسروں کو اپنا ہم خیال بنانا مجھے خوب آتا ہے۔ اور یہ ہنر ارما کے ہاں ضرور آزماؤں گا۔ سو اسی بات پر ہاتھ ملائیے مجھ سے۔''

اس نے ہنس کر اپنا ہاتھ شامیر کے سامنے کر دیا، جسے ایک شوخ مسکراہٹ کے ساتھ اس

نے فوراً تھام لیا۔

''دائم! تم نے میری ڈھارس بندھائی ہے۔ سو میں بھی اپنا معاملہ خدا کے بعد تم پر چھوڑتا ہوں۔ اب سیاہ کرو یا سفید، سارے فیصلے تمہارے ہوں گے۔''

''میں آپ کی امید پر کھرا اُترنے کی پوری کوشش کروں گا۔ اِن شاء اللہ آپ مایوس نہ ہوں گے۔''

''تم بہت اچھے ہو یار!'' شامیر نے اٹھ کر اسے گلے لگا لیا۔ دائم اب خاصا مطمئن نظر آ رہا تھا۔

❁❁❁

غبارِ خاطر کے باب سارے
سوال سارے، جواب سارے
بہار آئی تو کھل گئے ہیں
نئے سرے سے حساب سارے

ارما ہکا بکا سی ہو کر منال کی صورت دیکھ رہی تھی، جو بے حد اطمینان سے کارپٹ پر بیٹھی وہ تمام باتیں دہرا رہی تھی، جسے سنتے ہی دل کی دھڑکن رک رہی تھی۔ دائم اور سندس آج رات پاکستان لوٹے تھے اور اب شامیر کے گھر موجود تھے۔ یہ انکشاف خاصا بمباسٹک تھا اور اس پر ستم یہ کہ آتے ہی ان کی منال سے جھڑپ بھی ہو گئی تھی۔ اسی منال سے، جس نے ان دونوں کی شادی کے معاملات کو اچھا خاصا جنجال پورہ بنا ڈالا تھا۔ اُف، کتنی مشکلوں کے بعد ایک ہوئے تھے دائم اور سندس۔ چند ماہ کی خوشیاں ازسرِ نو ان کی نوبیاہتا زندگی کو خوشگوار بنا گئی تھیں مگر پاکستان آتے ہی پھر ایک طویل فاصلہ ان کے درمیان آ کھڑا ہوا تھا۔

اس بار بھی وجہ منال کی ذات خاص تھی، جو اس وقت ارما کو کوئی بھی نقطہ حذف کیے بغیر سب ہی کچھ ایک روانی سے سنا رہی تھی۔ یہ اس کا کارنامہ تھا کہ آج وہ دائم کے سامنے ہی نہیں، اس بار شامیر کو بھی دل کھول کر سارا احوال سنا آئی تھی۔ حمزہ کی منکوحہ ہو کر بھی ایک غیر مرد سے اظہارِ محبت کی جرأت کر آئی تھی اور یہ جرأت بلاشبہ منال ہی کر سکتی تھی۔ ارما نے بے اختیار اپنا چکراتا سر دونوں ہاتھوں پر ڈال لیا۔ وہ جیسے کسی بھنور کے درمیان آ پھنسی تھی۔

''ارے کیا ہوا تمہیں.....؟'' منال نے اسے گرنے کے سے انداز میں بیٹھا دیکھا تو شوخی سے بولی۔ ''حد ہے یار! بھلا سر پکڑنے کی اس میں کیا بات ہے؟ ارما میری بہن! میں تمہارے سامنے کی ساری رکاوٹیں دُور کر آئی ہوں۔ خدا کی قسم، شامیر کا چہرہ دیکھنے لائق تھا، جب میں نے اسے بتایا کہ ارما صرف تمہیں چاہتی ہے۔ اُف توبہ، وہ یوں کھلا، جیسے کسی کو گم گشتہ جنت کی نوید مل جائے، جیسے دل کے اندر کوئی جلترنگ سا.....''

''جسٹ اسٹاپ اِٹ منال! بکواس بند کرو اپنی۔ بس بہت ہو گیا۔'' اس کا پورا وجود کانپ رہا تھا۔ چہرے پر لگتا تھا، جیسے کسی نے ہلدی مل دی ہو اور ایک ہی پل میں پریشانی اور تفکرات نے اسے نڈھال کر ڈالا۔

''ارے کیسی بے وقوف ہو تم۔ خوش ہونے کے بجائے مجھے ڈانٹ کیوں رہی ہو؟''

''اور کیا کروں؟'' وہ شرمساری سے سرخ پڑ گئی۔ ''میں بے وقوف ہوں نا، تو یہی ٹھیک ہے۔ مگر تم کیا ہو منال؟ بے غیرتی اور بدتہذیبی کی کوئی حد نہیں چھوڑی تم نے۔ تمہاری جرأت قابلِ شرم ہے۔ تم نے مجھے میری ہی نظروں سے گرا دیا۔''

منال چپ سی ہو گئی۔ اس کی خاموش نظر ارما کا احاطہ کرنے لگی، جو کوفت اور شرمندگی کے درمیان جھنجلا رہی تھی۔ ''اُف، میں کیسے سمجھاؤں تمہیں؟ تم کیسی بے حس لڑکی ہو منال! شامیر کیا سوچے گا، تمہارے بارے میں، یہ سوچا ہے تم نے کبھی؟.....اور وہ دائم، وہ بے چارہ بھی اپنی قسمت کو رو رہا ہو گا۔ کیسے طے کرے گا وہ فاصلہ جو تمہاری ذرا سی مداخلت نے اس کے اور سندس کے درمیان پھر پیدا کر دیا ہے۔ مجھے بتاؤ منال! آخر کیوں پیچھے پڑ گئی ہو تم اس بے چارے کے؟ کیوں ہاتھ دھو کر اس کی خوشیوں کے پیچھے پڑ گئی ہو؟ ارے کچھ تو خدا کا خوف کرو۔ تمہیں حمزہ سے نکاح کے بعد بدل جانا چاہیے، مگر تف ہے تم پر، تم اب تلک اسی حماقت میں مبتلا ہو۔ لیکن میری بات یاد رکھنا منال! اس بار تم منہ کے بل گرو گی اور کوئی اٹھانے بھی نہیں آئے گا تم جیسی لڑکی کو۔ کیوں کر رہی ہو یہ سب کچھ؟ کیوں منال؟.....اللہ کے واسطے، اب تو ہوش میں آ جاؤ، ترس کھاؤ ان رشتوں پر، جو تم سے منسلک ہیں۔ کیوں آزمائش میں ڈال رہی ہو ان کو؟''

''اوفوہ.....!'' منال نے سر جھٹک کر جیسے اس کی باتوں کی تلخی کو کم کرنے کی کوشش کی۔ ''تم بھی کیا انوکھی چیز ہو ارما! ادھر میں تمہاری فیور میں ہر قدم پھونک پھونک کے اُٹھا رہی ہوں اور ادھر تم ہو کہ مجھے وعظ دینے لگیں۔ ارے کوئی گناہ نہیں ہوتا مجھے، میں نے حمزہ کا حق نہیں مارا، نہ ہی کوئی غلط کام کیا ہے۔ آئی پرامس، میں اس نکاح کی حرمت پر کوئی آنچ نہیں آنے دوں گی۔ میں حمزہ کے ساتھ نہایت ایمان داری سے اپنا تعلق نبھاؤں گی۔ تم فکر مت کرو یار! حمزہ کے نام کا لیبل تاقیامت میرے ماتھے پر لگا رہے گا۔''

''اوہ، ہاؤ ڈیئر یُو۔'' ارما نے جھلا کر اسے دوبارہ ڈانٹا۔ ''بات کرنے کی تمیز نہیں ہے اور چلی ہو حمزہ کا حق ادا کرنے۔ ارے ناسمجھ لڑکی! تم اس کے حق میں ڈنڈی مار آئی ہو اور کہتی ہو، کوئی گناہ نہیں کیا تم نے۔''

''ٹھہرو ارما.....!'' منال نے یکلخت لپک کر، انگلی اٹھا کر ارما کو ٹوکا۔ ''کون سی ڈنڈی ماری ہے میں نے تمہارے اس حمزہ کے حق میں؟ کیا گناہ کر ڈالا میں نے، ذرا بتانا مجھے؟''

ارما نے گھور کر اسے دیکھا۔ ''فرسٹ آف آل منال! یہ تمہارا حمزہ کیا ہوتا ہے۔ وہ تمہارا شوہر ہے، مس منال بصیر! اس کی عزت کرنا سیکھو۔ اور دوسری بات یہ کہ آج دائم سے جو اظہارِ اُلفت کر آئی ہو، وہ کیا کہلائے گا؟ یہی حمزہ کے حق میں ڈاکہ ڈالنے والی بات کی ہے تم نے۔ ڈنڈی مارنا تو بہت معمولی سا محاورہ ہے۔ درحقیقت تم نے اس لڑکے سے بے وفائی

کرنے کا سنگین جرم کیا ہے۔ جس شخص سے اللہ کو حاضر ناظر جان کر تم نے ناطہ جوڑا ہے، اسے بھلا کر تم ایک غیر مرد کو اپنی چاہت کا احساس دلا آئی ہو۔ کیا یہ گناہ نہیں ہے منال؟..... کیا یہ حمزہ کا حق غصب کرنے جیسی بات نہیں ہے؟'' اس کا لہجہ تپ رہا تھا۔

منال کا رنگ اُڑ گیا۔ مگر فوراً ہی سنبھل کر بولی۔ ''زیادہ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے ارما! تم جانتی ہو، گناہ ثواب کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے اور میری نیت حمزہ سے بے وفائی کرنے کی نہیں تھی، مجھے صرف اس زبان دراز سندس کا دماغ ٹھیک کرنا تھا۔ وہ اپنے بھائی شامیر اور دائم کی موجودگی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی تھی۔ اتنی گھٹیا زبان بول رہی تھی کہ تم نے کبھی سنی نہ ہو گی۔ سو اسے اس کی اوقات یاد دلانے کے لئے مجھے ایک بار پھر دائم سے اپنی محبت کا اعادہ کرنا پڑا۔ وہ اظہار صرف سندس کو جلانے کے لئے تھا، اور کچھ نہیں۔ آئی سویئر، میں نے حمزہ سے بے وفائی نہیں کی۔ میں واقعی گناہ گار نہیں ہوں ارما! بلیومی یار!''

''اوکے۔'' ارما نرم پڑ گئی۔ ''لیکن ایک بات بتاؤ، فائدہ کیا ہوا تمہاری اس جرأتِ اظہار کا؟ وہ دونوں اب آپس میں اُلجھ گئے ہوں گے۔ تمہاری ذرا سی مداخلت نے سندس کو پہلے سے کہیں زیادہ بدگمان کر ڈالا ہو گا۔''

''سو واٹ؟'' اس نے کاندھے اچکائے۔ ''واٹ کین آئی ڈو ارما؟ وہ دونوں آپس میں اُلجھیں تو یہ میرا ہیڈک نہیں ہے۔ یہ بہرحال ان کا ذاتی معاملہ ہے۔ شادی کا دوسرا نام ٹرسٹ ہے۔ اگر آج بھی سندس کو اپنا شوہر فلرٹ نظر آتا ہے تو اس میں میرا کیا قصور؟ ویسے ارما! ایک بات سو فیصد طے ہے، دائم لوزر می۔ وہ لڑکا آج بھی میرے لئے اپنے دل میں ایک نرم گوشہ رکھتا ہے۔ خدا کی قسم، اس کی آنکھوں میں آج بھی میری صورت جھلک رہی تھی۔ میری صورت ارما! وہ بہت چاہتا ہے مجھے۔ کاش ایک بار میری زندگی میں، صرف ایک بار دائم مجھے کہہ دے کہ وہ..... وہ میری محبت کی شدت سے ہار گیا ہے۔ وہ لڑکا میرے جذبات کو پا کر خود کو بھول گیا ہے۔ کاش وہ ایسا کہہ دے، یقین کرو ارما! میرے اندر جلتی آگ کچھ ٹھنڈی ہو جائے گی، تھوڑا قرار آ جائے گا اس دل کو۔ میں چین سے مر سکوں گی۔''

''او یو شٹ اَپ منال!'' ارما بری طرح دہل گئی۔ ''کیوں پٹری بدل جاتی ہو بار بار؟ آخر کیوں اللہ کا خوف نہیں ہے تمہارے دل میں؟ تم حمزہ کے نکاح میں ہو میری بہن! اب تو ہوش کی دوا کرو، کیوں غلط باتیں سوچ کر خود کو اذیت دے رہی ہو؟''

منال کچھ نہ بولی۔ لبوں پر سکوت کی مہر لگائے وہ اس بار سر جھکائے بیٹھی رہی۔ اس کا انداز پُرسوچ تھا۔ شاید وہ اب بھی دائم کے خیال سے اُلجھ رہی تھی۔ ارما کو یقین تھا، اس کی آنکھیں اشکوں سے لبریز ہوں گی۔

''منال!'' اس نے آگے ہو کر منال کا کاندھا ہلایا۔

''ہوں.....'' وہ چونکی اور سر اٹھا کر ارما کو دیکھنے لگی۔ کئی آنسو کسی لکیر کی صورت گالوں پر

بہہ نکلے۔ ارما نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑ دیئے۔

''یہ دیکھو میرے ہاتھ..... میں تم سے ہاتھ جوڑ کر منت کرتی ہوں منال! دائم کو بھول جاؤ۔ وہ تمہارے لئے ایک اجنبی شخص ہے، تم پرائی ہو اس کے لئے۔ سو اس کی محبت تمہارے لئے کوئی معنی نہیں رکھنی چاہئے۔ تم حمزہ کی منکوحہ ہو، اس کی بیوی ہو منال! اللہ کے واسطے خود پر اور حمزہ پر ترس کھاؤ۔ ڈرو اپنے رب سے۔ ایسا نہ ہو، اللہ کا جلال بڑھ جائے اور وہ قہر بن کر تمہاری ہستی پر ٹوٹ پڑے، تمہیں تباہ و برباد کر ڈالے۔ پلیز منال! اللہ کے قہر و غضب سے پناہ مانگو۔ جو باتیں تم کر رہی ہو، وہ گناہ کے زمرے میں آ سکتی ہیں۔ پلیز مت کرو یہ بے سر و پا باتیں۔ تمہارے لئے اب حمزہ کی ذات ہی سب کچھ ہے۔ اس طرح کا کاش کہہ کر جس حسرت و خواہش کا اظہار تم کر رہی ہو، تمہارا وہ اظہار دائم کے لئے نہیں، حمزہ کے لئے ہونا چاہئے۔''

ارما کی آواز اشکوں کی شدت میں ڈوب گئی۔ وہ چند لمحے خود کو سنبھالتی رہی، پھر منال کا چہرہ ہاتھوں میں بھر کر رقت سے بولی۔ ''منال! میری دعا ہے، یہی لفظ حمزہ تم سے بار بار کہے۔ یہی کہ وہ..... وہ تم سے محبت کرتا ہے۔ وہ تمہارے بغیر جی نہیں سکتا۔ کاش! اس لڑکے کی چاہت تم سے اتنی زیادہ ہو کہ تم اس کی محبت کی شدت سے ہار مان کر صرف اسی ایک کی ہو جاؤ۔ اب تم صرف حمزہ کے لئے سوچو، وہ سامنے ہو گا تو اس کی آنکھوں میں خود کو تلاش کرو، تم دیکھنا اس کی آنکھوں میں تمہارا عکس روشن ہو گا۔ اس کی محبت صرف تمہارے لئے ہو گی۔ حمزہ بھی بہت چاہتا ہے تم کو منال! وہ بھی دل سے مرتا ہے تم پر۔ مجھ پر یقین کرو منال! ایک بار اپنی بہن کے کہے پر اعتبار کر کے دیکھو، تمہارا یقین مجروح نہیں ہو گا۔ میں قسم کھا سکتی ہوں منال! حمزہ کی محبت تمہارے لئے بے کراں ہے۔''

''میں جانتی ہوں ارما!'' منال کے آنسو تواتر سے بہنے لگے۔ وہ ارما کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر دھیرے سے بولی۔ ''میں اچھی طرح جانتی ہوں، حمزہ مجھ سے بے حد، بے حساب محبت کرتے ہیں اور یہ ان کی محبت کی سچائی ہی ہے کہ مجھ جیسی لڑکی ہزار انکار کے باوجود ان کی زندگی میں شامل ہو چکی ہے۔ مگر پتہ نہیں کیوں، اس دل سے دائم نکلتا کیوں نہیں ہے۔ میں نے تم سے کہا تھا نا ارما! کہ وہ میرا جنون ہے۔ اور جانتی ہو، جنون مٹتا نہیں بلکہ جان لے کر ٹلتا ہے۔ وہ انسان کو فنا کر ڈالتا ہے۔ شاید دائم کی چاہ میرے لہو میں سرایت کر گئی ہے۔ میں چاہوں بھی تو اسے خود سے دُور نہیں کر سکتی۔ ارما! مجھے لگتا ہے یہ جنون مجھے بھی لے ڈوبے گا۔ شاید حمزہ کی منکوحہ ہو کر بھی میں اس کے ساتھ رخصت نہ ہو سکوں گا۔ مجھے لگتا ہے، میں مر جاؤں گی۔ میں پہلے ہی مر جاؤں گی۔''

''بکواس مت کرو منال!'' ارما رونے لگی۔ ''ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ تمہیں خود کو سمجھانا ہو گا، حمزہ کی محبت کو دل میں بسانا ہو گا۔''

''میں کیا کروں ارما! تم اس آگ سے واقف نہیں ہو، جو مجھے اندر ہی اندر بھسم کر رہی

ہے۔ میں جب دائم کو دیکھتی ہوں تو پتہ ہے، دل کی ہر رگ کھنچنے لگتی ہے۔ مجھے یوں لگتا ہے، جیسے اب سانس نہیں آئے گی۔ دھڑکن معدوم ہونے لگتی ہے، میرا بدن ٹھنڈا پڑ جاتا ہے ارما! نہ جانے یہ کیسا احساس ہے جو مجھے سنبھلنے نہیں دیتا۔"

منال کی سسکیاں اس کی بے قراری کا اظہار تھیں۔ وہ اس وقت کھل کر رو رہی تھی۔ ایک بے کسی اور بے بسی کے ساتھ۔ اس کا بدن لرز رہا تھا۔ منال نے آنکھوں سے بہتے اشکوں کو ہاتھ کی پشت سے بے دردی سے پونچھ دیا۔

"میں نے کہا نا ارما! میرا دل صرف دائم کے خیال سے اور اس کے ذکر سے آباد ہے۔ مگر کیا کروں، یہ دل مجھے کہیں کا رہنے نہیں دے گا۔ کیونکہ اب میں تنہا نہیں رہی، میرے وجود پر کسی اور کا نام ثبت ہے۔ اور میرا دل کسی دوسرے کی آہٹ کو محسوس کر رہا ہے۔ کوئی ہے جو میرے نام سے جڑ گیا ہے ارما! اور وہ کون ہے، تم اچھی طرح جانتی ہو۔ میں گناہ گار نہیں ہوں میری بہن! مجھے علم ہے، جب دو نام ایک ہو جاتے ہیں تو ان کی عزت کرنا، انہیں ایک خاص مقام دینا ہمارا دنیاوی ہی نہیں، دینی فریضہ بھی بن جاتا ہے۔ حمزہ کا نام میرے نام کا حصہ بن چکا ارما! سو میں بھی اپنے فرض سے کوتاہی نہیں برتوں گی۔ حمزہ کا حوالہ میری زندگی کے آخری سانس تک معتبر رہے گا۔ وہی میری کُل کائنات بن کر رہے گا۔ تم فکر مت کرو۔ ابھی تھوڑا وقت لگے گا۔ میں دھیرے دھیرے خود کو بدل ڈالوں گی۔ شاید تم نہیں جانتیں، واپسی کا راستہ اتنی جلدی اور آسانی سے طے نہیں ہوتا۔ پاؤں فگار ہو جاتے ہیں کیونکہ طویل مسافت توانا ہمت مانگتی ہے۔ مجھ جیسی دریدہ دل لڑکی کو یہ ہمت جمع کرنی پڑے گی۔ آئی سویئر ارما! میں تمہارے شکوے مٹا دوں گی۔ لیکن پلیز، مجھے تھوڑا وقت دو۔ دائم کو دل سے نکالنا آسان نہیں ہے۔ شاید حمزہ کی رفاقت یہ کام آسان کر دے۔ تم مجھے کوئی ایک موقع تو دو ارما! میں تمہیں مایوس نہیں کروں گی۔"

ارما کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ اس نے اشکبار حالت کے ساتھ منال کو پورے دل سے اپنی بانہوں میں بھر لیا۔ "میں کیا کروں منال! میں تمہیں سمجھانے پر مجبور ہوں۔ ابو کے زخمی ہونے کے بعد میری ساری ہمت ٹوٹ گئی ہے۔ شاید میں بھی جذباتی طور پر اتنی کمزور نہ ہوں گی۔ مگر اب..... اب کوئی انہونی سہہ نہیں سکتی۔ تمہیں پتہ ہے نا، منال! میں کس قدر بزدل ہوں۔ تمہاری جرأت کو سہنا اور تمہاری دائم سے کی جانے والی محبت کے اظہار کو دوبارہ سننا میری برداشت سے باہر ہے۔ مجھے بہت خوف آتا ہے منال! میں نہیں چاہتی، تمہاری یہ محبت اس بار سندس اور دائم کی شادی شدہ زندگی کے لئے خطرہ بن جائے۔ مجھ سے یہ ناانصافی سہی نہیں جائے گی۔ انہیں بخش دو منال!..... پلیز بخش دو۔"

"اب ایسا کچھ نہیں ہوگا ارما! تم مجھ پر بھروسہ کرو، تمہیں خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ میرا وعدہ ہے تم سے، میں اس بار کچھ نہیں کروں گی۔ کچھ ایسا جو کسی کی دنیا اُجاڑ

دے۔" اس نے ارما سے الگ ہو کر تیزی سے اس کے ہاتھ تھام لئے۔

"سنو ارما!..... تم یہ مت بھولنا، میں نے دائم کو صرف تمہاری محبت میں چھوڑا ہے۔ اب تم ہی بدگمان ہو جاؤ گی تو میرے کیے کا کیا فائدہ؟ دیکھو میری بہن! میں صرف تمہارا راستہ آسان کرنا چاہتی ہوں اور اسی حوالے سے ایک کوشش میں نے آج کر ڈالی ہے۔ میں نے شامیر کو تمہاری طرف پہلا قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا ہے۔ وہ بہت اچھا لڑکا ہے، وہ تمہارے لئے اپنا پروپوزل ضرور بھیجے گا۔ تم سب کی رضامندی سے بہت شرعی طریقے سے شامیر کی ہو جاؤ گی۔ ابو، امی اور عرفان بھائی پورے دل سے تمہیں اس گھر سے وداع کریں گے۔ مجھ پر بھروسہ کرو ارما! وہ دن ضرور آئے گا۔ تم میری کسی غلطی کا خمیازہ نہیں بھگتو گی۔ میں اپنے جرم کی کوئی بھی سزا کسی کو بھی تمہارے نام لکھنے کی اجازت نہیں دوں گی۔ خطا میں نے کی ہے تو سزا بھی مجھے بھگتنی ہوگی۔ یہ میرا وعدہ ہے ارما! دیکھو میں دائم کو بھول جاؤں گی۔ آج سے اور ابھی سے تم دوبارہ اس لڑکے کا نام میری زبان سے کبھی نہیں سنو گی۔ آئی پرامس، میں دل کے ہر گوشے سے اس کا نام و نشان مٹا دوں گی۔ وہ یاد بن کر بھی میرے آس پاس نہیں رہے گا۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" ارما نے بہتی آنکھوں سے اس کے ہاتھ دبائے۔ "مگر یہ یاد رکھنا، تم مجھ سے وعدہ کر رہی ہو اس بار۔"

"ہاں، یہ پکا وعدہ ہے۔ میں اپنے قول و فعل میں بہت سچی ہوں ارما! تم سے کیا جانے والا یہ وعدہ ٹوٹے گا نہیں بلکہ پورا ہوگا۔"

وہ پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی۔ ارما کا دل لہولہان ہو گیا۔ اس نے منال کو دوبارہ اپنی بانہوں میں بھر لیا۔ وہ اس کی بے بسی کو بخوبی محسوس کر رہی تھی۔ مگر کیا کرتی، اس کی اپنی بے بسی کچھ کم نہیں تھی۔ اللہ نے منال کے نصیب میں محبت کا بہت عجیب رنگ لکھ دیا تھا۔ وہ جیت کر بھی ہار گئی تھی۔

جو خیال تھے نہ قیاس تھے، وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے
جو محبتوں کی اساس تھے، وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے
جنہیں مانتا ہی نہیں یہ دل ، وہی لوگ میرے ہیں ہمسفر
مجھے ہر طرح سے جو راس تھے ، وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے
مجھے لمحہ بھر کی رفاقتوں کے سراب اور ستائیں گے
میری عمر بھر کی جو پیاس تھے، وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے
جنہیں کر سکا نہ قبول میں، وہ شریکِ راہِ سفر ہوئے
جو مری طلب ، میری آس تھے ، وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے
میری دھڑکنوں کے قریب تھے، مری چاہ تھے، مرا خواب تھے
وہ جو روز و شب میرے پاس تھے، وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے

آہ!.....دل کی ہر خواہش پوری ہو، یہ ممکن تو نہیں۔ اور نہ ہی وہ چہرے، جنہیں ہم اپنا دیکھنا چاہتے ہیں، جیون میں رنگ بھرنے کو سدا آس پاس رہتے ہیں۔ وہ بچھڑ بھی سکتے ہیں، مگر محبت کے بغیر کائنات کا ہر رنگ بے رنگ ہے اور انسان بڑا ہی بے مول کہ مول تو محبت سے طے پاتے ہیں۔ ارما جانتی تھی، ہر رشتہ احساس سے نبھایا اور بنایا جاتا ہے مگر محبت میٹھی سی کسک بن کر دل میں درد ضرور جگاتی ہے، اسے پانے کا خواب شاذ و نادر ہی پورا ہوتا ہے۔ منال کا خواب بھی دائم کو بھول جانے کا تہیہ کر لینے کے بعد پایۂ تکمیل کو پہنچنے سے قاصر تھا کہ ادھوری خواہشات اپنی شدت میں بے قرار دل کو ٹھنڈا نہیں کرتیں اور منال کو گھائل روح کے ساتھ دل کا قرار ڈھونڈ لانا تھا۔

✻

خدیجہ بیگم کے دل کو قرار نہ تھا۔ وہ جب سے شامیر کے گھر سے لوٹی تھیں، اپنے کمرے کی ہو کر رہ گئی تھیں۔ رات کا کھانا بھی انہوں نے موڈ نہیں ہے کہہ کر گول کر دیا تھا۔ ابو ان کی پریشانی بھانپ گئے تھے مگر دانستہ خاموش تھے۔ جانتے تھے، خدیجہ بیگم کے صبر کا پیمانہ ایک مخصوص مدت کے بعد عموماً چھلک جایا کرتا تھا، سو وہ اسی وقت کے گزرنے کے انتظار میں تھے۔ البتہ ارما اور منال ذو معنی انداز میں ایک دوسرے کو دیکھ کر اِدھر اُدھر ہو گئی تھیں۔ انہیں ماں کی بے قراری اور اندرونی اضطراب کا خوب اندازہ تھا۔

شامیر کے گھر جو تماشہ ہوا تھا، وہ خدیجہ بیگم کی نظروں سے اوجھل نہیں تھا۔ منال کے جانے کے فوراً بعد وہ اور مسز ذکاء تیز آوازوں کے شور پر جب کمرے سے باہر آئی تھیں، تب انہوں نے سندس کو بھائی کے گلے لگ کر روتے دیکھا تھا۔ وہ اشک باری کے ساتھ جو کچھ کہہ رہی تھی، وہ امی کے صبر و برداشت سے بہت زیادہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ شامیر کی ماما صدا دیتی رہ گئیں اور وہ پلٹ کر دیکھے بنا گھر لوٹ آئی تھیں۔

منال اور ارما کا اندازہ بے شک درست تھا، مگر فی الوقت ان کی بے قراری کی اصل وجہ دوسری تھی اور وہ وجہ ان کے اندر خوف کی لہریں اٹھا رہی تھی۔ جو کچھ وہ شامیر کی ماما کی زبانی سن کر آئی تھیں، اسے آسانی سے ہضم کر جانا ان کے بس سے باہر تھا۔ ان لمحوں میں انہیں شوہر سے کہیں زیادہ بیٹے کا سامنا کرنا مشکل لگ رہا تھا۔ ان میں ہمت نہ تھی کہ عرفان کی سوالیہ نظروں کو سہہ کر جوابدہی کا عذاب بھگتیں۔ کیونکہ اس بار ان کی دوسری بیٹی کی جذباتی غلطی باپ اور بھائی کی گردن جھکانے جا رہی تھی۔ ارما بھی منال کے نقشِ قدم پر چل رہی تھی۔

خدیجہ بیگم لاچار سی بیٹھی تھیں۔ وہ یہ خواب میں بھی سوچ نہیں سکتی تھیں کہ ارما جیسی سمجھ دار اور بزدل لڑکی، گھر کے ماحول کی سکھ شانتی کو بھلا کر اسی غلطی کا اعادہ کرے گی، جس کو کر کے ابھی تک منال کی گلوخلاصی نہ ہوئی تھی۔

منال کی کرتوتوں کے برعکس ارما نے جو کھیل کھیلا تھا، اس کی تفصیل میں شامیر کی ماما نے

انہیں کیا کچھ نہ بتایا تھا۔ ان کا فیصلہ درست تھا، انہیں اپنے گھر بلانے کا کہ یہ باتیں اگر ان دو خواتین تک محدود رہتیں تو اچھا ہوتا۔ کیونکہ ان باتوں کے بعد خدیجہ بیگم کی مرضی تھی، وہ ان باتوں کو آگے بیان کرتیں یا خاموش رہتیں۔ بظاہر وہ باتیں معیوب نہیں تھیں۔ مسز ذکاء الدین نے بڑے خوش خلقی اور سلیقے طریقے سے اپنا مدعا عرض کیا تھا مگر خدیجہ بیگم کو ان کی منہ زبانی وہ سب سننا اپنی تضحیک اور ذلت کے شرم ناک احساس کے سوا اور کچھ نہ لگا تھا۔

آج عرفان کچھ زیادہ ہی تاخیر سے گھر لوٹے تھے اور غالباً کھانا بھی باہر سے ہی کھا آئے تھے۔ اس لئے معمول کے خلاف کچن میں جھانکے بغیر اپنے کمرے میں جا گھسے تھے۔ منال نے آ کر ان کا حال احوال پوچھا تھا، لیکن وہ تھکاوٹ کا کہہ کر ٹال گئے تھے۔ منال کچن سمیٹ کر کمرے میں چلی آئی تھی۔ تب ہی خدیجہ بیگم نے کمرے میں جھانکا تھا۔

''منال! ارما کہاں ہے؟'' ان کا لہجہ بے حد رُوکھا اور خفگی سے بھرا تھا۔

منال کو فوری طور پر کسی خطرے کا احساس ہوا۔ ''کچھ کام ہے آپ کو ارما سے؟''

''کیوں.....؟'' ان کی تیوری چڑھ گئی۔ ''میں ارما کو صرف کام کے لئے پوچھ سکتی ہوں، کیا کوئی دوسرا مسئلہ نہیں ہو سکتا؟''

منال دھک سے رہ گئی۔ اس سے جواب نہ دیا جا سکا۔ ایسے میں اچانک ارما چلی آئی۔ ماں کو دروازے پر برا جمان دیکھ کر وہ گھبرا گئی۔ ان سے کچھ پوچھنے کے بجائے منال سے بولی۔

''کیا ہوا منال؟''

''یہ تم مجھ سے پوچھو، کیا ہوا ہے۔'' وہ قدم بڑھا کر اس کے سر پر آ کھڑی ہوئیں۔

ارما کا رنگ سفید پڑ گیا۔

''کک.....کیا.....کیا بات ہے امی؟'' وہ ہکلانے لگی۔ خوف اور پریشانی نے مل کر آنکھوں کو دُھندلا کر دیا۔ ایک پل میں نمکین پانی، بوندوں کی صورت پلکوں پر ٹھہر گیا۔ وہ واضح طور پر ہراساں کھڑی تھی۔

''مجھے کچھ پوچھنا ہے ارما!'' امی کا لہجہ بے حد کورا تھا۔

''جی..... پوچھئے۔'' اسے اپنی ہی آواز اجنبی لگی۔

''تمہاری منگنی ہوئے کتنا عرصہ گزر چکا ہے؟''

ان کا چبھتا سوال جیسے ساری کہانی کھول گیا۔ ارما کے وجود پر برف آ گری۔ اعصاب اتنی تیزی سے سرد ہوئے کہ وہ کپکپانے لگی۔ پلکوں پر ٹھہرا پانی لمحے میں لکیروں کی صورت رخسار بھگونے لگا۔

''امی!.....پلیز مجھے معاف کر دیں۔'' وہ بے اختیار سی ہو کر ان کے سامنے جھک گئی۔

''معاف کر دوں؟'' امی کی گرج دار آواز سے کمرے کی چھت ہل گئی۔ ''کس کس کو معاف کروں میں اس گھر میں؟.....کس کس کے تماشے کو بھگتوں اپنی جان پر؟..... بولو، کیا

کروں میں؟.....ارے سیدھے سبھاؤ تم دونوں بہنیں ایک زہر بھرا پیالہ کیوں نہیں لے آتیں اپنے باپ اور بھائی کے لئے، تاکہ دو گھونٹ بھر کر ہمیشہ کی نیند سو جائیں۔ بار بار کی موت سے ایک بار مرنا اچھا ہے ارما!.....تم ہمت پکڑو اور جا کر عرفان کا گلا دبا دو۔ یا پھر پہلے جا کر باپ کو سولی چڑھا آؤ۔ تمہارے اور منال کے کلیجے کو ٹھنڈ پڑ جائے گی۔ میں ویسے بھی جینے والی نہیں، سو سب کے بعد جو چاہے، گل کھلانا۔"

"پلیز امی! نہیں۔ یہ.....یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟.....اب کیا ہو گیا؟.....اللہ کی قسم! میں نے اس بار کچھ نہیں کیا۔" منال نے گھبرا کر دونوں ہاتھ ان کے آگے جوڑ دیئے۔ وہ سہمی نظروں سے ماں کے سرخ چہرے کو تکنے لگی۔

امی کو تو جیسے آگ نے چھو لیا۔ تڑپ کر اس کے بندھے ہاتھوں پر ہاتھ مار کے غصے سے بولیں۔ "ہٹاؤ انہیں میرے سامنے سے۔ بہت ڈرامہ کر لیا تم نے۔ اب تمہاری باری ختم ہو چکی ہے منال!.....اب تمہاری بڑی بہن کی باری ہے۔ اس بار ارما کی ہمت کو داد دینی پڑے گی۔ اور یہ داد میں دل کھول کر دوں گی۔ تمہارے ابور گیں کاٹ کر بھی بچ گئے، مگر میں زندہ رہنا نہیں چاہتی۔ میں کچھ کھا کر مر جاؤں گی، لیکن تم دونوں ناخلف بیٹیوں کو معاف نہیں کروں گی۔ آئے ہائے، کیا صلہ دیا ہے میری تربیت کا۔ کیا یہی عشق و عاشقی کا سبق پڑھایا ہے میں نے تم دونوں کو؟.....ارے وضو کر کے اپنا دودھ پلایا ہے میں نے تم بھائی بہنوں کو، پھر یہ ناپاکی کہاں سے آ گئی تمہارے دلوں میں؟ میرا خون اتنا گندا کیسے ہو گیا، جو آج تم دونوں کے وجود دنیا جہاں کی گندگی اور برائی سمیٹ لائے ہیں۔ ہائے اللہ! کہاں غلطی کی ہے میں نے تمہاری پرورش میں، جو ایسی کالک پوت رہی ہو، اس بڑھیا کے چہرے پر۔ اری بدبختو! میرا قصور تو بتا دو۔"

وہ دھاڑیں مار کر رونے لگیں۔ ارما اور منال کے دل بند ہونے پر آ گئے۔ وہ بھونچکی سی ہو کر کسی بت کی طرح ساکت کھڑی ماں کو زار و قطار روتا دیکھ رہی تھیں۔ ذہن مفلوج تھے اور اعصاب بوجھل۔ کانوں میں ہوائیں سرسرا رہی تھیں۔ یوں لگتا تھا، جیسے صحرا کا سناٹا ان کے پاس اُتر آیا ہو۔ انہیں اپنے پاؤں، ان دیکھی ریت میں دھنستے محسوس ہو رہے تھے۔

اس سے پہلے کہ وہ خود سنبھل کر ماں کو سنبھالتیں، کمرے کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور ساتھ ہی عرفان بھائی کی آواز نے ان کے دل ہاتھوں میں لے لئے۔

"کیا ہوا امی! اتنی رات گئے یہ کیا تماشا لگا رکھا ہے آپ نے؟"

"تماشا تمہاری ان بہنوں نے لگایا ہے عرفان! ہم سب تو تماشائی ہیں۔" خدیجہ بیگم نے ان دونوں کی طرف دیکھا۔

عرفان بھائی نے خشمگیں نگاہ سے انہیں گھورا۔ "کیا کہا ہے تم دونوں نے امی سے؟"

"کک.....کچھ نہیں بھائی! پتہ نہیں کیوں، امی روئے چلے جا رہی ہیں۔"

منال نے ہمت کر کے جیسے اصل بات کہی۔ لیکن خدیجہ بیگم نے اسے کچھ اور کہنے نہ دیا۔ بہتے اشکوں سے بولیں۔

"عرفان بیٹا! تمہیں کیسے پتہ چلے گا کچھ بھی؟ ارے جب دنیا کی زبان سب کچھ دہرائے گی تو تمہارے ساتھ کُل عالم سنے گا۔ ابھی منال کے کرتوت سینے پر انگارہ بن کر جل رہے ہیں اور ادھر ارما نے دل کے اندر الاؤ دہکا دیا ہے۔ ارے ارما! خدا تجھے پوچھے گا، تم نے میرا سارا مان توڑ ڈالا۔ اپنے باپ کی نظر میں مجھے دو کوڑی کا نہیں رہنے دیا۔ ختم کر ڈالا مجھے۔" وہ ہچکیوں پر آ گئیں۔

عرفان کا ماتھا شکنوں کے جال سے بھر گیا۔ وہ ڈگ بھرتے قریب آ گئے۔ "امی! یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟"

"اب میں کیا کہوں گی بیٹا! کہا تو شامیر کی ماں نے ہے۔ بہت کچھ کہنے سننے کے بعد وہ ارما اور شامیر کی محبت کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا چاہتی ہیں۔"

"کیا؟" وہ دم بخود کھڑے رہ گئے۔ ان کی بے یقین نظر فوراً ارما کی طرف اٹھی، جو سفید چہرہ لئے زمین میں گڑے جا رہی تھی۔ کیسا شرم ناک لمحہ تھا وہ.....ارما دھرتی پھٹ جانے اور خود کے اس میں سما جانے کی دعا کر رہی تھی۔ مگر دعا تھی کہ شرفِ قبولیت تک نہ پہنچ پا رہی تھی۔ آج جیتے جی موت کا احساس اسے پہلی بار ہوا تھا۔ اس نے یہ کیسی شرم ناک غلطی کی تھی، عرفان بھائی کی گرم نگاہ اسے سمجھا رہی تھی۔ ارما کی آنکھوں میں اندھیرا اُتر آیا اور اگلے ہی پل ندامتوں کی اتھاہ گہرائی میں اتر کر وہ بند ذہن کے ساتھ توازن کھو بیٹھی۔ اس کا نرم و نازک وجود ایک دھماکے سے زمین بوس ہوا تھا۔

اسے بے ہوش ہوتا دیکھ کر منال کی چیخیں نکل گئیں۔ وہ برق رفتاری سے آگے بڑھی اور بے سدھ پڑی ارما کا سر گود میں رکھ کر رونے لگی۔ عرفان بھائی سر پکڑ کر پلنگ پر بیٹھ گئے اور خدیجہ بیگم جو لمحہ بھر پہلے ارما کو جی جان سے کوس رہی تھیں، اب حواس باختہ انداز میں اس کے سرہانے بیٹھی اسے ہوش دلانے کی کوششیں کر رہی تھیں۔ مگر ارما کا وجود ریت کے ڈھیر کی صورت بکھر اپڑا تھا۔

منال کی طرح آج ارما نے بھی گھر کے ہر فرد کی نظر میں اپنا مقام کھو دیا تھا۔ منال اُٹھ کر پانی لے آئی۔ ارما کے چہرے پر تواتر سے چھینٹے ڈالنے پر بھی اسے ہوش نہیں آ رہا تھا۔ تب خدیجہ نے بوکھلا کر اس کی ناک کس کر دبا دی۔ یہ کوشش بار آور ثابت ہوئی اور ارما نے فوراً منہ کھول کر ایک گہری سانس خارج کی۔ پلکوں میں ارتعاش سا ہوا اور کچھ ساعتوں بعد اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ خدیجہ بیگم کے زرد چہرے کو خود پر جھکا دیکھ کر وہ برق رفتاری سے اٹھ بیٹھی۔

"امی!" اس کی سسکیاں بہت تیز تھیں۔ "میں نے کچھ نہیں کہا امی! میں نے منال جیسا

کوئی کام نہیں کیا۔"

"ہاں، اچھی طرح جانتی ہوں۔" امی نے بے دردی سے اس کے ہاتھ جھٹک دیئے۔ "ہماری عزت پر تم نے خوب خاک اُڑائی ہے ارما! ورنہ تمہارا رشتہ مانگنے والے تمہاری نام نہاد محبت کی داستان کیوں سناتے۔ انہیں پڑوس میں آباد ہوئے ابھی صرف ڈیڑھ ماہ ہوا ہے مگر وہ تم سے تعلق کو کئی مہینوں پر محیط بتا رہے ہیں۔ ذرا مجھے بھی بتاؤ ارما! یہ چکر کب سے چل رہا ہے؟ مجھے سچ کہتے کیا زبان جل رہی تھی، جو دوسرے مجھے تمہاری چاہتوں کا ادراک بخش رہے ہیں؟ ارے ماں پرائی ہوگئی تمہارے لئے اور وہ غیر اپنے بن گئے؟..... آئے ہائے، لعنت ہے تم پر۔ کچھ تو سچ کہہ دیا ہوتا، یا تم بھی اپنے باپ کو جیتے جی مارنے کا سوچے بیٹھی ہو۔ سچ ارما! اس بار میں بھی مر جاؤں گی، یہ یاد رکھنا۔"

"امی! پلیز..... ایسا مت کہیے۔ میں سناتی ہوں آپ کو ساری بات۔ لیکن ایک وعدہ کیجئے مجھ سے، آپ ارما کو کچھ نہیں کہیں گی۔" منال نے تیزی سے مداخلت کی تو امی نے گھور کر اس کی ہمت پست کر دی۔ زہریلے لہجے میں بولیں۔

"میں ایک مجبور ماں ہوں، جی کر مر رہی ہوں اور مر مر کے جی رہی ہوں۔ اپنی بے غیرتی کی کہانی تم سناؤ یا ارما خود سنائے، فرق کیا پڑے گا؟"

"ابھی ٹھہریئے امی!" عرفان نے ہاتھ اٹھا کر تیزی سے بات قطع کی۔ "ان کی کہانیاں سننے سے بہتر ہے، آپ شامیر کی والدہ کی بات بتایئے۔ ارما کی کہانی بھی منال سے مختلف نہیں ہوگی۔ دونوں کے گندے ذہنوں میں ایک جیسے بھُس بھرا ہے۔ لگتا ہے، جنموں کی کالک ان دونوں کے پیدا ہوتے ہی میرے چہرے پر مل دی گئی ہے۔"

"خدا کے لئے عرفان بھائی! ایسا مت کہیے۔" ارما نے بلکتے ہوئے فریاد کی۔

"شٹ اپ، ارما!..... You don't talk to me"

وہ اتنی نفرت سے بولے کہ ارما اور منال کے رنگ فق ہوگئے۔

"آپ بولیے امی!" انہوں نے ماں کی طرف رخ پھیر کر جانے کیسے خود کو نارمل کیا۔

"کیا کہا ہے آپ کو، شامیر کی والدہ نے؟"

خدیجہ بیگم نے ان دونوں کی طرف نگاہ ڈالی اور کہا۔ "صبح ان کا فون آیا تھا، مجھ سے ملنا چاہ رہی تھیں۔ سو ان کے بلاوے پر میں ان کے گھر چلی گئی۔ وہاں انہوں نے دائم اور سندس سے میرا تعارف کروایا۔ دونوں علی الصبح پاکستان آئے ہیں۔ میں نے مسز ذکاء کو بتایا کہ میں دائم سے واقف ہوں کیونکہ وہ تمہارا جگری دوست ہے۔ یہ اطلاع ان کے لئے بہت نئی تھی، وہ بے حد خوش ہوئیں۔

سندس اور دائم سے علیک سلیک کے بعد وہ مجھے دوسرے کمرے میں لے گئیں۔ وہاں بیٹھ کر انہوں نے پہلا استفسار یہ کیا کہ ہم نے ارما کی منگنی کب کی؟ میں ان کے سوال پر دنگ رہ

گئی۔ میں نے کہا، انہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہم نے ابھی تک ارما کی منگنی نہیں کی، البتہ منال کا نکاح عرفان کے دوست حمزہ سے کیا ہے۔ غالباً وہ حمزہ کو جانتی تھیں، اس نکاح پر وہ خوشی کا اظہار کر کے بولیں کہ ارما نے شامیر کے سامنے اپنی منگنی کا ڈھونگ رچایا ہے۔ وہ کہتی ہے، اس کے منگیتر کا نام عاصم ہے اور وہ اس کا چچا زاد ہے۔ میں شرم سے پانی پانی ہوگئی۔ کیسے بتاتی، شامیر کی ماں کو کہ ارما کا کوئی چچا ہے ہی نہیں، اس کے اب چار بڑی بہنوں کے اکلوتے بھائی ہیں۔ ارما نے منگنی کے بارے میں جھوٹ کیوں کہا؟ میں یہ منطق سمجھ نہ سکی۔ البتہ دوسری کہانی میرے پلّے ضرور پڑ گئی۔ شامیر کی والدہ نے ارما کے لئے پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے مجھ سے اس کا رشتہ مانگا اور ساتھ ہی بڑے رسان سے بولیں۔

"خدیجہ بہن! آپ انکار نہیں کر سکتیں کیونکہ آپ کی بیٹی اور میرا شامیر پہلے ہی یہ فیصلہ کر چکے ہیں۔ وہ محبت کرتے ہیں ایک دوسرے سے۔ دیکھئے! ارما آپ کی بیٹی ہے اور لڑکی ہونے کے ناتے شاید وہ کھل کر آپ سے دل کی بات نہ کہہ پائے، سو اس کی مشکل میں آسان کر رہی ہوں۔ شامیر مجھے اپنی چاہت کی ساری کہانی سنا چکا ہے۔ وہ چاہتا ہے، اب میں ارما کو اپنی بہو بنا لاؤں۔ سو خدیجہ بہن! ہمیں اپنے بچوں کی خوشیوں کا خیال رکھنا ہے۔ ارما بہت سگھڑ اور ملنسار لڑکی ہے۔ آپ بھی شامیر سے مل چکی ہیں، مجھے یقین ہے میرا بیٹا بھی آپ کو پسند ہوگا۔ پروپوزل میں نے دے دیا ہے، اب آپ جا کر بھائی صاحب سے بات کر لیجئے۔ ارما کے ابو یقیناً میرے بیٹے کو بطور داماد پسند کریں گے۔ میں شامیر کے ڈیڈی کی پاکستان آمد سے پہلے ہی یہ منگنی کر دینا چاہتی ہوں۔ شادی کے لئے بے شک آپ مزید وقت لے لیجئے گا، مگر یہ رشتہ جلد از جلد طے ہو جانا چاہئے۔ میں اس کے لئے آپ کا تعاون چاہتی ہوں۔"

"عرفان.....!" امی نے بھیگی آنکھوں سے بیٹے کو دیکھا۔ "مجھے مسز ذکاء کی بات کچھ اچھی نہیں لگی۔ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر اور ان کی غیر موجودگی میں شامیر کا رشتہ طے کرنے کی خواہش مند ہیں۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے؟ کیا باپ کی شمولیت کے بغیر اس طرح پروپوزل بھجوایا جاتا ہے؟ اور دوسرا ان کا یقین تو دیکھو، وہ یوں بات کر رہی تھیں، جیسے ہم انکار نہیں کریں گے، بلکہ شامیر کی خواہش اور پسندیدگی دیکھ کر اس سے ارما کو بیاہ دیں گے۔ اب میری بات توجہ سے سنو عرفان! وہ لڑکی جو اپنی منگنی کی افواہ آپ اُڑا دے، اس لڑکی کا جھوٹ کھل جانے پر بھلا وہ کون ہوگا، جو اس سے شادی کرے گا؟ مسز ذکاء نے سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے بھی کس آرام سے اپنے بیٹے کا پروپوزل دے ڈالا۔ انہوں نے ایک بار بھی ارما کے جھوٹ پر لعن طعن نہیں کی۔ عرفان بیٹا! مجھے تو سمجھ نہیں آیا، ارما نے آخر یہ افواہ پھیلائی کیوں؟ یا یہ لڑکی منال سے زیادہ ہوشیار ہے اور کوئی نیا کھیل، کھیل رہی ہے..... ہائے میرے مولا! کیسی بیٹیاں ہیں میری۔ سچ کہتی ہوں، یہ صریحاً ڈوب مرنے کا مقام ہے میرے لئے۔ میں وہ ماں ہوں عرفان! کہ جسے اپنی بچیوں پر اندھا اعتماد تھا۔ ہائے، میں کتنی بے خبر ہوں، یہی سوچتی رہی کہ میری نیک

بیٹیوں کی نیکی سے پارسائی کا اصل احساس جاگتا ہے، جو قابلِ مثال ہے۔"

"ہونہہ....." عرفان نے کڑے تیور کے ساتھ سر جھٹکا۔ "کتنا غلط سوچتی تھیں آپ۔ مگر آپ کی دونوں بیٹیاں..... ایک کا نکاح کر دیا ہے، اب دوسری کے ہاتھ پیلے کرنے کی فکر کیجئے۔ اس سے پہلے کہ پانی سر سے گزر جائے، بیاہ دیجئے اسے شامیر کے ساتھ۔ زندگی تو اسے ہی گزارنی ہے۔ رو کر گزارے یا خوشی سے، ہمیں کیا، اپنے کیے کو آپ بھگتے گی تو پتہ چلے گا اسے۔"

ان کا لہجہ زہر آلود تھا۔ ارما کی سسکیاں، ہچکیوں میں بدل گئیں۔ وہ اتنی شرمسار ہوئی کہ دفعتہً اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ اس نے لپک کر بڑے بھائی کے گھٹنوں پر ماتھا ٹیک دیا۔

"ایسا مت کہئے، عرفان بھائی!..... میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔ میں نے اگر کچھ غلط کیا ہے یا آپ سب کی عزت بھول کر اپنے طور پر کوئی بھی غلط فیصلہ کرنے کی بابت سوچا بھی ہے تو خدا کرے، میں ابھی مر جاؤں۔ پلیز عرفان بھائی! مجھے آپ کی اور ابو کی نگاہ سے گر کر نہیں جینا۔ مجھے امی کی قسم، میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا۔ ہاں، میں نے شامیر کی طرف قدم بڑھانے کی غلطی ضرور کی ہے۔ وہ غلطی میری سزا ہے بھیا! میں بہت شرمندہ ہوں۔ لیکن پلیز بھائی! پہلے میری بات سن لیجئے، میں آپ کو اصل کہانی سنانا چاہتی ہوں۔ صرف ایک بار عرفان بھائی! خدارا ایک بار، مجھے کچھ کہنے کا موقع دے دیجئے، پھر چاہیں تو اپنے ہاتھ سے میرا گلا گھونٹ دیجئے گا، مار ڈالئے گا مجھے، میں آپ کو روکوں گی نہیں، میں خود مر جانا پسند کروں گی۔"

وہ زار و قطار رو رہی تھی۔ منال کی آنکھیں بھی چھما چھم برس رہی تھیں۔ اس کے غلط اور جذباتی فیصلوں نے گھر کے سب لوگوں کو بدظن کر ڈالا تھا۔ عرفان بھائی خاموشی اوڑھے بیٹھے تھے۔ انہوں نے نظر اٹھا کر بھی ارما کی طرف دیکھنے کی کوشش نہیں کی۔ ارما نے لرزتے دل کے باوجود ہمت کی اور ہاتھ بڑھا کر ان کا بازو دھیرے سے ہلایا۔

"آپ میری بات سنیں گے نا عرفان بھائی؟"

"کیا سناؤ گی تم؟" ان کی بے زاری واضح تھی۔ "اب سننے کو رہ کیا گیا ہے؟ جانے مجھ کم بخت کو موت کب آئے گی۔"

"ہائے، خدا نہ کرے۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔ "مجھ پر اعتبار کریں بھیا! میں نے ایسا کچھ نہیں کیا جو آپ..... آپ کو..... زندہ درگور کر دے۔ میں خطاکار ضرور ہوں عرفان بھائی! مگر کس حد تک..... یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔"

وہ نڈھال ہو گئی۔ رندھی آواز اور بوجھل انداز کے ساتھ، تب اس نے وہ سب کہہ ڈالا، جو اس کے من میں تھا، جو اصل سچائی تھی۔

شامیر کون تھا؟ ارما سے اس کی دوستی کیسے ہوئی؟ اس نے کیوں اور کس طرح اس کی طرف قدم بڑھائے؟ ارما نے کسی بات کو چھپانے کی کوشش نہ کی۔

اس نے انہیں منال کی سچائی سے بھی آگاہ کر دیا کہ وہ کیوں حمزہ سے نکاح پر راضی ہوئی۔ سندس درحقیقت شامیر کی چھوٹی بہن تھی۔ یہ سچائی جان لینے کے بعد منال نے دائم کو سندس کے لئے چھوڑ دیا تاکہ شامیر اور ارما کا معاملہ کھٹائی میں نہ پڑے۔ ارما نے عرفان بھائی کو تازہ ترین صورتِ حال بھی کہہ ڈالی اور اس کی گواہ امی بھی تھیں۔ منال اس کے اصرار پر امی کے پیچھے گئی تھی اور وہاں اچانک دائم اور سندس سے مڈبھیڑ ہونے کے نتیجے میں ایک اور ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ مگر منال اپنا کام کر آئی تھی۔ اس نے شامیر کو اصل بات بتا کر ارما کے لئے پروپوزل بھیجنے کی رائے دے ڈالی تھی۔ وہ جانتی تھی، ارما نے ابو اور بڑے بھائی کی عزت کی خاطر شامیر کی راہ سے واپسی کو قدم موڑ لئے تھے۔ صرف شامیر کی خاطر وہ گھر کے کسی فرد کو ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی، اس نے اپنے طور پر فیصلہ کر لیا تھا کہ اب یہ معاملہ ختم کر دیا جائے گا تاکہ کوئی خسارہ کسی کے ہاتھ نہ لگے۔ شامیر سے تعلق توڑنے کی خاطر ہی منال نے اس کی نام نہاد منگنی کا ڈھونگ رچایا تھا اور سارا سہرا اس عاصم کے سر باندھا تھا، جو صرف ایک Visual تھا، جس کا کوئی وجود نہیں تھا۔

ارما نے اشکوں کے بہتے دریا کو دوپٹے سے خشک کرنے کی ناکام کوشش کی اور سرخ متورم آنکھوں سے بھائی کو ایک نظر دیکھ کر بولی۔

"میں نے شامیر سے اپنا ہر تعلق چھ ماہ پہلے ہی ختم کر دیا تھا، عرفان بھائی! مگر ڈیڑھ ماہ پہلے اس کی گھر پر اچانک آمد نے اس کہانی کو نئے سرے سے شروع کر دیا۔ یہ سچ ہے بھیا! گزرے چھ مہینوں میں شامیر نے مجھ سے دوبارہ رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی مگر انگلینڈ سے واپس آنے کے بعد اس نے مجھے یونہی ہراساں کرنا شروع کر دیا۔ مگر میں خوف زدہ رہنے لگی تھی۔ منال کی وجہ سے جو صورتِ حال ہم سب نے فیس کی تھی، اسے دیکھتے ہوئے میں کوئی بھی حماقت کرنا نہیں چاہتی تھی۔ سو میں نے شامیر کو نظرانداز کرنے کی حتیٰ الامکان کوشش کی مگر وہ..... وہ بھیا.....!" ارما کا لہجہ آنسوؤں کی بہتات سے بھیگ گیا۔ "وہ باز نہیں آیا۔ شامیر نے اس بار اپنی ماما کو اپنا رازدار بنا لیا۔ سب کچھ جاننے کے بعد ان کا رویہ میرے لئے بہت بدل گیا ہے، بھیا! وہ مجھے خصوصی توجہ سے نوازتی ہیں، مگر پھر بھی میں نے خود کو ان معاملات سے الگ رکھنے کی کوشش کی ہے۔ آئی سوئیر عرفان بھائی! میں وہی کہہ رہی ہوں، جو سچ ہے۔ میں نے آپ سے رتی برابر جھوٹ بولنے کی کوشش بھی نہیں کی۔"

وہ دھواں دھار رو رہی تھی۔ امی کی آنکھوں سے بھی اشک رواں تھے۔ ارما کے چپ ہوتے ہی انہوں نے جھکا سر اٹھا کر بیٹے کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔ وہ جانے کن سوچوں میں غلطاں تھے۔ ماں کی ڈبڈبائی نظر سے چونک کر سیدھے ہوئے، پھر سنبھل کر بولے۔

"آپ..... آپ کیا چاہتی ہیں امی؟..... اب تو ساری صورتِ حال سامنے ہے، کیا کہتا ہے آپ کا دل؟"

''کیا کہے گا دل اور میں کیا چاہوں گی عرفان؟'' وہ رو دیں۔ ''سب کچھ کھلی کتاب کی طرح عیاں ہو گیا ہے۔ تمہارے ابو کے سامنے میری عزت رہ جائے، میرے لئے تو بس یہی کافی ہے۔ تم یہ روداد بھی انہیں سنا دینا، پھر وہ جو فیصلہ کریں گے، ہمیں وہی کچھ کرنا ہوگا۔''

''ٹھیک ہے۔'' انہوں نے اپنی آنکھوں میں اُتری نمی کو ہاتھ کی پشت سے صاف کیا۔ ''میں بات کروں گا ابو سے، مگر امی! آپ انہیں پہلے سے کچھ بتانے کی کوشش نہیں کریں گی۔ میں نہیں چاہتا، اس بار ابو کسی ذہنی دباؤ کا شکار ہوں۔''

''ارے نہیں بیٹا! میں ایسا نہیں کروں گی۔ میں جانتی ہوں، مجھے اپنی زبان بند رکھنی ہو گی۔''

''عرفان بھائی!'' ارما نے چھلکتی آنکھوں کو بے دردی سے پونچھ کر بھائی کا بازو ہلایا۔ ''آپ نے مجھے معاف تو کر دیا ہے نا؟''

''میری معافی کی تمہیں اتنی ضرورت نہیں ہے ارما! تم سب کی گناہ گار ہو۔ منال کا حشر دیکھ کر بھی تم نے غلطی کی ہے۔ تم نے ایک پل کے لئے بھی خود اپنے بارے میں، اپنے گھر کی حرمت کے بارے میں نہیں سوچا۔ کیا یہ بری بات نہیں ہے؟''

''نہیں بھیا! میں نے.....'' اس نے تیزی سے ان کی بات کی نفی کرنا چاہی، مگر عرفان کچھ سننے کے موڈ میں بالکل نہیں تھے، ہاتھ اٹھا کر اسے مزید کہنے سے روکتے ہوئے سپاٹ لہجے میں بولے۔

''مجھے اب کوئی صفائی نہیں چاہئے۔ اور ارما! ایک بات یاد رکھنا، آج کے تیز رفتار مشینی دور میں لڑکا لڑکی کا تعلق محبت نہیں، بے راہ روی کہلاتا ہے اور یہ بے راہ روی لڑکیوں کے ماتھے پر کلنک بن کر چپک جاتی ہے۔ پھر اصل زندگی میں انہیں کوئی قبول نہیں کرتا۔ وہ لڑکا بھی نہیں، جس کی خاطر اس نے اپنا نام، گھر اور عزت گنوائی ہوتی ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا، میں تمہیں کیسے سمجھاؤں؟ تم دونوں بہنوں نے ہم گھر والوں کو کسی سے نظر ملانے کے قابل نہیں چھوڑا۔ میں تم سے نہیں، خود اپنے آپ سے شرمندہ ہوں اور ان حالات سے شرمندہ ہوں، جو اندھیرا بن کر اس گھر پر چھا گئے ہیں۔''

''ایسا نہیں ہے عرفان بھائی!'' ارما رونے لگی۔ ''میں اپنی غلطی مانتی ہوں۔ مگر خدا کی قسم، میں کسی بے راہ روی کا شکار نہیں ہوئی۔ میں نے جنوں کا فاصلہ طے کر کے بھی اپنے قدم موڑ لئے ہیں بھیا! میں واپس لوٹ آئی ہوں۔ کیا پھر بھی آپ مجھے معاف نہیں کریں گے؟''

عرفان بھائی کی گہری نظر اس کی بہتی آنکھوں سے ہوتی اس کے تر بتر گالوں پر ٹک گئی۔ وہ دانتوں سے ہونٹ کاٹتے کچھ دیر کشمکش کی سی کیفیت کا شکار رہے، پھر اچانک ان کا بھاری ہاتھ ارما کے سر پر آ ٹکا۔

''میں ابو سے بات کروں گا۔ تم فکر مت کرو۔''

''نہیں عرفان بھائی! مجھے شامیر سے شادی نہیں کرنی۔ مجھے اتنا ذلیل مت کیجئے۔ اس طرح کی سرد مارنہ ماریئے۔ آپ کی اور ابو کی عزت مجھے اپنی چاہت سے بڑھ کر عزیز ہے۔ اللہ کے واسطے، مجھے صرف معاف کر دیں۔ اپنی نظروں میں میری عزت کو بحال کر دیں عرفان بھائی! میں یہ ذلت سہہ نہیں پاؤں گی۔ آپ کو اللہ اور رسولؐ کا واسطہ، مجھے باعزت کر دیجئے، معافی دے کر۔'' وہ رو پڑی۔

''دیکھو ارما! ہمیں بھی اپنی عزت اور اپنی انا عزیز ہے۔ رہ گئی تمہاری عزت کی بات تو وہ اوپر والا بحال کرے گا۔ وہ چاہے گا تو تم سب کی نظروں میں معتبر ہو جاؤ گی۔ لیکن فی الوقت اپنی عزت کی خاطر ہم تمہیں شامیر سے بیاہ دیں گے۔ ہمیں اپنا فرض بہرحال ادا کرنا ہے۔ سو تم ساری باتیں بھول کر امی سے معافی مانگو، جن کا دل آج تم دونوں کی وجہ سے دوسری بار ٹوٹا ہے۔ وہ اگر تم سے اور منال سے راضی رہیں گی تو اللہ اور اس کا رسولؐ بھی تم سے راضی رہے گا اور تم دونوں اپنے اپنے گھروں میں سکھ سے جی پاؤ گی۔''

ان کی آواز رندھ گئی۔

ارما اور منال نے عرفان بھائی کو اس طرح جذباتی ہوتے پہلی بار دیکھا تھا۔ وہ اس پل دل ہار کر رو دیئے۔ ان کی آنکھوں میں گھلتی نمی بوندوں کی صورت برس گئی۔ ارما کی سسکیاں بھی تیز ہو گئیں۔ وہ ان کے بازو سے لپٹ گئی۔

''نہیں عرفان بھائی! میں امی سے معافی مانگ لوں گی مگر..... مگر آپ..... آپ معاف کر دیں۔ اگر آپ کا دل صاف ہو گیا تو میں جی اُٹھوں گی۔ یقین مانئے، میں نے غلطی نہیں کی عرفان بھائی! میں نے خود کو سمیٹے رکھا ہے۔ پلیز میرا اعتبار کیجئے۔ میں غلط راستے کی راہی نہیں ہوں، آپ میرا یقین کیجئے۔''

''ٹھیک ہے ارما!'' انہوں نے تیزی سے اپنے بہتے اشکوں کو صاف کیا اور ارما کو خود سے پرے کر کے بولے۔ ''مجھے اعتبار ہے تم پر۔ میں جانتا ہوں، تم نے غلط راہ کا دروازہ اپنے ہاتھوں سے بند کر دیا ہے اور یہ بھی کہ تم پلٹ آئی ہو۔''

''لیکن معافی؟'' وہ اشکبار آنکھوں میں امید لئے انہیں دیکھ رہی تھی۔ ''میں آپ سے معافی مانگ رہی ہوں بھائی!''

''ابھی رہنے دو ارما! مجھ میں حوصلہ نہیں ہے کچھ اور کہنے کا۔ مجھے اب جانے دو۔'' انہوں نے نظر چرا کر بمشکل اپنی بات پوری کی اور اُٹھ کر کمرے سے نکل گئے۔

ارما پر جیسے گھڑوں پانی گر پڑا۔ عرفان بھائی ساری کہانی سن کر بھی اپنی خفگی کم نہیں کر پائے تھے۔ شاید دل پر لگی چوٹ نے انہیں ضرورت سے زیادہ زود رنج بنا ڈالا تھا۔

امی کی نگاہ بھی اس کا زرد چہرہ دیکھ رہی تھی جو بھائی کی آخری بات پر دل چھوڑے ساکت بیٹھی تھی، صرف آنکھیں تھیں جو دوبارہ چھم چھم برس رہی تھیں۔ یہ سوچ کر کہ کاش وہ شامیر سے

محبت نہ کرتی۔

گھر کی مکدر اور گھٹی فضا نے ماما کا ڈپریشن بڑھا دیا تھا۔ وہ بصیر صاحب کی بیگم کو شامیر اور ارما سے متعلق ہر سچائی بتا چکی تھیں اور ساتھ ہی انہوں نے ارما کا رشتہ بھی مانگ لیا تھا، صرف یہ سوچ کر کہ ذکاء الدین صاحب کی فرانس سے واپسی پر اگر وہ اس رشتے کو کوئی نام دیں گی تو ان کے شوہر شاید وہ حق استعمال نہ کر سکیں، جس کے استعمال سے ان کے بیٹے شامیر کی خوشیاں اس سے چھن جائیں۔

وہ خوب جانتی تھیں، ان کے شوہر نے ان کی بات کو کبھی درخور اعتنا نہ جانا تھا۔ عمر بھر اس گھر سے متعلق ہر فیصلہ خود کیا تھا اور اپنی اولاد کے بارے میں بھی کوئی فیصلہ کرتے وقت بیوی کو کبھی شاملِ حال نہ کیا تھا۔ اب اکلوتے بیٹے کی شادی کے لئے بھی وہ کوئی فیصلہ ٹھونس سکتے تھے، لیکن اس بار مسز ذکاء نے شوہر کے کسی متوقع فیصلے سے پہلے ہی نہایت بردباری سے یہ قدم اٹھا لیا تھا اور یہ قدم اٹھانے کی ہمت انہوں نے شامیر کے سمجھانے کے بعد ہی کی تھی۔

شامیر اپنے والدین کے درمیان پیدا ہونے والی خلیج اور ان کے اختلافات سے بخوبی واقف تھا۔ جانتا تھا، اس کی ماما نے شوہر کے ہوتے ہوئے بھی ساری عمر ایک احساسِ تنہائی کے ساتھ گزاری تھی۔ ڈیڈی نے کبھی ماما کو اپنی پرسنل لائف میں شامل نہیں کیا تھا۔

اب اسی بے نشان ہستی نے اپنے بیٹے کی زندگی کا فیصلہ اس کی مرضی و پسند کے مطابق لمحہ بھر میں کر ڈالا تھا۔ کیونکہ اب وہ ایک بدلی ہوئی عورت کے روپ میں خود کو ایک واضح مقام پر لے آئی تھیں۔ اس فیصلے کو نبھانے میں ان کا بیٹا ان کے ساتھ تھا، لہٰذا منگنی ٹوٹنے کا سوال ہی نہیں اُٹھتا تھا۔ مسٹر ذکاء الدین، بیوی کے کئے گئے فیصلے کا بال بیکا بھی نہ کر سکتے تھے۔

مسز ذکاء اب شوہر کا سامنا کرنے کو تیار تھیں کیونکہ عمر کا یہ دور اُن کی شناخت مانگتا تھا۔ اگر وہ سندس اور شامیر کی ماں تھیں تو انہیں مسٹر ذکاء الدین کی بیوی ہونے کا احساس بھی درکار تھا۔ گو کہ انہوں نے اپنے طور پر جینا سیکھ لیا تھا، مگر ذکاء الدین کی بیوی ہونے کی حیثیت سے اپنی زندگی اور وجود کو نئے معنی بھی دینے تھے۔ انہیں وہ حق مانگنا تھا، جو شادی شدہ زندگی کے گزرے تیس سال انہیں اب تک دے نہیں پائے تھے۔ وہ شخص، جو شوہر ہونے کے ناتے ان کی ہستی کو بے مول سمجھتا آیا تھا، جس نے من مانی اور ضد کے ذریعے ان کے پیروں تلے سے زمین کھینچ رکھی تھی، اسی شوہر کو اس بار وہ اپنا بدلا رخ دکھانا چاہتی تھیں۔ وہ رخ ایک نئی عورت کو جنم دے چکا تھا۔

سو مسز ذکاء نے اس بار شوہر کو اپنے فیصلے کا پابند بنانے کے لئے شامیر کی خوشیوں کو ارما سے جوڑ دیا تھا اور ایسا کر کے وہ بہت خوش تھیں۔ مگر وہ خوشی اس دم ادھوری رہ گئی، جب انہوں نے منال کو اچانک ایک گھر سے نکلتے دیکھا تھا۔ اس کے جاتے ہی، منال کا رونا اور چیخنا چلانا ساری حدیں توڑنے لگا تھا جبکہ ان کا بیٹا شامیر، بہن کو سمجھانے کی کوششوں میں جٹا تھا۔ پھر بھی

سندس اپنے بھائی کی ایک سننے کو تیار نہ تھی، اس کا واویلا بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

تب ہی وہ ارما کی امی کے ہمراہ ایک بوکھلاہٹ کے ساتھ کمرے سے نکلی تھیں تاکہ بیرونی صورتِ حال کو سمجھ سکیں۔ مگر باہر آتے ہی جو الفاظ ان کی سماعت میں پڑے، انہیں ان لفظوں پر اب تلک یقین نہیں آیا تھا۔ سندس اپنے بھائی کی پناہ میں تھی اور روتے بلکتے کہہ رہی تھی۔

''آپ نے منال کی بہن ارما سے شادی کی تو بھیا! میں خودکشی کر لوں گی۔ ارما اس گھر کی چوکھٹ نہیں الانگے گی۔ اگر وہ دُلہن بن کر اس گھر میں آئی تو آپ مجھے کھو دیں گے۔ آپ نہیں جانتے، یہ دونوں بہنیں میرا گھر اُجاڑ کر دم لیں گی۔ میں آپ کے یا دائم کے حوالے سے ان بہنوں کے ساتھ کوئی رشتہ رکھنا نہیں چاہتی۔''

سندس کی بکواس حد سے تجاوز کر رہی تھی ماما نے دیکھا، ارما کی والدہ کا رنگ ایک ساعت میں اُڑا تھا۔ وہ صبر و ضبط کے ساتھ سندس کے کڑے لفظ سن کر بھی واپسی کو پلٹ گئی تھیں۔ ماما نے انہیں روکنے کے لئے کئی صدائیں دیں مگر وہ کان لپیٹ کر نکلتی چلی گئیں۔ ان کا اس گھر میں مزید ٹھہرنا ممکن نہ رہا تھا۔

ان کے جاتے ہی ماما، شامیر اور سندس کے نزدیک آ گئیں۔ دائم وہاں نہیں تھا۔ شاید سندس کی دیوانگی سے اُکتا کر کمرے میں چلا گیا تھا۔ ادھر سندس اب بھی بھائی کے سینے سے لگی رو رہی تھی۔ اس کی باتیں بے حد عجیب تھیں۔ وہ کہہ رہی تھی۔

''بھیا! آپ نے اس لڑکی کی ہمت دیکھی۔ وہ حمزہ کے نکاح میں ہونے کے باوجود دائم سے، میرے شوہر سے اظہارِ اُلفت کر گئی ہے۔ وہ مجھے جتا گئی ہے کہ اس نے صرف ارما کے لئے دائم سے دستبرداری کی، وہ اپنی محبت کو میری جھولی میں کسی بھیک کی طرح ڈال گئی ہے۔ لیکن نہیں بھیا! مجھے یہ بھیک نہیں چاہئے۔ دائم صرف میرا ہے اور اس کے لئے میں ان دو لڑکیوں کو اپنے گھر میں نہیں دیکھ سکتی۔ وعدہ کریں میر بھیا! وہ دونوں بہنیں ہمارے گھر کبھی نہیں آئیں گی۔''

''واٹ نان سینس اِز دِس سندس؟ یہ کیا تماشا لگا رکھا ہے تم نے؟'' ماما نے بے حساب اُلجھ کر اُسے ڈانٹا۔

''نہیں ماما!'' شامیر نے بہن کے اطراف اپنے بازوؤں کی گرفت کو مضبوط کیا۔ ''سونی کو کچھ مت کہئے۔ وہ پہلے ہی بہت ڈپریسڈ ہے۔''

''کیوں؟.....ایسا کیا ہو گیا شامیر! جو اس لڑکی نے اتنا اُودھم مچا رکھا ہے؟'' وہ سخت خفا تھیں۔

''ماما پلیز!.... میں نے کہا ہے نا، ابھی آپ کچھ مت بولئے۔ سندس کا سنبھلنا ضروری ہے۔ اس کی حالت اتنا Stress اٹھانے کی نہیں ہے۔ وہ کسی دوسری پرابلم کا شکار نہ ہو جائے۔''

''ہائیں، کیا مطلب؟'' ماما ٹھٹک کر بیٹے کا چہرہ دیکھنے لگیں۔ ''آخر کس پرابلم کی بات کر

رہے ہو میر؟..... کیا ہوا ہے سندس کو؟"

"Mama she is pregnant." اس نے ہولے سے جواب دیا تو ماما جہاں کی تہاں کھڑی رہ گئیں۔

"اوہ گاڈ!..... اتنی گریٹ نیوز اور سندس نے اب تک مجھے اس خبر سے لاعلم رکھا۔ ہائے، بالکل پاگل ہے یہ لڑکی۔ کم سے کم مجھے تو خوش خبری سناتی۔"

"ماما! آپ سندس کو Blame مت کیجئے۔ مجھے یہ نیوز دائم نے دی ہے۔" وہ اسے شفقت سے تھپک رہا تھا۔

ماما تیزی سے آگے بڑھ آئیں۔ "اوہ، سوئٹی! میری جان!..... تمہیں اپنا خیال رکھنا چاہئے۔ اس حالت میں اتنا شور شرابا کرنا کتنا غلط اثر ڈالے گا۔ ناؤ پلیز اسٹاپ کرائنگ اینڈ ٹیل می، واٹ از یور پرابلم؟"

"ماما.....!" سندس، بھائی کی پناہ سے نکل کر روتے ہوئے ماں سے لپٹ گئی۔ "آئی وانٹ ٹو ٹیل یو سم تھنگ۔"

"اوکے ہنی!..... میں سب سنوں گی۔ تم اندر تو چلو، میں پوری کوشش کروں گی تمہارا ڈپریشن کم کرنے کی۔ چلو آؤ میرے ساتھ۔" وہ اپنے بازو میں سمیٹ کر اسے اندر کمرے میں لے آئیں۔ صوفے پر اپنے نزدیک بٹھا کر اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولیں۔

"اچھا پہلے بتاؤ، کیا پیو گی؟ لیمن جوس یا پھر کوئی شیک بنا لاؤں؟"

"ماما! مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ بس، آپ میری بات سن لیں۔ میر بھائی کی شادی ارما سے نہیں ہو گی۔ دیٹس فائنل۔" وہ ہٹ دھرمی سے کہہ رہی تھی۔ اس کی بڑی بڑی غلافی آنکھوں میں اشک اب تک جھلملا رہے تھے۔

ماما ششدر رہ گئیں۔ وہ دم سادھے کچھ دیر بیٹی کا بھیگا چہرہ دیکھتی رہیں، پھر اس کے رخسار تھپتھپا کر کچھ کہنے کو تھیں کہ شامیر نے اسے دلاسہ دینے کی کوشش کر ڈالی۔

"ایسا ہی ہو گا سندس! ناٹ ٹو وری اباؤٹ دِس۔ فی الوقت تمہیں خود پر توجہ دینی ہے، سو سنبھالو خود کو۔"

ماما کی پیشانی پر بل اُبھر آئے۔ وہ تیزی سے بولیں۔

"تمہارا مطلب کیا ہے شامیر! جانتے بھی ہو، کیا کہہ رہی ہے سندس؟"

"میں نے جو کہا، میں اچھی طرح جانتی ہوں ماما! میں اپنے بھائی کی شادی، ارما سے ہرگز ہونے نہیں دوں گی۔" وہ اب بھی بضد تھی۔

"کیوں؟" ماما کو غصہ آ گیا۔ "تمہیں ارما سے کیا پرابلم ہے؟ وہ ایک اچھی لڑکی ہے اور سب سے اہم بات یہ کہ تمہارے بھائی کی پسند ہے۔ کیا تم میر کی پسند کو ریجیکٹ کرنا چاہتی ہو؟"

"ہاں ماما!" اس نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔ "کیونکہ وہ لڑکی، منال کی بہن ہے۔ اس

منال کی، جس نے میری زندگی کو انگاروں سے بھر دیا ہے۔ وہ آج بھی دائم کو چاہتی ہے اور اپنی محبت کا اظہار سب کے سامنے کر کے گئی ہے۔ وہ بے غیرت ہے ماما!"

"واٹ؟" ماما ایک جھٹکے سے اُٹھ گئیں۔ "واٹ آر یو ٹاکنگ اباؤٹ؟..... کیا پاگل ہو گئی ہو سندس؟"

"میں پاگل نہیں ہوئی مما! یہی تو رونا ہے۔ ورنہ وہ لڑکی یہی چاہتی ہے تاکہ میں سچ مچ پاگل ہو جاؤں۔ ماما! اگر میں پاگل ہو گئی تو منال، حمزہ سے طلاق لے کر دائم سے شادی کر لے گی۔ وہ لڑکی آج بھی مجھے اپنے راستے کی دیوار سمجھتی ہے۔ وہ اس بار مجھے ہی نہیں، میرے میر بھیا کو بھی نقصان پہنچا کر دم لے گی اور میں اس کی کوئی کوشش کامیاب ہونے نہیں دوں گی۔"

"اوفوہ.....!" ماما نے صوفے پر بیٹھ کر سر پکڑ لیا۔ "یہ کس قسم کی باتیں کر رہی ہو سندس! اور کیا تمہیں کچھ سمجھ میں آ رہا ہے میر؟"

"سندس ٹھیک کہہ رہی ہے ماما! منال وہ لڑکی ہے، جس کی جرأت اور دعوے نے دائم اور سندس کے درمیان فاصلے بڑھا دیئے ہیں۔ دائم کی دیوانی منال دراصل ارما کی چھوٹی بہن ہے۔ یہ بات مجھے آج ہی پتہ چلی ہے۔ ایسا لگتا ہے، وہ لڑکی آج بھی دائم سے....."

"اُف، بس کرو شامیر! اتنی فضول باتیں مت کرو۔ کم سے کم تمہیں اس نازک وقت میں سمجھ داری سے کام لینا چاہئے۔ اپنی بہن سندس کے سامنے ایسی حماقت بھری باتیں کرو گے تو وہ اور بھی ضد پکڑے گی۔"

ماما نے ناگواری جتائی تو شامیر کی بات ادھوری رہ گئی۔ وہ چند گھڑی ماں کو دیکھتا رہا، پھر سنبھل کر بولا۔

"لیکن میں غلط نہیں کہہ رہا، ماما! منال کے تیور اب بھی بہت خطرناک ہے۔ سندس دراصل منال سے ڈرتی ہے، اسے خوف ہے کہیں وہ لڑکی اپنے جذبات کے اظہار سے دائم کو دوبارہ اپنی طرف ملتفت نہ کر لے۔"

"اوہ..... How could you say this?" ماما کا انداز بے حد گرم تھا۔ "سندس تو بے وقوف بن گئی، مگر تم زیادہ احمق ہو شامیر! منال حمزہ کے نکاح میں ہے اور ایک منکوحہ سے سندس کو بھلا کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟ وہ آج نہیں تو کل، حمزہ کے ساتھ رخصت ہو جائے گی۔ پھر کون سی محبت باقی رہ جائے گی، اس میں اور دائم میں؟ یہ سب خرافات ہیں، ٹوٹلی بے کار باتیں ہیں ساری۔ ہم منال کے کئے کی سزا اس کی بہن ارما کو کیوں دیں؟ آخر اس بے چاری کا کیا قصور ہے؟ اور مت بھولو شامیر! تم ارما کو چاہتے بھی ہو۔"

"اور تم سندس؟" ماما، بیٹی کی طرف پلٹ گئیں۔ "تمہارا ڈر صرف تمہارے دل کا وہم ہے۔ خود کو ان فضول باتوں سے دور رکھو، یہ تمہارے خوش رہنے کے دن ہیں، سو ڈونٹ لوز یور نمبر، مائی بے بی!" انہوں نے بانہیں پھیلا کر سندس کو اپنے گلے لگا لیا۔

سندس نے اس بار با آواز بلند رونا شروع کر دیا۔ وہ پہلے سے زیادہ نروس تھی اور شاید اسی لئے بچوں جیسا بی ہیو کر رہی تھی۔ شامیر کی پریشانی حد سے سوا تھی، وہ بے بسی سے بہن کو روتے دیکھ رہا تھا۔

''سندس.....!'' ماما نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر محبت سے پکارا۔ ''یہ کیا ہو رہا ہے بیٹا؟ کیوں آنکھوں کا بُرا حال کر رہی ہو؟ مجھ پر بھروسہ رکھو سونی! میں نے کہا ہے نا، منال تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ تم کیوں خوف زدہ ہو اس لڑکی سے؟ دیکھو سندس! دائم تمہارا شوہر ہے، تم سے محبت کرتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تم دونوں کی زندگی میں خوشی کا لمحہ در آیا ہے۔ ایک ننھا مہمان آنے کو ہے۔ پھر کس بات کا ڈر ہے تمہیں؟ دائم کی زندگی میں تمہاری پوزیشن بہت مضبوط ہے بیٹا! تمہیں بھی خود سے زیادہ اس پر بھروسہ ہونا چاہئے۔ وہ بہت سمجھ دار لڑکا ہے۔ وہ اب منال کو خاطر میں نہیں لائے گا۔ اس نے یہ بات پہلے بھی ثابت کی ہے سندس! وہ اب بھی اس چکر سے دور رہے گا۔ اسے صرف تم سے نہیں، اپنے ہونے والے بچے سے بھی محبت ہو گی۔ وہ تمہیں بیچ راستے میں چھوڑ کر کبھی نہیں جائے گا۔''

''وہ چلا جائے گا ماما!..... وہ ضرور چلا جائے گا۔'' سندس ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔ ''آپ نہیں جانتیں، وہ لڑکی یہاں کیا کہہ کر گئی ہے۔ وہ مجھے چیلنج دے گئی ہے، اس بات کے لئے کہ وہ ثابت کر سکتی ہے، دائم اس کی محبت میں ہار چکا ہے۔ وہ کہتی ہے، بے شک دائم اس بات کا اقرار زبان سے نہ کرے، مگر یہی سچ ہے کہ وہ منال کے طوفانی جذبۂ محبت کے آگے گھٹنے ٹیک چکا ہے۔ اگر اسے روکا نہ گیا تو دائم میرا اور اپنے بچے کا بھی خیال نہیں کرے گا۔ وہ چلا جائے گا ماما! وہ منال کے پاس چلا جائے گا۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

ماما کے حواس جواب دینے لگے۔ وہ بے قراری ہو کر شامیر سے بولیں۔

''ہاؤ اِٹ کین بی پاسیبل میر؟..... منال، حمزہ کے نکاح میں ہے، وہ اس قسم کی بے ہودہ بکواس کیسے کر سکتی ہے؟''

''وہ سب کچھ کر سکتی ہے ماما! آپ اس لڑکی کو بالکل نہیں جانتیں۔'' سندس نے روتے ہوئے تیزی سے کہا۔ ''اس نے شادی سے پہلے بھی دائم کے ناک میں دم کر رکھا تھا۔ اس کی دیدہ دلیری نے میرا اور دائم کا دماغ اس حد تک اُلجھا دیا تھا کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے بدظن ہو گئے تھے۔ میر بھائی اس بات کے گواہ ہیں ماما!..... آپ بھی جانتی ہیں، کیا کیا تماشا نہ ہوا تھا ہمارے اس گھر میں۔ وہ..... وہ میرا گھر تباہ کر دے گی ماما! وہ دائم کو مجھ سے چھین لے گی۔ مجھے دائم پر بھروسہ ہے اور نہ ہی منال پر۔ بس میں نے کہہ دیا ہے، میر بھائی کی شادی منال کی بہن ارما سے نہیں ہو گی۔ وہ بھیا کی محبت ہو یا ان کی زندگی، میں اسے برداشت نہیں کروں گی۔ مجھ سے ان دونوں بہنوں کا کوئی بھی حوالہ سہا نہیں جائے گا ماما! یہ میری ضد ہے اور میں اس سے پیچھے نہیں ہٹوں گی۔'' وہ سسکیاں بھرنے لگی۔

اس کا ہر آنسو، ماما کے دل پر گر رہا تھا۔ ان کے چہرے پر زردی اُمڈ آئی تھی۔ وہ فکر و تشویش سے بیٹے کا چہرہ دیکھنے لگیں، جو قدم بڑھا کر دوبارہ سندس کے قریب آ گیا تھا اور اسے چپ کرانے کی کوشش میں تھا۔

''کیوں فکر و ہراس میں گھل رہی ہو سندس! میرے لئے تمہاری ذات سب سے زیادہ اہم ہے۔ تم نے کہہ دیا تو بس بات ختم۔ میں ارما سے شادی نہیں کروں گا۔ لیکن پلیز، تم خود کو سنبھالو۔ اتنا رونا تمہارے لئے اچھا نہیں ہے سندس! اپنے ذہن کو بدل ڈالو ورنہ یہ ڈپریشن تمہاری حالت بگاڑ کر رکھ دے گا اور خدانخواستہ اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو ہم دائم کو کیا جواب دیں گے؟ وہ تمہاری تکلیف سہہ نہیں سکتا، سو اس کی ٹینشن بھی بڑھ جائے گی، میری بہن! اس لئے اتنا ایموشنل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''میں ایموشنل نہیں ہو رہی، بھیا! میری جان نکل رہی ہے۔ دائم میرے لئے سب کچھ ہے۔ میں اسے کھونا نہیں چاہتی۔ اور اب..... اب ان بدلتے حالات میں تو بالکل بھی نہیں۔'' وہ اُٹھ کر شامیر سے لپٹ گئی۔ ''میری زندگی ابھی شروع ہوئی ہے میر بھائی! ابھی میری خوشیاں ادھوری ہیں۔ آپ کو ان ادھوری خوشیوں کا واسطہ، ارما کو بھول جائیے۔ میں جانتی ہوں، میں آپ سے بہت غلط مطالبہ کر رہی ہوں، مگر یہ بات وقت کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ارما سے شادی کے بعد منال کے لئے اس گھر میں آنے جانے کی راہ اپنے آپ ہموار ہو جائے گی۔ وہ ارما کے توسط سے سب کے نزدیک آ جائے گی، پھر دائم میرا نہیں رہے گا۔ وہ میرا نہیں رہے گا میر بھائی!..... پلیز ٹرائے ٹو انڈر اسٹینڈ می۔ یہ میری زندگی اور اس کی خوشیوں کا سوال ہے۔ آپ کو وعدہ کرنا ہو گا، آپ منال کی بہن سے کوئی تعلق اور کوئی رشتہ نہیں رکھیں گے۔ پلیز بھائی! مجھ سے وعدہ کیجئے۔''

وہ شامیر کا ہاتھ پکڑ کر ہیجانی انداز میں کہہ رہی تھی۔ دل درد سے بھر گیا اور آنسو پلکوں سے اپنے آپ ٹوٹ کر بکھر رہے تھے۔ وہ کسی ننھی بچی کی طرح مچل رہی تھی۔ شامیر کے سینے میں دھواں بھر گیا۔ اسے لگا، دل کئی ٹکڑوں میں منقسم ہو گیا ہو۔ اس نے بہن کو بانہوں میں بھینچ لیا۔

''سندس!'' اس کی آواز بھرّا رہی تھی۔ ''میں وعدہ کرتا ہوں، تمہاری خوشی اور سلامتی کے لئے میں ارما سے.....''

''ٹھہرو شامیر!'' ماما نے اٹھ کر عجلت سے اس کی بات کاٹی۔ ''وہ وعدہ کرو، جو نبھا سکو۔ تم بچے نہیں ہو شامیر! جو سندس کو وہ دلاسہ دے دو، جسے دے کر کوئی بھی مسئلہ حل نہ ہو سکے۔ تم بہن کو ایموشنل نہ ہونے کا مشورہ دے رہے ہو اور خود جذباتی فیصلے کر رہے ہو۔ دیکھو بیٹا! عہد کی پاسداری اتنی آسان نہیں ہوتی، اس لئے بے کار وعدوں سے گریز کرو۔''

''میں اپنا وعدہ نبھاؤں گا ماما!'' شامیر نے بھیگی آنکھوں سے ماں کو دیکھ کر یقین دہانی کرائی۔ ''یہ میری بہن کی زندگی اور اس کی خوشیوں کا سوال ہے۔ میں خودغرضی نہیں کر سکتا۔''

''اچھی بات ہے۔'' ماما نے قدم بڑھا کر سندس کو شامیر کی پناہ سے نکال لیا۔ ''لیکن میر! یہ اچھی بات اپنی چھوٹی بہن کو بھی سکھاؤ کہ خودغرضی سے نہ سوچتے ہیں اور نہ ہی کوئی فیصلہ کر سکتے ہیں۔ ارما تمہارے لئے بھی زندگی بھر کی خوشی ہے۔ تم سندس کے خدشات میں اُلجھ کر اپنی زندگی کیوں برباد کر رہے ہو؟ وہ تمہاری بہن ضرور ہے، مگر اس کا خوف، اس کی کمزوری بن بیٹھا ہے، شامیر! ہمیں اس کی کمزوری کو رفع کرنا ہوگا۔ سندس کے خوف کو دُور کر کے، اسے دائم پر بھروسہ اور اعتماد کرنا سکھانا ہوگا۔ ورنہ تم خوش رہو گے، نہ ہی سندس۔ اگر سندس نے اپنی سوچوں کو بدلنے کی کوشش نہ کی تو رزلٹ وہی آئے گا، جو یہ سوچ رہی ہے۔ دائم اسے چھوڑ کر چلا جائے گا کیونکہ یہ اپنی کمزوری کو خود پر حاوی کر رہی ہے، اسے بھروسہ نہیں ہے اپنے شوہر پر اور یہ طے ہے، بندہ جس چیز سے ڈرتا ہے، وہ چیز سامنے ضرور آتی ہے۔ ڈر کو سوچ پر حاوی نہیں کرنا چاہئے۔ وہ کہتے ہیں نا، جو ڈر گیا وہ مر گیا۔ بس یہی بات اسے سمجھانے کی ضرورت ہے شامیر! اس کا اعتماد بحال ہونا چاہئے، تاکہ وہ دائم پر بھروسہ کرے اور اپنی گھر گرہستی کی حفاظت کر سکے۔ کیونکہ عورت مضبوط ہو تو اس کا شوہر ہمیشہ محتاط رہتا ہے۔ سندس کو بھی اپنی مضبوطی بنا کر رکھنا ہوگی۔''

''اوفوہ ماما.....!'' سندس، جھلائی۔ ''جانے کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ۔ میرا کانفیڈنس Shake نہیں ہوا، میں اپنے گھر گرہستی کی حفاظت کر سکتی ہوں۔ ہاں، ڈرتی ہوں تو اس وقت سے، جو آنے والا ہے۔ ماما! برے وقت سے ڈرتے رہنا چاہئے، کیونکہ اس کی گردش میں آنے والا جلد سنبھل نہیں پاتا۔ آپ منال کو نہیں جانتیں، وہ لڑکی اپنی فطرت میں بہت مختلف اور کسی بھی لمحے کچھ کر گزرنے والی ہے۔ اسے مردوں کو رجھانے کا ہر Tact آتا ہے۔''

''ریلیکس سندس! دراصل یہی وہ ڈر ہے تمہارا۔'' ماما نے بے اختیار اسے ٹوکا۔ ''اور تم اس ڈر کے ساتھ زندگی گزارنا نہیں چاہتیں۔ مگر میری جان! گزرتا وقت تبدیلی ضرور لاتا ہے۔ تمہیں بھی منال کی رخصتی کا انتظار کرنا چاہئے۔ وہ ایک بار حمزہ کے گھر چلی گئی تو اسی کی ہو کر رہے گی۔ یہ مشرقی تہذیب ہے بیٹا! ہمارے یہاں کی لڑکیاں اپنے شوہروں کے لئے بہت جذباتی ہوتی ہیں، ان کی محبت پا کر تمام محبتیں فراموش کر ڈالتی ہیں۔ حتیٰ کہ اپنے ماں باپ کی محبت بھی..... پھر دائم کی چاہت، منال کے لئے کیا معنی رکھے گی؟''

''اوہ نو ماما! آپ جانے کیوں سمجھنا نہیں چاہتیں۔ منال ایسی نہیں ہے۔'' سندس نے تیزی سے ان کی بات رد کر دی۔ وہ مشرق میں رہ کر بھی ایڈوانس تھنکنگ رکھتی ہے۔ وہ چھ ماہ کی طویل مدت کے بعد بھی دائم کو نہیں بھولی۔ دائم کے شادی شدہ ہونے کے باوجود بھی اسے آج اپنی چاہت سے روشناس کرا کے گئی ہے۔ وہ نکاح ہونے کے بعد بھی گناہ گاری پر آمادہ ہے۔ منال، حمزہ کے بارے میں سنجیدہ نہیں ہے ماما! وہ لڑکی جذبات سے ہٹ کر سوچتی ہے، کیونکہ اس کی سوچ مشرقی اقدار سے ہٹ کر ہے۔ وہ مختلف لڑکی ہے ماما!''

''اوہ..... آخر وہ کتنی مختلف ہے سندس؟'' ماما نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ ''دنیا سے نرالی تو نہیں ہے نا؟ ہے تو بہرحال ایک لڑکی ہے۔ میں دوبارہ کہتی ہوں بیٹا! تم صرف وقت گزرنے کا انتظار کرو، میں زمانے کے سرد و گرم سے واقف ہوں۔ میرا مشاہدہ غلط نہیں ہے۔ دیکھو، گزرتا وقت اُڑتی دُھول بٹھا دیتا ہے اور جب دُھول چھٹتی ہے تو منظر بھی صاف ہو جاتا ہے بیٹا!''

''نہیں ماما!..... میں وقت گزرنے کا انتظار نہیں کر سکتی۔ میں منال نام کی تلوار اپنے سر پر لٹکائے رکھنے کی اذیت نہیں سہہ سکتی۔ یہ میرا فیصلہ ہے ماما! بھائی کی شادی ارما سے نہیں ہوگی اور نہ ہی کوئی منال اس کے توسط سے اس گھر میں آئے جائے گی۔''

''اوکے ڈیئر!'' ماما نے ہاتھ اٹھا کر اس مرتبہ بے حد خشک انداز میں بات ختم کرنے کی ٹھانی۔ ''اگر یہی تمہارا فیصلہ ہے تو میرا فیصلہ بھی سن لو۔ میری بہو صرف ارما بنے گی، منال کی بہن ارما۔ کیونکہ وہ میرے بیٹے کی پسند ہے اور میری خواہش بھی۔''

''اوہ نو۔'' سندس نے حیرت اور بے یقینی سے ماں کو دیکھا۔ ''اور میری زندگی..... میری خوشیاں؟..... کیا میری پرابلم Solve کرنے کا کوئی فرض نہیں ہے آپ کا؟..... کیا اپنی بیٹی کے دکھ کا کوئی اندازہ نہیں ہے ماما؟''

''ہے بیٹا!'' ماما کا لہجہ سنجیدگی سے پُر تھا۔ ''مگر تم نے میری بات پوری سنی کب ہے؟ ذرا دھیرج تو رکھو۔'' سندس، شامیر کو دیکھنے لگی، جو ماں کی بات سن کر بے قراری سے کبھی بہن کو تکتا تو کبھی ماں کی صورت دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر پریشانی اور وجود اضطراب میں گھرا تھا۔ ماں نے دونوں بچوں کے تاثرات بھانپ کر جیسے نظریں چرائیں اور رخ موڑ کر بولیں۔

''ہم بات وہیں سے شروع کرتے ہیں بیٹا! میں کہہ رہی تھی، میری بہو ارما بنے گی۔ کیونکہ وہ شامیر کی چاہت ہے۔ رہ گیا سندس کا پرابلم تو اس کا واحد حل یہ ہے کہ سندس کو کسی سائیکارٹسٹ سے رجوع کرنا چاہئے۔ وہ تھوڑی سائیکک ہو گئی ہے، اسے ہماری کوئی بات، کوئی ہمدردی اور صلاح و مشورہ پسند نہیں آ رہا۔ وہ صرف اپنے لئے.....''

''اوہ پلیز ماما!'' سندس کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔ ''آپ اس طرح میری انسلٹ نہیں کر سکتیں۔''

''میں تمہاری انسلٹ نہیں کر رہی بیٹا! تمہاری ہمدردی میں بول رہی ہوں۔ دیکھو ہنی! منال کی نام نہاد محبت اتنی خطرناک نہیں ہے، جتنی تم خود اپنے لئے ہو۔ انسان کا سب سے بڑا دشمن خود اس کی منفی سوچ ہوتی ہے سندس! اس وقت وہ خودغرضی اور مفاد پرستی کی پٹی آنکھوں پر باندھ کر ضدی ہونے کا جنون اختیار کر لیتا ہے۔ تم پر بھی کچھ ایسا ہی جنون سوار ہے۔ تم اپنے بگڑتے حالات کو کنٹرول کرنے کے بجائے اسے مزید اُلجھانے پر آمادہ ہو اور اس کے لئے تمہاری کوئی مدد نہیں کی جا سکتی۔''

سندس دم بخود سی ہو کر ماں کو گھورنے لگی، اس کے چہرے کا تاثر اس قدر گمبھیر تھا کہ شامیر نے گھبرا کر ماما کو دیکھا اور بے اختیاری سے بولا۔

''آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں ماما؟.....سندس کو نظر انداز کیسے کیا جا سکتا ہے؟ وہ ہماری بیٹی ہے۔اس کی پریشانی ہم سب کی پریشانی ہے اور اسے اس مشکل گھڑی میں سہارا دینا ہمارا فرض ہے۔''

''اوکے۔'' ماما نے بے اعتنائی سے کاندھے اچکائے۔''تو تم فرض نبھاؤ شامیر! سندس کا دکھ میرا بھی دکھ ہے۔مگر تمہاری بہن اپنا دکھ تم پر مسلط کر کے تمہاری خوشیاں برباد کرنا چاہتی ہے، جو میں ہونے نہیں دوں گی۔اپنے گھر کی سکھ شانتی کے لئے وہ تمہیں قربانی کا بکرا نہیں بنا سکتی۔میں سندس کی یہ غرض پوری نہیں ہونے دوں گی، دیٹس فائنل۔''

''اوکے ماما.....!'' سندس کا لہجہ جل رہا تھا۔وہ کٹیلا انداز لئے، ماتھے پر بل ڈال کر بولی۔''آپ اپنی سی کر دیکھئے، میں بھی ایسا ہونے نہیں دوں گی۔میں ڈیڈی سے بات کروں گی، انہیں یہ صورتِ حال بتا کر اپنی زندگی میں در آنے والے خطرے سے آگاہ کروں گی۔آئی ایم شیور، ڈیڈی مجھے آپ کی طرح اکیلا نہیں چھوڑیں گے۔اپنی چہیتی بیٹی کی خوشی کے لئے آپ کو صرف ایک حکم دیں گے۔یہی کہ میر بھائی کی شادی ارما سے نہیں ہوگی۔تب آپ کو وہی کرنا ہوگا، جو ڈیڈی چاہیں گے۔آپ کی ضد آپ کو کچھ اور کرنے نہیں دے گی۔''

''نہیں سندس.....!'' ماما کی مسکراہٹ بے حد خوب صورت تھی۔''مجھے جو کرنا تھا، وہ میں کر چکی ہوں۔اس بار میرا فیصلہ تمہارے ڈیڈی بھی بدل نہیں سکتے۔اس مرتبہ اپنے بیٹے کی زندگی کا سب سے اہم فیصلہ میں نے کیا ہے۔ذکاء تمہاری شادی کے لئے اپنے فیصلے کا حق استعمال کر چکے ہیں۔اب انہیں وہی ماننا ہوگا، جو میں نے طے کیا ہے۔اب ان کا کوئی حکم میرے فیصلے کے خلاف نہیں جا سکتا۔تم بہت جلد یہ تبدیلی دیکھ لوگی، مائی سویٹ ہارٹ!''

ماما کا دھوپ چھاؤں انداز، ان کے بدلتے لہجے کے ساتھ مل کر سندس کو حیرتوں میں ڈبو گیا۔آج اس کے سامنے ماں کا روپ دھارے کوئی نئی عورت کھڑی تھی، باوقار اور پُراعتماد عورت، جسے اپنے کہے پر پورا بھروسہ تھا۔یہ انہونی کیسے ہوگئی تھی؟ ماما، ڈیڈی کے خلاف جا کر اپنی بات منوانے کا حیرت انگیز انکشاف کر رہی تھیں۔کیا ماما، ڈیڈی کا سرد رویہ اور حاکمانہ مزاج بول گئی تھیں؟ یا انہیں اپنے فیصلے پر کامل یقین تھا کہ جیسا وہ کہہ رہی ہیں، وہ ہو کر رہے گا۔

سندس گنگ کھڑی تھی کچھ اور نہ سوجھا تو فکرمندی سے بولی۔

''آر یو آل رائٹ ماما؟''

ماما کی ہنسی نکل گئی۔

''آف کورس بے بی! آئی فیل گریٹ ایٹ دِس مومنٹ۔مجھے اُمید ہے، ڈیڈی کو فون کر کے تم انہیں میرے فیصلے سے ضرور آگاہ کرو گی۔انہیں بتا دینا میرا فیصلہ برقرار رہے گا۔اسے ان کا انکار توڑ نہیں سکتا۔''

سندس کے لبوں پر قفل پڑ گیا۔وہ ٹکر ٹکر ماں کی صورت دیکھ رہی تھی، جبکہ شامیر کے ہونٹوں

پر بے حد آسودہ مسکراہٹ رقصاں تھی۔ماں کی جرأت اور بدلتا مضبوط لہجہ اسے بے حد بھایا تھا۔گویا وہ اس کے سمجھانے پر اپنے اندر واضح تبدیلی لے آئی تھیں۔انہوں نے پہلا فیصلہ شامیر کی خوشیوں کو بچانے کے لئے کیا تھا اور اس فیصلے نے ڈیڈی کے خلاف بغاوت کا اعلان بھی کر دیا تھا۔وہ اعلان، ماما کے دبے سہمے وجود کو نئی اور آزاد عورت کا جامہ پہنا رہا تھا، جس کی زندگی کے معنی بدل گئے تھے۔

❀❀❀

دروازہ منال نے کھولا تھا اور لاک کھولتے ہی وہ تصویرِ حیرت بنی اپنی جگہ جم گئی۔ اس کے سامنے حمزہ اور راحت آنٹی مسکراتے چہروں کے ساتھ موجود تھے۔ منال کی نظر اپنے آپ حمزہ کا چہرہ کھوجنے لگی۔ وہ آج وطن لوٹ آیا تھا۔ صحت مندی کی چمک اس کے گندمی چہرے کو شادابی اور دلکشی سے نکھار گئی تھی۔ وہ پہلے سے فربہ تھا، مگر یہ فربہی اس کی دراز قامتی سے مل کر اچھا تاثر دے رہی تھی۔ حمزہ بے حد ڈیشنگ اور گریس فل لک کے ساتھ منال کو اپنے اندر اترتا محسوس ہوا۔ وہ کسی نئی نویلی دلہن کی طرح بیر بہوٹی بنی کھڑی تھی۔ حمزہ اور راحت آنٹی اس کے تاثر سے حظ اٹھاتے اندر چلے آئے، تب جا کر منال کو ہوش آیا تھا۔

''السلام علیکم آنٹی!'' اس نے حیا آمیز گھبراہٹ کے ساتھ سلام کیا تو انہوں نے بانہیں پھیلا دیں۔

''وعلیکم السلام!..... کیسی ہے میری بہورانی؟'' وہ اسے پیار کر رہی تھیں۔

''اچھی ہوں۔'' وہ لال ہوگئی۔

''کمال ہے۔'' حمزہ نے شوخی سے منہ بنایا۔ ''ہمارے بغیر بھی اچھی ہے۔ دِس از ناٹ فیئر، مسز حمزہ ابراہیم!'' آنٹی بے اختیار ہنس پڑیں۔

ادھر منال، حمزہ کے ذومعنی جملے پر بلش ہو کر رخ موڑ گئی مگر وہ خاصا موڈ میں تھا۔ شاید منال کو دیکھ کر وہ سات ماہ کی جدائی اور کلفت بھلا بیٹھا تھا، اسی لئے اب وہ جانِ جاں، نگاہِ شوق میں آئی تو دیکھنے سے دل نہیں بھر رہا تھا۔ وہ قدم بڑھا کر اس کے قریب ہوتا ہوا بولا۔

''ایک سلام ادھر بھی عرض کر ڈالیے۔ بندہ مومن ہے، آپ تو جانتی ہیں نا۔''

منال کے لبوں پر شرمگیں مسکراہٹ چمکی، اس نے جھکی پلکوں کے ساتھ دھیرے سے سلام کہہ دیا۔ وہ بزرگوں کی طرح دعائیں دینے لگا۔

''جیتی رہیے۔ سدا سہاگن رہیے۔ اور اپنے شوہر کا گھر جلد سے جلد آباد کیجئے۔''

''شش....'' اس کی امی نے مصنوعی خفگی سے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ ''اپنے سسرال میں کھڑے ہو حمزہ! مت بھولو، تمہاری ساس صاحبہ ایسی شوخیوں کو بالکل پسند نہیں کرتیں۔''

''تو نہ کریں۔'' وہ لب دبا کر مسکرایا۔ ''ہمیں ہماری امانت لے جانے دیں۔ منال ہمارے گھر آجائے گی تو گھر کی رونق بن جائے گی۔ تب آپ کو ہماری شوخیوں پر اعتراض نہیں

ہونا چاہئے امی! آخر میرے بھی کچھ ارمان ہیں، آپ کو تھوڑا مارجن دینا ہوگا۔''

''چل، پگلا کہیں کا۔'' وہ جھینپ کر اسے مار بیٹھیں۔ ''میں بھلا تمہارے ارمانوں پر پانی کیوں پھیروں گی حمزہ؟ تمہاری شوخیاں حد میں رہیں تو مجھے کیا اعتراض ہوگا؟ تم دونوں خوش رہو، میری تو بس یہی دعا ہے اللہ سے۔''

حمزہ ہنس دیا۔ تب منال نے اسے فہمائشی نگاہ سے دیکھا اور راحت آنٹی کو اندر آنے کا کہہ کر خود لپکتے قدموں سے امی کے کمرے میں گھس گئی۔

وہ بڑی محویت سے بستر پر نیم دراز کسی اسلامی کتاب کے مطالعے میں مصروف تھیں۔ منال کو برق رفتاری سے آتا دیکھا تو گھبرا کر سیدھی ہو بیٹھیں۔ پھر اس کے چہرے کی گلابی دمکتی رنگت کو دیکھ کر چونکتے ہوئے بولیں۔

''کیا ہوا منال؟ خیریت تو ہے نا؟ یہ اتنی تیزی کس لئے؟''

''امی! وہ..... وہ آئے ہیں۔'' اس کی زبان لڑکھڑا سی گئی۔ انہیں ایسا لگا، جیسے منال نظریں چرا رہی ہو۔

''کون بیٹا؟'' امی کا ماتھا ٹھنکا۔ ''کیا عرفان آیا ہے، دائم کے ساتھ؟''

''نن..... نہیں امی! وہ آئے ہیں، اپنی امی کے ساتھ۔'' منال آج پہلی بار جانے کیوں اس قدر نروس تھی۔ دل کی دھڑکن کی رفتار بدل گئی تھی اور چہرہ پھول کی طرح کھل اُٹھا تھا۔ دھڑکنوں میں بجتے انوکھے راگ نے منال کو اپنی بدلتی حالت پر خود حیران کر دیا تھا۔

ادھر امی کی حیرانی قابلِ دید تھی۔ منال کا ہچکچایا انداز اور لہجے میں چھپی ایک نامعلوم سی سرخوشی انہیں بے حد عجیب سی لگی۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی وضاحت مانگتیں، حمزہ نے کمرے میں آکر ان کی گود میں سر رکھ دیا تھا، اس کا انداز، فرماں بردار بیٹے کا سا تھا۔

''ارے تم.....'' امی کے چہرے پر گلاب کھِل اُٹھے۔ ''کیسے ہو میرے بچے؟'' انہوں نے لپک جھپک کر حمزہ کی بلائیں لے ڈالیں۔ وہ کھلکھلا کر ہنس دیا۔

''ایک دم فرسٹ کلاس۔ بقول امی کے خوب صحت بنا کر لوٹا ہوں۔ ہے نا؟''

''ہاں۔ ماشاء اللہ، نظر بد دُور رہے۔ اللہ کی امان میں رہو۔'' انہوں نے بے ساختہ اس کی پیشانی چوم لی۔ ''یوں اچانک چلے آئے۔ کم سے کم آنے کی خبر تو دیتے۔ عرفان اور اس کے ابو تمہارے استقبال کو ایئر پورٹ آجاتے۔''

''ارے نہیں آنٹی! انہیں تکلیف دے کر کیا ہوتا؟ مجھے گھر ہی آنا تھا۔ اور ویسے بھی میں سرپرائز دینا چاہتا تھا آپ سب کو۔ منال کا تاثر میں دیکھ چکا ہوں۔ آپ سب کو کیسا لگا یہ سرپرائز؟'' وہ بے حد خوش تھا۔

''بہت اچھا لگا بیٹا! سات آٹھ ماہ بعد تمہیں سامنے پا کر دل کو سکون سا ملا ہے۔ آج تمہاری ماں بھی شاد ہوگئی ہوگی، کیوں راحت؟'' امی نے اٹھ کر انہیں گلے لگا لیا۔ وہ بھی

جذباتی ہو گئیں۔

''ہاں۔ آنکھیں ٹھنڈی ہو گئی ہیں حمزہ کو دیکھ کر۔ ماں کا دل بچے کی جھلک سے ہی کھِل اُٹھتا ہے۔''

''سو تو ہے۔ مبارک ہو آپ کو۔ خیر سے کامیابی حاصل کر کے آیا ہے۔ کیوں بھئی، کورس تو پورا ہو گیا نا تمہارا؟'' ان کا سوال حمزہ سے تھا۔

''جی آنٹی!'' اس نے اپنی مسکراہٹ چھپا لی۔ ''کامیابی کورس پورا ہونے پر ہی مل سکتی ہے، سو میں بھی کامیاب لوٹا ہوں۔''

''چلو، مبارک ہو تمہیں۔ اب خوب ترقی کرنا، اللہ تمہیں بہت عزت سے نوازے، پھلو پھولو اور شادکام رہو۔''

''آمین۔'' اس نے فوراً ہاتھ منہ پر پھیرے تو منال کی مسکراہٹ تھم نہ سکی۔ حمزہ اس کا تاثر بھانپ چکا تھا۔

''آنٹی! کیا پاکستان میں ٹوتھ پیسٹ کی قیمت بہت گر گئی ہے؟'' اس کی سنجیدگی سب کو حیران کر گئی۔

''کیا مطلب؟'' امی نے حیران ہو کر دیکھا۔ ادھر منال کا چہرہ گلال ہو گیا۔ حمزہ کی شوخی بے حد ذو معنی تھی۔

''مطلب یہ کہ لوگ بڑی Toothy Smile پاس کر رہے ہیں۔ لگتا ہے، اس دل پر بجلی گرا کے دم لیں گے۔ ہے نا آنٹی؟''

''یہ کیا بول رہے ہو حمزہ؟'' راحت آنٹی نے بیٹے کو گھورا تو امی نے جھینپ کر نظریں چرا لیں۔ انہیں داماد کا ذو معنی جواب بہت اچھی طرح پلّے پڑا تھا۔ تب انہوں نے دانستہ بات بدل ڈالی۔

''تحریم بہت خوش ہو گی آج..... اسے بھی ساتھ لے آتیں، راحت!''

''وہ کل آئے گی۔ آج واقعی وہ بہت خوش ہے۔ حمزہ کی کامیابی پر اس نے پورے محلے میں مٹھائی تقسیم کی ہے۔ میری بیٹی کی آنکھوں سے شکر گزاری کے اشک نہیں تھمتے۔'' انہوں نے جیسے تحریم کی خوشی کو جتایا۔

امی مسکرا دیں۔ ''بھئی اصل ماں تو وہی ہے حمزہ کی۔ اور ماں کا دل بہت گداز ہوتا ہے، راحت! ماشاء اللہ، بے حساب محبت کرتی ہے وہ اپنے بھائی سے۔''

''جی بھابی!..... وہ حمزہ کو دیکھ کر جیتی ہے۔ ویسے آج ایک پیام بھیجا ہے آپ کو۔ کہہ رہی تھی، منال کی امی کو کہئے گا، بیٹی کو رخصت کرنے کی تیاری کر لیں۔ اب حمزہ اکیلا نہیں رہے گا۔'' انہوں نے ہنستے ہوئے مدعا کہہ ڈالا۔

''ہاں، ہاں۔ کیوں نہیں۔ منال آپ ہی کی امانت ہے۔ جب دل چاہے، رخصتی کرا

لیجئے۔'' امی نے فوری رضامندی ظاہر کی تو حمزہ کی گہری نظر پاس کھڑی منال کی جانب اُٹھ گئی۔ وہ کچھ خجل سی کھڑی تھی۔ اس کا لجایا شرمایا انداز، گلابی دمکتے چہرے کے ساتھ حمزہ کو سکون دیتا محسوس ہوا۔ اسے بالکل امید نہ تھی کہ وہ لڑکی اتنی وارفتگی اور اپنائیت سے اس کا استقبال کرے گی۔

دائم کی دیوانی، اپنا رخ حمزہ کی طرف موڑ چکی تھی۔ اب اس کے دل میں بسنے والی چاہت صرف اور صرف حمزہ کے نام سے موسوم تھی اور منال کی آنکھوں میں حمزہ کا نقش بن کر اُبھر آئی تھی۔ وہ بڑی دلچسپی اور بھرپور نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ منال کے لبوں پر چمکتی شرمیلی مسکراہٹ اور بار بار حیا کے بوجھ سے جھکنے والی پلکیں اس بات کا ثبوت تھیں کہ اب حمزہ ہی اس کی کائنات تھا۔ وہ اندر ہی اندر بہت شانت سا ہو گیا۔ دل چاہا، اسے چپکے سے اپنی بانہوں میں لے لے۔ مگر وہ دم سادھے اس کے رخساروں پر مچلتے ضوفشاں سائے کو دیکھتا رہا، جو اس کی گھنیری پلکوں کی جنبش سے کبھی سویرے میں بدلتا تو کبھی کسی رومانی شام میں۔ لبوں کی بھیگی مسکان کے ساتھ حیا کے بار سے جھکنے والی پلکیں اُٹھتی اور گرتی رہیں، تب حمزہ کا دل مچل گیا۔ امی کا خیال کئے بغیر اس نے ہاتھ بڑھا کر منال کو اپنی طرف موڑ لیا۔

''سنو!..... تم سامان پیک کر لو اپنا۔ میں آج تمہیں لے جاؤں گا۔''

''آج.....؟'' وہ یک دم گھبرا گئی۔ ''آج کیوں؟''

''ہاں، آج کیوں بیٹا؟'' امی کو جیسے ہول سا پڑنے لگا۔ ''ابھی تو آئے ہو اور میں آج ہی منال کو کیسے رخصت کر دوں؟''

''لیکن آپ نے ابھی خود ہی کہا ہے، جب دل چاہے، منال کو لے جاؤں، وہ امانت ہے میری۔'' اس کی شوخی معنی خیز تھی۔ امی ہڑبڑا سی گئیں۔

''ہاں، کہا ہے۔ مگر بیٹا! میرا..... میرا وہ مطلب نہیں تھا۔''

''ارے، آپ کس کی باتوں میں آ گئیں، بھابی! حمزہ مذاق کر رہا ہے۔'' راحت آنٹی نے ہنس کر تسلی دی تو منال نے شوخ نگاہی سے حمزہ کو گھورا۔

''بہت چالاک ہو گئے ہیں آپ..... کیوں؟''

''کیوں کا کیا مطلب؟..... پہلے بدھو تھا کیا؟'' اس کا سوال زیرِ لب تھا۔

''ہوں۔'' منال نے لب دبا کر سر ہلایا۔ ''تب ہی تو شادی کا فیصلہ کیا تھا مجھ سے۔''

''سو تو ہے۔ اور اپنی یہ حماقت مجھے تا عمر بھگتنی ہو گی۔'' اس نے منہ بنایا تو منال کی ہنسی رک نہ سکی۔

حمزہ کو لگا، جیسے آس پاس بارش کی نرم بوچھاڑ، جلترنگ کی صورت برس گئی ہو۔ بہار کی پہلی بارش، جس میں بھیگ کر بندہ سرشار سا ہو جاتا ہے۔

محبت کا سکھ کتنا دل آویز ہے خدایا!..... حمزہ نے بے اختیار سوچا تھا۔ منال کی شگفتگی اور

برجستگی ہی حمزہ کو بھاتی تھی، شاید۔ آج منال کا موڈ بے حد خوشگوار تھا اور یہ خوشگواری، حمزہ کی آمد سے مشروط تھی۔ اس نے سب کی نظر چرا کر اپنی منکوحہ کا ہاتھ تھام لیا۔

''آئی لو یو منال!'' یہ اس کے دل کی آواز تھی، جو منال کے اندر باہر گونجنے لگی۔ اس نے بے اختیار اپنا ہاتھ حمزہ کی مضبوط گرفت سے باہر نکال لیا۔ دل اپنی رفتار کھو بیٹھا تھا۔ اب ہمت کہاں تھی کہ وہ جھکی نظریں اُٹھا کر محبت کے اس دیوانے کو دیکھ پاتی۔ راحت آنٹی کے لبوں پر ذومعنی مسکراہٹ چمکی تو خفا سی امی نے ناگواری سے منال کو گھورا۔

''اب تک یہیں کھڑی ہو منال! ارما کو بلاؤ، آ کر سلام دعا کرے اپنی آنٹی سے۔ اور ہاں، آج میرا بچہ گھر آیا ہے، سو کھانے پر بھی اہتمام ہونا چاہئے۔ سب کچھ حمزہ کی پسند سے بنے گا، یہ خیال رکھنا۔''

''بالکل، بالکل..... تم نے سنا، منال؟'' حمزہ کی چمکتی آنکھوں میں اب بھی ان کہی شوخی تھی۔ ''آج سب کچھ میری پسند کا بنے گا، سو ڈونٹ فارگیٹ اِٹ۔''

''او کے!'' منال نے پلٹ کر اسے دوبارہ دیکھا اور سر ہلا کر مسکراتی باہر چلی آئی۔ اس کے لبوں کی مسکراہٹ بے حد آسودہ تھی۔

حمزہ کی محبت نے اسے زندگی کے نئے رنگ ڈھنگ سے متعارف کروانا شروع کر دیا تھا اور چاہت بھرے وہ گلاب، منال کے لئے بے حد پسندیدہ تھے۔ آج وہ بہت خوش تھی اور خوشی کا کوئی پیمانہ نہیں ہوتا، وہ بے حساب ہوتی ہے۔ سو منال کا من بھی جھوم اُٹھا تھا۔

زندگی جانے کتنے زاویوں سے گزر آئی تھی، لیکن اس پگلی کو اس بات کا ذرا سا احساس بھی نہ تھا۔ رہِ حیات میں اس نے کیا کھو کر کیا پایا تھا اور کس طرح پایا تھا، یہ خیال ذہن کے کسی گوشے میں فی الوقت نہیں تھا۔ بس ایک سرشاری تھی، جس میں رہ کر وہ روح شانت تھی اور طبیعت پُرسکون..... دل کی طلب بدل چکی تھی۔ حمزہ کی وارفتگی اور فطرت کی سادگی نے منال کے وجود کو بالآخر اپنے سحر میں جکڑ لیا تھا۔ اب اس کی محبت سے پہلوتہی کرنا منال کے بس میں نہ رہا تھا۔

وہ خوش باش سی کمرے سے نکل آئی لیکن باہر آتے ہی پہلی نظر جس چہرے کی طرف اُٹھی، وہ چہرہ پل بھر میں اس کی خوشی لے اُڑا۔ سرمستی میں دھک دھک کرتی دھڑکن یکلخت رک سی گئی۔ جھومتا من ساکت ہوا اور ساتھ ہی قدم زمین سے چپک گئے۔

لاؤنج کے دروازے سے کچھ پرے عرفان بھائی کے عقب میں دائم کو آتا دیکھ کر منال کے ہوش اُڑ گئے۔ وہ مسکراہٹ، جو نرم لبوں کو روشن کر رہی تھی، اس لمحے معدوم ہو چکی تھی۔

دائم کی اچانک آمد اس کا سکون اُڑا لے گئی۔ وہ بے قرار سی ہو کر وہیں ٹھہر گئی۔ نگاہوں کا مرکز اب صرف ایک ہستی تھی اور وہ دائم کی ذات تھی۔

آج پھر وہ چہرہ نظروں کے سامنے تھا۔ یہ دائم کی منال سے دوسری ملاقات تھی۔ وہ لنچ کے بعد دوستی کے تقاضے نبھانے عرفان کے آفس آیا تھا اور ان ہی کے اصرار پر اب ابو امی کو سلام کرنے گھر چلا آیا تھا، لیکن ان کی آمد سے پہلے ہی ابو دوپہر کا کھانا کھا کر اپنے کام پر لوٹ چکے تھے۔ عرفان کا گھر چلنے پر اصرار گو کہ بہت مخلصانہ تھا، لیکن دائم کی ابو سے یہ ملاقات درحقیقت شامیر کا راستہ ہموار کرنے کے لئے تھی۔ وہ چاہتا تھا، آج ابو سے مل کر اس بارے میں کوئی بات کر لے، لیکن گھر کی دہلیز پار کرتے ہی سامنا جس ہستی سے ہوا، اسے مقابل دیکھنا دائم کی خواہش نہیں تھا۔ وہ کیا کرتا؟..... منال کا یوں اچانک سامنے آ جانا، تقدیر کی ستم ظریفی کے سوا اور بھلا کیا ہو سکتا تھا۔

اب وہ دشمنِ جان دم بخود ہو کر دائم کے سامنے کھڑی تھی۔ اس کی بے قرار نگاہیں، عرفان بھائی کے عقب میں موجود دائم کے سراپا پر لگی تھیں، جہاں ایک لمحے میں اضطرابی کیفیت اُمڈ آئی تھی۔ دل ایک ساعت رک کر بڑے زور سے دھڑکا تھا۔ دائم بت بنا اس نام نہاد محبت کا چہرہ دیکھنے پر مجبور تھا، جسے خود اس نے تشنگی کے سپرد کیا تھا۔ وقت سے بڑھ کر کوئی شے ظالم نہیں ہوتی۔

گزرتے لمحات، منال اور دائم کو اس حقیقت کا ادراک بخش رہے تھے۔ دونوں اپنی اپنی جگہ ایک بے نام سی خلش میں ڈوبے لبوں پر چپ کی مہر لگائے، ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے، مگر دل کی دھڑکنوں میں اُٹھتا فشار کچھ اور ہی کہہ رہا تھا۔

اذیت اپنی قسمت تھی، اذیت سے نہیں نکلے
جدا ہو کر بھی ہم دونوں محبت سے نہیں نکلے
انا کے دائروں میں تھے، سو اِک دوجے کو دھتکارا
مگر پھر بھی عمر بھر دونوں ملامت سے نہیں نکلے

عرفان بھائی، اطراف میں بسی ذومعنی خاموشی سے چونک اٹھے۔ ان کی گرم تیز نگاہ، منال کی بے خودی سے جل کر اپنے دوست دائم کی جانب اُٹھی۔ وہ چلتے سے رک گیا تھا اور ان سے چند قدم دُور ساکت کھڑا تھا۔

اس کی ٹکٹکی بندھی نظر، گم صم سی منال کو گھیرے ہوئے تھی، جو زرد کاٹن کے سادہ سے سوٹ پر پنک اور پرپل کلر کے خوب صورت پرنٹ والا دوپٹہ اوڑھے اپنے لمبے بالوں کی سیاہ چوٹی کو بے وجہ بل دے رہی تھی۔ اس کے ہاتھ اضطراری حالت کے ساتھ ہولے ہولے کپکپا رہے تھے۔ دائم کو گھر کی دہلیز پر اچانک دیکھنا شاید اس کے وہم و گمان سے پرے تھا۔ وہ پریشان نہیں تھی، مگر اس کے گلابی چہرے کا تاثر گھبراہٹ کے احساس کو سمیٹ لایا تھا۔ ماتھے پر پسینے کی بوندیں چمکنے لگی تھیں۔

ادھر اچانک بننے والی اس صورتِ حال پر عرفان کچھ بوکھلا سے گئے۔ اس سے پہلے کہ

منال کو کچھ کہتے، دائم کی بھاری آواز فضا میں گونجی تھی۔

''عرفان! میں بعد میں آتا ہوں یار!''

''ارے بعد میں کیوں؟ ابو امی کو سلام کئے بنا لوٹ جاؤ گے؟'' انہوں نے تیزی سے خود کو سنبھالا۔

''میں پھر آ جاؤں گا، یار! فی الوقت میرا رُکنا مناسب نہیں۔'' وہ فوراً پلٹ گیا۔

''ٹھہریئے عرفان بھائی!'' منال نے عجلت سے مداخلت کی۔ ''حمزہ آئے بیٹھے ہیں، پہلے ان سے مل لیجئے۔''

''حمزہ.....؟'' عرفان بے حساب چونکے۔ ادھر دائم کے اُٹھتے قدموں کو زنجیر پڑ گئی، وہ مڑ کے منال کو دیکھنے لگا۔

''کیا مطلب منال؟ کیا حمزہ پاکستان میں ہے؟'' عرفان اس اطلاع پر حواس باختگی سے ایک بے تکا سوال کر بیٹھے۔ دائم کی سنجیدگی کے باوجود ہنسی نکل گئی۔

''کیسی احمقانہ بات کر رہے ہو یار؟..... حمزہ پاکستان میں ہے، تب ہی تو تمہارے گھر آیا ہے۔''

''اوہ..... واٹ اے پلیزنٹ سرپرائز۔ آؤ دائم! پہلے حمزہ سے مل لیں۔'' وہ Excited سے ہو گئے۔

''ہاں چلو۔'' دائم واپس پلٹ آیا۔ عرفان ڈگ بھرتے اندر کمرے میں چلے گئے۔ تب دائم کے قدم منال کے نزدیک آ کر رک سے گئے۔ اس کی گہری نظر منال کے خوب صورت چہرے پر ٹھہر گئی۔

''اب کوئی ناٹک نہیں ہونا چاہئے۔ میں حمزہ کو دُکھی نہیں دیکھ سکتا، سمجھیں؟''

''ٹھیک کہتے ہیں آپ۔'' منال کا جواب فوری تھا۔ ''حمزہ کے ہوتے میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں۔ میں یہ وعدہ، ارما سے کر چکی ہوں اور جانتی ہوں، تقدیر کے آگے سارے معاملات سرنگوں رہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔''

''رئیلی.....؟'' دائم کی حیرت حد سے سوا تھی۔ اس نے ایک بار پھر منال کو بہ غور دیکھا۔

''آئی کانٹ بلیو دِس۔ ایسا کہہ کر کہیں تم کوئی غلطی تو نہیں کر رہیں، منال؟''

''نہیں۔'' منال کا سر جھک گیا۔ ''غلطی یہ نہیں ہے دائم جی! غلطی وہ تھی، جو میں اب تلک کرتی آئی ہوں۔ میں نے آپ کو چاہا، ایک یہی الزام بہت ہے میرے لئے۔ اب مزید کوئی حماقت نہیں ہو گی۔''

''اوہ..... واٹ اے گریٹ چینج۔'' وہ ششدر کھڑا تھا۔ ''تمہاری سمجھ داری بہت حیرت انگیز ہے منال! بٹ تھینکس گاڈ، تم نے Realize تو کیا کہ مجھ سے محبت کر کے تم نے حماقت کی ہے۔''

''میں نے ایسا کب کہا، دائم جی؟'' وہ اس کے عین مقابل آ گئی۔ بے جھجک اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولی۔ ''آپ سے محبت حماقت نہیں، وہ انمول احساس ہے، جو میرے دل کو میری آخری سانس تک اپنے گداز سے بھرتا رہے گا۔ میں نے آپ کو چاہا، یہ سچ میری زندگی کا ایسا رخ ہے، جسے اب میں لوگوں کی نظر میں لانا نہیں چاہتی۔ مجھے آپ سے محبت ہے، یہ حقیقت بدل نہیں سکتی دائم! لیکن یہ چاہت اب تماشا نہیں بنے گی۔ وجہ حمزہ کی ذات ہے، جن کا ساتھ میں نے پورے دل سے قبول کیا ہے۔ وہ ساتھ میں مرتے دم تک نبھاؤں گی، لیکن اس کی ایک شرط ہو گی۔''

''شرط.....؟'' دائم نے تعجب سے اپنے سامنے کھڑی اس نازک سی لڑکی کو دیکھا۔

''کیسی شرط؟''

منال نے اس کی آنکھوں سے چھلکتی حیرت کو جیسے اَن دیکھا کیا اور ذومعنی انداز سے بولی۔ ''محبت اظہار کے بغیر ادھوری رہتی ہے، دائم جی! آپ جانتے ہیں، میرا اظہار آپ تک کسی حیل و حجت کے بغیر پہنچا ہے، لیکن جواب میں آپ نے زبان نہیں کھولی۔ میں ایک بات بتاؤں، دائم جی! محبت اظہار نہ بنے تو محبوب کی امانت بن جاتی ہے اور اس امانت کا بوجھ جتنی جلدی اُتر جائے، اچھا ہے۔ سو آپ کو بھی اپنی امانت کا بوجھ اتارنے کے لئے میری شرط کو ماننا ہو گا۔''

''واٹ.....؟'' وہ اچھل پڑا۔ منال کی بات اس کے دل کو پنکھ لگا کر اُڑتے رہنے پر مجبور کر گئی تھی۔ وہ اپنی گھبراہٹ چھپانے کو رخ پھیر کے بولا۔ ''مطلب کیا ہے تمہارا؟ جب تم سارے معاملات آپ ہی ختم کر چکی ہو تو پھر باقی کیا رہ جاتا ہے؟ اب یوں شرط کا چکر چلا کر کون سا نیا ڈرامہ رچانے کی تیاری کر رہی ہو؟''

''میں کوئی ڈرامہ نہیں کر رہی، دائم جی! میں اندر باہر سے بہت صاف شفاف لڑکی ہوں، میرے جذبات اور ان کی شدت سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ میری ان آنکھوں میں دیکھئے، ان بولتی آنکھوں کی زبان، آنکھیں ہی جان سکتی ہیں۔ ذرا بتایئے تو، کوئی جھوٹ ہے ان میں؟''

منال قدم بڑھا کر اس کے نزدیک ہو گئی۔ دائم کا دل دھڑ دھڑانے لگا، اس کی پیشانی لاتعداد قطروں سے جھلملا اُٹھی، بدن لمحے میں بھیگا تھا۔ وہ نہ چاہ کر بھی منال کی کالی بھور آنکھوں میں ڈوبنے لگا۔ کتنی روشن اور اُجلی آنکھیں تھیں اس کی۔ آج ایک بار پھر وہ اس لڑکی کی دیوانگی سے مسحور کھڑا تھا۔ یوں جیسے کوئی معمول ہو۔ اس کی بے خودی، منال کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر گئی۔ وہ نگاہ پھیرے بغیر ہولے سے بولی۔

''آپ کو آج یہ اقرار کرنا ہو گا کہ آپ بھی مجھ سے.....'' منال نے دانستہ بات ادھوری چھوڑ دی۔

دائم کا دل اُچھل کر حلق میں آ اٹکا۔ بدن میں جیسے جھرجھری سی جاگی۔ وہ کرنٹ کھائے

انداز میں جیسے کسی مسمریز کنڈیشن سے باہر نکلا تھا۔

''مم..... میں..... میں تمہیں نہیں چاہتا منال!..... تم یہ بات جانتی ہو۔'' اس کی آواز، اس کے کنٹرول سے باہر تھی۔ ''سندس میری پہلی اور آخری چوائس ہے۔ اب وہ منگیتر نہیں، میری بیوی ہے۔ فار گاڈ سیک، میرا پیچھا چھوڑ دو۔ میرا تم سے کبھی کوئی تعلق نہیں بن سکتا۔ تم جیسی اندھی محبت کرنے والے لوگ ہمیشہ پچھتاووں کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں۔''

''لیکن میرے پاس کوئی پچھتاوا نہیں ہے، دائم جی! میری محبت کو اندھا کہہ کر آپ میری توجہ مت بٹائیے۔ میں باز آنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ جانتی ہوں، آپ آج بھی دامن چھڑانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن میں ہار نہیں مانوں گی۔ آج آپ کو یہ اقرار کرنا ہوگا کہ آپ بھی مجھ سے وہی چاہت رکھتے ہیں، جو میں آپ سے.....'' وہ کہہ نہ سکی۔ اس کی آواز رندھ گئی تھی۔

دائم کا من تڑپ اٹھا۔ دل پہلو میں شور مچا رہا تھا۔ اس نے بے قراری سے منہ پھیر لیا۔

''اس اقرار کا کیا فائدہ منال! جو جھوٹا ہو۔ کیوں خود کو بہلانا چاہتی ہو؟ میری محبت تمہارے لئے نہیں ہے۔ تم یہ مان لو کہ یہی سب سے بڑا سچ ہے۔''

''تو یہ سچ میری طرف دیکھ کر بولیے دائم جی!'' وہ دوبارہ اس کے مقابل آ گئی۔ ''کیوں گناہ گار کرتے ہیں خود کو؟ وہ جھوٹ کیوں بولنا چاہتے ہیں، جس کی نفی آپ کی آنکھیں کرتی ہیں۔ یہ آنکھیں جب مجھے دیکھتی ہیں تو اپنے آپ سچ بولنے لگتی ہیں، ان کا وہ سچ دل کی گہرائی میں اتر جاتا ہے اور بار بار مجھ سے کہتا ہے میں ہار گیا ہوں تم سے۔ میں ہار گیا ہوں منال!''

''بکواس بند کرو، ایسا کچھ نہیں ہے۔'' اس کی آواز میں سختی در آئی۔ منال چھم سے ہنس پڑی۔ ''ایسا ہی ہے دائم جی! آپ انکار کریں گے تو کیا میں مان لوں گی؟''

''تم مانو یا نہ مانو، مجھے فرق نہیں پڑتا۔'' وہ آگے بڑھ گیا۔

''لیکن مجھے پڑتا ہے۔'' منال نے اس کا بازو تھام کر راستہ روک لیا۔ ''حمزہ کے ساتھ نئی زندگی کی شروعات سے پہلے مجھے ان گزرتے لمحوں کا باب بند کرنا ہے اور یہ باب تب بند ہوگا، جب میرے پاس میری پہلی محبت کا یقین ہوگا۔ آپ کو وہ یقیناً دینا ہوگا دائم! تاکہ میں بقیہ زندگی سکھ سے جی سکوں۔''

''اونہہ..... مجھے تمہارے سکھ چین سے کوئی واسطہ نہیں۔'' اس نے بازو بے دردی سے چھڑا لیا

''سندس کے سکھ چین سے تو ہے نا۔ اس کی خاطر، اس کی آئندہ زندگی کی خوشی کی خاطر۔ پلیز دائم! اپنے من کا بوجھ ہلکا کر لیجئے۔ میں جانتی ہوں، خود کی نفی کرنا آسان نہیں ہوتا۔ لیکن جب آنکھیں اذیت کی شدت سے سرخ ہونے لگیں تو دل کی بات کہہ ڈالنی چاہئے۔ وہ اظہار کر ڈالیے، جو آپ کے دل میں میری امانت بن کر محفوظ ہے۔ میرا سکھ قید کر

کے کیا ملے گا آپ کو؟ آپ وہ راز کہنے میں اتنی دیر کیوں لگا رہے ہیں، جسے آپ کی آنکھیں کسی ردوکد کے بغیر کہتی ہیں۔ پلیز کہہ ڈالیے وہ سچ، دائم جی! اس پسپائی میں آپ کی ہار نہیں ہے۔ فار گاڈ سیک، کہہ ڈالیے۔''

اس بار وہ منت پر اُتر آئی۔ آواز رقت سے جھرجھرا رہی تھی۔ نم آنکھوں میں تیرتی پانی کی لکیر کسی پل بھی ایک سیلابی ریلے کا روپ دھارنے جا رہی تھی۔ اس کی ڈبڈباتی آنکھیں دائم کو گنگ کر گئیں۔ ایسا لگا، جیسے کبھی نہ ختم ہونے والا کوئی اضطراب اس کے وجود سے لپٹ گیا ہو۔ وہ مہر بہ لب اس لڑکی کا چہرہ تکنے لگا، جو ان رواں لمحوں میں اس کے سامنے کسی التجا کی صورت کھڑی تھی۔

کتنی غیر معمولی حیثیت رکھتی تھی وہ لڑکی..... کیا چیز تھی منال.....؟ اُسے اتنا یقین تھا، اپنی چاہت پر۔ کتنا ایمان تھا، اپنے جذبات کی شدت پر اور کتنا مان تھا اپنے لہجے میں بسی سچائی پر کہ دائم مضبوط ارادے اور اصولوں پر ڈٹا رہنے والا بندہ بھی اپنی جگہ پر ہل کر رہ گیا تھا۔

دفعتہً دائم رخ موڑ گیا۔ آنکھوں میں مرچیں سی بھر گئیں۔ نمکین پانی نین کٹوروں سے کس طور چھلکا، وہ نازک احساس دائم کے دل پر چرکا لگا کر گزارا تھا۔ شاید وہی لمحہ تھا، جس میں رہ کر دائم کو اپنی بے بسی کا شدت سے احساس ہوا۔ دل میں چھپا محبت کا درد اس لمحے ٹیس دینے لگا تھا اور اس کی شدت اتنی زیادہ تھی کہ دائم خود سے ہارنے لگا۔

''جانے دو نا، منال! فائدہ کیا ان باتوں کا۔'' اس کی مدھم آواز میں شکستگی واضح تھی، پھر بھی وہ اسے ٹالنے کی کوشش میں تھا۔ منال کے اشک، برسات کی جھڑی بن گئے تھے۔

''ہاں، کوئی فائدہ نہیں۔ لیکن دائم! ہم دونوں کے پاس ایک سکھ اور اطمینان تو رہے گا نا..... وہ درد، جو کسک بن کر اندر ہی اندر آپ کو تڑپا رہا ہے، اس درد سے انکار آپ کیسے کر سکتے ہیں؟ سچ چھپا نہیں رہتا دائم! اسے آزاد کرنا پڑتا ہے۔ پلیز خود پر بند نہ باندھیے۔ آپ کا چند لفظوں کا اظہار میرے دل کا قرار بن جائے گا۔ مجھ پر رحم کریں۔ وہ سچ کہہ دیں، جو آپ کے دل میں قید ہے۔ میری امانت لوٹا دیجئے دائم! تاکہ میری روح شانت ہو جائے۔ میں بے کل رہنا نہیں چاہتی۔''

''نن..... نہیں..... منال!..... یہ..... یہ ٹھیک نہیں ہوگا۔ میں کیسے کہوں کہ میں..... مجھے تم سے.....'' وہ جبڑے بھینچ کر رہ گیا۔

''یہ کہنا ضروری ہے دائم جی! صرف ایک لمحے کی بات ہے۔ دل کا بوجھ اُتارنے کے لئے صدیاں درکار نہیں ہوتیں۔ بس ذرا سی ہمت کرنا ہوگی آپ کو..... ایک پل کی ہمت۔ میرا یقین مجھے سونپ کر آپ خود بھی اذیت کے حصار سے نکل آئیے۔'' وہ مصر تھی۔

''نہیں..... نہیں منال! یہ ممکن نہیں..... کیسے کہہ دوں کہ..... میں.....'' وہ بے کسی، بے بسی کے بیچ گھبرایا سا کھڑا تھا۔

''دیر مت کریں دائم!'' منال نے اس کی بے بسی پر آگے ہو کر تیزی سے اس کا بازو ہلایا۔ ''یہ وقت پھر نہیں آئے گا۔ آپ کا اظہار بارش کی پہلی بوند بن کر ہمارے دلوں کی پیاسی دھرتی میں جذب ہو جائے گا۔ محبت کی سوندھی خوشبو کو بکھرنے سے مت روکیے۔ پل بھر کی ہمت کرنی ہے آپ کو۔ میرا سکھ مجھے دے دیجیے۔ آج آپ کو ایسا کرنا ہوگا دائم! میرے لئے اور خود اپنے لئے بھی، پلیز۔''

''نن..... نہیں منال!..... یہ..... یہ ضد اچھی نہیں ہے۔ خدارا، سنبھالو خود کو۔'' وہ روہانسا ہو گیا۔

سینے میں مچلتے دل کی حالت بہت غیر تھی۔ بے بسی، بے چارگی کی اذیت میں مل کر جیسے اس کی روح کو گھائل کیے دے رہی تھی لیکن وہ انکاری تھا۔ مسلسل انکاری۔ تب منال نے بھری آنکھوں سے پریشان حال دائم کو ایک نظر دیکھ کر نگاہ پھیر لی۔ اس کا یوں بے بسی سے نظریں چرانا دائم کی بے قراری کو جیسے ہوا دے گیا۔ دل نے گویا بغاوت کر دی۔ وہ خود پر قابو پانے کی کوشش میں ناکام تھا۔ دھڑکن بے تال ہو رہی تھی۔

بات کہاں سے شروع ہوئی تھی
بات کہاں پر ختم ہوگی۔
وہ ایک لمحے کا کھیل سارا
عمر بھر کا ملا خسارہ
دل اور اَنا کی جنگ میں آخر
دل ہی جیتا
دل ہی ہارا

اور پھر سارا اختیار دائم کے ہاتھوں سے نکل چکا تھا۔ منال کی صورت پر بکھرتی زردی اور پلکوں سے ستاروں کی طرح ٹوٹتے اشک اسے ایک زبردست جذباتی مات دے چکے تھے۔ یہ انوکھی ساعتیں دونوں کی زندگی کے وہ نازک لمحے تھے، جو ان کے دلوں میں بسی چاہت کو ایک نیا موڑ دینے کی پوری سکت رکھتے تھے۔

وہ ہار گیا تھا آج اس لڑکی کی دیوانگی سے۔ اور یہی بات اسے سچ کہہ دینے پر مجبور کر رہی تھی۔ دائم کا دھڑکتا دل جیسے ہوا کے دوش پر تھا۔ اسے اب سچ بولنا تھا۔ صرف سچ۔

''او کے منال.....!'' دائم کی آواز میں ایک ٹھہراؤ کے باوجود اضطراب کروٹیں لے رہا تھا۔ ''وہ بات جو میں کبھی کہنا نہیں چاہتا تھا، آج تمہاری ضد اور جنون سے ہار کر کہہ رہا ہوں۔ بے شک تم وہ لڑکی ہو، جس کی مجھے کبھی سمجھ نہیں آئی۔ پھر بھی مجھے تم سے.....''

''او کم آن، دائم! آؤ نا یار! وہاں کھڑے کیا کر رہے ہو؟'' عرفان کی تیز آواز نے اسی ساعت سکوت کی ندی میں صدا کا کنکر پھینک کر جیسے اطراف میں دائرے کھینچ دیے۔ خاموشی

کسی کانچ کی طرح چھناکے سے ٹوٹی اور منال کی طرح دائم کی روح بھی چیختے چلاتے سناٹے میں گھر گئی۔ دونوں دم سادھے ایک دوسرے کی صورت تکنے لگے۔ یہ بے بسی کی انتہا تھی۔

''اب آ بھی جاؤ دائم! حمزہ کب سے بلا رہا ہے تمہیں۔'' عرفان کمرے سے باہر نکل آئے۔ ان کی بے قوت کی صدا نے دو تشنہ کام دلوں پر جو قیامت ڈھائی تھی، وہ اس سے یکسر بے خبر تھے۔ انہوں نے اس ساعت کا سکوت توڑا تھا، جو دلوں کی تشنگی سمیٹنے جا رہا تھا۔ وہ دونوں اپنی جگہ پر جامد کھڑے تھے۔ اس سکوت کے پیچھے کہیں بہت ہلچل تھی۔ منال اور دائم کا اندرونی اضطراب بظاہر دنیا کی نظروں سے اوجھل تھا، لیکن وہ بے سکونی کے بھنور میں ڈوب ڈوب کر اُبھر رہے تھے، پھر ڈوب رہے تھے۔

''ہائے۔ کیسی بے وقت مداخلت کی تھی عرفان نے۔ اظہارِ محبت کی امرت بوند پہلی بوچھاڑ کے ساتھ منال کے پیاسے دل کو سیراب کرتے کرتے رہ گئی تھی۔ دائم آنکھوں میں گھلتی نمی کے ساتھ پلٹ گیا اور منال اشکوں کی بہتات سمیت رخ موڑ گئی۔ یہ دل پہلے کبھی اتنا بے جان نہ ہوا تھا۔

اس نے بے اختیار رخسار بھگوتے اشکوں کو سمیٹنے کی کوشش کی اور ساتھ ہی گردن موڑ کر دھندلی نظر سے پیچھے دیکھا۔ عرفان بھائی لاؤنج کے باہر کھڑے تھے اور دائم رسمی مسکراہٹ کے ساتھ حمزہ سے گلے مل رہا تھا۔

یہ لمحہ بے حد اذیت ناک تھا، اس کی تڑپ کو سہنا منال کے بس سے باہر تھا۔ دائم کا ادھورا اظہار، غبارِ راہ کی صورت اُڑ چکا تھا۔ منال کا سکھ کھو گیا تھا۔

❁

اِک طرف پھول، اِک طرف کانٹے
ایسا منظر کہاں نہیں ہوتا
زاویہ کس طرح بناؤں میں
دائرے میں نشاں نہیں ہوتا

گھر میں منال کی شادی کی تیاریاں زور پڑ چکی تھیں۔ امی کی ٹینشن پہلے سے سوا تھی۔ وہ اکثر اپنے آپ سے اُلجھتی دکھائی دیتیں۔

حمزہ کی امی نے عید کے بعد کی تاریخ دینے پر اصرار کیا تھا اور ادھر امی، منال کے ساتھ ارما کو بھی بیاہنے کی خواہش مند تھیں، لیکن شامیر کی ماما نے اس دن کے بعد سے اب تک کوئی رابطہ نہ کیا تھا۔ وہ پہلے سے زیادہ پریشان اور فکرمند تھیں کہ جانے ارما کے دل کی مراد بر آئی کہ نہیں۔

شامیر کے گھر جانے کیا صورتِ حال تھی۔ سندس کا شور شرابا جاری تھا یا وہ حالات سے سمجھوتہ کر چکی تھی۔ امی کو خبر نہ تھی۔

دائم بھی حمزہ سے پہلی ملاقات کے بعد دوبارہ نہیں آیا تھا۔ شاید سندس کی ناگواری بھانپ کر اس نے پلٹ کر نہ دیکھا تھا۔ دائم اب بیوی کو ہر حال میں خوش رکھنا چاہتا تھا۔ حالانکہ پاکستان میں رہ کر عرفان کے بغیر اس کا وقت نہ گزرتا تھا لیکن دائم اب منظر سے یکسر غائب تھا۔

اس دن امی شادی کے کپڑوں کی گوٹا کناری کرنے میں مشغول تھیں کہ ارما نے انہیں فون کی اطلاع دی۔ وہ چڑ گئیں، بھنّا کر بولیں۔

''اب کس کا فون آ گیا؟ مجال ہے جو کوئی ڈھنگ سے کام کرنے دے۔''

''امی! آپا بیگم کا فون ہے۔ آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں۔'' ارما نے ان کا غصہ دیکھ کر دھیرے سے کہا تو وہ بیزار ہو گئیں۔ آپا کے بجائے ارما کو ڈانٹ کر بولیں۔ ''تو اس میں ممیانے کی کیا ضرورت ہے؟ پہلے ہی کہہ دیتیں۔ ایک تو حمزہ کی فیملی کو چین نہیں، حد ہے بھائی! دو گھڑی سانس لئے بغیر راحت فون کرتی ہیں تو کبھی ان کی صاحبزادی تحریم۔ اللہ جانے کس بات کا اتاولا پن ہے۔ بھئی اپنی اپنی تیاری کرو۔ بھلا بار بار فون کھڑکانے سے کیا ہوگا؟''

''پلیز امی! سن لیجئے نا ان کی بات..... ہوسکتا ہے کچھ ضروری کام ہو۔'' ارما نے منّت کر ڈالی۔

''ہاں بھئی، ان کے سارے کام ضروری اور ہمارے غیر ضروری ہی تو ہیں۔'' وہ بڑبڑاتی فون کے پاس آ گئیں۔ ہولڈ پر رکھا ریسیور اٹھا کر جب ہیلو کہا تو ان کا لہجہ بدل چکا تھا۔ ارما، ماما کے اس شیریں سخن انداز پر دنگ رہ گئیں۔

''کیسی ہو تحریم بیٹا؟''

''میں ٹھیک ہوں آنٹی! آپ سب خیریت سے ہیں نا؟'' وہ خوش دلی سے پوچھ رہی تھیں۔

''ہاں، اللہ کا فضل و کرم ہے۔ تم سناؤ، کیسے یاد کیا؟'' وہ فوراً اصل مدعے پر آ گئیں۔

''آنٹی! آپ مائنڈ نہ کریں تو میں آج منال کو بازار لے جاؤں۔ دراصل امی چاہتی ہیں، کاسمیٹکس اور جیولری منال کی چوائس کے مطابق خریدیں۔ پھر ہمیں اس کے پاؤں کا سائز بھی معلوم نہیں ہے۔ ملبوسات کے ساتھ میچنگ سینڈل نہ ہوں تو بری اچھی نہیں لگتی۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو حمزہ کو بھیج دوں آپ کے یہاں..... وہ منال کو پک کر لے گا۔''

''ہاں ضرور بیٹا! بھلا اس میں اجازت کی کیا بات ہے؟..... میں منال کو کہتی ہوں، وہ تیار ہو جائے۔''

''اوہ شکریہ آنٹی! اور سنیے..... ایک بات پوچھنی ہے آپ سے۔'' تحریم کی ہچکچاہٹ معنی خیز تھی۔ امی کچھ محتاط ہو گئیں۔

''ہاں ہاں بیٹا! ضرور پوچھو۔ بھلا اجازت کیسی؟''

''آنٹی! حمزہ نے بتایا ہے، دائم آج کل پاکستان میں ہے، کیا وہ عرفان سے ملنے گھر آیا

ہے؟''

ان کا سوال غیر ضروری تھا۔ امی کے ماتھے پر بل اُبھر آئے، پھر بھی محتاط انداز میں بولیں۔ ''ہاں، وہ آیا تھا۔ کیا تمہیں حمزہ نے نہیں بتایا؟''

''نہیں۔ اس نے کوئی بات نہیں کی اس بارے میں۔'' وہ خاصی متجسس تھیں۔ امی جز بز ہو کر بھی بتانے پر مجبور ہو گئیں۔

''ہاں دائم! تقریباً ہفتہ پہلے ہی عرفان کے ساتھ ہماری طرف آیا تھا، حمزہ سے مل کر جلدی چلا گیا تھا۔ کہہ رہا تھا، کوئی ضروری کام ہے اسے۔''

''اوہ اچھا۔'' تحریم کا لہجہ ذومعنی ہو گیا۔ ''کیا اس دن وہ منال سے بھی ملا تھا؟''

''ہیں..... کیا مطلب؟'' امی کو بے حد ناگوار گزرا تھا۔ ''تم یہ کیوں پوچھ رہی ہو بیٹا؟ دائم عرفان کا دوست ہے، منال کا نہیں۔ تم جانتی ہو نا؟''

''سوری آنٹی! شاید آپ کو برا لگا۔ لیکن میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ میں صرف یہ پوچھنا چاہ رہی تھی کہ آپ.....''

''میں بتا دیتی ہوں۔'' امی نے ان کی بات کاٹ دی۔ ''وہ منال سے نہیں ملا تھا کیونکہ وہ اس وقت حمزہ کی پسند کے مطابق ڈنر کا اہتمام کرنے میں مصروف تھی۔ میرا خیال ہے، اس دن منال نے دائم کی صورت تک نہیں دیکھی تھی۔''

''اوہ رئیلی سوری آنٹی! میں جانتی ہوں، مجھے یہ سوال پوچھنا نہیں چاہئے تھا۔ مگر آج کسی نے مجھ سے یہی سوال پوچھا تو میں چونک اٹھی۔ میں نے سنا ہے کہ منال، سندس کے گھر آ کر دائم سے بہت کچھ کہہ گئی ہے۔ اگر ایسا ہے تو مجھے منال اور دائم دونوں سے بات کرنی پڑے گی۔ میں اس مسئلے پر اب کوئی بحث نہیں چاہتی۔ منال کا نکاح ہو چکا ہے، اب اس کی غیر ذمہ داری کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔''

''ارے، یہ تم کیا کہہ رہی ہو تحریم؟'' امی کے جیسے حواس اُڑ گئے۔ ''کون ہے جو فضول بکواس کر رہا ہے؟ میری معصوم بیٹی پر تہمت لگاتے اسے شرم آنی چاہئے۔ ہائے غضب خدا کا، اگر سندس کو دائم پر بھروسہ نہیں ہے تو کوئی میری بیٹی پر کیچڑ کیوں اچھال رہا ہے؟ تحریم! تم جانتی ہو نا، منال کے دل میں حمزہ کا کیا مقام ہے۔ وہ اب اس کے نکاح میں ہے۔ حمزہ کے ہوتے وہ بھلا دائم کو کیوں دیکھے گی؟ ویسے بھی منال اپنی شادی کی تیاری میں مصروف ہے اور بہت خوش ہے۔ اس کے پاس اتنا وقت کہاں کہ وہ دائم کے پاس جا کر خرافات بکتی پھرے۔ تم غلط فہمی میں مت پڑنا بیٹا!''

''نہیں آنٹی! آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ بہرحال آئی ایم سوری، آپ منال کو تیار رہنے کا کہہ دیں، میں حمزہ کو بھیج رہی ہوں۔'' انہوں نے گویا بات سمیٹ دی اور خدا حافظ کہہ کر فون رکھ دیا۔

امی نے جھلاہٹ سے فون کریڈل پر پٹخا تو ارما چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ پوچھتی، ڈور بیل کی تیز آواز نے انہیں اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ ابو اپنے کمرے سے باہر آ رہے تھے۔ انہوں نے ہی لپک کر دروازہ کھول دیا۔

باہر شامیر اور اس کی ماما کو کھڑا دیکھ کر امی بھی تیزی سے اس طرف کو چلی گئیں۔ انہوں نے تحریم کی باتوں کو بھلا کر جیسے اپنا موڈ بحال کرنے کی شعوری کوشش کی تھی۔ وہ آگے بڑھ کر ماما کے گلے لگتے ہوئے بولیں۔

''بہت دن بعد چکر لگایا ہے آپ نے..... کہیں راستہ بھول کر ادھر تو نہیں آ گئیں آپ مسز ذکا۔''

''ارے نہیں خدیجہ بہن!'' وہ بے اختیار ہنس پڑیں۔ ''راستہ بھول کر کہاں، دیدہ دانستہ پروگرام بنا کر آئی ہوں۔ بھئی دل چاہ رہا تھا، آج ارما کے ہاتھ کی چائے پی جائے۔ کیوں ارما! پلاؤ گی؟'' انہوں نے دم بخود سی ارما کو آگے بڑھا کر بانہوں میں لے لیا۔

''جی ضرور آنٹی! آپ بیٹھئے، میں لے کر آتی ہوں۔'' وہ بے حد سنجیدہ تھی۔ امی شامیر کو پیار کر رہی تھیں اور وہ سب سے نظر بچا کر ارما کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

کس قدر رُو بلی ہو گئی تھی وہ..... چھ دن کی ٹینشن نے ہی اسے خاصا کمزور اور زرد کر ڈالا تھا۔ ادھر ارما، شامیر کی بھرپور نگاہِ التفات کو پا گئی تھی۔

آنکھیں جانے کیوں بغاوت پر اُتر آئیں۔ وہ ان میں بھرتا نمکین پانی چھپانے کو فوراً کمرے سے نکل آئی۔ اب بالکل ہمت نہیں تھی اس کی شامیر کا سامنا کرنے کی۔ اس سے محبت کی پاداش میں امی ابھی تک اس سے خفا خفا سی تھیں۔

شامیر کو اندر آتا دیکھ کر انہوں نے نہایت کڑی نظروں سے ارما کو گھورا تھا، جسے محسوس کر کے وہ فوری طور پر وہاں سے جانا چاہتی تھی، مگر سلام دعا کیے بغیر کمرے سے نکل جانا بدتہذیبی کہلاتی۔ سو مجبوراً اسے وہاں ٹھہرنا پڑا تھا۔ مگر اب ماما کی فرمائش پر چائے بنانے کا بہانہ ملتے ہی وہ اپنی جگہ چھوڑ آئی تھی۔

شامیر کی عقابی نظر امی کی خفگی کو پا چکی تھی۔ اسے ارما سے پوری ہمدردی تھی، مگر فی الحال وہ اس کے حق میں کوئی صفائی دینے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ ساری بات کھل چکی تھی۔ ماما نے اس دن ارما کی امی سے ہونے والی ہر بات سے آگاہ کر دیا تھا، سو وہ بھی نظریں جھکائے بیٹھا تھا۔ دل میں چور ہو تو بندہ نگاہ ملاتے ہوئے دشواری محسوس کرتا ہے۔ یہی حال، شامیر کا بھی تھا۔

''کیسے ہو میاں! کام وام ٹھیک چل رہا ہے تمہارا؟'' ابو نے اسے گم صم دیکھ کر اس کی خاموشی کو توڑنے کی کوشش کی۔

''جی انکل!'' وہ رسمی مسکرایا۔ ''سب کچھ ٹھیک ہے، اللہ کا شکر ہے۔''

''اور آپ کی مصروفیات کم ہوئیں یا نہیں؟ لگتا ہے، بیٹی اور داماد نے کچھ زیادہ ہی مصروف

کر دیا ہے آپ کو۔'' امی نے بات کو نئے انداز سے شروع کیا تو وہ بے ساختہ مسکرائیں۔

''مصروفیت تو اب رہے گی، خدیجہ بہن! کل شامیر کے ڈیڈی بھی آ گئے ہیں۔ ان کی آمد ہم سب کو مصروف کر دیتی ہے۔ ان کے سارے کام Round the clock چلتے ہیں نا، سو وقت نکالنا مشکل ہو جاتا ہے۔''

''اوہ.....'' امی اور ابو چونک اٹھے۔ ''کب آئے بھائی صاحب؟ آپ نے ہمیں خبر ہی نہ کی۔''

''کل رات کو آئے تھے اور آتے ہی سندس کو لے کر دائم کے گھر چلے گئے ہیں۔'' انہوں نے جیسے وضاحت کی۔

''دائم کے گھر.....؟'' امی نے حیرت سے ماما کو دیکھا۔ ''لیکن دائم کے والدین تو امریکہ میں ہیں؟''

''جی آنٹی! دائم کے پیرنٹس امریکہ میں ہیں، مگر دائم کاروبار سمیٹنے کے ارادے سے یہاں آیا ہے۔ وہ جلد ہی سب کچھ Wind up کر کے مستقل طور پر انگلینڈ میں سیٹل ہو جائے گا۔ تب آنٹی اور انکل بھی اس کے پاس آ کر رہیں گے۔ یہاں پاکستان میں ان کا جو گھر ہے، وہ دائم بیچنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ مگر ڈیڈی ایسا نہیں چاہتے۔ وہ چاہتے ہیں، دائم اور سندس ابھی کچھ ماہ یہاں پاکستان میں ہم سب کے ساتھ رہیں۔ لیکن وہ فوری طور پر انگلینڈ واپس جانا چاہتا ہے۔ وہ ڈیڈی کی بات نہیں مان رہا۔''

''لیکن کیوں بیٹا؟'' ابو نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ''دائم ابھی چند دن پہلے ہی تو انگلینڈ سے لوٹا ہے۔ پھر اسے یک دم واپسی کی کیا سوجھی؟ ابھی اسے تم سب کے درمیان وقت گزارنا چاہئے۔ یہ ملک آخر اس کا ہوم لینڈ ہے، اسے اپنا فیصلہ بدلنا چاہئے۔''

''جی انکل!'' شامیر کی سنجیدگی سب ہی نے محسوس کی۔ وہ ابو کے بے ساختہ اظہار کے جواب میں نظریں چرا کر بولا۔ ''دائم نے دراصل یہ فیصلہ منال کی وجہ سے کیا ہے کیونکہ میری بہن سندس کو اندیشہ ہے، منال کی وجہ سے اس کا گھر نہ ٹوٹ جائے۔ وہ دائم سے بہت محبت کرتی ہے انکل! اور دائم بھی اس کے شکوک کے خاتمے کے لئے فوری واپسی کا پروگرام بنا رہا ہے۔ اب وہ مستقل طور پر انگلینڈ میں ہی رہے گا۔'' شامیر کی وضاحت امی کے ضبط کو جیسے پارہ پارہ کر گئی۔ وہ چیخ کر بولیں۔

''معاف کرنا بیٹا! تمہاری بہن کو اپنے شوہر پر تھوڑا بہت بھروسہ تو کرنا ہی چاہئے۔ اعتبار اور یقین ہی میاں بیوی کے تعلق کو پائیداری بخشتے ہیں۔ دیکھو شامیر بیٹا! منال کی رخصتی ہونے والی ہے۔ وہ بھلا دائم کی زندگی خراب کیوں کرے گی؟ میں مانتی ہوں، منال نے گزرے وقت میں بہت سی حماقتیں کی ہیں۔ اس کی جرأتِ اظہار نے ہمارے ساتھ ساتھ بے چارے دائم کو بھی بے تحاشا دباؤ میں رکھا ہے۔ مگر اب وہ کہانی ختم ہو چکی۔ منال، حمزہ کے نکاح میں ہے اور

اس کا ساتھ ملنے پر بے حد مطمئن اور خوش ہے۔ آج کل وہ اپنی شادی کی تیاریاں کر رہی ہے۔ تم اپنی بہن کو سمجھاؤ، وہ شوہر پر بھروسہ رکھے۔ اب اسے منال سے کوئی خطرہ نہ ہوگا۔''

''سوری آنٹی!..... شامیر شاید میری بات آپ کو اچھی نہیں لگی۔ مگر یہ بات بہت اہم ہے، ہم سب کے لئے۔ اس وقت سچ کہنا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا، ہماری طرف سے کوئی معمولی بات بھی آپ کے لئے کسی غلط فہمی کا سبب بنے۔'' شامیر کی صاف گوئی نے خفا سی امی کو جیسے بہت کچھ جتانے کی کوشش کی۔ اس سے پہلے کہ وہ سلگ کر کچھ بولتیں، شامیر نے بات کو جاری رکھا تھا۔

''دیکھئے آنٹی! منال نے جس طرح دائم کے گرد اپنی محبت کا جال بُنا اور اپنی طرف مولڈ کرنے کی عملی کوششیں کیں، اس پر سندس کی تشویش جائز ہے۔ دائم کا بدلتا رجحان دیکھ کر سندس کو یہ خدشات لاحق ہو گئے کہ منال کے بے باک اظہار اور بار بار کی مداخلت نے دائم کا ذہن بدل دیا ہے۔ اگر اسے روکا نہ گیا تو وہ اسے چھوڑ کر منال کی طرف بڑھ جائے گا۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ منال کی شدت پسندی نے بہرحال اسے متاثر کر دیا ہے۔ یہ بھی سچ ہے، دائم سندس کو ناراض کرنا نہیں چاہتا اور نہ ہی منال کو پلٹ کر دیکھنے کا خواہش مند ہے۔ مگر چونکہ وہ معاملہ فہم انسان ہے، سو اپنا گھر بچانے کے لئے جو فیصلہ کر رہا ہے، وہی اس وقت کی اہم ضرورت ہے۔ وہ آج بھی سندس سے محبت کرتا ہے اور یہی محبت، دائم کا گھر جلنے سے بچا سکتی ہے۔''

شامیر کا تفصیلی جواب امی ابو کو فکرمندی میں ڈبو گیا۔ یہ صورتِ حال واقعی گمبھیر اور تشویش ناک تھی۔ کمرے میں پھیلی خاموشی سب ہی کو گراں گزر رہی تھی۔ مگر ارما کے امی ابو شرمساری میں گھرے بیٹھے تھے۔ شامیر کی باتیں انہیں اصل صورتِ حال کا اندازہ لگانے میں سہولت عطا کر گئی تھیں۔ کاش منال نے یکطرفہ چاہت کو ان سب کے گلے کا طوق نہ بنایا ہوتا۔

ادھر ماما کی ٹٹولتی نظر بار بار امی ابو کی طرف اُٹھ رہی تھی۔ وہ ان دونوں کی لب بستہ خاموشی پر خود بھی پشیمان تھیں۔ انہیں احساس تھا، شامیر کو اتنی صاف گوئی سے کام نہیں لینا چاہئے تھا۔ مگر وہ کیا کرتیں، یہ باتیں کہنا بھی ضروری تھیں ورنہ شاید حالات کا اصل رخ سب کے سامنے آنے میں جانے کتنی تاخیر ہو جاتی اور یہ تاخیر کسی بھی غلط نتیجے پر منتج ہو سکتی تھی۔ شامیر کی ماما چند لمحے اپنی سوچ کے تحت گم صم بیٹھی رہیں۔ دفعتہً انہوں نے خاموشی کے حصار کو توڑا۔

''خدیجہ بہن! صرف دائم اور سندس کی طرف سے پریشانی ہی ہمارے لئے تشویش ناک نہیں ہے، بلکہ شامیر کے ڈیڈی کی گھر واپسی نے بھی ہماری اُلجھنوں میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔ بات یہ ہے کہ میرے شوہر بہت انا پرست انسان ہیں۔ ان میں حاکمیت کی خو زیادہ ہے۔ میرے اور ذکاء صاحب کے درمیان شروع ہی سے بہت سارے اختلافات رہے ہیں۔ اگر اپنی زندگی میں وہ کسی کے لئے جذباتی ہیں تو وہ ان کی اولاد ہے لیکن شامیر اور سندس کے ساتھ

ان کا رویہ باپ کے بجائے کسی حکمران کا سا ہے۔ جوان بیٹا، باپ کا بازو ہوتا ہے مگر ذکاء نے شامیر کو کبھی اپنا دست راست نہیں جانا۔ وہ اس سے کسی سوتیلی اولاد کا سا سلوک کرتے آ رہے ہیں۔ ہاں، سندس آج بھی ان کی دلاری اور سر چڑھی بیٹی ہے۔ اس کے دکھ سکھ سے ذکاء صاحب کو خاص دلچسپی ہے۔ اس دن منال کی آمد پر سندس نے جب خوب ہنگامہ برپا کر دیا اور ہمارے سمجھانے کے باوجود من مانی پر اتر آئی اور باپ کو فون کر بیٹھی، اس نے روتے ہوئے انہیں ساری روداد سنا ڈالی اور وطن لوٹنے کا مطالبہ کیا۔ بیٹی کی آنکھ کے آنسو، باپ سے سہے نہ گئے۔ سو وہ اس کی کال پر فوراً پاکستان چلے آئے۔ سندس نے آتے ہی باپ کے کان بھر دیئے اور صاف فیصلہ سنا دیا کہ وہ اپنے جیتے جی، ارما کی شادی شامیر سے نہیں ہونے دے گی۔ کیونکہ ارما، منال کی بہن ہے اور پریشانی کی بات یہ ہے خدیجہ بہن! اس کے ڈیڈی اس کا فیصلہ مان گئے ہیں۔ مگر آپ سوچئے، میں یہ فیصلہ کیسے تسلیم کر سکتی ہوں؟ یہ میرے بچے کی خوشیوں کا سوال ہے۔ وہ ارما کو نہ صرف پسند کرتا ہے بلکہ اس سے شادی کا خواہش مند بھی ہے۔''

''دیکھئے!'' ماما نے آگے ہو کر امی کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں بھر لئے۔ ''میں اپنے بیٹے کو کسی خوشی سے محروم نہیں دیکھ سکتی۔ ارما سے شادی اس کا جائز حق ہے۔ اس سے پہلے کہ میرے گھر کے حالات مزید بگڑیں یا شامیر کے ڈیڈی، سندس کے سکھاوے میں آ کر کوئی نیا فیصلہ ہم پر مسلط کریں، ہمیں آپس کے معاملات طے کر لینے چاہئیں۔ پلیز آپ لوگ بھی میرا ساتھ دیجئے۔ میرا شامیر آپ کے سامنے ہے۔ وہ کیسا ہے، آپ جانتے ہیں۔ میں امید کرتی ہوں، آپ سب کی رائے میرے بیٹے کے لئے اچھی ہوگی، اس لئے میں چاہتی ہوں، آپ شامیر کا پروپوزل قبول کر لیجئے۔ میں ذکاء صاحب کی زبردستی اس معاملے میں سہہ نہیں سکتی۔ میں نے اپنی زندگی تنہائی کے احساس کے ساتھ گزاری ہے، خدیجہ بہن! میں شامیر کی زندگی میں تنہائی کا زہر گھلتے نہ دیکھ سکوں گی۔ تنہا انسان بہت اکیلا اور بے بس ہوتا ہے۔ میں اس اذیت سے خوب واقف ہوں۔ پر یہ اذیت اور چبھن میں شامیر کے ساتھ نہیں دیکھ سکتی۔ اس لئے پلیز خدیجہ بہن! اس سے پہلے کہ بات میرے اختیار سے نکل جائے، آپ کو یہ رشتہ قبول کرنا پڑے گا۔

شامیر میں کوئی کمی نہیں ہے۔ وہ پڑھا لکھا ہے، برسرِ روزگار ہے اور سب سے بڑھ کر آپ کی بیٹی کا طلب گار ہے۔ آپ جانتی ہیں، ارما بھی شامیر کو پسند کرتی ہے۔ سو پلیز، ارما کی خاطر، اس کی خوشی، اس کی آئندہ زندگی کے سکھ کی خاطر آپ اپنا فیصلہ سنا دیجئے۔ میں احسان مند ہوں گی آپ کی۔ دیکھئے، یہ رشتہ جتنی جلدی طے ہو جائے، ہمارے لئے بہتر ہوگا۔''

امی دم بخود بیٹھی تھیں۔ شامیر کی والدہ کی باتیں انہیں فکر و پریشانی میں مبتلا کر گئی تھیں۔ ادھر ابو بھی پُرسوچ انداز لئے خاصے متفکر بیٹھے تھے۔ کیا جواب دیتے انہیں؟..... شادی بیاہ کے معاملات کسی ایک فریق کی رضامندی سے طے نہیں پاتے، بلکہ والدین کا باہمی صلاح و

مشورہ ان کاموں میں بہت ضروری سمجھا جاتا ہے کیونکہ وہ اولاد کی بہتری کو ہر زاویے سے پرکھتے اور تولتے ہیں۔ ابو کی سوچ اس بارے میں واضح تھی۔ وہ گھر کی بیٹی کو چار لوگوں کی موجودگی میں عزت اور شان سے بیاہنے کے قائل تھے لیکن شامیر کی ماما جو کچھ کہہ رہی تھیں، اس کے مطابق ذکاء الدین صاحب کو نکال کر فیصلہ کرنا بے شک آسان تھا، مگر ابو کو بالکل منظور نہیں تھا۔

وہ کچھ دیر خاموش بیٹھے حالات کا جائزہ لیتے رہے، پھر تسلی آمیز لہجے میں بولے۔ ''بات یہ ہے مسز ذکاء! میں بھی ہر والدین کی طرح اپنی بچی کو عزت کے ساتھ رخصت کرنے کا خواہش مند ہوں۔ میں جانتا ہوں، ارما اور شامیر ہمارے کسی فیصلے سے پہلے ہی زندگی گزارنے کا سوچ بیٹھے ہیں لیکن ان کی سوچ درست نہیں ہے۔ ارما بہت فرمانبردار بچی ہے۔ وہ ہماری اجازت اور مرضی کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھائے گی۔ یہ اس کی سعادت مندی ہی ہے، جس کے تحت ہم نے شامیر کو داماد بنانے کا سوچا ہے۔ شامیر بہت اچھا اور نیک بچہ ہے۔ ہمیں اس کا پروپوزل بھی قبول ہے۔ مگر یہ نکاح تب ہوگا، جب ذکاء الدین آپ کے ہمراہ آ کر خود اپنی زبان سے میری بیٹی کا ہاتھ مانگیں گے۔''

''اوہ نہیں بصیر صاحب.....!'' ماما کی پریشانی نمایاں تھی۔ ''یہ..... یہ نہیں ہو سکتا۔ آپ میرے شوہر کو نہیں جانتے۔ وہ شامیر کے لئے کوئی ہمدردی نہیں رکھتے۔ انہوں نے شامیر کو بیٹا ہونے کے باوجود ساری عمر ایک فاصلے پر رکھا ہے۔''

''نہیں مسز ذکاء.....!'' ابو نے فوراً نفی کرتے ہوئے انہیں کچھ اور کہنے سے روکا۔ ''میں آپ کی بات سے اتفاق نہیں کرتا۔ میرے نزدیک کوئی باپ بھی سگی اولاد کے لئے اتنا سخت دل نہیں ہو سکتا۔ اصول و قوانین اپنی جگہ اہم سہی، مگر اولاد کا ہونا اور ان کی پرورش اپنی جگہ بے حد اہمیت رکھتی ہے۔ شامیر کے تعلقات اپنے والدین کے ساتھ کس نوعیت کے ہیں، مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ مگر وہ اس کے والد ہیں، یہ بات میرے لئے بے حد معنی رکھتی ہے۔ وہ اپنے بیٹے سے چاہت یقیناً رکھتے ہوں گے اور اسی چاہت کے پیشِ نظر وہ اس کی زندگی اور خوشی کو کبھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اب دیکھنا یہ ہے، وہ شامیر کے لئے کب یہاں آ کر اپنا مدعا بیان کرتے ہیں۔ مجھے ذکاء الدین صاحب کا انتظار رہے گا۔ آپ جا کر انہیں منائیے، ساری کہانی کھول کر بیان کیجئے۔ مجھے امید ہے، وہ آپ کی بات ضرور سنیں گے۔ ارما آپ کی امانت ہے، میں آپ کو زبان دے رہا ہوں مسز ذکاء! اور اپنی زبان کی پاسداری کرنا میرا ایمان ہے۔ آپ بے فکر رہیے، یہ رشتہ ضرور ہوگا۔ مگر تب، جب آپ کے شوہر خود آ کر یہ تعلق جوڑنے کی خواہش ظاہر کریں گے۔''

''ارے، آپ میری بات تو سنیے بصیر صاحب!'' ماما روہانسی ہو گئیں۔ ''یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔ جس شخص نے کبھی اپنی اولاد کی ذمہ داری نہیں اٹھائی، وہ اس کی آئندہ زندگی کے

لئے کیا قدم اٹھائے گا؟ یہ ممکن نہیں ہے بصیر صاحب! پلیز میری بات سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ ذکاء صاحب، سندس کی وجہ سے اس شادی کے لئے کبھی نہیں مانیں گے۔ وہ منال کی وجہ سے صاف انکار کر دیں گے۔''

''تو پھر ہماری طرف سے بھی انکار سمجھئے بہن!'' ابو کی صاف گوئی پر ان کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ ''میری بیٹی آپ اور آپ کے شوہر کی باہمی رضامندی کے بعد ہی آپ کے گھر کی دہلیز پار کرے گی۔ ورنہ میں اسے بٹھائے رکھوں گا۔ میں نے آپ کو زبان دی ہے، مسز ذکاء! میں اپنے کہے سے مکروں گا نہیں۔ لیکن اس کے لئے آپ کو کچھ وقت طے کرنا ہوگا۔ چلئے، یہ مسئلہ بھی میں حل کئے دیتا ہوں۔ میں ایک ماہ تک آپ کے شوہر کا انتظار کروں گا۔ آپ انہیں منا لائیے۔ یہ رشتہ ان کی رضامندی اور موجودگی میں فائنل کیا جائے گا، تاکہ ہماری عزت بھی رہ جائے۔''

''لیکن..... لیکن اگر ڈیڈی نہ مانے تو؟'' شامیر نے پہلی بار زبان کھولی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔

''تو میں مجبور ہو جاؤں گا بیٹے! میں اپنی بیٹی کو اتنی دیر تک گھر پر نہیں بٹھا سکتا۔ میں ارما کی شادی کسی دوسری جگہ کر دوں گا۔''

''ارے نن..... نہیں انکل!'' وہ جیسے ایک بے قراری سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ ''پلیز آپ ایسا نہیں کریں گے۔ یہ ظلم ہوگا۔''

''سوری! یہ میری مجبوری ہوگی بیٹا! میں بیٹی کا باپ ہوں، اپنی ذمہ داری تو نبھاؤں گا نا۔ ارما ہمیشہ باپ کے گھر نہیں رہ سکتی۔ تم جانتے ہو۔''

''لیکن..... لیکن میں کیا کروں انکل؟..... میں ارما سے محبت کرتا ہوں، میں اس کے بغیر زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔'' وہ حد سے زیادہ پریشان تھا۔ آنکھوں میں گھلتی نمی نے اس کے چہرے پر بے چارگی کے سائے گہرے کر دیئے تھے۔

ابو نے بغور اس کی طرف دیکھا۔ اس کا دل گیر انداز جیسے سینے میں کسی پتھر کی طرح پیوست ہوا تھا۔ 'یہ لڑکا واقعی ارما کو چاہتا ہے۔' انہوں نے بے اختیار سوچا تھا۔ ایک گہرا سانس بھر کر ابو نے اپنی جذباتی حالت کو سنبھالا، پھر شامیر کے کندھے کو تھپک کر شفقت سے بولے۔

''میں جانتا ہوں بیٹا! تمہاری جذباتیت اس وقت بھی میری نظروں میں ہے۔ مگر تم بھی میری مجبوری کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ باپ کے بغیر کوئی بھی خوشی معنی نہیں رکھتی۔''

''اوہ گاڈ!..... آخر آپ میری مجبوری کو کیوں نہیں سمجھتے انکل؟ ڈیڈی مجھے لائیک نہیں کرتے، وہ میرے لئے ادھر آ کر کبھی کوئی بات نہیں کریں گے اور نہ ہی ماما کی کوئی بات سنیں گے۔ انہیں وہی کرنا ہے، جو سندس ان سے کروائے گی۔''

''تو شرم کرو شامیر! سندس تم سے چھوٹی ہے۔'' ابو نے اس بار اسے سرزنش کر ڈالی۔

''جب وہ باپ سے اپنا کہا منوانے کی ہمت رکھتی ہے تو آخر تم کیوں نہیں؟..... تم اولاد ہو، ذکاء الدین کی۔ وہ تمہیں نظرانداز نہیں کر سکتے۔ ایک کوشش تم بھی کرو بیٹا! کوشش کام آسان کرتی ہے۔''

''اونہہ، کیا ہوگا کوشش کرنے سے۔ میں جانتا ہوں، نتیجہ کیا ہوگا۔ پھر انہیں قائل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟'' وہ یک دم پھٹ پڑا۔ ''آپ ڈیڈی کو بالکل نہیں جانتے انکل! ان کے دل میں میرے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ وہ مجھ سے محبت نہیں کرتے اور نہ ہی.....''

''اتنی بدظنی اچھی نہیں ہوتی شامیر!..... باپ کو نکال کر تم اپنی زندگی کی پوری خوشیاں کبھی حاصل نہ کر سکو گے۔'' ابو نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''تمہاری کمائی کا کوئی معمولی روپیہ بھی تمہارے لئے وہ خوشی خرید نہیں سکتا، جو تمہارا باپ اپنی محبت سے تمہارے پلّے باندھ دے گا۔ اس بات کو سمجھو شامیر! زندگی کے بڑے اور اہم فیصلے بڑوں کو ساتھ رکھ کر کرنے پڑتے ہیں، ورنہ صرف خسارہ ہاتھ آتا ہے میرے بیٹے! اور میں جان بوجھ کر کوئی بھی خسارہ تمہارے اور ارما کے پلّے نہیں باندھوں گا۔ تمہیں اپنے باپ کو منانا ہوگا شامیر! اس میں ہم سب کی بھلائی ہے۔ میں بیٹی کا باپ ہوں، مجھے چار لوگوں کو منہ دکھانا ہے بیٹا!'' ابو کا انداز حتمی تھا۔

شامیر نے سر جھکا لیا۔ اس کی آنکھیں نمکین پانی سے جھلملانے لگی تھیں۔

کس قدر لاچار اور بے بس تھا وہ۔ اس پل اسے اپنی بے چارگی کا احساس شدت سے ہو رہا تھا مگر ابو کی بات کو ردّ کرنا اس کے بس میں نہیں تھا۔ وہ بہرحال درست کہہ رہے تھے۔ شادی بیاہ کا معاملہ دین کے ساتھ دنیا داری کے تقاضے بھی پورے کرتا تھا۔ وہ ارما کو چند لوگوں کے بجائے تمام عزیز رشتے داروں کی موجودگی میں بیاہنے کے خواہش مند تھے، پھر وہ ڈیڈی کے بغیر اپنی شادی کس طرح انجام دے سکتا تھا۔ وہ اس کے باپ تھے۔ اس کے گارجین اور سرپرست۔ پھر انہیں نکال کر وہ زندگی کی خوشیوں سے اپنا حصہ کیسے پا سکتا تھا؟ اسے زندگی کے اہم فیصلہ میں ان کا ساتھ ہر قیمت پر درکار تھا اور یہ ساتھ اسے حاصل کرنا تھا، خواہ سندس مخالفت کرتی یا حالات بغاوت کرتے، ڈیڈی کو بالآخر اس کی فیور میں اپنا ووٹ ڈالنا ہی تھا۔

شامیر نے سنبھل کر اپنی بھیگی آنکھیں پونچھ ڈالیں، اپنی جگہ پر بیٹھ کر پورے اعتماد سے بولا۔ ''انکل! آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ جس کام میں بزرگوں کی دعا شامل نہ ہو، وہ زندگی کو آسان نہیں کرتا۔ مجھے ارما کے ساتھ ایک خوشگوار زندگی گزارنی ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں، اگلی بار میں ڈیڈی کو ساتھ لے آؤں گا۔ ماما اور ڈیڈ، مل کر میری زندگی کی خوشیاں بانٹیں گے، تب آپ کو ان کا ساتھ دینا پڑے گا۔''

''ہاں کیوں نہیں بیٹا! میں زبان د... چکا ہوں۔ تمہارے ڈیڈی کی آمد تمہارے پرپوزل کو قبول کرنے میں آسانی فراہم کرے گی۔ میں یہی چاہتا ہوں بیٹا!'' ابو نے اس کا کاندھا تھپکا تو وہ مسکرا دیا۔

''میں آپ کو یقین دلاتا ہوں انکل! ڈیڈی ضرور آئیں گے۔''

''اُف! تم اتنے یقین سے بات مت کرو شامیر! کیا تم اپنے ڈیڈی کی سرشت کو بھول گئے ہو؟'' ماما نے بیٹے کی بے بسی محسوس کر کے رونا شروع کر دیا۔

ان کے لفظ شامیر کو سنجیدہ کر گئے۔ وہ اٹھ کر ماں کے پاس چلا آیا، انہیں نرمی سے تھام کر بولا۔ ''میں ڈیڈی اور ان کی سرشت کو خوب سمجھتا ہوں ماما! مگر انکل کی بات غلط نہیں ہے۔ کوئی بھی باپ اپنی اولاد اور اس کے حقوق سے غافل نہیں ہوتا۔ اپنی زندگی کے کسی پل اولاد کے ساتھ کی اسے ضرورت پڑ ہی جاتی ہے۔ یہ دن ہماری زندگی میں بھی ضرور آئے گا۔ آج نہیں تو کل ڈیڈی کو سندس کے ساتھ میری خوشیوں کا احساس بھی ضرور ستائے گا۔ وہ اگر بیٹی کے لئے جذباتی ہو سکتے ہیں تو میرے لئے کیوں نہیں؟ شاید اب تک میں ہی ان کے حقوق ادا نہیں کر پایا۔ شاید میں نے ڈیڈی سے اب تک وہ محبت ہی نہیں کی، جس کے وہ حق دار ہیں۔ میں ہمیشہ ان سے ایک فاصلے پر رہا ہوں، مجھے یہ فاصلہ کم کرنا ہوگا ماما! اور یہ موقع اس فاصلے کو طے کرنے میں میری مدد کرے گا۔ میں ڈیڈی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی پوری کوشش کروں گا، انہیں اپنی محبت اور توجہ کا احساس دلاؤں گا۔ مجھے یقین ہے، وہ پلٹ کر میری طرف ضرور دیکھیں گے۔ وہ سندس کی طرح میری زندگی اور میرے سکھ دُکھ کا بھی خیال کریں گے۔ میں انہیں احساس دلاؤں گا ماما! آپ فکر مت کیجئے اور پلیز، رونا بند کیجئے۔ آنسو بہانے سے مشکلات کم نہیں ہوتیں، بڑھ جاتی ہیں۔ سو پلیز، ہمت نہ ہاریئے۔ یقین رکھیے مجھ پر۔ میں وعدہ کرتا ہوں آپ سے، ارما ہی آپ کی بہو بنے گی۔'' وہ جذباتی ہو گیا۔ مگر ماما ضبط نہ کر سکیں، روہانسی ہو کر بولیں۔

''یہ وعدہ کبھی وفا نہیں ہوگا، شامیر! تم جانتے ہو تمہاری ماں بہت بے اختیار ہے۔ اس کی اتنی حیثیت بھی نہیں کہ وہ تمہارے باپ کے بغیر کوئی معاملہ طے کر سکے۔ میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتی بیٹا! کیونکہ کوئی بھی میری بات ماننے کو تیار نہیں ہے۔''

''آپ کی بات ضرور مانی جائے گی، مسز ذکاء! آپ مایوس مت ہوں۔'' امی نے انہیں دلاسا دیا۔

''مایوس نہ ہوں تو کیا کروں خدیجہ بہن!..... میں جانتی ہوں، آگے کیا ہونے والا ہے۔ میرا بیٹا بھی دست رہ جائے گا۔'' وہ رونے لگیں۔

امی نے آگے بڑھ کر انہیں گلے سے لگا لیا۔ ''ایسا نہیں کہتے مسز ذکاء! ماں کی دعا بچوں کے لئے آسانی لے آتی ہے۔ آپ بھی اس کے حق میں دعا کیجئے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ارما آپ کی امانت ہے، وہ شامیر سے ہی بیاہی جائے گی۔ یہ وعدہ ہے آپ سے میرا۔''

''پکا وعدہ ہے نا؟'' انہوں نے بھیگی آنکھوں سے امی کو دیکھا۔

''ہاں، پکا وعدہ۔ آپ بالکل فکر مت کیجئے۔'' امی نے ان کے آنسو پونچھ دیئے۔ کمرے کی

فضا بوجھل ہو رہی تھی۔ ماما کو روتا دیکھ کر سب ہی بے قراری سے پہلو بدل رہے تھے۔ ایسے میں اچانک حمزہ چلا آیا۔ شامیر کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا۔

''تو آپ بھی یہاں ہیں شامیر صاحب!''

''ہاں.....ابھی ماما کے ساتھ آیا ہوں۔'' شامیر نے اٹھ کر مصافحہ کیا تو حمزہ ہاتھ ملانے کے بعد سب سے علیک سلیک کرنے لگا۔

ابو نے محبت سے اسے اپنے پہلو میں بٹھا کر منال کو آواز دی لیکن اس کے بجائے ارما کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ چائے کے لوازمات کے ساتھ تھی۔ اس نے ٹرالی کھینچ کر ماما کے قریب رکھ دی۔

پہلی ہی نظر، ارما کو ماما کی اُداسی سے آگاہ کر گئی تھی۔ ان کی بھیگی پلکیں اور سرخ ناک دیکھ کر اسے اپنے اندر کچھ ٹوٹ کر بکھرتا محسوس ہوا۔ گویا امی ابو کی ناراضگی برقرار تھی اور اسی خفگی کو بنیاد بنا کر شامیر کا پروپوزل انہوں نے ریجیکٹ کر دیا تھا، اسی لئے تو ماما اُداس تھیں۔ یہ خیال، ارما کی حالت مزید غیر کر گیا لیکن دنیا داری نبھانے کو اس نے بجھے دل سے حمزہ کو ویلکم کیا اور ایک دو رسمی باتوں کے بعد ہولے سے بولی۔

''منال تیار ہو رہی ہے حمزہ بھائی! آپ کو تھوڑا انتظار کرنا ہوگا۔''

''کوئی بات نہیں۔'' وہ بشاشت سے مسکرایا۔ ''میں تب تک شامیر سے گپ شپ کر لیتا ہوں۔''

''ارے، شامیر سے کیوں؟.....کیا ہم سے ناراضگی ہے برخوردار؟'' ابو کی شوخی پر سبھی ہنس دیئے۔ کمرے کی خاموشی یکلخت ٹوٹی تھی۔ ایسے میں نظر بچا کر شامیر نے اُداس سی ارما کو بھرپور نگاہ سے دیکھا۔ وہ اسی کی طرف متوجہ تھی۔

نظریں ملیں تو ارما نگاہ ہٹانا بھول گئی۔ وہ ایک ٹک شامیر کو دیکھتی چلی گئی۔ یہ وہ چہرہ تھا، جو آج بھی دل کی سرخ دیواروں پر کنداں تھا۔ کسی تصویر کی صورت۔ شامیر چپ چاپ اسے آنکھوں سے دل میں اُتارتا رہا۔

❋❋❋

عمارہ آج بہت دن بعد آئی تھی، سو خوب چہک رہی تھی۔ اسے منال کی رخصتی سے دلچسپی تھی لیکن جب اسے یہ اطلاع ملی کہ تیاریاں شروع ہونے کے باوجود رخصتی کی تاریخ طے نہیں کی گئی تو اسے غصہ آ گیا۔ منال کی کمر پر زور کا ہاتھ مار کے بولی۔

''حد ہے یار! تمہارا حمزہ بھی کتنا ٹھنڈا بندہ ہے۔ کیا اسے گھر بسانے کی جلدی نہیں ہے؟ ارے شور تو خوب مچایا تھا محبت کا۔ اور اب جب رخصتی کا وقت آیا تو لب سی کر بیٹھ گیا۔ تمہیں نہیں لگتا، وہ بہت اسٹوپڈ ہے۔ کیا آج کے دور میں عاشق ایسے ہوتے ہیں منال؟''

''کیوں بھئی، معقول عاشق کی کیا پہچان ہے؟ کیا وہ اُلٹے ہو کر آسمان سے لٹک جاتے ہیں؟'' منال نے ہنسی دبا کر اسے چھیڑا تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

''خیر، اُلٹا کیا لٹکیں گے۔ لیکن اتنے سیدھے سادے بھی نہیں ہوتے جتنا یہ حمزہ ہے۔ کم سے کم اس لڑکے کو شادی کی تاریخ کے لئے تمہارے گھر کے سو چکر تو لگانے ہی چاہئے تھے۔''

''ارے وہ کام کاج کرنے والا بندہ ہے مائی ڈیئر! فضول کاموں کو کرنے سے اجتناب برتتا ہے۔''

''اچھا.....'' عمارہ نے شوخی سے آنکھیں نچا کر منال کو دیکھا۔ ''رخصتی کیا فضول کام ہوتا ہے؟''

''رئیلی آئی ڈونٹ نو۔ یہ تم میرے حمزہ سے بصد خوشی پوچھ لینا۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔'' منال نے ہنس کر تکیہ سیدھا کیا اور دھم سے بستر پر لیٹ گئی۔ اس کی اس اچانک حرکت سے پلنگ زور سے ہلا اور دوسری طرف دوپٹے پر بیل ٹانکتی ارما کے ہاتھ میں سوئی ایک جھٹکے سے کھب گئی۔ وہ ''ہائے امی'' کہہ کر اپنی انگلی پر پھونکیں مارنے لگی، جہاں خون کا بڑا سا قطرہ اُمڈ آیا تھا۔

''ارے سوئی چبھ گئی ارما کو۔ دیکھو ذرا کتنا خون نکل رہا ہے انگلی سے۔'' عمارہ نے تیزی سے منال کو اطلاع دی تو وہ فوراً ہی اُٹھ بیٹھی۔

''دیکھ کر کام نہیں کر سکتی ارما؟ دکھاؤ مجھے، کیا ہوا ہے؟''

''بکومت۔'' وہ اذیت سہہ کر بھی کہہ گئی۔ ''لیٹنے کی تمیز نہیں اور مجھے کہہ رہی ہو دیکھ کر کام

کرو۔ ذرا دیکھو، تمہاری اس بدتہذیبی نے میرا کتنا خون نکال دیا ہے۔'' وہ منہ بنا کر بستر سے اُتر گئی۔ عمارہ کو اُس کے خون کی فکر تھی، جواب بہنے لگا تھا۔

''ارے سنو تو۔'' منال نے آگے ہو کر اس کی کلائی پکڑی۔ ''کہاں جا رہی ہو اٹھ کر؟''

''ہاتھ دھونے جا رہی ہوں۔ لگتا ہے، سُوئی کی نوک ٹوٹ کر کھال میں گھس گئی ہے۔''

''ہائے اللہ!'' منال پریشان ہو گئی۔ ''کیا سُوئی ٹوٹ گئی ہے، ارما؟''

''ہاں، جب ہی تو اتنا خون بہہ رہا ہے۔'' وہ ہاتھ جھٹکنے لگی۔ خون کے چھینٹے منال کے کپڑوں پر آ گرے، تب عمارہ نے گھبرا کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''ایسے مت کرو ارما! ہاتھ جھٹکو گی تو خون اور نکلے گا۔''

''لاؤ دکھاؤ مجھے، سوئی کی ٹوٹی نوک گوشت میں کھب کر رہ گئی تو Septic ہو جائے گا۔''

منال نے اس کا ہاتھ تھام کر بہ نظرِ غائر معائنہ شروع کر دیا اور کچھ ہی دیر بعد خون میں لتھڑا سوئی کا نوکیلا ٹکڑا ایک جھٹکے سے ارما کی انگلی سے کھینچ لیا۔ وہ بے اختیار چیخ اٹھی۔

''اُف، خدا کے لئے، آہستہ کرو۔ تم تو قصائی کی طرح شروع ہو گئیں۔''

''کیوں بھئی، خود کو کیا سمجھے بیٹھی ہو؟ گائے یا بکری؟'' عمارہ نے مذاق اڑایا تو وہ دونوں ہی ہنس پڑیں۔

''جاؤ، اب ہاتھ دھو آؤ، میں پٹی باندھ دیتی ہوں۔'' منال نے ٹشو سے انگلی کا خون خشک کر کے اجازت دی تو ارما زخم کا جائزہ لیتی واش روم کی طرف چل پڑی۔ اسی وقت موبائل کی تیز بیپ نے کمرے کی فضا میں ارتعاش پیدا کیا تھا۔

''یہ کس کا فون آ گیا اس وقت؟'' منال نے آگے ہو کر میز پر پڑا سیل اٹھا لیا۔ شامیر کا نمبر دیکھ کر وہ بے ساختہ مسکرائی۔ عمارہ کو آنکھ مار کر بولی۔

''شامیر کا فون ہے۔ تم دیکھنا، ارما اب کتنی جلدی ہشاش بشاش ہو جائے گی۔''

''ذرا ٹھہرو، پہلے تم بات کرو۔'' عمارہ نے شوخی جھاڑی۔ منال نے لحظہ بھر سوچا، پھر زور سے ہنس پڑی۔

''اوکے، اپنے ہونے والے جیجا جی کی خبر لینا ضروری ہے۔ ذرا دیکھوں، مجھے پہچان پاتے ہیں کہ نہیں..... ہیلو!.....'' منال نے بے حد نارمل انداز میں اسے مخاطب کر لیا۔

''ہائے، کیسی ہو سویٹ ہارٹ؟'' شامیر کے لہجے میں اُداسی تھی۔

منال کو عجیب سا محسوس ہوا۔ وہ ارما کو اپنی چاہت کے استحقاق پر پکار رہا تھا۔ وہ چپ نہ رہ سکی۔

''میں منال بات کر رہی ہوں، شامیر بھائی!''

''تم.....؟'' وہ جیسے پل بھر کو بوکھلایا۔ پھر دبے غصے سے بولا۔ ''تم نے ارما کا سیل کیوں آن کیا؟''

''جی....؟'' وہ بھونچکی رہ گئی۔ ''مم..... میں..... میں اکثر ارما کا فون اٹینڈ کر لیتی ہوں۔''

''اوہ، شیم آن یُو۔'' وہ جیسے دہاڑا تھا۔ ''کسی کی پرسنل چیز کو تم کیسے استعمال کر سکتی ہو؟ کیا تمہیں ذرا سی تمیز بھی نہیں ہے منال؟''

''ارے ایسا کیا ہو گیا، شامیر بھائی؟'' وہ جیسے زرد پڑ گئی۔ ''مجھے ارما نے اجازت دے رکھی ہے کہ میں.....''

''یُو جسٹ شٹ اپ۔'' وہ بہت بدلحاظ ہو رہا تھا۔ ''تمہیں اجازت کی ضرورت کب سے پڑ گئی منال؟ جہاں تک میری معلومات ہیں، تم ہر معاملہ اپنی سمجھ بوجھ سے حل کرتی ہو۔ مگر ایک بات یاد رکھنا، ارما کے ہر معاملے سے تم اب دور رہو گی۔ اوکے؟''

''جی؟'' وہ چکرا کر رہ گئی۔ ''میں نے کیا کیا ہے، شامیر بھائی؟''

''کیا تم نہیں جانتیں؟'' اُس کی آواز جل اُٹھی۔ ''تم نے آج تک جو بھی کیا، اچھا نہیں کیا۔ کیا یہ بات تمہیں کسی نے نہیں بتائی؟''

''کک... کیا مطلب؟'' وہ ضبط کی کڑی منزل پر کھڑی تھی۔ ''آخر کیا کیا ہے میں نے؟''

''تم نے میری بہن سندس کو ورغلا کر ہمارے ہنستے بستے گھر کو دو حصوں میں بانٹ دیا ہے۔ ایک طرف میں اور ارما ہیں اور دوسری طرف ڈیڈی اور سندس۔ ایک سرد جنگ چھڑ گئی ہے ہم چاروں کے بیچ۔ کوئی بھی اسے ختم نہیں کر سکتا۔ تم مجرم ہو ہماری، سنا تم نے؟''

''مم..... مجرم؟..... لیکن میرا کیا قصور ہے شامیر بھائی؟ میں نے سندس کو کچھ نہیں کہا۔ میں نے صرف اسے.....''

''آئی سے شٹ اپ منال! اینڈ ڈونٹ کال می، بھائی۔ میں تمہارا بھائی نہیں ہوں۔ تم نے کون سی کسر چھوڑی ہے، آگ لگانے میں؟ آج سندس اس طرح جل رہی ہے کہ کسی طور ٹھنڈی نہیں ہوتی۔ تمہاری باتوں کے ردِعمل نے میری زندگی کو برباد کر دیا ہے منال! میری بہن چاہتی ہے، میں ارما سے شادی نہ کروں۔ مجھے بتاؤ منال! اگر ایسا ہو گیا تو کیا ہو گا؟ کیا وہ لڑکی مجھ سے دُور رہ پائے گی؟''

منال رو پڑی۔

''ایم سوری شامیر بھائی! لیکن اس بار مجھ سے کہیں کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ میں اس دن ارما کے اصرار پر آپ کے گھر ضرور آئی تھی۔ کیونکہ وہ آپ کی ماما کے پیام سے خوف زدہ تھی کہ کہیں وہ امی کو آپ کی اور ارما کی محبت کی کہانی نہ سنا دیں۔ ارما چاہتی تھی، میں جا کر امی کو گھر واپس لے آؤں۔ مگر دروازے پر میری دائم سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ تب سندس نے بلاوجہ میری توہین کی تھی۔ اس نے مجھے گندے لفظوں سے دھتکارا۔ آپ گواہ ہیں، میں نے سندس کو کچھ نہیں کہا تھا۔ ہاں، اسے زچ کرنے کے بہانے صرف دائم سے.....'' اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ وہ پل بھر رکی، پھر محتاط انداز سے بولی۔ ''بہرحال، اگر آپ کو شکوہ ہے کہ وہ ساری سچویشن

میری وجہ سے بگڑی ہے تو آپ فکر مت کریں، میں آ کر اسے سلجھا دوں گی۔ میں خود آ کر سندس سے بات کروں گی۔ اب اسے بھی سچ کا سامنا کرنا ہی ہوگا۔''

''پلیز، رہنے دو منال!'' شامیر کی آواز بے حد گرم تھی۔ ''جانے تمہاری یہ ملاقات کیا رنگ لائے گی۔ ڈیڈی کی ضد کو توڑنا یوں بھی ممکن نہیں رہا۔ وہ سندس کے سکھاوے میں آ چکے ہیں۔ انہوں نے میری ہزار منت کے باوجود اپنا فیصلہ سنا دیا ہے۔ اور ان کا فیصلہ پتھر پر لکیر کی صورت فائنل ہے۔ میں بتائے دے رہا ہوں، میرا ارما سے ملن ممکن نہیں رہا۔ مجھے اس کڑے وقت میں ارما کو بہت کچھ سمجھانا ہے۔ تم فون ارما کو دو، مجھے بات کرنی ہے اس سے۔'' اس کی سنجیدگی حد سے سوا تھی۔

''ہائے اللہ!'' منال کی جان نکل گئی۔ ایسی باتوں کے بارے میں اس نے دور تک نہ سوچا تھا۔ اگر شامیر ہمت ہار بیٹھا تھا تو ارما کو وہ کس طرح سنبھال سکتی تھی۔ وہ تو مر جاتی یہ سب سن کر۔ بڑی ڈرپوک لڑکی تھی۔ چڑیا سا دل رکھنے والی۔ ان کڑے لمحوں میں وہ اپنی محبت کی تذلیل کیسے سہہ سکتی تھی؟ کیسے بھول سکتی تھی وہ شامیر کو؟..... کیا ان حالات میں ارما اپنے جذبات پر قابو رکھ پائے گی؟ نہیں۔ ''میرے اللہ!'' منال کے سر سے دھواں نکلنے لگا۔ وہ گھبرا کر بولی۔

''یہ..... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں شامیر بھائی؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟..... میں نے کہا نا، میں بات کروں گی آپ کے ڈیڈی سے۔ پلیز، آپ مجھے ایک موقع تو دیجئے۔''

''اور کیا موقع دوں میں تمہیں؟ ساری کہانی ختم ہو چکی ہے منال! تم سکون سے حمزہ کے ساتھ وداع ہو جاؤ گی اور ادھر ہم بہن بھائی، تمہاری لگائی آگ میں جلتے رہیں گے۔ جانے اب وہ پھانس سندس کے دل سے کب نکلے گی۔ دائم سے تمہاری نام نہاد محبت کہیں میری بہن کا گھر نہ اجاڑ دے۔ تم سندس کو نہیں جانتیں منال! وہ ڈیڈی کی کاربن کاپی ہے۔ ان کی طرح ضدی اور حاکمیت پسند۔ وہ نفع نقصان دیکھے بغیر اپنا ہر فیصلہ کر ڈالتی ہے۔ وہ دائم سے بے حد خفا ہے۔ اس کے لئے کوئی لچک رکھنا نہیں چاہتی۔ مجھے لگتا ہے، وہ اس سے علیحدگی اختیار کر لے گی۔ اگر ایسا ہو گیا منال! تو وہ بچہ اپنے والدین کو کھو دے گا، جو ابھی اس دنیا میں نہیں آیا۔ اس وقت سندس اپنی حالت کو دیکھے بغیر کوئی بھی فیصلہ کر سکتی ہے۔ وہ دائم اور اس کے ہونے والے بچے کا کوئی خیال نہیں کرے گی۔ سمجھیں تم؟''

''اوہ مائی گاڈ!'' منال کے سر پر آسمان آ گرا۔ کیا سندس اُمید سے ہے؟..... کیا دائم باپ بننے والا ہے؟..... اوہ خدا! ابھی اور کتنے گناہ میرے کھاتے میں آئیں گے؟..... وہ بے اختیار سی ہو کر سسک اٹھی۔ ''میں کچھ کرتی ہوں شامیر بھائی! سندس کو اپنا فیصلہ بدلنا ہوگا۔ میں اس بچے کو اس کے والدین سے دور نہیں ہونے دوں گی۔ یہ میرا وعدہ ہے آپ سے۔''

''نہیں منال!'' شامیر کی اُداسی نمایاں تھی۔ ''خدا کے لئے اب تم کچھ مت کرنا۔ ورنہ

بات اور بگڑ جائے گی۔''

''آئی ایم سوری، شامیر بھائی! میں نے ایسا کچھ نہیں چاہا۔ میں سب کی گناہ گار ہوں۔ میں غلط ہوں شامیر بھائی! میں کیا کروں؟ کیسے سدھاروں حالات کو؟'' وہ روہانسی ہو بیٹھی تھی۔

شامیر نے گہری سانس خارج کی، پھر بات بدل کر بولا۔ ''تم ارما کو بلاؤ، مجھے بات کرنی ہے اس سے۔''

''وہ..... وہ ارما، واش روم میں ہے، اس کے ہاتھ پر چوٹ لگ گئی ہے۔'' منال نے جیسے اسے اطلاع دی۔

''کیوں، کیا ہوا؟'' وہ فوراً فکرمند ہو گیا۔ ''کیسے چوٹ لگی ارما کو؟ وہ ٹھیک تو ہے نا؟''

''جی، وہ ٹھیک ہے۔ سوئی چبھ کر انگلی کی پور میں ٹوٹ گئی تھی۔ بڑی مشکل سے نکلی ہے، اس لئے زخم زیادہ گہرا ہو گیا ہے۔ بہرحال، آپ ٹھہریئے، میں بلاتی ہوں اسے۔''

منال نے ارما کو آتے دیکھ کر موبائل اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ ابھی واش روم سے نکلی تھی۔ موبائل دیکھ کر منال سے بولی۔

''کس کا فون ہے منال؟''

''شامیر کا۔'' وہ زیر لب بڑبڑائی۔ مگر ارما کے کانوں میں جیسے دھماکا ہوا تھا۔ شامیر کا؟ اب کیا کہنا ہے اسے؟

''نہیں نہیں..... میں اس سے بات نہیں کر سکتی منال! امی کو خبر ہو گئی تو..... نہیں، میرے اللہ! میں اب انہیں دھوکا نہیں دے سکتی۔ مجھے ان کی ناراضگی لے کر نہیں جینا۔ تم کہہ دو شامیر سے، میں گھر پر نہیں ہوں۔'' وہ بے حساب خوف زدہ ہو گئی۔ منال کے آنسو نکل آئے۔

''فضول مت بولو۔ میں اسے کہہ چکی ہوں، تم واش روم میں ہو۔ لو پکڑو موبائل اور بات کرو اس سے۔'' منال نے ڈپٹ کر زبردستی سیل فون ارما کے ہاتھ میں تھما دیا۔ وہ بالکل زرد پڑ گئی۔

عمارہ خاموشی سے دونوں بہنوں کی صورت دیکھ رہی تھی۔ منال کی یکطرفہ گفتگو سے اسے معاملے کی سنگینی کا اندازہ ہو چکا تھا۔ وہ سندس کے لئے بے حد پریشان تھی۔ نہ جانے آنے والا وقت کون سا رخ اختیار کرنے والا تھا۔ دائم اور سندس کی زندگی کس طوفان کی نذر ہونے جا رہی تھی۔ عمارہ کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ سپید چہرہ لئے ارما سے بولی۔

''بات کرو ارما! شامیر آن لائن ہے۔ وہ برا مان جائے گا۔''

ارما کا دم ہوا ہو رہا تھا۔ اس نے سہمی سی نظر ہاتھ میں پکڑے موبائل پر ڈالی، پھر ہچکچاہٹ سے کان لگا کر ''ہیلو!'' کہہ دیا۔

''کیا ہوا ہے ہاتھ پر؟'' شامیر نے چھوٹتے ہی پوچھا تھا۔

''کچھ نہیں ہوا۔ معمولی زخم ہے، آپ ہی بھر جائے گا۔'' اس کا جواب اس کی بے حسی کو

ظاہر کر رہا تھا۔

"زخم اتنی جلدی کہاں بھرتے ہیں، جانم! تمہیں اب تک اندازہ نہیں ہوا؟" وہ شکستگی سے بولا تو ارما ٹوٹ کر رہ گئی۔

"میرے اندازے کسی کام نہیں آتے شامیر!..... بہرحال، فکر نہ کریں، میں ٹھیک ہوں۔ ٹوٹی سوئی کا ٹکڑا منال نے کھینچ نکالا ہے۔"

"کیا فائدہ؟ آخر تم فضول کام کیوں کرتی ہو، سوئیاں لے کر؟ کیا ساری دنیا کے ٹیلر مر گئے ہیں ارما؟" وہ محبت جتا رہا تھا۔ ارما کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

"میں اپنی بہن کے لئے ٹیلر بننے کو بھی تیار ہوں۔ اس کے کپڑوں پر گوٹا کناری ٹانکنا میرا بھی فرض ہے شامیر!"

"یہ فرض تمہیں مہنگا پڑے گا ارما!" وہ جانے کیا کہنا چاہ رہا تھا۔ ارما شرمسار ہو گئی۔

"کوئی بات نہیں، منال کی خوشیوں میں، میں شامل نہ ہوئی تو اور کون ہو گا؟ وہ میری چھوٹی بہن ہے شامیر!"

"ہاں۔" اس نے ایک گہری سانس خارج کی۔ "ادھر تم اس کی خوشیاں سجاؤ اور ادھر ہم منال کے دیئے زخموں کو بھلانے کی کوشش کریں گے۔ ہے نا۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکی۔

"مطلب یہ کہ دائم واپس جا رہا ہے ارما! سندس اس کے ساتھ رہنے کو تیار نہیں ہے۔ وہ اسے منال کا عاشق سمجھتی ہے اب تک۔"

"اوہ..... لیکن کیوں؟ اب تو ہر بات کھل چکی ہے، شامیر! آپ اسے سمجھاتے کیوں نہیں ہیں؟ منال اب بدل گئی ہے۔ وہ دائم کو نہیں، حمزہ کو چاہتی ہے۔ اب تو اس کی رخصتی بھی فائنل ہونے جا رہی ہے۔ پھر سندس کو یقین کیوں نہیں آتا؟ اب تو اسے بدگمان نہیں ہونا چاہئے۔"

"نہیں، میرے سمجھانے کا کوئی اثر نہیں ہے ارما! سندس میری کوئی بات نہیں مانتی۔ وہ کچھ بھی سننا نہیں چاہتی۔"

"تو آپ..... آپ دائم کو سمجھائیے ناں۔ وہ سندس کو ضرور منا لیں گے۔"

"ہاں، کیسے سمجھاؤں؟ وہ خود بہت پریشان ہے۔ رہی سہی کسر ڈیڈی نے پوری کر دی ہے۔ وہ آج بھی من مانی کر رہے ہیں۔ ان کی ماما سے زبردست تکرار ہوئی ہے۔ ہمارے گھر کا ماحول بے حد ٹینس ہو رہا ہے ارما! میں حد سے زیادہ پریشان ہوں۔"

"ہائے اللہ! میں آپ کے لئے کیا کروں شامیر! آئی ہیو نتھنگ ٹو ڈو۔" وہ روہانسی ہو گئی۔

"You can do many more for me. بس دعا کرو میرے لئے ارما! مجھے لگتا ہے، اللہ تمہاری ضرور سنے گا۔"

"نہیں شامیر!" وہ لاچاری سے کہہ اٹھی۔ "آج کل میری کوئی دعا سنی نہیں جاتی۔ ابو امی

اب تک خفا ہیں مجھ سے۔ دونوں بات تک نہیں کرتے۔ انہیں بہت صدمہ ہوا ہے میری غلطی پر۔ منال کے بعد وہ کم سے کم مجھ سے ایسی حماقت کی توقع نہیں رکھتے تھے، مگر میں نے ان کا دل توڑ دیا۔ میں نے آپ کی طرف قدم بڑھا کر سنگین غلطی کی ہے شامیر!"

"محبت غلطی نہیں ہوتی ارما! اور نہ ہی تم نے کوئی جرم کیا ہے۔ ہاں، منال کی عامیانہ حرکتوں کے بعد اس بے لوث جذبے پر کوئی اعتبار نہیں کرے گا۔ منال کی غلطیاں تمہیں بھی بھگتنا ہوں گی، ارما!"

"نہیں۔ منال غلط نہیں ہے شامیر! میں اسے اچھی طرح جانتی ہوں۔" ارما نے جیسے اس کا دفاع کیا۔ وہ یک دم ہی بول اٹھی تھی۔

"واٹ؟" شامیر پر جیسے کوئی بجلی گری۔ "واٹ آر یُو سے اِنگ؟ منال غلط نہیں ہے، یہ تم کہہ رہی ہو ارما؟"

"ہاں۔" ارما کا اقرار فوری تھا۔ "محبت کسی کے اختیار میں نہیں ہوتی شامیر! وہ بندے کو بے بس کر ڈالتی ہے۔ منال بھی دراصل اسی بے بسی کا شکار رہی ہے۔ وہ اپنے جذبۂ دل سے مجبور ہے، اسی لئے دائم کو چاہتی ہے۔ آج بھی اور شاید کل بھی چاہے گی۔ یہ دل کی بات ہے شامیر! دل سے نہیں نکلے گی۔ منال کی دیوانگی اس کے دل کی بے بسی ہے۔ ہمیں اس کی اذیت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔"

"کیا..... یہ تم کیا کہہ رہی ہو ارما؟" وہ یک دم جیسے آؤٹ ہو گیا۔ "تم منال کی سائیڈ لے رہی ہو؟ تم ایک مجرم کو پناہ دے رہی ہو؟ جس لڑکی کی بے باکی اور جرأت نے میری بہن کا گھر اُجاڑ دیا، تم اسی کو بے اختیار کہہ رہی ہو۔ واٹ ڈُو یُو مین تُو سے؟ کیا ہم سب پاگل ہیں، جو اس لڑکی کی لگائی آگ میں جھلس رہے ہیں؟ ہماری راہیں کھو چکی ہیں ارما! میری بہن کا گھر ٹوٹنے کو ہے اور دائم کے ساتھ حمزہ کی زندگی بھی عذاب ہو رہی ہے۔ تو کیا منال ٹھیک کر رہی ہے ارما؟..... بولو، کیا اسے بے اختیار کہہ سکتے ہیں؟"

"مم..... میرا..... میرا وہ مطلب نہیں شامیر!" وہ بری طرح گھبرا گئی۔ "میں اسے سپورٹ نہیں کر رہی اور نہ ہی اسے Defend کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ آپ میری بات نہیں سمجھے۔ میرا مطلب فقط اتنا ہے شامیر! منال اپنے ہی جذبات میں اُلجھ کر غلطیاں کر بیٹھی ہے۔ وہ اپنے جذبے کی شدت میں مثبت رخ نہ دیکھ پائی، سو سب کی پریشانی میں اضافہ کرتی رہی ہے۔ لیکن وہ..... وہ ایسی نہیں ہے شامیر! وہ قابلِ رحم ہے۔ اس نے نہ صرف سب کچھ بگاڑا ہے بلکہ اب خود بھی پچھتاووں کا شکار ہے۔ اس کی شرمندگی اور اذیت سب سے زیادہ ہے۔ اس اذیت نے اسے کہیں کا نہیں چھوڑا۔ ہمیں اسے تھوڑا مارجن دینا ہی ہو گا۔"

"ارے بھاڑ میں گئی اس کی اذیت۔" وہ خود کو لوز کر بیٹھا۔ "اگر منال تمہاری بہن نہ ہوتی تو باخدا میں اسے شوٹ کر دیتا۔ ایسی خودغرض لڑکی کو محبت کرنے کا کوئی حق نہیں، جو دوسروں پر

محبت کا دائرہ تنگ کرے۔ دیکھو ارما! محبت پانا ناممکن ہو سکتا ہے، لیکن محبت پھیلانا ہمارے اختیار میں ہے۔ تم منال کو دیکھو۔ کیا کیا اس لڑکی نے۔ اس لڑکی نے چاروں طرف آگ بھڑکا دی ہے۔ سندس کے آنسو دیکھے نہیں جاتے۔ وہ دن رات ایک انجانی اذیت میں گھر کر خود کو برباد کر رہی ہے۔ وہ اپنے شوہر پر بھروسہ نہیں کر سکتی۔ وہ دائم جو کل تک سندس کی کُل کائنات تھا، جس کے بغیر وہ جی نہیں پاتی تھی، آج وہی احساس، منال نے اپنی محبت سے آلودہ کر ڈالا ہے۔ اس نے میری بہن کے بھروسے کو شک و شبہ میں تبدیل کر دیا ہے۔ اسے دائم اب صرف اپنا مجرم دکھائی دیتا ہے۔ وہ اس کی وفا پر اعتبار نہیں کرتی۔''

''میں..... میں جانتی ہوں شامیر! میں سب جانتی ہوں۔ لیکن اب ان باتوں سے کیا حاصل ہوگا؟ غلطی ہو چکی ہے۔ کیا اس کا تدارک ممکن ہے؟ کیا ہم منال کی جذباتی کوتاہیوں کو سمیٹ سکتے ہیں؟''

''نہیں..... کبھی نہیں۔'' شامیر کی بے بسی واضح تھی۔ ''اب ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ تدارک کیا، اب تو بچاؤ کا بھی کوئی راستہ نہیں ہے۔ منال نے اپنے مفاد کے لئے یہ سارا کھیل رچایا اور ہم سب کو بھاڑ میں جھونک دیا۔ وہ لڑکی اس قدر خودغرض ہے کہ تمہاری اذیت کو بھی محسوس نہیں کر سکتی۔ وہ اطمینان سے حمزہ کے ساتھ رخصت ہو جائے گی اور تم ارما.....!'' شامیر کی آواز بھرّا گئی، لمحہ بھر رک کر وہ جذباتی ہو کر بولا۔ ''تم تہی دست رہ جاؤ گی۔ ذرا سوچو، کیا ملا تمہیں محبت کر کے اور کیا حصے آیا منال کے؟ وہ خوشیوں بھری زندگی کا سکھ پائے گی اور تم..... تم عمر بھر کی خلش سہو گی۔ رہ گئے ہم، تو بتاؤ کیا قصور ہے ہمارا؟ کس گناہ کی سزا ملی ہے ہمیں؟ بولو ارما!''

''آئی ایم سوری شامیر!'' وہ بے اختیار رو دی۔ ''آئی ایم رئیلی سوری۔ میں نے آپ کو دکھی کر دیا۔ میرا وہ مطلب ہرگز نہیں تھا۔'' اس کی سسکیوں میں درد کا احساس تھا۔

شامیر چونک سا گیا۔ اپنی جذباتیت میں بہہ کر وہ جانے کیا کچھ بول گیا تھا۔ اسے ایک ندامت سی ہوئی۔ لمحہ بھر کے توقف کے بعد دھیرے سے بولا۔

''سوری ارما!..... میں ایموشنل ہو گیا تھا۔ مجھے وہ سب نہیں کہنا چاہئے تھا۔ منال تمہاری بہن ہے، یہ حقیقت مجھے پسِ پشت ڈالنی نہیں چاہئے۔''

''اوہ نو، ڈونٹ سے سوری، شامیر! آپ نے جو بھی کہا، سچ کہا ہے۔ میں جانتی ہوں، آپ کا دکھ بہت گہرا اور اذیت بے حساب ہے۔ لیکن میں کیا کروں شامیر؟'' وہ بس اتنا ہی کہہ سکی۔ شامیر کی جذباتی حالت بے حد ابتر تھی۔ وہ پل بھر کہیں گم رہا، پھر سانس بھر کر بولا۔

''ارما! یاد ہے وہ دن، جب تمہارے ہاتھ سے انگوٹھی ٹوٹ کر سمندر میں جا گری تھی، تب میں نے کیا کہا تھا۔ میں نے کہا تھا نا کہ یہ اچھا نہیں ہوا۔ میرا نام انگوٹھی سے ٹوٹ کر جس طرح لہروں میں گم ہوا تھا، دراصل وہ ہم دونوں کو اس کڑے وقت کا سندیسہ دے رہا تھا۔ میں نے کہا

تھا نا، ہم بچھڑ جائیں گے۔ یا ہو سکتا ہے، ہمارے ملن کا ہر رستہ کھو جائے۔ تو دیکھو، آج سب کچھ وہی ہو گیا۔ ہم دور ہو گئے ارما!'' وہ جیسے خود سے ہار گیا تھا۔ اس کی آواز، کرب کے احساس سے ٹوٹ رہی تھی، جسے محسوس کر کے ارما کو چپ لگ گئی۔ لیکن شامیر بولتا رہا۔

''اس حادثے کے بعد ہمارا ملاپ ممکن نہیں رہا ہے ارما!..... ڈیڈی نے میری فیور کرنے سے منع کر دیا ہے۔ وہ میرا پروپوزل تمہارے گھر لانا نہیں چاہتے۔ انہیں سندس کی میرڈ لائف کو خطروں سے دور رکھنا ہے۔ اسی لئے انہوں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ وہ صاف الفاظ میں کہہ چکے ہیں کہ انہیں میری شادی پر اعتراض نہیں۔ مگر میں جس لڑکی کو اپنی زندگی کا رفیق چنوں، وہ تمہارے سوا کوئی اور ہونی چاہئے۔ انہیں ایک بہو کے طور پر تم کسی قیمت پر گوارا نہیں ہو۔ وہ تمہیں اپنے گھر میں دیکھنا نہیں چاہتے، وہ تمہیں اپنی بہو بنانا نہیں چاہتے۔ سنا تم نے؟'' شامیر کے اشک بہہ نکلے۔ ''اب ہمارے حق میں کچھ اچھا نہیں رہا ارما! وہ انگوٹھی سمندر میں ڈوب کر ہمارا مقدر بھی لے ڈوبی۔ میرے نام کا اس طرح کھو جانا بے معنی نہیں تھا۔ آج حالات ہم دونوں کے اختیار میں نہیں ہیں۔ دل چاہتا ہے، اسی سمندر میں جا کر غرق ہو جاؤں۔ جب زندگی کی کسی خوشی پر میرا حق نہیں تو جی کر کیا کروں گا؟ ''سنو ارما.....!''

دفعتہً وہ جیسے جنونی ہو گیا۔

''کیا ہم دونوں مر کے نہیں مل سکتے؟..... دیکھو، موت کے بعد ابدی زندگی ملے گی۔ کیا ہم اس ابدی زندگی میں ایک دوسرے کے ہم قدم نہیں ہو سکتے؟ پلیز ارما! مجھے بتاؤ، کیا تم میرے ساتھ مر سکتی ہو؟ کیا جی سکتی ہو ابدی زندگی؟''

''اللہ!'' ارما دنگ رہ گئی۔ وہ یہ کیسے سوال پوچھ رہا تھا۔ اس کی Frustration سر پر بجلی بن کر گری تھی۔ وہ کیا جواب دے، ارما نہیں جانتی تھی۔ بس دل دھڑک دھڑک کر بے حال ہو رہا تھا۔

''ارما!'' شامیر کی آواز میں بے پناہ کرب چھپا تھا۔ ''اب جینے کو جی نہیں کرتا۔ سارے رشتے جھوٹے اور خودغرض ہیں۔ شاید یہ دنیا ہمیں راس نہیں..... کیوں نہ ہم دونوں.....''

''فار گاڈ سیک، شامیر! کیا ہو گیا ہے آپ کو؟'' ارما نے رندھی آواز سے فوراً اس کی بات قطع کر ڈالی۔ ''کیوں اتنے دل برداشتہ ہیں آپ؟ یہ سوچ اچھی نہیں ہے شامیر! مایوسی گناہ ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے؟''

''ہونہہ..... جاننے نہ جاننے سے کیا ہوتا ہے ارما! مایوسی جب دل کو گھیرتی ہے تو ہر چیز بے مصرف اور بے کار ہو جاتی ہے۔ رشتوں کی پائیداری، محبتیں بڑھاتی ہے۔ مگر جب وہی رشتے ہمارا امتحان بن جائیں تو زندگی وبال ہو جاتی ہے اور وہ وبال مایوسی کو کھینچ لاتا ہے۔ میں سب سمجھتا ہوں ارما! لیکن کیا کروں، زندگی میں مجھے کبھی کوئی خوشی مکمل نہیں ملی۔ جانے میں کس جنجال میں پھنس گیا ہوں۔ سانس لیتا ہوں تو میرا دم گھٹتا ہے۔ سچ کہتا ہوں، یہ اذیت سہی نہیں

جاتی۔ میں ڈیڈی کو منا نہیں سکتا، سندس کو سمجھا نہیں سکتا۔ جب میں کچھ کر نہیں سکتا تو جی کر کیا کروں گا؟ یہ زندگی مجھے راس نہیں ہے ارما! مجھے اسے ٹھکرا دینا چاہئے۔"

"اللہ کے واسطے شامیر.....!" ارما کا دل ہزار ٹکڑوں میں منقسم ہو گیا۔ "آپ یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ کیا ہو گیا ہے آپ کو؟..... اتنی مایوسی اچھی نہیں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ مجھ پر بھروسہ رکھئے۔ یہ وقت کڑا ضرور ہے، مگر بدل جائے گا۔ غم جزوِ زندگی ہو سکتا ہے مگر آہ و فغاں کی صورت میں ہم اسے دل سے نہیں لگا سکتے کیونکہ ایک نئی صبح کی اُمید ہی جذبوں کو اُبھارتی ہے۔ محبتیں ماند بھی پڑ جائیں تو کیا۔ ہمیں اپنے جذبات کو توانا رکھنا چاہئے۔ یہی توانائی رشتوں کو دوبارہ ہماری طرف کھینچ لاتی ہے۔ جسٹ بلیومی، شامیر! آپ کے ڈیڈی مان جائیں گے اور سندس بھی آپ کے جذبات کو سمجھ لے گی۔ وہ اپنی زندگی کے سُکھ اور خوشی کے لئے آپ کی محبت کی شدت کو فراموش نہیں کرے گی۔ وہ مان جائے گی۔ مجھ پر اعتبار کیجئے شامیر! یہ سب میں آپ کی تسلی کے لئے نہیں کہہ رہی، بلکہ اپنی امی کے کہے کو دہرا رہی ہوں۔ میری امی کہتی ہی، گزرتا وقت حالات میں تیزی سے تبدیلی لاتا ہے اور وہ تبدیلی بندے کا مقدر بدل دیتی ہے۔ آپ کی زندگی میں ٹھہرا یہ وقت بھی ضرور بدلے گا، شامیر! بس اس کے لئے آپ کو تھوڑا سا انتظار کرنا پڑے گا۔"

"کیسے کروں انتظار؟" وہ بے طرح چڑ گیا۔ "سب سے مشکل کام یہ انتظار کرنا ہی تو ہے۔ میں نے کہا ہے تم سے، مجھ میں اب ہمت نہیں کسی مشکل کو فیس کرنے کی۔ میں اپنا صبر و ضبط کھو رہا ہوں ارما!..... ڈیڈی کا دوٹوک انکار میری ساری خوش فہمی کو ختم کر گیا ہے۔ میں جانتا ہوں، وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ مگر سندس انہیں مجھ سے زیادہ عزیز ہے۔ میری طرح وہ بھی سندس کو دکھی نہیں دیکھ سکتے۔ اسی لئے انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ تمہارے ابو سے کوئی ملاقات نہیں کریں گے اور نہ ہی تمہیں اپنی بہو کی صورت قبول کریں گے۔ اب تم ہی کچھ کرو ارما! کوئی ایسا کمال کر دکھاؤ کہ سندس دل میں چھپی ہر کدورت مٹا کر راضی ہو جائے۔ وہ ڈیڈی سے میرے حق کے ساتھ لڑے۔ اسے میری زندگی میں پیدا ہونے والی کمی کا احساس ہو جائے۔ وہ اس محبت کے لئے لڑے، جو میں تم سے کرتا ہوں۔ میں تمہارے بغیر مر جاؤں گا ارما! مجھے تمہارا ساتھ چاہئے۔ اپنی زندگی کی ہر سانس اور ہر لمحے میں..... میں زندگی کے سفر میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر چلنا چاہتا ہوں۔ تمہارے ساتھ مل کر ایک گھر بنانا اور اسے بسانا چاہتا ہوں۔ مگر ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں ہار چکا ہوں۔ اپنی ہر بازی ہار چکا ہوں۔"

وہ جیسے ہذیانی کیفیت کا شکار تھا۔ ارما کی آنکھیں برسنے لگیں۔ وہ اتنی دل گرفتہ اور نڈھال تھی کہ خود پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔ شامیر کی ہمت ٹوٹ رہی تھی۔ شاید وہ اپنا ضبط کھو بیٹھا تھا۔

عمارہ اور منال چپ سادھے ارما کی گریہ زاری دیکھ رہی تھیں۔ اس کی فون پر ہونے والی

شامیر سے یکطرفہ گفتگو دونوں لڑکیوں کو بدلتے حالات سے باخبر کر رہی تھی۔ مگر حالات اس قدر اُلجھ گئے تھے کہ ان کی کوئی بھی کوشش انہیں سنوارنے سلجھانے میں ناکام رہتی۔ وہ لبوں پر چپ کی مہر لگائے زرد چہرے کے ساتھ ارما کو گھور رہی تھیں۔ وہ چند ساعتیں بے آواز روتی رہی، پھر گزرتے وقت کا احساس بولنے پر مجبور کر گیا۔

"شامیر! اتنی جلدی ہار مان لیں گے تو منزل کیسے پائیں گے؟ آپ کی ہمت اور صبر و استقامت میرے لئے کسی Energy سے کم نہیں۔ میں بہت بزدل ہوں شامیر! لیکن آپ کی وِل پاور دیکھ کر خود بھی حالات سے لڑنے کی ہمت کر پاتی ہوں۔ پلیز، خود کو سنبھالیے اور میری بات یاد رکھیے۔ یہ وقت ضرور بدلے گا۔ وہ گھر، جسے آپ بسانے کی خواہش رکھتے ہیں، آپ کی قسمت میں لکھ دیا گیا ہے۔ بس آپ کو حوصلے سے ان کٹھن لمحوں سے گزرنا ہے۔ اگر قسمت کو بدلنا ہے تو تدبیر اختیار کرنی ہو گی اور ہر تدبیر، حوصلے اور ہمت سے اختیار کی جاتی ہے۔ اس لئے ہمیں ایک دوسرے کے تعاون سے آگے بڑھنا ہو گا۔ وہ راستہ تلاش کرنا ہو گا، جہاں ہر بات کسی اختلاف کے بغیر طے ہو جائے۔ جہاں ہمارے بزرگ ہم سے راضی ہوں اور جہاں ہماری محبت اور جذبات کا مان رکھا جائے، ان کی قدر کی جائے۔"

"ہونہہ..... کون کرے گا قدر؟" وہ اب بھی اسی حالت زار کا شکار تھا۔ "کیا سندس قدر کرے گی ہمارے جذبات کی؟ کیا وہ اس بے چارگی کو دیکھ پائے گی، جس میں ہم دونوں گرفتار ہیں؟ کیا وہ احساس کر پائے گی کہ اس کی ضد مجھے تم سے جدا کر کے بے موت نہ مار ڈالے؟ بولو ارما!..... جواب دو۔ کیا تمہاری یہ تسلی میری بہن کے فیصلے کو تبدیل کر سکے گی؟ کیا ڈیڈی کو تمہارے گھر کی چوکھٹ تک لا سکے گی؟"

"کیوں نہیں شامیر!" ارما نے آنسو پونچھ کر جیسے اپنے ساتھ ساتھ اس کی ہمت بھی بندھائی تھی۔ "ارادہ اور یقین پختہ ہو تو اللہ بھی شاملِ حال رہتا ہے۔ وہ ہماری مدد ضرور کرے گا۔ اللہ نے چاہا تو سندس کو اپنی ضد اور خودسری کا آپ ہی احساس ہو جائے گا۔ وہ آپ کے لئے ڈیڈی کو منا سکتی ہے۔ وہ آپ کا حق آپ کو لوٹا سکتی ہے۔ بشرطیکہ کوئی اس کے زخموں پر بھی نرم ہاتھ سے پھاہا رکھے۔ کوئی اس کے درد کو بھی سمجھے، اسے اس طریقے سے سمجھائے کہ وہ صحیح اور غلط کو کھلے دل و دماغ سے Judge کر سکے اور فیصلہ کر سکے۔ وہ فیصلہ جو ہم سب کی مشکل کا حل بن کر سامنے آئے۔ جو ان بگڑے اُلجھے حالات کو لمحہ بھر میں سمیٹ سکے۔"

"تو ٹھیک ہے ارما! پھر یہ کام تم کرو۔ آ کر سمجھاؤ سندس کو..... میں اب اور انتظار نہیں کر سکتا۔ یہ صورتِ حال مجھ سے مزید سہی نہیں جائے گی۔ میں اعصابی تھکن کا شکار ہو گیا ہوں اور اس سے پہلے کہ نروس بریک ڈاؤن کا شکار ہو جاؤں، تم....."

"آپ فکر مت کریں۔" ارما نے تیزی سے اس کی بات کاٹ کر اپنی رضامندی ظاہر کی۔ "میں سمجھاؤں گی سندس کو۔ میں اس کے درد کو بانٹوں گی۔ چاہے اس کے لئے مجھے کچھ بھی کرنا

پڑے۔ لیکن آپ وعدہ کریں، آپ خود کو سنبھالے رکھیں گے شامیر! آپ مزید دکھی نہیں ہوں گے، نہ ہی کسی ٹینشن کا حصہ بنیں گے۔ جسٹ بلیومی، شامیر! سب ٹھیک ہو جائے گا۔ یہ وقت بدل جائے گا۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔ سب ٹھیک ہو جائے تو مجھے سکون ملے گا، ارما! میری ماما بہت پریشان ہیں۔ آج وہ ڈیڈی سے تکرار کے بعد جیسے خود سے ہاری بیٹھی ہیں۔ اگر یہ صورتِ حال تبدیل نہ ہوئی تو شاید وہ زندہ نہ رہ سکیں۔ ڈیڈی سے جھگڑے کے بعد وہ خود کو بہت تنہا محسوس کر رہی ہیں۔ ان کی حالت اچھی نہیں ہے ارما! آخر میں کس کس کو سنبھالوں، کس کی طرف دیکھوں، کسے سمجھاؤں؟ ایک طرف سندس ہے اور دوسری طرف ماما۔ میں دونوں کی اذیت کیسے کم کروں؟..... میں کیا کروں ارما؟"

"آپ کچھ مت کریں۔ صرف ریلیکس ہونے کی کوشش کریں۔ اللہ سے اچھی امید رکھئے شامیر! سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں آ کر بات کرتی ہوں سندس سے۔ میں اسے سمجھانے کی پوری کوشش کروں گی۔ مجھے یقین ہے، وہ میری بات ضرور سنے گی۔ وہ مان جائے گی شامیر! آپ میری بات سن رہے ہیں نا؟" ارما نے اسے پکارا مگر جواب میں خاموشی رہی۔ شامیر نے فون بند کیا تھا، نہ کوئی رسپانس دیا تھا۔ اس کی اس اچانک چپ نے ارما کو خوف زدہ کر ڈالا۔ وہ گھبرا کر اسے آوازیں دینے لگی۔

"شامیر! آخر آپ بولتے کیوں نہیں؟ آپ مجھے سن رہے ہیں نا؟" مگر ادھر جواب میں خاموشی طاری رہی۔ ارما بار بار پکارتی رہی۔

اس نے موبائل آف کر دیا۔ ارما کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔ آج سے پہلے اس نے شامیر کو اتنا اپ سیٹ کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ بہت سلجھا ہوا اور کول مائنڈ بندہ تھا لیکن آج بگڑے حالات کا تناؤ اس کی ہمت کو پست کر گیا تھا۔ شاید وہ ہار گیا تھا خود سے۔ ارما نے پلٹ کر موبائل بستر پر پھینکا اور دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔ اس کا اس بری طرح سے رو دینا عمارہ اور منال کے چہرے تاریک کر گیا۔ وہ دونوں ایک ساتھ اٹھ کر ارما کی طرف لپکیں۔

"ارما.....!" منال نے آگے بڑھ کر اسے اپنی بانہوں میں لے لیا۔ "یہ سب کیا ہے میری بہن؟ یہ کیا ہو رہا ہے آخر؟"

ارما نے تیزی سے اس کے بازو اپنے اطراف سے جھٹک دیئے اور منال سے دور ہو کر بولی۔

"کیا تمہیں نہیں معلوم، یہ سب کیا ہے؟ ساری سچویشن تمہاری اپنی پیدا کردہ ہے منال! جو کچھ بھی ہو رہا ہے، اس کی وجہ تم ہو۔ میں نے تمہیں کتنا روکا تھا، کتنا منع کیا تھا اور کتنا سمجھایا تھا کہ دائم کی طرف مت دیکھو، وہ تمہارا نہیں ہے اور نہ تمہارا ہو سکتا ہے۔ مگر تم نے میری ایک

نہ مانی اور جو کچھ اپنی مرضی سے کیا، اب نتیجہ سامنے ہے۔ دیکھو، شامیر جیسا ہمت والا بندہ بھی دل چھوڑ بیٹھا ہے۔ وہ اس وقت اتنی اذیتوں میں گرفتار ہے کہ مرنے کی باتیں کرنے لگا ہے۔ وہ جینا نہیں چاہتا منال! اسے اپنی بہن کی آنکھوں سے بہتے آنسو دیکھنے ہیں نہ اپنی ماں کی افسردگی۔ وہ ان دونوں کے غم سے دل برداشتہ ہو گیا ہے۔ تم نے یہ کیسی سزا دے ڈالی ہے اس گھر کے لوگوں کو کہ وہ مر مر کے جی رہے ہیں۔ وہ نہ صرف تمہاری محبت کا آزار بھگت رہے ہیں بلکہ آپس میں اُلجھ کر ایک دوسرے پر اعتماد بھی کھو بیٹھے ہیں۔" ارما کی سسکیاں پہلے سے زیادہ تیز تھیں، وہ ہچکیاں بھرتے ہوئے بولی۔

"کیا ملا منال! تمہیں یہ سب کر کے؟ ادھر تم حمزہ کے گھر رخصت ہونے کی تیاری کر رہی ہو تا کہ نئی زندگی کی خوشیوں سے دامن بھر سکو اور ادھر شامیر کا پورا گھر تمہاری لگائی آگ میں جل کر خاکستر ہو رہا ہے۔ تم مجرم ہو ان سب کی منال! اور تم مجرم ہو اپنی بہن کی۔ تم نے میرے جذبات کو بھی پھونک ڈالا ہے۔ تم نے میرے دل کی دنیا بھی اُجاڑ کے رکھ دی۔ پھر کیا حق ہے تمہیں خوش ہونے کا؟..... کس حق سے نئی زندگی جینا چاہتی ہو؟ اتنے بہت سے لوگوں کو خون کے آنسو رُلا کر کیا تم خوش رہ سکو گی منال؟ کیا دوسروں کی آنکھوں میں آنسو بھر کے اپنے دل کو روشن رکھ سکو گی؟ بولو منال!..... جواب دو مجھے۔"

وہ جیسے پھٹ پڑی تھی۔ بے بسی اور اذیت نے مل کے اوسان چھین لئے تھے۔ وہ بے حد شکستہ تھی۔ آنسو اس کی پلکوں سے ٹوٹ کر ستاروں کی طرح گر رہے تھے۔ اس کی اشکباری، عمارہ اور منال کو بھی آبدیدہ کر گئی۔ اس سے پہلے کہ منال جھکا سر اٹھا کر اسے تسلی دیتی، عمارہ نے آگے بڑھ کر ارما کو اپنے ساتھ لگا لیا۔

"ارما! تم بہت ہمت والی لڑکی ہو۔ ابھی شامیر کو کتنی محبت سے تسلی دے رہی تھیں۔ کس طرح اسے مشکل حالات سے نمٹنے کی صلاح دے رہی تھیں اور اب خود دل ہارے بیٹھی ہو۔ ایسا مت کرو ارما! خود کو سنبھالو۔ ابھی بہت سے معاملات کو سلجھانا ہے تم نے۔ یہ آنسو کمزوری کی علامت ہیں، انہیں روک لو۔ ورنہ تم خود اس سیلاب میں بہہ جاؤ گی۔ اور اگر ایسا ہو گیا تو پھر کوئی بھی تمہارے لئے کچھ نہ کر سکے گا۔"

"میں کیا کروں عمارہ!" ارما کی سسکیاں جان لیوا تھیں۔ "میں کیا کروں، کیسے ان حالات سے لڑنے کا حوصلہ پیدا کروں؟ میرے بس میں کچھ نہیں ہے۔ میں امی ابو کی ناراضگی دور نہیں کر سکی تو شامیر کی کیا مدد کروں گی؟ میری جھوٹی تسلی اس کے بھی کسی کام نہیں آئی، وہ چپ ہو گیا ہے۔ وہ کچھ کر بیٹھے گا عمارہ! میں نے شامیر کو اتنا دل گرفتہ اور اُداس پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ وہ مایوسی میں گھر گیا ہے۔ وہ اپنے ڈیڈی کا انکار سن کر خوف زدہ ہو گیا ہے۔ اسے ڈر ہے، وہ مجھے کھو دے گا اور یہ ڈر اسے کچھ بھی غلط کرنے پر اُکسا سکتا ہے۔ اگر اسے کچھ ہو گیا یا جذباتی ہو کر اس نے کوئی غلط قدم اٹھا لیا تو میں منال کو بھی معاف نہیں کروں گی۔"

''یُو شڈ ریلیکس ارما!.....جسٹ ریلیکس۔ میں جانتی ہوں، تم پریشان ہو۔ مگر اس طرح بی ہیومت کرو یار! منال تمہاری بہن ہے، وہ غلطی کر بیٹھی ہے تو اسے اس طرح مت دھتکارو۔ اسے بھی توجہ اور ہمت کی ضرورت ہے ارما! تم اس کی بڑی بہن ہو، اپنی بڑائی کو پیشِ نظر رکھو۔ یوں بچوں کی طرح رونا دھونا مچاؤ گی تو کیسے ان بگڑے حالات کو سنبھال پاؤ گی؟ یُو جسٹ کنٹرول یور سیلف۔'' عمارہ نے نرمی سے اس کے آنسو پونچھے تو ارما کی نظر بے اختیار منال کی طرف اُٹھی۔ وہ ہاتھ گود میں دھرے، سر جھکائے بیٹھی تھی۔ اس کا چہرہ زرد اور ہونٹ خشک تھے۔ لبوں کی ہلکی سی لرزش اس کا ضبط ٹوٹنے کی علامت تھی۔ پھر بھی اپنی ڈبڈبائی آنکھوں پر پلکوں کی چلمن جھکائے وہ خاموش بیٹھی تھی۔ ارما کے دل میں جیسے کوئی کانچ ٹوٹ کے بکھرا تھا۔

وہ سب کی مجرم تھی۔ یہ منال بہت اچھی طرح جانتی تھی۔ پر گیا وقت لوٹا نہیں کرتا کے مصداق اس کی ہٹ دھرمی اور خطاؤں کا تدارک کرنا ممکن نہ تھا۔ بھلا کمان سے نکلے تیر کی طرح محبت نشانہ باندھ کر کی جاتی ہے؟ لیکن منال کی اندھی محبت نے دائم کو جیسے اپنے ٹارگٹ پر رکھ لیا تھا۔ اب وہ گھائل تھا تو اس میں سندس اور ارما کا کیا قصور تھا۔ اصل خطا تو منال کی تھی، جس کی من مانی نے نہ صرف اسے رسوا کیا بلکہ دیگر لوگوں کے معاملات اُلجھا کر انہیں بھی سکھ چین سے محروم کر ڈالا تھا۔ ان دیگر لوگوں میں سرفہرست شامیر تھا، جس کے فرشتوں کو بھی یہ خبر نہ لگی کہ وہ جس لڑکی کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کا خواہاں تھا، اس لڑکی کی چھوٹی بہن اس کی سگی بہن سندس کا گھر اُجاڑنے میں کلیدی کردار ادا کرے گی۔

بدلتے حالات کشمکش اور بے یقینی کے سائے میں تھے۔ اور ڈیڈی کے کورے جواب کے بعد شامیر ارما کے والد سے کیا جانے والا وعدہ نبھانے سے قاصر تھا۔ یہی وہ بے بسی تھی، جو اسے ہمت ہارنے پر مجبور کر رہی تھی۔

منال کی خاموشی، عمارہ کی برداشت سے باہر ہو رہی تھی۔ وہ چند ساعت دونوں بہنوں کے ستے چہرے اور نم آنکھیں دیکھتی رہی، پھر آہستگی سے ارما کا کاندھا ہلا کر بولی۔

''ایک دوسرے پر الزام تراشی کرنے سے کیا ہو گا ارما! دل آزاری اور بے قراری کے سوا تم اور منال کچھ بھی حاصل نہ کر پاؤ گی۔ جو ہونا تھا، سو ہو چکا۔ اب آگے کی طرف دیکھو۔ منال غلطی کر چکی ہے۔ اسے اپنی کوتاہی کا احساس ہے، وہ حالات کی نزاکت کو سمجھ سکتی ہے کیونکہ احساس کی مار تمام اذیتوں پر بھاری ہوتی ہے۔ جو جس طرح یہ اذیت سہہ رہی ہے، بس وہی جانتی ہے۔ اس لئے تم اسے مجرم مت گردانو بلکہ اس راستے کو تلاش کرو جس پر چل کر تم دونوں اپنی ساری مشکلیں ختم کر سکو۔ یہ حالات جو اُلجھ گئے ہیں اور ہی جو آپا دھاپی سی پڑ گئی ہے، اسے کنٹرول کر سکو۔''

''مگر یہ سب ہو گا کیسے عمارہ؟ کدھر ہے وہ راستہ، جس پر چل کر یہ سارا عذاب ختم ہو جائے؟'' ارما نے اشک برساتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ ''کیا کوئی ایسا حل نہیں جو ان

مصائب کو آسانیوں میں بدل دے؟ کیسے نکالوں شامیر اور دائم کو اس آزار سے، جو سندس نے منال کے خوف سے ان دونوں کے سروں پر مسلط کر رکھا ہے؟ آخر کیسے ختم کروں وہ شکوک اور غلط فہمیاں، جو میری بہن کی جذباتی کوتاہیوں نے سندس کے دل و دماغ میں بھر دی ہیں۔ میں کیا کروں عمارہ!..... مجھے کچھ بجھائی نہیں دیتا۔'' عمارہ کی سنجیدگی پہلے سے سوا تھی۔ وہ اس کے ہاتھ سہلا کر بولی۔

''دیکھو ارما! پہلے تمہیں خود کو سنبھالنا ہو گا۔ یہ آنسو جو بے دریغ تمہاری ان خوب صورت آنکھوں سے بہہ رہے ہیں، پلیز ان پر بند باندھو۔ جب تم اپنی ٹینشن سے باہر آؤ گی تو کچھ سوچ سمجھ سکو گی۔ ورنہ بگڑے حالات کو مزید بگاڑنا کون سا مشکل ہے۔''

''مگر کیسے عمارہ؟'' وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ ''یہ ٹینشن ہی تو کم نہیں ہوتی۔ ذہن سے بوجھ ہٹے تا تو ہی کوئی حل سمجھ میں آئے گا۔''

عمارہ کچھ نہ بولی، بس چپ چاپ اس کے ہاتھوں کو اپنی محبت بھری گرفت میں لے کر سہلاتی رہی۔ کمرے کی خاموشی بڑھ سی گئی تھی۔ وہ تینوں اپنی جگہ ایک بے چینی اور اضطراب میں گھری بیٹھی تھیں۔ حالات کس نہج پر چلے آئے تھے۔ اب ہر راستہ بند ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ دفعتہً منال کو آپا بیگم کا خیال آیا۔ وہ یک دم سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ آپا بیگم جہاں دیدہ عورت تھیں اور ان کی سمجھ داری نے ارما اور منال کو بھی قائل کر رکھا تھا۔ وہ کسی بھی مسئلے کو اُلجھنے نہیں دیتی تھیں۔

''سنو ارما!'' منال کی صدا میں بے تابی کے ساتھ ایک جوش بھی شامل تھا۔ ''میرا خیال ہے، ہماری ان اُلجھنوں کو ایک ہستی سلجھا سکتی ہے۔ ہمیں اس آڑے وقت میں ان سے مدد لینی چاہئے۔''

''کون منال.....؟'' عمارہ اور ارما نے چونک کر اسے دیکھا۔ ''تم کس ہستی کی بات کر رہی ہو؟''

''آپا بیگم کی۔'' منال کا جواب جیسے دھماکا کر گیا۔ ارما کی روح فنا ہو گئی۔ ''تم خوش تو ہو منال! جانتی ہو کس کی بات کر رہی ہو؟ وہ ہستی تمہاری کون ہے، کیا رشتہ ہے ان سے تمہارا، کیا سب بھول بیٹھی ہو؟''

''یہ دیوانی ہو گئی ہے ارما! Totaly unconscious'' عمارہ نے سر جھٹک کر جیسے تمسخر سے کہا۔ ''آپا بیگم سے بات کرنے کا مطلب اپنے آپ کو مزید مصیبتوں کے منہ میں دھکیلنا ہے۔ وہ خاتون یہ ساری کہانی سن کر سیدھی اپنے بھائی حمزہ کے پاس پہنچ جائیں گی اور جو نکاح ہو چکا ہے، اسے توڑنے کی بھرپور کوشش میں جت جائیں گی۔''

''نہیں عمارہ!'' منال نے عجلت سے اس کے اندیشے کو رد کیا۔ ''وہ ایسی نہیں ہیں۔ بے حد سمجھ دار اور حالات کو ساتھ لے کر چلنے والی عورت ہیں۔ وہ حمزہ کی خاطر یہ سارا اُلجھا معاملہ بے

حد خوبی سے سلجھا سکتی ہیں۔ ہمیں ان سے سچ بول دینا چاہئے۔ وہ پہلے بھی بہت سی باتوں سے باخبر ہیں۔ اب انہیں ہر چیز تفصیل سے بتائی جائے گی تو وہ ضرور ہماری....."

"نہیں منال!" ارما نے سختی سے منع کر دیا۔ "میں تمہاری آئندہ زندگی اور حمزہ کے اعتماد کو داؤ پر نہیں لگا سکتی۔ ان باتوں کی گونج بہت دور تک جائے گی ارے یہ باتیں اگر آپا اور حمزہ کو تم سے بدظن کر گئیں تو نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا۔ تم رہی سہی عزت بھی گنوا بیٹھو گی۔"

"نہیں ارما! یہ سب تمہارا وہم ہے۔ میں جانتی ہوں، آپا بیگم ہی ہماری مشکلات کا خاتمہ کر سکتی ہیں۔ وہ دوسرے کو قائل کرنے کا فن جانتی ہیں۔ سوسندس کو بہت اچھی طرح کنوینس کر سکیں گی۔ ہمیں یہ سب باتیں انہیں سے شیئر کرنی ہوں گی۔"

منال کا اصرار برقرار تھا۔ عمارہ اور ارما حیرت بھری خاموشی کے ساتھ اس کا چہرہ دیکھنے لگیں۔ اس کی بات کچھ کچھ دل کو لگ رہی تھی۔ مگر آپا کا رشتہ، منال کے ساتھ جس حساس نوعیت کا تھا، وہ حساسیت انہیں کوئی بھی بولڈ اسٹیپ اٹھانے سے روک رہی تھی۔ وہ تینوں پریشانی میں گھری بیٹھی تھیں۔ کوئی فیصلہ ہو کے نہ دے رہا تھا۔ آنے والے وقت کا خوف ایک اذیت بھرا دباؤ بن کر ان کے دل و دماغ کو بوجھل کر رہا تھا۔ سینے میں دھڑکن گم ہو رہی تھی۔ ایک اضطراب روح کو مضمحل کئے جا رہا تھا۔

ایسے میں منال نے خود کو اس پریشر سے آزاد کرنے کی کوشش کی اور پاس پڑے موبائل کو اٹھا کر حمزہ کا نمبر ملا دیا۔ دوسری طرف بیل جا رہی تھی۔ ارما کا دم نکل گیا۔ منال کو کال ملاتے دیکھ کر وہ پہلے سے زیادہ خوف زدہ ہو گئی۔

"یہ..... یہ تم کیا کر رہی ہو؟" اس نے گھبرا کر سیل فون چھیننے کی کوشش کی مگر دوسری طرف کال مل چکی تھی۔ فون حمزہ نے اٹھایا تھا۔ منال نے ایک نظر بہن کو دیکھ کر "ہیلو" کہتے ہوئے بات کا آغاز کر دیا۔ ارما سر پکڑ کے بیٹھ گئی۔

"میں منال بات کر رہی ہوں۔"

"اوہ..... زہے نصیب..... آج قسمت مجھ پر مہربان کیسے؟" وہ خوشگواریت سے بول پڑا۔ منال کی کال اس کے لئے ایک سرپرائز تھی۔

"مجھے کچھ کام ہے آپ سے۔" اس کے اچھے موڈ کو نظرانداز کر کے منال نے سنجیدگی برقرار رکھی۔ حمزہ کچھ ٹھٹک گیا۔

"کوئی پرابلم ہے منال؟..... سب خیریت ہے نا؟"

"جی۔ سب خیریت ہے..... مجھے ملنا ہے آپ سے۔"

"مجھ سے؟" وہ چونکا۔ "لیکن کیوں؟..... کیوں منال؟"

"آپ سے ملنے کے لئے اس کیوں کا جواب دینا ہو گا حمزہ؟" وہ شکوہ کناں تھی۔

حمزہ بوکھلا گیا۔ "نن..... نہیں منال! تم جب چاہو مجھ سے مل سکتی ہو۔ تم پر کوئی پابندی

نہیں ہے۔"

"تھینکس۔ آپ سے ملاقات کرنا میرا حق ہے..... کیوں؟" وہ ذومعنی انداز سے بولی تو حمزہ مسکرا دیا۔

"ہاں اور یہ حق میرے لئے بھی پسندیدہ ہے۔ کیا میں گھر آ جاؤں؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"نہیں۔" اس نے فوراً منع کیا۔ "مجھے آپ کے گھر آنا ہے۔"

"میرے گھر؟" حمزہ کا ماتھا ٹھنکا۔ "کوئی سیریس بات ہے منال؟..... مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ تم پریشان ہو؟"

"یہ میں آ کر بتاؤں گی۔ میرے ساتھ ارما اور عمارہ بھی آئیں گی۔ ہمیں آپ سے اور آپا سے کچھ بات کرنی ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ اس بار ششدر رہ گیا۔ "ایسی کون سی باتیں کرنی ہیں تم سب کو مجھ سے اور آپا سے؟"

"بس، ہیں کچھ ضروری باتیں۔ آپ فراغت سے تو ہیں نا؟" منال کی آواز دھیمی تھی۔ حمزہ سنجیدہ ہو گیا۔

"تمہارے لئے بہت وقت ہے میرے پاس۔ لیکن تم اتنی اپ سیٹ کیوں ہو منال؟ پلیز مجھے بتاؤ، مجھے فکر ہو رہی ہے۔"

"آپ کو کچھ دیر انتظار کرنا پڑے گا حمزہ! میں آ رہی ہوں آپ کی طرف۔" منال نے اسے ٹالا۔

"نہیں..... پہلے پریشانی بتاؤ۔" وہ بضد تھا۔

"کہا نا، میں آ رہی ہوں۔ اپنی پریشانی مجھے آپ ہی سے شیئر کرنی ہے۔ سو پلیز ٹرائے ٹو انڈراسٹینڈ می۔"

"اوکے، آئم ویٹنگ فار یو۔" اس نے فون بند کر دیا۔

منال نے ایک گہری سانس کے ساتھ اپنا سیل بستر پر رکھ دیا اور ارما کی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے بولی۔

"یہی واحد حل ہے ارما! ہمیں حمزہ اور ان کی بہن تحریم کو اعتماد میں لینا ہو گا، ورنہ یہ آگ بڑھتی جائے گی اور کوئی بھی بچ نہیں پائے گا۔"

"لیکن منال! اگر امی ابو کو خبر ہو گئی تو؟" ارما کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔ وہ انتہائی فکرمند تھی۔

"تو کیا..... اب رسک تو لینا پڑے گا نا۔" منال کا جواب فوری تھا۔

"اور..... اور اگر کچھ غلط ہو گیا تو.....؟" وہ اندیشوں میں مبتلا تھی۔ منال مسکرا دی۔ اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔

"اب کچھ غلط نہیں ہو گا ارما!..... ہم غلطی کو ہی سدھارنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ

اچھا کام ہے اور اچھے کام کو کرنے سے نہ ابو روکیں گے اور نہ ہی امی کو کوئی اعتراض ہوگا۔ تم فکر مت کرو، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں اپنی کوئی کوتاہی تمہاری سزا بننے نہیں دوں گی۔"

"میرا خیال ہے، منال ٹھیک کہہ رہی ہے ارما!" عمارہ نے بھی اس کا کاندھا تھپکا۔ "اسے یہ موقع ملنا چاہئے کہ وہ اس اُلجھے مسئلے کو سلجھانے میں تمہاری مدد کرے۔ اللہ نے چاہا تو سب کچھ کسی پرابلم کے بغیر ہی ٹھیک ہو جائے گا۔ تم بالکل فکر مت کرو۔"

"اللہ کرے، سب ٹھیک ہو جائے۔" وہ اب بھی پریشان تھی۔ دل کسی طور سنبھل کے نہ دے رہا تھا۔ سانس ساکن تھی۔

❁❁❁

عرفان اپنے کیبن میں تھے، جب انہیں اچانک اپنے پی اے کا فون موصول ہوا۔ اس نے پوچھا، آفس کے ریسیپشن پر دائم ان کا منتظر ہے۔ کیا اسے ان کے کمرے میں بھیج دیا جائے؟ عرفان پریشان ہو گئے۔ دائم کا یوں اچانک صبح نو بجے آفس چلے آنا کسی خاص بات کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ انہوں نے دائم کو وہیں ٹھہرانے کا کہہ کر فون رکھ دیا اور فوری طور پر اپنے کیبن سے باہر نکل آئے۔ دائم Visitor's Room میں موجود تھا۔ عرفان سیدھے وہیں آئے تھے۔

"کیا بات ہے دائم! خیریت تو ہے؟" انہوں نے پریشانی کے ساتھ مصافحہ کیا تو دائم کے لبوں پر پھیکی سی مسکراہٹ اُتر آئی۔

"اللہ جانے، خیریت ہے یا نہیں۔ میں یہ بات خود نہیں جانتا عرفان!"

"کیا مطلب؟" وہ اور بھی گھبرا گئے۔ "سنڈس، آئی مین تمہاری وائف تو ٹھیک ہے نا؟"

"وہی تو ٹھیک نہیں ہے یار! اس بار سارا فساد اسی ایک کا اُٹھایا ہوا ہے۔ بہر حال....." دائم نے بات ادھوری چھوڑ کر خود کو سنبھالا۔ "مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے عرفان! اسی لئے تمہارے آفس چلا آیا۔ گھر پر یہ باتیں کسی طور ڈسکس نہیں کی جا سکتی تھیں۔"

"ارے، ایسی کون سی باتیں ہیں دائم! اب تم مجھے اُلجھا رہے ہو۔"

"نہیں۔ میں اُلجھن ہی دُور کرنے آیا ہوں عرفان! کیا تم مجھے کچھ وقت دے سکو گے؟" وہ بے حد سنجیدہ تھا۔

عرفان کچھ لمحے اس کا چہرہ دیکھتے رہے، پھر سر ہلا کر رضامندی سے بولے۔ "اوکے۔ تمہارے لئے انکار ہو ہی نہیں سکتا۔ بتاؤ، یہیں بیٹھو گے یا کہیں باہر چلیں؟"

"باہر کہاں؟" وہ چونکا۔

"کسی ہوٹل میں۔ یہ وزیٹرز روم ہے، یہاں آمد و رفت لگی رہے گی اور لوگوں کا آنا جانا ہمیں بالکل بات کرنے نہیں دے گا۔" انہوں نے وضاحت کی تو دائم نے باہر چلنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ وہ دونوں آفس سے نکل کر ایک نزدیکی ریسٹورنٹ میں آ بیٹھے۔

"چائے پیو گے" عرفان نے آفر کی۔

"ہاں ضرور۔ آج ناشتے کے بغیر ہی اٹھ آیا ہوں۔" اس کے لہجے میں اُداسی نمایاں تھی۔

عرفان مسکرا دیئے۔

''اس وقت تم کسی بے چارے شوہر سے کم نہیں لگ رہے۔ لگتا ہے، سندس نے جھگڑے کے بعد تمہارا کھانا پینا بھی بند کر دیا ہے۔ کیا مسئلہ ہے یار! بہرحال، پہلے ناشتہ کرلو، ہم بعد میں بات کریں گے۔'' انہوں نے ویٹر کو بلا کر بریک فاسٹ کا آرڈر دیا، پھر دائم کی طرف پلٹ کر بولے۔

''تمہاری صبح صبح آمد نے مجھے بھی فکرمند کر دیا ہے دائم! کوئی سیریس بات ہے کیا؟''

''ہوں۔'' وہ جیسے محتاط ہو گیا۔ ''پہلے تم میرے ایک سوال کا جواب دو عرفان!''

''ہاں پوچھو۔'' عرفان ہمہ تن گوش تھے۔

''کیا ارما کی شادی، شامیر سے ہو سکتی ہے؟'' اس کا سوال بے حد غیر متوقع تھا۔ عرفان چونک اٹھے مگر تاثر چھپا کر بولے۔

''ہاں، بالکل ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ ارما کی خواہش بھی ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے، امی ابو بھی اس رشتے پر راضی ہیں۔ لیکن انہوں نے ایک شرط ضرور عائد کی ہے۔ وہ یہ کہ شامیر پہلے اپنے والدین کو لے کر آئے۔ ان کی مرضی جاننے کے بعد ہی یہ پروپوزل Accept کیا جائے گا۔''

''اور اگر میں کہوں کہ یہ ممکن نہیں ہے تو.....؟'' دائم کی سنجیدگی، عرفان کو متفکر کر گئی۔

''تو کیا۔ تب یہ شادی مشکل میں پڑ جائے گی۔ امی کی تو خیر ہے، مگر ابو ارما کو اس صورتِ حال کے بعد کبھی شامیر کے ساتھ رخصت نہیں کریں گے۔ کیونکہ باپ کی رضامندی کے بغیر ایسے رشتے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ گھر کا وہ فرد جو اپنی حیثیت میں سب سے زیادہ اہم ہو، اس کا انکار اس طرح کی شادی کو کیسے قبول کر سکے گا؟ شامیر کے ڈیڈی راضی نہیں ہیں تو بات وہیں ختم ہو جاتی ہے۔''

''ارے نہیں، بات ختم کیسے ہو گی عرفان؟ کیونکہ وہی اہم شخصیت، سندس کا ساتھ دے رہی ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ ذکاء الدین صاحب، سندس کی باتوں میں آ کر شامیر کی ہر خوشی نظرانداز کر رہے ہیں۔ انہوں نے اس ضمن میں اپنی بیوی کو بھی ہزار سنائی ہیں اور صاف لفظوں میں کہا ہے کہ وہ یہ رشتہ ہونے نہیں دیں گے۔''

''تو پھر بحث کس بات کی ہے؟'' عرفان نے بے زاری سے ہاتھ جھاڑے۔ ''مطلب یہ کہ بات ختم ہوئی۔ باپ راضی نہیں تو شادی کا کیا سوال؟ شامیر کو سب سے پہلے اپنے گھریلو حالات سدھارنے پر توجہ دینی چاہئے۔ وہ اگر بہن کو منا لے تو وہ باپ کے کان نہ بھر سکے گی۔ اب یہ اس کا اپنا اختیار ہے۔ میں اس معاملے میں بھلا اس کی کیا مدد کر سکوں گا؟''

''مدد تم ہی کر سکتے ہو عرفان! اور میں اسی لئے تمہارے پاس آیا ہوں۔'' دائم نے فوراً دل کی بات کہی۔

عرفان کو جیسے غصہ آ گیا۔ جل کر بولے۔ ''یُو نو دائم! میں شامیر کو زیادہ جانتا پہچانتا نہیں

ہوں۔ وہ کیسا ہے، کیسی نیچر کا مالک ہے، مجھے کچھ پتہ نہیں۔ پھر تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ میں اتنے پرسنل معاملے میں اس کی کوئی مدد کر سکوں گا؟''

''یہ بات نہیں ہے یار! میں تمہیں اس کے پرسنل افیئرز کے حل میں شامل نہیں کر رہا، بلکہ میں صرف اتنا چاہتا ہوں، تم ابو کو ارما اور شامیر کی شادی پر زور دو۔ اگر ان کی شادی ذکاء صاحب کی شمولیت کے بغیر ہی ہو جائے تو کیا مضائقہ ہے۔ بعد میں ایسی شادی کچھ وقت گزرنے کے بعد اپنے آپ تسلیم کر لی جاتی ہے۔ شادی کے بعد حالات میں بدلاؤ ضرور آتا ہے عرفان!''

''نہیں دائم!'' عرفان کا انکار حتمی تھا۔ ''میں اس معاملے میں ابو کے ساتھ ہوں۔ ان کا فیصلہ بے حد مناسب ہے۔ تم جانتے ہو، شادی سے پہلے کے پرابلمز، شادی کے بعد مزید مشکلات پیدا کرتے ہیں۔ پھر وہی مشکلیں راستے میں رکاوٹ ڈالتی ہیں اور شادی ٹوٹنے کا سبب بن جاتی ہیں۔ ہم ارما کی زندگی اور اس کی خوشیاں داؤ پر نہیں لگا سکتے۔''

''یہ مت بھولو عرفان! ارما، شامیر کو پسند کرتی ہے اور شامیر بھی اس کے بغیر رہنا نہیں چاہتا۔'' دائم کا اصرار پُرزور تھا۔

''یہ ان دونوں کی جذباتیت ہے..... میری دونوں بہنوں کا دماغ خراب ہے تو میں کیا کروں؟ اللہ جانے محبت کا بھوت ان کے سروں پر کیسے نازل ہو گیا، ورنہ اچھی بھلی سمجھ دار لڑکیوں کا اس طرح بے اختیار ہو جانا میری سمجھ سے باہر ہے..... ارے میرا بس چلے تو دونوں کو ایسی کڑی سزا دوں کہ طبیعت صاف ہو جائے اور محبت کا سارا جنون ہوا ہو جائے ان کے سر سے۔''

وہ تپ کر بولے تو دائم کی ہنسی نکل گئی۔ اس دوران ویٹر ناشتہ لے آیا۔ ٹیبل چن کر وہ جونہی پلٹا، دائم نے عرفان کا انتظار کئے بغیر فوراً کھانا شروع کر دیا۔ یوں لگتا تھا، جیسے اسے شدید بھوک لگ رہی ہو۔

عرفان نے چائے بنا کر ایک کپ اسے دیا اور دوسرا اپنے سامنے رکھ کر بولے۔

''کیا بات ہے دائم! آج کل گھر پر فاقے کر رہے ہو کیا؟''

''بس یہی سمجھ لو یار! تم نے ابھی میرے لئے Captivity کا لفظ استعمال کیا تھا نا، تو ٹھیک کیا تھا۔ میں آج کل اپنی بیوی کی دی ہوئی سزا کاٹ رہا ہوں۔ یُو نو، آفٹر میرج یہ بیویاں لڑائی جھگڑے کے بعد سب سے پہلے ہمارا کھانا بند کرتی ہیں۔ سندس نے بھی میرا سوشل بائیکاٹ کر رکھا ہے۔ وہ بات کرتی ہے، نہ میری ضروریات کا خیال رکھتی ہے۔ کھانا تک نہیں پکتا گھر میں۔ اتنی خفا ہے کہ دوسرے کمرے میں جا کر سوتی ہے۔ ناک میں دم کر رکھا ہے اس نے۔ بے حد ایموشنل اور ایگریسو ہے۔ پھر حد یہ کہ ڈیڈی نے بھی سر پر سوار کر رکھا ہے اسے۔ محترمہ کے مزاج نہیں ملتے آج کل۔ بالکل بدل گئی ہے یار! اسے میری رتی بھر پروا نہیں رہی۔''

''سوری یار!'' عرفان قدرے شرمندہ سے ہو کر نظریں چرا گئے۔ ''میں جانتا ہوں، دراصل یہ سب کیوں ہو رہا ہے۔ منال کی غلط حرکتوں نے تمہاری میریڈ لائف کو تلخ بنا دیا ہے۔ یہ سب میری بہن کی غلط حرکتوں کا نتیجہ ہے، جب ہی تو سندس بھابی.....''

''نہیں عرفان.....! دائم نے بات کاٹ دی۔ ''یہ منال کی نہیں، میری غلط حرکتوں کا نتیجہ ہے۔ میں برابر کا مجرم ہوں یار! سندس سے تھوڑی بے وفائی میں نے بھی کی ہے۔'' اس کا اعتراف برملا تھا۔ عرفان حیرت سے اس کی صورت تکنے لگے۔ تب دائم نے ناشتے سے ہاتھ روک کر بات کو آگے بڑھایا تھا۔

''منال کی جذباتیت میری توجہ اپنی طرف موڑ چکی ہے عرفان! میں کہہ چکا ہوں، اس معاملے میں، میں بھی برابر کا شریک ہوں۔ گو کہ میں نے کبھی منال کی حوصلہ افزائی نہیں کی، مگر سندس کو خالص محبت دینے سے محروم رکھا ہے۔ وہ میرے دل میں چھپے چور کو بھانپ گئی ہے، اسی لئے اتنی زیادہ اپ سیٹ ہے۔ لیکن بہت جلد میں یہ مسئلہ سلجھا لوں گا۔ مجھے سندس کا اعتبار حاصل کرنا ہے عرفان! وہ لڑکی کس طرح میری طرف مولڈ ہو گی، میں جانتا ہوں۔ لیکن ایسا کرنا تب سود مند ہو گا، جب میں منال کا خیال دل سے نکال سکوں۔ زندگی کے اس موڑ پر منال اور اس کی محبت کو فراموش کرنا بہت مشکل ہے عرفان! میں نے تمہیں بتایا تھا نا، وہ لڑکی میرے حواس اُڑا لے گئی ہے۔ اس کے جذبات اتنے پاور فل ہیں کہ میں اب تلک.....''

''اوہ، یو شٹ اپ دائم!'' عرفان بری طرح سلگ اُٹھے، ان کا چہرہ لال ہو رہا تھا۔ ''منال کی بات اس طور کرنے سے گریز کرو۔ میں تمہاری یہ فضول بکواس اب سہہ نہیں پاؤں گا۔ وہ میری بہن ہے اور ہمارے دوست حمزہ کی بیوی بھی۔ تمہیں اس لہجے اور ادا سے بات کرنے سے پہلے سوچنا چاہئے کہ تم کس کے سامنے دل کھول کر رکھ رہے ہو۔''

''سوری عرفان.....!'' دائم کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔ ''لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ میں بے بس ہو گیا ہوں۔ سات ماہ بعد پاکستان آتے ہی منال نے مجھے اور سندس کو جس طرح انڈر پریشر کیا ہے، وہ پریشر میرے اعصاب کو بوجھل کر گیا ہے۔ منال کی باتوں کو، اس کے احساس کو اور ضد کو سہنا آسان نہیں ہے عرفان! میں تمہیں کیسے بتاؤں، تمہاری بہن مجھ سے اظہارِ محبت چاہتی ہے، وہ اب بھی مجھ سے اپنی محبت کا اعتراف مانگتی ہے۔ کیا میں یہ بات بھول سکتا ہوں؟..... بولو عرفان! کیا منال کی فرمائش میرے دل کو گھائل کرنے کے لئے کافی نہیں ہے؟ کیا میں اس لڑکی کی جذباتیت اور اشکوں کو فراموش کر سکتا ہوں؟ وہ مجھ پر مرتی ہے، آج بھی محبت کرتی ہے مجھ سے..... کیا یہ بات نظر انداز کی جا سکتی ہے؟ بولو نا عرفان! جواب دو مجھے۔''

''یہ..... یہ کیا بکواس کر رہے ہو دائم؟..... منال اب یہ سب کیسے کہہ سکتی ہے؟'' ان کی ناگواری اور بے یقینی حد سے سوا تھی۔

''وہ ایسا کہہ رہی ہے عرفان!'' دائم کی بے بسی واضح تھی۔ ''وہ ایسا کہنے پر مجبور ہے۔ اس میں منال کا بھی کوئی قصور نہیں ہے۔''

''واٹ ڈو یو مین.....؟'' عرفان کو جیسے آگ لگ گئی۔ ''ایسی کیا مجبوری ہے منال کی؟ تم بے کار کی باتیں مت کرو دائم! وہ اب حمزہ کی بیوی ہے۔ تمہیں کم سے کم اتنا خیال تو رکھنا ہی چاہئے۔''

''مجھے خیال ہے، عرفان! یہی وہ نقطہ ہے، جو مجھے سکون سے رہنے نہیں دیتا۔ اسی لئے میں تم سے یہ بات کر رہا ہوں۔ تم میرے دوست ہو عرفان! اور میری بات ایک اچھے دوست کی مشکل سمجھ کر ہی سنو۔ یہ تمہارے اور میرے، دونوں کے حق میں بہتر ہو گا۔ میں نے پہلے بھی تم سے کبھی کچھ نہیں چھپایا اور آج بھی اپنے دل کا بوجھ تم سے بانٹنا چاہتا ہوں۔ تم منال کے بھائی ہو، میں بھولا نہیں ہوں۔ مگر تمہیں ایک دوست بن کر میرے اندر کی آگ کو بھی محسوس کرنا ہو گا۔ مجھے یہ تپش تم سے شیئر کرنی ہے عرفان! کیونکہ میں اب سہہ نہیں سکتا۔ دیکھو میرے دوست!'' اس نے آگے بڑھ کر عرفان کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں بھر لیا۔ ''منال کی پوزیشن، سندس کے مقابلے میں زیادہ پاور فل ہے۔ وہ لڑکی آج بھی مجھے ہرٹ کرنے سے نہیں چوک رہی۔ وہ سیدھا میرے دل پر وار کرتی ہے۔ ایسا کاری وار، جو مجھے تڑپا کر رکھ دیتا ہے۔ میں جب حمزہ سے ملاقات کے لئے تمہارے گھر آیا تھا نا عرفان! اسی دن منال نے مجھ سے کچھ باتیں کی تھیں، وہ باتیں اگر تم سن لیتے تو تمہارا جگر چھلنی ہو جاتا۔ تم نہیں جانتے، منال کس عذاب میں گرفتار ہے۔ وہ اپنے اندر ہی اندر کس بے کسی اور محرومی کو چھپائے بیٹھی ہے۔ ارے یار! پا کر کھو دینا شاید آسان ہو، مگر سوچو، جس لڑکی کے سچے جذبے نے اتنی ہنگامہ آرائی کے بعد بھی کچھ نہیں پایا، وہ کتنی بے سکون ہو گی۔ وہ بہت بے قرار ہے عرفان! اس کی بے چینی کسی پارے سے مشابہ ہے۔ وہ تمہاری عزت اور امی ابو کے بھرم کی خاطر حمزہ سے شادی پر راضی ہو گئی ہے مگر اس کا دل.....'' دائم کی آواز گھٹ سی گئی۔ اس نے عرفان کے ہاتھ چھوڑ کر پانی کا گلاس اٹھا لیا مگر گھونٹ بھرنے کی ہمت شاید پھر بھی نہیں تھی۔ لمحہ بھر کے توقف کے بعد بولا۔

''عرفان! آئی سو ییر۔ اس کا دل اس کے اختیار میں نہیں ہے۔ وہ اس دل کا قرار مانگتی ہے مجھ سے۔ منال مجھ سے اپنی روح کا سکون مانگ رہی ہے۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتی ہے کہ محبت کی بساط پر میں بھی ہر بازی ہار بیٹھا ہوں۔ مگر سندس کی وجہ سے اپنی اس ہار کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ میں اسے یہ نہیں کہہ سکتا کہ..... کہ..... میں..... بھی اس سے.....''

''اوہ گاڈ.....!'' دائم نے بے اختیار اپنے سر کو جھٹکا دے کر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ ادھر عرفان کی حالت غیر تھی۔ وہ بھونچکے ہو کر دوست کی صورت تک رہے تھے۔ ان کی حیرت آسمان کو چھو رہی تھی کیونکہ دائم رو رہا تھا۔

''عرفان.....!'' لمحوں بعد دائم نے سر اٹھا کر بہتی آنکھوں سے انہیں دیکھا۔ ''آج میں

اسی لئے تمہارے پاس آیا ہوں۔ مجھے بتاؤ میرے دوست! میں کیا کروں؟..... منال اپنی جگہ سچی ہے، مگر میں اسے دکھی کرنا نہیں چاہتا اور وہ جو مجھ سے چاہتی ہے، میں..... میں وہ بھی نہیں کرسکتا۔ میری مجبوری کون سمجھائے گا اس لڑکی کو؟ میرا اظہارِ وفا اگر منال کی خوشی اور دل کا سکون ہے تو وہی اقرار، سندس سے بے وفائی بھی ہے۔ سندس کا اس معاملے میں کیا قصور ہے عرفان؟ میں اسے بھی کوئی دکھ دینا نہیں چاہتا، اسی لئے ہمیشہ کے لئے انگلینڈ چلے جانا چاہتا ہوں۔ میں یہاں رہوں گا، نہ ہی حمزہ اور منال کی زندگی میں زہر گھلتا دیکھ سکوں گا۔ انہیں ایک دوسرے کی رفاقت میں زندگی بسر کرنی ہے۔ انہیں زندگی کے دُکھ سُکھ اکٹھے بانٹنے ہیں اور میں بھی سندس کے ہمراہ ایک خوش حال زندگی جینے کا خواہش مند ہوں اور آج اس موڑ پر سندس کی خوشی اور اس کے دل کا سکون میرے لئے زیادہ معنی رکھتا ہے عرفان! کیونکہ وہ..... وہ امید سے ہے..... میرے بچے کی ماں بننے والی ہے۔'' دائم کا لہجہ بے حد بوجھل تھا۔ اس نے بات پوری کرتے ہی اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپالیا۔ وہ سسک رہا تھا۔

عرفان کسی بے جان بت کی صورت بے حس و حرکت بیٹھے تھے، انہیں لگا، جیسے ریسٹورنٹ کی دیواریں چہار اطراف سے ان پر گر رہی ہوں۔ دل و دماغ زلزلوں کی زد پر تھے۔ ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا اور دھڑکن سینے میں گم ہوتی جا رہی تھی۔ وہ دم سادھے دائم کو ہڑکتا دیکھ رہے تھے۔ اس وقت ریسٹورنٹ تقریباً خالی تھا۔ صبح کے دس بج رہے تھے، شاید اسی لئے ریسٹورنٹ کا عملہ آرام سے اپنا روٹین ورک نمٹا رہا تھا۔ میز کرسیوں کی صفائی ہو رہی تھی۔ کھانے پینے کا انتظام کیا جا رہا تھا۔ سو عرفان اور دائم اس ماحول میں اجنبی سے محسوس ہو رہے تھے۔ مگر یہ صورتِ حال ان کے حق میں بہتر تھی، کم سے کم ان دونوں کی جذباتی حالت اس سے کوئی دیکھنے والا نہیں تھا۔ دائم کا انکشاف اور اس کی ابتر حالت اگر کوئی دوسرا جان لیتا تو بات کو بتنگڑ بنتے دیر نہ لگتی۔ دائم کا جو حال ہونا تھا، وہ تو تھا ہی مگر عرفان بھی کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتے۔ ان کا دوست بہت انہونی بات کہہ رہا تھا۔ اس کے اشک کسی روتے مچلتے بچے کی طرح رواں دواں تھے۔ جذباتی حالت ابتری کی غماز تھی۔ عرفان کا دم گھٹنے لگا۔ وہ عجب شش و پنج میں تھے۔ ان کا عزیز ترین دوست ان کی بہن سے جڑے اپنے جذبات کی تشہیر کر رہا تھا اور وہ یہ سب سننے پر مجبور تھے۔ اس کی بے کسی اور لاچاری دیکھ رہے تھے لیکن کچھ کہنے کی ہمت نہ تھی۔ بدن مفلوج ہو رہا تھا، ذہن دھواں ہو رہا تھا، پھر بھلا وہ کیا مشورہ دیتے؟ ان کی زبان تالو سے جا لگی تھی۔ کچھ پل گزرے تو دائم نے خود کو سنبھالا اور رومال سے چہرہ پونچھ ڈالا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، چہرے پر کرب کے آثار واضح تھے۔ میز پر ناشتہ ٹھنڈا ہو چکا تھا، لیکن وہ اطراف سے غافل بیٹھا تھا۔ ایک ٹینشن تھی، جو اَن دیکھی آگ بن کر اس کا دل جلائے دے رہی تھی۔

''سنو عرفان!'' دائم کی اضطراب میں ڈوبی صدا سماعت کو مزید بوجھل کر گئی۔ ''یہ کیسی

محبت ہے، جو سزا اور مصیبت بن کر ہم سب کو بھگتنا پڑ رہی ہے؟ آخر کوئی حل ہے اس مصیبت کا؟ کوئی راستہ ہے اس سزا سے بچنے کا؟..... بولو عرفان!''

''ہاں ہے۔'' عرفان کی بھاری آواز سرگوشی کی صورت فضا میں یوں گونجی، جیسے وہ نیند سے جاگے ہوں۔ ''ایک حل ہے دائم! اس مصیبت کا ایک حل ابھی باقی ہے اور وہ تم سب کی مشکل ختم کرسکتا ہے۔ یہ ٹینشن کم ہوسکتی ہے دائم! بالکل ہوسکتی ہے۔''

''لیکن کیسے عرفان؟'' دائم نے چونک کر بے ساختہ ان کی صورت دیکھی۔ ''کیسے کم ہوسکتی ہے؟''

''تم منال سے دل کا حال کہہ دو۔'' ان کا جواب فوری اور کسی لگی لپٹی کے بغیر تھا۔ دائم کو کسی کرنٹ نے چھوا۔ وہ ہکا بکا سا ہو کر عرفان کا چہرہ دیکھنے لگا جو اس سے بے حد سنجیدہ تھے۔ ان کی بولتی آنکھوں کا تاثر واضح تھا اور وہ وضاحت، دائم کی جان پر بن گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ حیرت کی شدت سے مجبور ہو کر اپنی جگہ سے اُٹھتا، عرفان نے تیزی سے اس کا بازو پکڑ کر اسے بٹھائے رکھنے کی شعوری کوشش کی۔

''ابھی ٹھہرو دائم! میں اس وقت منال کا بھائی نہیں، صرف تمہارا دوست ہوں۔ تمہاری دلی کیفیت اور شکستگی، کھلی کتاب کی صورت میرے سامنے ہے۔ تمہاری آنکھوں سے بہتے اشک تمہاری سچائی اور نیک نیتی کا بین ثبوت ہیں، اس لئے میں تم سے یہ بات کہہ رہا ہوں۔ جاؤ اور جا کر منال سے اظہارِ محبت کر دو، وہ سب کچھ کہہ دو، جو آگ بن کر تمہارے دل کو جھلسائے دے رہا ہے۔ تمہارا اظہار سندس سے بے وفائی ضرور ہوگا، مگر وہ سزا ختم ہو جائے گی جو تم سب کو بار بار کسی نئے امتحان میں ڈال کر آزمائش میں مبتلا کر دیتی ہے۔ دائم! تم منال سے اظہارِ محبت کے بعد ٹھہرنا نہیں، بلکہ اسی دن انگلینڈ کے لئے روانہ ہو جانا۔ اس طرح تم اور منال دونوں ایک بہتر زندگی کی طرف گامزن ہوسکو گے۔ ایک سکھ، ایک اطمینان تم دونوں کے پاس ہوگا۔ تب تم سندس کی طرف بھی پوری توجہ دے سکو گے اور تمہاری توجہ تمہاری بیوی کو شانت کر دے گی۔ یہ روز کی ہنگامہ آرائی جو تمہاری میریڈ لائف کو ڈسٹرب کر رہی ہے، اس سے نجات مل جائے گی۔ تم اپنے ہونے والے بچے کے ساتھ ایک خوشگوار زندگی جی سکو گے اور اپنی زندگی کو بھرپور طریقے سے انجوائے کرسکو گے۔ اور رہ گئی منال..... تو اس کے لئے حمزہ کا ساتھ کافی ہے۔ وہ اس سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔ وہ منال کو اپنی طرف آسانی سے موڑ لے گا۔ منال بھی تمہارے اظہار کے بعد شانت ہو جائے گی تو وہ بھی حمزہ کی طرف پوری توجہ مرکوز کر سکے گی۔ تمہارا اظہار منال کو پُرسکون رکھنے کے لئے بہت ضروری ہے دائم! وہ جواب تک تمہاری محبت میں پڑ کر اتنی غلطیاں کر چکی ہے، مزید کوتاہیوں سے بچ جائے گی۔ میں جانتا ہوں دائم! سزا تو اسے مل ہی چکی ہے، تم سے دُور رہنے کی سزا۔ مگر یہ اس کے حق میں بہتر ہے۔ اسے رخصتی سے پہلے حمزہ کو اپنے پورے دل اور جذبات کی گہرائی کے ساتھ قبول کرنا ہوگا۔ نکاح کا

پاکیزہ بندھن اس رشتے کی بے حرمتی سہہ نہیں سکتا۔ منال کو حمزہ کے حقوق کی ادائیگی میں گناہگار نہیں ہونا چاہئے اور یہ تب ہی ممکن ہے، جب اس کے دل کا اطمینان اس کے پاس ہو گا۔ سو دائم! میں تمہیں اجازت دیتا ہوں، تم منال سے اظہار کر سکتے ہو۔ مگر یاد رہے، یہ اظہار تم دونوں کے بیچ رہے گا، کوئی تیسرا اس راز سے واقف نہ ہو گا۔"

"نن..... نہیں عرفان! یہ..... یہ ٹھیک نہیں ہو گا..... یہ..... کک..... کیسے ممکن ہے؟" وہ جانے کیوں خوف زدہ ہو گیا۔

"سب کچھ ممکن ہے میرے دوست!" عرفان کی صاف گوئی حیرت انگیز تھی۔ "میں نے کہا ہے نا، میں منال کا بھائی نہیں، تمہارا دوست بن کر بات کر رہا ہوں۔ اگر منال کا بھائی بنوں گا تو صحیح فیصلہ نہیں کر سکوں گا۔ پھر ایک بھائی کی غیرت سب سے بڑا مسئلہ بن جائے گی، جو نہ تمہیں جینے دے گی اور نہ منال کو سکھی رہنے دے گی۔ اس لئے جو کہہ رہا ہوں، وہ کر گزرو۔ یہ بہت صائب حل ہے۔ یہ سارے فساد کو سمیٹ رہا ہے، سو تمہارا اظہار وقت کی ضرورت بن گیا ہے دائم! اور میں سمجھتا ہوں، درحقیقت تم اور منال بھی یہی چاہتے ہو۔"

"کک..... کیا مطلب، ہم دونوں بھی یہی چاہتے ہیں؟" اس کا سوال خود کلامی کے روپ میں تھا۔ شاید وہ خود سے مخاطب تھا۔ عرفان مسکرا دیئے۔ اس کا ہاتھ دھیرے سے دبا کر بولے۔

"ہاں دائم! تم دونوں یہی چاہتے ہو، اس لئے اپنے اندر کی گھٹن اور بندش کو ختم کر ڈالو۔ جاؤ، میں اجازت دے رہا ہوں، کہہ دو منال سے جا کر کہ تم اس کے جذبے سے ہار چکے ہو، تمہیں اس سے محبت ہے۔"

"ہاں، مجھے اس سے محبت ہے، دل سے کی جانے والی محبت۔" دائم کا اعتراف برملا تھا۔ اس کی آنکھیں ایک بار پھر ڈبڈبانے لگیں۔ "وہ بہت مختلف لڑکی ہے عرفان! وہ سندس سے بہت مختلف ہے۔ اس کی جذباتی غلطی کے باوجود اس کا کردار بہت مثالی ہے۔ وہ ہٹ دھرم ضرور ہے، مگر اسے کسی حال میں قرار نہیں ہے عرفان! وہ اپنے جذبات سے ہار گئی ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" عرفان کی سنجیدگی بے حد گمبھیر تھی۔ "منال کی یہی جذباتیت تمہیں بھی بے اختیار بنا گئی ہے دائم! میں تمہاری feelings سمجھ سکتا ہوں، مجھے تمہاری مشکل کا احساس ہے یار! ایک دل تمہارے پاس بھی تو ہے نا۔"

"نہیں عرفان!" دائم کے آنسو اس کے گال پر اُتر آئے۔ "تم سچ کہو، مجھ سے نفرت محسوس ہو رہی ہے نا؟ آج تمہارا دل مجھے شوٹ کرنے کو چاہ رہا ہے نا، دیکھو سچ کہنا، مجھے بالکل برا نہیں لگے گا۔"

"نہیں دائم.....!" عرفان کی آنکھیں بھی نمکین پانیوں سے بھر گئیں۔ "مجھے ایک دوست کی حیثیت سے تم پر فخر ہے۔ تم نے منال کے جذبات کی قدر کی ہے اور اس لڑکی کی حماقتوں

کے باوجود اسے گمراہ ہونے سے روک دیا۔ تم نے سب کچھ جانتے بوجھتے بھی منال کو قریب آنے کا موقع نہیں دیا۔ تم اپنے کردار کی پختگی میں بے مثال ہو، میں تمہاری عزت کرتا ہوں۔"

"اوہ عرفان.....!" وہ بے اختیار رو پڑا۔ "تم بہت اچھے انسان ہو یار! بہت بڑے دل والے۔ آئی ایم سوری۔"

"اونہوں....." وہ پھیکی سی ہنسی ہنس دیئے۔ "دوستوں کے منہ سے سوری سننا مجھے کبھی اچھا نہیں لگتا۔ تم جانِ جگر ہو یار!"

"میں کیا کہوں؟" اس نے اپنی آنکھیں پونچھ ڈالیں۔ "تمہاری محبت مجھے سکون دے رہی ہے عرفان! اب مجھے کوئی بھی احساسِ جرم نہیں ستائے گا۔ میں نے آج دل کے گہرے احساس لو تم سے شیئر کیا ہے۔"

"ڈونٹ بی سو فارمل۔ تم میرے دوست ہو دائم! ہمارا یہ دوستانہ ہمیشہ بنا رہے گا۔ یہ میرا وعدہ ہے تم سے۔" وہ جذباتی ہو گئے۔

دائم نے دانستہ بات بدل ڈالی، فکرمندی سے بولا۔ "ایک مسئلہ ابھی باقی ہے عرفان! ارما اور شامیر کا کیا ہو گا؟"

"میں ابو سے بات کروں گا دائم! اور انہیں کنوینس کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔ ادھر تم سندس کے ڈیڈی کو منانے کی کوشش کرنا۔ یہ مسئلہ بھی جلد از جلد حل ہو جانا چاہئے، ورنہ ارما کے حصے خسارہ آئے گا اور شاید وہ یہ نقصان سہہ نہ پائے۔"

"نہیں یار! میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ میں ڈیڈی کو ہر قیمت پر مناؤں گا۔ انہیں اس بار شامیر کا حق دینا ہو گا۔"

"اس کے لئے تمہیں پہلے سندس کا دل جیتنا ہو گا دائم! اس کے شکوک دُور کرو گے تو وہ تمہاری بات سننے پر آمادہ ہو جائے گا۔ تب وہ خود اپنے ڈیڈی کو شامیر کے لئے راضی کر سکتی ہے۔ تمہیں پہلی توجہ سندس کو دینی ہو گی۔" عرفان کا مشورہ فوری تھا، وہ سر ہلا کر بولا۔

"یس، یُو آر رائٹ۔ میں آج ہی سندس سے بات کروں گا، اسے میری محبتوں کی صداقت پر ایمان لانا ہی ہو گا، تاکہ انگلینڈ جانے سے پہلے کوئی بھی مسئلہ باقی نہ رہے۔ سب جہاں رہیں، خوش رہیں۔ میرے لئے یہ امتحان کی گھڑی ہے عرفان! اگر میں شامیر اور ارما کے لئے کچھ کر سکا تو سمجھوں گا، میں نے دو محبت بھرے دلوں کی دعائیں لے لیں۔ میری اور سندس کی صلح، شامیر کے لئے سودمند ہو گی۔"

"ہاں۔" عرفان نے اپنے دُکھتے سر کو جھٹک کر درد کے احساس کو کم کرنے کی کوشش کی۔ "شامیر اور ارما کی شادی کے بعد سبھی قرار سے اپنی جگہ بیٹھیں گے اور یہ لمحہ کم سے کم میرے لئے حد درجہ سکون کا ہو گا۔ بہرحال، بہت باتیں ہو چکیں، اب تم ناشتے پر دھیان دو۔ دیکھو، سب کچھ ٹھنڈا ہو گیا ہے۔" انہوں نے بات بدل کر دائم کی توجہ ٹیبل پر پڑی چیزوں کی طرف

دلائی تو وہ موڈ بدل کر بولا۔

''چائے اور منگوالو یار! ٹھنڈی چائے میری برداشت سے باہر ہے۔''

''اوکے۔'' انہوں نے گردن گھما کر ہال کے اطراف میں ویٹر کو تلاشا پھر اسے بلا کر گرم چائے لانے کا آرڈر دے دیا۔

اتنی طویل گفت وشنید کے بعد اگر کوئی بات خوشگوار تھی تو وہ دائم اور منال کی محبت کا طے شدہ انجام تھا۔ جانے اب دائم کی کوششیں کیا رنگ لانے والی تھیں۔ سندس اس پر اعتبا کرتی یا نہیں، یہ سب آنے والی کل پر منحصر تھا۔ دائم کو ہر حال میں سندس کا ووٹ حاصل کرنا تھا۔

حمزہ باہر گیٹ پر موجود تھا۔ انتظار کی اذیت اس کے صبر کو آزما رہی تھی مگر وہ اب تلک منال کی راہ دیکھتے ہوئے وقت گزارنے پر مجبور تھا۔ گھنٹہ بھر بعد ان تینوں لڑکیوں کو آتا دیکھ کر وہ گیٹ سے آگے بڑھ آیا۔ اس کی گہری نظر نے تینوں کو اپنے ٹارگٹ پر رکھ لیا تھا۔ ارما کی غلافی آنکھیں سوج رہی تھیں، جبکہ منال کا نمکین چہرہ بھی اُترا ہوا تھا۔ عمارہ کا وجود بہت گہری خاموشی میں ڈوب رہا تھا۔ وہ سب حمزہ کو کچھ خوف زدہ سی لگیں۔ اس کی تشویش میں اضافہ ہو گیا۔ کچھ نہ کچھ تو ضرور تھا، جو وہ تینوں اپنے آپ میں نہیں تھیں بلکہ خاصی سہمی سی دکھائی دے رہی تھیں۔ ان کے ظاہری تاثرات حمزہ کو مزید پریشانی میں دھکیل گئے۔ وہ کچھ اور ٹینشن میں گھر گیا۔ اس کے ماتھے پر بل اُبھر آئے۔

''سب ٹھیک تو ہے ارما؟'' اس نے منال کے بجائے ارما سے سوال کیا تو جواب میں وہ نظریں چرا گئی۔ اس کی خموشی نے حمزہ کا دل دھڑکا دیا۔

''آخر ہوا کیا ہے یار! کم سے کم مجھے تو کچھ بتاؤ؟'' وہ جیسے زِچ ہو گیا۔ ہر گزرتا لمحہ اس کی فکر و پریشانی میں اضافہ کر رہا تھا مگر وہ تھیں کہ گونگے کا گڑ کھائے ادھر آ گئی تھیں۔ اس کی تشویش کو پا کر منال نے گھنیری پلکیں اٹھا کے حمزہ کا چہرہ دیکھا۔

''آپ کی آپا کدھر ہیں، گھر پر ہی ہیں نا؟''

''ہاں، وہ اندر ہیں۔ میں نے انہیں بتا دیا ہے، تم سب ان سے ملنا چاہتی ہو۔''

''اوہ، یہ اچھا کیا آپ نے۔ ہم وہیں چلے جاتے ہیں ان کے پاس۔'' اس نے قدم بڑھا دیئے۔

''ابھی ٹھہرو منال!'' حمزہ کی تیز آواز اسے رکنے پر مجبور کر گئی۔ اس نے گردن گھما کر دوبارہ حمزہ کو دیکھا، وہ متفکر سا تھا۔ ''کیا میں اس قابل نہیں ہوں کہ تم آپا سے پہلے مجھ سے اپنی پریشانی شیئر کرو؟'' اس کا سوال اپنی حیثیت کاؤنٹ کروا رہا تھا۔ منال کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ اُبھری، وہ پلٹ کر اس کے مقابل آ گئی۔

''پریشانی ہم دونوں بہنوں کی ہے حمزہ صاحب! آپا سے بات کرنے میں ہمیں کوئی

ہچکچاہٹ نہیں ہو گی، مگر آپ شاید ہماری اُلجھن کو اس طرح سلجھا نہ سکیں، جس طرح آپ کی بہن سلجھا سکتی ہیں۔''

''اوہ تھینکس گاڈ!'' اسے تھوڑا سکون ملا۔ ''گویا معاملہ خالص نسوانی ہے۔ پھر مجھے یہاں سے چلے جانا چاہئے۔''

''ارے نہیں، نہیں..... آپ کا ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ کم سے کم منال کے لئے۔'' عمارہ نے دخل اندازی کی تو وہ پھر ہونق ہو گیا۔

''اس کا کیا مطلب؟''

''مطلب ہماری بات کو سننے کے بعد سمجھ میں آئے گا حمزہ بھائی! سو چلے آیئے۔ آپ کی موجودگی بھی ضروری ہے۔'' عمارہ نے اسے تسلی دی اور وہ تینوں تیزی سے اندر کی طرف بڑھ گئیں۔

حمزہ انہیں لے کر سیدھا ٹیرس پر چلا آیا، جہاں آپا کبوتروں کو دانہ ڈال رہی تھیں۔ انہیں آتا دیکھا تو اپنی مصروفیت ترک کر کے پلٹ آئیں۔ گہری نگاہ ان تینوں کا تاثر بھانپ رہی تھی۔ تینوں کے چہروں پر بارہ بج رہے تھے۔ گویا بات سچ مچ سیریس تھی، ورنہ ان تینوں میں سے کسی ایک کا چہرہ تو نارمل ہوتا۔

''تحریم اپنی ساڑھی کا پلو سنبھالتی ان کے قریب آ گئیں۔ سب نے سلام کیا۔ وہ سر کے اشارے سے جواب دیتیں کین کی کرسیوں کی طرف بڑھ گئیں اور انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ تینوں خاموشی سے ادھر آ بیٹھیں۔ حمزہ کرسیوں کے عین مقابل آہنی گرل سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی تجسس آمیز فکرمندی اب بھی اس کے چہرے سے عیاں ہو رہی تھی۔

''چائے چلے گی یا پھر کھانا لگواؤں؟'' تحریم نے ازراہِ تکلف پوچھا تو ارما نے فوراً منع کر دیا۔

''نہیں آپا! فی الحال کسی چیز کی طلب نہیں۔ ہم آپ سے کچھ باتیں شیئر کرنے آئے ہیں، آپ وہ سن لیجئے۔''

''اوکے۔'' وہ ان کے قریب پڑی کرسی پر آ کر ٹِک گئیں اور منال کو دیکھتے ہوئے بولیں۔ ''ہاں، کہو کیا بات ہے؟''

''آپا!'' اس بار منال نے پہل کی۔ اس کی آواز دھیمی اور انداز شستہ تھا۔ ''دائم پاکستان آ چکے ہیں، شاید آپ آگاہ ہوں۔''

''ہاں، میں جانتی ہوں۔ ایک ہفتے سے زیادہ ہو چکا ہے اسے یہاں آئے۔'' وہ بغور اسے دیکھ رہی تھیں۔

''جی۔'' منال نے اثبات میں سر ہلا کر نظریں جھکا لیں۔ ''جس دن دائم آئے تھے، اسی دن سندس کی ماما نے امی کو فون پر گھر آنے کے لئے کہا تھا۔ ان کے شدید اصرار پر امی، سندس

کے گھر چلی گئیں۔ وہاں کافی دیر ہوگئی تو مجھے ارما کے کہنے پر انہیں بلانے کے لئے جانا پڑا۔ تب اچانک میری ملاقات دائم سے ہوگئی اور پھر.....''

پھر منال نے کچھ حذف کیے بغیر ساری اسٹوری من وعن آپا کے گوش گزار کر دی۔ اس دن کی ہنگامہ آرائی اور سندس کے چیخنے چلانے پر امی موڈ آف کئے گھر آئی تھیں۔ وہ ساری کہانی جان چکی تھیں۔ منال نے انہیں بتایا کہ سندس غلط فہمی کا شکار ہے اور اسی غلط فہمی میں گھر کر اپنے بھائی شامیر کی شادی، ارما سے نہ کرنے کی ضد باندھ بیٹھی ہے۔ وہ منال پر الزام عائد کر رہی ہے کہ وہ دائم سے اب بھی محبت کرتی ہے اور اپنے اس جذبے سے دستبردار نہیں ہونا چاہتی۔ سندس کو خطرہ ہے، ارما سے شامیر کی شادی ہو جانے کی صورت میں منال کا رشتہ بھی کسی حد تک اس کے گھر سے جڑ جائے گا اور وہ رشتہ اسے دائم کے قریب لا سکتا ہے۔ سو وہ کسی بھی خطرے کو فیس کرنا نہیں چاہتی کیونکہ وہ دائم پر بھی اپنا اعتماد کھو چکی ہے۔ اسے اپنے اور دائم کے رشتے پر کوئی اعتبار نہیں رہا، اسی لئے وہ اپنے ڈیڈی کو انگلینڈ سے بلوا کر اپنے معاملات میں انوالو کر چکی ہے۔ ڈیڈی نے آتے ہی ماما سے جھڑپ کی اور سندس کی گھر گرہستی کو محفوظ بنانے کے لئے ارما کو بہو بنانے سے صاف انکار کر دیا ہے۔

''آپا.....!'' منال کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ ''اب مسئلہ یہ ہے کہ شامیر بھی مجھ سے بدظن ہے۔ وہ فون پر مجھے خاصی کھری کھری سنا چکے ہیں۔ انہیں لگتا ہے، میں سارے فساد اور ہنگامہ آرائی کی جڑ ہوں۔ وہ کہتے ہیں، سب میری وجہ سے ڈسٹرب ہیں کیونکہ ان کا اپنا گھر دو حصوں میں بٹ گیا ہے۔ ایک طرف ان کی ماما اور وہ خود ہیں جبکہ دوسری طرف ڈیڈی اور سندس۔ دونوں گروپ ایک دوسرے سے قطعاً ہمدردی نہیں رکھتے بلکہ الزام تراشی اور من مانی کا بازار گرم کئے بیٹھے ہیں۔ ادھر دائم ہیں تو وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر واپس انگلینڈ جانے کو پر تول رہے ہیں۔ وہ اپنی گھریلو زندگی بچانے میں کوشاں ہیں اور نہیں چاہتے کہ سندس ان کی طرف سے کسی مزید شک و شبے میں گرفتار ہو، اسی سلسلے میں انہوں نے سارا بزنس وائنڈ اپ کرنا شروع کر دیا ہے اور ذاتی گھر کو سیل (Sale) کرنے کے لئے ایک معروف پراپرٹی ڈیلر کی خدمات حاصل کر لی ہیں۔ یہ سب کچھ بھی میری ذات کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ میں سب کی مجرم بن گئی ہوں آپا! میری ذات تماشا بن کر رہ گئی ہے۔ ہر شخص انگلی اٹھائے بس مجھے موردِ الزام ٹھہرا رہا ہے۔ پلیز آپا! مجھے آپ اس گورکھ دھندے سے نکال لیجئے۔ میں نے غلطی کی ہے اور میں اپنی غلطی تسلیم کرتی ہوں۔ مگر اب وہ غلطی میرا نہیں بہن ارما کے آڑے آ رہی ہے۔ میں نہیں چاہتی، شامیر اور ارما صرف میری وجہ سے دور ہو جائیں، دائم اور سندس کی زندگی میں زہر گھلتا رہے اور حمزہ..... حمزہ کے دل میں بھی بدظنی پیدا ہو جائے۔ وہ مجھ سے بدگمان ہو گئے تو میں کہیں کی نہ رہوں گی۔ آپا! میں حمزہ کی وفا میں رہنا چاہتی ہوں، ان کے ساتھ ایک اچھی خوشگوار زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔ مگر سندس اور اس کی زہریلی باتیں صرف اس کا ہی نہیں، میرا گھر بھی

اُجاڑ دیں گی۔ ہم دونوں زندگی کا سکھ کھو دیں گے آپا! اور اپنے اپنے مقام پر رہ کر بھی ایک بے قراری اور اُلجھن کا شکار رہیں گے۔'' منال کی آواز بھرا گئی۔ دفعتہً وہ ان کے آگے ہاتھ جوڑ کر بولی۔

''پلیز!..... پلیز آپا! اللہ کے واسطے، میری مدد کیجئے۔ میں چاہتی ہوں، آپ اُلجھا مسئلہ سلجھا دیجئے۔ مجھے سب کی نظر میں کوئی مقام دلا دیجئے۔ میں تھک گئی ہوں آپا! میں بہت تھک گئی ہوں۔'' وہ بات کرتے کرتے رو پڑی تھی۔

آپا ساکت بیٹھی اس کی برستی آنکھوں کو گھورے جا رہی تھیں، جبکہ حمزہ کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ دل و دماغ پر تاریکی چھا رہی تھی اور آنکھیں اس لڑکی کی صورت تک رہی تھیں، جسے اس نے اپنی محبت کا خزینہ سونپا تھا، جسے اس نے اس کی ہر غلطی کے باوجود اپنایا تھا۔ وہ ماتھے پر بل لئے گنگ کھڑا تھا۔ یہ موضوع بے حد تکلیف دہ تھا۔ اور اب ان حالات میں بالکل برداشت سے باہر ہو رہا تھا۔

حمزہ ماضی کی ساری باتیں بھلا کر منال سے نکاح کرنے کے بعد ہی جاپان گیا تھا مگر واپسی پر پھر وہی ٹینشن تھی۔ اب پھر وہی بدنامی اور رسوائی کی بازگشت تھی اور اب بھی دائم اور منال کے افیئر کی اذیت ناک داستان تھی۔ حمزہ نے عرفان کی خاطر، اس کے گھر کے ہر فرد کی عزت کی خاطر منال سے رشتہ جوڑا تھا۔ اس نے ہر بات فراموش کر دی تھی۔ اس نے دوستی کا بھرم بھی رکھا تھا اور اپنے دل میں اُمڈتے محبت کے پاکیزہ جذبے کی لاج بھی رکھی تھی۔ اس نے امی اور آپا کی زبردست مخالفت کے باوجود ان کی عدالت میں منال سے تعلق جوڑے رکھنے کا مقدمہ کامیابی سے لڑا تھا مگر اب پھر وہ لڑکی red letters کی طرح سب کی نظروں میں نمایاں تھی۔

یہ کیسا امتحان تھا، کیسی آزمائش تھی کہ زندگی بے زاری محسوس کرنے لگی تھی؟ اس کی نظریں اسے گھور رہی تھیں، جس کے آنسو رُکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ کچھ بگڑے حالات کی ٹینشن تھی اور کچھ پچھتاوے کی آگ، جو منال کو جلا کر راکھ کر رہی تھی۔ اس کی لمحہ بہ لمحہ بگڑتی حالت دیکھ کر ارما کی آنکھیں بھی جلنے لگیں۔ ادھر عمارہ کی خاموشی خاصی معنی خیز تھی۔ وہ نہ صرف دائم کی فرسٹ کزن تھی، بلکہ سندس سے دوستانہ مراسم بھی رکھتی تھی۔ اس کی پوری توجہ تحریم آپا کی طرف تھی، جنہیں منال نے حالِ دل سنا کر ایک نئی مصیبت کے سامنے کھڑا کر دیا تھا۔ وہ دانتوں میں لب دبائے کبھی آپا کے سنجیدہ چہرے کو دیکھتی تو کبھی حمزہ کی صورت پر پھیلتے تاریک سائے کو، جو اس پل صورتِ حال کی کشیدگی کو واضح کر رہے تھے۔ حمزہ کا چہرہ کھنچا کھنچا سا تھا۔ یوں جیسے ضبط کی انتہا سے گزر رہا ہو۔

''آپا! پلیز کچھ کیجئے۔'' منال کی دلدوز آواز دوبارہ اُبھری۔ ''میں جانتی ہوں، یہ مشکل صرف آپ ہی ختم کر سکتی ہیں۔ آپ دائم اور منال کو نہ صرف سمجھا سکتی ہیں بلکہ ان کے سامنے

میری پوزیشن کو بہتر طور پر defend کر سکتی ہیں۔"

"اِک ذرا ٹھہرو منال!" اچانک آپا کی ہمت جواب دے گئی۔ ان کا لہجہ بے حد روکھا اور سرد تھا۔ "میں تمہیں اور تمہاری پوزیشن کو defend کروں گی، یہ بات تم اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"کک..... کیوں آپا؟" منال چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔ آنسو پلکوں پر ہی ٹھہر گئے تھے۔ "کیا آپ میری مدد نہیں کریں گی؟"

"سوری، اپنی مدد کے لئے تم نے مجھے ہی کیوں چنا؟ کیا یہ سوال میں تم سے پوچھ سکتی ہوں؟" انہوں نے منال کی بات یکسر نظر انداز کر کے ایک الگ بات پوچھی تو منال کے دل کو دھکا سا لگا۔ دھڑکن منتشر سی ہو کر پورے وجود میں پھیل گئی۔ وہ بوکھلاہٹ اور عجلت سے بولی۔

"اس لئے کہ آپ وہ پہلی عورت ہیں، جو دائم کے لئے میرے جذبات و احساسات کی نزاکت کو محسوس کر گئی تھیں۔ آپ اس دیوانگی کو بھانپ گئی تھیں، جو مجھ جیسی جذباتی لڑکی کے من میں ایک طوفان اٹھائے ہوئے تھی۔ ورنہ آپ سے پہلے یہ راز ارما اور عمارہ کے سوا کوئی نہ جانتا تھا۔

"واؤ..... کیا بات ہے تمہاری۔" آپا کے لبوں کی مسکراہٹ جلنے لگی۔ "تم کیا سمجھتی ہو منال! جو کھوج میں نے لگائی تھی یا تمہاری دیوانگی کو بھانپ کر اپنے بھائی کو خبردار کیا تھا، وہ محض ایک ایسا تکا تھا، جو انجانے میں کسی تیر کی طرح نشانے پر جا لگا تھا یا میرا سچ ادھورا تھا، بولو؟"

"نن..... نہیں آپا! وہ تک بندی نہیں تھی۔ آپ کا اندازہ درست اور برمحل تھا۔" منال کی آواز بے حد مدھم تھی۔

"اوہ، تمہارا اقرار بے حد حیرت انگیز ہے منال! بہرحال....." وہ یکدم سنجیدہ ہو گئیں۔ "حمزہ سے نکاح کے بعد تمہارا یہ اقرار اپنی جگہ قابلِ داد ہے۔ تم نے اتنی جرأت کیسے کر لی کہ اپنا رشتہ فراموش کر کے سارا کچا چٹھا آپ ہی کھول کر ہمارے سامنے رکھ دیا؟ تمہیں کوئی خوف نہیں آیا منال؟ حمزہ کی یہاں موجودگی کیا تمہیں انڈر پریشر نہیں کر رہی؟ بولو منال! کیا ایک بار بھی تم نے یہ نہیں سوچا کہ اتنی صاف کھلی باتیں اور برملا اعترافِ محبت سن کر حمزہ کے دل پر کیا گزرے گی؟ وہ اگر تمہاری باتوں کے جوابی ردِعمل کے طور پر تمہیں چھوڑنے کا فیصلہ کر لے تو تمہارا کیا ہوگا؟ سچ بتاؤ منال! کیا تم نے یہ نہیں سوچا؟"

"نن..... نہیں آپا!" وہ خوف سے پیلی پڑ گئی۔ "حمزہ بہت سمجھ دار انسان ہیں، وہ ایسا کیوں کریں گے؟"

"کیوں، وہ ایسا کیوں نہیں کر سکتا؟ سوری ٹو سے، حمزہ سمجھ دار ہے، بے غیرت نہیں۔" آپا کا لہجہ کورا ہو گیا۔ "میرا بھائی ایک جیتا جاگتا عام انسان ہے، سینے میں دل رکھتا ہے، اس کے بھی جذبات ہیں۔ وہ عزت اور بے عزتی کا مفہوم اچھی طرح سمجھتا ہے۔ تمہارے منہ سے ایک

غیر مرد بلکہ اس شخص کے لئے، جو بدقسمتی سے حمزہ کا دوست بھی ہے، تمہاری نام نہاد محبت کی یہ داستان حمزہ کو کیا کچھ بھی ری ایکٹ کرنے نہیں دے گی؟ بولو منال! جو کچھ تم نے ہمیں سنایا ہے، اسے سن کر کیا حمزہ اپنا ظرف برقرار رکھ سکتا ہے؟"

"لیکن مم..... میں نے ایسا کیا کہہ دیا، آپا؟..... آپ..... آپ بات کیوں اُلجھا رہی ہیں؟" وہ حواس باختہ ہو گئی۔

"یہ اُلجھاؤ نہیں ہے، منال! یہ سچ ہے۔ ایک ننگا سچ۔ اور تم سچ کا سامنا کرنا سیکھو۔ ذرا مڑ کے میرے بھائی کی شکل دیکھو، تمہارے سوختہ جذبات کی کہانی نے اس کا کیا حال کر دیا ہے۔ تم نے نکاح کی حرمت کی پاسداری نہیں کی منال! تم نے حمزہ کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ تم کیا سمجھتی ہو، وہ اب تمہاری عزت کرے گا؟ تمہارا لحاظ کرے گا یا تمہیں سر آنکھوں پر بٹھا کے نکاح کے سائے میں اپنے ساتھ رکھے گا؟ بولو، کیا کرے گا وہ تمہارے ساتھ؟ تمہیں کچھ اندازہ بھی ہے منال؟"

ان کے سوال، منال کی روح کو جیسے ٹھٹھرا سے گئے۔ یک دم بدن میں کپکپی سی اُتر آئی۔ وہ ہونٹوں پر زبان پھیرتی عجب بے بس اور شرمندہ سی نظر آ رہی تھی۔ لیکن آپا کو بالکل ترس نہیں آیا، چبھتے انداز میں بولیں۔

"مرد، عورت کے معاملے میں زیادہ نہیں سوچتا منال! اور نہ ہی صبر کا دامن تھام کر بار بار موقع دینے کی چاہ رکھتا ہے۔ وہ صبر کس کام کا، جس میں اجر کی جگہ جبر کا انعام چھپا ہو؟ حمزہ بے غیرت اور بے حمیت نہیں ہے بی بی! عمل اور سوچ کا فرق آج تمہیں پتہ لگنا چاہئے۔ کیونکہ کوئی تو ہو، جو تمہاری دیدہ دلیری کو لگام دے سکے، تمہیں ایک اچھا سبق سکھا سکے۔"

منال کے اندر ایک تیز چھناکے سے کچھ ٹوٹ کے بکھرا تھا۔ سر سے پاؤں تک درد کی تیز لہر اُٹھی اور پشیمانی میں ڈوبی منال کی جھکی نظریں فوری طور پر حمزہ کی جانب اُٹھ گئیں، جو چپ چاپ اس کی طرف سے پشت کئے کھڑا تھا۔

ٹیرس کی آہنی گرل پر ہاتھ ٹکائے وہ قدرے جھکا ہوا سا تھا۔ اس کے ہاتھ ریلنگ پر اس بری طرح جمے تھے کہ منال کی سہمی نظر ہاتھ کی پشت پر اُبھری نیلی رگوں کو آسانی سے دیکھ سکتی تھی، چہرے پر سرخی لئے وہ بے تحاشا جھلاہٹ کا شکار تھا، یوں جیسے وہ ساری صورتِ حال اس کے لئے انتہا ناپسندیدہ ہو۔ منال کا دل دھک دھک کرنے لگا، اسے اپنے قدموں سے جان نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔

ادھر ارما اور عمارہ بھی سفید پڑتے چہروں کے ساتھ حمزہ کی جانب متوجہ تھیں۔ ان کے دل آپا کے سخت اور کورے جواب کے بعد ڈانواں ڈول دھڑک رہے تھے۔ انہیں احساس ہو چلا تھا کہ تحریم آپا کو ساری کہانی سنا کر انہوں نے ایک فاش غلطی کر ڈالی تھی اور اب اس غلطی کا نتیجہ منال اور حمزہ کی علیحدگی کی صورت میں نکل سکتا تھا۔ وہ کسی ہچکچاہٹ کے بغیر اس صورتِ حال

میں طلاق دینے کا اختیار رکھتا تھا۔

بے یقینی میں گھرے ان کڑے حالات کے تحت بننے والی سچویشن پر منال نے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ صرف چند سیکنڈ سوچا اور اگلے ہی لمحے آپا کے سامنے سے اٹھ کر بت بنے حمزہ کے پیچھے آ کھڑی ہوئی۔

اس نے اپنی ساری توانائی اور ہمت صرف اسے ایک صدا دینے پر خرچ کر دی لیکن جواب میں حمزہ نے پلٹ کر اسے دیکھے بغیر نہایت بے زاری سے کہا۔

''مجھے ان فضول معاملات میں مت گھسیٹا کرو منال! میں اپنے کسی فیصلے پر پچھتانا نہیں چاہتا۔''

''لیکن..... لیکن آپ کی آپا.....'' منال نے گھبراہٹ سے حلق کو تر کرنے کی کوشش کی۔ ''آپ کی آپا بہت کچھ کہہ رہی ہیں۔ دیکھئے حمزہ! میں نے سچ بولا ہے، کوئی بھی بات چھپائے بغیر سب کچھ آپ کے سامنے رکھ دیا ہے۔ اگر میرا سچ واقعی اتنا کڑوا ہے تو بے شک آپ کوئی بھی حتمی فیصلہ کرنے کے مجاز ہیں۔ آپ چاہیں تو ابھی مجھے.....''

''بکواس بند کرو منال.....!'' وہ اتنی تیزی سے اس کی طرف پلٹا کہ پیچھے کھڑی منال دھکا کھا کر دو قدم دُور ہو گئی۔ حمزہ کی خشمگیں نظر اس کے زرد چہرے پر ٹھہر گئی۔ وہ سلگتے لہجے میں بولا۔

''تمہارا یہ نام نہاد سچ ایک بار پہلے بھی میں neglect کر چکا ہوں۔ مگر مجھ سے بار بار نیکی کی امید مت رکھنا، سمجھ گئیں نا؟''

''جی.....'' منال نے سر ہلا کر بہتی آنکھوں کو سیدھے ہاتھ کی پشت سے پونچھا اور خود پر قابو پاتے ہوئے ایک ضبط سے بولی۔ ''یہ مت سمجھئے گا، میں آپ کی منت کروں گی یا نکاح کے پاکیزہ رشتے کی بحالی کے لئے آپ سے کوئی فریاد کروں گی۔ نہیں حمزہ صاحب! آپ مجھے چھوڑنا چاہتے ہیں تو چھوڑ دیجئے، لیکن ایک سچ اب بھی آپ کو سننا پڑے گا۔'' اس کی آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی۔ ''اور وہ سچ یہ ہے کہ میں نے دائم سے محبت کی ہے، مجھے اعتراف ہے۔ اس شخص کو میں نے اپنے دل اور جذبات کی سچائی کے ساتھ بڑی شدتوں سے چاہا ہے اور اپنی اس چاہت پر میں شرمسار بھی نہیں ہوں لیکن..... لیکن یہ طے ہے، جس دن رخصت ہو کر آپ کے گھر کی دہلیز پر میں اپنا قدم رکھوں گی، وہ لمحہ میرے دل و دماغ سے ماضی کی ہر محبت اور ہر یاد کو مٹا کر رکھ دے گا۔ اس پل دائم کا ہونا یا نہ ہونا میرے لئے برابر ہو گا۔ یہ منال کا وعدہ ہے آپ سے۔ میں اس خدا کی قسم کھاتی ہوں، جس کے قبضے میں ساری خدائی ہے اور اقرار کرتی ہوں اس ذات پاک کا کہ جس پر میں اور آپ ایمان رکھتے ہیں، تب دائم میرے لئے کوئی اہمیت اور حیثیت نہیں رکھے گا کیونکہ اس دن آپ کی ذات میرے لئے مجازی خدا کی سی ہو گی۔ حمزہ صاحب! اس دن میں پوری ایمان داری اور دیانت داری سے آپ کی زندگی

میں شامل ہو جاؤں گی۔ میری محبت، میری وفا صرف اور صرف آپ کے لئے ہو گی۔ آپ ان تمام حقوق کے حق دار ہوں گے، جو آپ کے لئے مجھ پر واجب ہیں لیکن.....'' منال کی آواز گھٹنے لگی۔ ''لیکن یہ ساری قسمیں اور وعدے اس وقت کے لئے ہیں، جو آپ کی مرضی اور منشا پر انحصار کرتا ہے۔ حمزہ صاحب! آپ چاہیں تو مجھے بیوی کا روپ دے سکتے ہیں اور..... اور اگر نہیں تو یہیں کھڑے رہ کر تین الفاظ کہیے اور مجھ سے اپنا تعلق ہمیشہ کے لئے ختم کر ڈالیے۔ میں آپ کو ہر فیصلے کے لئے آزاد کرتی ہوں، آپ چاہیں تو ابھی اور اسی وقت اپنا وہ حق استعمال کر سکتے ہیں، جو آپ کو مجھ سے آئندہ زندگی میں جوڑے رکھے گا۔''

وہ چپ ہو گئی۔ اس کے خاموش ہوتے ہی سب کے دھڑ دھڑاتے دل جیسے بند ہونے پر اُتر آئے۔ وہ سب سہمی سی بیٹھی تھیں۔ ادھر حمزہ کی بے یقینی حد سے سوا تھی۔ طیش اور ضبط کی شدت سے سر میں دھماکے ہونے لگے تھے۔ وہ جبڑے بھینچ کر جیسے خود پر قابو پانے کی سعی کر رہا تھا۔ مگر یوں لگتا تھا، جیسے قدموں تلے زمین کھسک رہی ہو۔ اسے اپنے پیروں پر کھڑا رہنا دشوار لگنے لگا۔ منال نے اسے کس عذاب میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ اپنا حالِ دل کہہ کر اب خود بھی منتظر نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ یوں جیسے کہنا چاہ رہی ہو کہ فیصلہ بہرحال تمہیں کرنا ہے، سو کر گزرو۔

اندر ہی اندر سلگتے حمزہ کی شعلہ بار نگاہ منال کی صورت پر ٹھہر گئی تھی۔ وہ لڑکی اب تلک اسے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر ایک ٹک گھور رہی تھی۔ اس کی سنہری آنکھوں میں تجسس تھا، خوف تھا اور آنے والے وقت کی اُلجھن تھی۔ وہ نروس تھی، پھر بھی جانے کس حوصلے سے خود کو سنبھالے کھڑی تھی۔ حمزہ جلتی آنکھوں کے ساتھ اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔ وہ لمحہ بے شک بہت گھٹن تھا۔ حمزہ کے چہرے سے برستا عتاب، منال کے دل کی دھڑکن میں بول رہا تھا، بدن سنسناہٹ کھینچ لایا تھا، چہرے پر جیسے چیونٹیاں سی سرسرانے لگیں اور ہتھیلیاں یک دم بھیگ گئی تھیں۔

تب منال کو خود پر قابو پانا دشوار ہو گیا۔ وہ جو دم سادھے حمزہ کی آنکھوں میں جھانک رہی تھی، اس کی قہر برساتی نگاہ کی تاب نہ لا سکی۔ گھنیری پلکیں لرزیں، کانپیں اور فوری طور پر جھک گئیں۔ ٹھیک اسی لمحے حمزہ کا دایاں ہاتھ بہت اچانک فضا میں بلند ہوا اور زبردست گونج کے ساتھ منال کے کومل رخسار پر برسا۔ وہ اپنی جگہ سے ہل کر رہ گئی لیکن جھکی نظریں اٹھا کر اسے نہ دیکھ سکی۔

سکوت میں ڈوبی ساری فضا یک دم ڈول گئی تھی۔ تھپڑ کی تیز آواز، دانہ چگتے کبوتروں کو فوراً اُڑا لے گئی۔ وہ ڈار کی صورت اُڑان بھر کر گھنے سرسبز درخت کی چھاؤں میں چھپ گئے۔ ادھر وہ لرزہ خیز آواز ارما اور عمارہ کی جان نکال لے گئی۔ دونوں لڑکیاں بے آواز رونے لگیں جبکہ تحریم کا رنگ لمحوں میں اُڑا تھا۔ حمزہ کا غیض و غضب آج سے پہلے اس کی نظروں سے یوں نہ

گزرا تھا۔ لیکن اپنے بھائی کی سنجیدہ صورت اور جلتی آنکھیں دیکھ کر وہ اپنے رہے سہے اوسان بھی کھو رہی تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ اُٹھ کر کپکپاتی منال کو تھامتیں، حمزہ کی بھاری آواز فضا میں اُبھری تھی۔

''یہ میری مجبوری ہے منال! میں تمہیں چھوڑ نہیں سکتا۔ شاید بدقسمتی نے تمہیں مجھ سے جوڑ کے رکھا ہے اور یہ وہی مجبوری ہے، جو مجھے طلاق کے تین بول بولنے سے روک رہی ہے۔ میں چاہوں بھی تو تمہیں خود سے جدا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میں..... میں.....''

وہ رخ بدل گیا۔ اس کی آواز اس کا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔ بہت سے اشک جیسے اس کی قوتِ گویائی سلب کر گئے تھے۔ منال نڈھال ہونے کے باوجود آگے بڑھ آئی۔ چہرہ سرخ اور آنکھیں اشکوں سے دُھندلی تھیں۔

''حمزہ! آگے بولیے۔ ادھوری بات اکثر صورتِ حال تبدیل کر ڈالتی ہے اور میں یہ سچویشن بدلنا نہیں چاہتی۔ مجھے سچ سننا ہے۔ پلیز، کہیے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ فار گاڈ سیک، بولیے حمزہ!''

''منال! میں..... میں.....'' حمزہ نے اپنا ادھورا جملہ پورا کرنے کی کوشش کی اور بے اختیار آنکھیں میچ لیں۔ اشکوں کی لڑی موتیوں کی صورت رخساروں پر بہہ نکلی۔ ''تمہیں زندگی کے ساتھی کے طور پر چننے کا حق میں استعمال کر چکا ہوں۔ نکاح کے بعد کسی دوسری لڑکی کو دیکھنے کا حق میرے پاس نہیں رہا کیونکہ میری تلاش ختم ہو چکی ہے منال! میں نے جسے چاہا، جسے پانے کی خاطر بارہا سجدے میں اللہ سے دعائیں مانگیں، وہ لڑکی تم ہو۔ صرف تم۔ اور اب..... اب جبکہ میری دعائیں مستجاب ہو چکیں، تم میری بیوی بن چکیں تو میں کیسے چھوڑ دوں تمہیں؟ کیسے منال؟'' وہ بے اختیار اس کی طرف پلٹ آیا۔ شدتِ ضبط سے نم ناک آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ حمزہ کی بھیگی پُرسوز آواز سب کی سماعت میں موم بن کر پگھل رہی تھی۔

''جواب دو منال! کیسے چھوڑ دوں تمہیں؟..... کیسے چھوڑ سکتا ہوں میں تم کو؟..... اپنے دل سے نکلی دعا کو دھتکارنے کی ہمت نہیں ہے مجھ میں۔ میں اللہ سے عمر بھر کی خوشی مانگ کر اسے لوٹانے کی ہمت نہیں رکھتا۔ میں ناشکرا نہیں ہوں منال! بے ادب نہیں ہوں۔ میں خلوصِ دل سے مانگی نعمت کو مٹی میں نہیں رول سکتا۔''

وہ ضبط کے باوجود حوصلہ ہار بیٹھا تھا۔ آنکھوں میں اُتری نمی اشکوں کا روپ بھر کے چھما چھم برسنے لگی۔ حمزہ نے دوبارہ منہ پھیر لیا۔ اس کے جذب میں ڈوبی آواز، منال کے دل و دماغ پر کڑکڑاتی بجلی کی صورت گری تھی۔ کس قدر شرمسار تھی وہ، یہ بات کہنے کی نہیں، بس دیکھنے کی تھی۔ ان ساعتوں میں منال خود اپنے آپ سے شرمندہ تھی اور وہی شرمندگی ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر اسے زاروقطار رونے پر مجبور کر گئی۔ دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔

کتنا فراخ دل تھا حمزہ۔ کس قدر اعلیٰ ظرف انسان تھا وہ۔ آج حالات سے مجبور ہو کر

سب کے سامنے اس نے اپنے دل کا راز کہہ ڈالا تھا۔ منال کی چاہت کو محبت کا درجہ دینے والے نے ایک پل کے لئے بھی خود کو چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

اور ایک وہ تھی، کم ظرف اور بے عقل لڑکی۔ شوہر کے سامنے نکاح کی حرمت کا پاس کئے بغیر، دائم سے محبت کا اظہار کر بیٹھی تھی۔ کس قدر شرم ناک بات تھی۔ منال کو اس گھڑی اپنی بے غیرتی اور بے حیائی کا شدت سے احساس ہوا تھا۔ حمزہ کی بڑائی اور اعلیٰ ظرفی کے سامنے اسے اپنا وجود بونا سا لگنے لگا۔

کتنا خوددار انسان تھا وہ۔ کتنی محبت کرنے والا دل تھا اس کے پاس۔ لیکن منال نے اس کی قدر نہ کی تھی بلکہ اپنی صاف گوئی اور بے باکی سے حمزہ کی خودداری کو ایسی ٹھیس لگائی تھی کہ مرد ہونے کے باوجود وہ بے چارہ بے بس ہو کر رو پڑا تھا۔ حالانکہ اس کی جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو طیش میں آ کر منال کو تین لفظی حق استعمال کر کے حتمی فیصلہ سنا چکا ہوتا اور یہ غلط بھی نہ ہوتا۔ منال بہرحال اسی کی حق دار تھی۔ لیکن حمزہ کی پُرخلوص چاہت نے آج بھی بساط پلٹ دی تھی۔

آپا کی آنکھیں ڈبڈبا رہی تھیں۔ وہ از حد جذباتی ہو کر اپنی جگہ سے اٹھ گئیں۔ تیزی سے آگے بڑھ کر انہوں نے حمزہ کو اپنی طرف موڑا اور دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھائی کا چہرہ بھر کر دل سے اُمڈتی محبت کے ساتھ اس کی کشادہ پیشانی پر بوسہ دیا اور رندھی آواز سے بولیں۔

''میں جانتی تھی، بیٹا! تم ایسا ہی کہو گے۔ میں نے دانستہ منال سے سخت لہجے میں بات کی تھی کیونکہ میں تمہارا atitude دیکھنا چاہتی تھی۔ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ منال کی اتنی سچی، کھری اور چبھتی باتوں کے بعد تم کیسا ری ایکٹ کرتے ہو؟ مجھے خود سے فیصلہ کرنے میں مشکل ہو رہی تھی، حمزہ! لیکن تمہاری باتوں کے بعد یہ مشکل ختم ہو گئی ہے۔ میں اللہ کی شکر گزار ہوں، جس نے تمہیں درست فیصلہ کرنے کی سمجھ عطا کی، تمہیں وہ حوصلہ دیا کہ تم منال کی بے کار باتوں کو سہہ سکو۔ تم نے جس اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا ہے، وہ بے مثال ہے۔ میرے بھائی! اگر تم منال کو طلاق دے دیتے تو بخدا، میرا دل توڑ دیتے۔'' ان کی آواز ان کے اختیار سے باہر ہو گئی۔ ضبطِ گریہ نے ان کا گلا گھونٹ ڈالا تھا۔ انہوں نے رخسار پر بہہ جانے والے اشکوں کو سمیٹے بغیر اپنی بات کو جاری رکھنے کی کوشش کی۔ ''حمزہ! تم بہت اچھے ہو۔ بہت ظرف والے۔ تم نے میرا مان ٹوٹنے نہیں دیا۔'' وہ اسے پیار کر رہی تھیں۔

حمزہ کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ اُمڈ آئی۔ وہ بڑی بہن کی جذباتیت پر خود بھی آبدیدہ تھا، لیکن اس کی توجہ اب بھی مکمل طور پر منال کی جانب تھی، جو اس سے چند قدم دُور ہاتھوں میں چہرہ چھپائے ابھی تک سسک رہی تھی۔ اس کی روتی آواز میں پچھتاوے اور ندامت کا احساس تھا۔ وہ ایسی پشیمانی میں گھری کھڑی تھی کہ اب چہرہ دکھانے کے قابل بھی نہ تھی۔

حمزہ کی بے قراری بڑھنے لگی۔ اس نے بے اختیار ہو کر ہاتھ بڑھائے اور روتی ہوئی منال کو اپنے بہت قریب گھسیٹ لیا۔ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر آپا سے بولا۔

''میں ایسا کبھی نہیں کر سکتا تھا آپا! آپ کا مان اور اپنی محبت پر قائم بھروسے کو توڑنا میرے لئے ناممکن ہے۔ منال کی دائم سے دیوانہ وار محبت کو میں نے ہسپتال میں ہی بھانپ لیا تھا۔ میں جانتا تھا، یہ لڑکی ایک نہ ایک دن میری طرف ضرور پلٹے گی۔ اور منال پلٹے گی آپا! اب وقت ہی کتنا بچا ہے۔ لیکن میں ایک بات ضرور کہنا چاہتا ہوں، جس دن منال سے میں نے نکاح کا بندھن باندھا تھا، اس دن نکاح نامے پر دستخط کے بعد اپنا قلم توڑ دیا تھا کیونکہ منال سے اپنی محبت کا انجام میں نے اس مقدس فریضے کی حرمت پر فائنل کر دیا تھا۔ اب اس فیصلے میں کسی ترمیم کی گنجائش کہاں ہے؟ میری دعائیں شرفِ قبولیت پا گئی ہیں، بھلا مجھے اور کیا چاہئے؟ سو آج بھی میں اپنے فیصلے پر قائم ہوں، مجھے منال سے محبت ہے آپا! منال میری زندگی کی سب سے قیمتی متاع ہے، یہ میرے جینے کی وجہ ہے، میں اسے خود سے دُور کرنے کی غلطی کبھی نہیں کروں گا۔ آپ کو یاد ہوگا آپا.....!'' حمزہ کی پُرسوچ نگاہ بہن کے چہرے پر ٹھہر گئی۔ ''میں نے آپ سے کہا تھا، منال میرے لئے بہت معنی رکھتی ہے، یہ میری زندگی کی وہ خوشی ہے، جس سے منہ موڑ کر جیا نہیں جا سکتا۔ سو میں اپنی زندگی کا ہر پل منال کے نام لکھ چکا ہوں۔ اب پلیز، آپ اسے کہیے کہ یہ چپ ہو جائے۔ کیونکہ آنسو پونچھنا میرے نزدیک دنیا کا مشکل ترین کام ہے اور وہ بھی تب، جب میرے پاس کوئی رومال نہ ہو۔''

اس کی شوخی اتنی اچانک اور برجستہ تھی کہ تحریم کے ساتھ ارما اور عمارہ بھی روتے روتے ہنس پڑیں۔ ادھر منال کی سسکیاں بدستور ساعت میں اُتر کر سب کو ایک بے نام اذیت سے دوچار کر رہی تھیں۔ آنسو تھے کہ آج تھمنا نہیں چاہتے تھے۔ سسکیاں ہچکیوں میں بدلیں تو حمزہ رہ نہ سکا۔ منال کو مقابل کرتے ہوئے بولا۔

''اب یہ اشکباری کیوں منال؟ کچھ دیر پہلے تم اپنے جملہ حقوق میرے نام لکھنے کا کہہ رہی تھیں اور اب میری ذرا سی بات مان کے نہیں دے رہیں؟ پلیز، رونا بند کر دو۔ تمہارا یہ رونا دھونا مجھے بالکل اچھا نہیں لگ رہا۔ میں مانتا ہوں، میں نے جذباتی ہو کر بہت زور کا چانٹا مارا ہے مگر تمہارے آنسو میرے دل کو درد سے بھر رہے ہیں، میں اسے سہہ نہیں سکتا۔ سو پلیز، چپ ہو جاؤ۔''

منال کی سسکیاں کم ہونے کے بجائے کچھ اور زور پکڑ گئیں۔ اس نے بے ساختہ نفی میں سر ہلا کر چپ نہ ہونے کا اعلان کیا اور پھر شرمساری سے بڑھ کر اپنا ماتھا حمزہ کے سینے سے ٹکا دیا۔ وہ خود کو سنبھالنے سے قاصر تھی۔ شاید یہ ضمیر کی تڑپ تھی، جو اسے بے حال کرتی جا رہی تھی۔ اس کے سیلابی اشک، حمزہ کا گریبان بھگونے لگے۔ منال کا یوں اچانک ساتھ آ لگنا، صورتِ حال کو ڈرامائی موڑ دے چکا تھا۔ حمزہ نے بے بسی سے آپا کو دیکھا اور مدد کی درخواست کی تو وہ ذومعنی مسکراہٹ سے کاندھے اچکا کر بولیں۔

''That is purely your personal matter.....سو مجھے کسی مدد کے

لئے نہ پکارنا۔ میں تمہاری کوئی مدد نہ کر سکوں گی۔''

''لیکن آپا! اتنی روتی بسورتی پیاری سی لڑکی کو چپ کیسے کراتے ہیں؟ کوئی ٹوٹکا ہی بتا دیجئے۔'' وہ بے بس تھا۔ آپا کی ہنسی نکل گئی۔

''میرے پاس کوئی ٹوٹکا نہیں برادر! یہ مسئلہ تمہارا ہے اور تمہیں میری مدد کے بغیر ہی حل کرنا پڑے گا۔''

''اوکے۔'' حمزہ نے پل بھر کو سوچا اور پھر بڑے اطمینان سے روتی سسکتی منال کے گرد اپنی بانہوں کا حصار قائم کر دیا۔ اس طرح کہ اب وہ مکمل طور پر اس کی گرفت میں تھی۔ ''اب ٹھیک ہے نا آپا! لیکن منال کی مزید تسلی کے لئے مجھے تھوڑی پرائیویسی چاہئے۔ سو ڈیئر لیڈیز! آپ لوگ کچھ دیر کے لئے اگر ہمیں تنہا چھوڑ دیں تو ہمارا کام آسان ہو جائے گا۔''

''اوہ شٹ اپ حمزہ.....!'' آپا کھسیانی ہنسی ہنس پڑیں۔ ''تم یہ پرائیویسی کیوں مانگ رہے ہو؟ ابھی منال کی رخصتی نہیں ہوئی، یہ بات ذہن میں رکھو، سمجھے؟''

''میں سمجھتا ہوں آپا! لیکن اس وقت میری مسز کو میری ضرورت ہے۔ پلیز، آپ لوگ جائیے نا یہاں سے۔''

''نہیں، میں نہیں جاؤں گی۔'' وہ جھینپ کر انکار کر گئیں۔ وہ جز بز ہوئیں تو حمزہ بے اختیار ہنس پڑا۔

ادھر منال کا چہرہ لہو رنگ سمیٹ لایا۔ بھائی بہن کی محبت بھری تکرار دل کی دھڑکنوں کو زیر و زبر کر گئی تھی۔ وہ حمزہ کی شرارت بھانپ کر اشک بہانا بھول گئی۔ اس کا قرب، منال کی سانسیں بوجھل کرنے لگا۔ حمزہ کے مضبوط بازوؤں کا حصار اسے حواس باختہ کر گیا۔ تب منال نے گھبرا کر خود ہی حمزہ کو پرے دھکیلا اور اس کے حصار کو توڑتی بھاگتی ہوئی ٹیرس کا زینہ اُتر گئی۔

عمارہ اور ارما کا قہقہہ ان کے اختیار سے باہر تھا جبکہ تحریم کے لبوں کی مسکراہٹ میں بھی اطمینان کی جھلک تھی۔ انہوں نے آگے بڑھ کر بھائی کو گلے سے لگا لیا تھا۔ حمزہ کی آنکھیں شوخی سے جھلملا رہی تھیں۔

❁❁❁

دائم کو پل بھر کے لئے کسی خواب کا گمان گزرا، لیکن اگلی ساعت میں پلک جھپک کر اسے حقیقت کو تسلیم کرنا ہی پڑا۔ وہ تحریم ہی تھیں، جو حمزہ کے ہمراہ گاڑی سے اُتر رہی تھیں۔ آج بھی وہ ساڑھی میں ملبوس تھیں۔ لائٹ میک اپ کے ساتھ ہلکی پھلکی جیولری ان کی خوبصورت شخصیت کو ایک گریس عطا کر رہی تھی۔ خصوصاً ان کے نرم لبوں پر چمکتی نیچرل کلر لپ اسٹک انہیں بہت سوبر لُک دے رہی تھی۔ تحریم کی شخصیت میں کچھ ایسا چارم تو ضرور تھا، جو انہیں ہمیشہ بہت باوقار ثابت کرتا تھا۔

انہیں حمزہ کی ہمراہی میں اپنے گھر کے پورچ میں اُترتا دیکھ کر دائم نے تیزی سے قدم بڑھائے اور ان کے پاس چلا آیا۔ وہ آج بھی گلاب کے کنج سے ایک ادھ کھلی کلی توڑنا نہ بھولا تھا۔ اور دونوں کے نزدیک آنے سے قبل ہی ان تک پہنچ چکا تھا۔ ان کے درمیان مسکراہٹوں کا تبادلہ ہوا۔ دائم نے نہایت گرم جوشی سے حمزہ سے مصافحہ کیا اور پھر تحریم کی طرف رخ موڑ کر گلاب کی کلی ایک شوخی سے بڑھاتے ہوئے بولا۔

"ویلکم اگین! آپ کو اپنے غریب خانے پر دوبارہ دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔"

"تھینکس۔" وہ ہولے سے ہنس پڑیں۔ "لیکن دائم! آج گلابی کلی کس لئے؟ میں آج بھی پیلے گلاب کی منتظر تھی۔"

"سوری آپا! آج پیلی نہیں، گلابی کلی چلے گی۔ اسے بالوں میں سجا کر اس کی توقیر بڑھا دیجئے کہ یہ آپ کی ساڑھی سے میچ ہو کر آپ کو فل میچنگ کے مارکس بھی دلا سکتی ہے۔"

"اوہ....." تحریم نے بے ساختہ جھک کر اپنی ساڑھی کو دیکھا۔ "یو آر سو اسمارٹ دائم! خواتین کے کریز کا مذاق اُڑا رہے ہو۔"

"ارے نہیں آپا! میں اب سنگل نہیں رہا، ایک خوب صورت بیوی کا شوہر ہوں۔ مذاق کیسے اُڑا سکتا ہوں؟" اس نے تیزی سے صفائی دی تو آپا کے ساتھ حمزہ بھی زور سے ہنس پڑا۔

"بائی دی وے، کہاں ہے تمہاری Better half.....؟ آج ہم اسی سے ملنے آئے ہیں۔" حمزہ نے اپنی آمد کا مقصد بتایا۔

"وہ ڈیڈی سے گپ شپ لگا رہی ہے۔ تم اندر آؤ، میں اسے بلاتا ہوں۔" وہ انہیں لے کر سٹنگ روم میں چلا آیا۔ تحریم کو بے اختیار دائم سے اپنی پہلی ملاقات یاد آ گئی۔ کتنی ٹینشن میں

گھر کر وہ اس دن دائم کے گھر آئی تھیں۔ انہیں حمزہ کے اس دوست کی خبر لینی تھی، جو دوستی میں غداری کا مرتکب ہو رہا تھا۔ لیکن یہاں آ کر وہ دائم کی ذہانت، بردباری اور حُسنِ سلوک سے متاثر ہو کر لوٹی تھیں۔ انہیں حمزہ کا یہ دوست بہت پسند آیا تھا۔ اس کی بولڈنیس اور ویل بی ہیویئر انہیں دائم کے بارے میں رائے بدلنے پر مجبور کر گیا تھا، اتنا زیادہ کہ واپسی پر وہ اسے حمزہ کی طرح اپنا بیٹا مان گئی تھیں۔

"کیا خدمت کی جائے آپ کی؟" دائم کی میزبانی کا انداز اپنائیت سے بھرپور تھا۔ تحریم کھل کر مسکرائیں۔

"جو دل چاہے کرو۔ یا پھر بیگم کے ہاتھ کی چائے پلوا دو، بشرطیکہ وہ کام کاج کرنا جانتی ہو تو۔ ورنہ دوسری صورت میں تم کسی بھی سافٹ ڈرنک سے تواضع کر سکتے ہو۔"

"ارے نہیں آپا! سافٹ ڈرنک کیوں؟..... اب سنڈس ہی چائے بنائے گی آپ کے لئے۔ میں اسے بلا کر لاتا ہوں۔" وہ فوراً کمرے سے نکل گیا۔ حمزہ کی کھوجتی نگاہ بڑی بہن کے چہرے پر ٹھہر گئی۔ وہ بے حد خوشگوار موڈ میں تھیں۔ آج وہ دائم کو دیکھ کر خوش تھیں یا اس کی برجستہ گفتگو پر، حمزہ کوئی اندازہ لگانے میں ناکام تھا۔ آپا کا کھلکھلاتا انداز اور دائم کا ان کے سامنے بچھ بچھ جانا دونوں ہی حیرت انگیز تھے۔ اور یہی حیرت اسے آپا سے سوال کرنے پر مجبور کر گئی تھی۔

"آپا..... دائم آپ کو کیسا لگتا ہے؟"

"ہی از اے نائس مین۔ دائم نے پچھلی بار مجھے بہت حیران کر دیا تھا۔" ان کے لہجے کی کھنک واضح تھی۔

"کیوں آپا؟" حمزہ نے بھنویں اچکا کر انہیں دیکھا۔ "آپ بہت کم کسی سے متاثر ہوتی ہیں۔ بھلا دائم میں کون سی خاص بات ہے؟"

"کوئی ایک نہیں، بہت سی ہیں۔ وہ بہت ہی generous اور cultured ہے۔ دائم کی سمجھ داری اور رکھ رکھاؤ اسے اپنی ذات میں نمایاں کر دیتا ہے۔ یُو نو حمزہ! یہ بات کسی دوسرے میں بہت کم دیکھنے میں آتی ہے نا۔"

"سو تو ہے۔ دائم بے حد لبرل اور سوشل لڑکا ہے۔ کبھی کسی کا دل نہیں دُکھاتا۔"

"ہوں....." آپا نے تائیدی نگاہ سے بھائی کو دیکھا۔ "اور سچا بھی بہت ہے۔ خود کو چھپانے کی کوشش کبھی نہیں کرتا۔"

حمزہ مسکرا دیا۔ ان کے لہجے میں چھپی محبت کو محسوس کر کے شوخی سے بولا۔

"آئی تھنک، یہ بات آپ پہلے بھی کر چکی ہیں۔ غالباً تب جب آپ دائم سے پہلی بار ملی تھیں۔ اس سے ملاقات کی داستان کسی سرپرائز کی صورت میں مجھے دی تھی اور میں کتنا ڈر گیا تھا کہ آپ کی کھری باتوں نے میرے دوست کو جانے کتنا ہرٹ کیا ہوگا۔ یاد ہے نا آپا! وہ خبر

میرے لئے کتنی شاکنگ تھی۔"

"ہاں۔" آپا ہنس پڑیں۔ "مجھے سب یاد ہے، حمزہ! تمہیں یقین نہیں آیا تھا کہ میں نے تمہارے دوست کے منہ پر جا کر وہ تمام باتیں پوچھ لی تھیں جس کا جواب دینا اسے نروس کرنے میں دیر نہ لگاتا۔ مگر وہ دن بے حد یادگار ثابت ہوا، دائم کی سلجھی گفتگو نے مجھے اس کے لئے اپنی رائے بدلنے پر مجبور کر دیا تھا۔ بے شک وہ سافٹ نیچر اور compromising ہے۔"

"اور سندس؟" حمزہ نے فوراً پوچھا۔ "اس کے بارے میں کیا خیال ہے آپ کا؟"

"بھئی، سندس کے لئے ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتی، اس لڑکی سے آج میری پہلی ملاقات ہے۔ ویسے وہ ہے کیسی حمزہ؟"

"وہ بہت اچھی ہے۔ لیکن صنفِ نازک والا نخرہ زیادہ ہے..... آئی مین تھوڑا بہت attitude دکھاتی ہے سب کو۔"

"اوہ، پھر تو مجھے محتاط رہنا ہوگا۔" وہ سر گھما کر اچٹتی نگاہ سے کمرے کا جائزہ لینے لگیں۔ سٹنگ روم کی ترتیب و تزئین وہی پرانی تھی۔ صرف صوفے بدل گئے تھے اور مرکزی دیوار پر لگی تصویر کے ساتھ ایک خوب صورت پینٹنگ کا اضافہ کر دیا گیا تھا۔

وہ سراہتی نظروں سے کچھ دیر مصور کے فن پارے کو دیکھتی رہیں، پھر سینٹر ٹیبل پر پڑے میگزینز کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ ورق گردانی کے لئے یونہی ایک رسالہ کھینچا تو وہ کوئی فیشن میگزین تھا۔ تحریم کو ہنسی آ گئی۔ فیشن میگزین اس گھر میں سندس کی موجودگی کا ثبوت تھا۔ گویا وہ لڑکی جدت پسندی کا رجحان رکھتی تھی۔ تب ہی دائم چلا آیا۔ اس کے ہمراہ ایک سوٹڈ بوٹڈ جنٹلمین ٹائپ کا بندہ تھا، جس کی بارعب شخصیت آپا اور حمزہ کو کھڑا ہونے پر مجبور کر گئی۔ ان کے پیچھے سندس تھی، جسے دیکھتے ہی آپا کو اس کے ٹمپرامنٹ کا اندازہ ہو گیا تھا۔

وہ خاصے آف موڈ کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی تھی، مگر لبوں پر سجی رسمی مسکراہٹ میں مہمان نوازی کا عنصر موجود تھا۔ تھی تو بہر حال وہ دائم کی بیوی، سو اسی کی طرح اخلاقیات نبھانے کی کوشش میں تھی۔

تحریم کی مسکراہٹ کھل اٹھی۔ دائم نے پاس آ کر تعارف کی رسم نبھائی۔

"ان سے ملیے آپا! یہ مسٹر ذکاء الدین ہیں، سندس کے ڈیڈی۔"

"اوہ، ہیلو سر!" آپا نے فوراً انہیں تعظیم دی۔ "ہاؤ آر یو؟"

"آئی ایم فائن۔" ان کی گہری نظر ان دونوں کا جائزہ لے رہی تھی۔ دائم نے ان کی توجہ اپنی جانب مرکوز کروالی۔ "اور ڈیڈی! یہ تحریم آپا ہیں، حمزہ کی بڑی بہن۔ اور حمزہ کو آپ جانتے ہی ہیں۔"

"یس، آئی نو۔ حمزہ سے میری ملاقات ہو چکی ہے۔" انہوں نے انگلی میں دبے سگار سمیت اپنا ہاتھ مصافحے کے لئے بڑھا دیا۔

"سوری سر! ہاتھ جلانے کا مجھے کوئی شوق نہیں ہے۔" حمزہ کا لہجہ شوخی کے باوجود اعتماد سے پُر تھا۔ ذکاء صاحب جھینپ کر ہنس دیئے۔

"اوہ، آئی ایم سوری، مجھے خیال نہیں رہا۔" انہوں نے جھک کر میز پر پڑی ایش ٹرے میں سگار کو مسلا اور پھر حمزہ کی طرف دوبارہ ہاتھ بڑھایا، جسے گرمجوشی سے تھام لیا گیا۔

"نائس ٹو میٹ یو سر!" وہ مسکرایا۔ "آج آپ سے دوسری بار ملنا بھی مجھے بہت اچھا لگا۔"

"دیٹ از مائی پلیژر۔ ٹیک یور سیٹ۔" انہوں نے صوفے کی طرف اشارہ کیا، مگر تحریم نے انکار کر دیا۔

"ابھی بیٹھنے کی بات مت کیجئے مسٹر ذکاء! پہلے دائم کی وائف سے introduction لے لوں، بہت نازک اور خوب صورت سی لڑکی ہے، جسٹ لائیک اے ڈول۔" انہوں نے آگے ہو کر اس کے رخسار پر بوسہ دیا تو سندس قدرے ہچکچا کر پیچھے ہو گئی۔ چہرہ یک دم بلش ہوا تھا۔

"ہائے....." اس کا انداز سادگی سے پُر تھا۔

"کیسی ہو مائی ڈیئر! سنا ہے، بے حد نازک مزاج ہو۔" تحریم کا انداز ذومعنی تھا۔

"اچھا؟" وہ بے ساختہ مسکرائی۔ "یہ کس سے سنا ہے آپ نے؟ اگر یہ دائم کا انکشاف ہے تو ڈونٹ فارگیٹ، ہی از اے لائیر۔"

"واؤ..... واٹ اے کمنٹ۔" تحریم زور سے ہنس پڑیں۔ "اس کا مطلب یہ ہے سندس! کہ تم دائم کو بہت اچھی طرح جانتی ہو؟"

"دیٹس ٹرو۔ دائم کو جاننا میری وہ کوالٹی ہے، جس سے مسٹر دائم خار کھاتے ہیں۔ کیونکہ میں پل پل ان کا جھوٹ پکڑتی رہتی ہوں، اس لئے۔" وہ خوش دلی سے بولی لیکن اس خوش مزاجی کے پردے میں جو پیام دائم تک پہنچ رہا تھا، وہ آپا اور حمزہ کو بخوبی سمجھ آ رہا تھا۔

دائم کچھ خفیف سا ہو گیا، تاثر چھپا کر بولا۔ "آپ بیٹھئے نا آپا! سندس کی باتوں میں ہری مرچ کا سا ذائقہ ہے۔ آپ میری وائف کی تیکھی گفتگو سے بے مزہ نہ ہوں گی۔ وہ بہت اچھی میزبان ہے اور بے حد talkative بھی۔"

"بھئی، یہ تو سونے پر سہاگہ والی بات ہوئی۔ ویسے دائم! talkative والی تہمت آپ مردوں نے ہی ہم عورتوں پر فٹ کی ہے۔ اب عورت ہو کر نہ بولنا مزید حماقت ہے، اسی لئے ہم خواتین بولنا ضروری سمجھتی ہیں۔ کیوں سندس؟"

"یو آر ایب سولوٹلی رائٹ۔ اور یہ خوشی کی بات ہے کہ اس گھر میں آج کوئی میرا ہم خیال بھی آیا۔" وہ ہنس پڑی۔ تب آپا نے دانستہ موضوع بدل دیا اور بھائی کی طرف پلٹ کر بولیں۔

"مجھے تم سے گلہ ہے حمزہ! تم نے اس نئے نویلے جوڑے کو گھر پر انوائٹ نہیں کیا۔ ارے بھائی! دعوت کروان کی، کسی دن بلاؤ انہیں ڈنر پر تاکہ تھوڑی تواضع ہم بھی کر لیں اس کپل کی۔"

''اگر ایسا ہے آپا! تو آپ خود بات کیجئے دائم کے ساتھ۔ مجھے یہ ہر بار ٹال جاتا ہے، کہتا ہے، سندس کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی، اس لئے کچھ دن ٹھہر جاؤ اور اسی ٹھہرنے کے چکر میں دن پَر لگا کر اُڑتے جا رہے ہیں۔''

''اوہ، دِس از ناٹ فیئر دائم! اب ان بے کار کے بہانوں سے کام نہیں چلے گا۔ تمہیں سندس اور ذکاء صاحب کے ساتھ آنا ہوگا۔''

''کیوں نہیں آپا! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ ہم جلد ہی کوئی پروگرام فائنل کر کے آپ کو انفارم کر دیں گے۔'' دائم نے وعدہ کر لیا۔ تب اچانک ذکاء الدین صاحب نے آپا کو مخاطب کیا۔

''آر یو میریڈ مس تحریم؟'' آپا نے چونک کر انہیں دیکھا۔ ذکاء صاحب کا سوال انہیں خاصا ناگوار گزرا۔ نخوت سے بولیں۔

''آف کورس مسٹر ذکاء! میں مسز تحریم کمال ہوں۔ میرے شوہر کمال احمد خان شارجہ میں کارپٹ کا بزنس کرتے ہیں۔ میں حمزہ کی شادی کے لئے آج کل پاکستان میں ہوں۔ یُو نو، حمزہ کا نکاح ہو چکا ہے، بس رخصتی کی تاریخ فائنل ہوتے ہی ہم دلہن گھر لے آئیں گے، تب مجھے واپس جانا ہوگا۔''

''اوہ، دیٹس گریٹ۔'' دائم نے دانستہ مداخلت کی۔ ''کب ہو رہی ہے حمزہ کی واپسی؟''

حمزہ بے اختیار ہنس پڑا۔

''او میرے بھائی! ہوش کے ناخن لو، میں دلہن نہیں، جو تم میری رخصتی پر تلے بیٹھے ہو۔ ارے یار! منال رخصت ہو گی اپنے گھر سے۔ تم یہ پوچھو، وہ میکے سے سسرال کب آئے گی؟''

''اونہہ.....'' سندس نے سر جھٹکا۔ ''یہ تو بہت مشکل ہے۔''

کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ سندس کا فوری ری ایکشن سبھی کو مبہوت سا کر گیا تھا۔ دائم نے ناگواری سے سندس کو گھورا۔ وہ شرمندہ سی ہو گئی۔ اس کے منہ سے اچانک نکل جانے والے الفاظ بے حد معیوب تھے لیکن کیا ہو سکتا تھا، اس کی بات تیر بن کر نشانے پر آ لگی تھی۔ آپا کو جیسے موقع ہاتھ لگ گیا۔ وہ ان ہی باتوں کو سمیٹنے دائم کے یہاں آئی تھیں۔ انہیں منال کی طرح دائم کو بھی اس مشکل سے نکالنا تھا، سو اس کی خوب صورت بیوی کی خجالت نظر انداز کر کے بے حد سنجیدگی سے انہوں نے اس کا چہرہ دیکھا۔

''تم کہنا کیا چاہتی ہو سندس؟ ذرا کھل کر بولو، آخر وہ کون سی مشکل ہے، جو منال کی رخصتی میں رکاوٹ بن سکتی ہے؟''

''نن..... نہیں آپا! مشکل کیسی؟ میں..... میں نے..... میں نے یونہی ایک بات کہی تھی۔'' وہ پہلے سے زیادہ گھبرا گئی۔ آپا کا سوال اور چہرے پر پھیلی گمبھیرتا اسے اس کی غلطی سمجھا گئی تھی لیکن ان کا اصرار اب بھی واضح تھا۔

''یونہی کوئی بات نہیں کہی جاتی سندس! میں تمہاری بات کا مطلب جاننا چاہتی ہوں۔''

''کیا یہ مطلب میں واضح کر سکتا ہوں؟'' ذکاء صاحب کی مداخلت آپا کو ناگواری میں مبتلا کر گئی لیکن ذکاء صاحب نے انہیں معترض نہ ہونے دیا، بے نیازی سے بولے۔

''دراصل، آپ کے بھائی کی منکوحہ، میری بیٹی کے شوہر دائم میں خاصا interest رکھتی ہے۔ آئی مین، اس لڑکے کو محبت تو دائم سے ہے مگر بدقسمتی سے نکاح حمزہ کے ساتھ ہو گیا ہے۔ اس طرح مشکل تو ہو ہی جائے گی۔ شاید سندس یہی باور کرانا چاہتی ہے آپ کو۔'' ان کی بدتہذیبی اور جرأت نے تحریم کو ششدر کر ڈالا مگر جلد ہی سنبھل کر بولیں۔

''آپ کو غلط فہمی لاحق ہے، ذکاء صاحب! منال کا دائم سے کوئی ناتا نہیں، وہ میرے بھائی حمزہ کی پہلی چوائس ہے، اس کی اوّلین پسند اور اسی لئے اس کے نکاح میں ہے۔ یہ شادی حمزہ اور منال کی باہمی رضا اور خواہش کے تحت ہونے جا رہی ہے۔''

''ہاؤ امیزنگ۔'' ذکاء الدین کے ہونٹوں پر بڑی سلگتی مسکراہٹ چمکی۔ ''حمزہ کا ظرف بہت بڑا ہے، جو آنکھوں دیکھی مکھی کو نگل رہا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے، تحریم کمال صاحبہ! کہ کوئی بھی مرد چھوڑی ہوئی عورت کو دیکھتا تک نہیں۔ اور جس عورت میں وفا نہ ہو، وہ کسی کا گھر کیسے آباد کرے گی؟ یقیناً اپنی تسکین کے لئے وہ کسی دوسرے مرد.....''

''بس کیجئے ڈیڈی.....!'' دائم نے انتہائی خفگی اور ناگواری سے ان کی بات قطع کی۔ ''اتنی فضول باتیں کر کے آپ میرے مہمانوں کی انسلٹ نہیں کر سکتے۔ کچھ بولنے سے پہلے کم از کم آپ ان کی عزت کا کچھ تو خیال کیجئے۔'' دائم کا فوری احتجاج، ذکاء الدین کا پارا چڑھا گیا۔ وہ ہتھے سے اُکھڑ گئے، بلبلا کر بولے۔

''لک مسٹر دائم! اگر یہ آپ کے مہمان ہیں تو انہیں اپنی حد میں رہنا چاہئے، انہیں اس گھر میں آ کر سندس سے بازپرس کرنے کی اجازت کس نے دی؟''

''انہوں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔ آپ جانتے ہیں، آپ کی بیٹی نے خود ایک غلط بات کہی ہے۔'' دائم کی خفگی واضح تھی۔

''ایسا نہیں ہے۔'' انہوں نے غصے سے دائم کی بات کو رد کیا۔ ''سندس نے کچھ بھی غلط نہیں کہا۔ اس نے صرف اس لڑکی کی بدچلنی کو کاؤنٹ کیا ہے، جو دیدہ دلیری سے تمہارے ساتھ رنگ رلیاں منا کر اب حمزہ کے سنگ.....''

''اوہ، جسٹ اسٹاپ اِٹ ڈیڈی!'' وہ چیخ اٹھا۔ ''میں کوئی فضول بات سہہ نہیں پاؤں گا۔''

''ہاں، کیسے سہہ پاؤ گے تم؟ منال کا ذکر جو نکل آیا ہے۔ وہ لڑکی تمہارے لئے کتنی خاص ہے، میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ اسی لئے تم ہمارے منہ سے نکلا سچ برداشت نہیں کر سکتے۔'' وہ سندس تھی، جس نے غصے کی شدت میں آ کر حمزہ اور تحریم کی موجودگی کو بھی نظر انداز کر ڈالا تھا۔

دائم بل کھا کر رہ گیا۔ اس نے سندس کو جواب دینے کی کوشش نہ کی۔ اس کی خاموشی دانستہ تھی۔ شاید وہ بدمزگی سے بچنا چاہتا تھا۔ لیکن آپا کے ماتھے پر بل پڑ گئے، وہ پیچ و تاب کھا

کر بولیں۔

''واٹ آر یُو ٹاکنگ اباؤٹ؟.....منال کو اس گھر میں زیرِ بحث کیوں لایا جا رہا ہے؟ اور سندس! تم.....'' انہوں نے سنجیدگی سے اس کی طرف انگلی اٹھائی۔ ''کیا پرخاش ہے تمہیں منال سے؟ کیوں خار کھائے بیٹھی ہو اس لڑکی سے؟ وہ ایک شریف لڑکی ہے اور خاندانی شریف لڑکیوں پر تہمت لگانا گناہِ عظیم ہے۔ کیا تم یہ بات نہیں جانتیں؟''

''بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔'' وہ چیخ کر بولی۔ ''لیکن آپ کو شاید اس لفظ گناہِ عظیم کی definition معلوم نہیں ہے آپا! گناہ اور گناہ گار میں کیا فرق ہوتا ہے، شاید آپ نہیں جانتیں۔ چند دن پہلے آپ کی وہ سوکالڈ شریف لڑکی یہاں آ کر جو باتیں کہہ گئی ہے، اسے جانے آپ کیا کہیں گی؟ آپ کی منال کہتی ہے، دائم اس کی محبت میں ہار چکا ہے۔ صرف یہ ایک جملہ کافی ہے۔ تحریم صاحبہ! ذرا اس پر تھوڑا سا تبصرہ ہو جائے، تاکہ منال کی شرافت کے ساتھ آپ کا جواب مجھے گناہ اور گناہ گاروں کی اصل پہچان کرا سکے۔'' وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ اس کا انداز بے حد ہتک آمیز تھا۔ دائم نے جز بز ہو کر اسے دیکھا اور کڑے تیور سے بولا۔

''بی ہیو یور سیلف سندس! لگتا ہے تمہاری عقل پر پردہ پڑ گیا ہے۔ جانے کیوں ہر بار تم منال کو گھسیٹ لاتی ہو؟ ہزار بار کہا ہے، اپنی سوچ کو آلودہ مت کرو مگر جانے کس مٹی کی بنی ہو جو سن کر نہیں دیتیں؟''

''ہاں بھئی، تمہاری کہی پر کان دھروں تو میری سوچ پاکیزہ ہو جائے گی نا دائم! ارے سیدھے سجاؤ کیوں نہیں کہتے، تم خود کو مجرم تصور کرتے ہو۔ خود کو چھپانے کی کوشش مت کرو دائم! میں جب بھی منال کی بات کرتی ہوں، تمہیں درد اُٹھتا ہے۔ یوں بے قرار ہو کر مجھ پر چلاؤ گے تو سب ہی بھانپ جائیں گے کہ دال میں کچھ کالا ہے۔''

''بے کار کی باتیں مت کرو سندس.....!'' وہ یک دم دھاڑا۔ ''تمہاری پست ذہنیت تمہاری کمزوری کو ظاہر کرتی ہے۔ میری مصالحت کو کمزوری سمجھ کر تم مجھ پر کوئی الزام نہیں لگا سکتیں۔ میں صبر سے تمہاری اُلٹی سیدھی بکواس برداشت کر رہا ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم میرے دوست اور اس کی بہن کو جو جی چاہے، سنا ڈالو۔ میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دوں گا، سمجھیں تم؟''

''سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے دائم! یہاں اجازت کون مانگ رہا ہے.....؟'' وہ جیسے ہتھے سے اُکھڑ گئی۔ ''میں تمہارے دوست اور اس کی بہن سے ڈرتی نہیں ہوں، حق بات کہنے کے لئے مجھے ان دو کی موجودگی کا لحاظ نہیں ہے۔ میں نے جو کہا، سچ کہا ہے۔ تم بھی سچ کو برداشت کرنا سیکھو۔''

''بکواس بند کرو سندس! تمہیں سچ اور جھوٹ کا فیصلہ کرنے کو کہا کس نے ہے؟ اگر صبر و حوصلہ نہیں ہے تو تم اس کمرے سے جا سکتی ہو۔''

''میں کیوں جاؤں؟'' وہ کسی طرح مروّت برتنے پر تیار نہ تھی۔ ''اس کمرے سے تمہیں باہر جانا چاہئے دائم! کیونکہ تمہاری قلعی کھل رہی ہے۔'' اس کا انداز بے حد insulting تھا۔

آپا نے ناگواری سے ہاتھ اٹھا کر اسے مزید بولنے سے روک دیا اور درشت لہجے سے بولیں۔ ''میں ادھر بحث و مباحثہ کروانے نہیں آئی اور نہ ہی مجھے تم سے کوئی لیکچر سننا ہے۔ تمہیں اپنی حد میں رہنا ہوگا سندس!'' ان کا غصیلا انداز دائم اور حمزہ کے چہرے فق کر گیا۔ آپا برا مان گئی تھیں۔

سندس نے منہ پھیر لیا جبکہ دوسری طرف ذکاء الدین صاحب کے ماتھے پر پڑنے والی شکنیں کچھ اور گہری ہو گئیں۔ وہ کچھ کہنے کو تھے لیکن آپا نے بے حد رعب سے انہیں ٹوک دیا۔

''مسٹر ذکاء! آپ کی انٹرفیرنس (Interference) اس معاملے میں ضروری نہیں ہے، یہ ہمارا مسئلہ ہے۔ آپ اگر سندس اور دائم کے ذاتی معاملے میں خاموش رہیں تو یہ آپ کے اور آپ کی بیٹی کے حق میں بہتر ہوگا۔''

''واٹ ڈُو یُو مین؟'' سندس جیسے پھٹ پڑی۔ ''وہ میرے ڈیڈی ہیں تحریم صاحبہ! اور انہیں میرے ہر معاملے میں بولنے اور کہنے کی آزادی حاصل ہے۔ آپ انہیں اس طرح چپ نہیں کرا سکتیں۔''

''دیکھو سندس! بات کو مزید بگاڑنے کے لئے محنت کرنی نہیں پڑے گی۔ لیکن اس کا فائدہ کیا ہوگا؟ تم اس آئینے میں دیکھ نہ سکو گی، جو میں تمہیں دکھاؤں گی۔ پھر تمہاری illetracy خود تم سے سہی نہیں جائے گی۔ اس لئے بہتر ہے، میری باتوں پر دھیان دو۔ بہت دنوں سے تمہاری اوٹ پٹانگ باتوں کی گونج تو مجھ تک بھی پہنچ رہی ہے، مگر میں نہیں جانتی تھی، اس بازگشت کے پیچھے ایک ایسی غلط فہمی ہے، جو تم جیسی سمجھ دار لڑکی کی عقل سلب کئے ہوئے ہے۔ بے بی! عقل سے کام لو، کیوں اپنا گھر اُجاڑنے پر تلی بیٹھی ہو؟ منال، دائم سے محبت نہیں کرتی، یہ بات میں کہہ رہی ہوں۔ اس لئے اعتبار کے ساتھ اپنے پلّے باندھ لو۔ منال جو کچھ یہاں کہہ گئی ہے، وہ پرانے وقت کی بات ہے اور وہ بات میرے علم میں آ چکی ہے۔ لہٰذا تم بھی تسلی سے اپنی جگہ بیٹھ جاؤ۔''

''واہ، بہت خوب۔'' سندس نے تمسخرانہ مسکراہٹ سے انہیں دیکھا۔ ''آپ اپنی منال کے کارناموں سے واقف ہیں اور یہ بھی جانتی ہیں، وہ اپنی زبان سے نت نئے گل کھلاتی پھر رہی ہے۔ پھر بھی آپ کو حمزہ کی شادی کرنے میں کوئی اعتراض نہیں؟ بھئی میری نظر میں یہ خاصی بے غیرتی کا مظاہرہ ہے۔ آپ جیسی آزاد خیال عورت شاید شادی سے پہلے مرد اور عورت کے تعلق کو برا نہیں سمجھتی۔''

''اوہ یُو شٹ اپ سندس! آئی سے شٹ اپ۔'' دائم نے اسے بری طرح سے جھڑکا۔ ''آپا سے اس انداز میں بات مت کرو، وہ تمہاری سہیلی نہیں ہیں۔ تمہیں اپنے بڑوں

سے بات کرنے کی تمیز ہونی چاہئے۔"

"دیکھا آپ نے.....؟" اس نے ذومعنی انداز میں آپا کو دیکھ کر کاندھے اچکائے۔

"دائم کس طرح مجھے دھتکار رہا ہے۔ اس شخص سے میرا کوئی سچ بھی برداشت نہیں ہوتا۔ منال کا ذکر ہو اور دائم کو درد نہ اٹھے، ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ محترم بہت بڑے عاشق و پرستار ہیں، آپ کی منال کے۔"

"اب تم زیادتی کر رہی ہو سندس! آئی کانٹ بیئر اِٹ اینی مور۔" آپا کو اس بار واقعی غصہ آ گیا۔ ان کے چہرے کا تاثر اتنی تیزی سے بدلا کہ حمزہ کو فکر ہونے لگی۔ بات شاید مزید خراب ہو جاتی، تب اس نے تیزی سے مداخلت کرتے ہوئے اس اُلجھی بات کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ سندس کو دیکھتے ہوئے بے حد ملائمت سے بولا۔

"بھابی! کیوں بے وجہ بات بڑھا رہی ہیں آپ؟ اگر منال یا دائم کو لے کر آپ کو کوئی غلط فہمی ہے تو پلیز، کھل کر کہئے، تاکہ اس کا تدارک کیا جائے۔ جس موضوع سے دل آزاری ہو، دکھ ہو، کیا اسے بار بار ڈسکس کرنا اچھا لگتا ہے؟ کیوں نہ آج ہم سب مل بیٹھ کر اس مسئلے کو سلجھا لیں۔ آپ اپنے دل کا ہر خوف، ہر اندیشہ نکال دیجئے۔ ہم آپ کے اعتراضات اور الزامات کا جواب دیں گے۔ لیکن آپ کے کچھ کہنے سے پہلے میں یہ بات آپ کو ضرور بتا دینا چاہتا ہوں کہ آپ منال کو لے کر بے وجہ اپنی ٹینشن بڑھا رہی ہیں۔ وہ ایسی نہیں ہے، وہ مجھ سے پیار کرتی ہے اور یہ بات میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"آپ کچھ نہیں جانتے، حمزہ صاحب!" سندس نے پوری شدت سے اس کی بات کو رد کیا۔ "آپ اس لڑکی کو نہیں جانتے۔ اگر آپ کو اس کے سیاہ کرتوتوں کا علم ہوتا تو کبھی منال سے نکاح کا خیال بھی اپنے دل میں نہ لاتے۔"

"چلئے، آپ ایسا کہہ لیجئے۔" حمزہ نے خندہ پیشانی سے اس کی بکواس ہضم کی۔ "لیکن یہ بتایئے کہ آخر کیا قصور کیا ہے اس نے؟ کون سی آوارگی کے مظاہرے کئے ہیں؟ ایک صرف دائم سے محبت کا اظہار کرنے پر اگر آپ اس پر اتنا بگڑ رہی ہیں تو یہ آپ کی کم ظرفی ہے۔ محبت گناہ نہیں سندس بی بی! یہ بہت پاکیزہ جذبہ ہے۔ ہاں، اس جذبے سے اگر آپ کو انحراف ہے تو میں کہہ نہیں سکتا۔ لیکن منال پر تہمت لگانا آپ کو زیب نہیں دیتا۔ آپ کا انداز نامناسب ہے۔ کہیں آپ اس سے جیلس تو نہیں.....؟"

"جیلس.....؟" حمزہ کی آخری بات سندس کو جلا کر راکھ کر گئی۔ تڑپ کر بولی۔ "ایک گھٹیا مڈل کلاس لڑکی سے بھلا میں کیوں جیلس ہونے لگی؟ میں ہر لحاظ سے اس سے برتر ہوں۔ ایک اچھے خاندان سے تعلق رکھتی ہوں۔ پھر بھلا کس بات کی جیلسی؟

"نو، یُو آر رانگ مسز سندس دائم! آپ منال سے برتر نہیں ہیں۔ معاف کیجئے گا، سندس بھابی! اسے جیلسی نہیں تو اور کیا کہتے ہیں؟" حمزہ کا لہجہ بے حد نرم مگر تضحیک آمیز تھا۔

سندس سے پہلے ذکاء الدین صاحب کی برداشت جواب دے گئی۔ "اے مسٹر! زیادہ ہوشیاری دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم کیا سمجھتے ہو، ایسی اول فول باتوں سے میری بیٹی کو بہلا لو گے؟ یہ اس کی زندگی ہے مسٹر حمزہ! میری بیٹی کو جس سے خطرہ لاحق ہوگا، وہ اس کے لئے اپنے خدشات کا اظہار بھی کرے گی۔ آپ ان خدشات کو اشتہار کہہ لیں یا سندس کی جیلسی، ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہم جانتے ہیں، آپ یہ خرافات کیوں اُگل رہے ہیں۔ دراصل منال وہ لڑکی ہے، جس سے آپ کا تعلق جذباتی نوعیت کا ہے۔ لیکن یہ مت بھولیے کہ دائم اور سندس کے باہمی رشتے میں بھی جذبات کی بہت اہمیت ہے۔ کوئی بھی لڑکی اپنے شوہر کو کسی دوسری عورت کی زلف کا اسیر نہیں دیکھ سکتی۔ وہ اپنے گھر کو بچانے کے لئے شور بھی مچائے گی اور اپنے شوہر سے باز پرس بھی کرے گی۔ آپ ان کے ذاتی معاملات میں کسی قسم کی کوئی مداخلت نہیں کر سکتے۔"

"یُو آر ویری رائٹ، مسٹر ذکاء الدین! میں آپ کے کہے سے پوری طرح متفق ہوں۔" حمزہ نے مسکرا کر فوراً تائید کی، پھر اپنا نقطۂ نظر واضح کرنے کو بولا۔ "میں سندس یا دائم کے ذاتی معاملات میں مداخلت کی کوشش ہرگز نہیں کر رہا، یہ صرف میری مجبوری ہے۔ سندس کا اصل اختلاف دراصل منال سے ہے اور منال میری منکوحہ ہے۔ تو اس معاملے میں انٹرفیئر کرنا میری ضرورت بن جاتا ہے۔ میں منال کو Deffend کرنے کا پورا حق رکھتا ہوں، ورنہ یہ سچ ہے سندس کی بے سروپا باتیں اور الزامات کی بوچھاڑ میں، میں اپنے دوست دائم کو شرمسار ہوتا نہیں دیکھ سکتا۔"

"دیکھئے ذکاء صاحب!" حمزہ نے انہیں بے حد سنجیدگی سے دیکھا۔ "دائم سے میری بچپن کی دوستی ہے۔ میرے لئے دائم کا وجود ایسے ہی ہے جیسا میں خود کو آئینے میں دیکھ لوں۔ اس کا کردار کھلی کتاب کی طرح سب پر عیاں ہے۔ میں اسے اتنا ہی جانتا ہوں، جتنا خود اپنے آپ کو۔ قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ دائم، منال کو ایک فیصد بھی نہیں چاہتا۔ میں گواہ ہوں، اس محبت کا جو میرا دوست سندس سے کرتا ہے۔ وہ اپنی بیوی کے لئے بے حد ایموشنل اور پزیسو ہے۔ سندس کے سوا کوئی بھی دوسری لڑکی اس کے دل تک رسائی حاصل نہیں کر سکتی۔ دائم نے منال کی حماقتوں کو بھی ہمیشہ نظرانداز کیا ہے۔ میں مانتا ہوں، منال قصوروار ہے۔ مگر اب وہ اپنی جسارت پر بے حد نادم ہے۔ دائم نے کبھی مڑ کر منال کو نہیں دیکھا اور نہ ہی محبت کے کسی اظہار پر اس کی حوصلہ افزائی کی۔ اور ہر بار سندس سے اپنی وفاداری کی تجدید کی ہے۔ ذکاء صاحب! اگر میرے بیان میں آپ کو کسی جھوٹ کی آمیزش محسوس ہو رہی ہو تو آپ دائم سے براہِ راست پوچھ سکتے ہیں۔ وہ آپ کے سامنے بیٹھا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، وہ میرے کہے کسی ایک لفظ کو بھی جھٹلانے کی کوشش نہیں کرے گا۔ وہ مجرم نہیں ہے، پھر سندس اسے کس بات کی سزا دینا چاہتی ہے؟"

''ٹھیک ہے۔'' سندس نے فوری طور پر اپنا موقف بدل ڈالا۔ ''اگر دائم میرا اتنا ہی وفادار ہے تو اسے کہیے، وہ اپنے ہونے والے بچے کی قسم کھا کر یہ اقرار کرے کہ اس نے منال کی باتوں کو کبھی درخورِ اعتنا نہیں جانا اور نہ ہی اس کی محبت کو اپنے دل میں جگہ دی ہے۔ حمزہ صاحب! آپ اسے کہیے، وہ میرے اطمینان کے لئے یہ قسم کھائے کہ میں غلط سوچتی ہوں اور یہ کہ منال کا کبھی بھی اس سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ وہ اس کی محبت کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔''

''یہ بہت غلط بات ہے سندس!'' آپا نے فوراً مداخلت کی۔ ''تم ان دنیاوی معاملات میں اس معصوم جان کو کیوں گھسیٹ رہی ہو، جس نے ابھی دنیا میں آنکھ بھی نہیں کھولی۔ ارے کیسی ماں ہو تم، جو اولاد کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اسے اس کے باپ کے لئے آزمائش بنا رہی ہو۔ تم کم سے کم اپنے ایجوکیٹڈ ہونے کا ثبوت دو میری جان! گنوار عورتوں کی طرح معصوم بچے کو اپنی ڈھال مت بناؤ۔ وہ تمہاری اور دائم کی زندگی میں کھلنے والا پہلا پھول ہے۔ اس کی قدر کرو بیٹا! تمہیں نہ صرف اپنی اولاد سے بلکہ اپنے شوہر سے بھی بے لوث محبت کا ثبوت دینا چاہیے۔''

''ہونہہ، کیا سارے ثبوت مجھے ہی دینے ہوں گے آپا؟'' سندس کی آواز بری طرح رندھ گئی۔ ''جو مجرم ہے، خطا کار ہے، اسے کیا کہیں گی آپ؟ کیا یونہی چھوڑ دیں گی اسے؟ ثبوت دائم کو دینا ہے آپا! اپنے سچ اور جھوٹ کا۔ سچ کہوں آپا.....!'' سندس نے ڈبڈبائی آنکھوں سے انہیں دیکھ کر سر جھکا لیا۔ ''دائم نے منال سے اپنی محبت کا اظہار میرے ہی منہ پر اس وقت کیا، جب ہماری شادی بھی نہیں ہوئی تھی۔ انہوں نے شامیر بھیا کے سامنے اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ وہ منال کی طرف کھنچنے پر مجبور ہے۔ وہ اس کی محبت کے طوفانی جذبے سے متاثر ہو گیا ہے اور یہ کہ وہ اسے نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اب آپ انصاف کیجئے آپا! میں کس طرح اعتبار کروں اپنے شوہر پر؟ میں نے اپنے دل کی بات کہہ دی ہے، اب آپ رائے دیجئے، بتائیے مجھے میں کیسے بھروسہ کروں کہ جو کچھ حمزہ صاحب نے کہا، وہی سچ ہے، وہی حرفِ آخر ہے۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی۔

اس کی جذباتی حالت بے حد ابتر تھی۔ دائم کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں۔ وہ اسے دیکھتا ہوا دھیرے سے بولا۔ ''سندس! اگر تم نے دل کی ہر بات کھول ہی دی ہے تو آپا کو پورا سچ سناؤ۔ انہیں بتاؤ کہ میں نے شامیر سے یہ بھی کہا تھا کہ میں منال کے لئے اپنے دل میں جو نرم گوشہ محسوس کر رہا ہوں، اسے محبت نہیں کہتے، یہ صرف وقتی ابال ہے، جو اس لڑکی کے بار بار اظہار کرنے پر میرے دل میں اُمڈ آیا ہے۔ وہ اپنے جذبات میں سچی ہو گی۔ شاید اسی لئے میں بھی اس کی طرف کھنچنے پر مجبور ہوں۔ مگر یہ مجبوری مجھے منال کی طرف قدم بڑھانے نہیں دے گی کیونکہ میری چاہت پر، میرے دل میں اُمڈتے جذبات پر صرف تمہارا حق ہے۔ میرے لئے تم ہر لمحہ، ہر وقت منال سے کئی گنا بڑھ کر ہو۔ مجھے تم سے، صرف تم سے محبت ہے سندس!''

''ہاں سونی! دائم ٹھیک کہہ رہا ہے بیٹا! اگر تم دائم کی نظر میں منال سے بڑھ کر نہ ہوتیں تو

آج اس کی زندگی میں شامل بھی نہ ہوتیں۔ آج تم اپنے وجود میں اس خوشی کا احساس بھی نہ پاتیں، جو دائم کی اولاد کی صورت تمہارے اندر سانس لے رہا ہے۔ دائم صرف تمہارا ہے اور ہمیشہ تمہارا ہی رہے گا۔ وہ اپنی زندگی کے کسی پل میں تمہیں دھوکا نہیں دے گا۔ وہ کبھی منال کی طرف مُڑ کر نہیں دیکھے گا۔'' آپا نے اُٹھ کر بڑی محبت سے سندس کو اپنی بانہوں میں بھر لیا۔ وہ دل چھوڑ بیٹھی۔ ضبط کے سارے بندھن ہاتھ سے چھوٹ گئے۔ اس نے آپا کے سینے میں منہ چھپا لیا اور سسکیاں بھرنے لگی۔ آپا کی آنکھیں بھی بھیگنے لگیں۔ وہ اسے پیار کرتے ہوئے بولیں۔

''میں تمہاری فیلنگز کو سمجھ سکتی ہوں سندس! ایک شادی شدہ عورت کے لئے اس کا شوہر اس کی راجدھانی ہوتا ہے، اس کی پوری کائنات ہوتا ہے اور وہ کائنات اس وقت مکمل ہوتی ہے جب اس کی اولاد، عورت کو ماں کا روپ عطا کرتی ہے۔ تم اپنے بچے سے اس کا باپ مت چھینو۔ یہ خوش رہنے کے دن ہیں بیٹا! زندگی کو انجوائے کرنے کے دن ہیں۔ سو دائم پر بھروسہ رکھو۔ اگر دائم اور منال میں رتی بھر لگاؤ بھی ہوتا تو منال جیسی بولڈ لڑکی، حمزہ سے کبھی نکاح نہ کرتی۔ ذرا سوچو سندس! ایک لڑکی جو من چاہی محبت کے حصول میں خوار ہو چکی ہو، اسے اپنی بہو کون بنائے گا؟ اس کے لئے واقعی بڑا دل اور بڑا ظرف چاہیے۔ بقول تمہارے ڈیڈی کے، آنکھوں دیکھی مکھی نگلنا آسان نہیں ہے۔ مگر میں جانتی ہوں، منال ایک اچھی لڑکی ہے۔ وہ حمزہ سے بے پناہ محبت کرتی ہے۔ ایسی محبت، جو اس نے دائم سے کبھی نہیں کی۔ یہ محبت نکاح کے مقدس بندھن سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ پاک محبت کسی غیر شخص سے ہرگز نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی کوئی غیر شخص ایسی محبت پانے کا دعویدار ہو سکتا ہے۔''

آپا کا لہجہ، دائم کا رنگ فق کر گیا۔ وہ شاید یہ جملے دانستہ اسے ہی سنا رہی تھیں۔ اس کا سر شرمساری سے اپنے آپ جھک گیا۔ ادھر آپا، دائم کا تاثر بھانپ کر بھی بولتی رہیں۔

''سندس بیٹا! اپنی غلط فہمی دُور کر لو۔ منال کے لئے تمہارے دل میں جو وسوسے اور جذبات ہیں، انہیں نکال دو۔ سارا کینہ، ساری کدورت ختم کر ڈالو۔ ضروری نہیں جو سامنے ہو، وہی سچائی بن کر دل میں سمائے۔ بعض اوقات غلط بات بھی بامعنی لگنے لگتی ہے۔ منال میں ہمت و جرأت شاید کچھ زیادہ تھی۔ اس کی وہ Courage دائم کو اس کی بولڈنیس سمیت خوف زدہ کر جاتی تھی اور دائم کا وہی خوف تمہیں اس کے دل کا چور نظر آتا تھا۔ پلیز سندس! اپنا دل دائم کی طرف سے صاف کر لو۔ اسے صرف تمہارے اعتبار کی ضرورت ہے۔ تم اس کی مدد کرو سندس! کیونکہ تم اس کی شریکِ حیات ہو اور محبت کرنے والی بیوی کا کوئی بھی Rough بی ہیویئر اور کوئی بھی الزام اس کے شوہر کو اندر ہی اندر توڑ ڈالتا ہے۔ وہ آج بھی صرف تمہارے بارے میں سوچتا ہے۔''

سندس کی سسکیاں، ہچکیوں میں بدل گئیں۔ وہ زار و قطار رو رہی تھی۔ اس کے دل کا درد کمرے میں موجود ہر نفس کو ہو رہا تھا۔ انہی جذبات سے پگھلتے لمحات میں ذکاء الدین صاحب

اپنی جگہ سے اٹھ کر سندس کے پاس آ گئے۔ انہوں نے جھک کر اسے آپا کی بانہوں سے نکالا اور اپنے سینے سے لگا لیا۔

''ڈونٹ کرائے سندس! اب بس کرو بیٹا! خود پر قابو پاؤ۔ یہ آنسو تمہیں اپنے ساتھ بہا لے جائیں گے۔ تم جانتی ہو، تمہاری حالت اتنا زیادہ جذباتی ہونے کی نہیں ہے۔ سو پلیز کنٹرول یور سیلف۔ اور سنو، تمہارے جتنے بھی سوال تھے، تحریم نے ان تمام سوالوں کا جواب دے دیا ہے۔ میں سچ کہہ رہا ہوں بیٹا! مجھے بھی ان کے کہے پر اعتبار آ چکا ہے۔ حمزہ اور تحریم تمہارا بھلا چاہتے ہیں، وہ تمہیں دائم کے ساتھ اپنے گھر میں خوش دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے تمہارا دل صاف کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور پھر انہیں دیکھو، وہ تمہارے کہے ہارش ورڈز کو سہہ کر بھی تمہیں ہر شک و شبے سے دور کرنے کے خواہش مند ہیں۔ سونی بیٹا! ان کا سب سے بولڈ پوائنٹ ہی یہ ہے کہ انہوں نے اس لڑکی کو اپنے گھر کی بہو بنایا جس نے دائم سے محبت کا اظہار کر کے بھی کچھ حاصل نہ کیا۔ تم اسے معاف کر دو، اس کی خطا بھول جاؤ سندس! کیونکہ وہ لڑکی محبت کے معاملے میں تم سے کہیں زیادہ ہرٹ ہوئی ہے۔ وہ تم ہی سے اُلجھتی رہی ہے میری جان! کیونکہ تم دائم کی محبت ہو اور ایک طرح سے منال کے لئے رقیب بھی۔ سو رقابت میں پھنس کر عموماً اسی قسم کے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تم نے جو بھی جواباری ایکٹ کیا، وہ بالکل جائز تھا۔ بڑے لوگوں نے مثال دی ہے No smoke without fire۔ سو سندس بیٹا! یہ بہت سچی بات ہے۔ آگ بغیر دھوئیں کے کہیں نہیں لگتی۔ رقابت بھی دھوئیں کی طرح ہوتی ہے سندس! تمہیں بھی اپنے اندر کی گھٹن اب باہر نکال دینی چاہئے تاکہ جو فیصلہ تم کر نہیں پا رہی ہو، وہ کرنا آسان ہو جائے۔ دیکھو، دائم تمہیں دیکھ کر جیتا ہے۔ وہ تم سے محبت کرتا ہے، ہنی! اینڈ آئی ایم شیور، وہ تمہیں زندگی کی ہر خوشی مہیا کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑے گا۔ اس لئے پلیز سونی! اسے معاف کرنے میں پہل کرو۔ اور ہاں، منال کو بھی معاف کر دو۔ وہ لڑکی اپنی لگائی آگ میں آپ ہی جل چکی ہے اور میرے نزدیک اس کے لئے یہی سزا کافی ہے۔''

سندس نے بھیگے چہرے کو اٹھا کر ڈبڈبائی آنکھوں سے باپ کو دیکھا۔ ''ٹھیک ہے ڈیڈی! میں منال کو معاف کر دوں گی۔ مگر ایک شرط پر۔ جس جگہ وہ ہو گی، میں وہاں ہرگز نہیں رہوں گی۔ اس کی موجودگی اور اس کا ہونا مجھے اپنے گھر کی سکھ شانتی کے لئے منظور نہیں۔ مجھے آپ کے ساتھ انگلینڈ واپس جانا ہے۔ میں دائم کے ساتھ وہاں اپنے گھر میں رہنا چاہتی ہوں۔ میں مکمل سکون اور دل کا اطمینان پانا چاہتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے بیٹا! جیسی تمہاری خوشی۔ بھلا اس سے اچھی بات اور کیا ہو گی؟'' ذکاء صاحب نے اسے محبت و شفقت کے گہرے احساس کے ساتھ اپنے سینے سے لگا لیا۔ ''تم جب چاہو، میرے ہمراہ انگلینڈ جا سکتی ہو۔ یہ فیصلہ دائم بہت پہلے ہی کر چکا ہے۔ وہ صرف تمہارا اطمینان اور اعتبار حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اگر تم انگلینڈ میں پُرسکون زندگی گزارنا چاہتی ہو تو بھلا مجھے کیا

اعتراض ہو گا؟ یُو آر ویلکم مائی ڈیئر!''

''شکریہ ڈیڈی! میں بس یہی چاہتی ہوں۔'' وہ کسی معصوم بچے کی طرح ان سے لپٹ گئی۔

اس کی رضامندی، دائم کو جذباتی سا کر گئی۔ اس کی آنکھوں میں نمی جھلملا رہی تھی۔ وہ خود پر قابو پاتا، آپا کے سامنے آ کر دوزانو بیٹھ گیا اور جھکے سر سے بولا۔

''آپا! آج آپ نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ میرا گھر ٹوٹنے سے بچا لیا۔ ورنہ سندس کا اعتبار حاصل کرنا میرے لئے واقعی بہت مشکل ہو چلا تھا۔ آپ کی احتیاط پسندی اور سمجھ داری سے معاملے کو ہینڈل کرنا، میری میریڈ لائف کو نئی زندگی دے گیا ہے آپا! میں آپ کا کس منہ سے شکریہ ادا کروں۔''

''اوہ، ڈونٹ بی سو فارمل دائم!'' آپا نے دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھام کر کہا۔

''میں نے کہا تھا نا، تم مجھے حمزہ کی طرح عزیز ہو۔ اگر میرے بچوں میں سے ایک خوش رہے اور دوسرا ناخوش، تو بتاؤ میں کیسے پُرسکون رہ سکتی ہوں؟ یہ میرا فرض تھا بیٹا! مجھے منال کو بھی اس Worst کنڈیشن سے نکالنا تھا کیونکہ یہ حمزہ کی آئندہ زندگی اور اس کی خوشیوں کا سوال ہے۔ اس لڑکی کی بے قراری اور جذباتیت نے ہم سب کو پریشانی میں ڈال رکھا ہے۔ اس کی وجہ سے سندس بھی شک و شبے میں گرفتار تھی۔ لیکن اب اللہ کا شکر ہے، وہ بھی راستے پر آ گئی۔ کل پہلی بار میں نے منال کی آنکھوں میں اپنے بھائی کے لئے بے حساب چاہت دیکھی ہے دائم! وہ حمزہ کے ساتھ ہمیشہ وفادار رہے گی اور سدا اس کے دکھ درد کی ساتھی بن کر ایک اچھی زندگی گزارنے کی کوشش کرے گی۔ میں اللہ کی احسان مند ہوں، جس نے حمزہ کو اس کے فیصلے پر پچھتانے کا کوئی موقع نہیں دیا۔ آنے والا وقت تمہارے اور سندس کے لئے بھی یقیناً بہت خوش آئند رہے گا۔ مگر دیکھو بیٹا! وعدہ کرو مجھ سے کہ آج کے بعد تم اپنے اور سندس کے بیچ کبھی منال کا ذکر نہیں لاؤ گے۔ کیونکہ منال، سندس کی ہی نہیں بلکہ میرے حمزہ کی بھی کمزوری ہے اور یہ کمزوری دونوں جگہ اپنے معنی الگ رکھتی ہے۔ میرا خیال ہے، تم وہ پوائنٹ جان گئے ہو گے، جو میں تمہیں سمجھانا چاہتی ہوں۔''

''جی آپا!'' اس نے سر ہلا کر ایک شرمساری سے نظریں چرا لیں۔ ''میں پوری کوشش کروں گا کہ سونی کو کبھی مجھ سے یا میرے کسی رویّے سے کوئی شکایت نہ ہو۔ میں اسے اب کسی بے اعتباری میں گھرا نہیں دیکھ سکتا، مجھے اس سے محبت ہے آپا!''

''دیٹس گڈ۔'' حمزہ نے شوخ نگاہوں سے دوست کو گھورتے ہوئے اس کا کاندھا تھپکا۔

''میرا خیال ہے، دائم! تمہیں اپنی محبت کا کوئی ثبوت اب بھی دینا پڑے گا۔ کیونکہ میری پیاری بھابی جتنا رو چکی ہیں، اس کے جواب میں انہیں تمہاری جانب سے ایک محبت بھرا دلاسا کسی خوب صورت احساس کی صورت ضرور ملنا چاہئے۔ کیا ہی اچھا ہو، ہم سب کے سامنے تمہاری وہ محبت کسی اچھے جملے کی صورت ان کے دل تک پہنچے۔ سو تم تیار ہو جاؤ کیونکہ سندس بھابی الرٹ

ہو چکی ہیں کہ کب تم کچھ اچھا کہو گے۔"

"جی نہیں۔" دائم نے جھینپ کر حمزہ کے بازو پر ہک کیا اور آپا کے سامنے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ "مجھے اتنا احمق مت سمجھو یار! میں محبت کے معاملے میں خاصا محتاط بندہ ہوں اور اپنی پرائیویسی کے مظاہرے سرِ عام کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتا ہوں۔ ویسے بھی آپا اور ڈیڈی میرے بزرگ ہیں اور بزرگوں کے سامنے یُو نو، واٹ آئی مین۔" اس نے ہنس کر جملہ ادھورا چھوڑ کے حمزہ کو سوالیہ نظروں سے دیکھا تو وہ زور سے ہنس پڑا۔ مزید شوخی سے بولا۔

"اوکم آن دائم! بزرگوں کا نام لے کر بھابی کا حق مت مارو۔ یہ وہی بزرگ ہیں، جنہوں نے تمہیں اس آزمائش سے باہر نکالا ہے۔"

"اوہ، آئی سی۔" دائم فوراً سنجیدہ ہو گیا اور سندس کو ڈیڈی کے پہلو سے اٹھا کر اپنے مقابل کھڑا کرتا ہوا ایک جذب سے بولا۔

"سندس! تم میری زندگی ہو اور عمر بھر کی خوشی بھی۔ مجھ پر یقین رکھنا۔ اور چاہو تو میرے کہے کو آزما لینا۔ تم نے میری وجہ سے اتنے بہت سے دن جس اذیت میں گزارے ہیں، اس اذیت کی قسم، آج کے بعد تمہاری ان آنکھوں میں کوئی اشک نہیں جھلملائے گا۔ یہ تمہارے دائم کا وعدہ ہے۔"

اس نے جھک کر بے حد محبت سے سندس کے ماتھے پر لب رکھے اور اس کی آنکھوں سے بہتے اشک اپنی پوروں میں سمیٹ لئے۔ سندس کا بھیگا چہرہ کسی سرخ گلاب کی صورت کھل اُٹھا۔ وہ شرما کر نظریں چراتے ہوئے ہولے سے بولی۔

"میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔"

دائم نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ اس وقت ضرورت سے زیادہ ایموشنل ہو رہا تھا۔ حمزہ کے ساتھ ڈیڈی اور آپا دم سادھے اسے دیکھ رہے تھے۔ ان کے چہروں پر حیرت کا تاثر تھا۔

تب آپا نے سنبھل کر کمرے کی جذباتی فضا کو توڑنے کی کوشش کی اور کھنکھار کر جیسے سب ہی کو ان کے تاثر سے باہر نکالا، پھر ذکاء الدین کو مخاطب کرتے ہوئے بولیں۔

"مسٹر ذکاء! کیا میں آپ سے ایک پرسنل سوال پوچھ سکتی ہوں؟"

"جی، جی ضرور۔" وہ قدرے محتاط ہو کر انہیں دیکھنے لگے۔ آپا نے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر پوچھا۔

"آپ اپنے بیٹے کے لئے کیا فیصلہ کریں گے؟ کیا ارما آپ کی بہو بن سکتی ہے؟ دیکھئے، یہ آپ کا پرسنل میٹر ہے، مگر مناسب سمجھیں تو مجھے کچھ بتائیں۔ میں اس مسئلے کو لے کر آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

ذکاء صاحب کے ہونٹوں پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ صوفے سے کمر ٹیک کر

بولے۔ "فیصلہ تو ہو چکا ہے تحریم بی بی! جس کی مخالفت نے شامیر کا راستہ روک رکھا تھا، وہی لڑکی جب دائم پر، آئی مین اپنے شوہر پر بھروسہ کرنے لگی ہے تو میں کون ہوتا ہوں اپنے بچوں کی خوشیاں چھیننے والا۔ میرے لئے سندس اور شامیر میں کوئی فرق نہیں ہے۔ وہ میرا بیٹا ہے، میرا وارث۔ میں اس سے بے پناہ محبت کرتا ہوں، مگر یہ سچ ہے میں نے اپنی محبت کبھی اپنے بیٹے پر نچھاور نہیں کی۔ شامیر کبھی میرے قریب آیا اور نہ میری محبت کو محسوس کر سکا۔ بٹ آئی لو ہم ویری مچ۔"

"اوہ، یہ اچھی بات ہے ذکاء صاحب! لڑکے یوں بھی باپ کا بازو ہوتے ہیں۔ وہ باپ کے ساتھ کھڑے ہوں تو مضبوطی کے ساتھ گھر کے سکھ اور تحفظ کی ضمانت بن جاتے ہیں۔ آپ کو اپنی والہانہ چاہت کا احساس شامیر کو ضرور دینا چاہئے تاکہ وہ اپنے کامپلیکس سے باہر آئے۔"

"ہاں، میں بھی اب تھک گیا ہوں تحریم بی بی! اب مجھے بیٹے کا سہارا درکار ہے۔ شامیر، عمر کے اس دور میں مجھے کبھی تنہا نہیں چھوڑے گا۔ وہ اپنی ماں کے ساتھ مل کر زندگی کو کچھ اور آسان بنانے میں میرا مددگار ثابت ہوگا۔ آپ دعا کیجئے۔"

"بے شک، میں دعا کروں گی آپ کے لئے۔" آپا نے فوراً ان کا دل رکھا۔

ذکاء الدین جذباتی ہو گئے۔ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد پہلو بدل کر بولے۔ "تحریم صاحبہ! لڑکیوں کے معاملات بہت نازک ہوتے ہیں۔ وہ ننھا سا دل رکھتی ہیں۔ ان کے ارمان، ان کی خواہشات ان کے شوہر اور بچوں سے وابستہ ہوتی ہیں۔ بس اسی لئے میں سندس کا ساتھ دینے پر مجبور تھا۔ کیونکہ میری نظر میں سونی کی پریشانی جائز تھی اور وہ جن خدشات میں اُلجھ رہی تھی، وہ بے جا نہیں تھے۔ شوہر پر بے اعتباری اور بے وفائی کا لیبل لگا ہو تو کوئی بھی لڑکی اپنے گھر میں سکھ کی زندگی نہیں گزار سکتی۔ سو سندس نے شامیر کی مخالفت اسی لئے کی تھی کہ دوسری عورت کا خوف اس کے حواس پر سوار ہو گیا تھا۔ شاید نفرت بھرے جذبے کی Intensity اس کے دل کو اب بھی خوف و ہراس سے بھر گئی ہے، اسی لئے اس نے انگلینڈ جانے کی شرط عائد کی ہے۔ بہرحال"

انہوں نے سر اٹھا کر آپا کو دیکھا۔

"سندس اور دائم کا میرے ساتھ انگلینڈ جا کر رہنا ہی بہتر ہوگا۔ ہم جانے سے پہلے شامیر کی شادی کر کے جائیں گے۔ میں جلد ہی لڑکی والوں کے گھر جا کر اپنے بیٹے کا پروپوزل دوں گا۔ مجھے اُمید ہے میرا یہ قدم میرے بیٹے کو مجھ پر بھروسہ کرنا سکھا دے گا۔ تحریم! آپ فکر مت کریں، میں شامیر کا معاملہ ادھورا چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ میرے بیٹے کی شادی بہت دھوم دھام سے ہوگی۔"

ذکاء الدین صاحب کی جذباتی گفتگو نے تحریم آپا کو نہ صرف متاثر کیا تھا بلکہ وہ کافی حد

تک ان کی ممنون بھی تھیں، سو اسی احساس کے پیشِ نظر تشکر سے بولیں۔

''آپ نے میرے سر سے بوجھ اتار دیا ہے۔ ورنہ شامیر اور ارما کی مجھے بہت فکر تھی۔ دونوں ایک دوسرے کے لئے بے حد Possessive ہیں۔ سچ کہوں تو ارما واقعی ایک پُرخلوص اور اچھی لڑکی ہے۔ وہ آپ کی بہو بننے کے لائق ہے ذکاء صاحب! اچھا ہوا جو آج سندس کو سوچنے سمجھنے کا موقع مل گیا۔ ورنہ وہ بھائی کی خوشیوں کو اُجاڑنے میں کلیدی کردار ادا کرتی، جو کسی طور مناسب نہ تھا۔''

''جی، آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں تحریم!'' ذکاء الدین نے افسردگی سے سر ہلایا۔ ''سندس نہ صرف شامیر کی مجرم بنتی بلکہ اپنی ماما کا دل توڑ کر ایک گناہ اور کر ڈالتی۔ آپ میری وائف سے ملی ہوں گی، وہ بہت سادہ مزاج اور صلح جُو عورت ہے۔ پھر بھی مجھ سے ہمیشہ فاصلوں پر رہی ہے۔ کبھی کوئی ربط ضبط بڑھانے کی کوشش نہ کی۔'' وہ لمحہ بھر رکے، پھر گہری سانس بھر کر بولے۔

''قصور وار وہ تھی یا میں، شاید اس بات کا فیصلہ ہم دونوں نہ کر سکیں۔ لیکن میں اتنا ضرور جانتا ہوں، ثوبیہ ہمیشہ اپنے خول میں بند رہی ہے اور میری غلطی اتنی ہے کہ اپنی بے پناہ مصروفیات کو فوقیت دے کر میں نے اس کے خول کو توڑنے کی سعی نہیں کی۔ اس بار میری زندگی کا یہ پہلا موقع ہے، جب ثوبیہ نے مجھے اپنے ہونے کا احساس دلایا۔ وہ شامیر کی زندگی کی خوشیوں کا فیصلہ خود کرنا جانتی ہے اور اس نے کیا بھی۔ لیکن میں نے سندس کی وجہ سے اسے ماننے سے انکار کر دیا اور میرا انکار، میری بیوی کو مجھ سے بدظن کر گیا ہے۔ مجھے ثوبیہ کو منانا ہو گا۔ انا، خودداری اور تمام تر شخصی وقار بھلا کر زندگی کے اس موڑ پر خود کو صدا دینی ہو گی۔''

ذکاء الدین بولتے بولتے چپ ہو گئے۔ ''میں نے عمر بھر ثوبیہ کو Neglect کرنے کا جو گناہ کیا ہے، مجھے اس گناہ کا کفارہ بہرحال ادا کرنا ہو گا۔ مجھے جلد از جلد ثوبیہ کا سامنا کرنے کے لئے خود کو تیار کرنا ہو گا۔'' وہ جیسے خود سے کہہ رہے تھے۔

''دیٹس ویری نائس۔'' آپا نے فوراً انہیں سراہا۔ ''پھر تو ثوبیہ جی سے آپ کی ملاقات آج ہی طے ہونی چاہئے۔ کیونکہ یہی وہ وقت ہے، جب وہ آپ کے دیئے گئے اعتبار کو اپنا حق سمجھ کر بھروسہ کر سکتی ہیں۔ آپ کی بیگم کو بھی آپ سے اسی حُسنِ سلوک اور تعاون کی ضرورت ہو گی۔ آپ ان کی امید نہ توڑیئے اور ان سے رابطہ کر کے اپنے گھر کو خوشیوں سے بھر دیجئے۔''

''اِن شاء اللہ!'' انہوں نے بھیگی مسکراہٹ سے یقین دہانی کرائی۔ ''میں ایسا ہی کروں گا۔ ثوبیہ کو اس بار مایوسی نہیں ہو گی۔'' ان کے لہجے کی پختگی پر دائم اور حمزہ نے سکھ کا سانس لے کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ دونوں کو اپنے کاندھوں پر پڑا بوجھ کم ہوتا محسوس ہوا۔ ذکاء الدین صاحب کے احساسِ ندامت نے گویا ہر اُلجھا معاملہ خود بخود سلجھا دیا تھا۔ تب دائم نے خوشگواریت سے کہا۔

''اگر میں بھی آپ کے ساتھ چلوں ڈیڈی! تو کیسا رہے گا؟ ماما کو منانے میں ہم بچوں کا

ہاتھ بھی ہونا چاہئے تاکہ دوسرے مسئلے بھی حل ہو سکیں۔ کیوں آپا! کیا خیال ہے آپ کا؟''

اس نے فوراً ہی رخ بدل کر تحریم کو دیکھا تو وہ ڈیڈی کی طرف دیکھ کر مسکرا دیں۔ پھر دائم سے بولیں۔

''آئیڈیا برا نہیں۔ لیکن دائم! ذکاء صاحب کو پہلے ایک خصوصی ملاقات الگ سے کرنی چاہئے۔ میاں بیوی کے اختلافات میں بچوں کی موجودگی اور ان کا عمل دخل کچھ زیادہ مناسب نہیں ہوتا۔ ذکاء صاحب کو پہلے اپنے طور پر کوشش کرنے دو۔''

''چلئے، جیسا آپ مناسب سمجھیں۔'' وہ کچھ جھینپ سا گیا۔ ''میں نے ایسا فقط اس لئے کہا تھا آپا! کہ ارما اور شامیر کی منگنی کا فیصلہ بھی جلد ہو جاتا۔ تب منال کی رخصتی پر یہ کام بھی نمٹ جاتا تو ایک پنتھ دو کاج ہو جاتے۔''

''اوہ دائم! یہ بہترین فیصلہ ہے۔ اگر ایک ہی دن میں یہ دونوں کام ہو جائیں تو بھلا مجھے کیا اعتراض ہو گا؟'' ڈیڈی نے فوری رضامندی ظاہر کر دی، پھر کچھ سوچ کر بولے۔ ''لیکن فائنل فیصلہ اگر ثوبیہ کا ہو تو مجھے واقعی بہت اچھا لگے گا۔''

''وائے ناٹ انکل! ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اب آنٹی ہی سب کچھ طے کریں گی۔'' حمزہ نے ان کا ساتھ دیا اور آپا دل ہی دل میں بے حساب خوش ہو گئیں۔

وہ اللہ کی شکر گزار تھیں، جس نے اس اُلجھے بگڑے معاملے کو نہایت خوش اسلوبی سے سلجھا دیا تھا۔ وہ خوش تھیں کہ وہ منال کی توقعات پر پوری اُتری تھیں۔ اس لڑکی نے ان پر بھروسہ کر کے اپنا مسئلہ ان کے سپرد کیا تھا۔ منال کو یقین تھا کہ تحریم ہی اس کی پرابلم کو حل کر کے سب ہی کو سکون سے بیٹھنے کا موقع فراہم کر سکتی تھیں۔ سو تحریم نے اسے مایوس نہ کیا تھا۔

تحریم کو سوچوں میں گم دیکھ کر دائم نے انہیں دوبارہ پکارا۔

''آپا! میری درخواست ہے، حمزہ کی شادی اٹھارہ تاریخ سے پہلے رکھئے گا۔ ہم اٹھارہ کی شام انگلینڈ کے لئے روانہ ہوں گے۔ ہماری بکنگ ہو چکی ہے اور اب اسے کینسل کروانا دشوار ہو گا۔''

''کیا مطلب.....؟'' حمزہ نے بے طرح چونک کر دوست کو دیکھا۔ آپا بھی چونکی ہو کر اس کا چہرہ تکنے لگیں۔ دائم کا انکشاف بے حد اچانک تھا۔ یعنی وہ واقعی اٹھارہ تاریخ کو انگلینڈ جا رہا تھا۔

تحریم عجلت سے بولیں۔ ''کیا اتنی جلدی لوٹ جاؤ گے دائم؟..... یہ تو زیادتی ہو گی، ہم سب کے ساتھ۔ اٹھارہ تاریخ میں دن ہی کتنے بچے ہیں۔ شادی بیاہ کے کام اتنی جلدی میں کیسے نمٹائے جا سکتے ہیں؟''

''سب کچھ ہو جائے گا آپا! آپ فکر کیوں کرتی ہیں؟'' وہ ہنس دیا۔

''نہیں دائم! یہ فکر ہی کی بات ہے۔'' آپا نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔ ''ہماری خیر ہے۔ لیکن

سوچو، منال کے گھر والوں کا کیا قصور؟ انہیں تیاری کے لئے تھوڑا وقت ملنا ہی چاہئے۔ مجھے نہیں لگتا، بصیر صاحب، رخصتی کی تاریخ اتنی جلدی طے کریں گے۔ وہ ہم سے کچھ مہلت ضرور مانگیں گے۔ بتاؤ، پھر میں کیا بہانہ بناؤں گی؟''

''بہانہ کیوں؟..... مسئلہ خود ہی حل ہو جائے گا۔ آپ ساری کہانی سنا دیجئے گا، بصیر صاحب کو۔ وہ جلد مان جائیں گے۔'' دائم شوخی سے ہنس پڑا۔ ''آپا! آپ جلدی تاریخ طے کروائیں گی تو حمزہ کی دعائیں لیں گی۔ دیکھئے تو، میری بات پر وہ کتنا ایکسائیٹڈ ہو گیا ہے۔ رئیلی، اب جتنی جلد منال اس کی زندگی میں آئے گی، یہ آپ کو دل سے دعائیں دے گا۔''

''بکو مت۔'' آپا نے جھنجلاہٹ سے اسے ہاتھ مارا۔ ''وہ کون سی دعا ہے، جو میں تمہارے رک جانے کے لئے کروں؟ سچ دائم! یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ دیکھو، میرا حکم ہے، فوراً اپنی ٹکٹس واپس کرو اور آرام سے بیٹھو۔ اب جا کر سارے حالات سلجھے ہیں، سکون کی سانس آتے ہی تم نے نیا چکر چلا دیا۔ کیا ارما اور شامیر کی منگنی کئے بغیر لوٹ جاؤ گے؟''

''ارے نہیں آپا! ہماری شرکت کے بغیر بھلا وہ منگنی کیسے ہو سکتی ہے؟ ہم ساری رسمیں کروا کر جائیں گے۔ لیکن یہ طے ہے، ٹکٹیں کینسل نہیں ہوں گی۔ کیونکہ میں نے سندس کو یقین دلایا ہے کہ ہم جلد سے جلد لندن چلے جائیں گے۔ مجھے اپنا وعدہ نبھا لینے دیجئے آپا! وہ مجھ سے دوبارہ روٹھ گئی تو پھر اسے منانے کون آئے گا؟''

''یہ تو ہے۔'' سندس نے بات اچک لی۔ وہ سب کے لئے چائے لے آئی تھی۔ یہ چارج تو ضرور لگے گا تم پر، یُو نو میں اب مزید ایک دن بھی پاکستان میں رہنے کی خواہش مند نہیں ہوں۔ بھیا کی منگنی کل پرسوں تک لازمی ہو جانی چاہئے۔''

''کل پرسوں تک.....؟'' آپا اور حمزہ نے یک زبان پوچھا۔ ان کی حیرت ان کے چہروں پر لکھی تھی۔

''جی جناب! کل نہیں تو پرسوں تک یہ تعلق جڑ جانا چاہئے۔ جب سب راضی ہیں تو پھر میرے بھائی کی من چاہی دُلہن کو ان کے نام منسوب کرنے میں دیر کیسی؟ اب مما کی مرضی سے یہ رشتہ جلد سے جلد فائنل کیا جائے گا۔ کیوں دائم؟'' وہ مسکرائی۔

''ہاں۔ اور میں ان کے فیصلے کی فوری تائید کرتا ہوں۔'' دائم نے لقمہ دیا۔

''لیکن..... لیکن یہ ناممکن ہے۔'' آپا پریشان ہو گئیں۔ ''اتنا بہت سا کام اتنی جلدی کیسے ہو گا؟ ارما کے گھر والے منال کی رخصتی کی تیاری کریں گے یا منگنی کی رسم اتنی عجلت میں کرنے کا سوچیں گے؟ انہیں تھوڑا وقت ملنا چاہئے دائم!''

''نہیں آپا! اب یونہی مزہ آئے گا۔ وہ کہتے ہیں نا، چٹ منگنی پٹ بیاہ۔ اب یہی ہو گا۔ کیوں ڈیڈی؟'' دائم نے سندس کی ہاں میں ہاں ملائی تو تحریم کی بے بسی، ذکاء الدین صاحب کو ہنسا گئی۔ وہ جانتے تھے، بچوں کی ضد کے سامنے بڑوں کو بالآخر ہار ماننی پڑتی ہے، سو

بشاشت سے بولے۔

''آئی ہیو نو آبجکشن۔ جیسا دل چاہے، ویسا کر گزرو۔ میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ لیکن سنو، شامیر سے بھی مشورہ کر لینا۔ ہو سکتا ہے، اس کی بے تابی، سوئی سے زیادہ ہو اور وہ کل کے بجائے آج ہی منگنی کرانا چاہتا ہو؟''

''دیٹس ٹرو ڈیڈی! میں ابھی فون کرتی ہوں شامیر بھائی کو۔ یہ مشورہ ابھی کے ابھی کر لینا چاہئے بھیا سے۔'' سندس نے خوش ہو کر اپنا موبائل اٹھایا تو دائم نے لپک کر اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔

''نہیں سونی! شامیر کو ابھی کچھ مت بتاؤ۔ اتنی اہم اور بڑی خبر فون پر سنتے ہی وہ اوسان نہ کھو دے۔ ان کی بے ہوشی، ماما کو بھاری پڑ سکتی ہے۔ ہم یہ اطلاع انہیں بنفسِ نفیس دیں گے۔ روبرو بیٹھ کر ڈیڈی کی رضامندی کو ظاہر کریں گے۔''

''یس..... یو آر رائٹ۔'' سندس زور سے ہنس پڑی۔ ''تمہارا یہ پوائنٹ بے حد Solid ہے، دائم!''

''نہیں سندس!'' دائم نے اس کے خوشی سے دمکتے چہرے کو دیکھ کر نفی میں سر ہلایا۔ ''اس سے زیادہ Solid پوائنٹ، ماما اور ڈیڈی کی صلح ہو گی۔ دونوں کے درمیان برسوں سے جاری سرد جنگ بالآخر اختتام پذیر ہونے کو ہے۔ سو ہمیں اس کا خیر مقدم کرنا چاہئے۔ شامیر کو ڈیڈی کے راضی ہونے کی خوش خبری اس صلح کے بعد دی جائے گی، تب زیادہ اچھا لگے گا۔''

''ہاں دائم.....!'' وہ بے تحاشا خوش تھی۔ ''کتنا اچھا لگے گا نا، گھر میں سب کے چہرے کھلے کھلے نظر آئیں گے۔''

''ہاں۔'' دائم کی مسکراہٹ میں ہزاروں رنگ تھے۔ ''یہ دن ہم سب کی زندگی میں یادگار رہے گا۔''

''اچھا سنو، آپا کو تو راضی کرو۔ وہ حمزہ بھائی کی رخصتی کی تاریخ فائنل کریں۔ ہم نہیں ہوں گے تو انہیں گلہ ہو گا نا۔''

''بھئی گلہ تو ضرور ہو گا بھابی!'' حمزہ نے منہ بنا کر شکوہ کیا۔ ''آپ دونوں مسٹر اینڈ مسز جانے کیوں میری رخصتی کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہیں۔ فار گاڈ سیک، عقل سے کام لیجئے۔ رخصتی منال کی ہو گی۔ وہ میرے لئے اپنا گھر چھوڑ کر آئے گی۔ آخر آپ رخصت کر کے مجھے اس کے گھر کیوں بھیجنا چاہتے ہیں؟''

''اس لئے مائی ڈیئر بدھو! کہ تمہارا، منال کے گھر جانا ضروری ہے۔ ادھر جاؤ گے تو دُلہن بیاہ کر لاؤ گے نا۔ بھلا غلط کیا ہے اس میں؟'' دائم نے ہنس کر اس کی کمر کو ٹہوکا دیا تو آپا سمیت وہ سب ہی کھلکھلا کر ہنس دیئے۔

❋❋❋

دائم اور سندس کو ڈیڈی کے ہمراہ آتا دیکھ کر ماما تیزی سے اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ انہیں لگا جیسے جاگتی آنکھوں سے وہ کسی خواب کی تعبیر دیکھ رہی ہوں۔ اس دن ذکاء بہت طیش کی حالت میں اس گھر سے نکلے تھے اور آج بیٹی اور داماد کو لے کر واپس کیسے چلے آئے تھے؟ دال میں کچھ کالا تھا۔

ماما نے چہرے کو بے تاثر رکھتے ہوئے خود کو سنبھالا اور ان کے استقبال کے لئے قدم بڑھا دیئے۔ ان کا دل بے تال دھڑک رہا تھا۔ ماما کو اپنی طرف آتا دیکھ کر دائم اور سندس نے ذومعنی انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ وہ ماں کی حیرت کو بھانپ چکے تھے، شاید اسی لئے ایک شوخ مسکراہٹ ان کے ہونٹوں پر چمکی تھی، جسے چھپانے کی کوشش میں سندس قدم بڑھا کر آگے بڑھی اور ماں کے گلے جا لگی۔

''ہائے ماما!.....کیسی ہیں آپ؟''

''بالکل ویسی، جیسی تم دیکھنا نہیں چاہتیں۔'' ان کی سنجیدگی سب ہی نے محسوس کی۔ سندس کھلکھلا کے ہنس پڑی۔

''میں آپ کو ہر دم اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنا چاہتی ہوں ماما! کیونکہ میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں۔''

''اچھا.....؟ لیکن محبت، دل کے گداز سے پیدا ہوتی ہے سندس! اور تم جیسی ضدی لڑکی اپنی خودغرضی میں کسی دوسرے کی چاہت کو اہمیت نہیں دیتی، بہرحال۔'' انہوں نے دکھ سے اسے دیکھا۔ ''مجھ سے محبت کا دعویٰ مت کرو اور یہ بتاؤ، وہ کون سی غرض ہے، جو آج تم سب کو ایک ساتھ یہاں اس گھر میں کھینچ لائی ہے۔''

''شاید میری غرض بہت بڑی ہے ماما!'' اس نے ماں کے جلتے طنزیہ جملوں کو یکسر نظرانداز کر دیا۔ ماما کو چپ سی لگ گئی۔ وہ یک ٹک بیٹی کا چہرہ دیکھنے لگیں۔ ان کی خاموشی بھانپ کر سندس دھیرے سے بولی۔ ''آپ پوچھیں گی نہیں، وہ کون سی غرض ہے؟''

''نہیں۔'' ماما نے نفی میں سر ہلایا۔ ''کوئی بھی غرض زیادہ دیر تک چھپی نہیں رہتی، اپنا آپ ظاہر کر دیتی ہے۔ تم بھی کہہ دو گی۔''

''ایب سلوٹلی یُو آر رائٹ۔ میری اور ڈیڈی کی غرض یکساں ہے۔ ہم باپ بیٹی آج آپ

سے معافی مانگنے آئے ہیں۔''

''معافی؟'' ماما کو جیسے شاک لگا۔ وہ حیرتوں میں گھر کر ذکاء الدین کا چہرہ دیکھنے لگیں، جو چپ سادھے انہی کی طرف متوجہ تھے۔ نظریں ملیں تو ماما نے لمحہ بھر بعد ہی نظر چرا لی۔ لیکن ڈیڈی مسکرا دیئے اور پاس آ کر بولے۔

''ثوبیہ! جو بات بہت پہلے مجھے کہہ دینی چاہئے تھی، وہ میں آج تم سے کہنے آیا ہوں۔ مجھے معاف کر دو پلیز! آئی ایم سوری۔''

''سوری فور واٹ؟'' ماما نے تندی سے پوچھا۔ ان کے تیور بدل گئے تھے۔ ''آپ کے گناہوں کی لسٹ خاصی لمبی ہے ذکاء صاحب! کس کس بات کے لئے سوری کہیں گے آپ؟ کتنے زخموں پر پھایا رکھیں گے؟''

''ہر زخم پر ثوبیہ! ہر اس بات کے لئے سوری، جس سے تمہارا دل ٹوٹا ہو۔ مجھے اپنی ہر بات کے لئے معافی درکار ہے، جو میری خودغرضی، انا اور حاکمانہ طبیعت کی وجہ سے تمہاری دل آزاری کا باعث بنی۔ آج مجھے احساس ہوا ہے ثوبیہ! کہ میں نے زندگی کو یونہی گزار دیا۔ تمہاری موجودگی کے باوجود بہت تنہا زندگی گزاری ہے۔ شادی شدہ زندگی کا کوئی سکھ نہ تمہیں دیا اور نہ ہی خود سکون کی نیند سو سکا۔ اتنے برسوں کے بعد آج تمہاری کمی کا شدت سے احساس جاگا تو میں خود کو بکھرا ہوا، اُداس اور اکیلا محسوس کر رہا ہوں۔ کیا تم اپنی محبت اور اپنائیت سے میری اُداسی اور تنہائی دُور نہیں کرو گی؟''

''اوہ، آئی کانٹ بلیو دِس۔'' ثوبیہ نے ایک گرم نگاہ شوہر پر ڈالی۔ ''ایک ہی رات میں اتنا بڑا انقلاب کیسے آ گیا؟ ایک حاکم مزاج کیا کبھی احساس کی دولت پا سکتا ہے یا اسے کوئی پچھتاوا ستا رہا ہے؟ آپ جیسا ضدی، ندامت کا اظہار کیسے کر سکتا ہے ذکاء؟''

''کیوں نہیں کر سکتا؟'' دائم نے آگے ہو کر ان کے ہاتھ تھام لئے۔ ''ندامت ہر انسان کے دل کو چھو سکتی ہے ماما! ڈیڈی بھی ایک انسان ہیں، کوئی پتھر نہیں۔ ان کا دل درد سے خالی نہیں ہے۔ پلیز آپ بھروسہ کیجئے۔ وہ محبت کرتے ہیں آپ سے۔''

''محبت؟'' ماما کا چہرہ ناگواری کی سرخی سے تپ اٹھا۔ ''اس عمر میں محبت نہیں، عزت کی جاتی ہے دائم! اپنے ڈیڈی کو سمجھاؤ۔ ان کی محبت اب ان کے بیٹے کے لئے ہونی چاہئے، جو بے چارہ باپ کی نظرِ کرم کا منتظر ہے۔''

''میں نہیں جانتی، آپ کا ارادہ کیا ہے اور آپ کس مقصد سے اس گھر میں آئے ہیں۔ بولیے ذکاء! کیا چاہتے ہیں آپ؟''

''مجھے معافی چاہئے۔'' ذکاء الدین کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ ان کی آواز پست تھی۔ ''صرف معافی.....میری اور کوئی غرض نہیں۔''

ماما پر جیسے بجلی گری، چبھتے ہوئے لہجے میں بولیں۔ ''دوسرے کی زندگی کو بے مول کر کے

اسے برسہا برس تنہائی کے عذاب میں دھکیل کر آپ کو اب خیال آیا؟ یہ معافی کی ضرورت کیسے پڑ گئی؟ کہیں آپ کوئی نئی سازش تو نہیں کر رہے میرے ساتھ؟''

''نہیں ثوبیہ.....!'' ذکاء الدین نے عجلت سے ان کی بات رد کی۔ ''وقت اب بدل گیا ہے۔ آج تمہارا مجرم اپنے پاؤں پر چل کر تمہارے پاس آیا ہے۔ میں جانتا ہوں، میرا پچھلا رویہ تمہیں مجھ پر اعتبار کرنے میں مشکل پیدا کرے گا۔ لیکن میرا یقین کرو، جو وقت بچا ہے، اس وقت سے کچھ پل مجھے اُدھار دے دو تاکہ میں تھوڑا بہت ازالہ کر سکوں۔ میں جانتا ہوں.....'' ذکاء صاحب نے خفت سے کہا۔ ''شامیر میرا خون ہے ثوبیہ! میں اسے نظرانداز کیسے کر سکتا ہوں؟''

''آپ اسے نظرانداز کر چکے ہیں ذکاء! آپ نے میرے بیٹے کو جیتے جی مار ڈالا ہے۔ وہ اپنے آپ میں گھٹ کر رہ گیا ہے۔ آپ نے اس کی زندگی کی ہر خوشی چھین کر سندس کے نام کر دی۔ اگر بیٹی کے حصے کا سکھ اسے دینا ہی تھا تو دیا ہوتا۔ لیکن میرے بیٹے کے حق پر ڈاکہ ڈالنے کی اجازت آپ کو کس نے دی۔ کیوں عمر بھر کے پچھتاوے اس کے ساتھ کر دیئے؟ مجھے بتایئے ذکاء! کیا فرق ہے سندس اور شامیر میں؟ بیٹی کی محبت کیا بیٹے کی حیثیت کو کم کر دیتی ہے؟ کیا آپ کے لئے، آپ کا بیٹا کوئی اہمیت نہیں رکھتا؟''

''رکھتا ہے ثوبیہ!'' ان کی نظریں جھک گئیں۔ ''شامیر مجھے اتنا ہی عزیز ہے جتنا کہ تمہیں۔ میرے بچے، میری آنکھیں ہیں۔ ان کے بغیر میں بینا نہیں ہوں۔ مجھے زندگی کی کٹھن راہوں میں انہیں ساتھ لے کر چلنا ہے، وہ لاٹھی ہیں میرے بڑھاپے کی۔ میری پہچان، میرا اثاثہ ہیں، میں انہیں کیسے بھول سکتا ہوں؟''

''اونہہ..... جانے اب کون سا ڈھونگ رچا رہے ہیں آپ۔ دل پر لگے زخموں کا مداوا اتنی جلدی نہیں ہوا کرتا۔ آپ میرے ہی نہیں، میرے بیٹے کے بھی مجرم ہیں۔ آپ دشمن ہیں اپنے بیٹے کے۔ باپ ہونے کا خراج تو مت وصولیے ذکاء!..... آپ ایک اچھی، خدمت گزار اور ملنسار لڑکی کو بہو بنانا نہیں چاہتے بلکہ سندس کو سپورٹ کر رہے ہیں۔'' وہ باقاعدہ رونے لگیں۔

ذکاء شرمندہ ہو گئے۔ ''مجھے اپنا جرم قبول ہے ثوبیہ! کیا ایسا نہیں ہو سکتا، تم یہاں بیٹھ کر تسلی سے میری بات سن لو؟ مجھے بہت کچھ کہنا ہے تم سے۔ پلیز ثوبیہ!'' انہیں اپنی طرف موڑنا چاہا تو وہ دم قدم پیچھے ہٹ گئیں۔ ذکاء صاحب نے بیٹی اور داماد کی موجودگی کی پروا کیے بغیر ان کا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں بھر لئے۔ ''آج زندگی رخ بدلنا چاہتی ہے ثوبیہ! اس لئے ہمیں بھی خود کو بدلنا ہوگا۔ آج ایک خفت اور ندامت میرے ہاتھ ہے۔ جسٹ بلیو می، میں تمہیں تمہارا حق دینا چاہتا ہوں۔''

ثوبیہ لب بھینچ کر رہ گئیں۔ ان کا چہرہ، لہو کی سرخی سمیٹ لایا تھا۔ یہ جھل نم ناک آنکھوں میں بسی حیرت پہلے سے سوا تھی۔ وہ چپ ہو کر ذکاء الدین کا چہرہ تکنے لگیں۔ وہ بہت کچھ کہنا

چاہتی تھیں، اپنے دل کی ساری بھڑاس نکالنا چاہتی تھیں مگر انہیں موقع نہ ملا۔ سندس نے انہیں بت بنا دیکھ کر اپنی بانہوں کا ہار ان کی گردن میں ڈالا اور شوخی سے بولی۔

''اب تو معاف کر دیجئے ڈیڈی کو۔ دیکھئے ذرا، کتنے خلوص و محبت سے وہ آپ کا ٹوٹا دل جوڑنے آئے ہیں۔''

ثوبیہ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ اپنی جذباتیت چھپانے کی خاطر وہ سندس سے نظریں چرا کر بولیں۔

''ٹوٹے دل اتنی آسانی سے کب جڑتے ہیں بیٹا؟''

''ہاں، یہ مشکل ہے مگر ناممکن نہیں۔'' دائم نے آگے آ کر ان کے بہتے اشک پونچھ ڈالے۔ ''محبتیں کبھی ختم نہیں ہوتیں ماما! بلکہ ہر گزرتا لمحہ انہیں توانا کرتا ہے۔ ڈیڈی کی وفاداری اب آپ کے لئے ہے۔ آپ کو ان پر بھروسہ کرنا ہوگا۔''

''نہیں دائم!'' وہ زار و قطار رو پڑیں۔ ''میں کیسے بھروسہ کروں؟ بہت زخم دیئے ہیں اس آدمی نے مجھے۔ اب ڈر لگتا ہے۔''

''کیوں؟..... ڈر کیوں لگتا ہے ماما؟ ہم سب ہیں نا آپ کے ساتھ۔'' سندس نے انہیں بانہوں میں بھر لیا۔ وہ خود بھی جذباتی ہو رہی تھی۔

ذکاء الدین ان کے بے حد قریب آ گئے تھے اور ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر بولے تھے۔

''ثوبیہ! ابھی مجھے شامیر کی زندگی کا فیصلہ بھی کرنا ہے۔ وہی فیصلہ جو اپنے طور پر تم فائنل کر چکی ہو۔ مجھے اس فیصلے سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ شامیر کی شادی اسی لڑکی سے ہو گی، جسے وہ پسند کرتا ہے۔ وہی لڑکی ہماری بہو بن کر اس گھر میں آئے گی۔''

یا خدا! کیا یہ خواب ہے؟..... بے یقین سی ماما نے اپنی بہتی آنکھوں کو بے اختیار پونچھ کر شوہر کی طرف دیکھا۔ وہ ان کی جذباتیت پر خود بھی آبدیدہ تھے۔ انہوں نے ماما کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔

''سوری ثوبیہ! اپنے گناہ گار کو معاف کر دو۔ صبح کا بھولا شام کو گھر لوٹ آیا ہے۔ کیا اس بھولے بھٹکے کو تم خوش آمدید نہیں کہو گی؟''

''کیوں نہیں کہیں گی ڈیڈی!..... آج ماما کی مناجاتوں کے پورا ہونے کا دن ہے۔ انہیں پورے دل سے ویلکم کہنا چاہئے۔'' اچانک شامیر کی گلوگیر آواز نے سب کو چونکا دیا۔ وہ سب دروازے کی طرف مڑ گئے، جہاں وہ کھڑا نم آنکھوں کے ساتھ مسکرا رہا تھا۔

''ارے آیئے، آیئے..... بس ایک آپ ہی کی کمی تھی۔'' دائم نے شوخی سے شامیر کو جا لیا اور ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتا ہوا ذکاء الدین کے سامنے لے آیا۔

شامیر کی آنکھیں ڈبڈبا رہی تھیں۔ وہ باپ کے بجائے ماں کا چہرہ تکنے لگا، جو اس سے

بے حد نروس تھیں۔

''ماما! آپ خوش تو ہیں نا؟ دیکھ لیجئے، ڈیڈی آپ کے لئے گھر لوٹ آئے ہیں۔'' اس نے ماں کی توجہ اپنی طرف کھینچی۔

''صرف ماما کے لئے نہیں، آپ کے لئے بھی۔ میں نے ڈیڈی کو منا لیا ہے بھیا!'' سندس بھائی کے کاندھے سے آ لگی۔

شامیر نے اس کے سر کو ہولے سے تھپکا اور سنجیدگی سے بولا۔ ''مجھے خود سے زیادہ ماما کی فکر ہے سندس! ڈیڈی کو اب ماما کی زندگی میں خوشی اور اطمینان بھرنا ہوگا۔ وہ ساری عمر شوہر کے سہارے کو ترستی رہی ہیں، اب انہیں ڈیڈی کی محبت بھری رفاقت ملنی چاہئے۔''

''ایسا ہی ہوگا بیٹا! تمہاری ماما کی خوشی اور سکھ اب میری ذمہ داری ہے۔ لیکن اس وعدے کو نبھانے سے پہلے مجھے اپنے بیٹے کا دل صاف کرنا ہے۔ شامیر! کیا تم اپنے ڈیڈی کو معاف کرنے کے لئے اعلیٰ ظرفی برتو گے؟''

ذکاء الدین نے جذباتی ہو کر اپنی دونوں بانہیں پھیلا دیں۔ بہت سے اشک ان کی آنکھوں میں مچل رہے تھے۔ شامیر کا چہرہ شدتِ ضبط سے سرخ پڑ گیا۔ اس نے باپ کی طرف لمحہ بھر دیکھ کر نگاہ ماں کی طرف موڑی تو وہ اپنی بے قراری چھپانے کو تیزی سے آنسو پونچھنے لگیں پھر دل گرفتگی سے بولیں۔

''یوں میری طرف مت دیکھو شامیر! آج باپ کی محبت تمہیں بلا رہی ہے۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں بیٹا! کہ آج ذکاء کی چاہت میں بہت صداقت ہے۔ وہ اپنے بیٹے کو اس کی من چاہی خوشی دینے آئے ہیں۔ یہ خوشی تمہارا حق ہے، اسے جانے مت دینا۔''

شامیر کے لبوں پر مسکراہٹ کھل اٹھی۔ وہ لپک کر آگے بڑھا اور ڈیڈی کے کھلے بازوؤں میں سما گیا۔ ذکاء الدین بھی خود کو اشک باری سے نہ روک سکے۔ ان کے رخسار لمحوں میں بھیگ گئے۔

''میرا بیٹا..... میرا شامیر.....'' انہوں نے اسے سینے سے لگا کر بھینچ لیا۔

''میں جانتا ہوں شامیر! میں نے بہت زیادتی کی ہے بیٹا! عمر بھر اپنی انا کے حصار سے نہیں نکلا۔ بار بار تمہارا حق چھینا ہے میں نے۔ تم میرے وارث ہو شامیر! میرے گھر کا چراغ ہو۔ میں یہ چراغ اپنی زندگی کے آخری سانس تک روشن دیکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے معاف کر دو بیٹا! میں اپنی کوتاہیوں پر شرمندہ ہوں۔''

''نہیں ڈیڈی! اب آپ ایسی کوئی بات نہیں کہیں گے۔ آپ میرے ڈیڈی ہے، میرے لئے یہ بات دنیا کی ساری باتوں سے بڑھ کر ہے۔ میں کل بھی آپ کا تھا اور آج بھی آپ کا بیٹا ہوں ڈیڈی!'' اس نے ان کے گرد اپنی گرفت بڑھا دی۔

سندس اور دائم بھی اس جذباتی پل کے حصار میں آ گئے۔ دونوں کی آنکھیں نم اور مسکراہٹ

بھیگ رہی تھی۔

ڈیڈی کو بے پناہ جذباتی ہوتا دیکھ کر وہ ان کے قریب آ گئے۔ تب دائم نے کمرے کی نمناک فضا کو بدلنے کے لئے شوخی کی اور جیب سے موبائل نکال کر شامیر سے بولا۔

''سنیے بڑے بھائی! تھوڑی توجہ ذرا ادھر بھی دیجئے۔ آپ کے ڈیڈی اب کہیں جانے والے نہیں۔ انہیں اب آپ کے اور ماما کے ساتھ ہی رہنا ہے۔ مگر پہلے میرا ایک کام کر دیجئے۔ میں نمبر ملا رہا ہوں، آپ ہماری ہونے والی بھابی کو یہ خوش خبری سنا دیجئے کہ ڈیڈی مان گئے ہیں..... اب جدائی کی گھڑیاں بہت جلد ختم ہو جائیں گی۔ سو وہ بھی اپنا موڈ بدل کر خوشیوں کو گھر تک آنے کا راستہ دے دیں۔ کیونکہ اسی راستے سے آپ کی بارات لے کر ان کے پاس جانا ہے۔''

سب ہی کے ہونٹوں پر ایک خوب صورت مسکان اُمڈ آئی۔ ڈیڈی نے اس کی شرارت پر شامیر کو خود سے الگ کیا اور ذومعنی لہجے میں بولے۔

''اچھی بات ہے دائم! شامیر کو واقعی ادھر کال کرنی چاہئے۔ مگر اس کال سے پہلے ایک وعدہ تمہیں بھی ہم سے کرنا ہوگا۔''

''کیسا وعدہ ڈیڈی؟'' دائم تھوڑا محتاط ہو گیا۔

ماما اور سندس زور سے ہنس پڑیں، جب کہ شامیر تجسس سے باپ کا چہرہ دیکھنے لگا۔ وہ اس بار کھل کر مسکرائے اور دائم کا کاندھا تھپک کر بولے۔

''جس راستے سے شامیر کی بارات جائے گی، اس راستے پر تم رقص کرتے ہمراہ چلو گے۔ بھئی اکلوتا سالا ہے شامیر۔ آخر اس کے بھی کچھ ارمان ہوں گے۔''

''ان کے ارمان سے زیادہ مجھے یہ آپ کا ارمان لگ رہا ہے ڈیڈی! ویسے آئیڈیا برا نہیں ہے۔'' سندس نے فوری مداخلت کی تو وہ سب زور سے ہنس پڑے۔ تب ماما نے دائم کو اُکسایا۔

''ہاں کہہ دو دائم! یہ وعدہ بے ضرر ہے..... ارما کے گھر تک بس چند گز کا فاصلہ ہے۔ سسرال پڑوس میں ہو تو شامیر جیسے لڑکوں کے ارمان ذرا جلدی پورے ہوتے ہیں۔ تم اس کا ساتھ دو بیٹا!''

''چلئے ٹھیک ہے ماما! یہ وعدہ رہا۔ سالے صاحب کی شادی پر میں ڈانس ضرور کروں گا۔'' وہ فوراً مان گیا۔

ڈیڈی بولے۔ ''جو بات طے ہوئی ہے، اب نبھانی تو پڑے گی شامیر بیٹا! دائم سے ڈانس کروانا چاہتے ہو تو فون کر لو اس کی فرمائش پر۔''

''اوکے۔'' شامیر نے ہاتھ اٹھا دیئے۔ ''میں فون کرنے کو تیار ہوں۔ مگر شرط یہ ہے، آپ سب ذرا فاصلے پر جا کر کھڑے ہو جائیں۔ آپ شرارت کے موڈ میں ہیں اور یہ شوخی، ارما کو نروس کر سکتی ہے۔''

دائم نے اپنے سیل فون کا مائیک آن کر رکھا تھا۔ سو تیسری بیل پر ہی فون ریسیو کر لیا گیا۔ اُداس سی ارما کی بوجھل آواز، شامیر کے ساتھ سب کی سماعت سے ٹکرائی۔

''ہیلو.....!''

''ہیلو ارما!'' اس نے کھنکار کر اسے مخاطب کیا۔ دوسری طرف ارما بے طرح چونکی۔

''کون.....شامیر؟''

''ہوں، کیسی ہو؟'' شامیر ان سب کی توجہ پر قدرے محتاط تھا۔ ادھر ارما بے قرار ہو گئی۔

''اس طرح اچانک فون کیوں کیا آپ نے؟ یہ ٹھیک نہیں ہے شامیر! میں اب امی اور ابو کو.....''

''یُو جسٹ ریلیکس۔ اب سب ٹھیک ہے ارما!'' شامیر نے تیزی سے اس کی بات قطع کی۔ ''جانتی ہو، ڈیڈی راضی ہو گئے ہیں۔''

''اوہ پلیز، مذاق مت کیجئے۔ میں اب اس بارے میں بات کرنا نہیں چاہتی۔'' وہ حد سے زیادہ مایوس تھی۔

''میں مذاق نہیں کر رہا، اطلاع دے رہا ہوں۔ باقی باتیں تب کروں گا، جب تم سامنے ہو گی۔''

''کیا مطلب؟'' وہ ہونق ہو گئی۔ ''کیا آپ سنجیدہ ہیں شامیر؟''

''ہنڈرڈ پرسنٹ۔ میری سنجیدگی، ڈیڈی کی تمہارے گھر آمد سے ثابت ہو جائے گی۔ بہت جلد ماما اور ڈیڈی میرا پروپوزل لے کر تمہارے گھر آ رہے ہیں۔ تیار رہنا.....انکار تو نہیں کرو گی نا؟''

''پتہ نہیں، اب فیصلہ امی ابو کو کرنا ہے۔'' وہ روہانسی تھی۔

''بی بریو ارما! سب ٹھیک ہو جائے گا.....اس بار ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں آئے گی۔''

اس نے فون بند کر دیا۔ آنکھوں میں نمی اُتر آئی تھی۔ شامیر کی جذباتیت نے پھر کسی کو سوال کرنے کا موقع نہ دیا۔ وہ چپ تھے۔

❁

ارما کا پُرسوچ انداز، کمرے میں داخل ہوتی منال کو تشویش میں مبتلا کر گیا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھی اور اس کا کاندھا ہلا کر بولی۔

''یوں منہ لٹکائے کیوں بیٹھی ہو ارما! کیا ہوا؟''

''کچھ نہیں۔'' وہ یوں بولی جیسے نیند سے جاگی ہو۔ منال کچھ اور فکرمند ہو گئی۔ ''کچھ نہیں ہے تو اتنی غائب دماغ کیوں ہو؟''

''کیا بتاؤں؟'' اس نے سر اٹھا کر ایک بے چارگی سے بہن کو دیکھا۔ ''مجھے ڈر لگ رہا ہے

منال!''

''ڈر؟'' وہ چونک اُٹھی۔ تیزی سے اس کے مقابل بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''کیسا ڈر؟''

ارما نے دوبارہ سر جھکا لیا۔

''کچھ دیر پہلے شامیر کا فون آیا تھا۔ کہہ رہا تھا، اس کے ڈیڈی راضی ہو گئے ہیں۔''

''واؤ.....دیٹس اے گریٹ نیوز۔'' منال خوشی سے اُچھل پڑی۔ ''تمہیں اس خبر پر خوش ہونا چاہئے ارما! لیکن تم اتنی اہم خوش خبری پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے سوچوں میں گھری بیٹھی ہو۔ یار حد ہے، تمہیں تو اُٹھ کر ناچنا چاہئے۔''

''کیسے ناچوں؟'' اس نے منال کی مسرت سے چمکتی آنکھوں میں دیکھا۔ ''شامیر کا لہجہ خوشی سے خالی تھا۔ مجھے لگا، اتنی بڑی خبر سنانے کے باوجود وہ کسی دباؤ کا شکار ہے۔ آئی تھنک، شامیر کے ڈیڈی نے پھر کوئی نئی شرط عائد کر دی ہے، منال! وہ.....''

''اُفوہ، بے کار کی باتیں مت کرو یار! یوں تنہا بیٹھ کر قیاس آرائی کیوں کر رہی ہو؟.....یہ وسوسے تمہیں لے ڈوبیں گے۔''

''نہیں، یہ وسوسے نہیں ہیں، منال! میں سچ کہہ رہی ہوں۔ شامیر اتنی اہم نیوز کسی تاثر کے بغیر سنا رہا تھا۔ مجھے لگتا ہے کہ کوئی اُلجھن ابھی بھی باقی ہے۔''

''پاگل ہو تم۔'' منال نے ارما کے کاندھوں پر ہاتھوں کا ہلکا سا دباؤ ڈال کر اپنی طرف موڑ لیا۔ ''جانتی ہو نا، آپا بیگم حمزہ کے ہمراہ سندس اور دائم کا Patch up کروانے گئی ہیں۔ اب کوئی اُلجھن باقی نہیں رہے گی۔ تم ساری فکریں مجھ پر چھوڑ دو۔ میں جانتی ہوں، آپا سب سنبھال لیں گی۔ وہ ڈیڈی کو بھی منا لیں گی۔ تم دیکھنا، بہت جلد سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''کیا خاک ٹھیک ہو گا منال! ہر بات اتنا اُلجھ چکی ہے کہ اب دل اعتبار ہی نہیں کرتا۔ بس ایک خوف سوار ہے مجھ پر۔''

''یوں خوف زدہ ہو کر کیا ملے گا تمہیں؟'' منال نے اس کے سرد ہاتھ اپنے ہاتھوں میں بھر لئے۔ ''خود پر اتنی یاسیت سوار مت کرو ارما! زندگی میں من چاہی خوشیاں بہت کم ملتی ہیں۔ ان خوشیوں کو اندیشوں کی نذر کرنا عقل مندی نہیں۔ پلیز، اس طرح ڈر کر خود کو.....''

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ کمرے میں موبائل کی بیپ بہت زور سے گونجی تھی۔ وہ دونوں بے ساختہ سیل فون کو دیکھنے لگیں۔ اسکرین پر آپا کا نام تھا۔ منال کا دل بہت زور سے دھڑکا۔ اس نے ذومعنی نظروں سے ارما کی طرف دیکھا اور موبائل اٹھا لیا۔

''ہیلو!'' اس کا انداز محتاط تھا۔ وہ اب تک ارما کا ہاتھ تھامے ہوئے تھی۔

''کیسی ہو میری جان.....؟'' آپا کا شگفتہ لہجہ منال کو نروس کر گیا۔ ادھر ارما بھی ہمہ تن گوش ہو گئی۔

''میں ٹھیک ہوں۔ آپ کیسی ہیں؟ سب خیریت تو ہے نا آپا؟''

''ہاں، بالکل خیریت ہے۔ راوی سب چین لکھ رہا ہے۔ بس تم بھی تیار ہو جاؤ۔ اب حمزہ کے ساتھ پوری وفاداری سے ایک پُرسکون زندگی تمہیں بھی جینی ہے۔ مجھے امید ہے منال! تم میرے بھائی کو خوش رکھو گی۔'' انہوں نے پُرامید لہجے میں کہا۔

''میں پوری کوشش کروں گی آپا! لیکن سندس کی بدظنی شاید مجھے سکھ سے جینے نہ دے۔'' وہ بے کل تھی۔ آپا ہنس پڑیں۔

''سندس کی ناراضگی اب کوئی معنی نہیں رکھتی منال! اس کا دل صاف ہو گیا ہے۔ وہ لڑکی اب کوئی رخنہ نہیں ڈالے گی۔ اسے تمہاری اور حمزہ کی شادی پر اعتراض ہے، نہ شامیر اور ارما کی۔ وہ بہت سمجھ دار لڑکی ہے۔ سندس نے ذکاء صاحب کو منا لیا ہے۔ آج وہ شامیر اور ماما کے ساتھ جا کر ارما کا رشتہ فائنل کرنے والی ہے۔ اپنی امی کو یہ خوشخبری سنا دینا۔''

''اوہ مائی گاڈ!'' منال پر خوشی کی بوچھاڑ برس گئی۔ ''اس کا مطلب ہے، آپ نے..... آپ نے دائم اور سندس سے بات کر لی؟''

''ہاں۔'' آپا نے سنجیدگی اختیار کی۔ ''میں سارا معاملہ سمیٹ آئی ہوں۔ تم نے مجھ پر بھروسہ نہیں کیا تھا۔ اس بھروسے کی لاج تو رکھنی تھی نا۔ بے فکر رہو، اب کوئی غلطی تمہارے آڑے نہیں آئے گی۔ اب کوئی تمہیں موردِ الزام نہیں ٹھہرائے گا۔''

''نہیں آپا! غلطیاں اتنی جلدی بھلائی نہیں جاتیں۔ وہ دکھ بن کر زندگی بھر اذیت دیتی ہیں۔'' وہ پشیمان تھی۔

آپا مسکرا دیں۔ ''ایسا نہیں ہے منال! ندامت اور ملامت جب انسان کو گھیرتی ہے تو بندہ اپنے آپ سنبھل جاتا ہے۔ حمزہ کی خاطر میں نے تمہیں اور دائم کو آج اتنے اچھے طریقے سے Defend کیا ہے کہ سندس اور اس کے ڈیڈی کو کوئی اعتراض نہ رہا۔ ان کے دلوں کی کدورت دُھل گئی ہے۔ وہ لوگ انگلینڈ جانے سے پہلے ارما اور شامیر کی منگنی کرنا چاہتے ہیں، انہوں نے یہ بات شامیر کو بھی بتا دی ہے۔''

''اوہ، یہ بہت اہم اور اچھی خبر ہے۔'' منال خوش ہو گئی۔ ''کیا واقعی وہ ایسا چاہتے ہیں؟''

''ہاں۔ اسے چاہنا نہیں بلکہ فائنل کرنا کہتے ہیں۔ یُو نو منال! دائم اٹھارہ تاریخ کو واپس انگلینڈ جا رہا ہے۔ جانے سے پہلے ذکاء صاحب ہر اُلجھا معاملہ سلجھانا چاہتے ہیں۔ دائم کو بھی دوستوں کی خوشی عزیز ہے۔ وہ حمزہ کی شادی میں شامل ہونا چاہتا ہے اور عرفان کی ذمہ داری کو بانٹنے کا خواہش مند بھی ہے۔ وہ جانتا ہے، دو بہنوں کی شادی کے موقع پر عرفان کو اس کی مدد کی ضرورت ہو گی، اسی لئے واپسی سے پہلے وہ سب کے گلے شکوے دُور کرنا چاہتا ہے۔'' انہوں نے تفصیل بتائی تو منال پریشان ہو گئی۔

''لیکن..... لیکن اٹھارہ تاریخ میں دن ہی کتنے بچے ہیں آپا؟..... دائم ایسا نہیں کر سکتا۔ وہ..... وہ اس طرح اچانک کیسے جا سکتا ہے؟''

''وہ جا رہا ہے منال!..... کیا تمہیں فکر ہو رہی ہے؟'' آپا کا انداز عام سا تھا، مگر سوال عام نہیں تھا۔ منال کچھ ٹھٹک سی گئی۔

''آپ غلط سمجھ رہی ہیں آپا!'' اس کی ناگواری واضح تھی۔ ''مجھے فکر ابو امی کی ہے۔ وہ اتنی جلدی سارا انتظام کیسے کریں گے؟ اور پھر عرفان بھائی کا تو کچھ سوچئے۔ بے چارے ایک اکیلے کہاں کہاں جائیں گے؟ کیسے دیکھیں گے؟ دو لڑکیوں کی اکٹھی شادی مسئلہ بن جاتی ہے۔ یہ تو آپ جانتی ہیں نا۔''

''جانتی ہوں۔ لیکن کیا، کیا جائے؟ دائم کے ٹکٹ اب کینسل نہیں ہوں گے۔ ایسا وہ صاف کہہ چکا ہے۔''

''نہیں آپا! یہ ٹھیک نہیں ہے۔ دائم کو عرفان بھائی کا خیال کرنا چاہئے۔ کیا وہ ان کی خاطر کچھ دن اور رک نہیں سکتا؟'' منال کا سوال فوری تھا۔

آپا ذومعنی ہنسی ہنس دیں۔ ''بھئی اس سوال کا جواب تو دائم ہی دے سکتا ہے۔ تم چاہو تو بھائی کی خاطر فون کر کے پوچھ لو اس سے۔''

''میں کیوں فون کروں؟'' وہ تندی سے بولی۔ ''آپ بات کیجئے نا دائم سے۔ سارا بگڑا معاملہ ایک آپ ہی نے سلجھایا ہے۔ پھر اسے مجبور کرنے میں کیا قباحت ہے؟''

''کسی کو مجبور کرنا میری سرشت میں نہیں ہے منال! دائم جانا چاہتا ہے تو جائے۔ اس کا فیصلہ برمحل اور صائب ہے۔ دائم کی غیر موجودگی نہ صرف حمزہ کو شانت رکھے گی بلکہ سندس کا اپنے شوہر پر بھروسہ بھی بنائے رکھے گی۔ وہ لڑکی اب مزید کوئی ٹینشن لینا نہیں چاہتی۔''

''ذرا ٹھہریئے آپا! مجھے کیوں لگتا ہے، آپ کچھ باور کرانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ کیا آپ کو میری نیت پر کوئی شک ہے؟ ایسا ہے تو پلیز تھوڑا زہر لا دیجئے۔ میں اب ذلت اور شرمساری کے بیچ زندہ رہنا نہیں چاہتی۔'' منال کی آواز رندھ گئی۔ وہ بے حد دل گیر تھی۔

ارما نے اس کا ہاتھ دبا کر اُسے پُرسکون رہنے کا اشارہ کیا۔ آپا کی بات نے من میں ہلچل سی مچا دی تھی۔ کیا وہ منال کو تحفظ دینے کی کوششوں کے بعد بھی اس کی جذباتی فطرت سے ڈرتی تھیں؟ ارما کو یک دم منال پر بے حساب ترس آیا۔ تحریم کی کہی بات نے اس کا رنگ اُڑا دیا تھا۔ وہ شدید اضطراب میں گھر کر اپنے لب کاٹ رہی تھی۔ ارما نے اس کے رخسار پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے جیسے اسے حوصلہ دیا۔ ادھر آپا بھی تھوڑا محتاط ہو گئیں۔ لمحہ بھر کے توقف سے بولیں۔

''میں نے ذلت اور شرمساری سے بچائے رکھنے کے لئے ہی یہ فیصلہ کن قدم اٹھایا ہے منال! پلیز مجھے غلط مت سمجھو، تمہیں کچھ باور کرانا ہو تو بس اتنا کہہ دیتی، آئندہ مجھے شکایت کا موقع مت دینا۔ لیکن یاد رکھو، تمہارا نیک نیتی سے حمزہ کی طرف پلٹ آنا تمہیں ہر الزام سے بری کر دیتا ہے۔''

''اگر ایسا ہے تو بار بار کیوں آزما رہی ہیں آپا؟.....اب وہ ساری غلط فہمیاں دُور ہو جانی چاہئیں۔ آخر کب تک میں دوسروں کی عدالت میں صفائی دیتی رہوں گی.....؟'' وہ کرب سے بولی۔

''تمہیں کسی کو صفائی دینے کی ضرورت نہیں ہے منال!'' آپا کا انداز دوٹوک تھا۔ ''اللہ جو کرتا ہے، بہتر کرتا ہے۔ لیکن ایک بات میں ضرور کہوں گی۔ قسمت میں جو لکھ دیا جاتا ہے، اس پر یقین انسان کو ہر فکر و غم سے نجات دیتا ہے۔ تم بھی اپنی تقدیر کی عطا پر شاکر رہنا۔ حمزہ تمہیں بے پناہ چاہتا ہے اور میں تمہیں یقین دلاتی ہوں، اس کی محبت تمہارے دل کا ہر داغ دھو ڈالے گی۔''

''میرے دل کا داغ آپ نے دھویا ہے آپا! سندس اور دائم کو جوڑ کر ارما کی راہ ہموار کی ہے۔ اب مجھے کوئی پریشانی نہیں۔ میں آپ کی احسان مند ہوں۔''

''پگلی ہو بالکل۔'' آپا کی آنکھیں بھر آئیں۔ جہاں محبت ہوتی ہے، وہاں احسان نہیں کیا جاتا، صرف مان رکھا جاتا ہے۔''

''یہ آپ کا خلوص ہے آپا!'' وہ جذباتی ہو گئی۔ ''لیکن آپ کی حمایت کے بعد مجھے بھی محبت ثابت کرنی ہے۔ جانے کیوں، آپ کے سامنے میری زبان نہیں کھلتی۔ آپا! آپ ہیرے جیسا دل رکھتی ہیں۔ کاش میں آپ کے شایانِ شان کچھ کہہ سکتی۔'' وہ رونے لگی۔

آپا خود بھی جذباتی ہو گئیں۔ گلوگیر آواز سے بولیں۔ ''مجھے معاف کر دو منال! شاید میری بات نے تمہیں دکھ پہنچایا ہے۔ میں نے فون فقط اس لئے کیا تھا کہ تمہیں اصل صورتِ حال سے آگاہ کر سکوں۔ لیکن انجانے میں بات کسی اور رخ کو جا پہنچی۔ پلیز منال! میرے کہے کو نظر انداز کر دو۔ آئی ایم سوری۔''

''نہیں آپا!'' منال نے تیزی سے ان کی بات کو رد کیا۔ ''اب اور شرمندہ نہ کیجئے۔ آپ بڑے ظرف والی ہیں۔ آپ کی سمجھ داری مجھے زندگی کی ایک بڑی آزمائش سے نکال لائی ہے۔ پلیز یقین کیجئے، میں آپ سے کوئی دھوکا دہی نہیں کروں گی۔''

''مجھے بھروسہ ہے تم پر۔'' وہ مسکرا دیں۔ ''اور اب یہ فضول باتیں ہمارے درمیان نہ ہوں تو بہتر ہے۔ ایسا کرو، اب حمزہ سے بات کرو۔ وہ بہت دیر سے منتظر بیٹھا ہے۔ میں مزید کباب میں ہڈی بننا نہیں چاہتی، ورنہ میرا بھائی کورٹ مارشل کر دے گا میرا۔''

آپا نے فوراً پٹری بدلی تو منال دھک سے رہ گئی۔ 'اُف خدایا! کیا حمزہ، آپا سے ہونے والی گفتگو سن چکا ہے؟..... ہائے، وہ کیا سوچتا ہو گا میرے بارے میں۔'' وہ خجالت میں پڑ گئی۔

ادھر حمزہ کی پُرتپاک ہیلو نے اسے سنبھلنے کا فوری موقع فراہم کیا تھا۔

''السلام علیکم!'' منال کی آواز مدھم تھی۔

''وعلیکم السلام!'' وہ شوخی سے بولا۔ ''کیسی ہو منال؟''

''ٹھیک ہوں۔'' اس نے دھڑکتے دل کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

''مبارک ہو۔'' حمزہ کا انداز ذومعنی تھا۔

''شکریہ۔'' وہ سمجھی اس کی مبارک باد، ارما اور شامیر کے ملاپ کے لئے تھی۔ مگر حمزہ بے ساختہ ہنس پڑا۔

''تم نے شکریہ کیوں کہا؟''

''آپ نے مبارک باد جو دی ہے۔'' وہ جھینپی۔

''اچھا۔'' وہ ہنسی روکنے میں ناکام تھا۔ ''اس کا مطلب ہے، میری طرح سے تُو بھی طلب گار ہے میرا۔''

''کیا مطلب؟'' وہ ہونق ہو گئی۔

''مطلب سیدھا ہے منال!.....ملن کی گھڑی آ پہنچی ہے اور اِدھر تم سراپا انتظار ہو۔ سچ کہوں، یہ خوب صورت بات مجھے بالکل پتہ نہیں تھی۔''

''جی نہیں۔'' وہ سرخیوں میں نہا گئی۔ ''مجھے کسی کا انتظار نہیں۔''

''رئیلی.....پھر تو مشکل ہو جائے گی۔ یہاں بارات تیار ہے۔ اسے کہاں لے جاؤں منال؟''

''وہیں، جہاں آپ کا نصیب رہتا ہو۔'' وہ اس کی شرارت بھانپ گئی۔ حمزہ کی ہنسی اس کے لہجے میں بھی چھپی تھی۔

''میرا نصیب عرفان کے گھر رہتا ہے، جس کا نام ہے منال بصیر.....کیا خیال ہے؟''

''فار یور کائنڈ انفارمیشن۔ آپ کے عرفان کے گھر منال حمزہ رہتی ہے۔ سو آپ کی تقدیر اب اسی نام سے پہچانی جاتی ہے۔ ذرا خیال رکھئے گا۔''

''اوہو۔'' اسے منال کی لاچارگی پر بے حساب لطف آیا۔ مگر بات کو اسی ٹریک پر ڈالتے ہوئے بولا۔ ''Thanks for correction.....اب جلدی سے بتاؤ، کب آؤں اپنی تقدیر کو اپنا بنانے؟'' اس کا سوال محبت کا کھلا اظہار تھا۔

منال کی دھڑکنیں ستار کی طرح بجنے لگیں۔ ''جب آپ کو اس کی محبت پر اعتبار آ جائے۔''

''اعتبار.....؟'' وہ پھر سے ہنسا۔ ''اعتبار مجھے صرف اپنی محبت پر ہے۔ منال کی محبت میرے حصے کہاں آئی؟''

''کیا مطلب؟'' منال کو جیسے شاک لگا۔ ''آپ بھی آپا کی طرح بے یقینی میں گھرے بیٹھے ہیں حمزہ؟''

''ایسا کب کہا میں نے؟'' وہ سنجیدہ تھا۔

''دل توڑنا اچھی بات نہیں ہے۔'' منال روہانسی ہو گئی۔

''تم غلط سمجھی ہو منال! میرا مطلب کچھ اور تھا۔'' اس نے جیسے صفائی دی۔ مگر منال کے

دل کو لگی تھی۔

''مطلب وہی تھا، آج بہت صاف گوئی سے کام لیا ہے آپ نے۔ لیکن کیا کروں، اب میرا نام آپ کے نام سے جڑا ہے حمزہ! ہم دو نہیں، ایک ہیں۔ پھر بھی میری محبت پر شک و شبہ ہے آپ کو۔ کیا آپ کو منال حمزہ اب بھی فراڈ نظر آتی ہے؟''

''نہیں، قطعاً نہیں۔ منال حمزہ وہ نام ہے، جو ایک شخصیت میں ڈھل کر میری زندگی بن گیا ہے۔ کسی نے بہت خوب کہا ہے منال!

وہ صرف نام نہیں ہے، وہ اِک حقیقت ہے
وہ صرف نام ہی ہوتا تو میں مٹا دیتا

مطلب یہ ہے مائی ڈیئر! تم منال حمزہ نہیں، اس سے کچھ زیادہ ہو۔ اور جو زیادہ ہوتا ہے، وہی کاؤنٹ ہوتا ہے۔ سو تم میری روح ہو۔''

منال سناٹوں میں گھر گئی۔ کتنا برجستہ اور مکمل اظہار تھا چاہت کا۔ وہ لفظوں کے پیرہن میں اس پر اندھا اعتبار جتا رہا تھا۔ اچانک دل کے ساتھ آنکھوں نے بھی بغاوت کی تھی۔ ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوٹا اور وہ پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی۔

''آپ بہت اچھے ہیں حمزہ! بے حد اچھے۔ لیکن میں..... میں شاید آپ کے لائق نہیں۔''

''تم کس لائق ہو..... یہ فیصلہ مجھے کرنا ہے۔'' اس کی محبت اب بھی ویسی ہی تھی۔

''نہیں، میں بہت بری ہوں۔ اتنی غلطیاں کر چکی ہوں کہ اب کوئی میرا اعتبار نہیں کرتا۔''

''میں کرتا ہوں۔'' وہ بہت سنجیدہ تھا۔

''آپ بھی نہیں کرتے۔'' منال نے اشک برساتے اس کی بات دوبارہ رد کر دی۔ ''آپ نکاح کا بندھن ایک زبردستی سے نبھانے پر مجبور ہیں، ورنہ حقیقت یہ ہے، میری صورت سے بھی نفرت ہے آپ کو۔''

''ایسا تم سوچتی ہو اور غلط سوچتی ہو۔''

''ہونہہ.....'' اس نے بے دردی سے آنسو پونچھے۔ ''پھر سچ کیا ہے، ذرا بتایئے؟''

''سن سکو گی؟'' حمزہ کی سنجیدگی میں ذومعنویت تھی۔

''ہاں سنوں گی۔'' وہ نہ چاہ کر بھی ہمہ تن گوش ہو گئی۔ تب اس نے متانت سے ایک شعر پڑھ دیا۔

''جب سے دیکھی ہے وہ حسیں صورت
کوئی صورت بھلی نہیں لگتی''

''کک..... کیا مطلب؟'' وہ رونا دھونا بھول گئی۔ ہتھیلیاں اتنی تیزی سے بھیگیں کہ سیل فون پھسلتے پھسلتے بچا۔

''اب مطلب بھی پوچھو گی یار؟ حد ہو گئی، کوڑھ مغزی کی۔'' وہ جھلاہٹ سے بولا تو منال

نے کھسیانی مسکراہٹ سے فون آف کر دیا۔

ارما دونوں کی گفتگو سن رہی تھی۔ یہ بات اگر حمزہ جان لیتا تو شاید خفا ہو جاتا۔ اسی لئے منال نے تیزی سے موبائل آف کیا تھا۔ ارما کی نگاہوں میں چھپی شرارت اس کے گال دہکا گئی۔ وہ نم پلکوں اور شرمیلی مسکان کے ساتھ رخ موڑ کر کھڑی ہو گئی۔ ایک سرشاری سی پورے وجود کو گھیر رہی تھی۔ کتنا اچھا تھا حمزہ، منال کے خدشات رد کر کے اس نے بڑی سادگی سے اپنی محبت کو واضح کر ڈالا تھا۔

❁

امی کی پریشانی قابلِ دید تھی۔ تحریم اور حمزہ کے ہمراہ شامیر کی پوری فیملی کو دیکھ کر وہ بوکھلائی پھر رہی تھیں اور جب انہیں سب کی آمد کا سبب معلوم ہوا تو سانسیں جیسے اٹکنے لگیں۔ منال کی رخصتی کے ساتھ ارما کی منگنی؟

''اُف میرے اللہ!..... یہ سب کام ایک ہی دن میں کیسے ہوں گے؟'' وہ گھبرا کر ابو سے بولیں۔ ''اللہ کا واسطہ، آپ راضی ہو جایئے گا۔ دو بیٹیوں کا کام میں ایک دن میں کس طرح نمٹاؤں گی؟ ہائے، میرے ہاتھ پیر ابھی سے پھولنے لگے ہیں۔ ایک اکیلی جان بھلا کیا کام کر سکے گی؟''

''ارے آپ اکیلی کب ہیں آنٹی! ہم ہیں نا آپ کے ساتھ۔ پھر فکر کاہے کی؟'' تحریم نے ہاتھ اٹھا کر انہیں اپنے تعاون کا یقین دلایا۔ لیکن امی کی پریشانی کم نہ ہوئی۔ وہ گھبرائی کھڑی تھیں۔ ابو شرارت سے بولے۔

''تم بھی کمال کرتی ہو، عرفان کی ماں! اپنی گھبراہٹ چند دن کے لئے اٹھا رکھو۔ ابھی اٹھارہ تاریخ میں بہت دن باقی ہیں۔ فی الحال چائے پانی کا بندوبست کرو۔ شامیر کے والد آج پہلی بار ہمارے گھر آئے ہیں۔ وہ کیا سوچیں گے تمہاری گھبراہٹ دیکھ کر۔ خود کو سنبھالو خدیجہ! سب کچھ کرنے والی ذات وہ اوپر ہے۔ وہی ہماری بگڑی بھی نمٹائے گا۔ تم دیکھنا، ہر کام بہت سلیقے اور خوش اسلوبی سے فائنل ہو گا۔''

''ہاں، اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ پھر بھی ڈر لگتا ہے۔ میں کیا کروں گی بصیر صاحب!'' وہ پھر وہی بات کر رہی تھیں۔

''آپ سب کچھ کر لیں گی امی! میں ہاتھ بٹاؤں گا آپ کا۔ فکر کیوں کرتی ہیں؟'' عرفان نے آ کر انہیں بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ تب جا کر امی چپ ہوئیں۔ لیکن ان کی پیشانی کے بل ہنوز موجود تھے، جو اُن کے تفکر کو ظاہر کر رہے تھے۔

سب کی آمد گھر میں ایک ہلچل مچا گئی تھی۔ ہلے گلے کا ماحول تھا اور پل پل بدلتی اس صورتِ حال سے دائم اور حمزہ پوری طرح لطف اندوز ہو رہے تھے۔ عرفان کا چہرہ بھی چمک رہا تھا، ان کی خوشی چھپائے نہ چھپ رہی تھی۔ آج کا دن بہت سعد تھا۔ شامیر کے ڈیڈی اپنی

ناراضگی بھلا کر ماما اور سندس کے ہمراہ نہ صرف ان کے یہاں موجود تھے بلکہ شامیر اور ارما کے رشتے کی بات بھی کر چکے تھے۔ ماما نے ابو کو مزید وقت دینے سے انکار کرتے ہوئے کہا۔

''بصیر صاحب! آپ نے مجھے زبان دے رکھی ہے۔ ہمارا وعدہ پورا ہوا۔ آج شامیر کے ڈیڈی ہمارے ساتھ ہیں۔ اب دیر مت کیجئے۔ جلدی سے دن طے کر دیجئے۔ میں سب کا منہ ابھی میٹھا کروانا چاہتی ہوں۔''

''کیوں نہیں مسز ذکاء! وہ وعدہ پورا ہو گا۔ اب انکار کی گنجائش کہاں ہے؟ آپ جب چاہیں گی، شگن کی مٹھائی کھا اور کھلا سکتی ہیں۔ ہم زبان دے کر مکرنے والے نہیں ہیں۔'' ابو نے پورے خلوص وصداقت سے ان کی بات رکھ لی۔

''بہت شکریہ۔'' ماما کی خوشی دیدنی تھی۔ وہ بے اختیار ہو کر اُٹھ گئیں۔ انہوں نے شامیر کو اپنی بانہوں میں بھینچ لیا۔

''تمہیں بہت مبارک ہو بیٹا! آج میں بہت خوش ہوں۔ یوں لگتا ہے، دنیا بھر کی خوشیاں میرے دامن میں سمٹ آئی ہیں۔ ارما میری بہو بنے گی، یہ احساس میرے لئے بہت خوب صورت ہے۔ میں ذکاء کی شکر گزار ہوں، انہوں نے میرے فیصلے کو مان کر مجھے عزت دی ہے۔ میں واقعی بہت خوش ہوں شامیر!''

''آپ کی خوشی سے بڑھ کر میرے لئے اور کوئی بات نہیں ہے ماما! میرا بس چلے تو زندگی بھر آپ کے لبوں کی یہ مسکراہٹ ماند نہ پڑنے دوں۔''

وہ جذباتی ہو گیا۔ خوشی اس کے من میں بھی سکھ کے دیپ جلا رہی تھی۔ ڈیڈی کا مان جانا اور ماما کو ایک جیون ساتھی کے طور پر اپنا سب کچھ جان کر ان کے فیصلے کی عزت کرنا، سب ہی کے لئے خوشگوار تھا۔ وہ سب بے پناہ خوش تھے۔

''شامیر بھائی! خوشی کے اس موقع پر آپ کے کیا تاثرات ہیں، کیا آپ بتانا پسند کریں گے؟'' سندس کا ذومعنی انداز سب ہی کے لبوں پر شوخ مسکراہٹ بکھیر گیا۔ وہ کولڈ ڈرنک کی بوتل کسی مائیک کی طرح اس کے سامنے لئے کھڑی تھی۔ شامیر خجل سا ہو گیا۔

''یہ کیا کر رہی ہو سندس؟ سارے بزرگ اس کمرے میں موجود ہیں، کم سے کم ان کا لحاظ تو کرو۔''

''بھئی ہماری طرف سے اجازت ہے۔ تم کھل کر اپنے تاثرات بیان کر سکتے ہو۔'' ڈیڈی نے فوراً سندس کا ساتھ دیا تو سب ہی لڑکوں نے تالیاں بجائیں۔ دائم اور حمزہ، فراخ دلی سے ہنسے۔ تب آپا نے کہا۔

''اب کس بات کا انتظار ہے شامیر؟ اپنی خوشی میں سب ہی کو شامل کرو اور بہن کو بتاؤ، آج دل کتنا بے تاب ہے اور اس بے تابی کو لے کر تم کیا کہنا چاہتے ہو۔''

''ارے یار! آپ لوگ میرے پیچھے کیوں پڑ گئے؟ یہ خوشی صرف میری نہیں ہے۔'' اس

نے دامن چھڑانے کی کوشش کی۔

''تو اور کس کی ہے شامیر صاحب؟..... ارما نام کی خوشی پر پہلا حق آپ ہی کا ہے۔ بعد میں دوسرے آتے ہیں۔'' دائم نے اسے آئینہ دکھایا۔

حمزہ شوخی سے بولا۔ ''خوشی کے نام پر دل میں لڈو پھوٹ رہے ہوں تو چھپانے کا فائدہ نہیں ہوتا شامیر صاحب! آپ کا چہرہ کسی پھلجھڑی کے رنگوں کی طرح دمک رہا ہے، پھر ٹال مٹول سے کام کیوں لے رہے ہیں؟ ذرا چھوٹی بہن کا دل رکھ لیجئے۔''

''ہاں اور کیا۔ اب بولیے نا بھیا! آج آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں؟'' سندس کی ہنسی میں بے پناہ شرارت تھی۔ شامیر کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔ جھینپ مٹانے کو بولا۔

''دل کی خوشی لفظوں میں عیاں نہیں ہوتی۔ بھلا میں کیا بولوں، کیا کہوں؟''

''ارے کچھ بھی کہہ دو یار!..... بول کہ لب آزاد ہیں تیرے۔'' دائم نے سالے صاحب کی کھنچائی کی تو شامیر نے بے بسی سے اس کا چہرہ دیکھا اور نظر پھیر کر ابو امی پر نگاہ دوڑائی۔ وہ دونوں اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ ماما کا چہرہ روشن تھا اور وہ پورے اشتیاق و تجسس کے ساتھ شامیر کے کچھ بولنے کی منتظر تھیں۔

اسے دم اُلجھتا محسوس ہوا۔ دل کی دھڑکن ہر جگہ شور مچا رہی تھی۔ سندس نے اسے کہاں لا پھنسایا تھا۔

''ارے اب بولو نا، منہ میں کچھ بھر کے تو نہیں بیٹھ گئے؟'' آپا نے ہنس کر اسے آمادہ کیا۔ وہ گم صم سا تھا۔

''میں کیا بھروں گا منہ میں؟'' شامیر نے منہ بنایا۔

''موتی چُور کے لڈو۔ سنا ہے، یہ وہ خاص چیز ہے، جو کھائے پچھتائے اور جو نہ کھائے، وہ بھی پچھتائے۔'' دائم نے جملہ کسا تو سب ہی ہنس پڑے۔ تب اسے ہار ماننا پڑی۔ سو وہ گلا کھنکھار کے بولا۔

''سندس کا سوال اپنے جواب میں میرے جذبات کی تفسیر مانگتا ہے۔ اب آپ ہی بتائیے، لفظوں میں جذبات کا اظہار کس طرح کروں؟ خوشی بس خوشی ہے، اسے دیکھا اور بانٹا جاتا ہے۔ آپ میرا چہرہ دیکھئے اور مجھے خوش دیکھ کر خوش ہو جائیے۔''

''ارے واہ! ہم سے زیادہ خوش آج کون ہو گا؟ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ کو چھوڑ دیا جائے گا۔ کچھ نہ کچھ کہنا ہی پڑے گا آپ کو بھیا!'' سندس اسے کوئی راستہ دینے پر آمادہ نہ تھی اور اس کا ساتھ دائم اور حمزہ دے رہے تھے۔

عرفان مسکراتی آنکھوں سے سارا تماشا چپ چاپ دیکھ رہے تھے۔ شامیر کو امتحان میں گھرے دیکھا تو بیچ بچاؤ کرانے کو بولے۔

''بھئی زیادتی مت کرو شامیر کے ساتھ۔ زبردستی کسی سے کچھ اُگلوانا تہذیب نہیں ہے۔

ایسا کرو کہ کوئی شعر سن لو، اشعار ہوتے ہی جذبات کی ترجمانی کے لئے ہیں۔ سو شامیر کو تھوڑی سہولت رہے گی۔ وہ اپنی خوشی کا اظہار آسانی سے کر سکتا ہے۔"

"ارے کون سی آسانی؟ یہ سہولت ہے یار؟..... یہ مزید آزمائش ہے۔ مجھے شعر کہاں ازبر ہوتے ہیں، جو سنا دوں؟" وہ بوکھلایا۔

"بھئی اب کچھ نہ کچھ تو کہنا پڑے گا۔ تھوڑی کوشش کر لو۔" ڈیڈی نے حظ اٹھا کر بیٹے کو اُکسایا۔

"افوہ ڈیڈی! آپ بھی۔" اس نے شکوے سے انہیں دیکھا۔ "یہ سارے مل کر میرا ریکارڈ لگانا چاہتے ہیں، یونو۔"

"جانتا ہوں، تم انہیں موقع مت دو۔ کہہ ڈالو، جو دل میں ہے۔" وہ اب بھی اسے بڑھاوا دے رہے تھے۔

"اوہ گاڈ! کہاں پھنس گیا میں آ کر۔" شامیر بے حد پریشان تھا۔ سب کی ہنسی دوبارہ چھوٹ گئی۔ وہ بہت موڈ میں تھے۔ تب دائم کو ترس آ گیا۔ ہاتھ اٹھا کر سبھی کو متوجہ کرتے ہوئے بولا۔

"شامیر کی ترجمانی میں کر دیتا ہوں۔ شعر میں سناؤں گا، مگر اقرار بہرحال شامیر ہی کو کرنا ہوگا کہ میں نے جو کہا ہے، وہ اس کے دل کی آواز ہے کہ نہیں۔"

"یہ مجھے..... مجھے منظور ہے۔ پلیز تم کچھ بھی کہہ کر مجھے اس مشکل سے بچا لو۔" وہ فوراً راضی ہوا تو کمرہ ہنسی سے گونج اُٹھا۔

"جی حضور! ارشاد فرمایئے۔ اب مزید انتظار کی تاب نہیں۔" سندس نے ہنستے ہوئے کولڈ ڈرنک کی بوتل مائیک کی صورت، دائم کے آگے کر دی۔ اس نے بوتل ہاتھ میں پکڑ لی، لمحہ بھر کی خاموشی کے بعد سب کے متجسس چہروں کو دیکھا، پھر شوخی سے اشعار کہنے لگا۔

"کسے کہوں، میری رگ رگ میں ہے تڑپ اُس کی
سکوں سے بیٹھنے دیتا نہیں جنوں اُس کا
یہی ہے حاصلِ ہستی، یہی تمنا ہے
مرا رہے نہ رہے، میں مگر رہوں اُس کا

"واہ واہ..... بہت خوب۔" کمرے میں شور اٹھ آیا۔ وہ سب بے حساب داد دینے لگے۔ جب کہ آپا سمیت سارے بزرگ چپکے چپکے مسکرا رہے تھے۔

دائم کے اشعار نے سچ مچ شامیر کے جذبات کی ترجمانی کر ڈالی تھی۔ وہ خود بھی حیران تھا کہ اتنی برجستگی سے اس لڑکے نے من میں چھپے چاہت کے جذبے کو کس خوب صورتی سے ادا کر دیا تھا۔

"تھینکس۔" سب کی داد کے بعد شامیر نے دائم کو خجالت سے دیکھا۔ "بالکل سچ کہا دائم! میں شاید سارا زور لگا کر بھی اتنی عمدگی سے اپنے دل کی بات نہ کہہ پاتا۔ امید ہے سب کی تسلی

ہو گئی ہوگی۔"

"کیوں سندس! اب تو خوش ہو نا؟" ماما نے شامیر کی جھینپ کو کم کرنے کی کوشش میں بیٹی کو صدا دی۔

"جی ماما! میں بہت خوش ہوں۔ ارما میری بھابی بن رہی ہے۔ بھیا کی پسند Marvelous ہے اور وہ Deserve بھی کرتے ہیں۔"

"اس میں کوئی شک نہیں۔ دیکھ لو، ہم نے کتنے آرام سے سب کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا۔" آپا نے ہنس کر سارا کریڈٹ اپنی جیب میں ڈالا تو دائم نے منہ بنا کر مصنوعی خفگی سے کہا۔

"آپا! اصل معرکہ میری بیگم نے سر کیا ہے۔ اس کی شامیر سے محبت جوش نہ مارتی تو سب دھرے کا دھرا رہ جاتا۔ آپ تھوڑا پرافٹ سندس کے اکاؤنٹ میں بھی رہنے دیجئے۔ ورنہ خوشیوں بھرا خزینہ آپ تک محدود ہو کر رہ جائے گا۔"

"ارے نہیں دائم! خوشیاں، بانٹنے کے لئے ہی ہوتی ہیں۔ اسی لئے ہم مٹھائی بھی ساتھ لائے ہیں۔ تاریخ طے ہو جائے تو ہماری طرف سے سب کو کھلا دینا۔ یہ پرافٹ سب کو Equally ملنا چاہئے۔"

"ڈیٹس بیٹر۔ پھر عرفان کو کہئے، وہ امی ابو سے مشورے کے بعد تاریخ فائنل کر لے، ہم تیار ہیں۔"

"اب آپ بولیے بصیر صاحب!" ڈیڈی نے دائم کی بات پر ہنستے ہوئے اپنا رخ ابو کی طرف موڑا۔ "کون سی تاریخ سوچی ہے آپ نے؟ اب ان بچوں کا انتظار ختم کیجئے۔ لیکن خیال رہے، اٹھارہ تاریخ سے پہلے کا کوئی دن ہو، اٹھارہ کو واپسی طے ہے ہماری۔"

"ٹھیک ہے۔" ابو نے سر ہلا کر تائید کی، پھر ماما کو دیکھ کر بولے۔ "آپ بتایئے مسز ذکاء! کون سی تاریخ فائنل کی جائے؟ آج شامیر کی خوشی کا دن ہے۔ میں چاہتا ہوں، یہ فیصلہ بھی آپ کی خواہش کے مطابق ہو۔"

"اوہ شکریہ بصیر صاحب! اتنی عزت اور مان دے کر آپ نے مجھے شاد کر دیا۔ شاید آج شامیر کے ساتھ میرا دن بھی ہے۔"

"اوہ شیور ماما! آج واقعی آپ کا دن ہے، اس لئے جو فیصلہ آپ کریں گی، وہی سب کو قبول ہوگا۔" شامیر نے اٹھ کر ماں کو بازوؤں میں بھر لیا۔

"پھر تم ہی کہو شامیر! کون سی تاریخ کا کہوں؟ کل کا دن ٹھیک رہے گا نا؟" وہ بیٹے ہی سے پوچھنے لگیں۔

"کل؟" شامیر نے حیرت سے آنکھیں کھول کر انہیں دیکھا۔ "ہاؤ اِٹ کین بی پاسیبل ماما! ارما کی امی پر رحم کیجئے، انہیں کچھ ہو نہ جائے۔"

"بالکل ٹھیک کہا تم نے۔" عرفان ہنس دیئے۔ "امی کو ہارٹ اٹیک آ جائے گا۔ پلیز آنٹی!

کوئی بعد کا دن رکھیے۔"

"میرا خیال ہے، جمعہ بہتر رہے گا۔ مبارک دن ہے اور درمیان کے چار دن ہمیں تیاری کے بھی مل جائیں گے۔" انہوں نے کچھ دیر سوچ کر فیصلہ کن انداز میں کہا تو امی کی جان میں جان آئی۔

چار دن کا مطلب تھا، چھیانوے گھنٹے۔ کچھ نہ ہونے سے ہونا بہتر تھا۔ کم سے کم شادی کے لئے کوئی ہال ہی بُک کرا لیا جاتا۔ ورنہ گھر کے باغیچے میں اتنے بہت سے مہمانوں کی گنجائش کہاں تھی۔

ابو کی رضامندی کا اشارہ پاتے ہی سب مبارک سلامت کا شور مچانے لگے۔ آپا نے جھٹ پٹ مٹھائی کے ٹوکرے کھول دیئے اور سب کا منہ میٹھا کرانے لگیں۔ تاریخ فائنل ہو چکی تھی، اب ارما اور شامیر کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ رہی تھی۔ وہ بہت خوش تھا اور اس کی خوشی، ذکاء الدین کا دل بھی بڑھا رہی تھی۔ خوشیوں بھرے اس ماحول میں ماما نے ایک بار پھر ابو کو مخاطب کیا۔

"بصیر صاحب! اگر آپ میری ایک چھوٹی سی درخواست اور مان لیں تو میں آپ کا احسان مانوں گی۔"

"ارے ارے، احسان کی کیا بات ہے؟ آپ ضرور کہیے، میرے اختیار میں ہوگا تو انکار کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔" وہ فوراً رضامند ہو گئے۔

ماما نے ایک نظر شامیر اور ڈیڈی کے کھلتے چہروں کو دیکھا، پھر ملتجی انداز سے بولیں۔

"دیکھیے، میں چاہتی ہوں، آپ منال کی رخصتی کے ساتھ ساتھ ارما کی رخصتی کی تیاری بھی کر لیجئے۔ پہلے منگنی اور پھر نکاح کی رسم ادا کرنے میں وقت کا زیاں ہوگا۔ آج سب یہاں موجود ہیں تو میں ارما کو ابھی شگون کی انگوٹھی پہنانا چاہتی ہوں۔ جمعہ کے دن دونوں بہنوں کی رخصتی اکٹھی کر دیجئے گا۔"

ابو سوچ میں پڑ گئے۔ ان کا چہرہ فکر اور ذمہ داری کے احساس سے بجھ سا گیا۔ اتنی جلدی وہ دو شادیوں کی تیاری کیسے کر سکتے تھے؟ رخصتی سے پہلے کئی مراحل نمٹانے ضروری تھے، ان کا انتظام کون کرتا۔ کوئی ایک بکھیڑا تھوڑا ہی ہوتا ہے شادی میں؟ پھر مہمانوں کو بلانا بھی ضروری تھا۔ خاندان کے لوگ آ کر شرکت کرتے، ارما اور منال کو دعاؤں میں رخصت کرتے، تب ہی بات بنتی۔ مگر مسز ذکاء کی فرمائش نے ابو کی اُلجھنوں اور تفکرات کو بڑھا دیا تھا۔ عرفان بھائی آگے بڑھ آئے، ابو کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر انہیں حوصلہ دیتے ہوئے بولے۔

"آپ ہاں کہہ دیں ابو! اِن شاء اللہ سب کچھ ہو جائے گا۔ میں اور آپ مل کر سارا انتظام سنبھال لیں گے۔"

"لیکن بیٹا! چار دن میں جہیز کہاں بنتا ہے؟ اس کے لئے وقت کی ضرورت ہوگی۔"

"آپ سے جہیز مانگا کس نے ہے، بصیر صاحب؟ تین کپڑوں میں بیٹی رخصت کر دیجئے۔ اللہ کا دیا بہت کچھ ہے ہمارے پاس۔ آپ کی بیٹی کو کسی تنگی ترشی سے گزرنا نہ پڑے گا۔" ذکاء الدین صاحب نے جیسے ان کی مشکل آسان کی۔ لیکن ابو خوددار آدمی تھے، مسکرا کر بولے۔

"خدا آپ کو اور زیادہ دے۔ بیٹیاں ساری عمر جہیز کے آسرے پر زندگی نہیں گزارتیں۔ سسرال میں ان سے کیا جانے والا اچھا سلوک ہی سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ میری بیٹی آپ کے گھر سکھ شانتی سے رہے گی۔ مجھے اس کا بھروسہ ہے۔ مگر میں ارما کو باپ بن کر رخصت کرنا چاہتا ہوں۔ اور کوئی باپ بھی اپنی لاڈلی کو خالی ہاتھ نہیں بھیجتا۔ مجھے آپ کی بیگم کی درخواست قبول ہے۔ ارما اور منال ایک ہی دن رخصت ہوں گی۔ رہ گیا جہیز کا معاملہ تو ہم ارما کے نام بینک اکاؤنٹ میں کچھ رقم ڈپازٹ کرا دیں گے۔ وہ اور شامیر جب چاہیں، اس رقم سے اپنی ضرورت کی چیزیں خرید سکتے ہیں۔ میں اپنی حیثیت کے مطابق بیٹی کو رخصت کروں گا۔ پلیز آپ مجھے منع مت کیجئے گا۔" ان کی آواز بھرا گئی۔ ذکاء الدین صاحب نے اُٹھ کر انہیں گلے لگا لیا۔

"ٹھیک ہے بصیر صاحب! جیسی آپ کی خوشی۔"

"چلو بھئی، اب دُلہن کو لے آؤ۔ کسی تاخیر کے بغیر اسے انگوٹھی پہنا دو تاکہ وہ بھیا کی ہو جائے۔" سندس نے شور مچایا تو حمزہ کی امی نے ہنستے ہوئے اسے ٹوکا۔

"دُلہن تم لاؤ گی، دُلہا کی بہن! اب اپنی مدد آپ کرو۔ کیونکہ اس گھر کی دونوں لڑکیاں مہمان ہو چکیں۔ اس لئے رسم و رواج کا خیال تمہیں رکھنا پڑے گا۔"

"اوہ، مجھے؟..... کیا میں ارما کو اس کے کمرے سے لاؤں گی؟" سندس نے حیرت سے مڑ کر انہیں دیکھا۔

"اور کیا۔ اب شادی کے سارے کام ہم دونوں ہی کو کرنے ہیں۔ چلو جلدی آؤ، ارما کو نیچے لے کر آئیں۔" آپا فوراً اپنی جگہ سے اُٹھ گئیں تو سندس کو مجبوراً اُن کا ساتھ دینا پڑا۔ اسے یہ بات کچھ پسند نہیں آئی تھی۔

❋❋❋

وہ آپا کے ساتھ چلی تو آئی تھی، مگر قدم من من بھر کے ہو رہے تھے۔ بھیا کی خوشی کے لئے اس نے ارما سے شادی ہو جانے پر رضامندی دے کر کڑوا گھونٹ پیا ضرور تھا، مگر اب اسے ہضم کرنا مشکل لگنے لگا تھا۔ ارما کے ساتھ منال کا نام اور حیثیت دونوں ہی جڑے تھے کہ وہ بہن تھی ارما کی۔ سو سندس نہ چاہ کر بھی منال کو فیس کرنے پر مجبور تھی۔ اور آج بھی اس کا سامنا کرنا سندس کے لئے کارِ محال تھا۔ وہ اس گھڑی سے ہراساں تھی۔ منال کا انداز اور دھوپ چھاؤں کا سا رویّہ اتنا غیر معمولی ہوتا کہ ضبط کے باوجود سندس تاؤ کھا جاتی۔

اب جبکہ سارا معاملہ ختم ہو چکا تھا، ہر بات رخ بدل گئی تھی، پھر بھی سندس، منال کو معاف نہ کر سکی تھی۔ اس لڑکی کی وجہ سے اس نے زندگی کا سب سے بڑا دکھ جھیلا تھا۔ دائم کو اپنا بنانے میں اسے جیسے پُلِ صراط سے گزرنا پڑا تھا۔ سندس درحقیقت منال کے مزاج کی Intensity سے ڈرتی تھی، اس کے یکطرفہ جذبے نے دائم کو سندس سے دور کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا تھا۔

''ارے آؤ نا، سندس! کیا سوچنے لگیں؟'' آپا نے زینے پر قدم رکھتے ہی اسے پکارا تو وہ ہڑبڑا کر سیڑھیاں چڑھ گئی۔

منال اور ارما اپنے کمرے میں تھیں۔ دونوں کے دل ہوا کے دوش پر سوار تھے اور گھبراہٹ واضح تھی۔ آج کا دن ان کی زندگی میں بے حد اہمیت کا حامل تھا۔ گو کہ تحریم فون پر انہیں سارے حالات سے آگاہی دے چکی تھیں، پھر بھی ایک خوف اور بدحواسی ان کے وجود پر حاوی تھی۔ اب وہ امی ابو کے سایۂ شفقت سے نکل کر سسرال کی دہلیز پر قدم رکھنے کی گھبراہٹ میں مبتلا تھیں۔

آج نیچے ہال کمرے میں ہونے والے ہنگامے کی رپورٹ، عمارہ فراہم کر رہی تھی، جسے منال نے ان سب کی آمد پر فون کر کے فوری طور پر بلا بھیجا تھا۔ اب وہ حقِ دوستی نبھاتے ہوئے کھڑکی سے لگی بیٹھی تھی اور ان دونوں کو پل پل کی رپورٹ فراہم کر رہی تھی۔

آپا اور سندس کو زینہ چڑھتا دیکھ کر اس نے منال اور ارما کو الرٹ رہنے کی ہدایت کر دی تھی۔ کمرے کا دروازہ تحریم آپا نے کھولا تھا۔ دونوں کی ڈری سہمی شکلوں کو دیکھ کر وہ بے ساختہ مسکرائیں۔

''ارے بھئی کیا ہوا؟ آج خوشی کے موقع پر تم دونوں کی صورتوں پر بارہ کیوں بج رہے ہیں؟ یار! تھوڑا سنبھالو خود کو اور مسکرانے کی کوشش کرو۔ ورنہ مہمان یہی سمجھیں گے کہ ہم نے زبردستی رشتہ جوڑا ہے۔''

''پلیز، مذاق چھوڑیئے آپا! سب ٹھیک ہے نا۔'' ارما کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔

''ہوں، سب ٹھیک ہے۔ اور تمہارا شامیر کچھ زیادہ ہی ٹھیک ہے۔ بات بات پر قہقہہ لگا رہا ہے۔'' انہوں نے ہنس کر اسے مطمئن کیا تو وہ لال بھبھوکا ہو گئی۔ تب سندس نے پاس آ کر اس کا نرم ملائم ہاتھ تھام لیا۔

''مبارک ہو ارما! بھیا کی دلی مراد پوری ہو گئی۔ میں بہت خوش ہوں۔ آج کا دن ہم سب کو قریب لے آیا ہے۔''

گلابی چہرے کے ساتھ ارما نے شرمیلی مسکان سے ایک نظر سندس کو دیکھ کر سر جھکا لیا، ادھر منال کی نظر سندس کے چہرے پر ہی ٹھہر گئی۔ وہ بہ غور اس کا تاثر دیکھ رہی تھی۔ صرف اسی ایک لڑکی کی وجہ سے آج ارما اور شامیر کا ملاپ ممکن ہوا تھا اور اسی ایک کی وجہ سے منال کو پہلی محبت بھلانی پڑی تھی۔ ورنہ دائم کی دیوانی جانے کیا گل کھلاتی۔ منال کی گہری نظر اور گمبھیرتا نے سندس کو چونکایا تھا۔ اس نے گردن موڑ کر منال کو دیکھا تو اس کے لبوں پر دوستانہ مسکراہٹ چمکی اور آپا کی موجودگی کا خیال کئے بغیر اس کی طرف بڑھ آئی۔

''آؤ سندس! مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔''

''میرا انتظار؟'' سندس نے نخوت سے ناک چڑھائی، وہ اپنی حیرت چھپا نہ سکی۔ ''کیوں، کوئی خاص وجہ؟''

''ہاں..... وجہ خاص ہی ہے۔ شاید یہ موقع پھر نہ آئے۔ اس لئے گزرتے ان لمحات کا فائدہ اٹھا کر میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔'' منال کا لہجہ حلاوت اور دوستی سے بھرپور تھا۔ سندس کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ اسے ایک بے نام سی خلش نے گھیر لیا۔ اسی بے چینی میں پڑ کر اس نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ منال کی گرفت سے نکال لیا تھا۔ منال نے ایک گہرا سانس لیا اور ازحد سنجیدگی سے بولی۔

''بات صرف اتنی ہے سندس! میں تم سے معافی مانگنا چاہتی ہوں۔''

''معافی؟'' آج حیرتوں کا دن تھا۔ سندس دم بخود کھڑی تھی، اسے اپنی سماعت پر شبہ ہوا تھا۔

تحریم پوری توجہ اور دلچسپی سے منال کو دیکھ رہی تھیں۔ منال کی جرأتِ اظہار کی وہ ہمیشہ سے قائل تھیں مگر شاید حد ہو گئی تھی جب کہ ارما پریشان نظر آ رہی تھی۔

''ہاں سندس!'' منال نے بات جاری رکھی۔ ''تمہاری میریڈ لائف میری وجہ سے خاصی ڈسٹرب رہی ہے اور میں نہیں چاہتی، آج کے بعد تمہارے اور دائم کے درمیان کبھی کوئی دُوری

آئے یا اختلاف پیدا ہوں۔ گزرے وقت میں، میں نے غلطی کی تھی لیکن وہ میرے اختیار کی بات نہ تھی۔ دل کی بے بسی کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے سندس! شاید تم میری بات اور جذبات کو بہتر طور پر سمجھ سکو کیونکہ تمہیں بھی دائم سے محبت ہے۔'' وہ کچھ پل کے لئے رکی، سندس کی توجہ اپنی جانب مرکوز دیکھ کر منال نے بات کو مزید آگے بڑھایا۔

''لیکن آج میں حمزہ کے نکاح میں ہوں اور صرف ان ہی کی ہوں۔ اپنے دل اور پورے یقین کے ساتھ۔ میرے لئے دائم آج اتنا ہی غیر اہم ہے جتنا کوئی بھی تھرڈ پرسن۔ سندس! آج میں نے تمہارے راستے سے قدم ہٹا لئے ہیں۔ تم چاہو تو مجھ پر اور میرے کہے پر اعتبار کر سکتی ہو۔''

''ہونہہ..... اعتبار اور بے اعتباری میں کیا دھرا ہے منال؟'' سندس کا لہجہ طنز کی گرمی سے جل رہا تھا۔ ''اب بہت دیر ہو چکی، تمہاری معافی اور معذرت بھرا لہجہ ہمیں روک نہیں پائے گا۔ تم ادھر پاکستان میں رہو، لیکن میں اپنے شوہر کے ساتھ ملک سے باہر رہنا پسند کروں گی۔ اس بار پوری کوشش کروں گی کہ دائم کو دوبارہ اس سرزمین پر آنے نہ دوں۔ وجہ وہی ہے، جو تم نے کہی۔ مجھے دائم سے محبت ہے۔''

''محبت کرنا اچھی بات ہے سندس!'' منال نے اس کے گرما گرم ری ایکشن کو نظر انداز کر دیا۔ ''ایک اچھی اور خوشگوار ازدواجی زندگی کی بنیاد بہترین ریلیشن شپ پر قائم ہوتی ہے اور اس ریلیشن میں محبت بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ تم دائم کو چاہتی ہو تو یہ تمہارا حق ہے۔ میں دعا کروں گی، تمہاری زندگی کا ہر گزرتا لمحہ تمہارے دل میں دائم کی محبت میں اضافے کا باعث بنے۔ تم دونوں جہاں رہو، خوش و خرم رہو۔''

''شکریہ۔ لیکن خوشی کے لئے سکون شرط ہے منال! اور وہ تمہارے نظروں سے دُور ہونے پر ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ ارما سے تعلق بن جانے کا یہ مطلب نہیں کہ میں تمہاری طرف ہاتھ بڑھاؤں گی یا تمہیں اپنی گھریلو زندگی میں آگ لگانے کا دوسرا موقع دوں گی۔ نہیں منال! اب تم دائم پر اپنا جادو نہ چلا سکو گی۔ وہ میرا ہے اور اسے میرا ہی رہنا ہو گا۔'' سندس کے لہجے کی کڑواہٹ، منال کی آنکھوں کو جھلملا گئی۔

''دائم تمہارا ہے اور تمہارا ہی رہے گا سندس! میں تمہیں دعا دے چکی ہوں۔''

''تھینکس۔'' وہ ایک تمسخر سے مسکرائی۔ ''اور یہی دعا میں تمہارے واسطے بھی کر رہی ہوں۔ خدا کرے، دائم سے ہٹ کر تم کسی دوسرے کے لئے اچھا سوچ سکو۔ ورنہ پہلی محبت کا خسارہ بہت رُلاتا ہے، آسانی سے جینے نہیں دیتا۔ یہ تو جانتی ہو گی نا تم۔''

''جانتی ہوں۔ لیکن میں بہت رو چکی ہوں سندس! اب اور نہیں۔ دائم سے ہٹ کر کسی دوسرے، مطلب صرف حمزہ کے لئے مجھے اپنے دل میں گداز پیدا کرنا ہے اور نکاح کا پاکیزہ بندھن یہ فعل بہ خوبی انجام دے رہا ہے۔ میں دائم سے ہٹ کر اپنے شوہر سے مکمل وفادار رہوں

گی۔''

''ہاؤ امیزنگ۔'' سندس کی مسکراہٹ میں تضحیک کا رنگ نمایاں تھا۔ ''تم جیسی لڑکی نکاح کی حرمت کا پاس کرتی ہے، مجھے واقعی یقین نہیں آ رہا۔ ورنہ سنا تو یہ ہے، جو کسی ایک سے محبت کر سکتا ہے، وہ سب سے محبت کر سکتا ہے۔ دل بدلتے دیر کب لگتی ہے منال؟''

منال کا چہرہ دہک اُٹھا۔ سندس کے الفاظ بے حد کڑوے تھے۔ مگر اسے وہ سب سہنا تھا۔ ارما اور آپا کے تیور بھی بدل گئے تھے۔ ادھر عمارہ بڑی خاموشی سے سندس کا چہرہ جانچ رہی تھی۔ وہ بے حد غصے میں تھی اور اسی جلن میں منال کو بہت غلط بات کہہ گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ آپا مداخلت کرتیں، منال نے پھیکی مسکراہٹ سے سر اٹھا کر سندس کو دیکھا اور بھیگی آواز سے بولی۔

''جو نصیحت نہیں سنتا، وہ ملامت سہتا ہے سندس! تم حق بجانب ہو۔ تمہاری کوئی بھی بات مجھے زچ نہیں کرے گی۔ کیونکہ مجھے ہر طرح کی سزا کے لئے تیار رہنا ہو گا کہ محبت صرف خسارہ نہیں، سزا بھی ہوتی ہے۔''

''چلو، تمہارے لئے یہی کافی ہے۔ تمہیں کم سے کم پچھتاوا تو ہے نا۔ عمر بھر کی سزا پا کر بھی تم میری مجرم رہو گی منال! میں تمہیں معاف نہیں کروں گی، یہ یاد رکھنا۔'' سندس کا انداز اب بھی وہی تھا۔ آپا سہہ نہ سکیں، دخل اندازی کرتے ہوئے بولیں۔

''معاف کر دینے والا، نیکی کرنے کے زمرے میں آتا ہے سندس! تمہیں بھی منال کی طرح اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دینا چاہئے۔''

''نہیں آپا! اعلیٰ ظرفی ہر ایک سے ہرگز برتی نہیں جاتی۔ منال نے جس طرح میرا دل دُکھایا ہے، وہ کبھی خوش نہ رہ سکے گی۔''

''جسٹ اسٹاپ اِٹ سندس! اینڈ بی ہیو یور سیلف۔ تمہیں منال کو بد دعا دینے کا کوئی حق نہیں۔ بات ختم ہو چکی ہے، سو تم بھی پرانے قصوں کو بھول کر نئے تعلقات کا آغاز کرو۔ منال سے ہاتھ ملا کر دل کی کدورت صاف نہیں کر سکتیں تو اسے طعنے بھی مت دو۔ وہ ایک اچھی لڑکی ہے۔ اس نے پورے خلوص سے تمہیں سوری کہا ہے۔ تمہیں وہ سوری Accept کرنا چاہئے اور اس بار تمہیں کھلے دل کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔'' آپا نے اسے سرزنش کی، لیکن سندس نے فوراً انکار کر دیا۔

''منال کے لئے میرے دل میں کوئی گنجائش نہیں ہے آپا! آگ صرف جلانے کا کام کرتی ہے اور رقابت کی آگ میں جلنے والے کا رنگ سیاہ ہو جاتا ہے۔ بالکل سیاہ۔ اینڈ یُو نو، میں سیاہ رنگ سے نفرت کرتی ہوں۔''

''ایسا نہیں کہتے سندس!'' آپا کا انداز نپا تُلا تھا۔ ''مجھے تمہارے اظہارِ نفرت نے بہت مایوس کیا ہے۔ آگ جلاتی ہے تو انسان میں سہنے کی قوت بھی بڑھاتی ہے۔ وہ اپنی حدت میں برداشت کا سبق چھپائے ہوتی ہے۔ کیونکہ ضروری نہیں، جلنے والا سیاہ ہو جائے۔ وہ کندن بھی

بن سکتا ہے۔"

"اونہہ، مگر مجھے کندن نہیں بننا۔ میں سندس ہوں اور میں ایک عورت بن کر جینا چاہتی ہوں۔ دیٹس اِٹ۔"

"اوکے۔" آپا کا موڈ آف ہو گیا۔ منال کو اپنے بازو میں سمیٹ کر پہلو سے لگاتے ہوئے نرمی سے بولیں۔ "منال! تمہارے بی ہیویئر نے آج مجھے خوش کر دیا ہے۔ تم بہت حساس ہو، لیکن تمہیں سندس کی باتوں پر دل نہیں چھوڑنا بلکہ کچھ اور سیکھنا ہے۔ ابھی بہت وقت پڑا ہے اپنی نیک نیتی کو ثابت کرنے کے لئے۔ میں تمہاری سوچ اور جذبات کی قدر کرتی ہوں، سو بھول جاؤ سب کچھ۔"

"اور سندس تم....." انہوں نے مڑ کر ایک نخوت سے اسے دیکھا۔ "تم میری ایک بات یاد رکھنا، بہت کام آئے گی۔ بدگمانی سے بچنا کیونکہ وہ غلط فہمی بن کر دل میں رہتی ہے اور کسک بن کر زندگی کی خوشیاں چھین لیتی ہے۔ لیکن حالات سے سمجھوتہ کرنے والا فائدہ میں رہتا ہے کیونکہ وقت اس کے حضور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے۔ ورنہ دوسری صورت میں زمین قدموں سے نکلتی رہتی ہے بار بار۔"

"کک.... کیا مطلب؟" وہ بے حساب جھلائی۔ اُس کی پیشانی لاتعداد شکنوں سے پُر تھی۔

"مطلب خود ہی سمجھ آجائے گا، بشرطیکہ سمجھنے کی کوشش کرو گی تو۔" انہوں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور ساتھ ہی بات بدل دی۔ "ابو چلو، ارما کو ہال میں لے جائیں۔ دیر ہو چکی ہے، سب لوگ ہمارے منتظر ہوں گے۔"

"لیکن آپا! مجھے ابھی کچھ کہنا ہے۔" سندس نے جیسے انہیں روکنے کی کوشش کی۔ مگر آپا نے اَن سنی کر دی۔ ارما کا دوپٹہ سر پر ڈالتے ہوئے بولیں۔

"تمہاری ماما، ارما کو انگوٹھی پہنا کر منگنی کی رسم پوری کر لیں تو بہتر رہے گا۔ اب مزید باتوں کا وقت نہیں رہا۔"

"اوکے، آئی ڈونٹ مائنڈ۔" وہ بیزار تھی۔ آپا نے گہری نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی، پھر پلٹ کر منال سے بولیں۔

"منال!..... کوئی گوٹا کناری والا دوپٹہ لاؤ، ارما کے سر پر لال چنری ہو گی تو اچھا لگے گا۔ منگنی کی رسمی کارروائی کے لئے تھوڑی دنیا داری ہمیں بھی نبھا لینی چاہئے، ورنہ بعد میں شامیر کو گلہ ہو گا۔"

"جی آپا!" منال نے مسکرا کر سر ہلایا اور الماری سے ستاروں کے کام سے بھرا میرون رنگ کا دوپٹہ لا کر ارما کے سر پر کسی دُلہن کی طرح اوڑھا دیا۔ منال نے دیکھا، ارما کی آنکھوں میں اشک جھلملا رہے تھے۔ اس نے بے اختیار اسے بانہوں میں بھر لیا۔

"نہیں ارما! آج خوشی کا دن ہے، تم میرے لئے دل چھوٹا مت کرو۔ مجھے یہ سب بھگتنا

ہی ہو گا۔"

"لیکن کیوں منال؟" وہ کچھ کہنے کو تھی۔ منال نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ابھی اور کچھ مت کہو، میں تمہاری فیلنگز سمجھتی ہوں۔" سندس نے نظریں چرا لیں۔ ادھر آپا نے ارما کی ٹینشن بھانپ کر کمرے کی مکدر فضا کو بدلنے کی کوشش کی۔

"تم بھی ارما کے ساتھ ہی آجاؤ منال! اور ہاں، عمارہ کو بھی لے آنا۔ دیکھو کس طرح بُت بنی کھڑی ہے۔ لگتا ہے، کسی نے سحر پھونک دیا ہے اس پر۔"

عمارہ اور منال ایک ساتھ مسکرا دیں۔ لیکن سندس کی تلخ باتوں نے ارما کو ایک کوفت میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ اس کی بدتمیزی سہہ نہیں پائی تھی۔

❁

نیچے آتے ہی تحریم نے ارما کو سب کے درمیان لا بٹھایا۔ ان کی آمد سے کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ وہ سب اشتیاق بھری نظروں سے ارما کو دیکھنے لگے، جو اس پل بے حد نروس تھی۔ گلابی چہرے اور کانپتے وجود کے ساتھ وہ بھرے کام والے دوپٹے کا گھونگھٹ نکالے، سر جھکائے بیٹھی تھی۔

شامیر کی والہانہ نظروں نے بڑا بھرپور جائزہ لیا تھا اس کا۔ کتنی مناجاتوں کے بعد بالآخر یہ دن آیا تھا، ورنہ سندس کی ضد اور ڈیڈی کے انکار نے اس کی جان نکال کر رکھ دی تھی۔ یہ سب تحریم کی مہربانی تھی۔

تحریم نے جب ارما کو ماما اور ڈیڈی کے بیچ بٹھا دیا، تب ابو اُٹھ کر سب سے پہلے ارما کے پاس آئے تھے۔ انہوں نے دونوں ہاتھ اس کے سر پر رکھ کر جیسے اپنی پدرانہ شفقت کا احساس دلانے کی کوشش کی۔ وہ اسے دعاؤں سے نواز رہے تھے۔ ادھر امی کی آنکھیں بھیگ چلی تھیں۔ وہ اب تک عفت آنٹی کے ساتھ تھیں، جو انہیں مسلسل دلاسے دے رہی تھیں۔ ان کی دونوں بیٹیاں بیاہ کے گھر جانے والی تھیں، پھر بھلا اپنے دل کو کیسے سنبھالتیں؟

ڈیڈی اپنے پہلو میں بیٹھی ارما کو دیکھ کر دنگ رہ گئے تھے۔ شامیر کی چوائس اتنی پرفیکٹ اور بھرپور ہو گی، ایسا انہوں نے سوچا تک نہ تھا۔ اس نے واقعی ایک ہیرا تلاش لیا تھا۔ انہیں لگا، جیسے کسی اپسرا کو آسمان سے اتار کر ان کے سامنے بٹھا دیا گیا ہو۔ ماما کو ذکاء الدین کے حیرت بھرے تاثر نے خوب مزہ دیا۔ وہ ان کے نزدیک ہو کر ہولے سے بولیں۔

"کیسی ہے آپ کی بہو؟"

ذکاء چونک سے گئے۔ ٹکٹکی بندھی نظر ارما کے چہرے سے بہ مشکل ہٹا کر انہوں نے ذومعنی انداز سے مسکراتی بیوی کو دیکھا اور بے اختیار بولے۔

"تمہارے بیٹے کی پسند بلاشبہ لاجواب ہے ثوبیہ! اگر یہی لڑکی شامیر کا ارمان ہے تو میں بہت خوش ہوں۔" ماما نے ایک زوردار قہقہے سے ان کے ریمارکس پر سر ہلایا اور پلٹ کر شامیر

کے کان میں بولیں۔

''مبارک ہو تمہیں، تمہارے ڈیڈی کو ارما پسند آ گئی ہے۔ انہوں نے تمہارے انتخاب کو سراہا ہے شامیر!''

''اوہ، رئیلی؟'' شامیر خوش ہو کر بھی بے یقین تھا۔ ''ڈیڈی خوش تو ہیں نا؟'' ماما کھلکھلا کے ہنس پڑیں۔

دوسری طرف حمزہ کی بے قرار نگاہیں آپا اور سندس کے پیچھے آتی منال پر لگی تھیں، جس کے چہرے کا تاثر جلتا بجھتا سا تھا۔ وہ خوش تھی یا اُداس..... حمزہ فیصلہ نہ کر پایا۔ عمارہ کا ہاتھ تھامے وہ سج سج کر زینہ اُتر رہی تھی۔ تحریم نے ارما کو ڈیڈی اور ماما کے درمیان بٹھایا تو وہ پلٹ کر آخری سیڑھی پر بیٹھ گئی۔ عمارہ کو سندس نے اپنے پاس بلا لیا تھا۔ تب موقع غنیمت جان کر حمزہ چپکے سے اٹھا اور منال کے برابر آ بیٹھا۔ اسے نزدیک پا کر وہ تیزی سے پرے کھسک گئی لیکن اس عجلت میں بھی حمزہ اس کا ہاتھ اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔ اس نے سب کی نظر بچا کر منال کے مخملی ہاتھ کو لبوں سے چھوا تو منال بدک کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''یہ..... یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟''

''وہی، جو میرا حق ہے۔'' وہ شوخی سے مسکرایا۔

''شرم آنی چاہئے، کسی نے دیکھ لیا تو؟'' وہ حیا سے سمٹ گئی۔

''تو کیا؟..... بیوی ہو میری۔ اور سرٹیفکیٹ ہے میرے پاس۔'' اس کی سرگوشی، منال کے کان میں گونجی۔

''جی نہیں، میری رخصتی نہیں ہوئی اب تک، دھیان رکھیے گا۔'' اس نے حمزہ کو سنبھل جانے کا عندیہ دیا تو وہ اسی ادا سے بولا۔

''دھیان رکھنے سے کیا ہوگا۔ ڈیٹ فائنل ہو چکی ہے، سو پندرہ کو بارات لا کر تمہارا یہ شکوہ بھی ختم کر دوں گا۔''

''واہ..... بہت جلدی ہے آپ کو؟'' منال نے جھکی پلکیں اٹھا کر اسے گھورا۔

''کیا نہیں ہونی چاہئے؟'' سوال کا جواب ذومعنی تھا۔ وہ سرخ ہو گئی۔

''مجھے کیا پتہ؟''

''تو پتہ کرو نا یار!''

''کیوں..... کیا پتہ کرنا ہے منال؟'' عرفان کی آواز ان کی بیک پر اُبھری تو دونوں اچھل پڑے۔ منال کا رنگ اُڑ گیا۔ گھبرا کر غلط سلط بول گئی۔

''بھائی! یہ..... یہ کہہ رہے ہیں، میں ڈیٹ کا پتہ کر کے انہیں بتاؤں۔''

''کیوں، کیا اسے نہیں پتہ، کون سی ڈیٹ فائنل ہوئی ہے؟'' عرفان اس کی شرارت بھانپ گئے۔ حمزہ کھسیانی ہنسی ہنس دیا۔ عرفان نے اس کی کمر پر دھپ مارا اور منال گلابی

چہرے کے ساتھ وہاں سے بھاگ آئی۔

حمزہ کی وارفتگی حد سے سوا تھی، مگر بھیا کے سامنے اس کا اظہار منال کے لئے خجالت بھرا تھا۔ وہ نظریں اٹھانے کے قابل بھی نہ رہی تھی۔ اُف! کیا سوچتے ہوں گے عرفان بھائی؟ وہ سیدھی عمارہ کے پاس آئی۔ اس کی سانسیں اتھل پتھل سی تھیں۔ عمارہ نے فکرمندی سے اسے دیکھا۔

''کیا ہوا منال؟''

منال کی پیشانی مزید عرق آلود ہو گئی، نظریں چرا کر بولی۔ ''کچھ نہیں۔''

''کچھ تو ہے مائی ڈیئر! ورنہ سانس اتنی بے قابو کیوں ہوتی؟'' وہ مسکرائی تو آپا کی توجہ بھی اس کی طرف مرکوز ہو گئی۔ گالوں پر اُترتا گلال اور حیا بار پلکوں کا ارتعاش انہیں بہت کچھ کہتا محسوس ہوا۔ انہوں نے ذومعنی انداز میں حمزہ کو دیکھا پھر مصنوعی سنجیدگی سے بولیں۔

''سانس کے غیر متوازن ہونے کے بہت سے سبب ہوتے ہیں عمارہ! ضروری نہیں کہ وضاحت کی جائے۔ آج اطراف کا ماحول خاصا رنگین ہے۔ شاید منال بھی کسی شوخ نگاہ کے حصار میں ہے۔ سو تم اس بے چاری سے سوال مت پوچھو۔''

''نہیں آپا! میں سوال پوچھ کر کیا کروں گی؟ منال نے کون سا سچ بولنا ہے۔ ویسے بھی کسی کی گہری نظر، منال کا موڈ بدل چکی ہے۔ سو شکر ہے، وہ اس ٹینشن سے تو نکلی، جو سندس نے اس کے پلّے باندھی تھی۔ مجھے اس کی بہت فکر ہو رہی تھی۔ آج پہلی بار میں نے اس لڑکی کو اتنا شانت دیکھا ہے، ورنہ منال کو زِچ کرنے والا اتنی آسانی سے نہیں چھوٹتا۔'' آپا نے اسے سمیٹ لیا۔

''ہماری منال بہت سمجھ دار ہے۔ اچھا ہوا، سندس کے منہ نہیں لگی۔ وہ لڑکی آج بے مروتی پر اُتر آئی ہے۔''

''بے مروتی نہیں، بدتمیزی پر۔ اسے نئے بنتے رشتوں کی نزاکت کا بھی احساس نہیں رہا۔'' عمارہ نے سر جھٹکا۔

''کیوں، ایسا کیا ہوا ہے عمارہ؟ کچھ کہا ہے سندس نے منال کو؟'' اچانک عرفان بھائی نے مداخلت کی تو تینوں کا رنگ اُڑ گیا۔ حمزہ اور عرفان اب ان کے پیچھے کھڑے تھے۔ وہ ان کی طرف پلٹ گئیں۔

''نہیں، کچھ نہیں ہوا۔ بس سندس میں بچپنا زیادہ ہے عرفان!'' آپا نے ان کی توجہ بٹانے کی کوشش کی۔ دونوں لڑکے سنجیدہ دکھائی دے رہے تھے۔ خصوصاً حمزہ کے چہرے پر ناگواری واضح تھی۔

''مجھے بتاؤ منال! کیا بات ہے؟''

منال نے نظریں جھکا لیں۔ ''کوئی بات نہیں ہے۔ سندس نے ایسا کچھ نہیں کہا جو قابلِ

گرفت ہو۔"

"پھر عمارہ کو کس بات پر اعتراض ہے؟" اسے منال کے جواب پر غصہ آیا تھا۔ منال بے بسی سے حمزہ کی صورت تکنے لگی۔ تب عرفان نے صورتِ حال کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ آگے ہو کر منال کو بازو میں سمیٹ کر بولے۔

"تم خاطر جمع رکھنا۔ ابھی بہت کچھ سننا ہے تمہیں، جانتی ہو نا؟"

"نہیں، ایسا نہیں ہے عرفان! منال اب نہ کچھ سنے گی اور نہ کچھ سہے گی۔ میں کسی کو یہ حق نہیں دوں گا کہ وہ اُٹھ کر منال کو کوئی طعنہ دے۔"

"جانے دو حمزہ!..... سندس، دائم کی بیوی ہے اور اس کا ڈر اس کی کمزوری ہے۔ اگر وہ اس ڈر کا اظہار کرتی ہے تو کرنے دو۔ ہمارا کیا جاتا ہے؟"

"ہمارا نہیں، منال کا جاتا ہے عرفان! منال کی بھی کوئی Self respect ہے۔ وہ بار بار ہرٹ ہو گی تو ٹوٹ جائے گی۔"

"وہ نہیں ٹوٹے گی۔" عرفان نے محبت سے منال کو اپنے پہلو سے لگا لیا۔ "میری بہن بہت سمجھ دار ہے۔ وہ کسی کے کمزوری دکھانے پر کبھی نہیں ٹوٹے گی۔ اسے تمہاری رفاقت کچھ اور مضبوط بنا دے گی حمزہ! یُو ڈونٹ وری۔"

حمزہ کچھ نہ بولا۔ اس کا موڈ واضح طور پر آف تھا۔ عمارہ چور سی ہو کر سب کے سنجیدہ چہرے دیکھ رہی تھی۔ جب ہی دائم وہاں چلا آیا۔ آپا مزید پریشان ہو گئیں۔ ادھر منال جز بز ہونے لگی۔ وہ جب سے ہال کمرے میں آئی تھی، دائم کو نظر انداز کر رہی تھی۔ اب اسے حمزہ کا اعتبار جیتنا تھا۔ اپنی اور حمزہ کی زندگی میں اسے کوئی رخنہ نہیں چاہیے تھا۔ لیکن دوسروں کو کیسے قائل کرتی؟ اس وقت بھی غیر ارادی طور پر حمزہ سمیت سب کی نگاہیں دائم کے بعد منال کی طرف اُٹھی تھیں۔ خاموشی کے وہ چند پل بے حد اذیت ناک تھے، جسے دائم نے بھی محسوس کر لیا تھا۔

"یہاں کون سی میٹنگ ہو رہی ہے؟" اس نے دانستہ شوخ لہجہ استعمال کیا۔ عرفان پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف مڑ گئے۔

"میٹنگ نہیں، تبصرہ ہو رہا ہے یار! ذرا شامیر کو ایک نظر دیکھنا، وہ آج دولہا بننے کی پریکٹس کر رہا ہے اور ہم سب....."

"کیوں بات بدل رہے ہو عرفان؟" وہ اچانک سنجیدہ ہو گیا۔ "اگر سب شامیر پر تبصرہ کرتے تو اتنا سیریس کیوں ہوتے؟"

"تمہارا اعتراض بجا ہے دائم! ہم بہت سنجیدہ ہیں۔" حمزہ نے بات کھول دی۔ دائم کچھ نروس ہو گیا۔ ہچکچاہٹ سے بولا۔

"کیوں، کیا ہوا؟ کس بات پر سنجیدہ ہو تم لوگ؟"

تب عمارہ نے اسے ساری کہانی کہہ سنائی۔ اس نے آپا کا اشارہ بھی نظر انداز کر دیا تھا۔ وہ

اسے کچھ کہنے سے روکنا چاہ رہی تھیں۔ منال کا برا حال تھا۔ وہ دائم اور حمزہ کے درمیان بڑھتے تناؤ کی وجہ بننے جا رہی تھی اور ایسا شاید عمر بھر ہونا تھا۔ دائم کب تک سندس کے رویے پر معذرت کر سکتا تھا؟ وہ منال سے جس قدر بدظن تھی، وہ بدظنی زندگی کے ہر سانس کے ساتھ بڑھنے والی تھی۔ اس میں کمی ممکن نہ تھی۔ کاش..... کاش میں نے دائم کو نہ چاہا ہوتا۔ منال کے اندر باہر پچھتاوے بول رہے تھے۔ وہ روہانسی ہو گئی۔ دائم اسے دیکھ رہا تھا۔

"سوری منال! اس بار واقعی زیادتی ہوئی ہے۔ میں سندس کو سمجھاؤں گا۔" اس کا انداز بے حد محتاط اور رسمی تھا۔ وہ بے چین ہو گئی مگر سنبھل کر بولی۔

"اِٹس اوکے، مجھے برا نہیں لگا۔ میں سندس کے جذبات سمجھ سکتی ہوں۔ سندس کا ڈر اب اس کا امتحان بھی ہے۔"

"ٹھیک کہا تم نے۔ شاید یہ امتحان ہم سب کا ہے۔ سندس آہستہ آہستہ مجھ پر اعتبار کرنا سیکھ جائے گی۔ اسے تھوڑا موقع دو۔" وہ مضطرب تھا۔ حمزہ نے بہ غور اسے دیکھا پھر دائم کا کاندھا تھپک کر بولا۔

"جسٹ ریلیو اِٹ یار! مجھے بات کھولنی نہیں چاہئے تھی۔ تم سندس کو کچھ مت کہنا۔"

"ہاں دائم! یہ بات یہیں ختم ہو جائے تو اچھا ہے۔ ماضی کو لے کر آپس میں اُلجھنا تعلقات میں دراڑ ڈالتا ہے۔ تمہیں سندس کے ساتھ ایک خوشگوار زندگی جینی ہے۔ بہتر ہو گا، اسے اس پوچھ گچھ سے دُور رکھو۔ وہ اُلجھ گئی تو مشکل تمہیں ہو گی۔" عرفان نے اسے سمجھایا۔

"ہاں دائم! عرفان ٹھیک کہہ رہا ہے۔" آپا نے فوراً ان کا ساتھ دیا۔ "بات ختم ہو چکی ہے، اس لئے سب کو سمجھ داری برتنی چاہئے۔"

"پھر بھی، مجھے سندس سے بات کرنی ہے آپا! اصل سمجھ داری اسے برتنا ہو گی۔" دائم کی سنجیدگی میں کچھ اور ہی تھا۔

وہ سب بے قرار ہو کر اس کی صورت تکنے لگے۔ آپا اس کے نزدیک آ گئیں۔ "میں نے کہا ہے نا، بات ختم ہو چکی ہے۔ تمہیں سندس کو اب کچھ نہیں کہنا۔ دیکھو بیٹا! میں نہیں چاہتی، انگلینڈ جانے سے پہلے تمہارے گھر پھر کوئی نیا تماشا ہو۔ سندس کو تمہارے بھروسے اور پیار کی ضرورت ہے۔ مجرم وہ نہیں ہے۔"

حمزہ کی تیوری چڑھ گئی۔ "مجرم منال بھی نہیں ہے آپا! اس لئے میں بھی اپنے گھر میں کوئی چپقلش نہیں چاہتا۔ یہ دھیان رہے۔"

"میں سب سمجھتی ہوں حمزہ! کچھ نہیں ہو گا۔ بس تم سب کو صبر سے کام لینا ہے۔ وقت بڑے بڑے گھاؤ بھر دیا کرتا ہے۔" انہوں نے تلقین کی۔

"ارے کہاں ہو عرفان؟" امی کی تیز آواز نے ان سب کو بری طرح چونکایا۔ وہ ذرا فاصلے پر حمزہ کی امی کے ساتھ کھڑی تھیں۔ "یہ کیا کھچڑی پکانے بیٹھ گئے ہو؟ بہن کی منگنی کی رسم

کے لئے کچھ ہار پھول لے آتے۔ وقت پہلے ہی تنگ ہو رہا ہے بیٹا!"

"جی امی! میں لاتا ہوں۔ آپ رسم کی تیاری کیجئے۔" انہوں نے وہیں کھڑے رہ کر انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کی، پھر مڑ کر آپا سے بولے۔ "چلئے آپا! امی بلا رہی ہیں۔ ہمیں اس وقت شامیر کی خوشیوں کا خیال رکھنا ہے۔ یہ معاملہ بس یہیں ختم کر دیجئے۔"

"ہاں، چلو۔" انہوں نے فوراً تائید کی۔ "اور سنو دائم! تم جا کر سندس کا ساتھ دو۔ شامیر اس کا بڑا بھائی ہے، اس سے تمہیں اس کا ساتھ دینا چاہئے۔ تمہاری عدم موجودگی، سندس کے خدشات بڑھا دے گی۔"

"جی آپا.....!" وہ سعادت مندی سے پلٹ گیا۔ سندس ابھی تک ماما سے مصروفِ گفتگو تھی، اس کا موڈ بدل چکا تھا۔ وہ بھائی سے چھیڑ چھاڑ کرتی خوب حظ اٹھا رہی تھی۔ دائم جا کر ان کی خوشیوں میں شامل ہو گیا، جب کہ عرفان پھول لینے چل دیئے تھے۔ آپا نے سکون کی گہری سانس لی اور منال کو لے کر وہیں چلی آئیں۔ تب عمارہ، حمزہ کو دیکھ کر مسکرائی اور بشاش لہجے میں بولی۔

"سچ، مجھے آج پتہ چلا، آپ منال کو کتنا چاہتے ہیں حمزہ بھائی! میرا یقین کیجئے، منال بھی صرف آپ کے لئے جیے گی۔ وہ بہت وفادار ہے۔ جس سے تعلق جوڑتی ہے، اسے پورے دل سے نبھاتی ہے۔"

"کون جانے؟" وہ اب بھی سنجیدہ تھا۔ "ساری خرابی اس دل کی ہے عمارہ! یہی خانہ خراب آباد کرتا ہے اور برباد بھی۔"

"کیا مطلب؟" وہ بے طرح چونکی۔

"کچھ نہیں۔ میں بہت سی باتیں اپنے مطلب کے لئے کرتا ہوں۔ چلو آؤ، ہم بھی شامیر کی خوشیوں میں شامل ہو جائیں۔" اس نے قدم بڑھا دیئے تھے۔ عمارہ ہکا بکا سی ہو کر اس کی پشت دیکھتی رہی۔ حمزہ کی گول مول بات اس کے سر سے گزر گئی تھی۔

❁

اس نے باندھ رکھا ہے ایک خواب آنچل سے
اس لئے تو آنچل کے رنگ مسکراتے ہیں

"لیجئے، بسم اللہ کیجئے۔" ماما نے ایک بیش قیمت انگوٹھی، ڈیڈی کی طرف بڑھائی۔ "ارما کے ہاتھ میں اپنے بیٹے کے نام کی انگوٹھی پہنا دیجئے۔ اب نیک کام میں دیر نہیں ہونی چاہئے۔"

"ارے نہیں ثوبیہ! یہ شامیر کا کام ہے، اسی کو کرنے دو۔ ورنہ کل شکایت کرے گا کہ انگوٹھی ڈیڈی نے پہنائی تھی۔" انہوں نے ہنس کر انگوٹھی بیٹے کی طرف بڑھائی تو ایک قہقہہ پڑا۔ ادھر شامیر کا چہرہ لہو رنگ ہو گیا تھا۔ ڈیڈی کی برجستگی اسے خجل کر گئی تھی۔

"چلو شامیر! رسم پوری کرو تاکہ ارما تمہارے نام رجسٹرڈ ہو سکے۔" آپا نے اس کی خجالت

کو کم کرنے کے لئے سہارا دیا۔ اس نے خفیف سی مسکراہٹ سے انگوٹھی، ڈیڈی کے ہاتھ سے لے لی۔

ارما اس کے سامنے کسی دلہن کی طرح گھونگھٹ کاڑھے بیٹھی تھی۔ اس کا سر جھکا تھا، اسی لئے صرف ناک کی Tip اور گلابی ہونٹ دکھائی دے رہے تھے۔ منال نے دوپٹہ آگے کر کے اسے باقاعدہ ڈھانپ دیا۔ شامیر نے چونک کر سر اٹھایا اور سوالیہ نظر منال پر ڈالی تو وہ کھل کر مسکرائی۔

"اتنی گہری نگاہ سے مت دیکھئے ارما کو۔ معصوم چہرے کو نظر جلدی لگتی ہے۔"

"جی نہیں۔ دعا دینے والی نظر کبھی نہیں لگتی۔ کیوں بھیا! آپ کی نظر اپنی ارما کی بلائیں اُتارتی ہے نا؟" وہ سندس تھی، جس کی بات نے سبھی کو مسکرانے پر مجبور کر دیا تھا۔ مگر دوسری طرف منال تھی۔ ارما کی خوشی کو چار چاند لگانا اس کا فرض تھا تو چھیڑ چھاڑ کرنے کو بولی۔

"بلائیں اُتارنا الگ بات ہے، سندس! مگر نظر باز دعا نہیں دیتے، انہیں تو جلوؤں کی آس ہوتی ہے۔ پوچھ لو بھیا سے۔"

"اوکے۔" سندس نے ہنس کر پہلی بار منال سے اتفاق کیا۔ "اگر ایسا ہے تو پلیز بھیا! Don't look with an evil eye"

"اوہ، یُو شٹ اپ۔ آئی ایم ناٹ این اِیول۔" شامیر نے شوخی سے بہن کو گھورا تو دائم نے ہنس کر اس کے شانے پر شاباش دی۔

"دیٹس ویری گڈ..... یہ بہت اچھی بات ہے۔ آپ خود کو پہچانتے ہیں، مسٹر شامیر ذکاء الدین!"

سب کے قہقہے بلند ہوئے۔ شامیر جھینپ کر رہ گیا۔ مگر ماما کے کہنے پر اسے انگوٹھی پہنانے کے لئے آگے ہونا پڑا تھا۔

اس نے ارما کا کپکپاتا ہاتھ تھاما تو رنگ فنگر پر پٹی بندھی دیکھ کر بے اختیار بولا۔

"یار! پہلے اسے تو کھولو۔ ایک انگوٹھی پہلے ڈالی تھی تو جدائی حصے آئی۔ لیکن آج میں کوئی رِسک لینا نہیں چاہتا۔ آج یہ انگوٹھی اسی انگلی میں پہنائی جائے گی۔"

"ارے، آپ تو بڑے چھپے رستم نکلے شامیر بھائی! سب کے سامنے اقرار کر رہے ہیں، پہلے بھی انگوٹھی پہنانے کا۔ لیکن یہ معرکہ کب مارا تھا آپ نے؟" عمارہ نے فوراً بات اٹھائی تو سندس مسکرا کر بولی۔

"بھیا کو ایسا ویسا مت سمجھو عمارہ! محبت کرنے والے یہ سارے عاشق بہت چھپے رستم ہوتے ہیں۔ انہیں دوسرے کا دل جیتنے کے لئے ہزاروں پاپڑ بیلنا پڑتے ہیں۔ کیوں میر بھیا؟"

"بھئی پاپڑ بیلنے کا پتہ نہیں، البتہ آہیں خوب بھری ہیں ارما کے لئے۔ اب ٹھنڈی سانسیں لینے کا حوصلہ نہیں رہا۔" وہ شوخی سے بولا تو سب ہنس دیئے۔ تب آپا نے سے ارما کے دوسرے

ہاتھ میں انگوٹھی پہنانے کا کہا مگر وہ مچل گیا۔ بغیر جھجکے بولا۔

''جی نہیں۔ منگنی کا بندھن دل کی گہرائی سے بندھنا چاہئے۔ پلیز منال! کھولو اس پٹی کو۔''

اس نے جیسے آرڈر دیا۔ منال نے فوری احتجاج کیا۔

''لیکن بھائی! ارما کی انگلی زخمی ہے۔ سُوئی ٹوٹ کر گہرا کٹ ڈال گئی ہے۔ پٹی کھولی تو زخم رِسنے لگے گا۔''

''کوئی بات نہیں۔ انگوٹھی اسی انگلی میں سجے گی۔'' اس نے بڑے استحقاق سے پٹی اتار کر ارما کے ہاتھ میں دمکتی شوخ نگینوں والی رِنگ پہنا دی اور جھک کر گھونگھٹ میں اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے دھیرے سے بولا۔

''اب ٹھیک ہے نا ارما! کم سے کم دل کو یہ اطمینان رہے گا، تم میری ہو۔''

ارما نے سرخ چہرے کے ساتھ شرما کر سر جھکا لیا۔

ادھر سندس، بھائی کی سرگوشی سن چکی تھی، شوخی سے بولی۔

''کیا کہا آپ نے؟''

''کچھ نہیں کہا۔'' شامیر نے اسے گھورا۔ ''ہر بات بتانے والی نہیں ہوتی۔''

''ہاں بھئی، صرف کہنے کی ہوتی ہے۔ جیسے آج سے تم میری ہو۔ صرف میری۔'' یہ حمزہ تھا، جس کے کان بھی شامیر کی آواز پر تھے۔ تب ایک فلک شگاف قہقہے نے شامیر کو پانی پانی کر دیا۔ سبھی اس کا ریکارڈ لگانے میں پیش پیش تھے۔ سو اس نے چپ میں عافیت جان لی۔

سبھی کے چہرے خوشی سے جگمگا رہے تھے۔ صرف ابو اور امی تھے، جو مسکراتے لبوں کے باوجود آنکھوں میں اشکوں کی نمی لئے کھڑے تھے۔ ڈیڈی نے اٹھ کر ابو کو گلے لگا لیا۔

''بصیر صاحب! ارما میری بیٹی بن کر رہے گی۔ ہم اسے اتنا پیار، اتنی اپنائیت دیں گے کہ وہ آپ کو بھول جائے گی، یہ وعدہ رہا۔''

''بہت شکریہ، ذکاء صاحب! آپ نے کہہ دیا، بس یہی کافی ہے میرے لئے۔'' ان کی آنکھیں چھلک اُٹھیں۔

منال بھی رونے لگی اور رم جھم برستی آنکھوں کے ساتھ امی کو چپ ہو جانے کی تلقین کرنے لگی۔ لیکن ان کے دل کو قرار نہ تھا۔ جیسا چاہتی تھیں، آج بالکل ویسا ہی ہوا تھا۔ ان کی دونوں بیٹیاں ایک ہی دن رخصت ہونے کو تھیں۔ خوشی کی اس گھڑی میں دکھ کا سایہ بھی سر پر دراز تھا۔ اس مبارک موقع پر ان کی آنکھیں موتیوں کی طرح آنسو برسا رہی تھیں۔ دل کی بے تابی حد سے سوا تھی، شاید اسی لئے سنبھلا نہیں جا رہا تھا۔ ابو نے اشارے سے عرفان کو ماں کے پاس جانے کی ہدایت کی۔ عرفان بھیگی مسکراہٹ کے ساتھ فوراً امی کے قریب چلے آئے۔

''پلیز امی! سنبھالئے خود کو۔ یہ گھڑی سب ماؤں پر آتی ہے۔''

''بالکل، بالکل..... بلکہ ایک گھڑی اور بھی آتی ہے ہر ماں پر، جب وہ بیٹی کی جگہ بیٹے

کی شادی کرتی ہے اور بہو گھر لاتی ہے۔ کیوں امی! میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا؟'' حمزہ نے اپنی ماں کو پکارا اور آنکھ میچ کر ہنس دیا۔ عفت آنٹی بیٹے کا مطلب فوری سمجھ گئیں، مسکرا کر بولیں۔

''ہاں بیٹا! اور میں دعا کرتی ہوں، عرفان کی امی پر بھی وہ گھڑی شب برأت کی طرح اُترے۔ ماشاء اللہ بیٹیوں سے فراغت ہوئی، اب اس آنگن میں بہو بھی آجانی چاہئے۔''

''اور کیا۔'' ماما نے بھی فوراً تائید کی۔ ''دو دوست تو بیاہے گئے، اب خیر سے عرفان کی باری ہے۔''

''یُو آر رائٹ ماما!'' دائم نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔ ''آپ سب عرفان کے لئے لڑکی ڈھونڈیئے۔ میں اب اور انتظار نہیں کر سکتا۔''

''کیا مطلب؟'' حمزہ نے چونک کر دوست کو دیکھا۔ ''کس چیز کا انتظار نہیں کر سکتے دائم؟''

''عرفان کی شادی کا..... مجھے اس کے نکاح کے چھوہارے کھانے ہیں۔'' وہ شوخی سے مسکرایا۔

''ارے چھوڑو یار! پہلے شامیر کے نکاح کے چھوہارے کھالو۔ ورنہ سالے صاحب برا مان جائیں گے۔ کیوں شامیر؟'' عرفان نے جیسے بدلہ چکایا تو سب ایک بار پھر ہنس پڑے۔ اسی ہلے گلے میں امی نے منال کو ہدایت کی کہ وہ ارما کو سب کے درمیان سے اٹھا کر کمرے میں لے جائے۔ چنانچہ وہ عمارہ کو ساتھ لے کر فوراً ہی اُٹھ گئی۔

شامیر کی ماما سب کا منہ میٹھا کروا رہی تھیں۔ انہوں نے ارما کو بہت سے بیش قیمت تحائف بھی دیئے تھے اور پھولوں کے گہنے بھی۔ انہوں نے آج ارما پر جانے کتنی بار روپے وار کر نظر اتاری تھی۔ وہ برابر شامیر کو چھیڑ رہی تھیں کہ اس کی نظر ان کی بہو کو جلد لگے گی اور شامیر، ماں کی خوشی سے مسکراتے چہرے کو دیکھ کر نہال ہوتا جا رہا تھا۔

ادھر عمارہ میز پر پڑے تحائف اٹھانے میں لگ گئی اور منال نے ارما کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔ ایسے میں آپا نے منال کو کسی کام سے آواز دی تھی۔ منال، عمارہ کو ٹھہرنے کا کہہ کر خود آپا کی طرف پلٹ گئی۔ تب اچانک موقع پا کر دائم، ارما کو مبارک باد دینے کے بہانے آگے بڑھ آیا اور شگون کے روپوں کے علاوہ ایک تہہ شدہ کاغذ اس کی ہتھیلی پر رکھتے ہوئے ہولے سے بولا۔

''یہ منال کو دے دینا۔''

''منال کو؟'' اس کی سرگوشی، ارما کی سماعت پر بن بم کر گری تھی۔ تیزی سے جھکا سر اُٹھا کر اس نے دائم کو دیکھا۔ وہ بے حد سنجیدگی سے کھڑا تھا۔ ارما نے بوکھلا کر فوراً سندس کی طرف دیکھا۔ وہ شامیر کی کسی بات کے جواب میں زور سے ہنس رہی تھی۔ ارما کو اطمینان ہوا کہ کوئی بھی اس کی اور دائم کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ سب مٹھائی کھانے اور چھیڑ چھاڑ میں مشغول تھے۔ عمارہ پاس ضرور تھی مگر اس کی توجہ بھی تحفے تحائف کی طرف تھی۔ وہ انہیں سمیٹنے کی فکر میں تھی۔ کسی کو بھی دائم کی اس حرکت کی خبر نہ ہو سکی۔ اس نے کمال ہوشیاری سے اپنا کام کیا تھا۔

''کک.....کیا ہے یہ؟'' ارما کی آواز گھٹ گئی۔

''ایک چھوٹا سا میسج۔'' وہ بے حد سنجیدہ تھا۔ ''منال کو دے دینا۔ وہ سکھ سے جی سکے گی۔''

''جی.....؟'' ارما کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ مارے حیرت اور بے یقینی کے وہ بت بنی بیٹھی رہ گئی۔ جب ہی منال لوٹ آئی تھی۔ اسے آتا دیکھ کر دائم نے ہاتھ میں پکڑا لڈو، ارما کی طرف بڑھا دیا۔

''منہ میٹھا کرو ارما! آج سے تم میری بھی بھابی ہو۔'' وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔ اس کی شوخی پاس آتی عمارہ کو بھی ہنسا گئی۔

''پھر یہ لڈو آپ کو کھلانا چاہئے دائم بھائی! ارما ہاتھ نہیں بڑھائے گی۔ آپ خود کھلائیے اسے یہ لڈو۔''

''اوہ شیور!'' اس نے جھک کر لڈو ارما کے منہ سے لگایا لیکن ارما میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ منہ میٹھا کر پاتی۔ دل کی دھڑکن بے حال ہو رہی تھی۔ دائم کی جرأت اور پیغام نے اس کے بدن کو بے جان کر دیا تھا۔ اس نے کاغذ مٹھی میں بھینچ لیا۔

''ارما! کھاؤ نا۔ کیا دائم بھائی یونہی لڈو پکڑے کھڑے رہیں گے؟'' عمارہ نے ہنس کر اس کے سر پر چپت لگائی تو وہ جیسے ہوش میں آئی تھی۔

''شکریہ، میں کھالوں گی۔'' اس نے کپکپاتے ہاتھ سے لڈو دائم کے ہاتھ سے لے لیا۔

''تھینکس، وِش یُو اے ہیپی میریڈ لائف۔'' دائم نے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے دعا دی اور واپس پلٹ گیا۔ تب عمارہ اور منال، ارما کو سہارا دینے لگیں مگر اس کا وجود پتھر کا ہو رہا تھا۔ وہ بے حد مضطرب تھی۔ قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ بھلا کیسے کھڑی ہوتی؟

''ارے اٹھو نا ارما! تم ادھر ہی چپک گئیں۔ یار منگنی کی رسم ہو چکی ہے۔'' منال نے شوخی سے ہنس کر اسے اٹھایا لیکن ارما کی ہنسی گم ہو چکی تھی۔ دائم کی حرکت اس کی سمجھ سے باہر تھی۔ ساری کہانی ختم ہو چکی تھی۔ رات آپا بیگم کے فون سے گھر کے سب لوگ دائم کے گھر ہونے والی ہر بات سے باخبر ہو چکے تھے۔ سارا مسئلہ حل ہو گیا تھا، جب کہ آج ذکاء صاحب بھی بیوی کو منانے کے بعد شامیر کی خاطر ارما کو بہو بنانے ان کے گھر چلے آئے تھے۔ پھر یہ کیا تھا؟ دائم نے ہر اُلجھن سمٹ جانے کے بعد ایک پیام لکھ کر ساکت پانی میں پتھر کیوں کھینچ مارا تھا۔ اب کیا چاہتا تھا وہ؟

ارما کو اپنی مٹھی میں دبا دائم کا رقعہ بے حساب چبھنے لگا۔ دل دھڑک دھڑک کر بے حال ہو رہا تھا۔ ہتھیلی میں جیسے آگ لگ رہی تھی۔ اس نے لاشعوری طور پر مٹھی کو کچھ مضبوطی سے بند کیا اور منال اور عمارہ کے ساتھ زینہ چڑھ کے اوپر اپنے کمرے میں آ گئی۔

منال کو فوراً واپس جانا تھا۔ امی نے اسے مہمانوں کا خاص خیال رکھنے کی تلقین کی تھی۔ ویسے بھی اب کھانے کا دور شروع ہونے کا تھا اور اس مرحلے پر منال اور عرفان ہی کو ہر اُونچ نیچ

کا خیال رکھنا تھا۔ امی پر گھبراہٹ سوار تھی۔

ارما کو کمرے میں ٹھہرنے کا کہہ کر منال نے عمارہ کو ساتھ لیا اور لپکتے قدموں سے نیچے چلی آئی۔ عرفان کیٹرنگ سروس انجام دینے والے ویٹرز کو ہدایات دے رہے تھے۔ منال اور عمارہ بھی عرفان کی مدد کرنے میں مصروف ہو گئیں۔

❁❁❁

ارما کو اپنے اندر باہر دھڑکن کسی شور کی طرح گونجتی محسوس ہو رہی تھی۔ جانے اب کون سی امتحان کی گھڑی تھی، جو سر پر تلوار کی صورت اچانک لٹکنے لگی تھی۔ منال اور عمارہ کے جاتے ہی اس نے اپنے بے قابو دل کو سنبھالنے کی کوشش کی اور دوڑ کر کمرے کا دروازہ لاک کر دیا۔ یہ وقت بہت غنیمت تھا۔ گھر کے نچلے پورشن میں سب خوش گپیوں میں مصروف تھے اور کسی بھی ساعت کھانے کا دور چلنے والا تھا۔ ان لمحات میں شاید ہی کوئی اوپر آتا۔ کسی قسم کی مداخلت کا امکان نہ پا کر ارمانے کانپتے ہاتھوں سے دائم کا لکھا پیام کھول کر آنکھوں کے سامنے کیا۔ نیلی روشنائی سے لکھی اس کی تحریر، کاغذ پر بظاہر بے جان لفظوں کی صورت موجود تھی لیکن اس عبارت کا مفہوم جانے کون سی قیامت لانے والا تھا۔ ارما دم سادھے پڑھتی چلی گئی۔

''منال!

یاد ہے اس دن تم نے مجھ سے کہا تھا ''تم سکھ سے جینا چاہتی ہو، لیکن ایسا تب ممکن ہے جب میری زبان تمہاری چاہت کا اقرار کرے گی اور وہ اقرار تمہارے دل کا قرار بن جائے گا۔'' ہاں تم نے یہ بھی کہا تھا منال! کہ حمزہ کے ساتھ زندگی کی شروعات سے پہلے تم اپنی پہلی محبت کا باب بند کرنا چاہتی ہو، جس کے لئے تمہارے پاس میری محبت کا یقین ہونا ضروری ہے۔ منال! تمہاری اس فرمائش نے مجھے بہت ہراساں اور پریشان کیا تھا۔ اس دن وہ لمحہ شاید واقعی پانی کی بوندیں بن کر ہمارے دلوں کی پیاسی دھرتی کو سیراب کر جاتا۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ ایسا ممکن ہی نہ تھا منال! دل کی بے چارگی کو سرِ عام کھولنا ممکن ہی نہ تھا۔ بعد میں گھر آ کر تمہارے اصرار کی بابت بہت سوچا، بہت غور کیا تو دل کو فقط ایک بات کہتے پایا، جانتی ہو کیا؟

کوئی تو ہوتا
میں جس کے دل کی کتاب بنتا
میں جس کی چاہت کا خواب بنتا
کوئی تو ہوتا
جو ہجر کے موسموں کی رُت میں

یاد بن کر عذاب بنتا
کوئی تو ہوتا
میں رُوٹھ جاتا، مناتا مجھ کو
کہ چاہے میرا قصور ہوتا
کوئی تو ہوتا
میں جس کے اتنا قریب ہوتا
میں تنہا اس کا حبیب ہوتا

اپنے دل کی یہ بات میرے حواس اُڑا گئی تھی۔ میں اتنا سٹپٹایا، اتنا گھبرایا کہ بے چارگی کی حالت میں عرفان کے پاس چلا آیا۔ میں نے دل کی بات اپنے دوست سے کہہ ڈالی۔ عرفان بے شک تمہارا بھائی ہے، لیکن میرا عزیز ترین دوست بھی ہے۔ میرے جذبات، میرے دل کی بے بسی بھانپ کر اس نے مجھے یہ مشورہ دیا کہ میں دل کھول کر تمہارے سامنے رکھ دوں۔ وہ ساری باتیں اور اظہارِ تمنا کر دوں، جو میرے دل کو اپنے شکنجے میں جکڑ کر زندگی کو عذاب بنا گئے ہیں اور تمہاری طرح مجھے بھی چین سے جینے نہیں دے رہے۔

منال! عرفان کہتا ہے، درحقیقت ہم دونوں یہی چاہتے ہیں۔ کیونکہ مجھے اور تمہیں زندگی جینے کے لئے سکھ، شانتی اور اطمینان کی ضرورت ہے۔ تم نے سچ کہا تھا، ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے نہیں بنے، پھر بھی محبت کا بے پایاں احساس ہمارے دلوں میں موجزن ہے اور شاید آخری سانس تک رہے۔ یہ بے بسی اور بے چارگی ہم دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کر کے بھی زندہ نہیں رہنے دے گی۔ منال! تم میری آرزوئے ناتمام ہو۔ آج میں اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں۔ میں ہار گیا ہوں تمہاری نظروں سے خود کو چھپا چھپا کر۔ باخدا! میں تمہارے جذبات کی شدت سے بارہا ہارا ہوں۔ میں نے تمہیں دھتکارا، لتاڑا، برا بھلا کہا مگر اپنی بدنصیبی کو نہ ٹال سکا۔ اپنے دل کو نہ مار سکا۔

یہ ہماری بدنصیبی جو نہیں تو اور کیا ہے
کہ اسی کے ہو گئے ہم جو نہ ہو سکا ہمارا

یہ چھوٹی سی تحریر میرے دل کا احوال ہے منال! اسے دل کی آنکھوں سے پڑھنا۔ اس دل سے جس کا ہر جذبہ میرے نام سے موسوم ہے۔ جس میں میری یاد کو تمہاری پہلی محبت بن کر رہنا ہے۔ وہ محبت، جسے نہ تم بھول سکتی ہو اور نہ میں فراموش کرنا چاہتا ہوں۔ منال! تمہارے سکھ کے لئے، تمہارے بے قرار دل کے قرار کے لئے، آج میں تمہارے روبرو یہ کہنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ..... ہاں منال! میں انکار کے

باوجود تمہاری چاہت سے ہار گیا ہوں۔ وہ چاہت، جو آج تک یکطرفہ ہونے کی تہمت سہتی آئی ہے۔ وہ چاہت یکطرفہ نہیں ہے۔ تمہاری ضد، تمہارا جنون بالآخر جیت چکا ہے۔ میں محبت کی بساط پر کھیلی گئی اس بازی میں ناکام ہو چکا ہوں۔ میں ہار چکا ہوں۔ تمہارا دل توڑنے والا گناہ گار، بار بار تمہیں اپنے رستے سے نکال باہر کرنے والا خطا کار اور تمہیں سب کی موجودگی میں زوردار طمانچہ مار کے جانے والا دائم مصطفیٰ، تمہاری محبت کا مجرم بن کر تمہارے حضور حاضر ہے۔ اس خطا کار، گناہ گار کو جو سزا بھی دے لو، مگر یہ یاد رکھنا، میری خطا، میرا گناہ کسی دوسرے فریق کا دل جوڑتا رہا ہے۔ تمہیں دھتکار کر یہ کسی دوسرے کو اپنے قرب کا احساس دیتا رہا۔ ہاں منال! میں نے سندس سے محبت کی، لیکن تمہارے جذبات کی شدت نے مجھے میرا رہنے نہ دیا۔ میں اقرار کرتا ہوں منال! میں تمہیں سندس سے زیادہ چاہتا ہوں مگر اس چاہت میں ہجر کی خواہش بھی شامل ہے۔ سندس میری پہلی محبت ہے، پھر بھی تم اس سے بہت آگے کھڑی ہو۔ میں نے اس لڑکی سے کمٹ منٹ کی ہے منال! جو مجھے ہر حال میں نبھانی ہو گی کیونکہ سندس کے ہوتے میں تمہاری طرف کوئی ایک قدم اٹھانے کا بھی مجاز نہیں۔ یہ اس دل کی بے بسی ہے اور آج میں اس کا برملا اعتراف کر رہا ہوں۔ محبتوں میں ذرا سا جھوٹ انسان کو ملیامیٹ کر دیتا ہے، سو اس بار سچ بولنے کا عہد کر کے یہ تحریر لکھنے بیٹھا ہوں ایک بار پھر کہوں گا، مجھے واقعی تم سے محبت ہے مگر ہجر کی خواہش کے ساتھ۔ سندس میری پہلی چاہت ہے، اس لئے میری زندگی میں اس کا مقام بھی پہلا ہے۔ لیکن تمہاری محبت، سندس کی چاہت سے بہت آگے ہے۔ پھر بھی میں اس میں ڈوبنا نہیں چاہتا۔ منال! تم نے مجھے جانے کس مقامِ زندگی پر پہنچا دیا ہے۔ اس لئے اب ملک سے نکل جانے کی ٹھانی ہے تاکہ تم یہاں حمزہ کے ساتھ سکھ سے جیو اور میں تم سے دور رہ کر سندس کو پوری محبت دے سکوں۔ میں جا رہا ہوں منال! کبھی نہ لوٹنے کے لئے۔ یاد رکھنا، تم اس دل میں آباد رہو گی اور مجھے ہمیشہ یاد رہو گی۔ میں تمہیں بھول نہیں پاؤں گا۔ اس لئے جاتے جاتے اتنا کہوں گا۔

مجھے جب دیکھنا..... جب سوچنا چاہو
تو بس اپنی طرف دیکھو
جہاں تم ہو، وہاں تک میری خوشبو ہے
وہیں میں ہوں

دائم

ارما کی آنکھیں برسات ہو گئیں۔ یہ کیا لکھ ڈالا تھا دائم نے۔ کاغذ میں دل لپیٹ کر بھیج دیا تھا منال کے لئے۔ اسے پڑھ کر منال کا کیا حال ہونے والا تھا، ارما خوب اچھی طرح جانتی تھی

اور یہ جاننا ہی اس کی جان ہوا کئے دے رہا تھا۔ صرف چار دن بعد منال کی رخصتی تھی اور رخصتی سے پہلے دائم کا وہ اظہارِ وفا، جس کے لئے منال کا دعویٰ تھا کہ وہ لڑکا بس اسے چاہتا ہے، وہی دعویٰ ارما کی نظروں کے سامنے کاغذ کے ٹکڑے کی صورت موجود تھا۔

ارما کو ساری باتیں ایک ایک کر کے یاد آ رہی تھیں۔ وہ تمام باتیں، جو مختلف وقتوں میں منال نے حالِ دل کے طور پر ارما سے شیئر کی تھیں۔ کتنی بہت سی باتیں تھیں، خواہش اور تمنا کے روپ میں آرزو اور دعوے کے لبادے میں بلکہ آہ و فریاد کی صورت..... منال کا تڑپنا..... سسکنا اور گھائل روح کے ساتھ بولائے پھرنا، ارما کو کچھ بھی نہ بھولا تھا۔ اس کا ذہن منال کی کہی باتوں کی بازگشت سے گونجنے لگا۔ ارما نے گھبرا کر کانوں پر ہاتھ رکھ لئے، مگر آواز جیسے اس کا پیچھا کر رہی تھی۔

''میں جانتی ہوں ارما! دائم صرف سندس کا ہے مگر مجھے یہ یقین مار ڈالے گا کہ دائم کو میرا بننا ہے۔''

اور آج..... اپنی تحریر کے عکس میں دائم، منال کا ہو چکا تھا۔ ارما کی آنکھیں چھما چھم برسنے لگیں۔

''ارما! میں دائم سے مل کر اسے اپنے دل کی بات ایک بار ضرور بتاؤں گی۔ تم دیکھنا، میرے سچے جذبے کی شدت اس کے دل میں جگہ ضرور بنائے گی۔ وہ ہار جائے گا ارما! میری محبت، میرے جذبات کی شدتوں سے اُسے ہار ماننا ہو گی۔''

اور آج..... آج وہ ہار گیا تھا۔ سچ مچ ہار گیا تھا۔ اس کے لکھے الفاظ اس کی شکست کا اقرار کر رہے تھے۔

''جہاں تم ہو، وہاں تک میری خوشبو ہے۔ میں وہاں ہوں۔''

اور وہ..... وہ واقعی وہیں تھا۔

ارما کے پورے وجود میں دھماکے ہو رہے تھے۔ منال کا دعویٰ سچ ہو گیا تھا۔ اس کے یک طرفہ جذبے نے دائم کے دل میں بہت گہری جگہ بنائی تھی۔ اتنی گہری کہ اپنے خط میں وہ واشگاف لفظوں میں لکھ رہا تھا۔ میں نے سندس سے زیادہ تم سے محبت کی ہے منال! لیکن ہجر کی خواہش کے ساتھ کیونکہ سندس کے ہوتے میں تمہاری طرف کوئی قدم اٹھانے کا مجاز نہیں۔ یہ دل کی بے بسی ہے اور میں آج برملا اعتراف کر رہا ہوں۔''

''اوہ میرے اللہ!'' ارما نے اضطراری انداز میں دائم کا خط دونوں ہاتھوں میں لے کر مروڑ دیا۔ میں کیا کروں؟ کیا کروں خدایا! کیا خط منال کو دے دوں؟ کیا اس کے یقین کو اس کا ایمان بنا دوں کہ دائم نے وہ اقرار کر لیا تھا، جس کی منال کو اپنی زندگی میں سب سے زیادہ ضرورت تھی؟ جو سکھ تھا اُس کی پہلی محبت کا اور باقی زندگی کو گزارنے کا۔

دائم کی یہ مختصر تحریر، منال کی جیت تھی۔ اس کی یکطرفہ محبت اور جذبے کی فتح تھی۔ وہ جو

کہتی تھی، آج سب سچ نکلا تھا۔

سہمی سی ارما کا چہرہ زرد تھا۔ اپنی منگنی کی خوشی جانے کہاں جا سوئی تھی۔ وہ خاموشی اوڑھے، چپ چاپ بستر پر بیٹھی تھی۔ آج اس کی زندگی کا بھی اہم ترین دن تھا۔ آج اس کی محبت کو بھی ابو امی نے قبولیت کی سند بخش دی تھی مگر وہ خوش ہونے کے بجائے سوچوں کے انبار تلے دبی بیٹھی تھی۔ کاغذ ابھی بھی اس کے ہاتھوں میں لرز رہا تھا۔ وہ خط دائم نے اسے دے کر ایک سزا اس کے پلّے باندھ دی تھی۔

جب ہی اچانک بند دروازے پر زوردار دستک ہوئی۔ ارما بوکھلا کر یک دم اٹھ کھڑی ہوئی۔ دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ اس نے خود کو سنبھالنے کی بے پناہ کوشش کی مگر آواز پھر بھی اختیار سے باہر تھی۔

''کک.....کون ہے؟'' وہ باقاعدہ کانپ رہی تھی۔

''میں ہوں ارما! دروازہ کھولو۔'' عرفان بھائی کی آواز نے جہاں ان کے آنے کا سندیسہ دیا، وہیں ارما میں کوئی بجلی سی بھر دی۔ اس نے بے سوچے سمجھے سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں لپک کر دروازے کا لاک کھولا اور بھائی کے اندر آتے ہی دائم کا خط ان کے ہاتھ میں تھما دیا۔ وہ بے حساب رو رہی تھی۔ اس کا رونا گھٹے گلے کی وجہ سے اذیت کا واضح احساس دے رہا تھا۔ ادھر عرفان کا دم نکل گیا۔ خوشی کے موقع پر ارما اشک بہا رہی تھی۔ لیکن کیوں؟ وہ حواس باختہ سے ہو گئے۔ گھبرا کر بولے۔

''کیا ہوا ارما!.....رو کیوں رہی ہو؟''

''عرفان بھائی!'' ارما نے بہ مشکل خود پر قابو پا کر بھری آنکھوں سے انہیں دیکھا۔ ''یہ..... یہ مجھے دائم نے دیا ہے۔''

''یہ.....کیا ہے یہ؟'' انہوں نے ہاتھ میں پکڑا کاغذ الٹ پلٹ کر دیکھا، پھر ہکا بکا ہو کر بولے۔ ''دائم نے دیا ہے؟.....لیکن کیوں ارما؟''

''یہ..... یہ دائم کا خط ہے عرفان بھائی! اور اس نے مم.....منال کے نام لکھا ہے۔''

ارما نے فوراً وضاحت کی۔ وہ ساکت ہو گئے۔ لمحہ بھر انہیں اپنی سماعت پر اعتبار نہیں آیا۔ ان کی نظر ارما کے اشکوں سے تر چہرے سے پلٹی اور کاغذ میں پکڑے کاغذ کی طرف اُٹھی۔ پھر جیسے انہیں کوئی انگارہ چھو گیا۔ انہوں نے تیزی سے کاغذ کو سیدھا کیا اور پڑھنے لگے۔

دائم کی لکھی ہر سطر ان کے چہرے کا رنگ بدل رہی تھی۔ وہ یک دم جیسے کسی عذاب میں گھر گئے اور وہ عذاب ان کی ہستی کو بھربھری ریت کی طرح زمیں بوس کرتا جا رہا تھا۔ انہوں نے میز کا کونا پکڑ کر اپنا توازن قائم رکھا، پھر کچھ ساعتوں کی خاموشی کے بعد خط ارما کی طرف بڑھا دیا۔

''یہ منال کو دے دینا۔ اسے اس کی ضرورت ہے۔'' وہ بے حد سنجیدہ تھے۔

''نن.....نہیں عرفان بھائی!'' ارما پر جیسے پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ''آپ یہ..... یہ کیا کہہ رہے ہیں؟''

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ میں نے دائم کو یہ سب کہنے اور لکھنے کی اجازت دی ہے۔ منال کا سکھ اگر دائم کے اقرار میں ہے تو ہمیں وہ سکھ اسے دینا ہی ہوگا۔''

''نن.....نہیں بھائی!..... یہ سکھ نہیں ہے۔ یہ خط آپ نے اسے لکھنے کیوں دیا؟''

''اس کی ایک وجہ ہے ارما!'' انہوں نے نظریں چرا لیں۔ ''بہرحال یہ خط دائم کی امانت ہے، منال کو پہنچا دو گی تو اچھا کرو گی۔''

''نہیں عرفان بھئی!'' ارما نفی میں سر ہلا کر پیچھے کو ہو گئی۔ ''یہ ٹھیک نہیں ہے۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔''

''کیوں؟'' انہوں نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ ''کیوں نہیں ہونے دو گی؟ میں نے کہا نا، یہ دائم کی امانت ہے اور منال کے لئے ہے۔''

''نہیں بھائی!'' ارما نے شدت سے انکار کیا۔ ''یہ امانت ہمارے لئے وبال سے کم نہیں۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔''

''تم برا کرو گی ارما! امانت مالک تک پہنچانے میں کوتاہی کرنے والا اللہ کا گناہ گار ہوتا ہے۔ پلیز جذباتی مت بنو۔''

''نہیں، میں جذباتی نہیں ہوں بھائی! آپ سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔'' وہ کپکپا رہی تھی۔ عرفان اس کی صورت تکنے لگے۔ چند لمحے خاموشی میں گزرے پھر انہوں نے گہری سانس لے کر خود کو سنبھالا۔

''ارما، میری بہن! منال کو اس دلاسے کی ضرورت ہے۔ وہ لڑکی سکھ سے جینا چاہتی ہے۔ دائم کا اقرار اس کی زندگی کو سکھ سے بھر دے گا۔ کیا تم نہیں چاہتیں کہ منال سکھ سے.....''

''نہیں۔'' ارما نے بات کاٹ دی۔ ''فار گاڈ سیک بھیا! آپ کو سامنے کی بات نظر کیوں نہیں آ رہی؟ میں یہ خط منال کو نہیں دے سکتی۔ ان حالات میں یہ خط ہم سب کا سکون اُڑا لے جائے گا۔ آپ منال کے سکھ کا سوچ رہے ہیں تو.....تو خدارا، امی ابو کے بارے میں بھی سوچئے۔ وہ کیا کریں گے اگر منال نے اس اقرارِ وفا کے بعد کچھ اُلٹا سیدھا ری ایکٹ کیا تو؟ وہ کچھ بھی کر سکتی ہے بھائی! کچھ بھی۔ کیا آپ کو معلوم نہیں؟''

''مجھے سب معلوم ہے۔ وہ کچھ نہیں کرے گی ارما! تم نہیں جانتیں، اس نے دائم کی کتنی منتیں کی ہیں، اس اظہار کے لئے۔ منال سب کچھ کھو کر تہی دست ہوئی بیٹھی ہے۔ حمزہ کی محبت ابھی اس نے پائی کہاں ہے؟ اپنی شادی سے پہلے وہ دائم کے اظہار بلکہ اقرار کو پانا چاہتی ہے۔ کیونکہ وہ اقرار، منال کے لئے ایک نئی زندگی کے مترادف ہوگا اور وہ زندگی اسے حمزہ کا وفادار رکھے گی۔''

''اوفوہ.....!'' ارما نے دونوں ہاتھوں کے بیچ سر رکھ لیا۔ ''خدا جانے آپ کیا بول رہے ہیں بھائی! میرے پلّے کچھ نہیں پڑ رہا۔ یہ بے کار کی باتیں ہیں۔ تاریخ طے ہو جانے کے بعد یہ ساری باتیں بے حد نامناسب ہیں۔ آپ کو کیا ہو گیا ہے بھیا؟''

''مجھے کچھ نہیں ہوا ارما! تم بس یہ خط منال کو دے دینا۔ اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔'' عرفان اب بھی وہی بات کہہ رہے تھے۔ ارما پر حیرت کی بوچھاڑ گری۔ وہ بے یقینی سے ان کا چہرہ دیکھتے ہوئے بولی۔

''مجھے بالکل یقین نہیں آ رہا۔ یہ..... یہ آپ کہہ رہے ہیں عرفان بھائی! اللہ جانے کیا ہو گیا ہے آپ کو۔ دوست کی محبت میں آپ اپنی بہن کو رُسوا کرنے جا رہے ہیں، کچھ تو خیال کیجئے۔ رخصتی سے چار دن پہلے دائم کا یہ خط، منال کے اندر بہت بڑی تبدیلی لے آئے گا۔ یہ خط طوفان نہیں، ایٹم بم ہے۔ اگر پھٹ گیا تو چاروں اور تباہی آ جائے گی۔ آپ نے دائم کو یہ سب کہنے کی ہمت کیسے دی؟ آپ نے بہت غلط کیا ہے بھیا!''

''میں نے کچھ غلط نہیں کیا ارما! میری نظر میں کوئی برائی نہیں ہے اس میں۔'' وہ برہم سے ہو گئے۔ ''جو حالات پہلے گزر چکے ہیں، کیا اس خط سے زیادہ برے نہیں؟ منال نے دائم کی محبت میں اپنی انا، عزت اور اپنا نسوانی وقار..... سبھی کچھ داؤ پر لگا دیا تھا۔ آج وہ گھر کی عزت اور تمہاری محبت میں پڑ کر قربانی دینے کی ٹھان بیٹھی ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم اس پر کوئی زیادتی کریں گے۔''

''نہیں..... میں نہیں مانتی عرفان بھائی! میں یہ خط منال کو نہیں دوں گی۔ میری نظر میں یہ قدم اٹھانا مناسب نہیں ہے۔ مجھے آپ کا فیصلہ منظور نہیں۔'' وہ ہٹ دھرمی پر اُتر آئی۔ اس کا دل بے تحاشا دھڑک رہا تھا۔ عرفان بے بس ہو گئے، دھیرے سے بولے۔

''پھر تم گناہ گار ہو جاؤ گی ارما!..... یہ خط امانت ہے۔ اور اسے منال کو سونپنا تمہاری ذمہ داری ہے۔''

''نہیں بھیا!'' اس کی ہچکچاہٹ میں بھی انکار تھا۔ ''میں یہ خط دائم کو کل لوٹا دوں گی۔ مجھے اب منال کے ذہن کو نہیں بدلنا۔ وہ بدل گئی تو ہم سب کی، خصوصاً حمزہ کی زندگی جہنم سے بدتر ہو گی اور میں کم سے کم حمزہ کے ساتھ ایسا نہیں ہونے دوں گی۔''

''تم پاگل ہو گئی ہو۔'' عرفان زچ ہو گئے۔ ان کی آواز میں درد بھی تھا اور اُکتاہٹ بھی۔ جب ہی منال اپنی دھن میں اندر داخل ہوئی۔ دروازے سے کچھ آگے ارما کو عرفان بھائی سے بحث میں اُلجھتا دیکھ کر وہ کچھ پریشان ہو گئی۔ بھاگتے قدموں سے آگے آئی اور گھبرا کر بولی۔

''کیا بات ہے ارما! کس بات پر بحث کر رہی ہو بھیا کے ساتھ؟''

ارما کی روح فنا ہو گئی۔ اس کی بے وقت مداخلت نے دونوں بہن بھائی کو گنگ کر ڈالا۔ انہوں نے تیزی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر نظریں چرائیں لیکن ان کے چہروں کا تاثر

ابتر صورتِ حال کی نزاکت کو واضح کر رہا تھا۔ ارما کے تر رخسار، چمکتے اشک، بھیگا لہجہ اور عرفان بھائی کا جھنجھلاہٹ کے ساتھ غصے کا اظہار بے حد عجیب تھا۔ منال اس بار کچھ ٹھٹک سی گئی۔

''کوئی بات ہے ارما!..... سب خیریت ہے نا؟'' ارما نے تیزی سے ہاتھ کمر کے پیچھے لے جا کر خط چھپانے کی کوشش کی لیکن عرفان بھائی نے زبردستی اس کے ہاتھ سے کاغذ چھینا اور منال کی طرف بڑھا کر بولے۔

''یہ تمہارے لئے ہے منال!''

''میرے لئے؟'' وہ پریشان ہو گئی۔ ''یہ کیا ہے بھائی؟''

''یہ ایک خط ہے۔'' عرفان کا لہجہ بجھا بجھا سا تھا۔

''خط؟'' منال نے حیرت میں گھر کر انہیں دیکھا۔ ''کس کا خط ہے عرفان بھائی؟''

''دائم کا۔'' ان کا مختصر جواب منال کی سٹی گم کر گیا اور ہونق ہو کر ان کا چہرہ تکنے لگی۔

''گھبراؤ نہیں۔'' عرفان کی آواز لرز رہی تھی۔ ''پڑھ لو اسے۔ شاید تمہیں سکھ مل جائے۔''

وہ طنز کر رہے تھے یا ہمدردی، منال کے پلّے نہ پڑا۔ البتہ ایک کوفت فوری طور پر سر سے پاؤں تک اسے ڈھانپ گئی۔ وہ بھائی کے چہرے سے نظر ہٹا کر ارما کو گھورنے لگی، جو فق چہرے اور سوکھتے لبوں کے ساتھ بے حسی کی تصویر بنی کھڑی تھی۔

''یہ سب کیا مذاق ہے ارما؟'' منال کا لہجہ بے حد کھردرا تھا۔

''یہ..... یہ مذاق نہیں ہے۔'' ارما کی آواز جیسے کسی کنوئیں سے برآمد ہوئی۔ وہ اب بھی رو رہی تھی۔

''مطلب؟'' منال کی تیوری پر بل پڑ گئے۔ ارما خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی۔

''مجھے مطلب بتاؤ ارما! کیا ہے یہ؟'' منال نے کاغذ ہوا میں لہرایا۔

''یہ دائم کا خط ہے، تمہارے نام۔ اس نے اپنی محبت کے اظہار سے تمہیں سکھ دینے کی کوشش کی ہے کیونکہ تم.....''

''بس کرو ارما!'' منال نے چلّا کر اسے روکا۔ اس کی آواز میں اتنا طیش تھا کہ ارما کے ساتھ عرفان بھی بھونچکے سے ہو کر اسے دیکھنے لگے۔ منال کی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔ خجالت اور ذلت کے احساس نے اس کا رنگ فق کر دیا تھا۔ وہ نچلا ہونٹ دانتوں سے کچل رہی تھی۔ یوں جیسے اشکوں کی بہتات کو پینے کی کوشش کر رہی ہو۔ چند ساعتیں بہت تیزی سے گزریں۔ منال ضبط کے باوجود آنسوؤں پر بند نہ باندھ سکی۔ سسکیاں لیتے ہوئے بولی۔

''میں حمزہ ابراہیم کی بیوی ہوں ارما! اور اس شخص کی عزت بھی۔ میں نہیں چاہتی اب کوئی گناہ میرے کھاتے میں لکھا جائے۔ دائم کون ہے، مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔ میں صرف اپنے شوہر کو جانتی ہوں اور اس کی محبت پر پورا حق رکھتی ہوں۔ وہی میری زندگی کا حاصل ہے۔ مجھے اس خط سے کیا لینا دینا۔ حیرت ہے، تم اور بھیا مل کر مجھے حمزہ سے بے وفائی کرنے پر اُکسا رہے

ہو۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ میں حمزہ سے بے وفائی کرنے سے پہلے مر جانا پسند کروں گی۔ اس لئے درخواست کرتی ہوں، آئندہ دائم کا نام یا اس کا کوئی پیغام مجھ تک مت لائیے گا۔ کیونکہ اس کا انجام وہی ہوگا، جو اس خط کا ہو رہا ہے۔'' اس نے ہاتھ میں پکڑے کاغذ کو حقارت سے پُرزہ پُرزہ کر دیا۔

منال کے الفاظ بے حد ناقابلِ یقین تھے۔ ارما دنگ رہ گئی۔ جب کہ عرفان کی آنکھوں سے ساون کی جھڑی بہہ نکلی۔ انہوں نے آگے ہو کر چھوٹی بہن کو اپنی بانہوں میں بھینچ لیا۔

''اوہ منال! آج واقعی تم نے میرا مان رکھا ہے۔ تم نے مجھے عزت دی اور میری بڑائی کا لحاظ کیا۔ میں بہت خوش ہوں۔'' وہ بے تحاشا رو رہے تھے۔ منال کی سسکیاں بھی ان کی آہوں میں شامل ہو گئیں۔ دل درد سے بھر آیا تھا لیکن وہ اپنے لفظوں سے منکر نہ تھی۔ اس نے وعدہ کیا تھا حمزہ سے کہ جس دن وہ اس کے گھر کی دہلیز پر قدم رکھے گی، اس دن دائم اس کی زندگی میں کہیں نہیں ہوگا۔ وہ اس کی محبت، اس کی خواہش کو اس طرح بھلا دے گی، جیسے وہ کبھی تھا ہی نہیں۔ اسی لئے اس نے خط پڑھے بغیر ہی پھاڑ دیا تھا۔

ارما کا دل بادل کے ٹکڑے کے مانند ہلکا پھلکا سا ہو کر ہوا کے دوش پر اُڑنے لگا تھا۔ آج منال نے بہت اہم فیصلہ کیا تھا۔ حمزہ سے وفادار رہنے کا فیصلہ۔ اور یہی فیصلہ اس کے سُکھ کی ضمانت تھا۔ محبت اور ایثار کا یہ روپ بہت انوکھا تھا۔ کیونکہ آج منال نے دائم کی محبت پر حمزہ کی چاہت اور بھائی کی عزت کو ترجیح دی تھی اور یہ بہت خوش آئند بات تھی۔

کمرے کے باہر کھڑے حمزہ نے بے اختیار اپنی بہتی آنکھوں کو پونچھا تھا۔ وہ عرفان کو بلانے اوپر آیا تھا، مگر منال کی آواز نے اس کے قدم چوکھٹ پر ہی روک دیئے تھے۔ وہ جو کچھ کہہ رہی تھی، حمزہ کے دل کو ہمیشہ کے لئے شکوک و شبہات سے خالی کر رہی تھی۔ اب اس کے پاس اپنی اور منال کی محبت کا احساس تھا۔

منال آج واقعی پلٹ آئی تھی۔ حمزہ کی محبت نے منال کے دل کو اپنی پرچھائیں سے بھر دیا تھا۔ وہ لڑکی اب صرف اس کی وفادار تھی۔ ایسا کرشمہ محض نکاح کے پاکیزہ بولوں کا مرہونِ منت ٹھہرا تھا، جس نے منال کے دل سے دائم کی چاہت کا طلسم اتار کر حمزہ کی محبت کا احترام بھر دیا تھا اور یہ احترام زندگی بھر منال کو وفادار ثابت کرنے والا تھا۔

حمزہ نے واپسی کو قدم بڑھا دیئے۔ اب عرفان کو آواز دینا بے کار تھا۔ وہ جلد از جلد زینہ اتر کر نیچے سب کے درمیان جانا چاہتا تھا تاکہ ارما، منال اور عرفان کو اس کی آمد کی خبر نہ ہوتی۔

منال کا شہرِ دل، حمزہ ابراہیم کے نام سے آباد ہو چکا تھا اور اسے یہ خبر اب جلد از جلد آپا کو سنانی تھی۔

(تمت بالخیر)